

# ذخیرة الجنان

٢

# فہرست القرآن

جلد سوم

المؤلفات

امام ابی حیث محدث شیعی الحدیث و محدث  
مولانا محمد فراز خاں صفتہ بروڈنگ

مکتب

مولانا محمد نواز بلوچ  
دانش مکتب نشر اسلام کیوڈیو

ناشر

لعلان الامام برادران  
سینئٹ ناؤن گورنمنٹ

# ذخیرۃ الجنان

ف  
۱۰۰

# فہرست القرآن

—۔ ۳۶۰ ۔ ۹، ۸، ۷ ← جلد ۳ —

## افرادات

امام اہلسنت حضرت شیعی الحدیث و تفسیر  
مولانا محمد سفرزادہ خاں صفدر حنفیہ مدنیہ

طبع و ترتیب  
مولانا علاؤ الدین شاہی  
شیعی الحدیث شعرہ العلوم گورنمنٹ  
فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گورنمنٹ۔

## نظر ثانی

مولانا علاؤ الدین شاہی  
شیعی الحدیث شعرہ العلوم گورنمنٹ۔

## ناشر

للمقان اللہ میر برواری  
سیستانیات ناؤن گورنمنٹ۔

# لِقَانُ اللَّهِ مِيرِ سِرِدارِن

ناشر  
سیٹ لائست ماؤن گوجرانوالہ۔

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نَخْبَةُ الْجَنَانِ فَهَبْلُ الْقَدَارِ

— جلد ۳ — ص ۹۸۷

امام المشت خضری شیخ الرشیذ و تفسیر مودودی مکتبہ فراز خاں صاحبہ گورنمنٹ	افادات
مولانا محمد نواز بریج دانل مکٹر ٹائم گروپ	مرتب
مولانا علاؤ الدین التھری شیخ الرشیذ نسخہ "لئوم" گورنمنٹ	نفر ثالثی
محمد خاور بٹ، گوجرانوالہ	سرور ق
طبع و ناشر لِقَانُ اللَّهِ مِيرِ سِرِدارِن سیٹ لائست ماؤن گوجرانوالہ۔	طبع و ناشر
0300 - 8741292 0321 - 8741292	فون

قیمت

## ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کرتے آن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کرنے والی غلطیوں کی صحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی صحیح پرسب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ میکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاری ہوگا۔ (ادارہ)

پاکستانی نہ کو تعالیٰ

سن دی الزاہد

اُنچیں اولادی و احباب و تلامذتی

البلاغ علیکم در حمد اللہ و برکاتہ

راقم اشیم سخنگھر میں قرآن کریم و حضرت شریف  
کا بینجایی میں جو درس دیتا رہا اس درس  
قرآن کریم کا بڑی عمر قریزی کے ساتھ اردو ترجمہ  
ملاتنا صدر نواز بلوجہ ماحبہ کیا جسکی طباعت  
شہزاد استظامہ ایجاد میسر صدر لقمان اللہ صاحب  
نے دوران سے بھائیوں نے کیا ہے راقم اشیم

طباعت سمجھ تو زکو دیتا ہے کان اگر علی  
حد پر اصلاح کی ضرورت پڑے تو راقم اشیم  
کے پیچے مشاہ عزیزم زاہد اور عذر زم قارہ کھا  
آفال و عنزہ مشورہ دے سکتے ہیں باقی  
سب حقوق طباعت خاکہ میر حب  
کو دیدتے ہیں و اللہ الموفق

ابوالزاہد علیہ فریض عفی عنہ

۱۵۳۲ھ ص ۲۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

## سُورَةُ الْأَعْرَافِ مَكِيَّةٌ

پارہ ← وَلَوْ أَنَّا ، قَالَ الْهَدَا

۹

۸

## فہرست عنوانات

### ذخیرہ الجنان فی فہم القرآن

#### (حصہ ہفتم)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ہر شخص فضلِ الہی سے جنت میں جائے گا نہ کہ عمل سے ..	۲۷	اہل علم سے گزارش.....	۹
اعراف کی وضاحت اور الہی اعلان ..	۵۰	نافرمانوں کی سرزنش ..	۱۳
والدین کا حق ..	۵۱	حاب کتاب کا ضابط ..	۱۶
جنتیوں کا جواب ..	۵۲	انسان کی تخلیق ..	۱۹
ذکر بلند آواز سے کرنا چاہیے یا آہتہ؟ ..	۵۹	مسجدہ تعظیمی ..	۱۹
ربط آیات ..	۶۱	عمل میت ..	۲۲
رحمتِ خداوندی ..	۶۱	اقرار غلطی ..	۲۶
ماں سے زیادہ بندوں سے پیار و محبت ..	۶۲	شرک اعظم نماز ..	۳۲
قومِ نوح، شرک کی بانی ..	۶۳	اخلاص عبارت ..	۳۲
شرک کا آغاز کیسے ہوا؟ ..	۶۵	باطل فرط ..	۳۳
آپا و اجداد کا دین نہ چھوڑیں گے ..	۶۷	مشرکین کا حلال اشیاء کو حرام قرار دینا ..	۳۶
بزرگوں کے بارے میں مشرکوں کے غلط نظریات ..	۷۲	خاتم الشہیین ..	۳۹
قومِ صالح ﷺ کا ذکر ..	۷۵	ظلم اور ظالمون کی اقسام ..	۴۰
مجوزہ اور کرامت کی حقیقت ..	۷۶	رب تعالیٰ کو گالیاں دینے کا مطلب ..	۴۱
حضرت صالح ﷺ کی اوثقی کا واقعہ ..	۷۶	روح قبغ کرنے والا ایک ہے یا زیادہ ہیں؟ ..	۴۱
قومِ عاد کا خلیفہ ..	۷۸	مذابق تبرحق ہے ..	۴۲
مردوں کا سنتا ..	۷۹	جنتات کو بھی عذاب جہنم ہوگا ..	۴۲

حضرت جبیب بن زیدؑ کا عشق رسول اور شہادت.....	۸۰.....	قومِ لوط کا ذکر.....
طواخوروں کا عشق رسول.....	۸۳.....	قومِ شعیب کا تذکرہ.....
رانضیوں کا عقیدہ.....	۸۷.....	سابقہ اقوام کا انجام.....
فرعون نے حکومت بچانے کے لیے پختہ کروائے.....	۸۸.....	قومِ شعیب کا ناپ توں میں بد دینا کرنے کا انجام.....
ہبری اہمیت.....	۹۰.....	ناظم کا انجام.....
فرعون کے مجوسوں کی پیش گوئیاں.....	۹۰.....	قوم کا شعیب ﷺ کو حملہ دینا.....
مشنوی شریف کا ایک اہم واقعہ.....	۹۱.....	حضرت شعیب ﷺ کی قوم کی تباہی.....
حضرت موسیٰ ﷺ کی نوشنائیوں کا ذکر.....	۹۲.....	سماج انبویاء ﷺ میں کوئی اختلاف نہیں.....
قومِ موسیٰ ﷺ کا مطالبہ دعا.....	۹۳.....	انسانیت کا معیار.....
حضرت موسیٰ ﷺ کا اپنی قوم کو نکالنا.....	۹۴.....	پریشانی میں إلَّا إِنَّهُوَ إِلَّا إِنْوَارٌ جَعْنَوْنَ پڑھنا.....
عبرت کے لیے فرعون کے جسم کا محفوظ ہونا.....	۹۵.....	ایک بڑا اعتراض اور اس کا جواب.....
صلحِ حدیبیہ کا مختصر پیش منظر.....	۹۹.....	پانچ فرقوں کا ذکر.....
رویتِ باری تعالیٰ اور معتزلہ کا رد.....	۱۰۰.....	حضرت موسیٰ ﷺ دربار فرعون میں.....
خلاصہ.....	۱۰۱.....	مجزواتِ موسیٰ ﷺ.....
گداگروں کو تم دینے کا حکم.....	۱۰۲.....	مشورہ کن امور میں کرنا چاہیے.....
اصحابِ موسیٰ ﷺ کی حیات بعد الموت.....	۱۰۳.....	فرعون کا جادوگروں کو لائق دینا.....
قبر کے حالات.....	۱۰۳.....	جادوگروں کا میدان میں رسیاں پھینکنا.....
گمراہی کا راستہ.....	۱۰۴.....	جادو کا اثر.....
سب سے بڑا مجذہ.....	۱۰۵.....	حضرت موسیٰ ﷺ کے گھر انے کی حقیقت.....
بنی اسرائیل کا ابو جہل.....	۱۰۵.....	حضرت موسیٰ ﷺ کی کامیابی.....
رب رستے، عقل گھستے.....	۱۰۷.....	فرعونیت فرعون.....
اگر جان کا خطرہ ہو.....	۱۰۷.....	ایمان والوں کا جواب.....
شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں مرتد کا حکم.....	۱۰۸.....	فرعون نے ستر کے ہاتھ پاؤں کائے.....
ایک جملے سے سانحہ سال کی عبادت ضائع.....	۱۰۸.....	حضرت خباب بن ارت خلیل کی استقامت.....
		ایمان والوں کی استقامت.....

جنگر احزاب.....	۱۵۹	مسئلہ اولی، غیر اولی.....	۱۳۱
بنی اسرائیل کے لیے کھانے کا انظام.....	۱۵۹	ڈاڑھی کی اہمیت.....	۱۳۲
بنی اسرائیل کی نافرمانی اور شرارتی.....	۱۶۱	ماں کی شفقت.....	۱۳۲
امر بالمعروف و نهى عن المنکر.....	۱۶۳	کبیرہ گناہوں کی تعداد.....	۱۳۳
تمین گروہوں کا ذکر.....	۱۶۳	بچھرے کی پوجا کرنے والوں کا انجام.....	۱۳۳
اعمال کا بگاڑا اور اس کی سزا.....	۱۶۵	مرتد کی توبہ.....	۱۳۴
اجماع اہل یہود اور اہل ایمان سے لڑا.....	۱۶۷	توبہ کی قبولیت میں تفصیل.....	۱۳۵
یہودی علماء اور بدعتات.....	۱۶۹	بچوں کے تحفے کا حکم.....	۱۳۵
رشوت ستائی.....	۱۷۰	ایجاز قرآن.....	۱۳۶
بے نمازی کے بارے میں ائمہ اربعہ کی رائے.....	۱۷۰	ستر آدمیوں کا مطالبہ اور ان کا انجام.....	۱۳۷
موسیٰ ﷺ کا تورات لانا اور قوم کی نافرمانی.....	۱۷۱	سطحی قسم کے لوگوں کے اعتراض کا جواب.....	۱۳۸
یثاثیق انبیاء اور حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق.....	۱۷۳	بنی اسرائیل کا مطالبہ.....	۱۳۹
ملحدوں کا اعتراض اور اس کا جواب.....	۱۷۴	یہودی کی وجہ تسمیہ.....	۱۴۰
مقام انبیاء ﷺ اور درجات.....	۱۷۵	شیخ محبی الدین ابن عربی اور شیطان کا مقابلہ.....	۱۴۰
تعویذ فروشی اور اجرت.....	۱۷۶	فَسْكَتُ الشَّيْعَ شَيْخُ خَامُوشُ ہو گئے۔.....	۱۵۱
بلعما یا حورا کا موسیٰ ﷺ کے خلاف بد دعا کرنا اور اس کا انجام.....	۱۷۷	پہلی کتب سادویہ میں حضور ﷺ کی صفات کا موجود ہوتا۔.....	۱۵۱
جنہی جانور.....	۱۷۷	حلال، حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔.....	۱۵۲
ایمان اور کفر میں انسان کا اختیار.....	۱۷۸	بوجہ اور طوق کی حقیقت.....	۱۵۳
جننتیوں اور دوزخیوں کی محشر میں تقسیم.....	۱۷۹	عامگیر رسالت.....	۱۵۵
انسانوں کو اپنے مالک حقیقی سے تعلق رکھنا چاہیے.....	۱۸۰	عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ.....	۱۵۶
اسماء الحسنی اور ان کی تاثیر.....	۱۸۱	یہود کا تذکرہ.....	۱۵۷
حاضر دناظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات.....	۱۸۱	قلت، کثرت حق پر دال نہیں.....	۱۵۷
محجزات اور کرامات کی حقیقت.....	۱۸۲	یوم قیامت بچے کا جھگڑا.....	۱۵۷
شکاری خود شکار ہو گیا.....	۱۸۵	بنی اسرائیل کا انکار چہاد.....	۱۵۸

عیسائی سُبح غلیظہ کو مُفتیجنی مانتے ہیں ..... ۱۹۵	پاگل، پاگل ہی ہوتا ہے ..... ۱۸۵
مفہوم توحید ..... ۱۹۷	قیامت برحق ہے ..... ۱۸۶
خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں ..... ۱۹۸	توحید و رسالت اور قیامت ..... ۱۸۷
صفاتِ خداوندی میں قطعاً کوئی شریک نہیں ..... ۱۹۹	قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے ..... ۱۸۸
شرک شریعت کی تمام حدود کو ختم کر دیتا ہے ..... ۲۰۰	علم غیب خاصہ خداوندی ہے ..... ۱۸۹
مقابلے میں جھوٹے خداوں کو گالیاں نہ دیکھن ..... ۲۰۱	نفع، نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ..... ۱۹۰
برے خیالات پر گرفت نہیں ..... ۲۰۲	یہودی عورت کی دعوت اور علم غیب ..... ۱۹۰
قراءت خلف الامام حکم خداوندی کی صریح مخالفت ہے ..... ۲۰۳	حضور ملیٹھلیل شہادت کے مرتبہ پر فائز ہیں ..... ۱۹۱
سبیحات کی برکات ..... ۲۰۵	جناب آدم و حوا اور نسل انسانی کی تخلیق کا تذکرہ ..... ۱۹۲
	عبد الرسول، عبد النبی نام رکھنا مکروہ ہے ..... ۱۹۳



## اہل علم سے گزارش

بندہ ناجیز امام الحدیث مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مغلض مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے میلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھی ہیں اور ہر باطل کار دکیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صحیح بعد نماز فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیس سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہوں گے وہ میں برداشت کروں گا اور میرا مقصد صرف رضاۓ الہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب ہن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی الہیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چپکے لے کر باہر آ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت مجھے دے دیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دے دیے اور میں نے باہر پھینک دیے۔

چوں کہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔ میں نے مذکورہ بالاخواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کرو گے۔ چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ”ذخیرۃ الجنان“ کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں میں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گھر حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گھرڑا لوں کے اصرار پر میں یہ درس قرآن ہنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنواہ سے اخراجات

پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔ اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آگئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔ اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے انھوں کو مدد و منہاں صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیشیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیشیں ریکارڈ کرنے کے بعد اپنے شاگرد ایم۔ اے پنجابی کو بلا یا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اس نے کہا کہ میں یہ کام کر دوں گا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیست دی کہ یہ لکھ کر لا د پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے نادقی اس کے لیے سڑ راہ بن گئی۔ وہ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیست سنی اور اُردو میں نقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوكل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائزمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائش بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالا کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ لہذا اجہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہید سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہ راست حضرت شیخ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جس کی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماں ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لیے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبوی مسیحیت کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لیے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملاحظہ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیست سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیور طباعت سے آرائتے ہونے تک کے تمام مرافق میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کے ساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاوون کرنے والے احبابِ مطالعہ اور پروفیئر نگ کے دورانِ غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتیٰ المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں

## اہل علم سے گزارش

ذخیرۃ الجہان فی فہم القرآن : حصہ ⑦



||

ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن باسیں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہذا اہل علم سے گزارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

## العارض

محمد نواز بلوج

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم و فاضل و فاق المدارس العربیہ، مکان



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
 وَعَلٰى اٰلِّيٰ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
 عَلٰى اٰبَرَاهِيمَ وَعَلٰى اٰلِّيٰ اٰبَرَاهِيمَ  
 اِنَّكَ حَمِيلٌ بِحَمِيلٍ  
 اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى  
 اٰلِّيٰ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى  
 اٰبَرَاهِيمَ وَعَلٰى اٰلِّيٰ اٰبَرَاهِيمَ  
 اِنَّكَ حَمِيلٌ بِحَمِيلٍ

## سُوْرَةُ الْاٰعْرَافِ مَكْتَبَةُ

آیاتُهَا ۲۰۶

۲۹

۷

جَوَّهْرَتْهَا

پُسْمِحُ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝

﴿الْمَقْصُدُ كِتَابٌ أُنزَلَ إِلَيْكُمْ﴾ یا ایک کتاب ہے جو نازل کی گئی ہے آپ کی طرف ﴿فَلَا يَكُنْ فِي صَدِيقٍ لَكُمْ﴾ پس نہ ہو آپ کے سینے میں ﴿خَرَجَ قُمَّةُ﴾ کوئی سُنگی اس کے بارے میں ﴿لِتُشْرِيكَهُ﴾ تاکہ آپ ذرا بھی اس کے ذریعے ﴿وَذَكْرٌ لِلّٰهٗ وَمِنْهُ﴾ اور صحیت ہے ایمان والوں کے لیے ﴿إِنَّهُمْ﴾ پیروی کر دو ﴿مَا﴾ اس چیز کی ﴿أُنزَلَ إِلَيْكُمْ﴾ جو نازل کی گئی تمہاری طرف ﴿فَنِعْمَتْكُمْ﴾ تمہارے پروردگار کی جانب سے ﴿وَلَا تَشْعُرُونَ مُؤْمِنَةً أَوْ لِيَاءً﴾ اور نہ پیروی کرو اس سے درے درے کار سازوں کی ﴿قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ﴾ بہت کم ہے جو تم صحیت حاصل کرتے ہو ﴿وَكُمْ قُنْقُنَ قَرِيبُونَ﴾ اور کتنی بستیاں ہیں ﴿أَهْلَكُنَّهَا﴾ جن کو ہم نے ہلاک کر دیا ﴿فَجَاءُهَا بَأْسَنَابِيَّاً﴾ پس آئی ہماری گرفت ان کے پاس رات کے وقت ﴿أُوْهُمْ قَاتِلُونَ﴾ یا وہ دوپہر کے وقت قیلو لہ کر رہے تھے ﴿فَمَا كَانَ دَغْوِهُمْ﴾ پس نہیں تھی ان کی پکار ﴿إِذْ جَاءُهُمْ بَأْسَنَابِيَّاً﴾ جس وقت آئی ان پر ہماری گرفت ﴿إِلَّا أَنْ قَاتَلُوا﴾ مگر یہ کہ انہوں نے کہا ﴿إِلَّا كُلُّا ظَلَمُونَ﴾ بے شک تھے ہم ظلم کرنے والے ﴿فَلَنَسْئَلَنَّ أَنْذِنَيْنَ﴾ پس ہم ضرور پوچھیں گے ان لوگوں سے ﴿أَتُنَسِّلُ إِلَيْهِمْ﴾ جن کی طرف رسول پیغمبر کے ﴿وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ اور البتہ ہم ضرور رسول کریں گے پیغمبروں سے ﴿فَلَنَقْصَنَ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ﴾ پس ہم ضرور بیان کریں گے ان پر اپنے علم کے مطابق ﴿وَمَا كُلَّا غَائِبِيَّاً﴾ اور ہم غیر حاضر نہیں تھے ﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِنَ الْحَقِّ﴾ اور وزن اس دن بحق ہے ﴿فَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِنَهُ﴾ پس جس شخص کے اعمال نامے بھاری ہو گئے ﴿فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُغْلَوْنَ﴾ پس وہ لوگ فلاج پانے والے ہیں ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِنَهُ﴾ اور جس کے اعمال نامے بلکہ ہو گئے ﴿فَأُولَئِكَ الْذِيْنَ﴾ پس وہ وہی لوگ ہیں ﴿خَسِرَ وَآنْفَسَهُمْ﴾ جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے نفسوں کو ﴿بِمَا كَانُوا﴾ بسبب اس کے کر تھے ﴿بِإِلَيْتَنَا يَطْلُبُونَ﴾ ہماری آئتوں کے ساتھ زیادتی کرتے ﴿وَلَقَدْ مَكْثُومُ فِي الْأَثْرَاضِ﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے تدریت وی تم کو زمین میں ﴿وَجَعَلْنَاكُمْ﴾ اور بنائی ہم نے تمہارے لیے ﴿فِيهَا مَعَايشَ﴾ زمین میں روزیاں ﴿قَلِيلًا مَا تَشَكَّرُونَ﴾ بہت کم تم شکریہ ادا کرتے ہو۔

اس سورہ کا نام سورۃ الاعراف ہے۔ اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اس جگہ میں وہ لوگ

رہیں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ نہ نیکیاں بدیوں سے زیادہ ہوں گی کہ جنت میں داخل ہو جائیں اور نہ بدیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں گی کہ دوزخ میں جائیں۔ لیکن بالآخر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ چونکہ اس سورت میں اعراف والوں کا ذکر ہے ﴿وَعَلَى الْأَعْرَافِ يَرْجَلُ﴾ اس وجہ سے اس سورت کا نام اعراف رکھا گیا ہے۔ یہ سورت مکمل کردہ میں اتنا یہ سویں نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے اٹقیس [۳۸] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ ﴿الْتَّقِ﴾ یہ حروف مقطعات ہیں اور قرآن کریم کی اتنیں (۲۹) سورتیں ایسی ہیں جن کی ابتداء حروف مقطعات سے ہوئی ہے۔ جیسے: الْتَّ، الْأَ، الْحَمْ، الْيَسْ، قَ وغیرہ۔ مُفْتَّحٌ کا معنی ہے، حرفاً کا کسی لفظ سے کثا ہوا ہوتا تاکہ اس لفظ کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا جائے۔ مثلاً: کسی آدمی کا نام ہے محمد شفیع، اس کو اختصاراً م-ش لکھ دیا جائے۔ اور یہ طریقہ ہر زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ناموں کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً: الف سے مراد اللہ جَلَّ جَلَلُهُ ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذالی نام ہے اور لام سے مراد لطیف ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ اس کا معنی ہے باریک ہیں۔ نیم سے مراد مالک، مقتدر اور مقیت بھی ہو سکتا ہے اور صاد سے مراد صبور ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک ایک حرفاً کو الگ کر کے اختصار اذکر کیا گیا ہے۔

﴿کتبہ اٹھوں ایک﴾ یہ ایک کتاب ہے جو نازل کی گئی آپ کی طرف ﴿فَلَا يَكُن فِي صُدُورِكُمْ حَرَجٌ قُتْلَةٌ﴾ پس نہ ہو آپ کے سینے میں کوئی شگنگی اس کے بارے میں۔ جس زمانے میں قرآن پاک نازل ہوا اس وقت سرز میں عرب ایسے کافروں سے بھری ہوئی تھی جو مسئلہ تو حید اور قیامت کے منکر تھے اور بڑے ضدی اور منہ بچت لوگ تھے ایسے لوگوں کے سامنے مسئلہ تو حید و رسالت اور قیامت کا مسئلہ بیان کرنا بڑے حوصلے کی بات تھی اور بیان کرنے والے کو طبعی طور پر شگنگی اور تکلیف ہلاتی تھی اور ان کے سخت روایت کی وجہ سے ہولی بھی چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ آپ کا سینہ شگنگ نہ ہواں کتاب کی وجہ سے کہیے کتاب کیوں نازل کی گئی؟

نافرمانوں کی سرزنش

فرمایا (لشیذ رہیہ) تاکہ آپ ذرا بھی اس کے ذریعے نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کہا گر تم کفر و شرک سے باز نہ آئے تو دنیا میں بھی تم پر عذاب آ سکتا ہے اور آخرت کا عذاب الگ ہے (وَذَكْرِي لِلنُّورِ مِنْهُنَّ) اور نصیحت ہے مانے والوں کے لیے (إِنَّمَا أَنْزَلْنَا لِكُمْ مِنْ شَرِيكِنَّ) پیروی کرو اس چیز کی جو اتاری گئی تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے کے عقیدہ بھی اس کے مطابق بناؤ اور عبادات بھی اس کے مطابق بناؤ (وَلَا تَنْسِيْعُوا مِنْ دُونَهِ أَوْلَيَّاً) اور نہ پیروی کرو اس سے ذرے ورے کار سازوں کی۔ یعنی جو شخص کتاب اللہ کے مساوا کی دوسرا چیز سے رہنمائی حاصل کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ مگر ان واضح احکام کے باوجود (قَلِيلًا مَا تَدَرَّكُونَ) بہت کم ہے جو تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

﴿وَلَمْ يَقُلْ قَنْتَ أَفْلَكْنَاهُمْ﴾ اور کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا کہ انہوں نے پیغمبروں کی زبان پر اعتماد نہ کیا اور ان کی طرف جو کتاب نازل کی گئی اس پر ایمان نہ لائے اس کی پیروی نہ کی ﴿فَجَاءَهُمْ فَابْسَأْيَا تَاهُمْ﴾ بس آئی ہماری گرفت ان کے پاس رات کے وقت یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب ایسے وقت آیا کہ وہ نیند کی مستیوں میں تھے ﴿أَذْفَمْ قَاتِلُونَ﴾ یادو دوپہر کے وقت قیولہ کر رہے تھے۔ قیولہ کا معنی ہے دوپہر کے وقت تھوڑا سا آرام کرنا۔ حدیث پاک میں آتا ہے: ((عِنْ ذَبَابِ الظِّلِّيْحِيْنَ الْقَيْلُولَةِ)) ”شیک آدمیوں کی عادت میں سے دوپہر کو تھوڑا سا آرام کرنا ہے۔“ دوپہر کو سونا تہجد کے لیے تمہید ہے۔ رات میں چھوٹی ہوں ورنہ لمبے ہوں تو آدمی اگر دوپہر کو تھوڑا سا سوچائے تو رات کو تہجد پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔ تو معنی بنے گا یادو دوپہر کو قیولہ کر رہے تھے کہ ان پر عذاب آیا۔ تو بعضوں پر رات کو سوتے ہوئے عذاب آیا اور بعضوں پر دوپہر کو قیولہ کرتے ہوئے عذاب آیا۔ جیسے: ۱۹۳۵ء میں کوئی تباہ ہوا۔ کچھ لوگ آرام کر رہے تھے، کوئی کسی شغل میں تھا، کوئی کسی شغل میں۔ ﴿فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ﴾ پس نہیں تھی ان کی پکار ﴿إِذْ جَاءَهُمْ فَمْ بَأْسَنَا﴾ جس وقت آئی ان پر ہماری گرفت اور عذاب ﴿إِلَّا أَنْ قَاتَلُوا إِنَّا كَنَّا ظَلِيلِينَ﴾ مگر یہ کہ انہوں نے کہا بے شک تھے ہم ظلم کرنے والے۔ بھائی! اب اقرار کرنے کا کیا فائدہ؟۔

اب پیچتائے کیا ہوت

جب چڑیاں چک گئیں کہیت

عذاب آجائے کے بعد اپنے ظالم ہونے کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کر نارب تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔

فرمایا ﴿فَلَنَّا شَئْنَ الَّذِينَ أَنْهَسُوا التَّهْفَمَ﴾ پس ہم ضرور پوچھیں گے ان لوگوں سے جن کی طرف رسول نبیح گئے کیا پوچھیں گے؟ دسرے مقام میں آتا ہے ﴿مَاذَا أَجْبَثْتُمُ النَّزَّلَيْنَ﴾ [قصص: ۲۵، پارہ: ۲۰] ”تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟“ ﴿وَلَنَّا شَئْنَ النَّزَّلَيْنَ﴾ اور البتہ ہم ضرور سوال کریں گے پیغمبروں سے۔ کیا سوال ہو گا؟ اس کا ذکر دسرے مقام پر ہے ﴿يَوْمَ يَجْعَلُهُ اللَّهُ الرُّسُلَ﴾ ”جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو“ فیقیہوں ہے پس کہے گا ﴿مَاذَا أَجْبَثْتُم﴾ [المائدہ: ۱۰۹، پارہ: ۷] تمہیں کیا جواب ملاقوموں کی طرف سے؟“ پھر سب اپنی اپنی طرف سے جواب دیں گے۔ پیغمبر بھی جواب دیں گے اور تو میں بھی۔ ﴿فَتَقْتَلُنَ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ﴾ پس ہم ضرور بیان کریں گے ان پر اپنے علم کے مطابق ﴿وَمَا كَانَ أَغْنِيَنَ﴾ اور ہم غیر حاضر نہیں تھے کہ کوئی ہماری نظروں سے او جھل ہو جائے۔ حاضرون ناظر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں کسی اور کوشش یہ کھنڈھر ان کفر ہے۔ فقہائے کرام ﷺ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔

فرمایا ﴿وَالوَزْنُ يَنْهَا مِنْ الْعُقُولِ﴾ وزن اس دن برحق ہے کہ نیکیاں اور بدیاں قیامت والے دن تملیں گی ﴿فَنَّى مُؤْلَثٌ مَوَازِيْنَ﴾ قاضی بینا وی ﴿فَرَأَيَهُمْ مَوَازِيْنَ مَوْرُؤُونَ﴾ کی جمع ہے۔ معلیٰ ہو گا پس جس شخص کے عمل بھازی ہوئے ﴿فَأَوْتِلَكُمْ أَنْتُلِحُونَ﴾ پس وہ لوگ فلاج پانے والے ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت والے دن نیکیاں برائیاں تملیں گی الْمُيْزَانُ حَقٌّ تَرَازِقٌ ہے۔ مگر ایک فرقہ مترزلہ ہے جو پہلے بھی تھا اور آج بھی موجود ہے وہ ہر چیز کو عقل پر پر کھتے ہیں۔ وہ

اعمال کے ترازو پر تنے کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ترازو مان لیں تو اس سے رب تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ کیوں کہ تو نے کی ضرورت اس کو پڑتی ہے جس کو علم نہ ہو۔ لہذا ترازو کوئی شے نہیں ہے صرف کہو کہ عدل ہے۔ یعنی ترازو سے مراد یہ ہے کہ عدل ہوگا۔ حالانکہ ان کا یہ کہنا کہ اس سے رب تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے غلط ہے۔ کیوں کہ رب تعالیٰ نے اپنے علم کے لیے نہیں تو نا بلکہ بندوں کے علم کے لیے تو نا ہے کہ ان کو ان کے اعمال معلوم ہو جائیں کہ نیکیاں کتنی ہیں اور بدیاں کتنی ہیں۔

پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اعمال اعراض کی قسم سے ہیں جو ہر نہیں ہیں ان کو کس طرح تولا جائے گا؟ عرض اس سے کہتے ہیں جس کا رہنا کسی وجود کے ساتھ ہو جیسے رنگ ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ان کی الگ کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ہم جو باعث کرتے ہیں قیامت والے دن یہ جسم کی شکل میں سامنے آئیں گی۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم جوز بان سے قول کرتے (بولتے) ہیں ان کا وہاں جسم ہوگا اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ معراج کی رات آنحضرت ﷺ کی ملاقات حضرت ابراہیم عليه السلام سے ہوئی حضرت ابراہیم عليه السلام نے آپ ﷺ کو فرمایا کہ میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا اور پیغام دینا کہ إقْرَأْ مِنْ أَمْتَكَ السَّلَامَ "میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا۔" ہم حضرت ابراہیم عليه السلام کے سلام کا جواب دیتے ہیں عَلَيْهِ وَعَلَىٰ نَبِيِّنَا وَعَلَىٰ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ الصَّلَوةُ وَ التَّسْلِيمُ اور پیغام یہ کہ جنت کی زمین بڑی زرخیز ہے، زمین بڑی اچھی ہے، پانی بڑا اچھا ہے لیکن چیل میدان ہے، وہاں کوئی شے نہیں ہے۔ اس کے لیے پوئے اور درخت کیا ہیں؟ ایک دفعہ سبحان اللہ پڑھو گے جنت میں ایک درخت الگ جائے گا، ایک دفعہ الحمد للہ پڑھو گے ایک درخت الگ جائے گا، اللہ اکبر پڑھو گے ایک درخت الگ جائے گا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پَرَّ حَوْجَهُ ایک درخت الگ جائے گا۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔ اور "مجموع الزوارہ" حدیث کی کتاب ہے اس میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: غَرَائِشُ الْجَنَّةِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ کہ جنت کے درخت سبحان اللہ، الحمد للہ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور اللہ اکبر ہیں۔ پھر اگر کسی شخص کو اس طرح اعمال کا ملکنا سمجھنیں آتا کہ ہمارے اعمال جسم کی شکل میں سامنے آئیں گے تو وہ اس طرح سمجھے کہ ہمارے اعمال رجسٹروں میں درج کیے جاتے ہیں وہ رجسٹر تولے جائیں گے۔

### حساب کتاب کا ضابطہ

چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ فلاں شخص کو بلا و۔ اس کو حساب کے لیے بلا یا جائے گا، اس کے نافرے رجسٹروں کے گناہوں کے اور اتنے بڑے بڑے ہوں گے کہ مَدَّ بَصَرَہ کہ گناہ بڑی مشکل سے ان کی انتہا کو پہنچنے کی اور نیکیوں کا ایک چھوٹا سا پرچہ ہوگا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے تمی نیکیاں اور بدیاں تو نی ہیں۔ وہ شخص

## الاعراف

کہے گا لے میرے پروردگار! مَاهِنَهُ الْبَطَاقَةُ مَاهِنَهُ التِّسْجِلَاتُ "کیا یہ پر جی اور کیا یہ ننانوے رجسٹر، تولنے کی کیا ضرورت ہے آپ جو فیصلہ فرمائیں میں مانتے کے لیے تیار ہوں۔" رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرا ضابطہ یہ ہے کہ نیکیاں بھی تسلیم گی اور بدیاں بھی۔ چنانچہ جب تویی جائیں گی تو وہ پرچی تمام رجسٹروں پر بھاری ہو گی۔ وہ کہے گا پروردگار! مجھے دکھاؤ کہ اس میں کون سی نیکی درج ہے؟ اس کو نیکی دکھائی جائے گی۔ اس میں درج ہو گا آشہدُ آنَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا أَعْبُدُهُ وَرَسُولُهُ۔ یعنی صرف ایمان والی نیکی ہو گی۔

لیکن کسی مغالطہ کا شکار نہ ہونا کہ موجود بن گئی کہ چلو جتنے بھی گناہ کرتے ہیں کلمہ شہادت تو پڑھتے ہیں۔ آگے پیچھے نہ کسی جب جنازے میں شریک ہوتے ہیں تو آواز آتی ہے کلمہ شہادت، تو اس وقت پڑھ لیتے ہیں اور کلمہ شہادت ایک دفعہ پڑھ لیا کام ٹھیک ہو گیا۔ لہذا یا اور کھنا! یہ ہر آدمی کے متعلق نہیں ہے بلکہ اس آدمی کے متعلق ہے کہ جس نے ساری زندگی کفر و شرک میں گزاری اور زرع کی حالت طاری ہونے سے پہلے رب تعالیٰ نے اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی، بلکہ پڑھا اور فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کو نیکی کا موقع نہیں ملا۔ دیکھو! قاعدہ کے مطابق برائیاں تو ساری لکھی ہوئی تھیں مگر ایمان نے سب برائیوں کو مناہ دیا۔ ایمان لانے کے بعد ان کا کوئی دزن نہ رہا۔ ضابطہ ہے **الْإِسْلَامُ يَهِيدُ مَا كَانَ قَبْلَهُ** "اسلام اپنے سے پہلے سارے گناہ مناہ جاتا ہے۔"

تو اعمال کے تلنے کے دو طریقے تو آپ حضرات نے سمجھ لیے کہ جسم ہو کر بھی تسلیم نہیں کر سکتے ہیں اور جن رجسٹروں میں تحریر ہیں ان کے ذریعے بھی تسلیم نہیں کر سکتے ہیں۔ اور مولا نا شیر احمد عثمنی رض اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اعراض نہیں تسلیم نہیں کر سکتے ہیں کہ انسان کے بدن میں بخار کا اندازہ تھرا میٹر کے ذریعے لگا لیتے ہیں کہ سود و درجے کا ہے یا ایک سو ایک یا ایک سو دو درجے کا ہے۔ اگر تمہارے پاس یہ آہ ہے کہ جس سے بدن کی حرارت معلوم کر لیتے ہو تو اگر اللہ تعالیٰ کے پاس ایسا آہ ہو جو اعمال و اقوال کا وزن کر لے تو کیا بعید ہے۔

دوسری مثال مقیاس الحیرات اور مقیاس البر و درت کی ہے۔ دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ ان کے ذریعے تم درجہ حرارت اور درجہ برودت معلوم کرتے ہو اور حکمہ موسمیات والوں سے سنتے رہتے ہو کہ آج فلاں علاقے میں اتنی گرمی تھی اور فلاں علاقے میں اتنی سردی تھی تو تمہارے پاس گری، سردی معلوم کرنے کے آلات موجود ہیں تو رب تعالیٰ کے پاس نیکیاں، بدیاں معلوم کرنے کے آلات ہوں تو کیا بعید ہے۔ اسی طرح تمہارے پاس "مقیاس الحیاء" ہوا معلوم کرنے کا ترازوہ ہے کہ جس کے ذریعے تم گاڑیوں کی ہوا معلوم کرتے ہو کہ اگلے نائزوں میں اتنی ہوا ہے اور پچھلے نائزوں میں اتنی ہوا یا اتنے پونڈ ہوا بھر دو۔ ہوا کو اگر ترازوہ پر تلوگے تو کبھی نہیں تلتے گی مگر آنے کے ساتھ تلیں گئی۔ تو اگر تمہارے پاس ایسے آلات موجود ہیں جن کے ذریعے ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی آہ ہو جس پر نیکیاں، بدیاں تسلیم تو کیا بعید از قیاس ہے؟ اور کون سی انکار والی بات ہے۔ لہذا یا اور کھنا!

ترازوہ حق ہے، نیکیاں بدیاں تویی جائیں گی۔

**فَرَمَا هُوَ مَنْ خَلَقَ مَوَازِينَ** اور جس کے اعمال نامے بلکہ ہو گئے **فَأُولَئِكَ الْأَنْزَى هُمُّ خَيْرٌ وَّ أَنْفَسُهُمْ** پس وہ وہی

لوگ ہیں جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے نفسوں کو (فَبِمَا كَانُوا بِالْيَتَنَاهُ يَظْلَمُونَ) بسب اس کے کہ تھے ہماری آجتوں کے ساتھ زیادتی کرتے اور انکار کرتے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں (وَلَقَدْ مَكْتُمٌ لِّلْأَمْرِ) اور البتہ تحقیق ہم نے قدرت دی تم کو زیمن میں کہ تم چلتے پھرتے ہو اس پر اور نئے ہو (وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشٍ) اور بنائی ہم نے تمہارے لیے زیمن میں روز یاں۔ کسی جگہ گندم، کسی جگہ مونجی پیدا ہوتی ہے۔ اور کسی جگہ کچھ اور کسی جگہ کچھ پیدا ہوتا ہے۔ (فَلَيَلَامَ أَمَّا شُكُورُونَ) بہت کم تم شکر یا دا کرتے ہو ان نعمتوں کا۔

### وَلَقَدْ حَقَّكُمْ

(وَلَقَدْ حَقَّكُمْ) اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم کو (فَهُمْ صَوْرَانِكُمْ) پھر تمہاری صورتیں بنائیں (فُلُمْ قُلْنَا) پھر کہا ہم نے (لِلْمَلِكَةِ) فرشتوں کو (إِسْجَدُوا إِلَّا إِنْبِلِيسَ) سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو (فَسَاجِدُوا إِلَّا إِنْبِلِيسَ) پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس (لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ) نہ تھا وہ سجدہ کرنے والوں میں سے (قَالَ) فرمایا رب تعالیٰ نے (مَا مَنَعَكَ أَلَا تَسْجُدَ) کس چیز نے روکا تجوہ کو اس بات سے کہ تو نے سجدہ نہ کیا (إِذَا أَمْرَتُكَ) جب میں نے تجوہ حکم دیا تھا (قَالَ) کہا ابلیس نے (أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ) میں بہتر ہوں اس سے (خَلَقْتَنِي مِنْثَارِي) پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے (وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ) اور پیدا کیا تو نے اس کوئی سے (قَالَ) فرمایا اللہ تعالیٰ نے (فَاقْهِطْ مِنْهَا) پس اُتر جاتو اس سے (فَمَا يَكُونُ لَكَ) پس تجوہ کوئی حق نہیں پہنچا (أَنْ تَكْبِرَ فِيهَا) یہ کہ تو تکبر کرے اس میں رہ کر (فَأَخْرُوجُكَ) پس نکل جاتو (إِنَّكَ مِنَ الصَّغَرِينَ) بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے (قَالَ) کہا ابلیس نے (أَتَظَرِنِي إِلَى يَوْمِ يُبَعَّثُونَ) تو مہلت دے مجھے اس دن تک جب یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے (قَالَ) فرمایا پروردگار نے (إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ) بے شک تو مہلت دیئے ہوؤں میں سے ہے (قَالَ) کہا ابلیس نے (فَبِمَا أَخْوَيْتَنِي) پس بہ سبب اس کے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے (لَا قُدَّسَ اللَّهُمْ) البتہ میں ضرور بیٹھوں گا ان کے لیے (صَرَاطُكَ الْسُّقُومِ) تیرے سیدھے راستے پر (فَلَمْ لَا تَتَبَعُهُمْ) پھر ضرور آؤں گا میں ان کے پاس (مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ) ان کے آگے سے (وَمِنْ خَلْفِهِمْ) اور ان کے پیچھے سے (وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ) اور ان کے دائیں طرف سے (وَعَنْ شَمَائِيلِهِمْ) اور ان کے باعیں طرف سے (وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ) اور انہیں پائے گا تو ان میں سے اکثروں کو (شُكُورِينَ) شکر گزار۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اس کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا اور ابلیس کو بھی کہ سجدہ کرو۔ فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس اکڑ گیا اور سجدہ نہ کیا۔ اب جو رب تعالیٰ کے حکم کے سامنے اکڑتے ہیں وہ

ابنیں کا نولہ ہیں اور جو رب تعالیٰ کے احکام کو مانتے ہیں وہ فرشتہ صفت لوگ ہیں۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ ابنیں کے راستے پر چلنے ہو یا فرشتہ صفت بننے ہو۔

### انسان کی تخلیق

رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُم﴾ اور البت تحقیق ہم نے پیدا کیا تم کو۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے نطفہ ماء کے رحم میں چالیس دن تک نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر چالیس دن کے بعد لو تھرا بن جاتا ہے پھر اس کے بعد وہ بوئی بن جاتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر ہے، پھر بوئی کو اللہ تعالیٰ شکل بنادیتے ہیں۔ لڑکا ہو یا لڑکی، شکل ماں کے رحم ہی میں نہیں ہے۔ چار ماہ کے بعد اس میں جان پڑتی ہے۔ تو ہماری تخلیق اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

﴿فَلَمَّا صَوَرْنَاكُمْ﴾ پھر تمہاری صورتیں بنائیں۔ آدم ﷺ کی جب شکل و صورت بن گئی اور اس میں روح ڈال دی گئی

﴿لَمَّا قَلَّنَا لِبَيْنَ كَثْلَةِ أَعْيُنِكُمْ﴾ پھر ہم نے کہا فرشتوں کو ﴿أَسْجُدْنَا إِلَيْهِمْ﴾ سجدہ کرو آدم ﷺ کو۔

### سجدہ تعظیمی

حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدم ﷺ کے زمانے سے لے کر حضرت عیسیٰ ﷺ کے زمانے تک سجدہ تعظیمی جائز تھا۔ سجدہ تعظیمی اور عبادت میں فرق صرف نیت سے ہوتا تھا اگر نیت سجدہ تعظیمی کی ہے تو سجدہ تعظیمی ہے اور اگر نیت عبادت کی ہے تو سجدہ عبادت ہے باقی سجدے کا مفہوم ایک ہی تھا کہ پیشانی اور ناک زمین پر لگائی جائے۔ اور ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی کی اجازت نہیں ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے مشہور صحابی حضرت قیس ابن سعد رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے دور میں ملکہ پولیس کے انچارج یعنی آئی جی تھے۔ یہ عراق کے علاقہ حیرہ میں تشریف لے گئے۔ وہ اس زمانے میں مین الاقوامی منذری تھی مختلف ملکوں کے لوگ وہاں آتے اور کئی کئی دنوں تک سامان بیچتے اور خریدتے تھے۔ عیسائیوں کا اس علاقے میں بڑا ذریعہ انہوں نے وہاں دیکھا کہ وہاں کے عوام اپنے مولویوں اور پادریوں کو سجدہ کرتے ہیں، سجدہ تعظیمی۔ حضرت قیس ابن سعد رضی اللہ عنہ جب واپس تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا کہ میں حیرہ کے علاقے میں گیا تھا، میں نے دیکھا کہ وہاں کے عام لوگ اپنے بڑوں کو سجدہ کرتے ہیں فائدہ احتمل آن سجدہ لبک "پس آپ زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔" ظاہر بات ہے کہ صحابی ہیں، موحد ہیں، سجدہ تعظیمی کی اجازت مانگ رہے ہیں، سجدہ عبادت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "میری شریعت میں کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کرے۔" کیونکہ خاوند کے بیوی پر بڑے حقوق ہیں۔ لہذا ہماری شریعت میں سجدہ تعظیمی جائز نہیں ہے اور اس شریعت میں جائز تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ابنیں کو حکم دیا کہ آدم ﷺ کو سجدہ کرو ﴿فَسَجَدَ ذَاهِبًا﴾ پس انہوں نے فوراً سجدہ کیا اور

دوسرے مقام پر آتا ہے: ﴿فَسَجَدَ الْمُلْكَةُ لِكُلِّهِمْ أَجْمَعِينَ﴾ [آل عمران: ۳۰] "تمام فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا۔" جیسے ہم جماعت کے ساتھ نماز پڑتے ہیں اور اکٹھے رکوع، بجود کرتے ہیں۔ کوئی فرشتہ سجدے سے خالی نہیں رہا۔ ﴿إِلَّا إِنْلِيْسِ﴾ مگر انہیں نہ رہ کیا۔ یہ بھی اس وقت فرشتوں میں رہتا تھا۔ ﴿لَمْ يَكُنْ فِنَّ السُّجُودِ يَقِنَّ بِهِنَّةِ تَحَاوِهِ سَجَدَهُ كَرَنَّ وَالْوَلِّيْنَ مِنْ سَبَقَهُ﴾ اسی اس فرمایا۔ ﴿مَا مَنَعَكَ﴾ تجھے کس چیز نے روکا۔ ﴿أَلَا تَسْجُدُ إِذَا أَمْرَنَّكَ﴾ اسی بات سے کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ یہ ﴿أَمْرَنَّكَ﴾ کا جملہ بتارہا ہے کہ سجدے کا حکم جس طرح فرشتوں کو تھا، انہیں کو بھی تھا۔ ﴿قَالَ﴾ کہا انہیں نے ﴿أَنَا حَمِيلٌ فِنَّهُ﴾ میں بہتر ہوں آدم سے، بہتری کی دلیل کیا ہے ﴿خَلْقَتِيْنِ مِنْ ثَابِرِ﴾ پیدا کیا تو نے مجھے آگ سے ﴿ؤُخْلُقَتِهِ﴾ میں طہن ہے اور پیدا کیا تو نے آدم کو مٹی سے۔ یہ ایسی منطق تھی رب تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں۔ حالانکہ اگر فرشتے اس منطق سے کام لیتے تو ان کی منطق کا وزن زیادہ ہوتا، کیون کہ وہ نوری مخلوق ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے ﴿خُلِقَتِ الْمَلِيْكَةُ مِنْ نُورٍ﴾ "فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔" اور نور کا درجہ نار سے زیادہ ہے۔ لیکن یاد رکھنا! یہ نور جس سے فرشتے پیدا کیے گئے ہیں مخلوق ہے، رب تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔ وہ نور جو رب تعالیٰ کی صفت ہے اس سے کوئی چیز نہیں نکلی۔ تو فرشتے کہہ سکتے تھے کہ ہم خاکی کو کیوں سجدہ کریں؟ مگر وہ فرمان بردار تھے کوئی محنت نہیں گھری مگر انہیں لعین اکڑا گیا اور جست بازی شروع کر دی۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی کتاب مثنوی شریف توحید، احیائے سنت اور تصوف کے ساتھ بھری ہوئی ہے۔ مولانا اس واقعہ کو سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور ایاز کے واقعہ کے ضمن میں سمجھاتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی خلفاء راشدین کی صفت میں سے تو نہیں تھا البتہ نیک عادل مجاہد قسم کا بادشاہ تھا۔ جیسے: صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ یا سلطان بایزید رحمۃ اللہ علیہ نیک بادشاہ تھے۔ خلافت کا مقام تو بہت ادنچا ہے۔

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس میں ایاز کو بٹھاتے تھے جو ایک نو عمر سال کا تھا۔ وزیروں نے اعتراض کیا کہ آپ اس نو عمر لڑکے کو بڑوں کی مجلس میں کیوں بٹھاتے ہیں؟ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور خاموش ہو گئے اور اپنے ملازم کو کہا کہ فلاں دن جب میں عدالت میں بیٹھوں گا تو ایک پتھر کی سل اور ہتھوڑا اکر مجلس میں رکھ دینا۔ اس نے حکم کی تعلیم کی۔

سلطان محمود غزنوی نے جب سومنات کا مندرجہ تھی کیا تھا تو یہاں سے بڑے قیمتی ہیرے اور عل و جواہرات لے گیا تھا۔ ان میں سے ایک قیمتی ہیرا انکال کر دیا اور ایک وزیر کو کہا کہ ہیرے کو پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے توڑ دے۔ اس نے کہا بڑا قیمتی ہیرا ہے۔ یہ توڑنے کے قابل نہیں ہے۔ دوسرے کو کہا اس نے بھی بھی جواب دیا۔ تیرے، چوٹھے، پانچویں، چھٹے وزیر کو کہا، سب نے بھی جواب دیا اور کسی وزیر مشرنے وہ ہیرا نہ توڑا۔ پھر ایاز سے کہا بیٹا! ہیرے کو توڑ دو۔ اس نے ہیرا پتھر پر رکھ کر ہتھوڑے سے نکڑے نکڑے کر دیا۔ سلطان محمود غزنوی نے کہا بیٹے ان کی بات تو تو نے سن لی تھی کہ یہ ہیرا بڑا قیمتی ہے تو تو نے کیوں توڑ دیا؟ ایاز نے کہا حضرت! ایک طرف ہیرے کی قیمت تھی اور دوسری طرف میرے آقا کے حکم کی قیمت تھی اور آقا کے

حکم کی قیمت زیادہ تھی اس لیے میں نے اس کی تعیل کی۔ مولانا روم و پنجیویہ واقعہ بیان کر کے فرماتے ہیں کہ اپنیں کے ذہن میں تو ایسا جتنی بات بھی نہ آئی۔ چلو ایک منٹ کے لیے ماں لو، فرض کرلو کہ وہ بہتر ہے مگر یہ نہ دیکھا کہ مجھے حکم کون دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اکڑ گیا اور اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

﴿قَالَ﴾ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَاهْبِطْ مِنْهَا﴾ پس اُتر جا، نکل جا اس جنت سے۔ حضرت آدم ﷺ کا ڈھانچا دادی معرة النعمان جو عرفات کا ایک کونہ ہے میں بنایا گیا۔ پھر ڈھانچا جنت میں پہنچایا گیا اور روح جنت میں ڈالی گئی اور حضرت حوا ﷺ کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی باسیں پسلی سے یہیں جنت میں ہوئی تھی۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا اُتر جا ﴿فَهَا يَكُونُ لَكُ﴾ پس تجھے کوئی حق نہیں پہنچا ﴿أَنْ شَكَرْتَ لِنَفْهَا﴾ یہ کہ تو تکبر کرے اس جنت میں رہ کر۔ یہ تو متواضعین کی جگہ ہے۔ مشکرین کی جگہ تو دوزخ ہے۔ ﴿فَأَخْرُجْ﴾ فوراً نکل جا ﴿إِنَّكَ مِنَ الصَّفَرِينَ﴾ بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے کہ تو نے میرے حکم کی تعیل نہ کی۔ ﴿قَالَ﴾ کہا اپنیں نے ﴿أَنْظُرْنِي إِلَى يَوْمِ يَعْنَوْنَ﴾ تو مہلت دے مجھے اس دن تک جب یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے یعنی مجھے موت نہ آئے کیوں کہ موت بڑی سخت چیز ہے۔

”کتاب الاتّار“ امام ابو یوسف جوشنیز کی کتاب ہے اس میں یہ روایت منقول ہے کہ حضرت میحیٰ علیہ السلام کو نوت ہوئے کافی سال گزر گئے تھے کہ ان کے ساتھیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا حضرت میحیٰ علیہ السلام کو یہاں اللہ زندہ کرو، ہم ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے حضرت میحیٰ علیہ السلام کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: یئی خینی قُمْ یا ہدی اللہ ”اے تیکی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو۔“ حضرت میحیٰ علیہ السلام قبر نے باہر نکل آئے۔ حواریوں نے دیکھا کہ ان کے سر کے بال آدھے سفید تھے۔ ساتھیوں نے پوچھا کہ حضرت! جب آپ کی وفات ہوئی تھی سر کے سارے بال کا لے تھے اور اب آدھے سفید ہیں۔ حضرت میحیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آواز دی قُمْ تو میں نے سمجھا قیامت آگئی ہے تو قیامت کے ہوں سے میرے بال سفید ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا حضرت! اگر آپ چاہیں تو میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کروں کہ آپ کو کچھ عرصہ مزید دے۔ فرمایا معاف رکھنا! مجھے پہلی موت کی تلخی نہیں بھولی زندہ رہا تو پھر مروں گا۔ وہ تلخی کون برداشت کرے گا۔ موت بڑی سخت چیز ہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت آپ کے پاس پانی پڑا تھا۔ اس میں ہاتھ ڈبوڈبکر ہونٹوں کو ترکرتے تھے اور فرماتے تھے اللہُمَّ أَعِنِّي عَلَى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ اے پروردگار اموت کی سختیوں میں میری مدد فرم۔ تو اپنیں نے کہا کہ تو مجھے اس دن تک زندہ چھوڑ دے جس وقت لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ ﴿قَالَ﴾ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّكَ مِنَ السَّظْرِينَ﴾ بے شک تو مہلت دیے ہوؤں میں سے ہے۔ فرشتوں کو بھی مہلت ہے اور تجھے بھی۔ لیکن اس وقت تک نہیں جس وقت تک کی اس نے چھٹی مانگی ہے دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے ﴿إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ﴾ [الجبر: ۳۸] وقت معلوم تک یعنی تجھے اولیٰ تک جس میں ساری دنیا تباہ ہو گی اور وہ تجھے ثانیہ تک مہلت مانگ رہا تھا کہ موت سے نجی جاؤں۔ جب دوسرے لوگ

کھڑے ہوں میں بھی کھڑا ہو جاؤ۔ نجہ اولیٰ اور نجہ ثانیہ کے درمیان چالیس سال تک واقع ہو گا آگے ابلیس کی منطق دیکھو کیا کہ رہا ہے ﴿قَالَ لَهُ كَمَا أَلْبَسْتَنِي﴾ پس پہ سب اس کے کہونے گراہ کیا ہے۔ دیکھوا! اپنے ذمے کچھ نہیں لیا کہ میرا بھی کوئی جرم ہے۔ رب سے خطاب کر کے کہہ رہا ہے تو نے مجھے گراہ کیا ہے۔ ﴿لَا قُدْنَتْ لَهُمْ﴾ البتہ میں ضرور بیٹھوں گا ان کے بیے ﴿فَصَرَّأَكُلَكَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ تیرے سیدھے راستے پر ﴿لَا تَبِعُهُمْ﴾ پھر میں آؤں گا ان کے پاس جو سیدھے راستے پر چلیں گے ﴿فَإِنْ يَنْهَا إِنْ يُرِيهِمْ﴾ ان کے آگے سے ﴿وَمِنْ خَلْفِهِمْ﴾ اور ان کے پیچھے سے آؤں گا ﴿وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ﴾ اور ان کے دائیں طرف سے آؤں گا ﴿وَعَنْ شَمَائِيلِهِمْ﴾ اور ان کے باکیں طرف سے آؤں گا یعنی ہر طرف سے ان پر عمل آور ہوں گا۔ ابلیس کو فوق کا لفظ یاد نہیں رہا کہ اور پر بھی تو ایک طرف ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی رحمت کے لیے راستہ گیا ﴿وَلَا تَرْجِدُ أَكْثَرَهُمْ لِمَكْرُونَ﴾ اور نہیں پائے گا تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکرگزار۔ اکثریت ہمیشہ گراہ ہو گی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا کی کل آبادی سائز ہے پائی ارب کے قریب ہے۔ ان میں سے سوا ارب مسلمان ہیں۔ وہ بھی کلمہ پڑھنے والے۔ باقی ان میں سے صحیح معنی میں مسلمان کرنے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعات ہمیں سمجھانے کے لیے بتائے ہیں کہ شیطان کے راستے پر نہ چلنا، رحمان کے راستے پر چلنا۔ رب تعالیٰ سب کو اپنے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]

### مزمومہ و حکایت

﴿قَالَ﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿أَخْرُجْنِمْ مِنْهَا﴾ نکل جاؤ یہاں سے ﴿مَدْنُودُ مَا مَدْحُورًا﴾ نہ مدمت کیا ہوا، پھٹکارا ہوا ﴿كُنْ تَبَعَكَ وَنُهُمْ﴾ البتہ جو شخص پیر دی کرے گا تیری ان میں سے ﴿لَا مُكْنَثَ جَهَنَّمَ مِنْلَمْ أَجْمَعِينَ﴾ میں ضرور بھروں گا جہنم کو تم سب سے ﴿وَيَأْدُمْ﴾ اور اے آدم ﴿إِشْكُنْ أَنْثَ دَرْزُ جُنْكَ﴾ نہ سبھر و تم اور تمھاری بیوی ﴿الْجَنَّةَ﴾ جنت میں ﴿فَكَلَّا﴾ پس کھاؤ ﴿مِنْ حَيْثُ شِئْنَا﴾ جہاں سے چاہو تم دونوں ﴿وَلَا تَقْرِبَا﴾ اور قریب نہ جانا تم دونوں ﴿هُنْزِهُ الشَّجَرَةُ﴾ اس درخت کے ﴿فَنَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ پس ہو جاؤ گے زیادتی کرنے والوں میں سے ﴿قُوَّسُوسُ لَهُمَا الشَّيْطَلُونُ﴾ پس وسوسہ ڈالا دونوں کے لیے شیطان نے ﴿لَيَبْيَدِي لَهُمَا﴾ تاکہ ظاہر کر دے ان دونوں کے لیے ﴿مَا ذَرَرَى عَنْهُمَا مِنْ سَوْا تَهْمَمَا﴾ وہ چیز جو چھپائی گئی ہے ان دونوں سے، ان کی شرم گاہ سے ﴿وَقَالَ﴾ اور کہا شیطان نے ﴿مَا لَهُمَا رَبَّلَمَّا﴾ نہیں منع کیا تم دونوں کو تمہارے رب نے ﴿عَنْ هُنْزِهِ الشَّجَرَةِ﴾ اس درخت سے ﴿إِلَّا أَنْ تَلُونَا مَنْكُنِ﴾ مگر یہ کہ ہو جاؤ تم فرشتے ﴿أَوْ تَلُونَا مِنَ الْخَلِدِيَّنَ﴾ یا ہو جاؤ تم ہمیشہ رہنے والوں میں سے ﴿وَقَاتَسَهُمَا﴾ اور قسم اٹھائی ابلیس نے ان دونوں کے سامنے

﴿هُرَيْتِ لِكُلِّ الْوَمَنِ التَّصْعِيدَنَ﴾ بے شک میں دونوں کے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں ﴿فَدَلَّهُمَا بِغُرُبٍ فَرَأَيْهُ﴾ پس اثار لایا ان دونوں کو دھوکے کے ساتھ ﴿فَلَئِنْذَا ذَاقَا الشَّجَرَةَ﴾ پس جس وقت چکھا ان دونوں نے درخت کو ﴿بَدَّلُتْ لَهُمَا سُؤَالُهُمَا﴾ ظاہر ہو گئیں ان دونوں کے سامنے ان دونوں کی شرمگاہیں ﴿وَطَفَقَا﴾ اور شروع کیا ان دونوں نے ﴿يُحِصِّنِ عَلَيْهِمَا﴾ جوڑ نے لگ گئے اپنے اوپر ﴿مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ﴾ جنت کے پتوں سے ﴿وَنَادَاهُمَا تَرْبِيَتَا﴾ اور پکارا ان دونوں کو، ان دونوں کے پروردگار نے ﴿لَا إِنْ أَنْهَكُمَا﴾ کیا میں نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا ﴿عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ﴾ اس درخت سے ﴿وَأَقْلَلْتُكُمَا﴾ اور نہیں کہا تھا میں نے تم دونوں کو ﴿إِنَّ الشَّيْطَنَ لَكُمْ أَعْدَدَ وَمُبِينَ﴾ کر بے شک شیطان تمہارا کھلاشمن ہے ﴿قَالا﴾ کہا ان دونوں نے ﴿سَاءَتَا﴾ اے ہمارے رب ! ﴿ظَلَمْنَا أَنْفَسَا﴾ ہم نے زیادتی کی اپنی جانوں پر ﴿وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْنَا﴾ اور اگر تو ہمیں نہیں بخشنے گا ﴿وَتَرَحَّشْنَا﴾ اور ہم پر حرم نہیں کرے گا ﴿لَنَذُونَنَّ مِنَ الْخَسِيرِينَ﴾ تو البتہ ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

پچھلے سبق میں آپ حضرات نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم ﷺ کا ذھان چاہنا یا اور اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ اس میں روح پھوکی۔ ان میں زندگی اور حیات آگئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ تعظیمی کرو۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس اکر گیا اور کہنے لگا، میں اس سے بہتر ہوں اس کو سجدہ کیوں کروں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کوئی سے۔

﴿قَالَ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿أَخْرُجْ وَنَهَا مَذْءُومًا مَذْهُومًا حُوَّرَ﴾ نکل جا یہاں سے مذمت کیا ہوا، پھر کارا ہوا۔ تجھے میں نے رحمت سے دور کر دیا آج ہرے سے ہرے کام کرنے والا بھی شیطان کو برا سمجھتا ہے چاہے وہ خود شیطانی کاموں میں ڈوبا ہوا ہو مگر شیطان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ فرمایا ﴿كُنْ شَيْعَكَ وَنَهِّمْ﴾ البتہ جو شخص پیروی کرے گا تیری انسانوں میں سے ﴿لَا مُكْنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْعَمِينَ﴾ میں ضرور بھروں گا جہنم کو تم سب سے۔ جو تیری پیروی کریں گے وہ سب دوزخ میں جائیں گے۔

پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ آدم ﷺ کا ذھان چاہا میں پرواہی معراجہ العمان میں جو عرفات کا ایک کونہ ہے، میں بنایا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس کو جنت میں پہنچایا اور اس میں روح پھوکی گئی۔ پھر حضرت آدم ﷺ کی باعین پہلی سے خدا ﷺ کو پیدا فرمایا اور فرمایا ﴿وَيَا دَمْ﴾ اے آدم ! ﴿إِنَّكَ أَنْتَ وَرَبُّكَ الْجَنَّةِ﴾ تھہر و تم اور تمہاری بیوی جنت میں ﴿لَمَّا وَلَّا وَنَحْمَدُكَ شَيْئاً﴾ پس کھا کر جہاں سے چاہو تم دونوں۔ جنت میں بے شمار درخت ہیں ہر قسم کا پھل ہر قسم کا میوه کھا سکتے ہو لیکن ﴿وَ

لَا تَقُولُوا لِهِنَّا الشَّجَرَةُ<sup>۱۷۰</sup>) اور قریب نہ جاتا تم دونوں اس درخت کے بعض کہتے ہیں کہ جو کوکا درخت تھا، بعض کہتے ہیں انکو کا درخت تھا، بعض کہتے ہیں بادام کا درخت تھا، بعض کہتے ہیں اخروں کا درخت تھا اور بعض کہتے ہیں الموك کا درخت تھا۔ لیکن جمہور مفسرین کرام عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالرَّحْمَةُ وَالرَّحِيمُ فرماتے ہیں کہ گندم کا درخت تھا۔ دنیا میں گندم کے درخت نہیں ہوتے چھوٹے چھوٹے پودے ہوتے ہیں۔ لیکن جنت میں گندم کے بڑے بڑے درخت ہوں گے۔

تو فرمایا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا کیونکہ اگر تم نے اس درخت کا پھل کھایا تو ﴿فَتَعْلَمُونَ أَمْنَى الظَّالِمِينَ﴾ پس ہو جاؤ گے زیادتی کرنے والوں میں سے ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ﴾ پس وسوسة الادنوں کے لیے شیطان نے۔ سوال یہ ہے کہ ابلیس کو تو جنت سے نکال دیا گیا تھا اور وہ دونوں جنت میں رہتے ہیں تو ابلیس نے ان کے دلوں میں وسوسة کس طرح ڈالا؟ قاضی بیضاوی وَرَبِّ الْعِزَّةِ اور دسرے مفسرین کرام عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالرَّحْمَةُ وَالرَّحِيمُ فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازے سے اندر داخلہ منور تھا باہر کھڑا ہو سکتا تھا۔ آدم اور حَوَّا أَتَّبَاعُهُمْ جنت کے اندر تھے اور یہ دروازے سے باہر تھا۔ جیسے عموماً لوگ دروازے سے باہر کھڑے ہو کر گھر والوں سے گفتگو کرتے ہیں اس نے بھی کی۔

وہ وسوسة کیا تھا اس کا ذکر آگے آرہا ہے لیکن وسوسة بول کرنے کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ ﴿لِتَبَدَّى لَهُمَا مَا فِي رَبِّي عَنْهُمَا يَهْمَمُهُمْ﴾ تاکہ ظاہر کردے ان دونوں کے لیے وہ چیز جو چھپائی گئی ہے ان دونوں سے ﴿وَنَّ سَوْا تَهْمَمُهُمَا﴾ ان کی شرم گاہوں سے یعنی اس پھل کھانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جنت کا لباس چھین لیا۔ حضرت آدم اور حضرت حَوَّا أَتَّبَاعُهُمْ دونوں بالکل ننگے ہو گئے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مرد کا ناف سے لیکر گھنٹوں تک کا جھسہ ستر ہے اس کا چھپانا فرض ہے اور عورت کا سارا بدن سوائے ہاتھ پاؤں اور چہرے کے سارا استر ہے۔ اس کا چھپانا فرض ہے۔ چند مقام ایسے ہیں جہاں ننگے ہونے کی اجازت ہے۔ حاجت کے وقت، میاں بیوی کے ملنے کے وقت، غسل کے وقت، اس کے علاوہ کسی مقام پر ننگا ہونا جائز نہیں ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ نے حضرت علی عَلَیْہِ السَّلَامُ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: يَا عَلِيٌّ لَا تَنْفُرْ إِلَى فَخْنَقَتْيَ وَلَا مَقِيتَ<sup>۱۷۱</sup> "اے علی! کسی زندہ آدمی کی ران کو بھی نہیں دیکھنا اور کسی مردے آدمی کی ران کو بھی نہیں دیکھنا۔"

## غسل میت

ای یہ مردے کو غسل دیتے وقت ناف سے لے کر گھنٹوں تک کپڑا ذال دینا سنت ہے تاکہ اس کی ران پر نگاہ نہ پڑے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص نے کسی مردے کو غسل دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس کیرہ گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ یعنی مردے کو غسل دینا بڑی عبادت ہے۔ اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ جو امام مردوں کو غسل دے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ مجھے آج تک یہ مسئلہ کسی کتاب میں نہیں ملا۔ ہاں! بعض لوگوں نے اس کو پیشہ بنایا ہوا ہے اور نیک، بد میتوں کو غسل دیتے ہیں، یہ برا ہے۔ اور ایک ہے احیاناً کبھی کبھی کسی کو غسل دینا، یہ کارثہ واب ہے۔

توفر مایا کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی شرمگاہیں نگی ہو گئیں۔ اپنیں کا دوسرا سہ کیا تھا؟ وہ یہ تھا ﴿وَقَالَ لَهُ أَنْ تَلُونَنَا مَلِكُنَا﴾ تو فرمایا کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی شرمگاہیں نگی ہو گئیں۔ اپنیں کا دوسرا سہ کیا تھا؟ وہ یہ تھا ﴿وَقَالَ لَهُ أَنْ تَلُونَنَا مَلِكُنَا﴾ ﴿فَمَا أَهْمَلْنَا مَا تَرَكْلَمَ عَنْ طَرْنَةِ الشَّجَرَةِ﴾ نہیں منع کیا تم دونوں کو تمہارے رب نے اس درخت سے ﴿إِلَّا أَنْ تَلُونَنَا مَلِكُنَا﴾ مگر یہ کہ ہو جاؤ تم فرشتے۔ یعنی اس درخت کی تاثیر یہ ہے کہ اس کا پھل کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے ﴿أَذْلَلُنَا وَنَحْنُ الظَّلَالُينَ﴾ یا ہو جاؤ گے کہ تم ہمیشہ رہنے والوں میں سے کہ تم اس درخت کا پھل چکھو گے تو ہمیشہ جنت میں رہو گے ورنہ یہاں سے نکال دیے جاؤ گے۔ حضرت آدم ﷺ سے ذہول ہو گیا اور اس طرف دھیان نہ کیا کہ فرشتے بن جاؤ گا تو پھر کیا ہو جائے گا فرشتوں نے تو مجھے سجدہ کیا ہے اور اس نے دوسری منطق یہ لڑائی کہ پھل چکھو تو ہمیشہ جنت میں رہو گے ورنہ یہاں سے نکال دیے جاؤ گے۔ تو یہ حرص اور لاثج مار گئی۔

﴿وَقَاسَهُمَا﴾ اور قسم اٹھائی اپنیں نے ان دونوں کے سامنے ﴿إِنَّنِي لَكُلَّا لِمَنِ التَّصْحِيفَ﴾ بے شک میں تم دونوں کے لیے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ حضرت آدم ﷺ کی خطا کی ایک وجہ تو اپنیں کی قسم تھی کہ اس نے رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ آدم ﷺ نے سوچا کہ یہ رب تعالیٰ کی قسم اٹھا کر تو جھوٹ نہیں بولے گا تو قسم سے مغالطہ کھا گئے۔ دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ آدم ﷺ نے ﴿لَا تَقْرِبَا طَرْنَةَ الشَّجَرَةِ﴾ کی نبی کو نبی تنزیہ کی خیال فرمایا کہ تنزیہ کی ہے تحریکی نہیں ہے۔ تنزیہ کا مطلب ہے کہ اس سے نجع جانا بہتر ہے لیکن اگر کوئی کرے تو گناہ بھی نہیں ہے۔ اور نبی تحریکی کا مطلب ہے کہ اس کے قریب نہ جاؤ۔

تیسرا وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿لَا تَقْرِبَا طَرْنَةَ الشَّجَرَةِ﴾ اس درخت کے قریب نہ جاؤ۔ تو انہوں نے سمجھا کہ خاص جس درخت کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ مراد ہے کہ اس کے قریب نہیں جانا چنانچہ اس کے قریب نہیں گئے۔ اسی جنس کے دوسرے درخت سے پھل کھایا لیکن اللہ تعالیٰ کی مراد یہ تھی کہ اس جنس کے جتنے درخت ہیں وہ سب منسوخ ہیں۔

چوتھی وجہ معالم التزیل والے یہ بیان فرماتے ہیں کہ آدم ﷺ کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ شاید اللہ تعالیٰ نے پہلا حکم منسوخ کر دیا ہے۔ اپنیں کو اس کی منسوخی کا علم ہو گیا ہے مجھے علم نہیں ہوا۔

بہرحال کوئی بھی وجہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلَمَّا دَأَتَ الشَّجَرَةَ﴾ پس اتار لایا ان دونوں کو دھو کے کے ساتھ جنت سے۔ قسم بھی دھو کر دینے کے لیے کھائی اور تمام باتیں فریب والی کہیں ﴿فَلَمَّا دَأَتَ الشَّجَرَةَ﴾ پس جب ان دونوں نے چکھا اس درخت کے پھل کو ﴿بَدَثَ لَهُمَا سُوْا لَهُمَا بُرْدَرُبَرَ﴾ ظاہر ہو گئیں ان دونوں کے سامنے ان دونوں کی شرم گاہیں۔ جنت کا لباس اتار لایا گیا اور دونوں کی شرم گاہیں نگی ہو گئیں ﴿وَطَفَقَ يَحْصِفُنَ عَلَى دُوَّنَامِ وَرَقِ الْجَنَّةِ﴾ اور ان دونوں نے اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ نے شروع کیے تاکہ ان کی شرم گاہیں چھپی رہیں۔ اس آیت کریمہ کی تشریع میں تفسیروں میں بھی لکھا ہے اور احادیث میں بھی آتا ہے کہ حضرت آدم ﷺ جس درخت کے قریب جاتے رب تعالیٰ کی قدرت کے اس کی شہنیاں اوپنجی ہو جاتی تھیں۔ کسی درخت نے

پتے نہ لینے دیے۔ بالآخر بخاری کے درخت نے سخاوت کی اور پتے لینے دیے۔ ان پتوں سے انہوں نے ستر پوشی کی۔ اور پکارا ان دونوں کو، ان دونوں کے پروردگار نے

﴿وَنَادَاهُمَا مَهْمَأَهُمَا﴾ اور پکارا ان دونوں کو ان کے پروردگار نے ﴿إِنَّمَا أَنْهَكُمَا عَنِ تِلْكُمَا السُّجُونَ﴾ کیا میں نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا اس درخت سے ﴿وَأَقْلَلَ تَكْمَأَهُمَا﴾ اور نہیں کہا تھا میں نے تم دونوں کو ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ کہ بے شک شیطان تمہارا اکلا دشمن ہے۔ اس سے محظا طر رہنا۔ مگر پھر بھی تم اس کے بہکاوے میں آگئے ﴿قَالَ إِنَّمَّا تَكْنَا﴾ کہا ان دونوں نے اے ہمارے رب! ﴿ظَلَمْنَا أَنفَسَاهُم﴾ ہم نے زیارتی کی اپنی جانوں پر۔

### اقرار غلطی

ابن غلطی کا اقرار کر لیا کوئی بہانہ اور ابلیس کی طرح جنت بازی نہیں کی۔ غیر مشروط طور پر کہا اے پروردگار! ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ تبکی انسان کی شان ہے اور نیک آدمی کی شرافت ہے کہ غلطی ہو تو اس کو تسلیم کر لیتا ہے اور برا آدمی ابلیس کی طرح اکڑ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے گیا کیا ہے، میری کیا غلطی ہے؟

توفرمایا کہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے ﴿وَإِنَّمَا تَعْفُلُونَ﴾ اور اگر تو ہمیں نہیں بخشنے گا، ہماری غلطی کو ﴿وَتَرْحَشُوا﴾ اور ہم پر اپنی رحمت نازل نہیں کرے گا ﴿لَا تُنَزَّلَنَّ عَنِ الْعَبْرِينَ﴾ تو البتہ ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ پہلے پارے میں آتا ہے ﴿فَتَلَقَّى آدُمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتَ قَنَاتَ عَلَيْهِ﴾ ”پس حاصل کیے آدم ﷺ نے اپنے رب سے کچھ کلمات تو اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔“ جن کلمات کے ساتھ آدم اور حوالہ ﷺ نے معافی مانگی، یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہن میں ڈالے اور انہوں نے اپنی لغوش سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا کہ تمہاری لغوش ہے لیکن میں تھیں معاف کرتا ہوں۔ انسان سے جب بھی کوئی غلطی ہو تو اس پر اکڑ نا نہیں چاہیے۔

فقہائے کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ ہو جاتے ہیں اور کبیرہ گناہ پر اصرار کرنے سے بسا وقت کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ لہذا غلطی جیسی بھی ہو تو لی ہو یا فعلی ہو آدمی کو چاہیے کہ اس کا اقرار کرے اور رب تعالیٰ سے فوراً معافی مانگے۔



﴿قَالَ﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿أَفَيُظْوِبُ عَبْدَكُمْ لِيَعْصِيَ عَدُوًّا﴾ اتر جاؤ بعض تمہارے بعض کے ڈھمن ہوں گے ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَثْرَاضِ مُسْتَقْرِرٌ﴾ اور تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنا کی جگہ ہے ﴿وَمَنَّا عَلَى حِينِ﴾ اور فاائدہ اٹھانا ہے ایک وقت تک ﴿قَالَ﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿فِيهَا تَحْيَوْنَ﴾ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے ﴿وَفِيهَا تَمُوتُونَ﴾ اور اسی میں تم مر و گے ﴿وَفِيهَا تُخْرَجُونَ﴾ اور اسی زمین سے تم نکالے جاؤ گے ﴿لَيَبْقَى أَدَمَ﴾ اے آدم ﷺ

کی اولاد ﴿قُدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِيَأْسَأُهُم﴾ تحقیق ہم نے اُتا ر تمہارے لیے لباس ﴿لَيْوَارِنِي سَوَّا تُلُمُ﴾ جو چھپاتا ہے تمہاری شرمگا ہوں کو ﴿وَرِيَشًا﴾ اور زینت کا ذریعہ ہے ﴿وَلِيَاسُ الشَّفَوِی﴾ اور تقوے کا لباس ﴿ذلِکَ خَیْر﴾ وہ بہت ہی بہتر ہے ﴿ذلِکَ مِنْ آیَتِ اللَّهِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے ﴿لَعَلَّهُمْ يَذَكَّرُونَ﴾ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿لَيَبْنِي أَدَمَ﴾ اے آدم ﴿لَا يَقْتَنِلُمُ الشَّيْطَانُ﴾ ہرگز فتنے میں نہ ڈالے تم کو شیطان ﴿كَمَا أَخْرَجَ أَبْوَيْلَمْ قِنَ الْجَمَّةَ﴾ جیسا کہ اس نے نکالتا ہمارے ماں باپ کو جنت سے ﴿لَيَنْزَعُ عَنْهُمَا لِيَأْسَهُمَا﴾ کھینچ لیا اس نے ان دونوں سے لباس ﴿لَيَرِيَهُمَا سَوَّا تُهُمَا﴾ تاکہ دکھائے ان کو ان کی شرم گاہیں ﴿إِنَّهُ يَدْلِلُكُمْ﴾ بے شک وہ دیکھتا ہے تم کو ﴿فَوَوَقَنِيلَهُ﴾ وہ اور اس کا قبیلہ ﴿مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْهُمْ﴾ جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے ﴿إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطَانَ أَذْلِيَاءَ﴾ بے شک ہم نے بنادیا ہے شیطان کو دوست ﴿لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے ﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاقْحِشُهُ﴾ اور جس وقت کرتے ہیں وہ بے حیائی ﴿قَالُوا﴾ کہتے ہیں ﴿وَجَدْنَا عَلَيْهَا أَبَاءَنَا﴾ پایا ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو ﴿وَاللَّهُ أَمْرَنَا بِهَا﴾ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے ﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْخَسَاءِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ حکم نہیں دیتا بے حیائی کا ﴿أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ﴾ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر ﴿مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ وہ بات جس کو تم نہیں جانتے۔

گز شہ درس میں آپ حضرات نے پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ اور حواسیہ ﴿لَمْ كُو جنت میں ایک درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا۔ لیکن انہوں نے غلطی سے اس کو چکھ لیا جس پر اللہ تعالیٰ نے نار ارضی کا اظہار فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ حضرت آدم اور حضرت حواسیہ ﴿لَمْ تَعْفُرْ لَنَا وَلَا تَرْجِعْنَا رَهِيَنَا ظَلَّسَا أَنْفَسَا﴾ دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنے نہیں کے ساتھ زیادتی کی ہے ﴿وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَلَا تَرْجِعْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ اور اگر آپ ہمیں نہیں بخشیں گے اور ہم پر حرم نہیں کریں گے تو ہم گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ رب تعالیٰ نے معاف کر دیا اور جنت سے اُترنے کا حکم دیا۔

﴿قَالَ﴾ فرمایا رب تعالیٰ نے ﴿أَفَبِطَّلُوا بَعْضَهُمْ لِبَعْضٍ عَذُولُهُمْ﴾ اتر جاؤ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہوں گے ﴿أَفَبِطَّلُوا﴾ جمع کا صیغہ ہے۔ اس میں حضرت آدم اور حضرت حواسیہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ اور ان سے آگے جو سل ہونے والی تھی سب کو خطاب ہے۔ اس اعتبار سے جمع کا صیغہ لائے ہیں۔ انسان کی انسان کے ساتھ دشمنی تو ظاہر بات ہے۔ انسان، انسان کا گلاکاٹ رہا ہے اور اس وقت دنیا میں انسان کے ہاتھوں انسانوں کی جوتا ہی ہو رہی ہے وہ بھی سب کے سامنے ہے۔

فرمایا ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَنْرَاضِ مُسْتَقْرٌ﴾ اور تمہارے لیے زمین میں پھرنا کی جگہ ہے ﴿وَمَتَاعٌ إِلَى حِلْمٍ﴾ اور فا کرہ اٹھاٹا

ہے ایک وقت تک ﴿قال﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿فَيَقُولُونَ﴾ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے ﴿وَفِيهَا تَمُوتُونَ﴾ اور اسی میں تم مرد گے ﴿وَمُشْهَدًا حَرَجَ مُؤْنَةً﴾ اور اسی زمین سے تم نکالے جاؤ گے۔ یہ اکثریت قaudہ ہے کہ انسان نے زمین پر زندہ رہنا ہے اور سبھی مرنے ہے اور زمین سے نکلا جائے گا۔ اگر کچھ جزئیات اس کے خلاف ہوں تو اس قaudہ پر کوئی زندگی پڑتی۔ جیسا کہ مرازاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اعتراض کرتے ہیں کہ ان کا آسمانوں پر زندہ رہنا ﴿فَيَقُولُونَ﴾ کے خلاف ہے۔ کیوں کہ اہل حق کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ہی آسمانوں پر اٹھالیوں گیا تھا اور وہ اب دوسرے آسمان پر تشریف فرمائیں قیامت سے پہلے نازل ہوں گے۔ دجال کو قتل کریں گے، یہود کے ساتھ لڑیں گے اور نصاریٰ کے ساتھ بھی لڑائی ہوگی۔ جن علاقوں میں عیسیٰ علیہ السلام کا اثر و سوراخ ہو گا وہاں پر ایک بھی کافر باقی نہیں رہے گا اور چالیس سال تک حکومت کریں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

اگر یہ کے دور میں مرازیوں کا بڑا ذریحہ اور اب بھی ہے۔ بیرون ممالک میں بھی اڈے قائم کیے ہوئے ہیں اور انتہائی زور و شور سے تبلیغ کرتے ہیں۔ تو وہ اہل حق کے اس عقیدے پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو! جی! تم کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَيَقُولُونَ﴾ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے۔ تو وہ آسمانوں پر کس طرح زندہ ہیں؟ تو اہل حق جواب دیتے ہیں کہ یہ اکثریتی ضابطہ ہے۔ اگر کوئی جزوی اس کے خلاف ہو تو اس ضابطہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ دیکھو! امریکہ اور روس نے جو خلائی جہاز بنائے ہیں۔ ان میں لوگ مہینوں تک زندہ رہتے ہیں۔ اسی طرح امریکہ نے چند پر اپنے آدمی اسٹارے، وہ چاند پر رہے، دیہی انہوں نے کھایا، پیا اور زندہ رہے۔ تو اس سے ضابطے پر کیا فرق پڑا کہ اکثریت زمین پر زندہ رہتی ہے اور اکثریت زمین پر مرتی ہے۔ دردناکیے لوگ بھی ہیں جو دریاؤں میں مرتے ہیں مجھلیاں اور مگر مجھے ان کو کھا جاتے ہیں۔ تو اگر کچھ جزئیات خلاف ہوں تو ضابطے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿بَيْنَ أَدَمَ﴾ اے آدم علیہ السلام کی اولاد! ﴿قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِيَاتَاهُمْ﴾ تحقیق ہم نے اتنا تمہارے لیے لباس۔ اتنا نے کا مطلب یہ ہے کہ لباس جن چیزوں سے تیار ہوتا ہے۔ مثلاً: کپاس ہے کہ اس کے پودوں کے لیے بارش اللہ تعالیٰ نازل فرماتے ہیں۔ تو گویا اصل مادہ بارش ہے جو آسمان کی طرف سے اتنا ری گئی۔ اسی طرح اون ہے، چشم ہے کہ اس سے لباس بنتا ہے۔ تو جن جانوروں سے اون اور چشم حاصل ہوتی ہے ان کی خوراک گھاس اور چارا ہے اور یہ بھی بارش کے سبب سے پیدا ہوتا ہے اور بارش آسمان کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ تو گویا تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے اتنا ری ہیں۔ یہ معنی ہے لباس کے اتنا نے کا۔

دوسرے مفسرین کرام ہم فرماتے ہیں کہ ﴿أَنْزَلْنَا﴾ کا معنی خالقنا بھی آتا ہے۔ اس وقت معنی ہو گا ہم نے پیدا کیا تمہارے لیے لباس ﴿لَيْلَةَ الْمُسْوَدَّةَ﴾ جو چھپاتا ہے تمہاری شرم گا ہوں کو ﴿وَرِيشَةَ﴾ اور تمہارے لیے زینت کا ذریعہ سے۔ شرعی دائرے میں رہتے ہوئے مردو خواتین حضرات اپنے سے اچھا صاف سفر الباس پہن سکتے ہیں۔ اچھا لباس بھی

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اور اچھے لباس کی توفیق ہوتے ہوئے اولیٰ لباس پہننے کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ کپڑے اس کے پھٹے پرانے اور میلے کھلے تھے۔ سر کے بال بکھرے ہونے اور ان میں مٹی پڑی ہوئی تھی جیسے چدیل ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اونہا کے بندے! تیرے پاس صابن نہیں کہ تو کپڑے دھو لے، تیرے پاس تبل نہیں کہ تو سر کو گاکر کنکھی کر لے۔ اس نے کہا میرے اوپر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ اتنے اونٹ ہیں، اتنی بکریاں ہیں، اتنی بھیڑیں ہیں، اتنے میرے غلام ہیں اور اتنی میری دکانیں ہیں، بڑا وسیع کاروبار ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تھے اتنی نعمتیں عطا فرمائیں قلیلیزی اُنْرُزْعَمْتِهِ عَلَيْكَ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اثر تیرے بدن پر نظر آنا چاہیے۔

تو اچھا اور سترالباس پہننا، شریغی دائرے میں رہتے ہوئے، یہ رب تعالیٰ کی نعمتوں کا عملی طور پر شکریہ ہے۔ تو یہ ظاہری لباس ہے۔ اور ایک دوسرا لباس بھی ہے ﴿وَلِبَاسِ الشَّفَوْيِ﴾ اور تقوے کا لباس ﴿ذَلِكَ خَيْرٌ﴾ وہ بہتر ہے۔ جس طرح تم ظاہری لباس کی خفاقت کرتے ہو کہ صاف سترہ اہو کوئی داغ و حبہ نہ لگا ہوا ہو، اس پر کوئی چھینٹ وغیرہ نہ پڑی ہوئی ہو، اسی طرح تقوے کے لباس کا بھی خیال کرو کہ جھوٹ نہ بولو، کسی کی غیبت نہ کرو، گالی نہ دو، دسرے کامال نہ کھاؤ، کسی کے خلاف ناجائز کارروائی نہ کرو، اپنے جذبات پر کثروں رکھو، کیوں کہ یہ تمام چیزیں لباس تقویٰ کو تاریکرنے والی چیزیں ہیں۔ لہذا ہر مرد اور ہر عورت کو یہ عزم کرنا چاہیے کہ میں برائی نہیں کروں گا، نہ قولانے غلط۔ ﴿ذَلِكَ مِنْ أَلْيَاتِ اللَّهِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ اس لیے بیان کیا ہے ﴿لَعَلَّهُمْ يَلَّمَّا كُرِّذُونَ﴾ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور اس پر عمل کریں۔

﴿لَيَبْقَى أَدَمَ﴾ اے آدم ﷺ کی اولاد ﴿لَا يَقْتَلُنَّ الْمُنْجَنِطَنَ﴾ ہرگز فتنے میں نہ ڈالے تم کو شیطان ﴿كُنَّا أَخْرَجْنَاهُمْ قَنْ الْجَنَّةَ﴾ جیسا کہ اس نے نکلا تمہارے ماں باپ کو جنت سے یعنی جنت سے نکالنے کا سبب بنا کر وہ پھل کھلادیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت حَوَّا ﷺ کو جنت سے نکال دیا۔ لہذا کہیں تم اس کے وھو کے میں نہ آ جانا ﴿يَنْذِعُ عَنْهَا لِيَأْسِهَا﴾ کچھ لیا اس نے ان دونوں سے لباس۔ یعنی اترنے کا سبب بنا کہ شیطان نے کہا کہ اس درخت سے کھالو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا لباس بھی سلب ہو گیا۔ اتارا اللہ تعالیٰ نے ﴿لَيَرْبَّهُمَا سَوْا تَهْمَهَا﴾ تاکہ دکھائے ان کو ان کی شرم گاہیں۔ ظاہر بات ہے کہ لباس اُتر جائے تو شرم گاہیں نظر آتی ہیں ﴿إِنَّهُ يَرَكُمْ فُؤَادَهُمْ﴾ بے شک وہ دیکھتا ہے تم کو وہ اور اس کا قبیلہ، برادری ﴿مِنْ حَمِيمٍ لَا يَرَدُّهُمْ﴾ جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔

لیکن جانو! جنات ہر جگہ کثرت سے موجود ہیں۔ ناری مخلوق ہے۔ ان میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی ہیں، ہندو اور سکھ دغیرہ بھی ہیں۔ قرآن کریم میں مستقل سورت ہے، سورت جن۔ اس میں جنات کا اپنا بیان ہے ﴿وَمَنَا الصَّلَمُونَ وَمَنَادُونَ ذَلِكَ لَكَاظِرًا إِلَيْهِ قَنَدَا﴾ ”ہم میں نیک بھی ہیں یعنی مسلمان اور کوئی اور طرح کے یعنی کافر۔ ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔“ ان میں جو مومن ہیں وہ ہماری طرح نماز، روزہ اور دوسرا دین کی باتوں کی پابندی کرتے ہیں۔ جیسے ہم کرتے ہیں۔ وہ ہمیں دیکھتے

## ذخیرہ الحجت ان فی فہم القرآن : حصہ ۷

ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھتے اور کسی وقت جنات اصل شکل میں یا کسی حیوان کی شکل میں آ سکیں تو انکار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف شکلیں بد لئے کا اختیار دیا ہے۔ لہذا بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ میں نے سانپ دیکھا یا مرغی دیکھی یا بکری اور پھر وہ غائب ہو گئی، یہ بھیک ہے۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ایک نوجوان صحابی کی بیٹی نبی شادی ہوئی تھی غزوہ خندق کے موقع پر، دو پہر کے وقت کہنے لگا حضرت! مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیں کہ میں گھر جا کر کچھ کھانے پکانے کے لیے دے آؤ۔ میرے گھر میں صرف میری بیوی ہے جس کو میں بیاہ کر لایا ہوں۔ گھر میں کوئی اور چھوٹا بڑا فرد نہیں ہے اور وہ نادائف ہے بازار نہیں جا سکتی۔ آپ ملائیں گے نے فرمایا جاؤ لیکن ہوشیاری کے ساتھ اور ہتھیار ساتھ لے کر جاؤ کہیں یہود تجھ پر بے خبری میں حملہ نہ کر دیں۔ یہ نوجوان جب گھر گیا تو دیکھا بیوی گھر کے دروازے پر اس طرح کھڑی ہے جیسے کسی کو جماں کر رہی ہے، کسی کا انتظار کر رہی ہے۔ اس کو بڑا غصہ آیا، غیرت آئی کہ کل ہی تو میں اس کو بیاہ کر لایا ہوں اور آج اس نے باہر جماعت کا شروع کر دیا ہے۔ اس نے تیر کان میں رکھ کر سیدھا کیا اس کو مارنے کے لیے۔

اس عورت نے کہا اللہ کے بندے! جلد بازی سے کام نہ لو پہلے میری مجبوری سن لو۔ تو نوجوان رک گیا۔ عورت نے کہا کہ ایک ہی کمرہ تھا اور اس میں ایک اٹھا بلی ڈال کر بیٹھ گیا اور اپنا پھن اور اپاٹھالیا۔ میں بھاگ کر دروازے پر آئی کہ کوئی آدمی نظر آئے تو اس کو کہوں۔ درست میں نہ بد نیت ہوں اور بہت بڑی ہوں۔ نوجوان مجھے گیا کہ واقعی مجبوری تھی۔ دروازے پر کھڑے ہو کر نوجوان نے سانپ کو نیزہ مارا۔ سانپ بھی مر گیا اور ساتھ ہی خود بھی مر گیا۔ اس کی برادری آخر پرست ملائیں گے کے پاس آئی کہ حضرت! آپ اس کے لیے دعا کریں کہ یہ زندہ ہو جائے۔ آپ ملائیں گے نے فرمایا کہ یہ زندہ تو قیامت والے دن ہو گا تم اس کو جا کر دفنا دو۔ فرمایا اگر گھر میں سانپ نظر آئے خصوصاً سفید رنگ کا فتحر جھوٹا علیہ فلاؤ تا تین دفعہ اس کو خبردار کرو۔ پھر بھی اگر غائب نہ ہو اور شکل بھی نہ بدے تو اس کو قتل کر دو۔ تو جنات مختلف شکلوں میں آ سکتے ہیں۔ وہ اب ہمیں دیکھ کر پہنچتے ہوں گے کہ ہماری باتیں ہو رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّا جَعَلْنَا الْكَلِيلَنَّ أَذْلِيَاء﴾ بے شک ہم نے بنا دیا ہے شیطان کو دوست ﴿لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے ﴿وَإِذَا أَفْعَلُوا نَاحِشَةً﴾ اور جسیں وقت کرتے ہیں وہ بے حیائی ﴿قَاتُلُوا﴾ کہتے ہیں ﴿وَجَذَّنَاعَلَيْهَا أَهَمَّتَهَا﴾ پایا ہم نے اس پر اپنے بآپ دادا کو ﴿وَاللَّهُ أَمْرَنَا بِهَا﴾ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ بخاری وغیرہ میں روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ، مرد عورتیں، مادرزاد ننگے ہو کر طواف کرتے تھے۔ پہلوانوں کی طرح تھوڑا کپڑا اگلی طرف اور تھوڑا اس پہچلی طرف رکھ لیتے تھے۔ ہاں اگر قریش ان کو کپڑا دے دیتے تو وہ بہن لیتے تھے اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ اس طرح کیوں کرتے ہو؟ تو کہتے ہاڑے بآپ دادا اسی طرح کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے اور دلیل یہ دیتے تھے کہ ہم جب مال بآپ کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے تو کون سا سوٹ پہن کر آئے تھے لہذا جس

حالت میں پیدا ہوئے تھے اسی حالت میں طواف کریں گے۔ بعض کہتے تھے کہ کپڑا بھی دنیا کی شے ہے رقم سے ملتا ہے۔ لہذا ہم دنیا را ہو کر کعبۃ اللہ کا طواف کیوں کریں؟ بعض یہ جواب دیتے تھے کہ ان کپڑوں میں ہم نے گناہ کیے ہیں تو گناہ والے کپڑوں میں طواف کیوں کریں؟ اگر یہ منطق ان کی صحیح تھی تو جن اعضاء کے ساتھ گناہ کیے ہیں ان کو کاش کر طواف کرتے۔ تو عجیب عجیب منطق لڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

﴿قُلْ﴾ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ حکم نہیں دنیا بے حیائی کا ﴿أَنْقُولُونَ عَلَى الْقِوَامَاتِ لَا تَعْلَمُونَ﴾ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر وہ بات جو تم نہیں جانتے۔ یہ سب تمہاری خود ساختہ بے حیائی کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ [آمین]

### ~~~~~

﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿أَمَرَ رَبِّيْنِ بِالْقِطْعَ﴾ حکم دیا ہے میرے رب نے الناصف کا ﴿وَأَقِمْهَا وَجُوْهْرَهُ﴾ اور قائم رکھو اپنے چہروں کو ﴿عِنْدَكُلَّ مَسْجِدٍ﴾ ہر مسجد کے پاس ﴿وَادْعُوهُ﴾ اور پکارو اس کو ﴿مُخْلِصِينَ لَهُ التَّرْبِيَّةَ﴾ خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو ﴿كَمَا بَدَأَ أَنّْمَ﴾ جیسے اس نے ابتداء تھیں پیدا کیا ہے ﴿تَعْوِدُونَ﴾ اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے ﴿فَرِيقًا هَذِهِ﴾ ایک گروہ کو اس نے ہدایت دی ہے ﴿وَفِرِيقًا حَقِّيْعَةَ عَلَيْهِمُ الصَّلَّةُ﴾ اور ایک گروہ ایسا ہے جس پر گمراہی لازم ہو چکی ہے ﴿إِنَّهُمْ لَعَذَّلُوا الشَّيْطَانَ﴾ بے شک انہوں نے بنالیا شیطانوں کو ﴿أُولَيَّاءَ﴾ دوست ﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ اللہ سے درے درے ورنے ﴿وَيَخْسِمُونَ﴾ اور وہ خیال کرتے ہیں ﴿أَنَّهُمْ مُهْمَدُونَ﴾ کہ بے شک وہ ہدایت پانے والے ہیں ﴿لِيَقِنُّ أَدَمَ﴾ اے نبی آدم ﴿خَدُوا زَيْنَتُكُمْ﴾ لے لو اپنی زینت ﴿عِنْدَكُلَّ مَسْجِدٍ﴾ ہر مسجد کے پاس ﴿وَلَمُؤَاذِ اشْرِبُوا﴾ اور کھاؤ اور پیو ﴿وَلَا شَرِبُوا﴾ اور اسراف نہ کرو ﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿مَنْ حَرَمَ﴾ کس نے حرام کی ہے ﴿زِينَةُ اللَّهِ الْأَعْلَى﴾ اللہ تعالیٰ کی زینت جو ﴿أَخْرَجَ﴾ اس نے نکالی ہے ﴿لِعِبَادَةِ﴾ اپنے بندوں کے لیے ﴿وَالظَّبَابُ مِنَ الرِّزْقِ﴾ اور پاکیزہ رزق ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿هَيَّهِ لِلْكَرِبَلَى إِمْرَأَهَا﴾ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں ﴿فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ دنیا کی زندگی میں ﴿خَالِصَّةُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ اور یہ خالص ہوں گی ان کے لیے قیامت کے دن ﴿كُلُّ لِكَلْمَعَيْلُ الْأَلْيَتِ﴾ اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آئیں ﴿لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ ایسی قوم کے لیے جو جانتی ہے۔ کل کے سبق میں آپ نے یہ بات سنی تھی کہ زمانہ جالمیت میں مرد عورتیں نگاہ طواف کرتے تھے۔ سوائے ان کے کرجن

کو قریب شکرے دیتے تھے۔ جب ان سے کہا جاتا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو کہتے ہمارے پاس سودیلوں کی ایک ہی دلیل ہے ﴿وَجَدُوا عَلَيْهَا أَنَّهُمْ نَاهُونَ﴾ ہم نے اپنے باپ داد کو ایسے طریقے پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے کہ ہمارے باپ داد کوئی بے توق تھوڑے تھے کہ خود ایسا کرتے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا اور شرم گاہوں کو ننگا کرنا بے حیائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذمے تم ایسی چیزیں لگاتے ہو جن کا تصحیح علم نہیں ہے۔ ان چیزوں کا تصحیح رب تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔ رب تعالیٰ نے کن چیزوں کا حکم دیا ہے آگے ان کا تذکرہ ہے۔

﴿فَرَمَيْاَهُمْ قُلْ﴾ آپ کہدیں ﴿أَمْرَ رَبِّيْ بِالْقِطْطَ﴾ حکم دیا ہے میرے رب نے انصاف کا۔ اپنے ہوں یا پرانے بات کرو انصاف کی، کام کرو انصاف کا ﴿وَأَتَهُمْ وَأُجُوزُهُمْ﴾ اور قائم رکھو اپنے چہروں کو ﴿عَنْدَكُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ہر مسجد کے پاس کعبے کی طرف یعنی ہر نماز کے وقت اپنا چہرہ کعبے کی طرف سیدھا کرو۔ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ بخیر تحریر کہتے وقت سرینچھے جھکا لیتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس طرح کرنے سے تو چہرہ پاؤں یا زینن کی طرف ہوا کعبہ کی طرف تو نہ ہوا۔ لہذا نیت کرتے وقت سر سیدھا اور چہرہ کعبے کی طرف کرنا ہے۔

### شرائط نماز

استقبال قبل نماز کی شرائط میں سے ہے۔ جس طرح طہارت یعنی دخو شرط ہے، جگہ کا پاک ہونا شرط ہے، کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے، نماز کا وقت ہونا شرط ہے۔ اگر کعبۃ اللہ سامنے نظر آتا ہو تو عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے اگر کعبے سے رخ ادھر ادھر ہٹا ہوا ہو گا تو نماز نہیں ہوگی اور اگر کعبۃ اللہ نظر نہیں آتا تو اس وقت جہت اور سمت معترض ہے چاہے آدمی مکرمہ ہی میں کیوں نہ ہو۔ پھر عین کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں ہے سمت کعبہ کافی ہے۔ ہماری مساجد و مساجد کے رخ عین کعبہ کی طرف نہیں ہیں کوئی ایک ڈگری ہٹی ہوئی ہے، کوئی روڈ گری، کوئی تین چار ڈگری ہٹی ہوئی ہے۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا نماز بالکل صحیح ہے۔ ﴿وَذَعْنَةُكُلِّ مُخْلِصِينَ لِهِ الْتَّيْنَ﴾ خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو۔

### اخلاص عبادت

عبادت کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خیال بھی نہ آئے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے چند سوال کیے۔ ایک سوال یہ تھا مَا إِلَّا حُسْنَانِ احْسَانٍ کیا ہے، اخلاص کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((أَنَّ تَعْبُدَ اللَّهَ تَعَالَى كَمَا يَعْبُدُكُمْ)) یہ کہ تو عبادت کرے اللہ کی اس طرح کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے آنکھوں سے فِإِنَّ لَهُ تَكُونُ تَرَاءًا اگر تصحیح یہ کیفیت حاصل نہ ہو فَإِنَّهُ يَرَكُوكُمْ رَبُّكُمْ کو رب تصحیح دیکھ رہا ہے۔ ”تو عبادت کا صحیح ہونا اخلاص پر موقوف ہے۔ ﴿كَمَا بَدَأَ أَنْتَ تَعْوِذُ ذَنَبَكَ﴾ جیسے اس نے تصحیح ابتداء پیدا کیا ہے اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے۔ تصحیح دنیوں میں آنے کے

بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ یقیناً تم دنیا میں آچکے ہو تو جو ذات تمھیں دنیا میں لائی ہے وہی تمھیں قیامت والے دن اٹھائے گی۔ قیامت کا یقین رکھنا ضروری ہے۔ ﴿فَبِئْنَقَادِيَ الْيَهُ مَنْ يُتَبَّعُ﴾ ایک گروہ کو رب تعالیٰ نے ہدایت دی ہے جو بدایت کا طالب ہوا۔ سورۃ الشوریٰ میں آتا ہے ﴿وَقَيْدِيَ الْيَهُ مَنْ يُتَبَّعُ﴾ اور ہدایت دیتا ہے اس کو جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ﴿وَقَرِئَتْ حَقَ عَلَيْهِمُ الْفَلَلَةُ﴾ اور ایک گروہ ایسا ہے جس پر گراہی لازم ہو چکی ہے۔ وہ کون سا گروہ ہے فرمایا ﴿إِنَّمَا أَنْهَدْنَا إِلَيْهِنَّ مِنْ دُنْنِ اللَّهِ تَعَالَى سَرَرَةَ وَرَرَةَ أُولَيَاءَ﴾ بے شک انہوں نے بنالیا شیطانوں کو دوست ﴿مِنْ دُنْنِ اللَّهِ تَعَالَى سَرَرَةَ وَرَرَةَ أُولَيَاءَ﴾ اور ایک گروہ ایسا ہے جس پر گراہی لازم ہو چکی ہے اور شیطان والے کام کرتے ہیں۔ اس کے حکموں کو چھوڑ کر اور رب تعالیٰ کے پیغمبروں کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنادوست بنالیا ہے اور شیطان والے کام کرتے ہیں۔ لازمی بات ہے کہ شیطان گراہ ہے تو وہ اپنے دوستوں کو بھی گراہی پر آمادہ کرے گا تو ان پر گراہی ہی لازم ہو گی۔ پھر گراہ ہونے کے باوجود ﴿وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُفْهَمُونَ﴾ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پانے والے ہیں۔ ہر باطل سے باطل فرقہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے۔

### باطل فرقے

پاکستان میں بہت سے باطل فرقے ہیں۔ ہندو، سکھ، یہودی، پارسی، فارسی، بہائی، ذکری وغیرہ۔ آپ کسی سے پوچھ کر دیکھ لیں وہ یہی کہے گا کہ ہم حق پر ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں صحیح کر رہے ہیں۔ کوئی بھی نہیں کہے گا کہ ہم غلط کر رہے ہیں۔ ضابطہ یاد رکھیں۔ جو بھی قرآن و سنت سے ہٹ گیا، اجماع امت سے ہٹ گیا، گراہ ہو گیا۔ ہدایت قرآن پاک اور حدیث شریف میں پھراحت کے اجماع میں ہے۔ صحابہ کرام ﷺ کو چھوڑ کر، تابعین تعالیٰ تابعین کو چھوڑ کر، ائمہ دین، فقہاء کرام، محدثین عظام ﷺ کو چھوڑ کر کوئی دین کو نہیں سمجھ سکتا اور ان حضرات سے الگ ہو کر کوئی دین سمجھنا چاہے تو:

این خیال است و محال است و جنون

ان بزرگوں نے دین کو سمجھا اور اس پر عمل کیا حاشاؤں کلاؤں کو چھوڑ کر کوئی دین نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَيَقِنَّ أَدْمَرَهُ اَيَّهُ نَّيْ أَدْمَرَهُ﴾ لے لو اپنی زینت ہر مسجد کے پاس یعنی ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔

مسکن اچھی طرح سمجھلو۔ نماز انسان ایسے لباس میں پڑھے جو صاف ستر ہو اور وہ لباس پہن کر کسی مجلس میں جانے سے نہ شرمائے۔ اور ایسا میلا کچیلا لباس جس کو پہن کر کسی مجلس یا شادی خوشی میں شامل ہونا پسند نہ کرے ایسے لباس کے ساتھ نماز پڑھنا کمردہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ الْمُسْجِدِ﴾ کہ ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری اچھے لباس میں ہونی چاہیے۔

اسی لیے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ مسجدوں میں جو ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں ان کو پہن کر نماز پڑھنا کمردہ تحریکی ہے۔ اس

لیے کہ ان کو پہن کر کوئی شادی میں شامل نہیں ہوتا۔ ان کو پہن کر کوئی مجلس یا بازار میں جانا پسند کرتا ہے۔ تو ایسا بس جس کو پہن کر آدمی کسی اچھی مجلس میں جانا پسند نہ کرے اس کو پہن کر مسجد میں آئے یہ رب تعالیٰ کی تعظیم کے خلاف ہے اور سکرود تحریکی ان علماء کی حقین ہے۔ میری تحقیق یہ ہے کہ سکرود تحریکی تو نہیں مکروہ تنزیہ ہی ہے۔

بہر حال مسجد میں صاف ستر اچھا بس پہن کے آؤ کہ جس کے پہنے میں آپ کو چکچا ہٹ اور عار محسوس نہ ہو۔ اور نوجوانو! یاد رکھنا عام طور پر گلی محلے اور بازار میں بھی ننگے سر پھرنا بڑی بڑی بات ہے۔ ہاں گھر میں ہو یا گری ہو تو نوپی اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقہاءِ کرام وَمُحَمَّدُهُمْ كَآيْكَ طَبَقَهُ كَبَتَهُ کا ایک طبقہ کہتا ہے کہ جو شخص ننگے سر بازار اور گلیوں میں پھرے وہ مردوں الشہادۃ ہے یعنی اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ اگر یہ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے یہ تمام خرابیاں پیدا کی ہیں کہ آج نوجوان دفتر میں جائیں گے تو ننگے سر، بازار جائیں گے تو ننگے سر، عزیز رشتہ داروں کو ملنے جائیں گے تو ننگے سر۔ یہ بڑی عادت ہے۔ لہذا سر پر پکڑی پاندھو، نوپی پہنو۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا کہ اگر کوئی تعلیم کے دوران میں ننگے سر ہوتا تو اس کو جماعت سے اخراج ہوتے تھے۔ لہذا قرآن کریم کے درس اور حدیث کی تعلیم میں بھی ننگے سر نہیں بیٹھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَمَّا وَأَشْرَبُوا﴾ اور کھاؤ اور پوچھو ﴿وَلَا تُسْرِفُوا﴾ اور اسراف نہ کرو۔ اسراف کہتے ہیں ضرورت سے زیادہ کواد تہذیر کہتے ہیں کہ جہاں خرچ کرنے کی اجازت نہیں وہاں خرچ کیا جائے۔

اور یہ بھی یاد رکھنا کہ تفسیر روح المعانی اور فوائد غلطی وغیرہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ تھوڑا کھانا بھی اسراف ہے۔ اتنا تھوڑا کہ جس سے قوت بدلتی اور صحت برقرار رہ سکے۔ تمہارے فائدے کی بات کر رہا ہوں۔ اتنا کھاؤ کہ تمہاری قوت بدلتی برقرار رہے، نماز پڑھ سکو، روزہ رکھ سکو، کام کر سکو۔ فرمایا ﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ التَّسْرِيفَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا ﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿مَنْ حَرَمَ زِينَةَ اللَّوْلَوَ﴾ کس نے حرام کی ہے اللہ کی زینت ﴿الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادَةَ﴾ جو اس نے نکالی ہے اپنے بندوں کے لئے ﴿وَالظَّلَمُتِ مِنَ الزُّرْقِ﴾ اور پاکیزہ رزق۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ جب جج کے لیے آتے کیوں کر ج حضرت ابراہیم عليه السلام کا طریقہ تھا تو یہ ان میں برائے نام جاری تھا۔ ننگے طواف کرتے اور گھنی، گوشت، مچھلی، اندھے نہیں کھاتے تھے اور دودھ نہیں پیتے تھے۔ کہتے ہم رب کی عبادت کے لیے آئے ہیں کہ نے پینے کے لیے تو نہیں آئے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان سے پوچھو یہ چیز کس نے حرام کی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو پیغمبروں کو حکم دیا ہے ﴿لَكُمْ مِنَ الظَّلَمَتِ وَأَعْنَلُوا صَالِحًا﴾ [المومنون: ۱۵] پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور رب تعالیٰ کی عبادت کرو یہ رب تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ہاں اگر کوئی چیز کسی کے مزاج کے موافق نہ آتی ہو تو اس کو پچھوڑ دے۔ مثلاً: کسی کو گرم چیز مواقف نہیں ہوتی، کسی کو ٹھنڈی چیز مواقف نہیں ہوتی۔

﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿هُنَّ الظَّالِمُونَ أَمْ لَوْا﴾ یہ اچھی چیزیں اور پاکیزہ رزق ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں یہ ان کے سختی ہیں اور دوسروں کو ان کے واسطے سے ملتا ہے ﴿فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ دنیا کی زندگی میں ﴿خَالَصَّةُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ اور یہ چیزیں خالص ہوں گی ان کے لیے قیامت کے دن۔ کافروں کو وہاں کوئی شے نہیں ملے گی سوائے گرم پانی کے جو

ہر قوم کو جلا دے گا اور انتزیوں کو باہر نکال دے گا اور زخموں کی پیپ ملے گی اور ضریع اور زق و قم جیسی چیزیں ان کو ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ فرمائے۔ دوزخی جنتیوں سے کہیں گے تھیں جو رزق ملا ہے اس میں سے اور پانی ہمیں بھی دو۔ جنتی کہیں گے ﴿إِنَّ اللَّهَ حَرَمَ مَهْنَاءَ عَلَى الظَّفَرِينَ﴾ [اعراف: ۵۰، پارہ: ۱۸] بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ دنوں چیزیں کافروں پر حرام قرار دی ہیں، ہم نہیں دے سکتے۔ ”تو اتنی بات آپ حضرات نے سمجھ لی کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں حلال کی ہیں ان کو کھاؤ جو۔ ان کو حرام نہ قرار دو۔

آج دنیا میں بھگ قسم کے عاملوں کی بھرمار ہے۔ ایمان بھی لوئٹے ہیں اور رقم بھی لوئٹے ہیں اور خواہ مخواہ لوگوں کو وساوں میں جتنا کرتے ہیں کہ تجھ پر کسی نے وار کیا ہے، تجھے جنات نے گھیرا ہوا ہے، تیرے اور کوئی پھر گیا ہے اور نہ معلوم کیا کیا۔ خرافات بولتے ہیں اور ضعیف الاعتقاد لوگ ان کی باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ اور وہ تعویذ و حاگے کے ساتھ پابندیاں بھی لگاتے ہیں کہ فلاں فلاں چیز نہیں کھانی خصوصاً عورتیں اس بیماری کا بہت شکار ہیں۔ میرے پاس بھی کئی عورتیں تعویذ لینے آتی ہیں اور کہتی ہیں کہ میں کوئی چیز منع کرو میں کہتا ہوں جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں ان سے کون منع کر سکتا ہے۔ پھر کہیں گئی نہیں جی کوئی چیز ضرور بتاؤ جو ہم نہ کھائیں۔ ایسے ہی ایک بی بی بڑی لچڑھی جو جان نہیں چھوڑتی تھی کہ کوئی چیز میرے لیے منع کرو میں نے کہا تم میرا دماغ نہ کھاؤ باتی ساری چیزیں کھاؤ۔ فرمایا ﴿كَذَلِكَ تُهْبَطُ الْأَذْيَاتُ﴾ اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں آئیں ﴿لَقَوْمٍ يُقْلِبُونَ﴾ ایسی قوم کے لیے جو جانتی ہے۔ اور جو نہ جانا چاہے اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

### ~~~~~

﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿إِنَّمَا﴾ پختہ بات ہے ﴿حَرَمَ رَبِّ الْفَوَاحِشِ﴾ حرام قرار دیا ہے میرے رب نے بے حیاتیوں کو ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ﴾ جو ظاہراً کی جاتی ہوں ان میں سے اور جو پوشیدہ طور پر کی جاتی ہوں ﴿وَالْإِثْمُ﴾ اور گناہ کو حرام کیا ہے ﴿وَالْبَغْيُ بَغْيُ الرَّحِيمِ﴾ اور زیادتی کو حرام کیا ہے جو ناق ہو ﴿وَأَنْ شُرُكُوا بِاللَّهِ﴾ اور یہ کہ تم شریک بھہراو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ﴿مَا﴾ ایسی مخلوق کو ﴿لَمْ يَرِلْ بِهِ سُلْطَانًا﴾ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری ﴿وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ﴾ اور یہ کہ تم کہوا اللہ تعالیٰ پر ﴿مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ جو تم نہیں جانتے ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجْلٌ﴾ اور ہر امت کے لیے ایک میعاد ہے ﴿فَإِذَا جَاءَهُ أَجَلُهُمْ﴾ پس جس وقت ان کی میعاد آئے گی ﴿وَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً﴾ تو نہ پیچے ہو سکیں گے ایک گھڑی ﴿وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ اور نہ آگے ہو سکیں گے ﴿لَيْسَنَ أَدَمَ﴾ اے بنی آدم ﴿إِنَّمَا يُاتِيَنَّكُمْ مُّسْلِمٌ فَنُكُمْ﴾ اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے ﴿يَقُصُونَ عَلَيْكُمْ أَيْتَ﴾ جو بیان کریں تم پر میری آئیں ﴿فَتَنَّ أَتَّلَقُ﴾ پس جس نے تقویٰ اختیار کیا ﴿وَأَمْلَأَهُ﴾

اور اس نے اصلاح کی ﴿فَلَا خُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ تھا ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿وَالَّذِينَ كَذَبُوا بِأَيْتِنَا﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آئیں کو ﴿وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا﴾ اور تکبر کیا ان سے ﴿أَوْ لَئِكَ أَصْطَبْتُ أَثَارِي﴾ ہی لوگ ہیں دوزخ والے ﴿فُمْ فِيهَا أَخْلِدُونَ﴾ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مشرکین کا حلال اشیاء کو حرام قرار دینا ۴

اس سے پہلے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ مشرکین نے اپنی مرضی سے کچھ چیزیں حرام قرار دی تھیں۔ خصوصاً جج کے دنوں میں کہ گوشت، بھجن، انڈا اورغیرہ نہیں کھاتے تھے کہ ہم عبادت کے لیے آئے ہیں کھانے پینے کے لیے نہیں آئے اور کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی کہ اللہ نے ایسا کوئی حکم ان کو نہیں دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی باتیں لگاتے ہیں جو نہیں جانتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ وہ چیزیں بیان فرماتے ہیں جو اس نے حرام قرار دی ہیں۔

فرمای اللہ تعالیٰ نے ۔۔۔ (فُلْ) آپ سلطنتی کم کہہ دیں ۔۔۔ (إِنَّا حَرَمَ مِنْهَا الْفَوَاحِشَ) پختہ بات ہے حرام قرار دیا ہے میرے رب نے بے حیائیوں کو ھٹکا لئے وہی جو ظاہراً کی جاتی ہیں ان میں سے۔ جیسے: رقص ہے، ناج ہے، سود ہے۔ یہ تمام چیزیں کھلی بے حیائی ہیں اور تم لوگ یہ سب کام کرتے ہو۔ ان کا کوئی مجھ ناج سے خالی نہیں ہوتا تھا اور آج بھی بڑے بڑے لوگ محفلوں میں ناچتے ہیں اور کئی دوسرے لوگوں کو نچاتے ہیں اور حیوانوں کو نچاتے ہیں۔ یہ رب تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ ۔۔۔ (وَمَا يَعْلَمُ) اور جو پوشیدہ طور پر کی جاتی ہیں بے حیائی کی چیزیں ان کو بھی رب تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور تم ان کی کوئی پروانیں کرتے۔ ۔۔۔ (وَالإِثْمُ) اور اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا گناہ حرام قرار دیا ہے قولی ہو یا فعلی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو توڑنا ہو یا آنحضرت سلطنتی کے حقوق کو ضائع کرنا ہو یا بندوں کے حقوق کو پامال کرنا ہو، اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ ۔۔۔ (وَالْبَيْعُ بَعْثُرُ  
الْعَقِيْدَ) اور زیادتی جو ناج ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے۔ ایک زیادتی ناج ہوتی ہے اور ایک زیادتی حق ہوتی ہے۔ زیادتی ناج یہ ہے کہ بلا وجہ کسی کو مکارا دردیا یا اڈا مار دیا اور زیادتی حق یہ ہے کہ ایک آدمی نے مکارا اور اس نے جواب میں بدله لینے کے لیے مکارا تو یہ زیادتی حق ہے۔ حقیقت میں یہ زیادتی تو نہیں ہے لیکن عکل اس کی چونکہ زیادتی کے ساتھ ملتی ہے اس وجہ سے اس کو بھی زیادتی کہہ دیتے ہیں کہ جی اس نے اس کے ساتھ زیادتی کی اور اس نے اس کے ساتھ زیادتی کی اور حالانکہ دوسرے نے بدله لیا ہے لیکن ہم شکل ہونے کی وجہ سے اس کو بھی زیادتی کہا جاتا ہے۔ مگر یہ بادر ہے کہ جوابی مکا اتنا مارے جتنا اس نے مارا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس نے پانچ سیر کا مکارا ہے اور یہ دس سیر کا مکارا ہے، اب یہ ظالم بن جائے گا اور معاف کر دیا بہتر ہے کہ کہیں تمہارے مکارے میں زیادتی نہ ہو جائے۔ کیوں کہ اس نے جب غصے اور جوش میں ہوتا ہے تو بہت کچھ کر لیتا ہے۔ لہذا معاف کرنا ہی بہتر ہے۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے دو آدمی لڑ رہے تھے ان میں سے ایک کی رگیں پھولی ہوئی تھیں، چہرہ سرخ اور بڑے غصے میں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ وہ کلمہ پڑھ لے جو میں بتاتا ہوں تو اس کا غصہ ٹھٹھا ہو جائے گا۔ وہ کلمہ یہ ہے کہ **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ** پڑھے اور پانی بپی۔ وہ چونکہ غصے میں تھا اس نے خود توبات نہ کی ساتھیوں نے اس کو کہا کہ آنحضرت ﷺ فرمار ہے ہیں کہ **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ** پڑھ لے کہنے لگا کہ میں کوئی پاگل ہوں۔ تو غصے کی حالت میں اس نے یہ کہا۔ تو غصہ بری چیز ہے۔ جدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم پہلوان کے کہتے ہو؟ کہنے لگے حضرت اپہلوان وہ ہوتا ہے جو میدان میں دوسرے کو پچھاڑ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَيَسَ الشَّيْطُنُ  
إِلَّا ضَرَّ عَبْدَهِ إِنَّمَا الشَّيْطُنُ مَنْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ إِنَّمَا الْغَضِيبُ)) ”پہلوان وہ نہیں ہے جو میدان میں دوسرے کو پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جو غصے پر قابو پائے۔“

**﴿وَأَنْ شَرُّكُو زُوْبَالَلَّهِ﴾** اور یہ کہ تم شریک ٹھہراوا اللہ تعالیٰ کے ساتھ **﴿فَالَّمَ يُؤْلِنُ بِهِ سُلْطَانًا﴾** ایسی مخلوق کو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتنا رہی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرا یا ہے کہ تم مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ۔ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ فرشتوں میں، نہ پیغمبروں میں، نہ عام انسانوں میں اس کا کوئی شریک ہے۔ اور یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کسی قسم اٹھانا بھی شرک ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((لَا تَحْلِفُوا بِأَبَاءِكُمْ)) ”اپنے باپ و ادا کی قسمیں نہ اٹھاؤ“ ((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشَرَّكَ بِاللَّهِ)) جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے **﴿وَأَنْ تَغُلُّوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾** اور یہ کہ تم کہوا اللہ تعالیٰ پر جو تم نہیں جانتے۔ جو چیز رب تعالیٰ نے حرام نہیں کی تم کہتے ہو کہ رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہ حرام ہے۔ یہ رب تعالیٰ پر بہتان ہے اور اس سے بڑا کون ظالم ہے جو رب تعالیٰ پر بہتان باندھتا ہے۔

**﴿وَلِكُلِّ أَمْوَالِ أَجَلُ﴾** اور ہر امت کے لیے ایک میعاد ہے۔ ہرگروہ اور ہر طبقہ کے لیے **﴿فَإِذَا جَاءَءَ أَجَلَهُمْ﴾** پس جس وقت ان کی میعاد آئے گی **﴿لَا يَسْأَخِذُنَّ سَاعَةً﴾** تو نہ پچھے ہو سکیں گے ایک گھنٹی **﴿وَلَا يَسْتَغْفِرُونَ﴾** اور نہ آگے ہو سکیں گے۔ جس وقت انسان کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتوں کو دیکھ کر منیں کرتا ہے اور کہتا ہے **﴿لَوْلَا أَخْرَقَنِّي إِلَى أَجَلِنِّي﴾** **فَأَصَدَّقَ وَأَلْمَنْ مَنِ الصَّالِحِينَ﴾** ”کیوں نہ تو نے مجھے مہلت دی تھوڑی سی کہ میں صدقہ خیرات کرتا اور نیکوں میں داخل ہو جاتا۔“ حالانکہ **﴿وَلِنَنْ يُؤْخُذُوا اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَءَ أَجَلُهُمْ﴾** [النافعون: ۱۱-۱۰، پارہ: ۲۸] ”ہرگز مہلت نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو جب اس پر موت آجائی ہے۔“ لوگوں نے بساط قصہ کہانیاں بنائی ہوئی ہیں کہ فلاں شخص کا یہ نام تھا فرشتے کو مخالف لٹک گیا اور اس نام کے دوسرے شخص کی جان نکال کر لے گیا حاشاً وَ كَلَّا! ایسی کوئی بات نہیں ہے اور رب تعالیٰ کے نظام میں کوئی مخالف نہیں ہے، بندوں کو مخالف لٹک سکتا ہے۔

چنانچہ انگریز کے دور میں مولا نا فضل حق رام پوری انگریز کے خلاف تھے اور ایک تھے مولا نا فضل حق خیر آبادی۔ تو مولا نا

فضل حق رام پوری کے خلاف وارثت جاری ہوئے اور بجائے مولا نارام پوری کے، مولا فضل حق خیر آبادی کو گرفتار کر کے کا لے پانی لے گئے۔ بیچارے کا لے پانی میں رہے اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ لیکن رب تعالیٰ کے کارندوں کو کوئی مغالطہ نہیں گلتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (بَيْنَ أَدْمَهِ إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مُّرَسَّلٌ مِّنْكُمْ) اے اولاد آدم! اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے (يَقُولُونَ عَلَيْكُمْ أَيْتَنِي) جو بیان کریں تم پر میری آئیں (فَتَعْلَمُنَ الْئَقْرَبَ) پس جس نے تقویٰ اختیار کیا (وَأَصْلَحَهُ) اور اس نے اصلاح کی (فَلَا خَوْفٌ عَلَيْنَاهُمْ) پس نہ ان پر کوئی خوف ہو گا (لَا هُمْ يَخْرُجُونَ) اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

قادیانیوں نے اس آیت کریمہ سے اجراء نبوت پر استدلال کیا ہے کہ نبوت جاری ہے ختم نہیں ہوئی اور استدلال اس طرح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (بَيْنَ أَدْمَهِ إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مُّرَسَّلٌ مِّنْكُمْ) اے اولاد آدم! اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں سے۔ معلوم ہوا کہ بنی آدم کے پاس پیغمبر آتے رہیں گے اور حکم ہے کہ جب پیغمبر آئے تو اس پر ایمان لاو۔ تو ہم بھی بنی آدم ہیں ہمارے پاس پیغمبر آئے تو ہم کیوں نہ مانیں۔

جواب یہ ہے کہ جب نسل انسانی چلی تھی اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہی فرمادیا تھا کہ اے بنی آدم! تمہارے پاس پیغمبر آتے رہیں گے۔ اس ارشاد کے مطابق پیغمبر آتے رہے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ ﷺ تشریف لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (وَمُبِينٌ أَبِرَّ سُولِنَاتِي مِنْ بَعْدِي أَشْهُدُ أَنَّهُمْ أَخْمَدُ) [صف: ۲۸، پارہ: ۲] کی بشارت سنائی۔ ”اور میں خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام احمد بھی ہے اور محمد بھی۔ اور جب آپ دنیا میں تشریف لے آئے تو رب تعالیٰ نے فرمادیا (مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدًا فَنِّي رَجَالُكُمْ وَلَكُمْ نَّبِيُّنَّ اللَّهُوَ خَاتَمُ الْأَئْمَانِ) [الحزیب: ۳۰، پارہ: ۲۲] ”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ تعالیٰ کا اور میر سب نبیوں پر ہے۔“

آنحضرت ﷺ کے تین بیٹے تھے حضرت قاسم، حضرت عبد اللہ، حضرت ابراہیم (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عبد اللہ کا لقب طاہر بھی تھا اور طیب بھی تھا۔ تینوں نا بالغ فوت ہوئے ہیں، رجل کوئی نہیں بنا، بالغ کوئی نہیں ہوا۔

اور چار بیٹیاں تھیں۔ حضرت رقیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ام کلثوم (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ پہلے ان دونوں کا نکاح ابوہب کے بیٹوں کے ساتھ ہوا تھا (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کی وجہ سے ان کو طلاق ہوئی۔ عدت ختم ہونے پر آنحضرت ﷺ نے حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان بن عفی کے ساتھ کیا۔ یہ فوت ہو گئیں تو پھر حضرت ام کلثوم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نکاح حضرت عثمان بن عفی کے ساتھ کر دیا۔ اور آپ کی بڑی بڑی حضرت زینب بنت علیہ السلام بن رقیہ کے نکاح میں تھیں یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ تو (إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مُّرَسَّلٌ مِّنْكُمْ) کا خطاب ہر زمانے کے بنی آدم کو نہیں ہے یہ ابتداء تھا سلسلہ نبوت چلتا رہا اور آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گیا۔

## خاتم الشہبین

الاعراف

آپ ﷺ خاتم الشہبین ہیں۔ آپ کے بعد دنیا میں کوئی سچانی پیدائشیں ہو سکتا۔ ترمذی شریف صحاح ت کی کتاب ہے اس میں اور دیگر احادیث کی کتابوں میں صحیح روایات موجود ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ "بے شک رسالت اور نبوت ختم اور منقطع ہو چکی ہے فَلَمَّا رَسُولٌ بَعْدِيٌّ وَلَا نَبِيٌّ بَعْدِيٍّ سو میرے بعد نہ ہو کوئی رسول ہو گا اور نہ کوئی نبی۔" یعنی نہ کوئی شریعت والا نبی پیدا ہو سکتا ہے اور نہ بغیر شریعت کے اور یہ بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي الْقِبَقِ كَذَّابٌ ثُلَاثُونَ "اور بے شک میری امت میں تین کے قریب بڑے جھوٹے ہوں گے كُلُّهُمْ يَرِعُهُمْ أَنَّهُ نَبِيُّ اللَّهِ وَإِنَّهُمْ لَا يَنْبَغِي بَعْدِيٍّ حالانکہ میں خاتم الشہبین ہوں اور میرے بعد اور کوئی نبی نہیں ہے۔" [ابوداؤد، ح، ۲۲۸]

ان دجالوں میں ایک مرزا غلام احمد قادری بھی ہے۔ اور ان کی تبلیغ اب بھی جاری ہے اور تبلیغ کے لحاظ سے سب سے زم فرقہ قادریوں کا ہے۔ بڑے آہستہ اور دیمک کی طرح چاٹتے ہیں الہذا ان کے وہو کے میں ن آنا۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت حضرت محمد ﷺ پر ختم کر دی ہے۔

فرمایا ﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلا یا ہماری آیتوں کو ﴿وَأَسْكَنُبْرُؤَاعَهُمَ﴾ اور تکبر کیا ان سے انکار کیا ﴿أَوْلَئِكَ أَصْحَبُ الْأَثَارِ﴾ یہی لوگ ہیں دوزخ والے ﴿فُمْ فِيهَا الْخَلِدُونَ﴾ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دل میں حبّةُ خَرْدَلٍ وَمِنْ كِبْرٍ رَأَى کے دانے کے برابر تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا یہ فرمان جب صحابہ کرام ﷺ نے سناتو پریشان ہو گئے، تکبر کا صحیح مفہوم نہ سمجھ سکے کہنے لگے حضرت! ہم تو تکبر کرتے ہیں۔ تو پھر ہم میں سے کوئی جنت میں داخل نہ ہو گا۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ اچھا بالس ہو، پے رکھے ہوئے ہوں تسلیکا ہوا ہو، سکھی کی ہوئی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھے بالس کا نام تکبر نہیں ہے یہ تو مجھل ہے۔ إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ النَّجَمَاءَ "اللہ تعالیٰ جیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔" فرمایا تکبر ہے غِمْطُ النَّاسِ وَبَطَرُ الْحَقِّ "لوگوں کو حقیر سمجھتا اور حق کو مکروہ رینا۔" شرعی دائرے میں رہ کر اچھا بالس پہننا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے۔

## مِنْ أَفْلَامِ مَئِنَّ

﴿فَمَنْ أَفْلَمُ مَئِنَّ﴾ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے ﴿أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كُنْيَا﴾ جس نے افتراء باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا ﴿أَوْ كَذَبَ بِإِلَيْهِ﴾ یا اس نے جھٹلا یا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ﴿أَوْلَئِكَ يَنَاهُمْ نَصِيَّهُمْ﴾ یہی لوگ ہیں جن کو پہنچ گا ان کا حصہ ﴿وَنَالْكِتَبِ﴾ جو کتاب میں لکھا ہوا ہے ﴿حَتَّى إِذَا جَاءَهُمْ رَسُلُنَا﴾ یہاں تک کہ جب آجائیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ﴿يَتَوَوَّهُمْ﴾ جوان کی جان نکالتے ہیں ﴿قَاتُوا﴾ ان کو

کہتے ہیں ﴿أَيُّهُ مَا لَكُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ﴾ کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پا کرتے تھے ﴿قَاتُلُواهُ﴾ وہ کہتے ہیں ﴿صَلُوةً عَلَيْهِ﴾ وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں ﴿وَشَهِدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ﴾ اور گواہی دیں گے اپنی جانوں پر ﴿أَنَّهُمْ كَانُوا كُفَّارِينَ﴾ کہ بے شک تھے وہ کفر کرنے والے ﴿قَاتَلُ﴾ فرمائے گا اللہ تعالیٰ ﴿إِذْ خَلَقَنِي أَمْمِي﴾ داخل ہو جاؤ ان امتوں میں ﴿قَدْ حَلَّتْ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ جو تم سے پہلے گزری ہیں ﴿فِنَ الْجِنْ وَالْأَنْسِ﴾ جنوں اور انسانوں میں سے ﴿فِي النَّاسِ﴾ دوزخ میں ﴿كَلَّمَنَا دَحْلَثَ أَمْمَةً﴾ جب کبھی داخل ہو گی کوئی امت ﴿لَعْنَتُ أَخْتَهَا﴾ لعنت کرے گی دوسرا پر ﴿حَتَّى إِذَا أَذَّاكُمُوا فِيهَا حَيْنَيْعَا﴾ بہاں تک کہ جب سارے جمع ہو جائیں گے دوزخ میں ﴿قَاتَلُ أُخْرَانِمْ﴾ کہہ گی پچھلی ان میں سے ﴿لَا يُلْهِمُ﴾ پہلوں کے بارے میں ﴿هَبَّتَنَا﴾ اے ہمارے پروردگار! ﴿هَمُؤْلَأَءَ أَصْلُوْنَا﴾ انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا ﴿لَا تَقْتِيمَ عَذَابًا ضَعْفًا فِي النَّاسِ﴾ پس دے تو ان کو ذگنا عذاب آگ میں ﴿قَاتَلُ﴾ رب تعالیٰ فرمائے گا ﴿لِكُلِّنِ ضَغْفٍ﴾ ہر ایک کے لیے ذگنا عذاب ہے ﴿وَلِكُنْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ اور لیکن تم نہیں جانتے ﴿وَقَاتَلُ أُولَهُمْ لَا يُخْرَاهُمْ﴾ اور کہیں گے ان کے پہلے پچھلوں کو ﴿فَنَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلِ﴾ پس نہ ہوئی تمہارے لیے ہمارے اوپر کوئی فضیلت ﴿فَلَذُّكُورُ الْعَذَابَ﴾ پس چکمو عذاب ﴿بِمَا لَنْتُمْ تَكْسِبُونَ﴾ پہ سبب اس کے جو تم کرتے تھے۔

### ظلم اور ظالموں کی اقسام

دنیا میں ظلم کی بھی بڑی قسمیں ہیں اور ظالموں کی بھی بڑی قسمیں ہیں۔ ظلم بھی بہت ہیں اور ظالم بھی بہت ہیں مگر جو شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتا ہے وہ اظہلُمُ ہے۔ اظہلُمُ ام تفضیل کا صیغہ ہے جس طرح اکبر ام تفضیل کا صیغہ ہے۔ اللہ اکبر کا معنی ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ تو ظلم کا معنی سب سے بڑا ظالم۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَنَنَأَلَّمُ مِنْ﴾ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے ﴿فَأَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كُنْيَاتِهِ﴾ جس نے افتراء باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں حالانکہ وہ وحدۃ لا شریک لہ ہے۔ اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی، اپنے افعال میں بھی ایک۔ تو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ہراتا ہے بڑا ظالم ہے۔ سورۃ لقمان میں ہے ﴿إِنَّ الْمُشْرِكَنَ أَلْظَلُمُ عَظِيمٌ﴾ ”بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔“ مشرک بڑا ظالم ہے۔

دوسری اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا بھی بڑا ظلم ہے۔ یہودیوں نے عزیز یا بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا ﴿وَقَاتَلَ الْمُهُودُ عَزِيزُ ابْنِ اللَّهِ وَقَاتَلَ الظُّمَرَى الْمَيْتَ بْنَ إِبْرَهِيمَ اللَّهِ﴾ اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰ بیت اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور شرکوں نے کہا

فرشته اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ﴿وَيَجْعَلُونَ بِنِيَّةَ الْمُكْتَبِ﴾ [پارہ: ۲۳، سورۃ الحلق: ۵] اور بناتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں۔

### رب تعالیٰ کو گالیاں دینے کا مطلب ہے

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ((يَشْتَهِيْنِيْ إِنْ أَدْمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ ذِلْكَ وَيُكَذِّبِيْنِيْ إِنْ آدْمَ وَلَهُ يَكُنْ لَّهُ ذِلْكَ أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ)) "ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اسے گالیاں دینے کا کوئی حق نہیں ہے اور مجھے جھلاتا ہے کا حق نہیں پہنچتا۔" گالیاں کس طرح دیتا ہے؟ یہ دُعوٰیٰ ولدًا "میری طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔" رب کی طرف اولاد کی نسبت کرنا رب تعالیٰ کو گالیاں دینا ہے۔ جس طرح ہماری اولاد کے متعلق کوئی یہ کہے کریں تیری اولاد نہیں ہے، یہ گالی ہے۔ مکنڈیب اس طرح کرتا ہے کہ کہتا ہے لَنْ يُعِيْدَنِي "اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ ہرگز نہیں اٹھائے گا۔" بعثت بعد الموت کا انکار کرتا ہے حالانکہ میں کہتا ہوں کہ ضرور اٹھاؤں گا۔

﴿أَوْ كَذَبَ بِإِلَيْهِ﴾ یا اس نے جھلا یا اللہ تعالیٰ کی آئیوں کو تو اللہ تعالیٰ کی آئیوں کو جھلانے والا بھی بڑا ظالم ہے۔ آج سنتے ظلم کی بات ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے بھی شرعی احکام کی مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بچائے۔ ﴿أَوْ لَكُنْتَ يَنْهَا مُنْهَىٰ هُنْمَ﴾ یہی لوگ ہیں جن کو پہنچ گا ان کا حصہ ﴿قِنْ الْكِتَبِ﴾ جو کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ سزا سے دنیا میں بھی پہنچے گی اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ نے سزا کا جو حصر لکھا ہے وہ ان کو ضرور پہنچے گا ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتُهُمْ مُّرْسَلَاتِنَا﴾ یہاں تک کہ جب آجائیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ﴿يَسْوَكُونُهُمْ﴾ جو ان کی جان نکالتے ہیں ﴿فَالْوَآ﴾ فرشتے ان کو کہتے ہیں ﴿أَنَّهُمْ مَا﴾ کہاں ہیں وہ ﴿كُنْتُمْ تَذَعَّنَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوابکارتے تھے ﴿فَالْوَآ﴾ مرنے والے کہتے ہیں ﴿فَضَلُّوا عَنْهُمْ﴾ وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں ﴿وَشَوَّدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ﴾ اور گواہی دیں گے اپنی جانوں پر ﴿أَنَّهُمْ كَانُوا كُفَّارِينَ﴾ کہ بے شک تھے وہ کفر کرنے والے۔ اس وقت کفر، شرک کے اقرار کا کیا فائدہ کہ موت کے وقت تو بے قبول نہیں ہوتی۔

اب پہنچتا ہے کیا ہوت

جب چڑیاں چک گئیں کہیت

### روح قبض کرنے والا ایک ہے یا زیادہ ہیں؟

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جان نکلنے والا فرشتہ ایک ہے یا زیادہ ہیں۔ علماء کا ایک طبقہ کہتا ہے، ایک فرشتہ سب کی جان نکالتا ہے۔ اور دلیل دیتے ہیں ﴿مَلِكُ الْمَوْتِ الَّذِي ذُو الْكِلْبَمُ﴾ [احمده: ۲۱، پارہ: ۲۱] "موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔" اور علماء کا دوسرا طبقہ کہتا ہے نہیں بلکہ یہ ایک مستقل محکمہ ہے اس میں بے شمار فرشتے ہیں اور ملک الموت ان کا انجما رج ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتُهُمْ مُّرْسَلَاتِنَا﴾ "یہاں تک کہ جب آجائیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے۔" تو یہ جمع کا صیغہ ہے اور آگے ﴿فَالْوَآ﴾ ہے کہ وہ فرشتے کہتے ہیں یہ جمع کا صیغہ ہے جو تعدد پر دلالت کرتا ہے۔ اور سورۃ محمد میں آتا

ہے ﴿فَلَمَّا كَانَتْ رَأْيَةً لِّلَّهِ كُلَّهُ﴾ جیس کیا حال ہو گا اس وقت جب فرشتے ان کی جانیں نکالیں گے۔ یہاں جمع کا صیغہ ہے۔ لہذا جان نکانے والا ایک فرشتہ نہیں ہے بلکہ بے شمار فرشتے ہیں جن کا سر برہا ملک الموت ہے۔

### عذاب قبر حق ہے

ایک اور مسئلہ بھی بھولیں کہ اہل حق کا مذہب ہے کہ قبر میں عذاب بھی حق ہے اور رثا بھی حق ہے اور اس دعوے پر صحیح احادیث بھی موجود ہیں اور قبر میں سوال و جواب بھی حق ہے۔ اگر نے والا نافرمان ہو تو اس کے سوال و جواب کے لیے منکر نکیر آتے ہیں علیہما الصیلاۃ والسلام۔ اور اگر نیک ہو تو اس کے لیے مُبَتَّئِر بَشِير آتے ہیں اور پوچھتے ہیں مَنْ زَكَّاكَ تیرادب کون ہے؟ مَنْ نَبَيَّاكَ تو کس کو نبی مانتا ہے؟ مَا مَدِينَاتُكَ تو کس دین پر ہے؟

اور کئی مُلْحَدٌ جواب پنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں وہ عذاب قبر اور قبر میں سوال جواب کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس طرح کرتے ہیں کہ ہم قبر میں مردے کے ساتھ ایک زندہ آدمی کو بھی نہادیتے ہیں۔ فرشتے سوال کریں گے تو زندہ آدمی آکر ہمیں بتلانے گا کہ واقعی فرشتوں نے آکر سوال کیے ہیں اور میں نے سنے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تحریر کیا ہے اسکی کوئی بات نہیں، ہے۔ بھائی ابادت یہ ہے کہ یہ چیزیں عالم غیب سے تعلق رکھتی ہیں اور ایمان بالغیب ضروری ہے۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہم سے مخفی رکھی ہیں۔

قبر میں مردے کے ساتھ لیٹنے کی کیا ضرورت ہے مرنے والے سے فرشتوں کا سوال کرنا تو اسی آیت کریمہ میں موجود ہے اور نے والے کا جواب بھی موجود ہے کہ فرشتے جب ان کی جان نکالتے ہیں ﴿قَالُوا﴾ کہتے ہیں ﴿أَيْنَ مَا كُلْتُمُونَ مِنْ دُنْنِ اللَّهِ﴾ کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوپاکارتے تھے ﴿قَالُوا﴾ وہ جواب دیتے ہیں ﴿فَضُلُّوا عَنَّا﴾ وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں۔ لہذا قبر میں لیٹنے کی بجائے مرنے والے کے سرہانے بیٹھ جاؤ اور یہ جو باقاعدہ گفتگو ہوتی ہے جس کا بھی ذکر ہواں کو سنو۔ کیا تم سن سکتے ہو یا کبھی کسی نے سئی ہے؟ جب کہ یہ قطعی سے ثابت ہے۔ تو قبر میں تم کس طرح سن سکتے ہو؟ یہ باتیں ایمان بالغیب ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بتا دے تو ایمان بالغیب نہیں رہتا حالانکہ ہم سے ایمان بالغیب مطلوب ہے۔ فرمایا ﴿لَيُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾ ہدایت یافتہ وہ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ منکرین کے جواب کے لیے اس آیت کو نہ بھولنا۔

تو مرتبے وقت کا فرمسٹرک اپنے کفر شرک کا اقرار کریں گے ﴿قَالَ﴾ فرمائے گا اللہ تعالیٰ ﴿إِذْ خُلُقَ أَمْيَم﴾ داخل ہو جاؤ ان امتوں میں ﴿فَقَدْ خَلَقْتَ مِنْ تَبِّئِنَمُ﴾ جو تم سے پہلے خُرُبی ہیں ﴿مَنْ الْجِنِ﴾ جنات میں سے ﴿وَالْأَنْسِ﴾ اور انسانوں میں سے ﴿هُلِيَ الْأَنْبِيَاء﴾ دوزخ میں جا چکی ہیں تم بھی ان کے ساتھ جا طمہار المکان بھی دوزخ ہے۔

### جنات کو بھی عذاب پر جہنم ہو گا

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنات بھی دوزخ میں جائیں گے اور انسان بھی۔ بعض مُلْحَدٌ قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ

جنات کی تخلیق آگ سے ہے اور دوزخ میں بھی آگ ہے۔ تو آگ سے آگ کو کیا تکلیف ہو گی؟ تو یہ ان کا ذہنکو سلے ہے۔ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہر گناہیز ہے۔ اتنی تیز آگ میں ان کو تکلیف ہو تو کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ پھر جہنم کے طبقوں میں تقواہ بھی ہے۔ حدیث پاک میں آتا کہ جہنم کے بعض طبقوں نے دوسرے طبقوں کی شکایت کی کہ اے رب مجھے وہ کھا گیا ہے، اس کی آگ مجھے کھا گئی ہے اور زہر یہ بھی دوزخ کا ایک ثہندہ طبقہ ہے۔ اس نے بھی دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ یہ مجھے کھا گیا ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک سانس لے لو۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں آتا ہے کہ ایک سانس آگ نے لیا۔ فرمایا دنیا میں جو تم شدید گرمی محسوس کرتے ہو یہ اس سانس کی بھاپ ہے اور جو تم شدید سردی محسوس کرتے ہو جس میں پانی اور تیل بھی جم جاتا ہے یا سٹھنڈے طبقے کا ایک سانس ہے۔

﴿عَلَيْهَا حَلَّتِ أَمْمَةُ﴾ جب کبھی داخل ہو گی کوئی امت ﴿أَعْنَتْ أَخْتَهَا﴾ اخت کے معنی بہن کے جس اور مراد دوسرا ساختی ہے۔ لعنت کرے گی دوسری پر۔ اول ملعونو! ہم تو آئے ہیں تم بھی آئے ہوئے ہو۔ ﴿حَتَّى إِذَا أَذَانَ رُكُونَ فِيمَا جَبَّعَ﴾ یہاں تک کہ جب سارے جمع ہو جائیں گے دوزخ میں ﴿قَاتَلَتْ أُخْرَيْهِمْ لِأَذْلَمُهُمْ﴾ کہے گی ان میں سے پچھلی پہلوں کے بارے میں ﴿إِنَّهُمْ هُوَ لَا يَأْصِلُونَ﴾ اے ہمارے پروردگار! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، یہ ہمارے بڑے بھنے ہم ان کے پیچھے چلتے رہے ﴿فَإِنَّهُمْ عَذَابًا أَضْعَافُ مِنَ النَّاسِ﴾ پس دے ان کو ذہننا عذاب آگ میں۔

یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو اتنی سمجھدی ہے کہ وہ حکومی کھری چیز کا احتیاز کر سکتا ہے۔ آج بھی کسی بھولے سے بھولے آدمی کو پھٹا پرانا نوت دتو نہیں لے گا۔ جب دنیا میں ہم اتنی تیز کر سکتے ہیں تو پھر عقیدے اور عمل کے صحیح اور غلط ہونے کی تیزی کیوں نہیں کر سکتے؟ لیکن اگر کوئی بغیر سوچے سمجھے غلط لوگوں کے پیچھے لگا رہے تو اس کا کیا علاج ہے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بار بار دعوت دی ہے ﴿أَفَلَا يَتَعَقَّلُونَ﴾ ”کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔“ ﴿أَفَلَا يَعْقِلُونَ﴾ ”کیا وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔“ قیامت والے دن دوزخ میں جلنے والے کہیں گے ﴿لَوْ كُنَّا نَسِيْهُمْ أَوْ تَعْقُلُ مَا كُنَّا بِيْ أَضْطَبَ السَّعْيُونَ﴾ [سورة الملک، پارہ: ۲۹] ”اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔“ رب تعالیٰ نے عقل بڑی دولت اور نعمت عطا فرمائی ہے اگر ہم اس سے کام لیں۔

﴿قَالَ﴾ رب تعالیٰ فرمائیں گے ﴿لَكُلِّ صَفْ﴾ ہر ایک کے لیے ذہننا عذاب ہے۔ ان کے لیے تو اس وجہ سے کہ انہوں نے خود کفر شرک کیا اور دوسروں کو کفر شرک کے راستے پر چلا یا اور تمہارے لیے اس وجہ سے کہ تم نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا اور سوچا سمجھا نہیں، پہلی امتوں کے حالات سے صبرت حاصل نہیں کی۔ لہذا تمہارے لیے بھی ذہل عذاب ہے۔

اور سورہ النبایں میں ہے ﴿فَلَذُّؤُلُّوْأَكْنَنْ أَنْزِيْدَ الْمُلْأَعْدَابَ﴾ ”پس مزہ چکھو ہم تم پر عذاب ای بڑھاتے جائیں گے۔“ روز پر روز کافروں کے عذاب میں اضافہ ہوتا جائے گا اور مومنوں کے لیے جنت میں نعمتوں اور خوشیوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ جنت میں پہلے دن جو پھل میں گئے اسی شکل کے دوسرے دن میں گئے لیکن پہلے دن سے ذائقہ علیحدہ ہو گا، تیرے دن کا ذائقہ الگ ہو گا، چوتھے دن کا ذائقہ علیحدہ ہو گا اور کافر دل کے عذاب میں اضافہ ہوتا جائے گا ﴿لَوْ لَكُنْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ اور لیکن تم نہیں

جانتے۔ کہ دوسروں کو ملعون کرنے والے تم بھی ذہل سزا کے سخت ہو ﴿وَقَاتَ أُولَئِمْ لَا خَارِقُهُمْ﴾ اور کہیں گے ان کے پہلے پچھلوں کو ﴿كَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ قَصْلِي﴾ پس نہ ہوئی محارے لیے ہمارے اوپر کوئی غفیلیت۔ تم نے ہماری شکایت کی حقیقتیں مجرم قرار دینے کی کوشش کی تھی مگر اس کا تحسیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ عذاب سے تو تم بھی نہ رکھ سکے۔ یہ نوک جھونک دوزخ میں ہوتی رہے گی۔

فرمایا ﴿فَلَذُوقُوا الْعَذَابَ﴾ پس چکھو عذاب ﴿بِمَا لَمْ يُمْلِئُنَّ بِهِ سبب اس کے جو تم کرتے تھے۔ جو عقیدہ اور عمل تم نے کیا آج اس کی سزا بھگتو۔ اللہ تعالیٰ دوزخ سے اور دوزخ کے کاموں سے بچائے اور حفظ اور کھڑے۔

### ~~~~~ حکومت و حکم ~~~~

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا إِيمَانَهُمْ﴾ بے شک وہ لوگ جنم کو نے جھٹلا یا ہماری آئیوں کو ﴿وَأَشْكَبْرُوا أَعْمَهُهَا﴾ اور تکبر کیا ان سے ﴿لَا تَفْتَحْ لَهُمْ﴾ نہیں کھولے جائیں گے ان کے لیے ﴿آتُوا بَأْبَ السَّمَاءِ﴾ آسمان کے دروازے ﴿وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَهَنَّمَ﴾ اور نہ داخل ہوں گے وہ جنت میں ﴿خَلَى يَلِيجُ الْجَنَّلُ﴾ یہاں تک کہ داخل ہو جائے اونٹ ﴿فِي سَيِّئَةِ الْخَيَاطِ﴾ سوئی کے سوراخ میں ﴿وَكَذَّلِكَ تَبْغِزُ الْجَنُّوْنَ﴾ اور اسی طرح ہم بدلتے ہیں مجرموں کو ﴿لَهُمْ قُنْ جَهَنَّمَ وَهَادُ﴾ ان کے لیے جہنم میں پچھونے ہوں گے ﴿وَمِنْ قُوْقِيمْ عَوَاشِ﴾ اور اوپر پردے ہوں گے ﴿وَكَذَّلِكَ تَبْغِزُ الظَّلَمِيَّنَ﴾ اور اسی طرح ہم بدلتے ہیں ظالموں کو ﴿وَالَّذِينَ أَمْسَوْا﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ﴿وَعَمِلُوا الصَّرِخَتِ﴾ اور انہوں نے عمل کیے اچھے ﴿لَا نَحْكُمُ فَقَاتَ﴾ ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو ﴿إِلَّا وَسَعَهَا﴾ مگر اس نفس کی طاقت کے مطابق ﴿أَوْلَئِكَ أَصْلَحُ الْجَنَّةَ﴾ وہ لوگ جنت والے ہیں ﴿فُمْ فِيهَا الْخَلِيلُونَ﴾ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے ﴿وَنَزَعَنَّا﴾ اور ہم نکال دیں گے ﴿مَاقِيْضِ صُدُّورِ هُمْ قُنْ غَلِ﴾ جو کچھ ان کے سینوں میں ہو گا کینہ ﴿تَبْخُرِي مِنْ تَعْقِيمِ الْأَنْهَرِ﴾ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہیں ﴿وَقَالُوا﴾ اور کہیں گے ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالَّذِي هَدَنَا لِهَذَا﴾ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہماری رہنمائی کی اس مقام تک ﴿وَمَا كَانَ الْهَشَدُوْقِ﴾ اور نہیں تھے ہم ہدایت پانے والے ﴿تَوَلَّا أَنْ هَدَسَا اللَّهُ﴾ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا ﴿لَقَدْ جَاءَتُ رُسُلٍ مَّبَيِّنًا بِالْعِقَدِ﴾ البت تحقیق آچکے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ ﴿وَذُنُودُ وَأَنْ تَلْكُمُ الْجَهَنَّمَ﴾ اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ ہے وہ جنت ﴿أَوْرَهَشْتُوْهَا﴾ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو ﴿فِيْهَا لَكُمْ تَعْمَلُونَ﴾ بسبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے۔

اس سے قبل کافروں اور مشرکوں کا ذکر تھا اور اب ان کے انعام کا ذکر ہے۔ کیونکہ ہر عمل کا کوئی نتیجہ ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس کا نتیجہ نہ ہو۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَلَّا بُؤْنًا لَّا يَتَبَيَّنُوا﴾ بے شک وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آئیوں کو ﴿وَأَشْكَبُرُوا عَنْهَا﴾ اور تکبر کیا ان سے، ان کو نہ مانا اور روکر دیا اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ فرمایا ﴿لَا تَفْعَلُمُ لَهُمْ أَنْوَابُ الشَّمَاءِ﴾ نہیں کھولے جائیں گے ان کے لیے آسمان کے دروازے۔

صحیح روایات میں آتا ہے اور قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ وضاحت کر رہی ہے کہ آسمانوں کے دروازے ہیں اور فرشتے ان سے آتے جاتے ہیں۔ نیک لوگوں کے اعمال اور بحالت ہیں اور رب تعالیٰ کی رحمتیں نیچے نازل ہوتی ہیں۔

انسان کی وفات کا جب وقت آتا ہے تو فرشتے روح نکالنے کے لیے آتے ہیں۔ ایک فرشتہ آگے ہو کر روح نکالتا ہے اور اس کے پیچے انہارہ معاون فرشتے قطار میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر منے والا آدمی نیک ہے تو اس کی روح کے لیے جنت سے کپڑا اور خوبیوں میں لا تے ہیں اور اگر برا آدمی ہے تو اس کے لیے جہنم سے بدبو دار ثاثت لا تے ہیں وہ فرشتہ روح نکال کر دوسروں کے حوالے کر دیتا ہے۔ وہ فرشتے روح لے کر آسمان تک پہنچتے ہیں۔ نیک شخص کی روح کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، ساتوں آسمانوں سے گزار کر علیتین کے مقام پر پہنچا دیتے ہیں جو نیک لوگوں کی ارواح کا شکانا ہے۔ اگر کافر مشرک نافرمان ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ وہاں سے اس کو گرا کر ساتویں زمین کے نیچے جہنم کے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ وہ کافروں، مشرکوں اور نافرمانوں کی ارواح کا شکانا ہے۔ علیتین اور ساجدین دونوں کا ذکر تیسوس [۳۰] پارے میں موجود ہے۔

ایک تو مکتبین اور مکتبین عن آیات اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی آئیوں کو جھلانے والے اور انکار کرنے والوں کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے اور کیا ہو گا؟ فرمایا ﴿وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ﴾ اور نہ داخل ہوں گے وہ جنت میں ﴿لَهُ حَتَّىٰ يَلْيَجَ الْجَمَلُ فِي سَبَقِ الْحَيَّاتِ﴾ یہاں تک کہ اونٹ داخل ہو جائے سوئی کے سوراخ میں۔ جس میں دھاگا بھی بڑی مشکل سے داخل ہوتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں تعلیق بالمحال کسی چیز کو حال چیز کے ساتھ متعلق کرنا کہ جس طرح اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے نہیں گزر سکتا اسی طرح کافر بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے ﴿وَكَذَلِكَ تَنْعِزُ إِلَيْهِمْ بِهِنَّ﴾ اور اسی طرح ہم بدله دیتے ہیں مجرموں کو۔

اس کے علاوہ اور کیا ہو گا؟ فرمایا ﴿لَهُمْ قِنْ جَهَنَّمْ وَمَهَادُهُ﴾ ان کے لیے دوزخ میں بچھونے ہوں گے۔ گرمی میں لوگ سوتے وقت عموماً نیچے دری چادر وغیرہ بچھا لیتے ہیں ﴿وَمِنْ قَوْقَبِهِمْ غَوَّاشُهُ﴾ اور اپر پردے ہو گے۔ گرمی میں کمھی چھتر سے بچنے کے لیے لوگ اپر چادر لے لیتے ہیں اور سردی کے زمانے میں نیچے گدا اور اوپر تلاٹی، رضاۓ لیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جہنمیوں کے اپر نیچے آگ ہو گی۔ گدا، دری بھی آگ اور چادر رضاۓ بھی آگ ہو گی ﴿وَكَذَلِكَ تَنْعِزُ إِلَيْهِمْ بِهِنَّ﴾ اور اسی طرح ہم بدله دیتے ہیں ظالموں کو۔

اب مونوں کا تجھے بھی سن لو۔ ﴿وَالَّذِينَ أَمْسَأَوْ عَمِلُوا الصَّلِحَاتِ﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے اچھے یعنی خالی ایمان نہیں بلکہ ساتھ اچھے عمل بھی کیے۔ محض ایمان کے دعے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا جب تک ساتھ اعمال صالحہ ہوں۔ ان کی جزا کیا ہوگی؟ فرمایا ﴿فَإِنَّكَ أَصْنَبَ الْجَنَّةَ﴾ وہ لوگ جنت والے ہیں ﴿فَمِنْ فِيهَا الْخَلِدُونَ﴾ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے درمیان میں جملہ مُفْتَرَضَةٌ ہے ﴿لَا تُنْكِلْفُ نَفْسًا إِلَّا دُسْعَهَا﴾ ہم نہیں تکلیف دیتے کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو نہ کر سکتے ہوں یا ان کی ہمت سے زیادہ ہو اور وہ نہ کر سکتے ہوں۔ چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں فرض ہیں کوئی بڑے آرام سے بھی پڑھ تو ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں لگتا تو چوبیس گھنٹوں میں ایک گھنٹہ کوئی بڑی بات نہیں ہے پھر اگر کوئی کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو پیش کر پڑھ لے اور اگر بیندھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو اشارے سے پڑھ لے اور سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینے کے روزے ہیں۔ باقی گیارہ مہینوں میں کوئی روزہ فرض نہیں ہے۔ اور ذکوۃ اس پر ہے جس کے پاس رقم ہو اور صاحب نصاب ہو اور جس کے پاس رقم نہیں ہے اس پر کوئی زکوۃ نہیں ہے۔ تو یہ اعمال کرنے والے جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

﴿وَتَرْعَى نَافَّاتِي صُدُّوْرِهِمْ قِنْ غَلِّ﴾ اور ہم نکال دیں گے جو کچھ ان کے سینے میں ہو گا کینہ۔ دنیا میں انسانوں کے بھڑانے کے بڑے اسباب ہیں۔ مالی لحاظے، رشتے کی وجہ سے، عہدے کی وجہ سے ایک دوسرے کے خلاف بغضی اور کینہ بھی ہوتا ہے، عداوت بھی ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات شرارتی لوگ بھی آپس میں لڑا دیتے ہیں۔ دنیا میں شرارتی لوگ بھی بڑے ہیں۔ تو دنیا میں ایک دوسرے کے خلاف بغضی، کینہ ذایات کی وجہ سے تھام یا شرارتی لوگوں کے اکسانتے کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم مونوں کے دلوں سے نکال دیں گے۔ وہ کہاں نکالیں گے؟ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ پلی صراط سے گزر کر جنت سے پہلے ایک پل ہے ہی قنطرۃُ بَيْنَ الْجَنَّۃِ وَالثَّارِ "وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل ہے۔" اس پر جب پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کے خلاف جو بغضی اور کینہ ہو گا اس کو نکال دیں گے۔ پھر ایک دوسرے کے ساتھ پیار، محبت اور الافت ہو گی۔ ایک دوسرے کے خلاف جذبات ختم ہو جائیں گے۔ دل شیشے کی طرح صاف ہو جائیں گے۔

﴿لَتَهْرُونِي مِنْ تَعْتِيمِ الْأَنْهَارِ﴾ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں۔ جنت کے ہر علاقے میں نہریں چلتی ہوں گی ﴿وَلَوْا﴾ اور مومن کہیں گے ﴿وَالْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں ﴿الَّذِي هَدَسَ اللَّهُمَّا﴾ جس نے ہماری رہنمائی کی اس مقام تک اور ہم یہاں تک پہنچے ﴿وَمَا كُنَّا لَهُمْ شَاوِرِي﴾ اور نہیں تھے ہم ہدایت پانے والے ﴿لَوْلَا أَنْ هَدَسَ اللَّهُمَّا﴾ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ رب تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی تو ہمیں ہدایت نصیب ہوئی۔ رب تعالیٰ نے ہدایت کس طرح دی؟ فرمایا ﴿لَقَدْ بَأْتُ هُنَّا مُلْهَمِي بِالْحَقِّ﴾ البتہ حقیقت آپکے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ۔ وہ ہمارے لیے رہبر اور ہادی بن کرائے، انہوں نے ہمیں ہدایت کے راستے بتائے، نیکی، بدی سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائیں، صحیفے نازل فرمائے جن میں ہدایت کا پروگرام تھا اور ہر زمانے میں حق کی آواز بلند کرنے والے کھڑے کیے اور ہمیں اللہ تعالیٰ

نے عقل جسی دولت سے نواز۔ یہ تمام ہدایت کے اسباب اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے۔

﴿وَلُؤْدُوا﴾ اور ان کو پکارا جائے گا ﴿أَنْ تَلْكُمُ الْجَهَةُ أَوْ رَئِسُوا هَا﴾ یہ ہے وہ جنت جس کے تم دارث بنائے گئے ہو۔ اور وارث کیوں بنائے گئے ہو؟ ﴿إِنَّ اللَّهَمْ تَعْمَلُونَ﴾ بہ سبب اس کے جو تم عمل کرتے تھے۔ عمل جنت میں داخلے کا سبب ہے اور داخلے کی علت تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

### ہر شخص فضل الہی سے جنت میں جائے گا نہ کہ عمل سے ہے

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اس کا عمل اس کو جنت میں داخل کرے جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل نہ ہو۔ صحابہ کرام ﷺ نے کہا حضرت ابہارے عمل تو خیر کیا ہوں گے آپ ﷺ بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جاسکتے؟ حدیث پاک میں آتا ہے فوضوع یہ لکھا علی ہامیتہ "آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سر پر رکھا اور فرمایا: وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَعَمَّدَنِي اللَّهُ يَفْعُلُ مِنْهُ وَرَحْمَةً اور میں بھی صرف عمل کے زور پر جنت میں نہیں جاسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوگی۔"

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سمجھانے کے لیے اپنے زمانے اور دور کے لحاظ سے مثال دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں گاڑی ہے اس کا انجمن ہے اس کے ڈرائیور اور معاونین اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس میں چلنے کے تمام گل پر زے موجود ہیں اور چلانا اس کو ڈرائیور نے بے لیکن گاڑی جب تک بزر جھنڈی نہیں ہلاۓ گا اس وقت تک چلنے کی نہیں۔ یہ اعمال سمجھو گاڑی ہے، انجمن ہے، ڈرائیور ہے، سب کچھ ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کی رحمت کی جھنڈی جب تک نہیں ہلے گی تب تک بندہ جنت میں نہیں جاسکے گا۔ تو اعمال سبب ہیں اور رب تعالیٰ کا فضل و کرم جنت میں داخلے کی علت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات بتائے ہیں۔ مزید بحث آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ



﴿وَنَادَى أَصْحَابُ الْجَهَةِ أَصْحَابَ الْأَثَارِ﴾ اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو ﴿أَنْ قَدْ وَجَدْنَا﴾ کہ بے شک ہم نے پالیا ہے ﴿مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًا﴾ جس کا وعدہ کیا تھا ہم سے ہمارے رب نے بالکل حق ﴿فَقُلْ﴾ وَجَدْنَا ﴿مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًا﴾ پس کیا تم نے پالیا ہے ﴿مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًا﴾ جو وعدہ کیا تمہارے پروردگار نے رجع ﴿قَالُوا نَعَمْ﴾ دوزخ کہیں گے ہاں ﴿فَأَذْنَ مُؤْذِنْ بَيْتَهُمْ﴾ پس اعلان کرے گا ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان ﴿أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ظالموں پر ﴿الَّذِينَ يَصْنَعُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے ﴿وَيَعْوَنَهَا عَوْجًا﴾ اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی ﴿وَفِمْ بِالْآخِرَةِ كُفَّارُونَ﴾ اور وہ

آخرت کے منکر ہیں (وَبِيَتِهِمَا جَحَابٌ) اور ان دونوں کے درمیان ایک پر وہ ہوگا (وَعَلَى الْأَعْرَافِ بِرَجَالٍ) اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے (لَيَعْرُفُونَ كُلًا) جو پہچانیں گے ہر ایک کو (بِسْمِهِمْ) ان کی نشانی کے ساتھ (وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَمَّةِ) اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو (أَنْ سَمْ عَلَيْكُمْ) کہ بے شک سلام ہوتا ہے (لَمْ يَدْخُلُوهَا) وہ ابھی داخل نہیں ہوئے ہوں گے (وَفُمْ يَطْبَعُونَ) اور وہ امید رکھتے ہوں گے (وَإِذَا صُرِقتْ أَبْصَارُهُمْ) اور جب پھر جائیں گی ان کی نگاہیں (لِتَلْقَاءَ أَصْحَابَ الْأَثَارِ دُوْزِخَ وَالوْلَى كی طرف (قَالُوا) اعراف والے کہیں گے (رَبِّيَا) اے ہمارے رب (لَا تَجْعَلْنَا مِمَّا قَوْمُ الظَّالِمِينَ) نہ کرنا ہمیں ظالم قوم کے ساتھ۔ اس سے پہلے موننوں اور کافروں کے انجام کا ذکر تھا کہ کافر مشرک دوزخ میں ہوں گے اور ان کے اوپر نیچے آگ ہوگی اور مومن جنت والے ہیں اور بیش جنت میں رہیں گے۔ جنت کا محل قدر ایسا ہو گا جیسے بالاخانہ ہوتا ہے کہ اوپر والی منزل والے نیچے والوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ جنم نیچے ہوگی جتنی جہنیوں کو چلتے پھرتے، آگ میں جلتے، چینیں مارتے ویکھیں گے عجیب منظر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ اور جنت کے عیش و آرام میں ہوں گے جنت میں شہریں جاری ہوں گی حور و علماں ہوں گے جو چاہیں گے رب ان کو فوراً دے گا بس ارادہ کرنے کی ضرورت ہوگی۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک بہت اونچا درخت ہوگا اس کی چوٹی پر کے ہوئے پھل ہوں گے۔ یہ پھل کھانے کا ارادہ کرے گا ادھر (شَطُوفُهَا دَانِيَةٌ) وہ ہمی خود بخوبی کر سامنے آجائے گی اس کو اور چڑھ کر اٹارنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ پرندہ اُڑ رہا ہو گا یہ اس کو کھانے کا خیال کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ذرع ہو کر روست شدہ (بھٹنا ہوا) اس کے سامنے پلیٹ میں رکھا ہو گا۔ رب تعالیٰ کی قدرت بہت وسیع ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (وَنَادَهُمْ أَصْحَابُ الْجَمَّةِ) اور پکاریں گے جنت والے (أَصْحَابُ الْأَثَارِ) دوزخ والوں کو (أَنْ تَدْوِيَ جَنَّاتُهُمْ وَأَعْدَدَنَا لَهُمَا حَطَّالًا) کہ بے شک ہم نے پالیا ہے اس چیز کو جس کا وعدہ کیا تھا ہمارے ساتھ ہے رب نے بالکل حق (فَهُمْ لَوْلَ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدْتُمْ بِلَمْ حَطَّالًا) پس کیا تم نے پالیا ہے اس چیز کو جس کا تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا حق۔ کہ تمہیں دوزخ میں سزا ہوگی سانپ ڈسیں گے، بچھوڑیں گے اور خاردار جھاڑیاں تمہاری خوراک ہوگی، گرم پانی تمہارے سروں پر ڈالا جائے گا تمہارے چڑھے اُڑ کر نیچے گر جائیں گے اور جو اندر جائے گا اس تریاں کاٹ کر پا خانے کے راستے نکال دے گا۔ اس کو تم نے حق پایا ہے یا نہیں؟ (قَالُوا إِنَّمَا) دوزخی کہیں گے ہاں سچ پایا ہے۔ اقرار کے سوا کیا چارہ، ہوگا (فَإِذْنُ مُؤْمِنٍ) پس اعلان کرے گا ایک اعلان کرنے والا، وہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ، ہوگا (بِيَتِهِمْ) جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان۔ ان کو بھی سنائے گا اور ان کو بھی سنائے گا اور اس کی آواز ایسی ہوگی یَسْمِعُ مَنْ يَعْدُ كَمَا يَسْمَعُ مَنْ قَرُبَ دُورَ الْأَيْمَنِ یعنی سے گا جیسے قریب والا سے گا۔ وہ فرشتہ کہے گا (أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ) کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ظالموں پر جھنوں نے شرک کیا کیوں کہ (إِنَّ

الشَّرُك ظُلْمٌ عَظِيمٌ) بے شک شرک بڑا ظُلْمٌ ہے۔ اور شرک سے نیچے ظلم کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ظُلْم کرنے والوں پر رب تعالیٰ کی لعنت ہو۔

ظالم کون ہیں؟ ﴿الَّذِينَ يَصْنُدُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ تو لا بھی اور فعلًا بھی روکتے ہیں۔ بعض افعال ایسے ہیں آدمی کرتا ہے تو اس کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں زبان سے چاہئے نہ کہئے۔ اس لیے مسئلہ یہ ہے کہ سنتیں اور نقلیں گھر میں پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔ اس لیے کہ جب بڑے گھر میں پڑھیں گے تو چھوٹوں کا ذہن بنے گا۔ پچھے دیکھیں گے کہ ابو کیا کر رہا ہے، دادا کیا کر رہا ہے، ہم نے بھی اسی طرح کرنا ہے۔ یہ وضو گھر میں کریں ان کی طرف دیکھ کر پچھے بھی وضو کا طریقہ سیکھیں گے اور اسی لئے حکم یہ ہے کہ حتی الوضع بڑی عمر کی عورتیں سر سے دوپٹانہ اتار دیں کہ ان کی طرف دیکھ کر چھوٹی پچیاس بھی سر سے کپڑا اتار دیں گی کہ دادی اماں نے اتارا ہوا ہے، نانی اماں نے اتارا ہوا ہے اور عملی سبق کا اثر زیادہ ہوتا ہے پہ نسبت زبانی سبق کے

تو یہ قولِ بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور نعلانِ بھی کرایے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ حق سے رکتے ہیں۔ **﴿فَلَا يَبْغُونَهَا عَوْجَاهًا﴾** اور تلاش کرتے ہیں اس میں کمی۔ کمی کا مطلب یہ ہے کہ نام اسلام کا لیں اور مرثی اپنی کریں۔ اس وقت ہمارے لیڈر یہیں کچھ کر رہے ہیں۔ شریعت بہت بڑی شے ہے کون مسلمان ہے جو شریعت کو نہیں مانتا مگر اس کا نفاذ اور اس پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے۔ دیکھ لینا یہ شریعت بل بالکل منظور نہیں ہو گا ان کی موجودگی میں۔ ہاں! اللہ تعالیٰ طالبان کی طرح کوئی آدمی لے آئے تو بات بنے گی کہ جو خود بھی عمل کرے اور دوسروں سے بھی عمل کروائے اور جھسوں نے خود کچھ نہیں کرنا وہ دوسروں پر شریعت کیسے نافذ کریں گے اور وہ اسلام ہے بھی نہیں ان کی مرثی ہے **﴿وَقُمْ بِإِذْخَرَةٍ لِّكُفَّارُونَ﴾** اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جوز بانی اور کھلے طور پر منکر ہیں کہ اسلام کو مانتے ہی نہیں اور بعض عملی طور پر منکر ہیں یعنی زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں، قیامت کو مانتے ہیں مگر نہ کلمہ کے مطابق عمل کرنے کے لیے تیار ہیں اور نہ قیامت کی تیاری کرتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک آدمی سکول میں داخل ہو جاتا ہے مگر پڑھتا نہیں ہے سال مکمل ہونے پر اس نے کیا امتحان دینا ہے جس نے ایک دن بھی نہیں پڑھا تو ایک آدمی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے مگر اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ تو یہ عمل طور پر منکر ہے عمل کے بغیر کچھ نہیں ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی چہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ تاری ہے

جو لوگ عمل نہیں کرتے اور زبانی طور پر کہتے ہیں قبرحق ہے، ثواب و عذاب حق ہے صرف اپنے نفس کو دھوکا دیتے تھک۔ یہ برا ظلم ہے، زیادتی ہے اور حرام خوری ہے۔

**(ڈیتھیٹھا جھاپ)** اور ان دونوں کے درمیان ایک پرداہ ہو گا ہٹا کی ضمیر جنہی دوزخ کی طرف راجع ہے۔ جنت

دوزخ کے درمیان ایک بہت بڑا جزیرہ ہو گایا ایک بہت بڑا پلیٹ فارم ہو گا، سمجھانے کے لیے کہہ رہا ہوں، اس کا نام اعراف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَعَلَى الْأَعْرَافِ هُوَ جَاءُ﴾ اور اعراف پر کچھ مروہ ہوں گے

### اعراف کی وضاحت اور اہل اعراف

اعراف عَرَفَ يَعْرِفُ سے ہے۔ اس کا معنی ہے پہچانا۔ تو وہاں جو لوگ ہوں گے وہ جنتیوں کو بھی پہچانیں گے اور دوزخیوں کو بھی پہچانیں گے اس لیے اس کو اعراف کہتے ہیں۔

فرمایا ﴿يَعْرُفُونَ كُلًا بِسَيِّئَتِهِمْ﴾ جو پہچانیں گے ہر ایک کو ان کی نشانی کے ساتھ۔ جنتیوں کو ان کی نشانی سے اور دوزخیوں کو ان کی نشانی سے۔ جنتیوں کی نشانی ﴿يَوْمَ تَبَيَّنُ دُجُونُهُ﴾ کچھ چہرے روشن ہوں گے، عمدہ لباس پہنے ہوئے ہوں گے، بڑے صحت مند ہوں گے۔ اور کافر و کی نشانی ﴿وَكَسُودَ دُجُونُهُ﴾ اور کتنے چہرے سیاہ ہوں گے، بڑی شکلیں ہوں گی، زار و قطار و دمکیں گے اور جنخیں گے لیکن حاصل کچھ نہیں ہو گا۔

اعراف میں کون لوگ ہوں گے؟ ایک تفسیر اس کی وہ ہے جو حدیث میں آئی ہے مِنْ أَسْتَوْثُ حَسَنَاتُهُ وَسَيِّئَاتُهُ جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ ”کِنْ يَكُيَّاں بھی پہچاں بیں اور برائیاں بھی پہچاں بیں۔ تو یہ لوگ کچھ عرصہ اعراف میں رہیں گے۔ دوزخ میں تو نہ جائیں گے کیوں کہ برائیاں غالب نہیں ہیں اور جنت میں بھی اول دخول نصیب نہیں ہو گا کیوں کہ نیکیوں کا پلڑا بھاری نہیں ہے۔ اعراف میں کتنا عرصہ رہیں گے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اس کا علم ہمارے پاس نہیں ہے اور جنت میں نہ پہنچایا بھی ایک قسم کی اذیت ہی ہے۔ اس کی تفصیل اگلے رکوع میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ فترت کے زمانے کے لوگ ہوں گے ﴿عَلَى قَشْوَةِ قَنْ الْأَرْسَلِ﴾ فترت کا زمانہ وہ تھا کہ ایک نبی دنیا سے چلا گیا اور دوسرا بھی آیا نہیں تو یہ درمیان کا جو عرصہ ہے یہ فترت کا زمانہ کہلاتا ہے۔ پہلے نبی کی تعلیم صحیح نہ رہی اس لیے وہ لوگ اتنے مجرم نہیں جتنے پیغمبر کے تشریف لے آنے کے بعد کے لوگ مجرم ہوتے ہیں جو تسلیم نہ کریں۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنے کوئی چانپی پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن امت مرحومہ نے الحمد للہ! آج تک اپنے دین کی حفاظت کی ہے اور قیامت تک حفاظت ہوتی رہے گی۔

ایک حدیث میں آتا ہے عَلَمَاءُ أَمْقَى كَلَبَيَا وَيَنِي إِنْرَاءُ نِيلَ ” کہ میری امت کے علماء ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ یعنی جس طرح انہوں نے اپنے اپنے دور میں دین کی حفاظت کی اسی طرح یہ دین کی حفاظت کریں گے۔ حدیث کا یہ مطلب حضرت مجید الدلف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں بیان کیا ہے اور فرماتے ہیں اگرچہ حدیث ضعیف ہے مگر مفہوم صحیح ہے۔ اگرچہ اہل بدعت نے دین میں بڑی بڑی خرافات پیدا کی ہیں لیکن ہر جگہ میں آپ کو اصل دین ملے گا۔ الحمد للہ!

اس امت نے فرائض، واجبات، سنن، مسجدات اور جائز ناجائز کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی حفاظت کی ہے۔

تیسرا تفسیر یہ ہے کہ مومن جنات اعراف میں ہوں گے۔ لیکن جبھر کہتے ہیں کہ مومن جن بھی جنت میں جائیں گے۔ اور چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اعراف والے لوگ ہوں گے جو مقرض فوت ہوئے۔

قرضہ بھی بہت بڑی چیز ہے ایک سوئی بھی کسی کے ذمہ ہو تو وہ بھی بڑی بھاری ہے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ شیخ عبدالقدار جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”نحویۃ الطالبین“ میں واقعات نقل کرتے ہیں۔ ان واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ فرماتے ہیں ایک بہت بڑے بزرگ نیک، پرہیز گار آدمی کی وفات ہو گئی۔ وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا گزری۔ فرمایا مجھے مزاونہیں ہوئی لیکن جنت کے دروازے کے اندر داخلہ من nou ہے۔ مجھے کہتے ہیں کہ تو نے ہمارے سے سوئی مانگ کر لی تھی کپڑا میں کے لیے وہ تو نے واپس نہیں کی۔ جب تک وہ سوئی تیرے ورثاء و واپس نہیں دیں گے تو جنت میں نہیں جا سکتا۔

اندازہ لگاؤ کسی کے حق کا۔ سوئی کتنی بھاری ہے؟ اور یہاں تو لوگ دوسروں کی مشینیں، کار خانے، دکانیں اور مکان غائب کر جاتے ہیں اور کوئی پردازیں ہے۔ یاد رکھنا! حقوق العباد بہت سخت چیز ہے جب تک صاحب حق معاف نہیں کرے گا رب بھی معاف نہیں کرے گا چاہے حق باپ کا ہو، بھائی کا ہو، پچھے کا ہو، پھوپھی کا ہو، بہن کا یا کسی اور کا ہو حق کی معافی نہیں ہے۔ پانچویں تفسیر یہ ہے کہ اصحاب اعراف وہ ہیں جنہوں نے جہاد کیا اور عصاً لامبا یہاں اپنے ماں باپ کے نام فرمان ہیں۔ شہادت بھی بڑی چیز ہے مگر یاد رکھنا! ماں باپ کی فرمان برواری فرض عین ہے۔

### والدین کا حق

فتح الباری وغیرہ تمام کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے اور اس پر علماء اور محدثین کا اتفاق ہے کہ جہاد اگر فرض عین ہو تو پھر ماں باپ کی اجازت کے بغیر اس میں شریک ہو سکتا ہے۔ اور فرض عین اس وقت ہوتا ہے کہ جس وقت ملک پر بر اور استحملہ ہو جائے اور اگر دسرے علاقے میں جا کر لڑنا پڑے تو پھر ماں باپ کی اجازت کے بغیر جانا حرام ہے۔ ایسا آدمی اگر مر اتو شہید تو ہو گا لیکن فوراً جنت میں نہیں چاہ سکتا۔ کچھ عرصہ اس کو اعراف میں رہنا پڑے گا۔ بہت سارے نوجوان جذبات میں آکر ماں باپ کی کوئی قدر نہیں کرتے آنکھیں بند ہونے کے بعد پتا چلے گا کہ ماں باپ کا کیا حق ہے۔

آج کل ماں باپ کے سامنے بعض دفعہ اولاد ایسے بات کرتی ہے جیسے اپنے دشمن کے ساتھ کوئی بات کر رہا ہے۔ حالانکہ قرآن پاک کا حکم ہے کہ ان کے سامنے اُف بھی نہ کرو۔ رئیس القابعین حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے اولاد کو ایسے بات کرنی چاہیے جیسے سخت مزاج آقا کے سامنے غلام بات کرتا ہے۔ لیکن آج اولاد اچھل اچھل کر حملہ کرتی ہے تجربہ شاہد ہے۔

﴿وَنَادَهُ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو ﴿أَنْ سَلَّمَ عَلَيْكُم﴾ کہ بے شک ہماری طرف سے تم پر

سلام ہو ﴿لَئِنْ يَدْعُهُ أَرْوَاهُ اعْرَافَ وَالْأَبْيَانَ مِنْ دَاخِلِ جَنَّتٍ مِّنْ بَيْنِ أَنْجَانِنَّ﴾ اور وہ امید رکھتے ہوں گے کہ ہم ایک نہ ایک دن جنت میں داخل ہو جائیں گے ﴿وَإِذَا ضَرِكْتُ أَنْصَارًا فَمُّنْ هُوَ إِذَا قَاتَلُوا﴾ اور جب پھری جائیں گی ان کی نگاہیں، اعراfat والوں کی ﴿تَلَقَّاءَ أَصْحَابِ الْأَيَّارِ﴾ دوزخ والوں کی طرف اور وہ ان کو دیکھیں گے تو ﴿قَاتَلُوا﴾ کہیں گے ﴿رَبَّهَا﴾ اے ہمارے رب ﴿لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الظَّالِمِينَ﴾ نہ کہ ہمیں ظالم قوم کے ساتھ۔ یونکہ ہم تو درمیان میں ہیں۔ ادھر بھی جاسکتے ہیں اور ادھر بھی جاسکتے ہیں۔ لیکن اے ہمارے پروردگار! ہماری دعا ہے کہ ہمیں ظالموں کے ساتھ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں حقیقت بلادی ہے۔ رب تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

### سورة العنكبوت

﴿وَنَادَى أَصْحَابُ الْأَعْرَافَ بِرَجَالِهِ﴾ اور پکاریں گے اعراfat والے کچھ آدمیوں کو ﴿يَغْرِفُونَهُمْ﴾ جن کو وہ پہچانیں گے ﴿بِسِيمَهُمْ﴾ ان کی علامتوں سے ﴿قَاتَلُوا﴾ کہیں گے ﴿مَا أَغْلَى عَنْكُمْ جَمْعُهُمْ﴾ نہ کفایت کی تم کو تمہاری جماعت نے ﴿وَمَا كُلْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ اور جو کچھ تم تکبر کرتے تھے ﴿أَهُلَّاَءُ الْزَّيْنَ﴾ کیا یہ وہ لوگ ہیں ﴿أَقْسَمُتُمْ﴾ کتم قسمیں اٹھاتے تھے ﴿لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةِ﴾ کہ اللہ ان کو رحمت نہیں پہنچائے گا ﴿أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ (ان کو حکم ہو چکا ہے) داخل ہو جاؤ جنت میں ﴿لَا خُوفٌ عَلَيْكُمْ﴾ نہ خوف ہو گاتم پر ﴿وَلَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ﴾ اور نہ تم غمگین ہو گے ﴿وَنَادَى أَصْحَابُ الْأَيَّارِ أَصْحَبَ الْجَنَّةِ﴾ اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے ﴿أَنْ أَفِيَضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ﴾ کہ بہادر ہمارے اور کچھ پانی ﴿أَوْ مَسَارِدُ قَلْمُ اللَّهِ﴾ یا جو کچھ اللہ نے تمھیں روزی دی ہے ﴿قَاتَلُوا﴾ جنت والے کہیں گے ﴿إِنَّ اللَّهَ حَرَمَهُمَا عَلَى الْكُفَّارِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام کر دیا ہے کافروں پر ﴿الَّذِينَ أَتَخْدَلُوا دِيْنَهُمْ لَهُوَا﴾ جنہوں نے ٹھہرایا اپنے دین کو کھیل ﴿وَلَدُّهُمْ لَعِيَا﴾ اور تماشا ﴿وَغَرَّهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا﴾ اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے ﴿فَالَّذِينَ مُنْتَسِبُهُمْ﴾ پس آج ہم ان کو فراموش کر دیں گے ﴿كَمَاسُوا لِقَاءَ يَوْمَهُمْ هُنَّا﴾ جیسا کہ انہوں نے فراموش کیا اپنے اس دن کی ملاقات کو ﴿وَمَا كَانُوا بِإِيمَنِنَا يَجْحُدُونَ﴾ اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ﴿وَلَقَدْ جُنُبُهُمْ بِكُلِّ شَيْءٍ﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو کتاب دی ہے ﴿فَكَلَّهُ عَلَى عِلْمٍ﴾ جس کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے علم کے ساتھ ﴿فِهُدًى وَرَحْمَةً﴾ جو ہدایت ہے اور رحمت ﴿يَقُولُهُمْ يُؤْمِنُونَ﴾ اس قوم کے لیے جو ایمان لائے۔

جن کی نیکیوں کا پلا ہماری ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جن کی برا ہیوں کا پلا بھاری ہو گا وہ دوزخ میں چلے جائیں گے اور جن کی نیکیاں اور برا بیاں برابر ہوں گی وہ اعراfat کے مقام میں رہیں گے جو جنت

اور دوزخ کے درمیان بہت بڑا پلیٹ فارم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہاں کتنا عرصہ رہیں گے لیکن ایک وقت آئے گا کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ اہل توحید میں سے جو گھنہار عملی کمزوریوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے ایک وقت آئے گا کہ وہ دوزخ سے نکل کر جنت میں چلے جائیں گے۔ تو اعراف والے تو ان سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ آگے اعراف والوں کے مکالمے کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَنَادَىٰ أَصْحَابَ الْأَعْرَافِ بِرَجَا لَهُ﴾ اور پکاریں گے اعراف والے کچھ آدمیوں کو ﴿يَقْبَلُونَهُمْ بِرَبِّيهِمْ﴾ جن کو وہ پہچای نہیں گے ان کی علامتوں سے۔ جیسے ہم ایک دوسرے کی شکل و صورت دیکھ کر پہچانتے ہیں یہ تعارف فنون یعنی نہم قیمت والے دن بھی با قاعدہ تعارف ہو گا۔ اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے کیوں کہ ان کی شکلیں تو وہاں رات کی طرح سیاہ ہو چکی ہوں گی ﴿عَلَيْهَا غَمَرَتْ زَمَنٌ تَزَهَّدُهَا قَتْرَفَةٌ﴾ [سورہ عبس، پارہ: ۳۰] ”ان پر گرد پڑ رہی ہوگی اور سیاہی چڑھ رہی ہوگی۔“

﴿قَالُواٰ﴾ اعراف والے کہیں گے ﴿مَا أَغْلَى عَنْكُمْ جَمْعُهُمْ﴾ نہ کفایت کی تم کو تمہاری جماعت نے تم گھمنڈ کرتے تھے کہ ہم زیادہ ہیں ہماری جماعت طاقت ور ہے آج وہ جماعت کچھ کام نہ آئی ﴿وَمَا أَنْتُمْ بِسَلْطَنٍ يَوْمَ زَيْنَ﴾ اور جو کچھ تم تکبر کرتے تھے کہ ہمارے پاس مر بیعے ہیں، کار خانے ہیں، مال و دولت ہے، کر سیاہ ہیں، ہمارے نمائندے اتنے ہیں۔ آج کچھ بھی تمہارے کام نہ آیا ﴿أَهُمُّ لَاءَ الْذِينَ أَقْسَطُوا﴾ کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں تم قسمیں کھاتے تھے ﴿لَا يَأْلِمُهُمُ اللَّهُ يُؤْخِذُهُم﴾ کہ اللہ ان کو رحمت نہیں پہنچائے گا، رحمت سے نہیں نوازے گا، ان کو بھلانی کہاں ملے گی، ان کو بھی خوش نصیبی نہیں ملے گی کہ کافر دنیا میں ان کی غربت دیکھتے، پھرے پرانے کپڑے ہوتے، رہنے کے لیے مکان نہیں، بھوک کی وجہ سے چیزے مرجھائے ہوئے ہیں تو کہتے کہ رب نے ان کو یہاں نہیں دیا وہاں کیا دے گا؟ اور ہم یہاں بھی مزے کر رہے ہیں کہ مال، اولاد، عزت وغیرہ ہمیں حاصل ہے اور آگے بھی ہمارے مزے ہوں گے۔

تو اعراف والے جنتیوں کی طرف اشارہ کر کے دوزخیوں کو کہیں گے اے کافرو! جن کے بارے میں تم قسمیں اثرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو رحمت سے نہیں نوازے گا دیکھو! آج وہ کسے مزے کر رہے ہیں۔ ان کو تورب تعالیٰ نے فرمادیا ہے ﴿أَذْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ داخل ہو جو وہ جنت میں ﴿لَا خُوفٌ عَلَيْكُمْ﴾ نہ خوف ہو گا تم پر ﴿وَلَا أَنْتُمْ تَحْرُثُونَ﴾ اور نہ تم غلگین ہو گے۔ خوف کہتے ہیں آئندہ کسی چیز کے خدشے کو اور غم کہتے ہیں گزشتہ کسی شے پر افسوس کو۔ تو جنتیوں کو نہ تو کسی قسم کا خوف ہو گا کہ ہمیں جنت سے نکلا جائے گا یا کوئی بیماری لگے گی یا بھوک پیاس کا خطرہ یا اگری سردی کا ذر، قطعاً کسی شے کا خوف نہیں ہو گا اور نہ گزشتہ پر شم کہ ہم نے اعمال صحیح نہیں کیے۔ جیسا کہ دوزخی افسوس رہیں گے کاش! کہ دنیا میں ہم ایمان لاتے، اعمال انجھ کرتے۔ جنتیوں کو ایسا کوئی خم نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا شامل حال ہو گی ﴿وَسَلَمَ قُولًا فِنْ شَرِّتَ شَرِّ حِيمٍ﴾ [سورہ نیشن] اللہ تعالیٰ کی ذات مگر ای خود جنتیوں کو سلام کرے گی، جو ہم سلام کہیں گی خود جنتی ایک دوسرے کو سلام کہیں گے ﴿لَيَعْلَمُهُمْ يَوْمَ

بِلْفُوْنَةَ سَلَمٌ ﴿الْأَذَابِ: ۳۳﴾

﴿وَتَادِي أَضْحَبُ الْأَثَابِ﴾ اور پاکاریں گے دوزخ والے ﴿أَضْحَبُ الْجَهَنَّمَ﴾ جنت والوں کو ﴿أَنْ أَفِي ضَعْدَاءِ مِنْ الْمَاءِ﴾ کہ بہاد وہارے اور پر کچھ پانی۔ جب دیکھیں گے جنتیوں کو محمدؐ سے پانی، شربت، شراب طہور پیتے ہوئے تو کہیں گے ﴿أَوْ مَئَادَهُذْ قَلْمُ اللَّهِ﴾ یا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تھیں روزی دی ہے اس میں سے کچھ تھوڑی سی ہمیں بھی بیٹھیں دو۔ جنتیوں کی منتین کریں گے۔

### جنتیوں کا جواب

﴿قَاتُواهُمْ جِنْتَيْكُمْ گَمْ گَمْتُمْ حَزَمَهُمَا عَلَى الْكُفَّارِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام کرو یا ہے کافروں پر۔ پانی بھی اور روٹی بھی کافروں کے لیے حرام ہے۔ ہم دینے کے مجاز نہیں ہیں اور نہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ کسی سے کچھ مالگنا، خوراک مالگنا بڑی چیز ہوتی ہے۔ تو یہ دنیا کے بڑے بڑے مال دار اور مغزور جنتیوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے وہ کھرا کھرا جواب دیں گے کہ یہ پانی اور خوراک کافروں کے لیے حرام ہے۔ کافر کون ہیں؟ فرمایا ﴿هُوَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ كَهْنَوْا ذَهِبًا﴾ جنہوں نے کھہرا یا اپنے دین کو کھیل اور تماشا۔ اپنے دین سے کیا مراد ہے؟ تو یہ تفسیر بھی کی گئی کہ دین جس طرح ہمارے لیے ہے کافروں کے لیے بھی ہے، ہم نے قبول کر لیا اور انہوں نے اس کو کھیل تماشا بنایا اور اس کا مذاق اڑاتے۔

چھٹے پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ نماز کے ساتھ سخرہ کرتے تھے، اذان کا مذاق اڑاتے تھے اور نویں پارے میں آئے گا ﴿قَاتَ الْمَأْذَنَهُمْ عَذَّلَ الْبَيْتَ إِلَامَكَاهُؤَذْ تَضْبِيَةَ﴾ [الانفال: ۳۵] اور نہیں ہے ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس مگر میشیں بجاتا اور تالی بجاتا۔ یہ کعبۃ اللہ کے سامنے تو والی کرتے تھے جیسے آج کل کئی جاہل قسم کے لوگ تو والی کو عبادت کھجھتے ہیں۔ ابھی اشعار جوش ریت کے مطابق ہوں تو ان میں کوئی کلام نہیں ہے بشرطیکہ ساتھ باجاو غیرہ نہ ہو اور تو والی تو باجے کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتی۔ لہذا اس کا سنتا بھی گناہ ہے، کرنا بھی گناہ اور دیکھنا بھی گناہ ہے۔

انگریز کا دور تھا ۱۹۲۵ء کی بات ہے۔ گوجرانوالا میں ہندوؤں کا سینما ہوتا تھا۔ انہوں نے خبر شائع کرائی اور اشتہارات دیے کہ ہم حج فلم دکھائیں گے۔ تمام طبقوں کے علماء اکٹھے ہوئے اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حج ہماری عبادت ہے اس کو کھیل کے طور پر پیش کرنا یہ ہمارے دین سے مذاق ہے۔ چنانچہ اس کے خلاف جلوں نکالا گیا اور میں خود اس جلوں میں شریک تھا۔ انگریز سمجھ گیا کہ اس سے ان کے جذبات مجرد ہوئے ہیں اس نے حج فلم پر پابندی لگادی۔ انگریز دفعہ ہو گیا اور ہماری اپنی حکومت آئی تو انہوں نے خانہ خدا فلم چلا دی۔

شیخوپورہ میں جلسہ تھامولا نامہ علی جانداری طبیعتیہ کی تقریر تھی اور میری صدارت تھی۔ ایک پرچی آئی کہ انگریز کے دور میں حج فلم چلتی تھی تو ہمارے علماء اس کے خلاف احتجاج کرتے تھے اور اب ”خانہ خدا“ نام سے فلم چل رہی ہے تو تم خاموش ہو

تمہاری خاموشی کس معنی میں ہے؟ پر بھی موئے موئے حروف سے لکھی ہوئی تھی میں اُسے پڑھ رہا تھا کہ مولانا کی نظر اس پر پڑھنی۔ انہوں نے وہ پر بھی مجھ سے لے لی اور فرمایا کہ میں خود اس کا جواب دوں گا۔ مولانا نے جواب دیا اور فرمایا کہ دیکھو مجھی! اگر یہ کے دور میں بھی ہم احتجاج کرتے تھے اور آج بھی ہم سختی سے تردید کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے قوت ہمارے پاس نہیں ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ ایک ماں گلی ہوتی ہے اور ایک سوتیلی ہوتی ہے۔ سوتیلی ماں بچے کو مارتے ہوئے جھگٹی ہے کہ لوگ کہیں کے کہ سوتیلی ہے اس لیے مار رہی ہے اور سگلی ماں مارتے ہوئے جھگٹی نہیں ہے کیوں کہ اس کا سگا بیٹا ہے۔ پہلے ہماری سوتیلی بے بے تھی حکومت برطانیہ، وہ ذریتی تھی اور اب ہماری سگلی بے بے ہے حکومت پاکستان، یہ جو چاہے کرے ذریتی نہیں ہے۔ اب جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے سگلی بے بے کا معاملہ ہو رہا ہے۔

سگلی بے بے جو کچھ ہمارے ساتھ کر رہی ہے ایسی خرافات کبھی نہیں ہوئی تھیں۔ فناشی کا بازار گرم ہے۔ کوئی اخبار فرش تصاویر سے خالی نہیں ہے، کوئی رسالہ خالی نہیں ہے۔ انسان حیران ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے؟ اللہ تعالیٰ جزاۓ خیر عطا فرمائے طالبان کو ان کے کسی اخبار میں کسی جاندار کی تصویر نہیں ہوتی۔ کاش! کہ ہمارے ملک میں بھی وہی سچا اسلام آجائے جس کو طالبان نے اپنے ملک میں نافذ کیا ہے۔ تمام خرابیاں ختم ہو جائیں گی اور اسن قائم ہو جائے گا اور سب صحیح معنی میں مسلمان ہو جائیں گے۔

﴿وَغَرَّتْهُمُ الْعَيْوَةُ الدُّنْيَا﴾ اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے۔ دنیا کی زندگی پر مفتون ہوئے ﴿فَالْيَوْمَ شَرِكُمْ﴾ آج ہم ان کو فراموش کر دیں گی ﴿كَمَا نَسْوَاقَكُمْ هُنَّا يَوْمُ هُنَّا﴾ جیسا کہ انہوں نے فراموش کیا اپنے آج کے دن کی ملاقات کو۔ نیاں کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف مجازی ہے ورنہ ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [مریم: ۲۳] اور تمہارا رب بھولتا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے منکرین کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے گا جو کسی فراموش شدہ آدمی کے ساتھ کیا جاتا ہے یا یوں سمجھ لو کہ انہوں نے آخرت کی تیاری کو چھوڑ دیا آج ہم ان کو چھوڑ دیں گے اور رحمت سے الگ کر دیں گے ﴿وَمَا كَانُوا إِلَيْنَا يَنْجِحُونَ ذُنُونَ﴾ اور جیسے وہ ہماری آئیتوں کا انکار کرتے تھے اور آخرت کی تیری چھوڑ دی اور اگر وہ کہیں کہ ہم بے خبر تھے تو غلط ہے کیوں کہ ﴿وَلَقَدْ چَنَّفُمْ بِرَكْشَ﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے ان کو کتاب دی ہے، قرآن کریم۔ ﴿فَصَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِنْدِهِ﴾ جس کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے علم کے ساتھ۔ تر آن کریم میں اصول، قانون، کلیات بیان ہوئے ہیں ﴿هُدًى﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی نزی ہدایت ہے۔ اس کو پڑھنا ثواب، ہاتھ لگانا ثواب، دیکھنا ثواب، اس پر عمل کرنا ثواب ﴿وَرَحْمَةً﴾ اور نری رحمت ہے۔

یاد رکھنا! یہ قرآن صرف مولویوں، قاریوں اور حافظوں کے لیے نہیں ہے، صرف مردوں کے لیے نہیں ہے، بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ مولوی ہوں غیر مولوی ہوں، مرد ہوں یا عورتیں ہوں، پڑھے ہوں یا ان پڑھوں قیامت والے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے میں نے ایک کتاب تمہاری طرف نازل کی تھی تم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے ہاں استفادہ کر کریں گے ﴿إِنَّ قَوْمَيِ الْأَخْلَلِ وَاهْدَى الْقُرْآنَ مَهْمُوزًا﴾ [الفرقان: ۱۹] ”بے شک میری قوم نے

اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ کتاب باعثِ رحمت ہے (لَقَوْمٌ نَّذَا وَنَوْنَ) اس قوم کے لیے جو ایمان لائے اور جس نے نہیں مانا اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿فَلْ يَتَظَرُّونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ﴾ وہ نہیں انتظار کرتے مگر اس کی حقیقت کے ظاہر ہونے کا (يَوْمٌ يَاتِي تَأْوِيلُهُ) جس دن سامنے آئے گی اس کی حقیقت (يَقُولُ الْزَّيْنُ) کہیں گے وہ لوگ (نَسْوَةٌ مِّنْ قَبْلٍ) جنہوں نے بھلا دیا اس قرآن کو اس سے پہلے (قَدْ جَاءَتْ رُشْلٌ تَرْتِيلًا لِّلْحَقِّ) تحقیق آئے ہمارے رب کے رسولِ حق کے ساتھ (فَهُنَّ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ) پس کیا ہمارے لیے کوئی سفارشی ہیں (فَيَشْفَعُوا لَنَا) جو سفارش کریں ہمارے لیے (أَوْئُرُدُ) یا ہم لوٹادیے جائیں (فَعَصَلُ) پس عمل کریں ہم (غَيْرُ الظَّنِّ) نو اس کے (كُنَّا عَنْهُ) جو ہم عمل کرتے تھے (قَدْ خَيَّرْتُمُوا لِلْفَسْدِمْ) تحقیق انہوں نے گھائے میں ڈالا اپنے نقوش کو (وَمَلَّ عَنْهُمْ) اور گم ہو گئیں ان سے وہ باتیں (مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ) جن کا وہ افتراض ابند ہتھے تھے (إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ) بے شک تمہارا پروردگار اللہ ہے (الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ) جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو (قَنْتَسْتُو أَيَّاً مِّنْ) چھ دنوں میں (كُمْ أَسْتَوِي عَلَى الْعَرْشِ) پھر مستوی ہو اعترش پر (يَعْشُ الْيَوْلَ الشَّهَادَةِ) وہ دھانپ دیتا ہے رات کو دن پر (يَطَلِبُهُ حَيْثِيْنَا) طلب کرتا ہے وہ اس کو تیزی سے (وَالشَّمَسَ وَالقَمَرُ وَالنُّجُومُ) اور سورج اور چاند اور ستارے (فَسَخَّرَتِيْ بِيَأْمِرِهِ) جو اس کے حکم کے تابع ہیں (أَلَّا لَهُ الْحُكْمُ وَالْأَمْرُ) خبردار اسی کی ہے مخلوق اور اس کا ہے حکم (تَبَرَّكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَلَمِيْنَ) اللہ برکت والا ہے، تمام جہانوں کا پروردگار ہے (أَدْعُوكُمْ لِرَبِّكُمْ) پکارو اپنے رب کو (تَصَرَّعَا) عاجزی کرتے ہوئے (وَخُفْيَةً) اور آہستہ آہستہ (إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِيْنَ) بے شک وہ محبت نہیں کرتا تجاوز کرنے والوں سے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں سے اعلیٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج تک اپنی اصلیٰ حالت میں محفوظ ہے اور تیامت تک محفوظ رہے گی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے عقائد، عبادات، اور معاملات کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ اپنوں کے بھی اور غیروں کے بھی۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ آج تک دنیا میں اس کی نظر نہیں پائی جاتی۔ مسائل کو عقلیٰ اور نقليٰ دلائل سے سمجھایا ہے۔ اس سے ہم آیت میں ذکر تھا (وَتَقْدِيْنَهُمْ بِكِتَابٍ فَصَلَّيْتُ عَلَى عَلِيٍّ) ”اور البتہ تحقیقین ہم نے ان کو کتاب وی جس کو ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا علم کے ساتھ۔“ تو فرمایا جو لوگ اس کتاب پر ایمان نہیں لاتے وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ فرمایا (فَلْ يَتَظَرُّونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ) نہیں انتظار کرتے مگر اس کی حقیقت کے ظاہر ہونے کا (يَوْمٌ

یا لئی ناؤ نیلہ ہے جس دن سامنے آئے گی اس کی حقیقت۔ یعنی قرآن کریم نے جو کچھ بیان کیا ہے جب اس کی حقیقت سامنے آئے گی مرنے کے بعد، قیامت برپا ہونے کے بعد میدانِ محشر قائم ہو گا پھر مانیں گے۔

**﴿يَقُولُ الَّذِينَ﴾** کہیں گے وہ لوگ **﴿شُوْدَةٌ مِّنْ قَبْلٍ﴾** انہوں نے بھلا دیا اس قرآن کو اس سے پہلے اور اس کے احکامات کی طرف پیٹھ کی وہ کہیں گے **﴿قَدْ جَاءَتُكُمْ مُّرْسَلٌ مَّرْتَبَاتٍ بِالْحَقِيقَةِ﴾** تحقیق آئے ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ مگر ہم نے تسلیم نہیں کیا تھا **﴿فَهُنَّ لَئَمِّ شُفَعَاءَ﴾** پس کیا ہمارے لیے ہے کوئی سفارش **﴿فَيَشْتَغِلُوا نَأْنَاهُ﴾** جو سفارش کریں ہمارے لیے **﴿أَوْ نُرْدُدُ﴾** یا ہم لوٹا دیے جائیں دنیا کی طرف **﴿فَعَمِلُ عَيْنِ الْزَّنِي﴾** پھر عمل کریں ہم سو اس کے **﴿كُنَا سَقْلَ﴾** جو ہم عمل کرتے تھے۔ کفری، شرکی، رب تعالیٰ کی نافرمانی کہ اگر ہمیں دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تو اب ہم وہ کام نہیں کریں گے۔ مگر اب اس جہان سے اس جہان کی طرف جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں **﴿قَدْ حَيَّنَا وَأَنْفَسَهُمْ﴾** تحقیق انہوں نے گھانے میں ڈالا اپنے نفسوں کو **﴿وَقُلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾** اور گم ہو گئیں ان سے وہ باتیں جن کا وہ افتراباند ہتھے تھے اور کہتے تھے **﴿هُوَ لَآءُ شُفَعَاءَ وَنَأْنَاهُ شَوَّهُ﴾** [یونس: ۱۸]، [پارہ: ۱۱] یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔ ”ہم ان کی پوجا اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں رب کے قریب کر دیں **﴿كَمَا تَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقْرَبُوا نَأْنَاهُ إِشْوَرُنَّ﴾** [ازمر: ۳، پ: ۲۳] ”ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنادیں گے۔ وہاں نہ کوئی سفارش کرنے والا ہو گا اور نہ ہی کوئی رب کے قریب کرنے والا ہو گا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں **﴿هُوَ أَنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ﴾** بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ رب کا معنی ہے پالنے والا، یہ لفظ تربیت سے ہے۔ اور مخلوق کی تربیت کے لیے جتنی چیزوں کی ضرورت ہے وہ تمام رب کے مفہوم میں داخل ہیں کہ خوراک کی ضرورت ہے، پانی کی ضرورت ہے، ہوا کی ضرورت ہے، ان سب چیزوں کا خالق رب تعالیٰ ہے۔ اور ان چیزوں کے پیدا کرنے کے جتنے ذرائع اور اسباب ہیں مثلاً: زمین، پائی ہوا، چاند، سورج، ستارے، سب رب تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔ اگر کوئی شخص رب کا مفہوم ہی سمجھ لے تو ان شاء اللہ کبھی شرک میں بیٹلا نہیں ہو گا۔ اور اللہ، اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور ننانوے صفاتی نام مشہور ہیں۔ ویسے پانچ ہزار (۵۰۰۰) صفاتی نام اللہ تعالیٰ کے صحیفوں اور کتابوں میں اور پیغمبروں کی وحی میں آئے ہیں۔ ان تمام ناموں میں رب کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی ذات کو زیادہ واضح کرتا ہے اور ذاتی نام لفظ اللہ ہے۔ جیسے: کسی شخص کا نام عبد اللہ ہو اور وہ حافظ، قاری، مولوی، حاجی، مشی، اور پہلوان بھی ہو تو عبد اللہ کے علاوہ سارے اس کے صفاتی نام ہیں۔

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے رشتہ میں رکاوٹ ہوتا وہ آدمی یہ تین لفظیاں حیسہ، یا کریم، یا لطیف پڑھے تو اللہ تعالیٰ رشتے کی رکاوٹ کو دور فرمادیں گے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان تینوں ناموں کے عذر اور اپنے اور اپنی والدہ کے نام کے عذر کا کل کر جمع کر لیں اتنی تعداد کے مطابق اکتا لیں دن پڑھیں ان شاء اللہ تیجہ ظاہر ہو جائے گا۔

اور رزق کی شکنی کے لیے یار حیسہ یا کریم یا رذاق کا وظیفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں اثر ہے **﴿وَالَّذِي خَلَقَ﴾**

السَّوْاْتِ وَالآتَّهُصِّ) ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو (فِي سَلَةٍ أَيَّامٍ) چھڈنوں میں۔ یہ دن تو اس وقت نہیں تھے لہذا استادقت مراد ہے کہ چھڈنوں کے وقت میں پیدا کیا۔ پیدا تو وہ ایک لمحے میں کر سکتا تھا مگر یہ اس کی حکمت تھی۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام (بِسْمِ اللہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِیْمِ) فرماتے ہیں کہ چھڈنوں میں پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے خلوق کو سمجھانا مقصود ہے کہ کام دعائیں بلکہ تدریس ہے، آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے اس نے بھی چھڈنوں میں پیدا کیا ہے۔

(۶۳) اسْتَوْی عَلَى الْعَرْشِ) پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔ مستوی کا ایک معنی توجیازی ہے کہ پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی شاہی ہے۔ عرش پر بیٹھنا صاحب اقتدار ہونے کی علامت ہے۔ اور اسْتَوْی کا تحقیقی معنی بیٹھنا بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ کس طرح قائم اور بیٹھا ہے؟ ہم کسی سے اس کو تشبیہ نہیں دے سکتے۔ مثلاً: میں گذی پر بیٹھا ہوں اور آپ قالینوں پر بیٹھے ہیں، کوئی کری پر بیٹھ جاتا ہے، کوئی پنگ پر اور کوئی چٹائی پر، کوئی زمین پر۔ یہ بیٹھنا تو ہم دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ ہاں ایکہیں گے کہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہے، جو بیٹھنا اس کی شان کے لائق ہے اس طرح بیٹھا ہے۔ اس سے آگے ہمیں اس کی تشریع معلوم نہیں ہے اور کیفیت کا معلوم کرنا ضروری بھی نہیں ہے۔

ای آیت کی تشریع میں حافظ ابن کثیر (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) لکھتے ہیں کہ راستوی علی العرش کے متعلق امام مالک (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) سے پوچھا گیا کہ حضرت ایہ بتائیں کہ امتد تعالیٰ عرش پر کس طرح قائم ہے۔ تو فرمایا الْإِيمَانُ بِهِ وَاجِبٌ "اس پر ایمان لانا واجب ہے وَالْكَيْفِيَّةُ بَجْهُهُ لَهُ" اور کیفیت اس کی بھول ہے۔ والشُّوَالُ عَنْهُ بِذِنْتَهُ اور اس کے بارے میں کچھ پوچھنا بادعت ہے۔" جس چیز کی حقیقت کا علم نہ ہواں کے پیچے پڑنا ہی بادعت ہے اور دلوں معنوں پر سیکھنے رکھتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی ماننا ہے کہ (۶۴) وَلَمْ يَعْلَمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ [المرید: ۲۷]، پارہ: ۲۷] وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔" اور اتنا قریب ہے کہ فرمایا (۶۵) وَلَمْ يَخْنُ أَقْدَبَ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَسْرِ يُبُرِّ [ق: ۲۶]، پارہ: ۲۶] اور ہم انسان کے زیادہ قریب ہیں شاہ رگ سے۔" شاہ رگ اور رگ جان اسے کہتے ہیں جو دل سے دماغ تک جاتی ہے۔ تو رب اس سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن جس طرح اس کی شان کے لائق ہے معینت اور قرب۔

(۶۶) يَعْلَمُ الَّذِينَ الْأَنْهَارَ) وہ ذہان پر دیتا ہے رات کو دن پر۔ دن کی روشنی ختم ہو جاتی ہے رات آجائی ہے (بِيَطْلَبِهِ) جھٹکا ہے طلب کرتا ہے وہ اس کو تیزی سے۔ یہ دن رات ایک دوسرے کے چھپے لگے ہوئے ہیں رات دن کو دوڑتے ہوئے طلب کرتی ہے اور دن رات کو دوڑتے ہوئے طلب کرتا ہے (۶۷) وَالشَّمْ وَالظَّهْرُ وَالظُّجُومُ) اور سورج، چاند اور ستارے (۶۸) مُسْلَكٌ لَّهٗ يَأْمُرُ) جو اس کے حکم کے تابع ہیں۔ رب تعالیٰ نے ان کی جو فقر اور راستے مقرر کیے ہیں، اس کے مطابق چل رہے ہیں۔ (۶۹) خَرَدَرَ (لَهُ الْأَعْلَى) اسی کی ہے خلوق (۷۰) وَالآمِرُ) اور اسی کا حکم خلوق پر نہ فذ ہو گا۔

انگریز کے دور میں ہم چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے انگریز جب کوئی نیا حکم جاری کرتا تھا تو منادی کرنے والا دھول کے ساتھ منادی کرتا اور کہتا مخلوق خدا کی اور حکم انگریز کا اور پھر حکم سناتا کرتے تھے اس کے لیے یہ حکم ہے۔ بھائی! جب مخلوق خدا کی ہے تو حکم

بھی خدا کا۔ لیکن آج حکم اپنے ہیں اسی لیے مسلمان قوموں پر خدا کا عذاب نازل ہوا ہے کہ مخلوق خدا کی اور حکم چاچے برطانیہ کا اور تائے امریکہ کا۔ سعودی عرب تک اس کا تسلط ہے اور جس ملک میں بھی جاؤ اس کا سکھ چلتا ہے۔ پاکستانی سکھ دکھاڑ نہیں لیں گے تو ڈال روڑ کر لیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مخلوق بھی اللہ تعالیٰ کی اور حکم بھی اللہ تعالیٰ کا ﴿تَبَرُّوكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ اللہ برکت والا ہے، تمام جہاںوں کا پروردگار ہے، پانے والا صرف وہی ہے۔

### وَكَرْبَلَدَ آوَازَ سَكَرَنَا چَاهِيَّةً يَا آهَتَهَهُ؟

﴿أَذْعُونَا رَبِّكُمْ تَقْرَئُ عَوْنَاحُ خُفْيَةً﴾ پکار داپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور آہتہ آہتہ۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ خیر کے سفر میں صحابہ کرام ﷺ میں سے بعض نے اوپنجی اوپنجی ذکر کرنا شروع کر دیا آنحضرت ﷺ میں نے فرمایا: إِذْ يَعْوَأُ عَالِيَّ أَنْفُسَكُمْ "ابنی جانوں پر رحم کرو لاتَّدْعُونَ أَنْفَمْ وَلَا غَائِبَاتِمْ بھرے اور غائب کو نہیں پکار رہے انکُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا بے شک تم اس ذات کو پکارتے ہو جو سنتے والی اور قریب ہے وَ هُوَ مَحْكُمٌ اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔" [بخاری، ج ۲۰۵، ص ۶۰۵]

اس حدیث کی شرح میں فتح المباری عمدۃ القاری وغیرہ میں ہے کہ صحابہ کرام ﷺ اور تابعین عظام ﷺ اور تابعین اوپنجی آواز میں ذکر کو کروہ سمجھتے تھے کہ درجے میں سوائے ان جگہوں کے کہ جہاں شریعت نے اجازت دی ہے۔ مثلاً: اذان ہے، محیر ہے، تلبیہ ہے لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ اور بڑی عید کے موقع پر عید گاہ جاتے ہوئے اللہ آکبڑا اللہ آکبڑا لَا إِلَهَ إِلَّا اللہ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پڑھنا یا جن نمازوں میں قرأت بلند آواز سے ہے وغیرہ اور جن جگہوں میں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم نہیں ہے وہاں آہتہ پڑھنا ہے۔ جیسے عید الفطر کے موقع پر عید گاہ جاتے ہوئے محیر آہتہ پڑھنی ہے۔ بلند آواز سے پڑھو گے تو بدعت کے مرکب ہو گے۔

خلاصہ یہ ہے جہاں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم ہے وہاں بلند آواز سے درنہ آہتہ آواز سے پڑھنا ہے اور چاروں امام، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ، امام احمد رضی اللہ عنہ متفق ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے۔ اور امام صاحب کی عبارت یہ ہے: إِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ بِدُعَةٍ مُخَالِفٌ لِأَمْرٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى أَذْعُونَا رَبِّكُمْ تَقْرَئُ عَوْنَاحُ خُفْيَةً" کر بے شک آواز کا بلند کرنا ذکر کے ساتھ اور دعا کے ساتھ بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس امر ﴿أَذْعُونَا رَبِّكُمْ تَقْرَئُ عَوْنَاحُ خُفْيَةً﴾ کے خلاف ہے۔" کبیری، البحار الرائق، فتح القدیر میں امام صاحب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ البتہ اگر آدمی بالکل تھاہی اور اس کے بلند آواز سے ذکر کرنے کی وجہ سے کسی کی خندید یا نمازو اور مطالعہ میں خلل نہیں پڑھتا اور کسی یہاں کو تکلیف نہیں ہوتی تو اوپنجی آواز سے پڑھنے کی اجازت ہے۔ مگر اتنی بلند آواز سے نہیں کہ لوگ ڈرجا کیں۔ باقی مجلس اور مسجد کے متعلق تغیر

ظہری میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ اگر ایک نمازی بھی نماز پڑھ رہا ہو تو بلند آواز سے قرآن کریم بھی پڑھنا جائز نہیں ہے۔ مگر آج تلوگوں نے مسجدوں کو اکھاڑا بنا یا ہوا ہے اور یہ جو کچھ کرتے ہیں سب بد عات ہیں اور بڑے علم کی بات ہے۔ ان کے امام احمد رضا خان بریلوی جن کا رتبہ یہ دوسراے اماموں سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں ان کے فتاویٰ رضویہ میں لکھا ہے کہ کسی نے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنا، ذکر کرنا اور درود شریف اونچی پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ تو وہ فقہی حوالے دے کر بتاتے ہیں کہ درست نہیں ہے۔ اور سوال کی دوسری شق یہ ہے کہ اگر کوئی نہ مانے تو پھر؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اگر نہیں مانتا تو قوت ہے تو ہاتھ سے روکو، نہیں ہے تو زبان سے منع کرو، نہیں ہے تو دل سے برا مانو۔ تو یہ لوگ ضد میں آکر اپنے امام کی بھی مخالفت کرتے ہیں اور ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ہاں تعلیم کے لیے درست ہے جیسے قادری سلطے میں کہ حضرت لاہوری روحانی کے پاس جب نئے نئے مرید آتے تھے تو جمعرات کے دن اوپنجی آواز سے ذکر کی تعلیم دیتے تھے مگر اتنی اوپنجی نہیں کہ کان کھا جائیں۔ ویسے ذکر یعنی تعلیم کے علاوہ آہستہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے: ﴿خَيْرُ الدِّينِ الْغَيْفُ﴾ ”بہترین ذکر آہستہ کرنے ہے۔“ اور یہ بھی حدیث ہے کہ آہستہ ذکر کرنا اوپنجی آواز میں ذکر کرنے سے ستر درجے زیادہ ہے۔ تو قرآن کریم کا بھی بھی حکم ہے اور حدیث کا بھی اور فقہی کا بھی اور تمام فقہاء کا مسلک بھی یہی ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا درست نہیں ہے۔ ذکر اس انداز سے کرنے کے اپنے کان نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ دیکھو! کتنے صاف لفظ ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنے والوں سے، شور چانے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔

### سورة حلقہ

﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾ اور نہ فساد پھیلاؤ زمین میں ﴿بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾ اس کی اصلاح کے بعد ﴿وَإِذْ عُوذُ بِخُوفًا وَكَطْعَمًا﴾ پکارو اللہ تعالیٰ کو ذرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے ﴿إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت ﴿قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ قریب ہے نیکی کرنے والوں کے ﴿وَهُوَ الْزَنِي﴾ اور وہ وہی ذات ہے ﴿يُؤْسِلُ الرِّيحَ﴾ جو چلاتا ہے ہواوں کو ﴿يُهْشِمُ الْبَيْنَ يَدَنِي رَحْبَتَهِ﴾ جو خوش خبری سناتی ہیں اس کی رحمت سے پہلے ﴿حَقَّى إِذَا أَقْلَتْ سَحَابًا ثِقَالًا﴾ یہاں تک کہ جب اٹھاتی ہیں وہ ہوا کیں بادلوں کو جو بھل ہوتے ہیں ﴿سُقْنَةً﴾ ہم اس کو چلاتے ہیں ﴿لِيَلْكُلُّ مَيْتَ﴾ مردہ شہر کی طرف ﴿فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ﴾ پس ہم اتارتے ہیں اس سے پانی ﴿فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الْفَمَرَاتِ﴾ پس ہم نکلتے ہیں اس پانی کے ذریعے ہر قسم کے پھلوں کو ﴿كَذَلِكَ تُخْرِجُمُ الْمَوْتَى﴾ اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو ﴿لَعْلَمْتُ شَدَّ كُرْدُونَ﴾ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿وَالْبَدْنَ

الظیب) اور پاکیزہ شہر (یَخْرُجُ مِنْ بَأْشَةً) نکلتا ہے اس کا سبزہ (پُرَادُنِ سَاتِهِ) اس کے رب کے حکم سے (وَالَّذِي خَبَثَ) اور وہ جو ردی ہوتا ہے (لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكَدًا) نہیں نکلتا مگر نکلا (كُلُّكُ اُصْرَفُ الْآيَتِ) اسی طرح ہم پھر پھر کر بیان کرتے ہیں آئیں (لَقَوْمٌ يَّكْرُدُونَ) اس قوم کے لیے جو شکر ادا کرتی ہے (لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا) البته تحقیق بیجا ہم نے نوح (عِبْرَةً) کو (إِلَى قَوْمِهِ) ان کی قوم کی طرف (فَقَالَ) پس کہا انہوں نے (لَقُورُمْ أَعْبُدُ دُولَةَ اللَّهِ) اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی (مَا لَكُمْ مِنْ إِلَّوْهٍ) نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود (عِبْرَةً) اس کے سوا (إِلَى أَخَافُ عَلَيْكُمْ) بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر (عَذَابٌ يَوْمٌ عَظِيمٌ) بڑے دن کے عذاب کا (قَالَ الْمَلَائِكَ مِنْ قَوْمِهِ) کہا اس کی قوم کے سرداروں نے (إِنَّا لَنَذِلُكَ) بے شک ہم دیکھتے ہیں تھے (فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ) کھلی گرا ہی میں۔

### ربط آیات

اس سے پچھلی آیت کریمہ ہے (إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْنَدِينَ) بے شک اللہ تعالیٰ تجواذ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ آگے فرمایا (وَلَا تُفْسِدُ فِي الْأَرْضِ) اور نے فساد پھیلاؤ رہنے میں (بَعْدَ اِصْلَاحِهَا) اس کی اصلاح کے بعد۔ معلوم ہوا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا اور بلند آواز سے دعا کرنا فساد کا ذریعہ ہے کہ پہلے فرمایا (أَدْعُوكُمْ تَقْرُبًا عَوْنَاقَةَ حَقِيقَةَ) اور پھر فرمایا (وَلَا تُفْسِدُ فِي الْأَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا) اس لیے کہ ذکر جھری سے جس کی نیزد میں خلل آئے گا وہ لڑے گا، کسی کے مطالعہ میں خلل آئے گا، کسی کی نماز میں خلل آئے گا، یہاں ہتواس کے آرام میں خلل آئے گا، اسی کا نام فساد ہے کہ دوسروں کو شک کرے۔ لوگوں نے چینے چلانے کو ثواب سمجھ رکھا ہے اور قرآن کریم اس کو فساد کہتا ہے۔ لہذا جہاں بلند آواز سے دعا وذ کرنے کی اجازت نہیں ہے وہاں ذکر بالمحشر اور دعا بلند آواز سے کرنا گناہ بھی ہے، مکروہ بھی ہے، حرام بھی ہے اور فساد بھی ہے (وَإِذْ عَزَّةُ الْخُوفُ قَوْلٌ طَعَمَ) اور پکارو اللہ تعالیٰ کو ذرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعا کو قول فرمائے گا (إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ كَوْنِيَّتُ قِنْ) (الْغَيْسِينَ) بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں کے۔

### رحمت خداوندی

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے۔ ان میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ ساری مخلوق پر تقسیم کیا جس میں انسان، جنات، حیوانات وغیرہ سب شامل ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے اسی رحمت کی وجہ سے انسان اپنے بچوں سے پیار کرتا ہے، حیوان اپنے بچوں سے پیار کرتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک جہاد کا سفر تھا جس میں کچھ عورتیں بھی شریک تھیں کچڑے دھونے اور روٹی پکانے کے لیے۔ ایک عورت کی گود میں بچھا اس نے ہانڈی

پکانے کے لیے پھر وہ کاچو لھابنا یا بکھلا مقام تھا اور ہوا بڑی تیز تھی آگ کے شعلے اور ادھر اور نکل رہے تھے۔ ایک طرف شعلہ آتا تو بچے کو لے کر دوسرا طرف ہو جاتی اس طرف شعلہ آتا تو تیسرا طرف ہو جاتی تیسرا طرف شعلہ آتا تو پچھی طرف ہو جاتی۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ میرا بچہ ہے میں اس کی ماں ہوں میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ اس کو آگ لگے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات میں اتنی شفقت اور رحمت نہیں ہو گئی جتنی ماں کو بینے سے ہے؟ آنحضرت ﷺ کے پاس پچھی اور کہنے لگی حضرت! مجھے ایک بات بتائیں۔ حضرت امیں نے چولھے پر ہندیا رکھی ہوئی تھی اور ہوا تیز تھی یہ میرا بچہ میری گود میں تھا جس طرف سے آگ کا شعلہ آتا میں اس کو لے کر دوسرا طرف ہو جاتی۔ چاروں طرف گھومتی رہی کہ میرے بچے کو آگ نہ لگے۔ حضرت اکیا اللہ تعالیٰ میں ایسی شفقت اور رحمت نہ ہو گی بندوں کے حق میں جتنی میرے دل میں اپنے بچے کے حق میں ہے۔

### ماں سے زیادہ بندوں سے پیار و محبت

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ ازْ خَمْ لِعْتَادِهِ وَمِنَ الْأُقْدِ بَوَّلِهَا "اللہ تعالیٰ زیادہ رحیم ہے اپنے بندوں پر اس سے جتنی ماں اپنے بچوں پر ہمہ ربان ہے۔" فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہی محروم ہو گا جو سرکش ہو گا اور جو مطلع اور فرمائیں بدار ہو گا اس کو رب کی رحمت ضرور ملتے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کسی کو نا امید نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَهُوَ أَلَّا يُؤْمِنُ سُلْطَانُكُمْ﴾ وہ وہی ذات ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو ﴿إِنَّمَا يَنْهَا هُنَّمُنَّ يَنْهَا هُنَّمُنَّ﴾ جو خوش خبری سناتی ہیں اس کی رحمت سے پہلے۔ رحمت سے مراد اس مقام پر بارش ہے۔ عموماً بارش سے پہلے اور بارش کے بعد ہوا میں چلتی ہیں کہ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ بارش ہو گی۔ محققہ موسیات والے جو بارش کے ہونے اور نہ ہونے کی پیش گوئی کرتے ہیں وہ ہواؤں کی نبی ہی سے اندازہ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنوری میں ہو گی، دسمبر میں ہو گی یا اس سال نہیں ہو گی۔ میں کہتا ہوں کہ ہواؤں کا چلانا اور ان میں نبی اور خلکی پیدا کرنا سب اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اس سال بارشیں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے گناہ گزشتہ سال کی نسبت زیادہ ہیں اور اگلے سال اور زیادہ ہو جائیں گے۔ جوں جوں تیامت کا وقت قریب آئے گا ظلم، زیادتی اور گناہوں میں اضافہ ہو گا۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں باقی سائنس دان جانیں اور ان کی سائنس جانے۔

﴿حَقِّي رَاذَآ أَقْلَثَ سَحَابَآ لِقَالَا﴾ یہاں تک کہ جب انھاتی ہیں وہ ہوائی بادوں کو جو بھل ہوتے ہیں اور بارش سے بھرے ہوتے ہیں ﴿مُسْقَنَةُ لِيَلْكُو مَهِيَّتَهُ﴾ ہم اس کو چلاتے ہیں مردہ شہر کی طرف۔ چہاں سے کوئی شے آگ نہیں سکتی ﴿فَأَلَّا نَدْنَا بِهَا لَآءَ﴾ پس ہم اتارتے ہیں اس سے پانی ﴿فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الْكَمَرَاتِ﴾ پس ہم نکالتے ہیں اس پانی کے ذریعے ہر قسم کے بچلوں کو۔ فصلیں پیدا ہوتی ہیں، بچل پیدا ہوتے ہیں انسانوں کے لیے، حیوانوں کے لیے اور دوسرا مخلوقات کے لیے۔ تو بارش کا بر سانا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہواؤں کا چلانا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

جیسے کے میں میں گندم کی گہائی کا موسم ہوتا ہے، ہوا بھی تیز چلتی ہیں۔ دو آدمی کھڑے تھے تیز ہوا چل تو ایک نے کہا دوسرا سے کہ تجھے معلوم ہے ہوا کیوں چلی ہے؟ دوسرا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی سہولت کے لیے چلائی ہے۔ پہلے نے کہا نہیں بلکہ بابا بھڑی شاہ رحمان اور بابا گاجر گولے والے کی آپس میں مخالفت ہے۔ بابا گاجر گولے والا جانش جلاتا ہے اور بابا بھڑی شاہ رحمان تیز ہوا چلا کر اس کے جانش کو بجا تا ہے، لاخوں و لا قوہا لَا يَأْلِمُ اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔ دوسرا بھجوہدار تھا اس نے کہا اچھا ہی! اگر یہ ان دونوں بزرگوں کا کھیل ہے تو ہمارا بھوسا کیوں اڑاتے ہیں آپس میں لگے رہیں۔

بھڑی شاہ رحمان مشہور جگہ ہے ہمارے ضلع میں۔ یہ نیک بزرگ تھے جو اپنی قبروں میں آرام فرماتا ہے جیسے ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ بعد واملے لوگوں نے خرافات گھڑی ہیں اور ان کی قبروں پر بدعتات شروع کی ہیں۔

تو یاد رکھتے! ہواؤں کا چلانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ﴿وَهُوَ أَنَّى يُؤْسِلُ التَّرِيَمَ﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہواؤں کو چلانا ہے، بارش برساتا ہے، مردہ شہر کو زندہ کرتا ہے۔ فرمایا ﴿كَذَلِكَ شُفُّعُ الْمُوْتَى﴾ اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو جس طرح زمین سے فصلیں اور پھل اگاتے ہیں۔ اسرافیل ﴿يَعْلَمُهُمْ﴾ بگل پھونکیں گے بس زمین سے مخلوق اگے کی ﴿لَعْلَكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ تاکہ تم نیخت حاصل کرو۔ بارش ہونے کے بعد ﴿وَالْبَلْدُ الظَّبِيبُ﴾ اور پاکیزہ شہر، اچھی زمین اچھا علاقہ ﴿يَخْرُجُ مِنْ تَبَاطُّهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ﴾ نکلتا ہے بزرہ اس کا، اس کے رب کے حکم سے۔ گندم بھی پیدا ہوتی ہے، مکنی، چاول اور دیگر بزریاں وغیرہ بھی ﴿وَالَّذِي حَبَّتُ﴾ اور وہ جو رہی ہوتا ہے۔ خبیث اور ناپاک علاقہ ہے ﴿لَا يَخْرُجُ مِنْ الْأَنْكَدَنَا، نَكَدَنَا﴾ کا معنی تھوڑا، قلیل اور نکما بھی آتا ہے۔ معنی ہوگا نہیں نکلتا مگر نکلا یعنی اسکی چیزیں پیدا ہوتی ہیں کہ لوگ ان کے نام بھی بڑے رکھتے ہیں مثلاً: پدپیڑے۔ اسی طرح سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی وجی روحانی بارش ہے یہ اچھے دلوں پر نازل ہوتی ہے تو اچھے خیالات، اچھے تصورات پیدا ہوتے ہیں اور اگر بڑے دلوں پر پہنچتے تو بڑے خیالات (پدپیڑے) پیدا ہوتے ہیں۔ ﴿كَذَلِكَ تُصَرِّفُ الْأَذِيَّتُ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ﴾ اسی طرح ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آتیں اس قوم کے لیے جو شکردا کرتی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے چند پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے ہیں جو شرک قوم کے دور میں آئے ہیں۔

### قوم نوح، شرک کی بانی

حضرت نوح ﷺ سے پہلے اور گناہ تو تھے مگر شرک نہیں تھا۔ پہلی قوم جس نے شرک کا ارتکاب کیا وہ نوح ﷺ کی قوم تھی۔ حضرت نوح ﷺ کا نام عبد الغفار بن زمیں بتاتے ہیں۔ چودہ سو سال کے قرب عمر پائی ہے۔ عرصہ دراز تک تبلیغ کی۔ قوم کی بُری عادات پر اتنے روئے کہ نوح لقب پڑ گیا اور اب اسی نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَقَدْ أَنْهَسْلَنَا نُؤْحًا إِلَى تَرْوِيمَهُ﴾ البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح ﷺ کو ان کی قوم کی طرف ﴿نَقَالَ﴾ پس کہا انہوں نے ﴿يَقُولُونَ أَعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٌ غَيْرُهُ﴾ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے

تمہارے لیے کوئی معموداں کے سوا۔ کوئی مسحور نہیں، کوئی حاجت روانہ نہیں اس کے سوا، کوئی مشکل کش نہیں، کوئی فرید رنس نہیں، کوئی دشمن نہیں اس کے سوا، کوئی دکھدیے والا نہیں، کوئی سکھدیے والا نہیں، کوئی بیمار کرنے والا نہیں، کوئی تندروست کرنے والا نہیں اس کے سوا، ان تمام کاموں کا اختیار اور قدرت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ مخلوق میں سے کسی کے پاس اختیار و قدرت ہوتی تو آنحضرت ﷺ کے پاس ہوتی مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ سے اعلان کر دیا۔ فرمایا ﴿فَلَمْ﴾ ”اے نبی کریم ﷺ! آپ ان لوگوں کو کہہ دیں ﴿لَا أَمْلِكُ لِتَقْيِيقِ إِلَهَاؤَ لَا هُنَّ مَا شَاءَ اللَّهُ هُنَّ﴾ [الاعراف: ۱۸۸] میں اپنی جان کے لیے بھی نفع، نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اور دوسرا جگہ ارشاد ہوتا ہے ﴿فَلَمْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ صَرْأَوْ لَا تَرْسُدُنَا﴾ [جن: ۲۱، پارہ: ۲۹] ”آپ کہہ دیں بے شک میں تمہارے لیے ضرر اور نفع کا الک نہیں ہوں۔“ اعلان کردیں تاکہ غلط کارلوگ فائدہ نہ اٹھائیں۔ جب آپ ﷺ کے قبضے میں نفع، نقصان نہیں، تھا اپنا اور ان لوگوں کا تو“ بدیگروں چ رسداً اور کون کس باعث کی مولیٰ ہے کہ اس کو یہ اختیارات حاصل ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی ذات نہیں ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعد از خدا بزرگ توئی قصہ منحصر۔ ”اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے مختصر قصہ یہی ہے۔“

اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے سبق دیا ہے ﴿وَإِن يَتَسْكُنَ الَّهُ بِصُرُورٍ فَلَا كَاشِفَ لَهُ الْأَهْرَارُ وَإِن يَتَسْكُنْ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى مُلْكِ كُلِّ دُنْيَا﴾ [الانعام: ۱۷] ”اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور اگر وہ تجھ کو نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔“ یعنی اے انسان اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے بغیر اس کا دور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تیرے اوپر رحمت نازل کرنا چاہے تجھے سکھ پہنچائے تو ساری دنیا مل کر بھی اس کو نہیں روک سکتی۔

تو حضرت نوح ﷺ نے فرمایا اے میری قوم! ا العبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی مشکل کشا، حاجت روانہ نہیں ہے ﴿إِنَّ أَخَافَ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا۔ کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی، میری اطاعت نہ کی تو تم پر عذاب نازل ہوگا ﴿قَالَ اللَّهُ أَمْنِي مَنْ قَوْمَهُ هُوَ﴾ کہا اس کی قوم کے سرداروں نے۔ ملأا کے لفظی معنی ہیں بھرا ہوا۔ جو مال سے بھرے ہوئے ہیں انہوں نے کہا۔ اور اس کا معنی جماعت کا کرتے ہیں کہ اس جماعت نے کہا، کیا کہا ﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ فِي صَلَالِ مُؤْمِنِينَ﴾ بے شک ہم دیکھتے ہیں تجھے کھلی گمراہی میں۔ کہ ساری قوم ایک طرف ہے اور تو اکیلا ایک طرف ہے اور کہتا ہے کہ میں سچا ہوں یہ تو کھلی گمراہی ہے۔ اور دوسرا جگہ ہے ﴿قَالُوا مَجْهُونُوْنَ وَأَذْدُجُوْنَ﴾ [آل عمران: ۹، پارہ: ۲۷] ”انہوں نے کہا پاگل ہے اور اس کو جڑک دیا گیا۔“ آگے مزید ان کے حالات آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

﴿قَالَ هُنَّا فِرْمَادُ نُوحٍ عَلَيْهِ الْحِكْمَةُ أَنَّكُمْ هُنَّا فِي قَوْمٍ لَّيْسَ بِهِمْ مِثْلُكُمْ﴾ نہیں ہے مجھ میں کمر اہی ﴿وَلَكُمْ نَبْشُرُ بِنَعْمَانِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ اور لیکن میں رسول ہیں نہیں قِنْ شَرِّطَ الْعَالَمِينَ اور لیکن میں رسول ہوں ہوں رب العالمین کی طرف سے ﴿أَبْلَغْتُمْ رِسْلَتِ رَبِّتِكُمْ﴾ میں پہنچتا ہوں تم تک اپنے رب کے پیغام ﴿وَأَنْصَحْتُكُمْ﴾ اور تم کو نصیحت کرتا ہوں ﴿وَأَعْلَمُ مِنْ أَنْتُمْ﴾ اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿مَا لَأَنْتُ عَلَيْهِنَّ بَعْلَمٌ﴾ وہ چیزیں جو تم نہیں جانتے ﴿أَوْ عَجَبَتُمْ﴾ کیا تم نے تعجب کیا ہے ﴿أَنْ جَاءَكُمْ ذُكْرٌ﴾ کہ آئی تمہارے پاس نصیحت ﴿قِنْ شَرِّطَكُمْ﴾ تمہارے رب کی طرف سے ﴿عَلَى رَاجِلٍ مِّنْكُمْ﴾ ایک مرد پر تم میں سے ﴿لَيْسَنَ رَاجِلٍ﴾ تاکہ وہ تمہیں ڈرابے ﴿وَلَيَشْقُوا﴾ اور تاکہ تم نے جاؤ ﴿وَلَعَلَّكُمْ تُرَحَّمُونَ﴾ اور تاکہ تم پر حرم کیا جائے ﴿فَلَمَّا دُبُوْهُ﴾ پس جھٹایا ان لوگوں نے اس کو ﴿فَأَنْجَيْنَاهُ﴾ پس ہم نے بجا لیا اس کو ﴿وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلُكِ﴾ اور ان کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ﴿وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ﴾ اور ہم نے غرق کر دیا ان لوگوں کو ﴿كَذَبُوا إِلَيْنَا﴾ جھنوں نے جھٹایا ہماری آیتوں کو ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا مَّا عِمِّنْ﴾ بے شک وہ اندھی قوم تھی ﴿وَإِنَّ عَادَ أَخَافِضُهُمْ هُوَ ذَا﴾ اور تو میں عاد کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی ہود ﴿عَلَيْهِ الْحِكْمَةُ﴾ کو ﴿قَالَ﴾ فرمایا انہوں نے ﴿يَقُولُ أَعْبُدُ رَبَّ الْهَمَّ﴾ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی ﴿مَا لَكُمْ قِنْ إِلَوْعَيْرَةُ﴾ نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معیوب اللہ تعالیٰ کے سوا ﴿أَفَلَا تَشْكُرُونَ﴾ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں ﴿قَالَ الْمَلَائِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ کہا اس جماعت نے جس نے کفر کیا ﴿مِنْ قُوَّمٍ﴾ اس کی قوم سے ﴿إِنَّ الظَّرِيقَ﴾ بے شک ہم تجھے دیکھتے ہیں ﴿فِي سَفَاهَةٍ﴾ حماقت میں ﴿وَإِنَّ الظَّلَّمَكَ وَمِنَ الْكُفَّارِ يَعْمَلُونَ﴾ اور بے شک ہم خیال کرتے ہیں تیرے بارے میں کہ تو جھوٹوں میں سے ہے ﴿قَالَ﴾ فرمایا ﴿يَقُولُ﴾ اے میری قوم ﴿لَيْسَ فِي سَفَاهَةٍ﴾ میرے اندر بے قوفی نہیں ہے ﴿وَلَكُمْ نَبْشُرُ بِنَعْمَانِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ اور لیکن میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے۔

### شرک کا آغاز کیسے ہوا؟

حضرت نوح ﴿ع﴾ کا ذکر چلا آرہا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ﴿ع﴾ کو ایک ہزار سال سے زیادہ عمر عطا فرمائی۔ اس عرصہ میں بڑی مخلوق پھیلی۔ ان میں اور عملی کمزوریاں تو تھیں قتل، ظلم، زیادتی، نافرمانی، مگر شرک نہیں۔ حضرت آدم ﴿ع﴾ کے بعد نوح ﴿ع﴾ تک مزید ایک ہزار سال تک کا زمانہ گزرا۔ اس زمانے میں بھی لوگوں میں شرک نہیں تھا۔ سب سے پہلے جس قوم کو شرک کی یہاری گئی وہ نوح ﴿ع﴾ کی قوم تھی اور واقعہ اس طرح چیز آیا کہ پانچ بزرگ تھے جن کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ نوح میں ہے۔ ۷۳، سوارع، یغوث، یعوق اور شر۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَنَّمَا صَالِحُونَ مِنْ تِجَالٍ قُوَّمٌ حَسْرَتْ نُوحَ بِلِلَّهِ كی قوم میں یہ پانچ تیک اور بزرگ تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ نے فتح الباری میں اور حضرت شاہ عبدالعزیز محمد دہلوی رضی اللہ عنہ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ وہ حضرت اور لیں مطیعہ کا لقب تھا اور حضرت اور لیں علیہ السلام کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں جَدُّ آپِ نُوْج "حضرت نوح علیہ السلام" کے باپ کے دادا تھے۔ "گویا حضرت نوح علیہ السلام کے پڑدا تھے اور باقی چاروں بزرگ حضرت اور لیں علیہ السلام کے بیٹے اور صحابی تھے۔

یہ بزرگ اپنے دور میں لوگوں کی اخلاقی تربیت کرتے تھے جس سے ان میں خداخونی اور طلال حرام کی تمیز ہوتی تھی۔ حضرت اور لیں علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور باقی بزرگ بھی اپنے اپنے دور میں گزر گئے۔ ان حضرات کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد لوگ پریشان ہو گئے۔ کیوں کہ ان کو روحانی غذا نہیں ملی اور جس طرح جسم کو غذا کی ضرورت ہے اسی طرح روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے۔ جو لوگ دین کو سمجھتے ہیں اور ان کا قرآن کریم اور حدیث شریف کے ساتھ ربط ہے اور قرآن و حدیث کا درس سنتے ہیں جس دن ان کا درس رہ جاتا ہے وہ یقیناً پریشان ہوتے ہیں اور ان کے دماغ پر بوجھ ہوتا ہے کیونکہ اس دن کی روحانی غذا نہیں ملی۔

چنانچہ ان بزرگوں کے نبوت ہو جانے کے بعد وہ لوگ ایک مسجد میں پریشان ہیٹھے تھے اور انسوں کر رہے تھے کہ اب ہم کیا کریں تو اتنے میں دیکھا کہ ایک بزرگ صفت آری چلا آ رہا ہے خوب صورت چبرہ اور عمدہ لباس ہے۔ اس نے آ کر سلام کیا اور بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ تم لوگ کس وجہ سے پریشان ہو؟ ان حضرات نے کہا کہ ہم اس لیے پریشان ہیں کہ ہمارے بزرگ تھے وہ ہماری اخلاقی تربیت کرتے تھے اور ہمیں روحانی غذا پہنچاتے تھے اب وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں ہمیں روحانی غذا نہیں ملتی اس لیے ہم پریشان ہیں۔ وہ کہنے لگا واقعی تمہارا صدمہ اتنا بھاری ہے کہ جتنا کہو کم ہے۔ اب اس کا علاج کیا ہے؟ وہ حضرات تو دنیا سے چلے گئے ہیں اور واپس آنا نہیں ہے۔ لہذا تم اس طرح کرو کہ ان کے مجسے بنا کر یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھ لو اور یوں سمجھو کہ وہ بزرگ ہمارے اندر موجود ہیں۔ چونکہ وہ پختہ ذہن کے لوگ تھے یہ تونہ کہہ سکا کہ ان کو سجدہ کرو، رکوع کرو، ان کو مشکل کشا اور حاجت روایہ سمجھو کر بنیاد اس نے ڈال دی۔ وہ اپنیں لعین تھا۔

ان لوگوں نے خیال کیا کہ چلو ہمارے بزرگوں کے مجسے ہمارے گھروں میں موجود ہوں گے تو اس سے ہمیں کچھ راحت اور سلی ہو گی ہم نے کون سی ان کی پوچھ کرنی ہے۔ جس طرح آج کل لوگوں نے گھروں میں عزیز و اقارب کے فنور کے ہوئے ہیں یادگار کے طور پر اپنے رکھے ہوئے ہیں مجبوڑی کے طور پر۔ کیوں کہ شاخی کارڈ بھی ضروری ہے، پاسپورٹ اور لائسنس بھی ضروری ہے۔ اور مسلمانوں میں کوئی بھی ان کی پوچھا کا قال نہیں ہے۔ اگرچہ یہ تصویریں ہیں ناجائز۔ اس کو جائز سمجھ کر نہ کرنا۔ اس کو یوں سمجھو کر ظالم قانون نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، ہے ناجائز۔

کیوں کہ جس چیز کو آنحضرت ﷺ نے ناجائز قرار دیا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو جائز قرار نہیں دے سکتی۔ حدیث

پاک میں آتا ہے کہ جو لوگ جان دار چیز کی تصویر بناتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ ان میں روحِ الْوَتُورُوْح کون ذالِّکَتَّا ہے؟ فرمایا: **أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُضَوِّرُونَ** "لوگوں میں سب سے زیادہ سزا قیامت والے دن تصویریں بنانے والوں کو ہوگی۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ چاہے تصویر کوئی ہاتھ سے بنائے یا کسی سے یا اور کسی طریقے سے، سب برابر ہے اور ایک ہی حکم میں ہے۔ لیکن چونکہ ناالم قانون ہے اور ہم مجبور ہیں جیسے نوٹ ہیں ان پر بابا جناح بیٹھا ہوا ہے۔ اب کیا کریں پھینک تو سکتے نہیں اور نماز بھی پڑھنی ہے۔ اگر تصویر سامنے ہو تو رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور اگر پوشیدہ ہو تو آتے ہیں ان کی ڈیوٹی ہے۔

بہر حال انہوں نے مجسموں کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ لوگ جب ختم ہو گئے اور نبی پودا آئی تو ان کو ابلیس لعین نے یہ سبق دیا کہ تمہارے بڑے تو ان کی عبادت کرتے تھے تو انہوں نے ان کی عبادت شروع کر دی اور اس طرح شرک کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ پانچ بزرگ تھے ایک اور میں ﴿إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَعَصَمَ بَرِّ عَلَقَمَ وَعَصَمَ عَلَقَمَ وَعَصَمَ عَلَقَمَ وَعَصَمَ عَلَقَمَ وَعَصَمَ عَلَقَمَ﴾ میں پانچ پیروں کی عبادت ہوتی ہے۔

حضرت نوح ﷺ نے تبلیغ شروع کی ﴿قَالَ رَبُّنَا يَوْمَ الْقُرْبَى فَرَمَى قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ﴾ نہیں ہے مجھ میں گمراہی ﴿وَلَكُنَّ رَّسُولُنَّ قَنْ شَرِّتُ الْعَلَمِينَ﴾ اور لیکن میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے ﴿أَبْلَغْتُمُ رِسَالَتِ رَبِّكُمْ﴾ میں پہنچاتا ہوں تم تک اپنے رب کے پیغام ﴿وَأَتَصْلِحُ لَكُمْ﴾ اور تم کو صحت کرتا ہوں، تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں ﴿وَأَعْلَمُ مِنَ النَّوْمَالَنَّعْلَمُونَ﴾ اور میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ چیزیں جو تم نہیں جانتے۔ حلال، حرام، جائز، ناجائز کے احکام و مسائل میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ رب تعالیٰ نے مجھے اسی لیے پیغمبر بنانا کر بھیجتا ہے کہ تمھیں بتاؤ کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے، یہ کرنا ہے اور وہ نہیں کرنا۔

اور عذاب کا ذکر نوح ﷺ پہلے کر چکے تھے ﴿إِنَّ أَهَافِ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمَ عَظِيمٍ﴾ بے شک میں خوف کھاتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا کہ میں تمھیں رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور تم نہیں مان رہے۔ مجھے علم ہے کہ نافرمانی کے بعد عذاب ضرور آئے گا ﴿أَذَّعَجِبْتُمْ﴾ کیا تم نے تعجب کیا ہے ﴿أَنْ جَاءَكُمْ فِي كُوْنِيَّتِنَّ﴾ کہ آئی تمہارے پاس صحت تمہارے رب کی طرف سے ﴿عَلَى رَاجِلِ مِنْكُمْ﴾ ایک مرد پر تم میں سے، اس پر تم تعجب کرتے ہو ﴿لَيَسْنَدَ رَبُّكُمْ﴾ تاکہ وہ تمھیں ذرا ہے ﴿وَلَيَسْقُوا﴾ اور تاکہ تم نجع جاؤ شرک سے، نافرمانی سے ﴿وَلَعَلَّكُمْ تُرَحَّمُونَ﴾ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہو۔

حضرت نوح ﷺ نے جب یہ کہا تو بارہویں پارے میں آتا ہے کہ ان کی قوم کے سرداروں نے کہا ﴿فَأَئِذْكُرْ إِلَاءَنَّهَا وَشَلَّنَاهَا﴾ [ہود: ۲۷] ہم تمھیں اپنے جیسا انسان خیال کرتے ہیں۔ بشر ہو کر آپ نبی کیسے بن گئے۔

حضرت نوح ﷺ کی قوم پہلی مشرک قوم تھی جنھوں نے کہا کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کھائے بھی، پئے بھی اور نبی

بھی ہو۔ نبی کی بشریت کا انکار اس وقت سے چلا آ رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر بشری ہوتا ہے اور اس بات کی قرآن میں تصریح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فرمایا ﴿فَلَئِنْ أَنْهَا أَنْهَى مُشْكِلَّمْ نُؤْتِهِ إِلَيْهِ﴾ ”میں تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے۔“ اسی طرح پندروں پارے میں مشکوں کے مطالبات کا ذکر ہے کہ انہوں نے یہ مطالبات کیے کہ تو ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دے یا اتنے لیے ایک باغ ہو کجھوڑوں اور انگوروں کا اس کے درمیان میں نہریں چلتی ہوں یا ہم پر آسمان کے نکڑے گردے یا اللہ تعالیٰ فرشتے ہمارے سامنے لائے یا تمہارے لیے سونے کا گھر ہو دیجیرہ۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیں ﴿سَمْعَانَ رَأَتِي﴾ میرا رب پاک ہے ﴿فَلَمَّا كُثُرَ الْأَبْشَرُوا مَسْوَلًا﴾ میں نہیں ہوں مگر بشر رسول اور تم نے جو مطالبات کیے ہیں یہ تو خدا کی کام ہیں۔ تو مشک قوموں نے ہر دور میں نبی کی بشریت کا انکار کیا ہے۔

فرمایا تم اس پر تعجب نہ کرو کہ ایک مرد پر رب تعالیٰ نے وحی نازل کی ہے ﴿لَقَدْ بُوَّهَ بَهُوٰ﴾ پس جھٹلایا ان لوگوں نے ان کو ﴿فَلَمَّا نَجَّيْتُهُ﴾ پس ہم نے بچالیا اس کو ﴿وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفَلَكِ﴾ اور ان کو جو اس کے ساتھ کشی میں سوار تھے۔ ان کی تعداد پوری سو بھی نہیں تھی۔ حالانکہ حضرت نوح ﷺ نے ساڑھے نو سال دن رات ایک کر کے تلخ کی ﴿أَغْلَاثُهُمْ وَأَشْرَافُهُمْ لَهُمْ إِسْرَارًا﴾ ”میں ان کو ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا۔“ مکان کی چھت پر چڑھ کر اور گھروں میں جا کر بھی سمجھایا ﴿لِيَقُولُوا إِعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ فِي الْوَعْدِ﴾ ”اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی الله اس کے سوا۔“ لیکن انہوں نے نہیں مانا ﴿وَأَغْرَقْتُ الَّذِينَ كَذَّبُوا إِلَيْتُهُ﴾ اور ہم نے غرق کر دیا ان لوگوں کو جھوٹوں نے جھٹلایا ہماری آئتوں کو غرق ہونے والوں میں حضرت نوح ﷺ کا بیٹا کعنان بھی نافرمان ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ندی سکا ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِنَّمَا عَيْنَهُمْ بِبَشَّكَ وَهُنَّ مُنْجَسِّمُونَ﴾۔ ظاہری آنکھیں تو تحسیں مگر دل کے اندر ہے تھے اور دل کا اندر ہا ہونا بہت برا ہے۔

اس کے بعد رب تعالیٰ نے دوسری قوم بھی، اس کا ذکر ہے۔ فرمایا ﴿وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُنُّوا﴾ اور قوم عاد کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی ہو دکو۔ یہ احضاف کے علاقے میں رہتے تھے اور احضاف کا علاقہ بحرین، عمان، حضرموت اور مغربی یمن کے درمیان کا علاقہ ہے۔ آج کل اس کا نام نجران ہے۔ اس علاقے میں حضرت ہود ﷺ نے ﴿لِيَقُولُوا إِعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ فِي الْوَعْدِ﴾ اے میری قوم اور ڈیل ڈول والی اور صحت مند قوم تھی۔ ﴿قَالَ﴾ فرمایا ہو دیا ﴿نَّهُمْ لَا يَنْتَهُونَ﴾ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سجدے کے لائق نہیں ہے، نذر و نیاز کے قابل کوئی نہیں ہے۔ اس کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشانیں ہے، فریادری، دشکری نہیں ہے۔ اس کے سوا سکھ پہنچانے والا کوئی نہیں ہے ﴿أَلَلَّا تَشْفَعُونَ﴾۔ کیا پس تم شرک سے بچتے نہیں، کفر سے بچتے نہیں۔

﴿قَالَ اللَّهُ أَلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمَهُ﴾ کہاں جماعت نے جس نے کفر کیا ﴿إِنَّ الْكُفَّارَ فِي سَفَاقَةٍ﴾ بے شک ہم جمیں دیکھتے ہیں جمادات میں کہ سارے لوگ ایک طرف ہیں اور تو ایک طرف ہے۔ ان کو جھوٹا کہیں یا تحسیں جھوٹا کہیں۔ ظاہر بات

ہے کہ ساری دنیا تو بے وقوف نہیں ہو سکتی لہذا تم اسکیلے ہی بے وقوف ہو۔ جس وقت برائی بڑھ جائے اور عام ہو جائے تو اس وقت بھی کچھ ہوتا ہے کہ اتنجھے لوگوں کو بے وقوف اور گمراہ کہا جاتا ہے۔ یہی حال ہے ہمارے زمانے کا کراکٹریت بے دین ہو گئی ہے اور غیروں سے کوئی گل نہیں ہے گل ان سے ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں کہ وہ دین کے خلاف، قرآن و سنت کے خلاف بکواس کرتے ہیں، بڑا افسوس ہے۔

اور انہوں نے پیغمبر کو یہ بھی کہا ﴿وَإِنَّا لَنَحْنُ نَعْلَمُ مِنَ الْكُفَّارِ لِمَنْ هُمْ﴾ اور بے شک ہم خیال کرتے ہیں تیرے بارے میں کہ تو جھوٹوں میں سے ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ کس طرح پیغمبر کے منہ پر کہتے تھے اور وہ برداشت کرتے تھے پیغمبروں کے بڑے حوصلے تھے۔ آج کسی کو بے وقوف کہہ کر دیکھو یا تم نہیں یاد نہیں۔ اگرچہ واقعہ وہ جھوٹا ہی ہو۔

آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے تھے ساجھ یہ جادوگر ہے گذاب بڑا جھوٹا ہے۔ نوح ﷺ کے منہ پر کہا گیا جنوں، پاگل ہے۔ ﴿كَذَابٌ أَشَدُّ﴾ ”بڑا جھوٹا ہے بڑا شراری ہے۔“ ﴿قَالَ﴾ حضرت ہود ﷺ نے کہا ﴿يَقُولُونَ﴾ اے میری قوم۔ انداز دیکھو! کہ قوم جھوٹا اور بے وقوف کہتی ہے اور پیغمبر کہتا ہے ”اے میری قوم“ اس سے زیادہ نرمی اور کیا ہو گی؟ ﴿لَيْسُ بِنِ سَفَاهَةٍ﴾ میرے اندر بے وقوف نہیں ہے ﴿وَلِكُلِّ نَاسٍ مَسْؤْلٌ فِيمَا رَأَتُ الْعَلَمَيْنَ﴾ اور لیکن میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے۔ اس کے احکام تمہارے نک پہنچاتا اور سمجھاتا ہوں اور تمھیں نصیحت کرتا ہوں مجھے بے وقوف کہنا غلط ہے۔

### ~~~~~

﴿أَيُّلَّا قُلْمَ بِرَسْلِتِ رَبِّنِي﴾ میں پہنچاتا ہوں تم تک اپنے رب کے پیغامات ﴿وَأَنَّا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمْنِي﴾ اور میں تمہارے لیے نصیحت کرنے والا میں ہوں ﴿أَوْ عَجِيبُنِي﴾ کیا تم نے تجھب کیا ﴿أَنْ جَاءَكُمْ ذُكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ اس بات پر کہ آئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ﴿عَلَى رَبِّكُلِّ قَنْتَمْ﴾ ایک مرد پر تم میں سے ﴿لَيْسُنَرَبَّكُمْ﴾ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے ﴿وَإِذْ كُرْدَأ﴾ اور یاد کرو ﴿إِذْ جَعَلْكُمْ حُلْقَاءَ﴾ جب تم کو خلیفہ بنایا یا زمین میں ﴿وَنُنْهَقُوكُرُنْوَج﴾ نوح ﷺ کی قوم کے بعد ﴿وَزَادَ كُمْ فِي الْخَلْقِ بَضْطَأ﴾ اور زیادہ کیا تم کو پیدائش میں پھیلاو کے لحاظ سے ﴿فَأَذْ كُرْدَأ﴾ پس یاد کرو ﴿الْأَءَ اللَّهُ﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ﴿لَعَلَكُمْ شَفَلُخُونَ﴾ تاکہ تم کامیابی حاصل کرو ﴿قَالُوا﴾ انہوں نے کہا ﴿أَجْتَهَنَّا﴾ کیا آیا ہے تو ہمارے پاس ﴿لَنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ﴾ تاکہ ہم عبادت کریں اسکیلے رب کی ﴿وَنَذَرَنَا كَانَ يَعْبُدُ أَهْبَأْنَا﴾ اور جھوٹیں ان کو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا ﴿فَأَتَنَا﴾ پس لا وقت ہمارے پاس ﴿لَنَا تَعْدُنَا﴾ جس چیز سے تم ہمیں ڈراتے ہو ﴿إِنْ لَنَتْ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ اگر تم سچوں میں سے ہو ﴿قَالَ﴾ کہا ہو دیکھا نے ﴿قَدْ وَقَعَ عَلَيْنَكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ تحقیق واقع ہو چکا تم

پر تمہارے رب کی طرف سے ﴿بِرْ جُنُّ وَعَصْبٌ﴾ عذاب اور غضب ﴿أَتُجَاوِلُونَنِ﴾ کیا تم بھگڑا کرتے ہو میرے ساتھ ﴿فِي أَشْيَاءِ عَسَيْتُمُوهَا﴾ ایسے ناموں کے بارے میں جو تم نے رکھے ہیں ﴿أَنْتُمْ وَإِنَّا ذَكْرٌ﴾ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے ﴿مَائِزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَنٍ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند نازل نہیں کی ﴿فَانْتَظِرُوا﴾ پس تم انتظار کرو ﴿إِنَّ مَعَكُمْ قِنْ وَالْمُسْتَظْرِفُونَ﴾ بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ﴿فَأَنْجِيلَةٌ﴾ پس ہم نے ان کو نجات دی ﴿وَالْأَنْزِلَنَ مَعَهُ﴾ اور ان کو جوان کے ساتھ تھے ﴿بِرَحْمَةِ قَنَّا﴾ اپنی طرف سے رحمت کرتے ہوئے ﴿وَقَطَعْنَا﴾ اور کاش دی ہم نے ﴿وَدَأْرَأَ الْأَنْزِلَنَ﴾ جو ان لوگوں کی ﴿كَذَبُوا إِيمَانَنَا﴾ جنہوں نے جھٹالا یا ہماری آیتوں کو ﴿وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ﴾ اور نہیں تھے وہ ایمان لانے والے۔

حضرت نوح ﷺ کے طفان کے بعد وہی لوگ بچے جوان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان میں تین حضرت نوح ﷺ کے بیٹے تھے اور کچھ دوسراے لوگ تھے کہ جن کی تعداد سو تک نہیں پہنچتی تھی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ کتنا زماں گزار کر ایک قوم پیدا ہوئی جس کا نام عاد تھا یہ احتکاف کے علاقے میں آباد تھے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود ﷺ کو مسیح فرمایا۔ حضرت ہود ﷺ نے ان کو وہی سبق دیا جو حضرت آدم ﷺ اور حضرت نوح ﷺ نے دیا تھا۔

﴿أَتَيْتُكُمْ بِرِسْلَتِنِي﴾ میں پہنچا تاہوں تم تک اپنے رب کے پیغام۔ رسالت رسالۃ کی جمع ہے اور رسالۃ کا معنی ہے پیغام اور حکم۔ ﴿وَأَذَّلَّنَمْ نَاصِحُّ أَمْنِنَ﴾ اور میں تمہارے لیے نصیحت کرنے والا میں ہوں۔ رب تعالیٰ نے جو حکم دیا بعینہ وہی تم تک پہنچایا ہے اس میں کسی نسم کی کوئی خیانت نہیں کی۔ ﴿أَوْ عَجَبْتُمْ﴾ کیا تم نے تعجب کیا ہے ﴿أَنْ جَاءَكُمْ ذُكْرٌ مِّنْ شَرِّ أَنْفُسِكُمْ﴾ اس بات پر کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ﴿عَلَى رَبِّكُلِّ قَنْتَكُمْ﴾ ایک مرد پر تم میں سے۔ میں بھی تمہاری قوم کا فرد ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری بھلانی کے لیے مجھ پر وہی نازل کی ہے تو اس پر کوئی تعجب کرنے کی بات نہیں ہے۔ ﴿لِيُنَزِّلَنَّكُمْ﴾ تاکہ وہ تحسیں ذرائع اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کاگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو دنیا میں بھی عذاب میں بہتا ہو گے اور مرنے کے بعد قبر میں، برزخ میں اور پھر آخرت کے عذاب میں۔ ﴿وَإِذْ كُرَّا﴾ اور یاد کرو ﴿إِذْ جَعَلْتُمْ حُلْقَاءَ﴾ جب تم کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا میں میں ﴿مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ﴾ نوح ﷺ کی قوم کے بعد۔ تم سے پہلے زمین کے اس خطے میں نوح ﷺ کی قوم آباد تھی ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے تحسیں خلافت دی ﴿وَزَادَ كُمْ فِي الْخَلْقِ بَعْثَةً﴾ اور زیادہ کیا تم کو پیدا کیش میں پھیلاو کے لحاظ سے۔ ﴿بَعْثَةً﴾ کا ایک معنی یہ کرتے ہیں کہ ان کے قد بڑے بڑے تھے اور ان کے مکانات بھی بہ نسبت درود کے اوپر بچے ہوتے تھے اور اتنے طاقت ور تھے کہ ہاتھ سے پھرود کو توزدیتے تھے ﴿وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطْشَتُمْ جَئَارَهَا﴾ [شعر آم: ۱۹، پارہ: ۳۰]۔

اور ﴿بِعُظْلَةٍ﴾ کا یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ تمہاری نسلیں پھیلا بھیں۔ پہلے چھوڑے تھے اللہ تعالیٰ نے حصیں کتنا پھیلا دیا ﴿فَإِذْ كُرْدَأَ﴾ پس یاد کر و تم ﴿الآءُ اللَّهُ﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو۔ ﴿الآءُ﴾ کا مفرد ایں، ائم، الائم آتا ہے۔ معنی ہے نعمت۔ اللہ تعالیٰ کی جسمانی نعمتیں بھی ہیں اور روحانی نعمتیں بھی ہیں، ظاہری نعمتیں بھی ہیں اور باطنی نعمتیں بھی ہیں اور بے شمار ہیں۔ یاد کرنے کا مطلب ہے کہ ان کا شکریہ ادا کرو ﴿لَئِنْ شَكُوتُمْ لَا زَيْدَ شَكُوتُمْ﴾ [ابراہیم: ۲۷، پارہ: ۳۲] ”اگر تم شکریہ ادا کر دے تو تمصیں زیادہ دوں گا۔“

﴿لَتَلَمَّمُ تَلَمَّحُونَ﴾ تاکہ تم کامیابی حاصل کرو ﴿قَاتُوا﴾ انہوں نے کہا، ہو دین ﴿أَجْعَلْنَا لَنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ﴾ کیا آیا ہے تو ہمارے پاس تاکہ ہم عبادت کریں اسکیلے رب کی ﴿وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ أَهْوَانَ﴾ اور چھوڑیں ان کو جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔

### آباءً وَاجِدًا وَكَادِينَ نَهْجَچْوَرُزِ مِسْكَنَگے

مشرک کے لیے یہی سب سے مشکل ہے کہ باپ دادا کادین چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ کھرے لوگ تھے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم باپ دادا کے خداوں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ مشرک اللہ تعالیٰ کی بھی عبادت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور وہ کی بھی عبادت کرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے وجود کے منکر نہیں تھے بلکہ اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو عام کلمہ پڑھنے والوں کی پہنچت سکہ بند مشرک خدا کا زیادہ عقیدت مند ہوتا ہے۔ آنھوں پارے میں ہے کہ مشرکوں کے کھیت جب تیار ہو جاتے تو دسویں ڈھیری اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرتے تھے اور گیارھویں ڈھیری شرکاء کے لیے۔ یعنی خدا کا حصہ پہلے نکالتے ہیں اور دوسرا میں معمودوں کا بعد میں۔ اسی طرح جانوروں میں دسوال جانور اللہ تعالیٰ کے لیے اور گیارھوں اور وہ کے لیے۔ پھر اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہے کہ اگر رب تعالیٰ کی ڈھیری میں سے کچھ دانے شرکاء کی ڈھیری کے ساتھ مل جاتے تو علیحدہ نہیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے اور اگر شرکاء کے ڈھیری کے کچھ دانے اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں شامل ہو جاتے تو فوراً الگ کر لیتے تھے کہ یہ کمزور اور ضرورت مند ہیں ان کے حصے میں کمی نہ ہو۔ تو دیکھو! اللہ تعالیٰ کے کتنے عقیدت مند تھے۔

مشرک نبیوں، ولیوں کی عبادت اس لیے کرتے تھے کہ ہماری ان کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند ذات ہے۔ جس طرح مکان کی چھت پر بغیر سیزھی کے نہیں جاسکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ تک ان سیزھیوں کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ ملک کے بادشاہ کو ملنے کے لیے ممبر وغیرہ کی سیزھی کی ضرورت ہوتی ہے، وزیر اعظم تک پہنچنے کے لیے کشہزادی، ہی کی ضرورت پڑتی ہے براہ راست وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بلند ہے۔ ﴿هُوَ لَأَكْلَمَ لَكُمَا عَنْدَ اللَّهِ﴾ [یوسف: ۱۸] یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سنارشی ہیں۔ ہم ان کی کوئی مستقل عبادت تو نہیں کرتے ﴿عَالَمَبِدْعُهُمْ إِلَّا

**لِسْعَقَتُهُنَا إِلَى الشَّوَّلْفِي** [الزمر: ۳] "ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔" دیکھو! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کتنی عقیدت ہے اور اس کی بلندی اور بڑائی کے کتنے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب چودھویں پارے میں دیا۔ فرمایا ﴿فَلَا تَصْوِبُوا إِلَيْهِ الْأَمْثَال﴾ "اللہ تعالیٰ کے پارے میں مثلیں نہ بیان کرو بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کو کتنی عقیدت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور ہم بہت پست ہیں بغیر واسطوں کے وہاں تک ہماری پہنچ نہیں ہے۔ کوئی شخص نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے اور مخلوق واقعی پست ہے لیکن درمیان میں جو واسطوں والا عقیدہ نکالا ہے کہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ممکن نہیں ہے یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿لَعَنْ أَقْرَبِ الْأَنْجَوْنَ حَبْلُ الْوَرَيْدَيْن﴾ [ق: ۱۹] "ہم انسان کے شرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔" تو یہاں تم سیزھیاں کہاں لگاؤ کے؟ اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے جو سفارشیوں کا عقیدہ ہے اس سے کفر کی بیماری پڑتی ہے کہ مثلاً: ایک شخص کہتا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سفارشی ہیں تو اس کو اس کے لیے چند صفات ماننا پڑیں گی کہ وہ عالم الغیب ہیں کہ میری تکلیف کو جانتے ہیں، وہ حاضر ناظر ہیں۔ مخلوق کے لیے یہ عقیدے ہی کفر کے ستون ہیں اور تمام فقہائے کرام مجھے نے لکھا ہے: **مَنْ قَالَ أَرْوَاحُ النَّبَاتِ يَحْضُرُهُ أَنْتَلَمْ يَكُفُّرُ** "جس آدمی کا یہ عقیدہ ہو کہ بزرگوں کی روحلیں ہمارے پاس حاضر اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں وہ پاک کافر ہے۔"

تو ظاہراً شرک کی رب تعالیٰ کے ساتھ بڑی عقیدت ہوتی ہے لیکن درمیان میں جو واسطہ ڈھونڈتے ہیں اس سے شرک پیدا ہوتا ہے۔ اور شرک رب تعالیٰ کی عبادت کا منکر نہیں ہوتا بلکہ اس کو اکیلے رب کی عبادت گوارانہیں ہے۔ یہی کچھ انہوں نے کہا، کیا تو آیا ہمارے پاس کہ ہم اکیلے رب کی عبادت کریں اور چھوڑ دیں ان کو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے لیس یہ ہمیں گوارانہیں ہے ﴿فَإِنَّا لَمَّا آتَيْنَاكُمْ هَذِهِ الْأُذْنُمْ لَمْ يَكُنْ مُّؤْمِنُوْنَ فِي أَنْسَابِكُمْ﴾ کیا تم جھگڑا کرتے دیتے ہو؟ **إِنَّ كُلَّ مِنَ الصَّوْقَنِ** اگر تم پھول میں سے ہو۔

**قَالَ** **هُوَ عَالِيٌّ** نے کہا ﴿قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ قُنْتَرَاتُكُمْ بِرْجُسْ وَغَصَبْ﴾ تحقیق واقع ہو چکا ہے تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصب۔ ابھی آیا نہیں لیکن اتنا تھیں ہے کہ گویا واقع ہو چکا ہے **أَتَجَادُ لُزُونَقَ فِي أَنْسَابِكُمْ** کیا تم جھگڑا کرتے ہو میرے ساتھ کچھ ناموں کے بارے میں ﴿سَيِّمُوا هَذَا أَنْتُمْ وَإِيَّا ذَلِكُمْ﴾ جو تم نے رکھے ہیں اور تمہارے باپ دادا نے **لَرْأَلَ اللَّهِ بِهَا مِنْ سُلْطَنِ** یہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند نہ ازال نہیں کی۔

### بزرگوں کے بارے میں مشرکوں کے غلط نظریات

مشرکوں نے مختلف بزرگوں کے نام رکھے ہوئے تھے کہ فلاں بارش برسانے والا ہے اور فلاں اولاد دینے والا ہے،

فلان شادیاں کر رہا تھا ہے، فلاں کوڑھ کوٹھیک کرتا ہے، فلاں بیماریاں دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بات کو روئیں کرتا ان کے پاس جاؤ وہ تمہارے کام کر دیں گے یہ ان کا شرک تھا۔ یقین جانو! آج کلمہ پڑھنے والوں کی اکثریت بھی یہی کچھ کر رہی ہے۔ یہ قبروں پر جانے والے، الہ ماشاء اللہ۔ یقبروں والے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے اور انہوں نے دین کا بڑا کام کیا ہے۔ سارے ہندوستان میں اسلام ان بزرگوں کی برکت سے پھیلا ہے۔ یہاں اسلام بادشاہوں کی وجہ سے نہیں آیا ان بزرگوں کی وجہ سے آیا ہے۔ ان کی بڑی خدمات ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی کے ذریعے تو اے ہزار ہندو مسلمان ہوئے علی ہجویری وہ بھی جن کو لوگ لیے تیار نہیں چاہے جتنا مغز کھپاتے رہو۔

علی ہجویری وہ بھی جن کو لوگ کی کتاب ہے ”کشف المحوب“ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اس میں انہوں نے شرک کی تردید فرمائی ہے اور ان کی دوسری کتاب ہے ”کشف الاسرار“۔ اس میں وہ لکھتے ہیں: ”اے علی! خلقت تجھے گنج بخش کہتی ہے حالانکہ تیرے پاس ایک دانہ تک نہیں ہے تو اس بات پر فخر نہ کر کیوں کہ یہ غرور ہے۔ گنج بخش اور رنج بخش هر فہر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو بے شل ہے اور جس کی مانند کوئی دوسرا نہیں۔“ [کشف المحوب، ص: ۱۲]

اور شیخ عبدالقدار جیلانی وہ بھی جن کو لوگ نے شرک کی بڑی تردید فرمائی ہے۔ ”فتح الغیب“ میں لکھتے ہیں: ”هم مومنوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہیے یہ اعتماد رکھ کر اللہ تعالیٰ کے تمام افعال اچھے اور حکمت اور مصلحت سے معمور ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت مصلحت کو بندوں سے ہمیشہ مخفی رکھا ہے۔ بندہ کے لیے لازم ہے کہ وہ تسلیم درضا اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے مصالح و حکم سے اتفاق کرے اور وہ اپنی گفتار یا حرکات یا سکنات میں اللہ تعالیٰ کے خلاف شکوہ و شکایت سے باز رہے۔

ان تمام باتوں کی سند آخر حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جو ابن عباس رض نے مردی ہے۔ ابن عباس رض نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے لڑکے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی نگہداشت کر اللہ تعالیٰ تیری اور تیرے حقوق کی نگہداشت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان اور بھر تو اسے اپنے سامنے موجود پائے گا۔ جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے کہ اور جب مد مانگ تو اللہ تعالیٰ سے مانگ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی قسم میں جو کچھ لکھا ہے وہ ا Hazel سے مقدر ہو چکا ہے اور اسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ ہر شخص کو جو فائدہ پہنچنا ہے وہ پہنچ کر رہے گا اور جو نقصان پہنچنا ہے وہ پہنچ کر رہے گا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ پس ہر مومن کو چاہیے کہ اس حدیث کو اپنے قلب اور دماغ کے لیے رہنمابنائے اور نقش کے وساوں سے چھکا راپائے۔“

تو یہ سارے بزرگ موحد تھے، نیک تھے بعد والوں نے اپنی طرف سے خرافات گھڑ کے ان کے ذمے لگادی ہیں کہ فلاں یہ کر سکتا ہے اور فلاں کو یہ اختیار ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ناموں پر کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور تمہاری بدینتی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور تمہاری طرف سے شرک سے بازا جانے کی اب کوئی اسید باقی نہیں رہی لہذا

﴿فَالشَّهْرُ ذَا إِلَيْنَا مَعْلُومٌ قِنْ الْمُتَظَهِّرِينَ﴾ پس تم انتظار کرو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ جب قوم سرکشی سے باز نہ آئی تو پھر ان کے لیے فیصلے کا وقت آئی پہنچا۔ خدا تعالیٰ نے اس قوم پر تین سال تک قحط سلط کر دیا۔ جب یہ قوم عاد سخت قحط میں بیٹلا ہوئی تو ایک وند عاک کے لیے مکہ مریہ بھیجا اور خود جتوں سے مانگنے لگے کہ قحط دور کر دو۔

بہر حال ادھر قوم نے دعا کی ادھر وند نے بارش کے لیے دعا کی تو بادل کا ایک نکلا ان کی طرف متوجہ ہوا۔ انہوں نے خوشی کے مارے بھکڑا ذا لا کہنے لگے ہذا عَارِضُ فُطْرَتِنَا یہ بادل ہم پر بارش بر سائے گا۔ اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ اس بادل کے نکلے سے بھی آواز آئی: خُذْ رَمَدًا إِرْمَادًا لَا تَبْقِي مِنَ الْأَحَدِ مِنْ عَادٍ یہ سیاہی مائل جلا ہوا بادل لے لو یہ قوم عاد میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا۔“

انہوں نے کانوں سے یہ آواز سنی مگر نہیں مانے۔ اس میں رب تعالیٰ نے بڑی تیز ہوا چلائی۔ ہوانے ان کی پانچ پانچ، چھ چھ مکن کی لاشوں کو میل میل، دو دو میل دور پھینک دیا۔ ایسے لگتے تھے جیسے درختوں کے تنے پڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَأَتَجَبَهُ﴾ پس ہم نے ہمود یا ہم کو نجات دی ﴿وَالنَّاسُ مَعَهُ﴾ اور ان کو جوان کے ساتھ تھے ﴿وَرَحْمَةً قَشَّاَهُ﴾ اپنی طرف سے رحمت کرتے ہوئے ﴿وَقَطَقَنَا دَابِرَ الْأَنْيَنَ گَلَبْدُونَ أَلْيَتَنَا﴾ اور کاث دی ہم نے جزان لوگوں کی جھنوں نے جھٹلایا ہماری آئیوں کو، نشانیوں کو، حکموں کو۔ اس طرح جزان کا ای کہ ان مجرموں میں سے ایک بھی زندہ نہ رہا۔ پنج، بیڑھے، مرد، عورتیں، بیمار، تندrst، سب کے سب اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیے ﴿وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ﴾ اور نہیں تھے وہ ایمان لانے والے۔ لہذا ان سب کافروں، مشرکوں کو ہلاک کر دیا۔

### ~~~~~

﴿وَإِلَى شَمَدَةِ أَخَاهُمْ صَلَحَاهُ﴾ اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صاحب ﴿بِالْيَمِ﴾ کو بھیجا ﴿قَالَ﴾ انہوں نے کہا ﴿يَقُولُونَ أَعْبُدُ وَاللَّهُ﴾ اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی ﴿مَا لَكُمْ وَمِنَ الرُّغْبَةِ﴾ نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبور اس کے سوا ﴿قَدْ جَاءَكُمْ بَيْتَنَهُ قِنْ رَبِّنَمْ﴾ تحقیق آچکی تمہارے پاس واضح و سیل تمہارے رب کی طرف سے ﴿هُنَّ ذَنَاقَهُ اللَّهُ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی اوثقی ہے ﴿أَنْتُمْ أَيَّهُ﴾ تمہارے لیے نشانی ﴿فَذَرْهُوْهَا﴾ پس چھوڑ دو اس کو ﴿تَأْكُلُ فِي أَنْرَضِ اللَّهِ﴾ وہ کھائے اللہ کی زمین میں ﴿وَلَا تَكُشُّهَا بِسُوءٍ﴾ اور نہ اس کو ہاتھ لگاؤ براٹی سے ﴿فَيَا خَذْ لَكُمْ عَذَابَ الْأَيْمِ﴾ پس کچڑے گاتم کو دردناک عذاب ﴿وَإِذْ كَرَوْا﴾ اور یاد کر و تم ﴿إِذْ جَعَلْتُمْ حَلْفَاءَ﴾ جب اللہ تعالیٰ نے بنایا تم کو خلیفے ﴿وَمَنْ يَعْدِ عَلِيهِ﴾ قوم عاد کے بعد ﴿وَبَوَأْكُمْ فِي الْأَنْرَضِ﴾ اور ٹھکاندار یا تم کو زمین میں ﴿شَخْنُونَ مِنْ سُلُولِهَا﴾ بناتے ہو تم اس کی نرم جگہوں سے ﴿قُصُوتَهَا﴾ محلات ﴿وَشَخْنُونَ الْجَيَالَ بِيُوْتَهَا﴾

اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھروں کو ﴿فَإِذْ كُرُوا إِلَّا عَالَّهُ﴾ پس یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ﴿وَلَا تَغْنُوا فِي الْأَرْضِ﴾ اور شہ پھر و زمین میں ﴿مُفْسِدُونَ﴾ فیاد کرتے ہوئے ﴿قَالَ اللَّهُ أَلِّيْزَنْ إِنْ أَسْتَكِنْدَرُوا﴾ کہا جماعت نے جھنوں نے تکبر کیا ﴿مِنْ قَوْمِهِ﴾ اس کی قوم میں سے ﴿لِلَّذِينَ اسْتُضْعَفُوا﴾ ان لوگوں سے جو کمزور صحیح جاتے تھے ﴿الَّذِينَ أَنْجَنَّ وَنَهُمْ﴾ جوان میں سے ایمان لائے تھے ﴿أَتَعْلَمُونَ﴾ کیا تم جانتے ہو ﴿أَنَّ صِلْعَةً مُّزَسْلِقِنْ رَأَيْتُه﴾ کہ بے شک صالح ﴿صَالِحٌ﴾ بھیجے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿قَالُوا﴾ انہوں نے کہا ﴿إِنَّا هُنَّا أَنْرِسِلْ بِهِ مُؤْمِنُونَ﴾ بے شک ہم اس چیز پر جس کے ساتھ وہ بھیجے گئے ہیں ایمان لانے والے ہیں ﴿قَالَ أَلِّيْزَنْ اسْتَكِنْدَرُوا﴾ کہا ان لوگوں نے جو مستکبر تھے ﴿إِنَّا إِلَيْلَذِينَ أَمْسَتُمْ بِهِ لَفْزُونَ﴾ بے شک ہم اس چیز کا جس پر تم ایمان لائے ہوا نکار کرنے والے ہیں ﴿فَعَفْنَرْ وَالثَّاقَةُ﴾ پس انہوں نے اوثنی کی مانگیں کاٹ دیں ﴿وَعَسْوَاعْنَ آمْرِ رَأْيِهِمْ﴾ اور نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی ﴿وَقَالُوا﴾ اور کہا انہوں نے ﴿يَطْلِبُونَ اثْتِنَاءِ اتَّعْدَنَا﴾ اے صالح ﴿صَالِحٌ﴾ لے آ تو ہم پر وہ چیز جس سے توہیں ڈرata ہے ﴿إِنَّ كُلَّتِ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ اگر ہیں آپ رسولوں میں سے ﴿فَأَخَذَنَهُمُ الرَّجْفَةُ﴾ پس پکڑا ان کو زلزلے نے ﴿فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَهِنَّمَ﴾ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھنوں کے بل گرنے والے ﴿فَتَوَثَّ عَنْهُمْ﴾ پس وہ پھرے ان سے ﴿وَقَالَ يَقُولُ﴾ اور کہا اے میری قوم ﴿لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ بِرِسَالَةِ رَسُولِي﴾ تحقیق میں نے پہنچا دیا تم تک اپنے رب کا بیغام ﴿وَنَصَّحْتُ لَكُمْ﴾ اور تم کو نصیحت کر پکا ﴿وَلِكُنْ لَا تُجِبُونَ التَّصْحِيفَ﴾ اور لیکن تم پسند نہیں کرتے خیر خواہوں کو۔

### قوم صالح ﴿صَالِحٌ﴾ کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سمجھانے کے لیے قرآن کریم میں مختلف قسم کے لوگوں کے واقعات بیان فرمائے ہیں نیکوں کے بھی اور بروں کے بھی۔ اس سے پہلے دو قوموں کا ذکر ہو چکا ہے۔ ایک نوح ﴿صَالِحٌ﴾ کی قوم کا جو سیلا ب میں تباہ ہوئی، دوسرا ہو دیا ﴿صَالِحٌ﴾ کی قوم جن پر تند و تیز ہوا کا عذاب آیا اور اب تیرے نمبر پر حضرت صالح ﴿صَالِحٌ﴾ کی قوم کا ذکر ہے جو مجرم کے علاقہ میں آباد تھے اور مجرم کا علاقہ تبوک اور خیربر کے درمیان سعودیہ میں واقع ہے۔

انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَإِذْ يَمْتَذِدُ أَخَافِمْ صِلْعَةً﴾ اور تم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح ﴿صَالِحٌ﴾ کو سمجھا۔ بھائی اس لیے فرمایا کیوں کہ وہ ان کی برادری میں سے تھے ﴿قَالَ﴾ حضرت صالح ﴿صَالِحٌ﴾ نے فرمایا ﴿لِيَقُولُرْ أَغْبَدُو اللَّهَ مَا لِكُمْ قِنْ إِلَهٌ بَغْيَرَه﴾ اے میری قوم ا العبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبد و اس کے سوا۔ رب تعالیٰ کے سوا کوئی عبارت کے

لائق نہیں ہے اس کے سوا کوئی خالق نہیں، کوئی مالک نہیں، کوئی رازق نہیں، کوئی صحت دینے والا نہیں، کوئی اولاد دینے والا نہیں، کوئی غنی کرنے والا نہیں، کوئی دکھ دینے والا نہیں، کوئی کافی ضر نہیں، کوئی مشکل کشانہیں، کوئی حاجت روائیں، کوئی فریداری نہیں، کوئی مُفْعَلَن نہیں، یہ تمام صفات رب تعالیٰ کی ہیں۔

تفسیر وہ میں لکھا ہوا ہے کہ قومِ اکٹھی ہو کر حضرت صالح صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ کہنے لگے کہ ہم آپ کی بات مان لیں گے اگر آپ ہمارا مطالبہ پورا کر دیں اور ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ہم جس چنان پرہاتھر کھیں وہ بچھت جائے اور اس میں سے اوثنی نکلے اور بعض تفسیروں میں ہے کہ بچھی ساتھ ہو۔

### مجزہ اور کرامت کی حقیقت

مسئلہ یہ ہے کہ مجزہ رے رب تعالیٰ کے اختیار میں ہوتے ہیں بخیر کو اختیار نہیں ہوتا۔ سورۃ العنكبوت میں ہے ﴿إِنَّا  
إِلَيْهِ عَذْنَا شَوَّهٖ﴾ پختہ بات ہے وہ مجزہ سے تو سب خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ بخیروں کے ہاتھ پر ظاہر فرماتے ہیں۔ اسی طرح کرامت بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتی ہے ولی کو اس پر اختیار نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ولی کے ہاتھ پر ظاہر فرماتے ہیں ان کی بزرگی ظاہر کرنے کے لیے۔

### حضرت صالح صلی اللہ علیہ وسلم کی اوثنی کا واقعہ

حضرت صالح صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کام تو رب تعالیٰ کا ہے لیکن اگر رب تعالیٰ میری تقدیق کے لیے ایسا کر دے کہ جس چنان پرہاتھر کھو اس سے اوثنی نکل آئے تو پھر مان جاؤ گے۔ کہنے لگے کیوں نہیں مانیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے خود وقت مقرر کیا اور جب شہر میں اس کا ڈھنڈوڑا پیٹا گیا اور زداق کے انداز میں کہتے تھے کہ آؤ بھائی! آج چنان سے اوثنی نکلے گی۔ خوب من دی کرائی گئی مرد، عورتیں، بچے بھنگڑے ڈالتے ہوئے، تمخر اڑاتے ہوئے اکٹھے ہوئے۔ قریب ہی پہاڑ تھا اس کی چنان پر انہوں نے ہاتھ رکھا کہ اس چنان سے اوثنی نکل آئے تو ہم مان لیں گے۔ قادر مطلق نے ان کے سامنے متین کردہ چنان کوکھولا اور سچی بچ اس سے اوثنی نکل آئی سب نے آنکھوں سے دیکھی مگر ایمان کوئی نہ لایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قَدْ جَاءَكُمْ بِالْحَقْمَ بِئْتَهُمْ بِئْتَهُمْ﴾ تحقیق آجھی تمہارے پاس واضح نشانی تمہارے رب کی طرف سے ﴿هُنَّا نَاقُةُ الشَّوَّالَمُ أَيَّهُ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی اوثنی تمہارے لیے نشانی ہے، جو تم نے خود مانگی ہے رب تعالیٰ نے تمہارے سامنے ظاہر فرمادی ہے ﴿قَدْ رُؤْفَاهُمْ﴾ اس چھوڑ دواں کو چھیرتا نہ ﴿هُنَّا مُلَىٰ فِي أَنْهِلِ اللَّهِ وَهُوَ كَهَانَ اللَّهُ كَيْ زَمِنٍ میں ﴿وَلَا  
تَمْشُونَ قَابُوٰةً﴾ اور نہ اس کو ہاتھ لگا دے برائی سے۔ برے ارادے سے مارنے کے لیے اس کو ہاتھ نہ لگا دے یہے تبرک سمجھ کر ہاتھ لگا سکتے ہو اور اس سے مٹی وغیرہ جھاڑ سکتے ہو۔

اس مقام پر ایک چشم تھا جس سے انسان اور جانور بھی پانی پیتے تھے۔ سورہ شراء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باری مقرر

کردی۔ فرمایا ﴿لَهَا يُبَرِّئُنَّ وَلَكُمْ شَرُبُّ يَوْمٍ مَغْنِيْرٍ﴾ ”ایک دن اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مھین دن تمہاری باری ہے۔“ ایک دن اوثنی جسٹے سے پانی پینے کی تمہارا کوئی جانور اس دن نہیں آئے گا اور ایک دن تمہارے جانور ہیں گے اس دن اوثنی نہیں آئے گی۔ یہ رب تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے امتحان اور آزمائش تھی۔

تفسیر دل میں لکھا ہے کہ ایک بڑی اوپر اس قسم کی عورت تھی جس کا نام عزیزہ بنت غنم تھا اور اس کی نومبر لڑکیاں تھیں اور اس کے پاس جانور بہت زیادہ تھے۔ گائیں، بکریاں، بھیڑیں، اونٹ۔ جسٹے پر پانی پلاتے ہوئے اس کو بڑی پریشانی اٹھانی پڑتی تھی کیوں کہ ایک دن تو اوثنی کی باری ہوتی اور دوسرے دن تمام لوگوں اور ان کے جانوروں کی باری ہوتی تھی۔ ججر شہر میں نو غندے تھے جن کا ذکر سورۃ نمل میں آتا ہے ﴿وَ كَانَ فِي الْمَدِينَةِ تَسْعَةُ مَرْأَفَطٍ﴾ ”اور تھے شہر میں نو شخص ﴿لَفَسِيدُوْنَ فِي الْأَتْرَاضِ﴾ جو فساد کرتے تھے زمین میں ﴿وَلَا يَصْلُحُونَ﴾ اور نہیں اصلاح کرتے تھے۔“ اس عورت نے ان بد معاشوں سے رابطہ کیا اور ان سے کہا کہ میرے جانور پانی پینے کے لیے جاتے ہیں ایک دن پانی پینے ہیں اور بعض جانوروں کی باری بھی نہیں آتی اور یہ ساری پریشانی صالح ﴿صَالِحٍ﴾ کی اوثنی کی وجہ سے ہے۔ اگر تم اس اوثنی کا خاتمه کرو تو تم میری جس لڑکی کی طرف اشارہ کرو گے اس کے ساتھ تمہارا نکاح کر دوں گی۔ غندوں کو اور کیا چاہیے۔ ان کے سر غزہ قیدار نے کہا کہ صرف اوثنی کو الگ کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہو گا پہلے ہم صالح ﴿صَالِحٍ﴾ کو بمع اہل و عیال کے ختم کرتے ہیں پھر اوثنی کی خبر لیں گی۔ ﴿قَاتُواهُ﴾ کہا انہوں نے ﴿تَقَاسَسُوا بِاللَّهِ﴾ قسم کھاؤ اللہ کے نام کی ﴿لَتُبَيِّنَهُ وَأَفْلَهُ﴾ کہ ہم رات کے وقت صالح ﴿صَالِحٍ﴾ اور ان کے گھر والوں کو حملہ کر کے ہلاک کر دیں گے ﴿لَمْ تَنْقُوتْنَ لَوْلَيْهُ﴾ پھر ہم کہیں گے ان کے ذمے دار سے ﴿مَا شَهَدَنَا مَهْلِكٌ أَهْلِهِ﴾ کہ ہم نہیں حاضر ہوئے ان کے اہل کے ہلاک ہونے کے وقت ﴿وَإِنَّا لَنَصِرُ مُؤْمِنَاتٍ﴾ اور ہم سچے ہیں۔“ بے شک ہم غندے ہیں مگر ایسی حرکت نہیں کر سکتے کہ نبی کو قتل کریں۔ لیکن بعد میں ان کا پروگرام بدلتا گیا کہ نہیں پہلے اوثنی کا کام تمام کرو۔

سورۃ ہود میں ہے ﴿فَعَنْ ذَهَابِهِ﴾ ”یہ انہوں نے اوثنی کے پاؤں کاٹ دیے۔“ اس وقت اوثنی کی ایک عجیب قسم کی آواز تھی جب حضرت صالح ﴿صَالِحٍ﴾ نے وہ آواز سنی تو سمجھ گئے کہ ظالموں نے اوثنی پر ظلم کیا ہے اور اب ان کی بباہی آئے گی۔ حضرت صالح ﴿صَالِحٍ﴾ نے آکر اوثنی کو دیکھا کہ اس نے چہرہ آسمان کی طرف کیا ہوا ہے تو فرمایا ﴿تَسْعَوا فِيَّ ذَاهِبِكُمْ تَلَقَّبُهُ آتَيْهِمْ﴾ ”فَاكِهِ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن تک ﴿ذَلِكَ وَعْدَنِيْرَ مَلْكَوْنِيْبِ﴾ یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہو گا۔“ اب رب تعالیٰ نے تمیں تین دن کی مهلت دی ہے تو بے کرو، مکمل پڑھ لودرنہ کل تمہاری ٹکلیں پیلی ہوں گی پرسوں تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے اس سے اگلے دن تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ علا میں بھی ساری بتلادیں۔ اسی طرح سارا مرحلہ گزر اگر وہ لوگ نہ سے مس نہیں ہوئے۔ اللہ کرے کسی میں خدا درہت دھری نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَيَا خَذْلَمْ كُمْ قَذَّابَ الْأَنْيَمْ﴾ یہ پکڑے گا تم کو درد تاک عذاب۔

## قوم عاد کا خلیفہ

اسے میری قوم ﴿وَإِذْ كُرُوا ه﴾ اور یاد کرو ﴿إِذْ جَعَلْتُمْ حُلَّقَاءَ وَنَجْعَلَ عَادَ﴾ جب اللہ تعالیٰ نے بنایا تم کو خلیفے عاد قوم کے بعد۔ پہلے وہ قوم یہاں آباد تھی پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو یہاں بسایا ان کا حشر سن لو کہیں تمہارا حشر وہ نہ ہو ﴿فَبَوَأْكُلْمَنِي الْأَنْهَضَ ه﴾ اور ٹھکانہ کا نام دیا تھیں زمین میں۔ سارا اعلاق تمہارے قبضہ میں ہے ﴿شَعْدُونَ مِنْ سُلُولِهَا قُصُورَ ه﴾ بناتے ہو تم اس کی زم جگہوں سے حلات ﴿وَشَجَونَ الْجَهَالَ بَيْرَتَ ه﴾ اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھروں کو۔ سہوں سہفل کی جمع ہے۔ تم ہموار میدانی زمین میں محل بناتے ہو۔ اور قصُور قصر کی جمع ہے بمعنی محل۔ بڑی بڑی چنانوں کو تراشتے اور کہتے یہ باور بھی خانہ ہے، یہ مہماں خانہ ہے، یہ ناچنے کا مکان ہے اور یہ رہائشی مکان ہیں۔ ساری زندگی ایسے ہی گزار دی ہتھوڑے اور دیگر آلات لے کر لگے رہتے تھے۔

دوسرے مقام پر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے اس پر تنقید کی کہ رب تعالیٰ نے جو تحسین قیمتی وقت دیا ہے اس کو بے کار کاموں میں خائن ہے کرو۔ ایک ایک چنان بنانے میں تمہارے سوسال لگ جاتے ہیں یہ قیمتی وقت کی اور طرف لگاؤ۔ اپنی بودباش کے لیے مکان بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر سارے چھوٹے بڑے ہتھوڑے اور دیگر آلات لے کر اسی میں زندگیاں کھپاؤ ریجھنے نہیں ہے۔

**﴿فَإِذْ كُرُوا إِلَآءَ أَنْشَوْهُ﴾** پس یاد کرو قوم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ﴿وَلَا يَعْتَذِرُوا إِلَآ نَرَضَ مُفْسِدِينَ﴾ اور نہ پھر وہ زمین میں فساد کرتے ہوئے۔ رب تعالیٰ کی تعلیم کے مقابلے میں کفر و شرک فساد ہے۔ لوگ صرف ڈنڈا چلانے کو فساد بھختے ہیں فساد صرف چوری ذکریت کا نام نہیں ہے۔ درکوئے پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ بلند آواز سے دعا اور ذکر کرنا بھی فساد ہے۔ اس لیے کہ اس میں دوسروں کو اذیت پہنچتی ہے۔ کوئی نماز پڑھ رہا ہے، کوئی تلاوت کر رہا ہے، کوئی اپنا اور، وظیفہ کر رہا ہے، کوئی مسافر فہرما ہوا ہے، آرام کر رہا ہے اور تم بلند آواز سے دعا اور ذکر کر کے اپنے دل کا شوق پورا کرتے ہو اور ان سب کو اذیت پہنچاتے ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قَالَ اللَّهُ﴾ کہاں جماعت نے ﴿الَّذِينَ اشْتَكَبُرُوا ه﴾ جنہوں نے تکبر کیا ﴿مِنْ قَوْمِهِ﴾ اس کی قوم میں ہے ﴿الَّذِينَ اشْتَعْفَفُوا ه﴾ ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے ﴿الَّذِينَ اهْمَنُوا ه﴾ جوان میں سے ایمان لائے تھے۔ مضبوط مثکلہ کافروں نے کہا ان ایمان والوں سے جو مالی اور عددی لحاظ سے کمزور تھے ﴿أَعْلَمُونَ﴾ کیا تم جانتے ہو ﴿أَنَّ طِيعَةً مُرْسَلٍ وَنَعْيَةً مُرْتَبَةً﴾ کہ بے شک صارخ علیہ بھیجے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿قَالَ لَوَّا ه﴾ انہوں نے کہا ہے ایمان انبیک یہہ مُؤْمِنُونَ ہے بے شک ہم اس جزو پر جس کے ساتھ وہ بھیجے گئے ہیں ایمان لانے والے ہیں۔ اب آگے ان کافروں کا جواب ہے۔

﴿قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا هُنَّا لَوْلَوْنَ نَعْلَمْ بِهِ لَفْرُونَ﴾ بے شک ہم اس چیز کا جس پر ختم ایمان لائے ہو انکار کرنے والے ہیں۔ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں اب اس ضد کا کیا علاج ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی اور ضد سے بچائے اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ﴿عَفْرَا وَالثَّاقَةَ﴾ پس انہوں نے اونٹنی کی مانگیں کاٹ دیں ﴿وَعَتَّا عَنْ أَمْرِنَا تَاهِمْ﴾ اور نافرمانی کی اپنے رب کے حکم سے ﴿وَقَالُوا هُنَّا اُنہوں نے بَيْصَلَمُ الْأَنْتَابَ مَا عَدْنَا﴾ اے صالح ﴿إِلَّا أَدْهَمْ﴾ پر وہ چیز جس سے تم ہمیں ڈراستے ہو ﴿إِنْ كُلُّ مِنَ الْمُزَسْلِمِنَ﴾ اگر ہیں آپ رسولوں میں سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَاخْلَذْنَاهُمُ الرَّجْفَةَ﴾ پس پکڑا ان کو زلزلے نے۔ یہاں رجفة کا لفظ ہے اور سورۃ مجرم میں صیغۂ کا لفظ ہے جیخ، آواز۔ حضرت جبرائیل ﷺ نے ایک ڈراؤنی آواز نکالی اس سے زلزلہ پیدا ہوا اور مجرم جہاں جہاں تھے ان کے دل پھٹ گئے ﴿فَاذْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَيْشِنَ﴾ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھشوں کے بل گرنے والے۔ جیسے ہم لوگ الحیات میں دوز انوں ہو کر بیٹھتے ہیں یہ بڑی عاجزی کی حالت ہے۔ سارے دوز انوں ہو کر توبہ تو بہ کرنے لگے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا وہیں گر گئے۔ عذاب ظاہر ہونے کے بعد کوئی قوم نہیں بچی سوانعے حضرت یونس ﷺ کی قوم کے۔ ﴿فَتَوْنِي عَنْهُمْ﴾ پس وہ پھرے ان سے (حضرت صالح ﷺ) ﴿وَقَالَ﴾ اور انہوں نے کہا ﴿لِيَقُولُمْ لَقَدْ أَنْتُمْ كُمْ بِسَالَةَ تَرْبِيَتِي﴾ اے میری قوم! تحقیق میں نے پہنچا دیا تم تک اپنے رب کا پیغام ﴿وَلَصَخْتُ لَكُمْ﴾ اور تم کو نصیحت کر چکا ہو ﴿وَلَكِنْ لَا تُجْبِنُنَّ التَّوْصِيْنَ﴾ اور لیکن تم پسند نہیں کرتے خیرخواہوں کو۔ یہ حضرت صالح ﷺ نے ان کو خطاب کیا ان کے ہلاک ہو جانے کے بعد۔

### مردوں کا سنتا ہے

اس سے یہ مسئلہ سمجھ آ رہا ہے کہ مردے سنتے ہیں اور اگر نہیں سنتے تو ان کو خطاب کرنے کا کیا فائدہ؟ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے وہ کہتے ہیں کہ حضرت صالح ﷺ کا ان کو سنا مقصود نہیں تھا بلکہ حیرت کا انہمار تھا۔ لیکن اس مسئلے میں تفصیل ہے کہ مردے زندوں کی باتیں سنتے ہیں یا نہیں سنتے؟ ایک خاص مسئلہ ہے یعنی خواص کے متعلق ہے اور ایک عام مسئلہ ہے یعنی عوام کے متعلق ہے۔ خاص انبیاء ﷺ کے متعلق ہے کہ وہ سنتے ہیں اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ انبیاء کرام ﷺ کی قبور کے پاس کوئی آواز دے، درود شریف پڑھے تو وہ سنتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رضی اللہ عنہ فتاویٰ رشید یہ میں لکھتے ہیں اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رضی اللہ عنہ امداد الفتاوی میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلے پر امت کا اتفاق ہے کہ پیغمبر کی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلم پڑھو تو وہ سنتے ہیں۔ اس مسئلے پر ۱۹۷۳ء میں بعض لوگوں نے اختلاف پیدا کیا ہے۔

اور دوسرا مسئلہ تمام مردوں کے سنتے کا ہے۔ یہ تمام صحابہ کرام ﷺ سے لے کر آج تک اختلاف چلا آ رہا

ہے۔ حضرت عائشہؓ میں سامع کا انکار فرماتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ مردے نہیں سنتے اور ابین کثیر، فتح الباری وغیرہ تفسیر کی کتابوں میں ہے خالقہا الجمہور "جمہور صحابہ کرامؓ میں ان کے مخالف تھے۔" وہ فرماتے تھے کہ سنتے ہیں۔ اور قبرستان جانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو کہو: **اللَّهُمَّ عَلَيْكُمْ يَا ذَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ أَنْتَمْ لَنَا سَلْفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَكْثَرِ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا يَحْفُونَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ نَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةُ**۔ جمہور یعنی تو نے [۹۰] نیصد مسلمان خنی، شافعی، حنبلی، مالکی، محفیڈ اور غیر محفیڈ اس کے قائل ہیں کہ مردے سنتے ہیں اور دس فیصد ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔



**(وَلُوطًا)** اور یاد کرو لوط علیہ السلام کا تصدیق (إذ قال) جس وقت کہا انہوں نے **(لَقَوْمَة)** اپنی قوم کو **(أَنَّا نُنَوْءُنَّ الْفَاجِةَ)** کیا تم کرتے ہو بے حیائی **(مَا سَبَقْتُمْ بِهَا)** نہیں سبقت لے گیا اس بے حیائی میں **(مِنْ أَحَدِ قِنْ الْعَلَمِيَّنَ)** جو نہیں کیا تم سے پہلے کسی نے جہاں والوں میں سے **(إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الزَّجَالَ)** بے شک تم دوڑتے ہو مردوں پر **(شَهْوَةً قِنْ دُونَ النِّسَاءِ)** شہوت رانی کرتے ہوئے عورتوں کو چھوڑ کر **(بِلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّشَرِّفُونَ)** بلکہ تم لوگ حد سے نکلتے والے ہو **(وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمَهُ)** اور نہیں تھا ان کی قوم کا جواب **(إِلَّا أَنْ قَاتَلُوكُمْ)** مگر یہ کہ کہا انہوں نے **(أَخْرِجُوهُمْ قِنْ قَزْبَيْكُمْ)** نکال دوان کو اپنی بستی سے **(إِنَّهُمْ أَنَاشِيَّتَهُمْ دُونَ)** بے شک یہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں **(فَأَنْجِيَّهُ وَأَهْلَهُ)** پس ہم نے نجات دی ان کو اور ان کے گھر والوں کو **(إِلَّا امْرَأَتَهُ)** مگر اس کی بیوی **(كَانَتْ مِنَ الْغَيْرِ شَيْئَنَ)** تھی وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے **(وَأَمْطَرَنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا)** اور ہم نے بر ساری ان پر ایک خاص حسم کی بارش **(فَانْظَرْ)** پس دیکھو **(كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِ وَمِنْ)** کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔

### قوم لوط کا ذکر

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیمؓ کے حقیقی سمجھج تھے۔ یہ عراق کے دارالخلافہ میں رہتے تھے۔ اس وقت اس جگہ کا نام گُولی بر زدن ٹلوپی تھا آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام بالمل ہے، اب یہ چھوٹا سا قصیر ہے۔ حضرت ابراہیمؓ کے والد آزر بھی نہیں رہتے تھے۔ آزر حضرت ابراہیمؓ کے والد ہی کا نام ہے اور لوگوں نے ویسے ہی تاویلیں کی ہیں اور تاویلیں کس کس جگہ کریں گے قرآن میں، حدیث میں۔ آزر کے ایک بیٹے تو حضرت ابراہیمؓ تھے اور دوسرے بیٹے کا نام حاران تھا "ح" طوے والی۔ لوط علیہ السلام حاران کے بیٹے تھے۔ اس علاقے میں صرف یہ تین بزرگ شخصیات حق کو قبول کرنے والی تھیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہ السلام، الہمہ مختصر حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

ابراہیم علیہ السلام نے بُوت ملنے کے بعد تقریباً آسی [۸۰] سال قوم میں گزارے اور بڑی تکالیفیں برداشت کیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ تم عراق سے شام کی طرف ہجرت کر جاؤ اور حکم ہوا کہ دشمن میں لوگوں کو تبلیغ کرو۔ راتے میں کسی جگہ پر لوٹ علیہ السلام کو بُوت عطا ہوئی اور حکم ہوا کہ تم سدوم شہر میں جاؤ اور ان لوگوں کو تبلیغ کرو۔ سدوم بڑا شہر تھا یہ دس میل میں پھیلا ہوا تھا۔ آج کل اس کی جگہ بحر میت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَوْ كَانَهُ﴾ اور یاد کر لوٹ علیہ السلام کا تصدیق ﴿إِذَا لَمْ يَقُولُوا إِنَّمَا﴾ جس وقت کہا انہوں نے اپنی قوم کو۔ وہ قوم جس کی طرف ان کو نبی بننا کر بھیجا گیا جن کا مرکزی شہر سدوم تھا۔ ﴿أَتَأْتَنُونَ النَّاقِشَةَ﴾ کیا تم کرتے ہو بے حیائی ﴿مَا سَبَقَ لَمْ يَعْلَمْ﴾ نہیں سبقت لے گیا اس بے حیائی میں ﴿مِنْ أَحَدِ قِنْطَنِ الْعَلَمِيْنَ﴾ کوئی ایک آدمی جہان والوں میں سے۔ تم سے پہلے یہ بے حیائی کسی نہیں کی۔ وہ بے حیائی کیا تھی؟ فرمایا ﴿إِنَّكُمْ لَتَأْتَنُونَ إِلَّا جَاءَكُمْ شَهْوَةً﴾ بے شک تم دوڑتے ہو مردوں پر شہوت رانی کرتے ہوئے اپنی شہوت مردوں پر پوری کرتے ہو ﴿قِنْ دُونِ النَّاسِ﴾ عورتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی اور اُسل انسانی کو باقی رکھنے کے لیے نکاح کا حکم فرمایا کہ جائز طریقے سے تم اپنی خواہش کو پورا کرو۔ لیکن وہ قوم اس سے ہٹ کر ہم جنس پرستی میں بنتلا ہو گئی تھی تو حضرت لوٹ علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔

حدیث پاک میں آتا ہے ﴿أَقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمُفْعُولَ﴾ جو مرد آپس میں بے حیائی کریں دونوں کو قتل کردو۔ "اور حال یہ ہے کہ یورپ کے بعض ممالک میں یہ قانون پاس ہو چکا ہے کہ مرد، مرد سے نکاح کر سکتا ہے اور بعض ممالک اس قانون کے پاس کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ان بے حیاتوں میں انسانیت ختم ہو گئی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں حرث کیا ہے۔ فرمایا ﴿بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّشْرِكُونَ﴾ بلکہ تم لوگ ہو مدد سے نکلنے والے۔ تم خدا کے حکم کو چھوڑ کر آگے نکل گئے ہو ﴿مَا كَانَ بِجَوَابِ قَوْمَةٍ﴾ نہیں تھا ان کی قوم کا جواب ﴿إِلَآ أَنْ قَاتَلُوكُم﴾ مگر یہ کہا انہوں نے ﴿أَخْرِجُوهُمْ بِمِنْ قَنْبِيلِكُم﴾ نکال دو ان کو اپنی بستی سے۔ اس کو کہتے ہیں اٹا چور کو توال کوڈا نئے۔ مجرموں کو نکالنا چاہیے یا نیکوں کو؟ مگر جب مجرم زیادہ ہو جائیں تو پھر نیکوں پر سختیاں ہو جاتی ہیں۔ کیوں نکالو؟ ﴿إِنَّهُمْ أَنَّاسٌ يَتَطَهَّرُونَ﴾ یہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں۔ ان کا انداز گفتگو ریکھو کہ یہ پاک بنے پھرتے ہیں۔ بھائی! یہ پاک بنے نہیں پھرتے بلکہ حقیقتاً یہ پاک ہیں۔

﴿فَانْجِنِيْهُ وَأَهْلَهُ﴾ پس ہم نے نجات دی ان کو اور ان کے گھر والوں کو ﴿إِلَآ امْرَأَتَهُ﴾ مگر اس کی بیوی کو نجات نہیں ملی۔ حضرت لوٹ علیہ السلام بیوی پیچھے سے تولا نہیں تھے انہی لوگوں میں شادی ہوئی مگر وہ اسلام نہیں لائی۔ اس وقت مسلمان کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا بلکہ انحضرت صفتیہ اللہ عزیز کی بعثت سے سولہ سال بعد تک کافروں کے ساتھ نکاح جائز رہا ہے۔ انحضرت صفتیہ اللہ عزیز کی تین بیشیاں پہلے کافروں کے نکاح میں تھیں۔ حضرت رقیہ بنت پیغمبر اور حضرت ام کلثوم بنت پیغمبر ابوالعباس کے بیٹوں عتبہ اور عحبہ کے نکاح میں تھیں اور حضرت زینب بنت ابی العاص بن رزیع کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ابو بکر بن اشیو کے نکاح میں ایک

عورت تھی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کی وجہ سے اس کی کنیت اُتم بکر پڑی اور حضرت صدیق اکبر رضوی ابو بکر کہلانے۔ حضرت ابو بکر صدیق حنفی نے بڑی کوشش کی مگر وہ مسلمان نہیں ہوئی، کہتی تھی رب مجھے اسلام سے بچائے۔

جب دوسرے پارے کی یہ آیات نازل ہوئیں ﴿وَلَا سَبِّكُهُ الْمُشْرِكُونَ لَمْ تَحْلِيْ يَوْمَئِنَ﴾ اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ ایمان لا سکیں ﴿لَا مَمْلُوْكٌ حَتَّىٰ قَنْ مُشْرِكٌ كَوْهُ﴾ اور البتہ مومن لوگوں بہتر ہے مشرک عورت سے ﴿وَلَا أَعْجَبَتْلَمْ﴾ چاہے وہ تم کو کتنی اچھی معلوم ہو ﴿وَلَا سَبِّكُهُ الْمُشْرِكُونَ كَيْنَ حَتَّىٰ يَوْمَ صِنْوَاهُ﴾ اور نہ نکاح کرو مسلمان عورتوں کا مشرکوں کے ساتھ ﴿وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ حَتَّىٰ قَنْ مُشْرِكٌ﴾ اور البتہ مومن غلام بہتر ہے مشرک سے ﴿وَلَا أَعْجَبَلَمْ﴾ چاہے وہ تم کو اچھا معلوم ہو۔ اس آیت کریمہ کے بعد مشرکوں سے نکاح منسوب خ ہو گیا۔

یاد رکھنا ارشاد کرتے وقت سب سے پہلے عقیدہ دیکھو۔ بچہ بھی مشرک کا فرتو نہیں تاکہ اولاد کا ایمان خراب نہ ہو لیکن اب حالت یہ ہے کہ ہم لوگ شکل دیکھتے ہیں، کوئی خالی کاریں دیکھتے ہیں، مال دیکھتے ہیں، دنیاوی تعلیم دیکھتے ہیں عقیدے کی طرف نگاہ کرنے والے لوگ بہت کم ہیں۔ آخرت کی فکر کرو دنیا تو گزر ہی جائے گی۔

حضرت ابوالدرداء بن عثیمین مشہور صحابی ہیں۔ ان کی لڑکی جوان ہو گئی رشتہ داروں نے رشتہ تلاش کیا اور کہا کہ حضرت! آپ لڑکی فلاں جگدے دیں۔ فرمایا میں لڑکی وہاں نہیں دوں گا۔ رشتہ داروں نے کہا حضرت! کیوں نہیں وجہ کیا ہے، کیا لڑکے کی شکل اچھی نہیں، بے کار ہے؟ فرمایا نہیں شکل بھی اچھی ہے اور عقل بھی، پڑھا لکھا، دین وار، پڑھیز گار ہے اور سارا اگھر انادیں داروں کا ہے مگر ان کے گھر میں لوگوں یاں کام کرتی ہیں میری بیٹی کو ساس کی خدمت کا موقع میسر نہیں ہوگا جس سے اس کی آخرت ماری جائے گی۔ اس لیے میں بیٹی وہاں دینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ آخرت کا کتنا فکر ہے۔ آج تو ایسے لوگ بھی ہیں جو رشتہ کرتے وقت کہتے ہیں ہماری لڑکی روٹی نہیں پکائے گی، کپڑے نہیں دھوئے گی، جھاڑوں نہیں پھیرے گی اس کوڑے میں تیار روٹی لٹھی چاہئے۔ یاد رکھنا! اور عورتیں اس مسئلہ کو اچھی طرح یاد رکھیں۔ یہ جو گھر کے کام ہیں مثلاً: پبوں کو نہلا نا، تیار کرنا، کپڑے دھونا، روٹی پکانا اور کھانا، جھاڑ و پھیرنا ان کا ثواب نظری نماز، روزہ سے زیادہ ہے۔

تو فرمایا کہ ان کی یہوی کو نجات نہ لی ﴿كَانَتْ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ تھی وہ یقیناً رہ جانے والوں میں سے کہ حضرت لوط بن ایلہ کو حکم تھا آپ جلدی سے یہاں سے چلے جائیں کہ آپ کے چلے جانے کے بعد ہم نے اس علاقے کو اٹا کا دینا ہے۔ وہ تشریف لے گئے اور یہ یقیناً مُعذَّبِینَ میں رہ گئی۔ اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے۔

پہلا عذاب: ﴿فَظَمَّسْنَا آغْيَنَهُمْ﴾ [سورة القمر] "ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں آنکھوں کی بینائی ختم کر دی۔"

دوسراءذاب: ﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ عَطَرًا﴾ [سورة الشمل] "ہم نے ان پر پتھروں کی بارش بر سائی۔"

تیسرا عذاب: سورۃ الحجر میں صیتحہ کے لفظ آتے ہیں "ڈرائی آواز۔"

چوتھا عذاب: ﴿جَلَّنَا عَالَيْهَا سَاقِلَهَا﴾ [سورة هود] "ہم نے مستی کو اٹ کر اور پر نیچے کر دیا۔"

اس مقام پر دس میل کا بجھہ مردار ہے۔ وہاں پر کسی قسم کی مجھلی یا آبی جانوروں کی قسم کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ حالانکہ چھوٹے چھوٹے تالابوں میں بھی کیڑے اور مجھلیاں ہو جاتی ہیں مگر ان پر ایسا عذاب آیا کہ آج تک وہاں ایک مجھلی بھی پیدا نہیں ہوئی۔

فَرِماَيَهُ اللَّهُ وَأَكْمَلَنَا عَلَيْهِمْ مَطْرًا <sup>۱۰۷</sup> اور ہم نے ان پر برسائی ایک خاص قسم کی بارش (ناظر) اے مخاطب دیکھ! <sup>۱۰۸</sup> گیف کان عاقِیۃُ الْبَغْرِ وَمِنْ <sup>۱۰۹</sup> کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔ اللہ تعالیٰ جرم سے بچائے اور گناہ سے بھی بچائے اور محظوظ رکھا میں!

### وَمِنْ حَمَدَ اللَّهَ

﴿وَإِنِّي مَذَّيَّ أَخَاهُمْ شَعِيبًا <sup>۱۱۰</sup>﴾ اور مدین قوم کی طرف بھیجا، ہم نے ان کے بھائی شعیب <sup>علیہ السلام</sup> کو ﴿قَالَ <sup>۱۱۱</sup>﴾ فرمایا انہوں نے ﴿لِيَقُولُوا إِعْبُدُوا اللَّهَ <sup>۱۱۲</sup>﴾ اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی ﴿مَا لَكُمْ مِنَ الرُّؤْبَنَةِ <sup>۱۱۳</sup>﴾ نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبد و اس کے سوا ﴿قَدْ جَاءَكُمْ بَيْتَهُ <sup>۱۱۴</sup>﴾ تحقیق آچکی تمہارے پاس واضح دلیل ﴿قَنْ تَبِعُكُمْ <sup>۱۱۵</sup>﴾ تمہارے رب کی طرف سے ﴿فَأَوْفُوا الْكِبِيلَ وَالْبَيْزَانَ <sup>۱۱۶</sup>﴾ پس پورا ماپ اور تول کر دو ﴿وَلَا يَبْخُسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ <sup>۱۱۷</sup>﴾ اور نہ کم کرو لوگوں سے ان کی چیزیں ﴿وَلَا تُقْسِدُوا فِي الْأَنْوَافِ <sup>۱۱۸</sup>﴾ اور نہ فساد کرو زمین میں ﴿بَعْدَ <sup>۱۱۹</sup>﴾ زمین کی اصلاح کے بعد ﴿ذَلِكُمْ حَيْثُكُمْ <sup>۱۲۰</sup>﴾ یہ چیزیں تمہارے لیے بہتر ہیں ﴿إِنْ كُلُّكُمْ مُؤْمِنُونَ <sup>۱۲۱</sup>﴾ اگر ہو تم مؤمن ﴿وَلَا تَقْعُدُوا <sup>۱۲۲</sup>﴾ اور نہ شہزو ﴿بِحَلْلٍ صِرَاطٍ <sup>۱۲۳</sup>﴾ کسی بھی راستے پر ﴿تَوَعَّدُونَ <sup>۱۲۴</sup>﴾ ذرا تے ہو تم لوگوں کو ﴿وَتَصْدِلُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ <sup>۱۲۵</sup>﴾ اور روکتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے سے ﴿مَنْ أَمْنَ بِهِ <sup>۱۲۶</sup>﴾ اس کو جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر و تبعُونَهَا عَوْجَانَ <sup>۱۲۷</sup>﴾ اور تلاش کرتے ہو اس راستے میں بھی ﴿وَأَذْكُرُوا <sup>۱۲۸</sup>﴾ اور یاد کرو تم ﴿إِذْ كُلُّمْ قَلِيلًا <sup>۱۲۹</sup>﴾ جس وقت تم تھوڑے تھے ﴿فَلَكُمْ لَكُمْ <sup>۱۳۰</sup>﴾ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا ﴿وَأَنْظُرُوا <sup>۱۳۱</sup>﴾ اور دیکھو ﴿كَيْفَ كَانَ عَاقِیۃُ الْمُفْسِدِينَ <sup>۱۳۲</sup>﴾ کیسا انجام تھا فساد پچانے والوں کا ﴿وَإِنْ كَانَ طَآءُقَهُ مِنْكُمْ <sup>۱۳۳</sup>﴾ اور اگر ہے ایک گروہ تم میں سے ﴿أَهْنَوْا بِإِلَيْنِي أَمْرَسْلَتُ بِهِ <sup>۱۳۴</sup>﴾ جو ایمان لا یا اس چیز پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ﴿وَطَآءُقَهُ لَمْ يُؤْمِنُوا <sup>۱۳۵</sup>﴾ اور ایک گروہ ایسا ہے جو ایمان نہیں لا یا ﴿فَأَصْبِرُوا <sup>۱۳۶</sup>﴾ پس تم صبر کرو ﴿حَتَّى يَعْلَمَ اللَّهُ <sup>۱۳۷</sup>﴾ ہاں تک کہ فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ ﴿لَبَيِّنَاتًا <sup>۱۳۸</sup>﴾ ہمارے درمیان ﴿وَفُوَخَلَّيْنَا الْحَكِيمَيْنَ <sup>۱۳۹</sup>﴾ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

### توم شعیب کا تذکرہ

مدین حضرت ابراہیم <sup>علیہ السلام</sup> کے بیٹے کا نام ہے۔ حضرت ابراہیم <sup>علیہ السلام</sup> کے دو بیٹے تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے جن کا ذکر

قرآن کریم میں ہے، حضرت اسما علیل ﷺ اور حضرت اسماعیل ﷺ۔ ان کے علاوہ تین بیٹے اور تھے جن کا ذکر تورات اور تاریخ کی کتابوں میں ہے، حضرت مدین، حضرت مدان اور حضرت قیدار یعنی یوسف۔ تو مدین حضرت ابراہیم ﷺ کا بیٹا ہے۔ آگے ان کی نسل چل انہوں نے ایک شہر آباد کیا جس کا نام مدین رکھا۔ بہت سارے شہروں کے نام قوموں کے نام پر ہیں۔ سنہ میں آیا ہے کہ گھر بھی ایک قوم تھی جن کے نام پر گھر شہر آباد ہے۔

مدین اس طلاقے کی بڑی مرکزی جگہ تھی۔ اس کے حدود اربعہ یعنی چاروں طرف بڑے بڑے جنگلات تھے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو آنحضرت الائیت کہ بھی کہا ہے، جنگل والے۔ اور مدین اس وقت میں الاقوامی منڈی تھی دور دراز سے تاجر آتے چیزوں بیچتے اور خریدتے تھے۔ بڑا بارہ بُن اور آباد شہر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی طرف ان کے بھائی شعیب ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِنْ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شَهْيَّا﴾ اور مدین قوم کی طرف بھیجا ہم نے ان کے بھائی شعیب ﷺ کو۔ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں آتا ہے کہ حضرت شعیب ﷺ اپنے دور میں بڑے فتح اللسان تھے بات بڑی صاف اور بڑے اچھے طریقے سے سمجھاتے تھے خطیب الانبیاء ان کا القب ہے۔ نماز بڑے آرام اور آہستہ آہستہ پڑھتے تھے۔ سورہ ہود میں آئے گا کافروں نے طعنہ دیا ﴿شَعِيبَ أَصْلُوثُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ تَذَكَّرَ هَا يَقْبَلُ إِلَيْنَا﴾ اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں ان چیزوں کو جن کی پوجا کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔ یعنی یہ جو تو نماز پڑھتا ہے یہ تجھے حکم دیتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ حضرت شعیب ﷺ کی نماز کا تمثیر اڑاتے تھے۔ حضرت شعیب ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیاں عطا فرمائی تھیں۔ بیٹیاں ہی بکریاں چہ اتنی تھیں ان کا دو دھن کچھ پی لیتے اور کچھ بیچ کر گھر کا نظام چلاتے ﴿قَالَ﴾ فرمایا حضرت شعیب ﷺ نے ﴿لَيَقُولُونَ﴾ اصل میں یقونی تھا۔ ﴿تَسْتَكْلِمُ كَيْ تَخْفِيَهَا حَذْفُ كَوْدِي گئی ہے۔ اے میری قوم! ﴿أَعْبُدُ دُولَتَهُ﴾ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی ﴿مَا لَكُمْ مِنَ الْوَعْيَةِ﴾ نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا میں جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کا پہلا سبق ہی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَحْمَلُ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مسحود نہیں، کوئی حاجت روائیں، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی فریاد ریس نہیں، کوئی دست گیر نہیں، کوئی مُقْرَن نہیں، کوئی حاکم نہیں، ﴿إِنَّ الْجَنَّمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾ [یوسف: ۳۰] حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ تمام پیغمبروں نے پہلا سبق بھی دیا۔ سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا أَنْرَسْنَا مِنْ مَيْتِكَ مِنْ رَأْسُوْلِ إِلَّا نُؤْخُذُ إِلَيْنَا كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا أَعْبُدُ دُولَتِي﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول گریہ کرہی کرتے تھے اس کی طرف کرنیں ہے کوئی معبود مگر میں پس میری ہی عبادت کرو۔

حضرت شعیب ﷺ نے بھی وہی سبق دیا فرمایا ﴿قَدْ جَاءَكُمْ بَيْتَهُ قُنْ شَهْيَّا﴾ تحقیق آچکی تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے۔ ﴿بَيْتَهُ﴾ کا معنی تو مجرہ ہے اکثر پیغمبروں کے مجرفات قرآن پاک میں مذکور ہیں لیکن شعیب بن یہ کوئی مجرہ صراحت کے ساتھ قرآن پاک میں مذکور نہیں ہے۔ میں نے بے شمار تفسیریں دیکھیں اور تدلیش کرتا رہا کہ کوئی مجرہ مل

جائے (بَيْتَنَّهُ) کا معنی تو مجرہ ہے مگر اس کی تفصیل کیا ہے کہ وہ مجرہ کیا تھا معلوم نہیں۔ البتہ ایک بزرگ نے کتاب لکھی ہے ”بَدَائِعُ الظُّهُورُ فِي وَقَاتِعِ الدُّهُورِ“ اس میں انہوں نے حضرت شعیب (علیہ السلام) کا ایک مجرہ بیان کیا ہے کہ قوم نے شعیب (علیہ السلام) سے کہا کہ آپ ہمارے الہوں، ہتوں اور اضناں کی تزوید کرتے رہتے ہیں اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو ان کو بلاؤ میں ہمارے بت بول کر کہیں کہ واقعی شعیب (علیہ السلام) کا سبق اور تعلیم صحیح ہے تو ہم مان لیں گے۔ ان کا دیال تحاکم ان پتھروں کی مورثیوں نے کیا بولنا ہے؟ حضرت شعیب (علیہ السلام) نے دوسرے پیغمبروں کی طرح پہلا جواب تو یہ دیا کہ (إِنَّمَا الْأُبَيْثُ عَنْ دُرُّ أَشْوَارِهِ) [الشکر: ۵۰] مجرے، خرق عادت چیزیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں پیغمبروں کے اختیار میں نہیں ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ تمہارے منہ سے نکلا ہوا مطالبہ پورا کر دے تو مان لو گے۔ کہنے لگے ضرور مانیں گے۔

بَدَائِعُ الظُّهُورُ میں ہے کہ انہوں نے بت بڑے بنائے اور سنوارے ہوئے تھے اور ان پر پردے لٹکائے اور خوشبو کی ہوئی تھیں۔ لوگ ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہوئے اکٹھے ہوئے کہ آج ہمارے ہتوں نے بولنا ہے اور شعیب (علیہ السلام) کی تصدیق کرنی ہے۔ مخلوق سری اکٹھی تھی، میلے کا سماں تھا حضرت شعیب (علیہ السلام) جب قریب پہنچے تو ہتوں سے مقاطب ہو کر فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو اس سبق کے متعلق جو میں ان لوگوں کو دیتا ہوں کہ عبادات کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمہارا کوئی معبد نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہتوں کو گویا ہی کی طاقت عطا فرمائی سب لوگوں نے سنا کہ ہتوں نے بلند آواز سے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادات کے لائق نہیں ہے وَأَنْتَ رَسُولُ رَبِّنَا وَآپ ہمارے رب کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس چیز کو چاہے ہو اسکا ہے۔ مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت بھی اس پتھر کو جانتا ہوں مکہ مکرمہ میں کہ میں جب اس کے پاس سے گزرتا تھا تو وہ مجھے سلام کرتا تھا۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ سے در چلے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت انس بن شہو تھے۔ ایک آدمی ہل چلاتا تھا، تحک گیا، فارغ ہو کر واپس آنے لگا تو چلانگ لگا کر بیل پر سوار ہو گیا۔ بیل اکڑ گیا اور کہنے لگا لَهُ مُخْلَقٌ لِهُذَا إِنَّمَا خُلِقْتُ لِلْزَرَاعَةِ ”هم سواری کے لیے نہیں پیدا کیے گئے میں تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں یعنی اتروہ ہمارے ذریعے کھیتی باڑی کرو۔“ لوگوں نے سنا کہنے لگے سُبْحَانَ اللَّهِ يَعْلَمُ كَلَمَّا ”اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، بیل بولتا ہے۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھی ایمان ہے ابوبکر کا بھی ایمان ہے عمر کا بھی ایمان ہے (یعنی) کہ رب تعالیٰ جس چیز کو چاہے ہو اسکا ہے۔ وَمَا هُنَّا إِثْمَانٌ يَوْمَ دُنُونِ بزرگ اس وقت ساتھ نہیں تھے۔ گویا ان پر آپ ﷺ کو اتنا اعتقاد تھا کہ آپ ﷺ نے ان کی وکالت فرمائی۔

آگے چلے تو ایک موٹا تازہ بھیڑیا آیا اور اس نے روڈ سے ایک بکری اٹھا لی۔ روڈ کا مالک بھی بڑا بہادر تھا اس کے پیچے دوڑا پتھر وغیرہ مارے اور بھیڑیے سے بکری چھڑا لی۔ وہ بھیڑیا ایک میل پر چڑھ کر کہنے لگا کہ آج تو ٹونے مجھ سے بکری چھڑا لی ہے کل جب میری بادشاہی ہو گی تو کون چھڑائے گا؟ لوگوں نے کہا سُبْحَانَ اللَّهِ يُؤْمِنُ بِيَكْلَمُ ”اللہ تعالیٰ کی ذات پاک

ہے بھیزیر یا باتیں کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے بلوائے میرا بھی ایمان ہے ابو بکر کا بھی ایمان ہے عمر کا بھی ایمان ہے (بیان)۔

یہ ہمارے ہاتھ پاؤں آج تو نہیں بولتے مگر قرآن پاک میں آتا ہے قیامت والے دن یہ بولیں گے۔ چنانچہ سورۃ پیغمبر میں آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَنَحْشِنَا أَيْنُوْنِهِم﴾ "اور کلام کریں گے ہمارے سامنے ان کے ہاتھ ﴿وَتَشَهَّدُنَّ آنِهِنَّا هُم﴾ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں ﴿بِسَاكَلُوْنَا يَكُنْسِبُونَ﴾ جو کچھ وہ کہاتے تھے۔" اور جو بیسواں پارہ سورۃ حم سجدہ میں آتا ہے حکیٰ اِذَا هَا جَأَغْرِفَا" یہاں تک کہ وہ جب اس کے قریب پہنچیں گے ﴿شَهَدَ عَلَيْهِمْ سَعْلَمْ وَآبَصَاهُمْ﴾ تو گواہی دیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں ﴿وَجَلَوْدُهُم﴾ اور ان کی کھالیں ﴿بِسَاكَلُوْنَا يَعْتَلُمُونَ﴾ اس چیز کی جو کچھ وہ کرتے تھے ﴿وَقَالُوا إِلْجَلُوْدُهُم﴾ اور وہ کہیں گے اپنے چڑوں سے ﴿لِمْ شَهَدَتُمْ عَلَيْنَا﴾ کہ تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف ﴿قَالُوا هُوَ كَمِنْ گَهُ أَنْقَعْنَا اللَّهُ الَّذِي أَلْقَى كُلَّ شَيْءٍ﴾ ہم کو بوایا ہے اس اللہ تعالیٰ نے جس نے ہر چیز کو بلوایا ہے۔ "ہم تو بے اختیار ہیں بلوائے والے نے بلوایا ہے۔

تو بات ہو رہی تھی کہ ان کے بتوں نے کہا کہ حضرت شیعہ علیہ السلام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں مگر صدقی لوگ یہ سن کر بھی ایمان نہ لائے مدنیں چونکہ اس علاقے کا بڑا شہر تھا اور اس علاقے کی بڑی منڈی تھی تو یہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے، ذندگی مارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا ﴿فَإِذْ قَوْمًا  
الْكَلِيلَ وَالْبَيْزَانَ﴾ پس پورا مامپ اور تول کر دیو ﴿وَلَا يَبْخُسُوا إِلَّا مَا أَشْيَأُهُمْ﴾ اور نہ کم کرو لوگوں سے ان کی چیزیں۔ اگر کسی دکان دار نے کہا کہ ایک کلو چیز ایک روپے کی دوں گا۔ عند اللہ اس شخص کا ایک کلو بن گیا اب اگر اس میں کمی کرے گا تو اس کا حق مارے گا اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی توڑنے والا ہو گا۔ اسی طرح جس جنس اور رنگ اور کوائی کا وعدہ کیا ہے اگر اس میں کمی میشی کرے گا تو وہ کوہا ہو گا اور قیامت والے دن اس کا جواب دہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَا تُقْسِدُوا لِي الْأَمْرُ وَبَعْدَ إِاصْلَاحَهَا﴾ اور نہ فساد کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد۔ معلوم ہوا کہ کم تو نا بھی فساد ہے، شرک کرنا بھی فساد ہے، قبروں کو پوجنا بھی فساد ہے۔ فساد نہ پچاؤ ﴿وَلِكُمْ حِيلَتُمْ﴾ یہ چیزیں تمہارے حق میں بہتر ہیں ﴿إِنَّ كُلَّمُ مُؤْمِنٍ﴾ اگر ہوتا ہے ایمان والے۔ اور ان لوگوں نے الجنت رکھتے ہوتے تھے ڈاکو جو دور راز جنگلوں میں چھپے ہوتے تھے قائلے والوں سے تیقی چیزوں کو لیتے تھے اور شہر میں بھی الجنت ہوتے تھے جو دیکھتے کہ سونا کس نے خریدا ہے، ریشمی کپڑے کس نے خریدے ہیں، تیقی سامان کس نے خریدا ہے۔ یہاں کو آگاہ کرتے اور وہ ان کو لوٹ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا ﴿وَلَا تَشَعَّدُوا إِلَّا كُلَّتِي صِرَاطُكُمْ نَذَرُونَ﴾ اور نہ بیٹھو کسی بھی راستے پر ڈراستے ہوئے لوگوں کو۔ اور ڈاکوؤں میں ایسے بھی تھے جو لوٹتے بھی تھے اور اپنے مذہب کی تبلیغ بھی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تم جب شہر میں جاؤ گے تو وہاں ایک بابا جی ہیں ان کا یہ حلیہ ہے ان کے قریب نہ جانا ان کی بات نہیں سنی۔ تو وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے

روکتے تھے کہ یہ ایمان نہ لائیں دو طرفہ شیرے تھے، مال بھی لوٹتے تھے اور ایمان بھی۔

فرمایا ﴿وَتَصْلُدُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور روکتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے راستے سے ﴿مَنْ أَهْمَى بِهِ﴾ ان کو جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر ﴿وَتَبْغُونَهَا عَوْجَاهًا﴾ اور تلاش کرتے ہو اس راستے میں بھی۔ کبھی کہنے ہیں کہ نام تو اسلام کا لے اور کرے اپنی رضی، جس طرح ہمارے حکمرانوں نے اسلام کو نیز ہا کر دیا ہے ﴿وَإِذْ كُرِّقَ إِذْ لَئِنَّمُ قَلِيلًا﴾ اور یاد کر تم جس وقت تم تحوزتے تھے ﴿فَلَئِنْ كُنْ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا ﴿وَأَنْظُرْنَا إِلَيْكُمْ﴾ اور دیکھو ﴿كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُشْرِكِينَ﴾ کیسا انجام تھا فاساد پکانے والوں کا۔

### سابقہ اقوام کا انجام

تم سے پہلے جو نسادی لوگ تھے ان کا کیا انجام ہوا۔ لوط ﴿لَوْط﴾ کی قوم کا کیا حشر ہوا، صالح ﴿صَالِح﴾ کی قوم کا کیا حشر ہوا، عاد قوم کا کیا حشر ہوا، نوح ﴿نُوح﴾ کی قوم کا کیا حشر ہوا یہ سب تمہارے سامنے ہے۔ کیوں کہ وہ لوگ جانتے تھے کہ ان لوگوں پر رب تعالیٰ کا عذاب آیا تھا کہ کسی کو رب تعالیٰ نے سیالاب میں تباہ کیا، کسی پر تند ہوا چلائی، کسی پر پتھر بر سائے، کسی کو کسی شکل میں اور کسی کو کسی شکل میں تباہ کیا۔ ﴿وَإِنْ كَانَ طَآئِفَةً قِنْثُكُمْ﴾ اور اگر ہے ایک گروہ تم میں سے ﴿أَمْتُوا بِالْأَنْزَى أُمُّ سَلَتْ بِهِ﴾ جو ایمان لایا اس چیز کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ یہ تھوڑے سے لوگ تھے جو حضرت شعیب ﴿شَعِيب﴾ پر ایمان لائے تھے جن کے متعلق کافر کہتے تھے ﴿وَلَوْلَا رَهْلَكَ لَرْجَنْتَكَ﴾ ”شعیب اگر تیرے ساتھ یہ چند ساتھی نہ ہوں جن کی، ہم تھوڑی سی شرم کرتے ہیں تو ہم تجھے پتھروں سے مار مار کر ختم کر دیں۔“ حضرت شعیب ﴿شَعِيب﴾ نے اس کے جواب میں فرمایا ﴿لَقَوْبَرَ أَتَهْفَطَ أَعْذَّ عَلَيْكُمْ فِنَّ اللَّهِ﴾ [ہود: پارہ: ۱۲] ”اے میری قوم میرا خاند ان زیادہ عزیز ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی نسبت۔“ ظالمو! میری برادری کا خیال کرتے ہو اور اس رب کا خیال نہیں کرتے جس نے تمھیں پیدا کیا ہے، تمھیں رزق دیا ہے، صحبت دی ہے، مال دیا ہے، اولاد دی ہے۔

﴿وَطَآئِفَةُ لَمْ يُؤْمِنُوا﴾ اور ایک گروہ ایسا ہے جو ایمان نہیں لایا ﴿فَاصْبُرْدَا﴾ پس تم صبر کرو ﴿حَتَّى يَعْلَمَ اللَّهُ بِئْنَتَنَا﴾ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے ہمارے درمیان ﴿وَهُوَ حَيْثُ الْحَكِيمُونَ﴾ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ کیوں کہ وہ ظاہر اور باطن کو جاننے والا ہے اس کا جو فیصلہ ہو گا وہ حق ہو گا اور دنیا کے نج غلط فہمی کا شکار ہو کر غلط فیصلے بھی کر جاتے ہیں اور بسا اوقات ڈنڈی بھی مار جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نہ ڈنڈی مارتا ہے اور نہ غلط فہمی کا شکار ہوتا ہے اور نہ غلط فیصلہ کرتا ہے۔ اس قوم کے ساتھ کیا ہوا؟ اس کا ذکر آگئے آئے گا۔

﴿قَالَ اللَّٰهُ كَمْ جَمِيعَتْ نَفْسٌ بِإِنْ شَاءَ رَبُّهُ وَلَا يُنْهَى﴾ وہ جنہوں نے تکبر کیا ﴿وَمِنْ قَوْمٍ هُنَّ أَنفُسُهُمْ بَشَّارٌ﴾ ان کی قوم میں سے ﴿لَئِنْ جَعَلْتَهُمْ كُلَّا مُنْكَرٍ لَمْ يَأْتِهِمْ بِشَيْءٍ﴾ اے شعیب اے وَالَّذِينَ أَنْهَوْا مَحَاجَةَ الْمُؤْمِنِينَ اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں ﴿وَمِنْ قَرْيَاتِنَا﴾ اپنی بستی سے ﴿أَوْ لَتَسْعُدُنَّ﴾ یا تم پلٹ آؤ ﴿فِي مَلَيْتَنَا﴾ ہماری ملت میں ﴿قَالَ﴾ کہا شعیب ﴿لَا يَنْهَا﴾ نے ﴿أَوْ لَوْ كُلَّا كُلُّ هُنَّ﴾ کیا اگرچہ ام اس کو ناپسند کرنے والے ہوں ﴿قَدْ أَفْكَرْتُ إِنَّا عَلَى اللَّٰهِ كَذَّابِيَّا﴾ تحقیق ہم نے افتراء باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا ﴿إِنْ عَذَّابَنِي مُنْتَهِيٌّ﴾ اگر ہم لوٹیں تمہاری ملت میں ﴿بَعْدَ إِذْ نَجَّنَا اللَّٰهُ مِنْهَا﴾ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی ﴿وَمَا يَلْعُونُ لَنَا﴾ اور نہیں ہے ہمارے لیے حق ﴿أَنْ لَعْنَةَ اللَّٰهِ أَكْبَرٌ﴾ کہ ہم لوٹیں اس ملت میں ﴿إِلَّا أَنْ يَشَاءُ اللَّٰهُ﴾ مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ ﴿لَهُ مَبِينٌ﴾ ہمارا رب ﴿وَسَهَّلَ لَنَا مَبِينٌ كُلُّ شَيْءٍ﴾ وسیع ہے ہمارا پروردگار ہر چیز پر علم کے اعتبار سے ﴿عَلَى اللَّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ اللہ تعالیٰ ہی پر ہم بھروسا کرتے ہیں ﴿رَبَّنَا أَفْتَحْ بَيْتَنَا﴾ اے ہمارے پروردگار حقیقت کھول دے ہمارے درمیان ﴿وَبَيْنَ قَوْمَنَا بِالْعَقْدِ﴾ اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ ﴿وَأَنْثَ خَيْرٍ﴾ ﴿الْفَتِيحةُ﴾ اور توبہ سے بہتر ہے حقیقت کھولنے والوں میں سے ﴿وَقَالَ اللَّٰهُ﴾ اور کہا جماعت نے ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ﴾ ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا شعیب ﴿لَا يَنْهَا﴾ کی قوم میں سے ﴿لَهُنَّ أَتَبْغُثُمْ شَعِيرِيَّا﴾ اگر تم نے پیروی کی شعیب ﴿لَا يَنْهَا﴾ کی ﴿إِنَّكُمْ رَاذَ الْخَسِيرُونَ﴾ تو بے شک تم اس وقت نقصان اٹھانے والے ہو گے ﴿فَإِذَا ثَمَّتُمْ الزَّرْجُفَةَ﴾ پس کیڑا ان کو زلزلے نے ﴿فَأَصْبَعْتُنَّيْ دَارِيْهُمْ جَشِيدَنَّ﴾ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں جنہوں کے مل ﴿الَّذِينَ كَلَّبُوا شَعِيرِيَّا﴾ وہ لوگ جنہوں نے جھٹلا یا شعیب ﴿لَا يَنْهَا﴾ کو ﴿كَانَ لَمْ يَغْنُوا فِيهِمَا﴾ گویا وہ ان گھروں میں بنتے والے ہی نہیں تھے ﴿الَّذِينَ كَلَّبُوا شَعِيرِيَّا﴾ وہ لوگ جنہوں نے جھٹلا یا شعیب ﴿لَا يَنْهَا﴾ کو ﴿كَانُوا هُنْ الظَّاهِرِيَّ﴾ وہی تھے نقصان اٹھانے والے ﴿فَسَوْلَتُ عَنْهُمْ﴾ پس پھرے ان لوگوں سے ﴿وَقَالَ﴾ اور کہا ﴿لِيَقُولُونَ﴾ اے میری قوم ﴿لَقَدْ أَنْلَقْتُمُ﴾ البت تحقیق میں پہنچاچکا ہوں تم کو ﴿بِرَسْلَتِ رَبِّنِيَّ﴾ اپنے رب کے پیغام ﴿وَلَصَحْتُكُمْ﴾ اور میں تھیس نصیحت کر چکا ہوں ﴿فَكَيْفَ أَسِي عَلَى قَوْمٍ لَّفْرِيَّ﴾ پس کیسے افسوس کروں اس قوم پر جو کافر ہے۔

### قوم شعیب کا ناپ تول میں بد دیانتی کرنا یا

پہلے سے حضرت شعیب ﴿لَا يَنْهَا﴾ کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ حضرت شعیب ﴿لَا يَنْهَا﴾ کی قوم شرک کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں کی کی

بیماری میں بھی بتلا تھی۔ مدین چونکہ میں الاقوامی منڈی تھی اور وہاں دور دراز سے تا جرأتے تھے اور مدین قوم میں بھی بڑے بڑے تا جر تھے اور انہوں نے مختلف قسم کے پیمانے رکھے ہوئے تھے خریدنے والا پیمانہ اور تھا اور بیچنے والا اور تھا۔ مثلاً: خریدتے وقت چھکلوکا پیمانہ استعمال کرتے اور بیچتے وقت پانچ کلوگا۔ حضرت شعیب ﷺ نے فرمایا اس طرح نہ کرو جس پیمانے سے خریدواں سے بیچوا اور تو لتے وقت ڈنڈی نہ مارو اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اور وہ قوم ڈاکو بھی تھی اس سے بھی منع فرمایا کہ ڈاکے نہ مارو۔ قوم نے کیا جواب دیا؟

ارشادر بانی ہے ﴿قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ كَمَا جَاءَتْ نَفْرَةُ الْأَنْيَشِ إِنْ شَرِيكًا مِنْ قَوْمِهِ﴾ وہ جنہوں نے تکبر کیا ان کی قوم میں حق کو مکرانے والے اور نہ مانے والے۔ انہوں نے حضرت شعیب ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو دمکی دی ﴿لَتَحْرِجَنَّكُلَّ يَسْعَيْنَ﴾ البتہ ہم ضرور نکالیں گے تم کو اے شعیب! ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَعْمَلُكُمْ﴾ اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں ﴿وَمَنْ ظَرَبَتْهَا﴾ اپنی بستی سے۔ جب غنڈوں، بدمعاشوں اور بدکرداروں کے ہاتھ میں افتادار ہوتے نیکوں کے ساتھ پھر بھی سلوک ہوتا ہے اصولی طور پر تو غنڈوں، بدمعاشوں کو، مجرموں کو شہر سے نکالنا چاہیے لیکن یہاں مجرم اکٹھے ہو کر کہتے ہیں کہ ہم تمھیں نکالیں گے ﴿أَوْ لَتَغْوِيَنَّ قَوْمًا مُلْتَقَاتِهِ﴾ یا تم پلت آؤ ہری ملت میں ہماری طرح کا فرشٹک بن جاؤ پھر چھوڑیں گے۔

عود کا ایک معنی ہے کہ میں جس جگہ تھا لوٹ کر واپس وہاں آجائوں اگر یہ معنی کریں تو پھر تعلیمیا ہو گا کیوں کہ حضرت شعیب ﷺ کے ساتھی تو پہلے شرک تھے ان کے لیے عود کے لفظ کا استعمال اس معنی میں صحیح ہے۔ حضرت شعیب ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور پیغمبر پیدائشی طور پر موجود ہوتا ہے اس سے تہبیث سے پہلے شرک سرزد ہوتا ہے اور نہ بعد میں ایک لمحہ کے لیے بھی، تو یہ لفظ حضرت شعیب ﷺ کے لیے تعلیمیا استعمال کیا۔ اور عود کا معنی آجائے کا بھی ہوتا ہے تو معنی ہو گا تم ہماری ملت میں آجائو تو پھر یہاں رہ سکتے ہو ورنہ ہم تمھیں یہاں سے نکال دیں گے۔

﴿قَالَ﴾ حضرت شعیب ﷺ نے فرمایا ﴿أَوْ لَوْ كُنَّا كُرِهِنَّ﴾ کیا اگرچہ ہم اس کو ناپسند کرنے والے ہوں کہ تمہاری ملت میں آجائیں ہم شرک کو پسند نہیں کرتے ﴿قَدْ أَفْتَرَيْتَ عَلَى اللَّهِ كُنْبَابًا﴾ تحقیق ہم نے افتراباندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا ﴿إِنْ مُنْتَقَاتِي مُلْتَقَاتِكُمْ﴾ اگر ہم لوٹیں تمہاری ملت میں۔ دنیا میں شرک سے بڑا مفتری کوئی نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ پر شرک کا افتراباندھتا ہے اگر ہم تمہاری ملت میں آجائیں تو تمہاری طرح مفتری ہو گئے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر افتراباندھنے والوں میں سے ہو گئے ﴿بَعْدَ إِذْ نَجَّيْنَا اللَّهُ مِنْهَا﴾ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دی ہے، ہم قطعاً تمہاری ملت میں نہیں آئیں گے ﴿لَمَّا يَأْكُلُونَ لَنَا﴾ اور نہیں ہے ہمارے لیے حق ﴿أَنْ لَكُنُودُنَّهَا﴾ کہ ہم لوٹیں اس ملت میں ﴿إِلَآ أَنْ يَسْأَلَ اللَّهُ رَبُّنَّهَا﴾ گھر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ ہمارا پروردگار۔ معاذ اللہ تعالیٰ رب تعالیٰ اگر ہمیں شرک بنادے تو ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے رب، رب ہے۔ باقی ہم اپنی مرضی سے تمہاری ملت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

﴿وَسِعَ رَبُّهُ كُلَّ شَيْءٍ هُوَ عَلَيْهِ وَسِعَ هُوَ هَمَارا پروردگار ہر چیز پر علم کے اعتبار سے ﴿عَلَى اللَّهِ تَوْلِيَّ كُلَّ نَّاسٍ﴾ اللہ تعالیٰ ہی پر ہم

بھروسکرتے ہیں۔ تم نے جو حکمیاں دینی ہیں دیتے رہا اور جو کرنا ہے کہ حضرت شعیب ﷺ نے جب قوم کا فیصلہ سننا اور اپنا بھی سنا دیا تو فرمایا ﴿رَبَّنَا أَفْتَنَنَا بِكُنْ نَوْمَنَا بِالْحَقِيقَةِ﴾ اے ہمارے پرو رہگار! حقیقت کھول دے ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب یہ میں ہمارے گھروں میں بھی نہیں رہنے دیتے لہذا فیصلہ فرمادے۔

### ظالم کا انجام

حدیث پاک میں آتا ہے ان اللہ تعالیٰ يُعْلِمُ الظالِمَ بِمَا تَحْكُمُ لَهُ وَمَا تَرَدُّدَتْ يَدُهُ فَإِنَّمَا يَعْلَمُ مَا يَشَاءُ ۚ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے یک دم پکڑتا ہے پھر ذہل نہیں دیتا۔ تو اللہ تعالیٰ ظالم کو اپنی مرضی سے ذہل دیتا ہے اور وہ کجھ تھا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نجیا ہوں یا اس کا وہم ہوتا ہے۔ جتنے لوگ ظلم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی ذلیل کرے گا اور آخرت میں بھی۔

فرمایا ﴿وَأَنَّكُمْ خَيْرُ الْفَلَقِينَ﴾ اور توسب سے بہتر حقیقت کھولنے والوں میں سے ہے۔ تجوہ سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کر سکا کیوں کہ صحیح فیصلہ وہ کرے گا جو حقیقت سے واقف ہو گا اور رب تعالیٰ سے زیادہ حقیقت کو جانے والا کون ہے؟ اور صحیح فیصلے کے لیے یہ بھی ہے کہ کسی کا ذرخوف نہ ہو کہ کسی کے دباؤ میں نہ آئے اللہ تعالیٰ کو کس کا ذر ہے؟ اور صحیح فیصلے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ لائج نہ ہو۔ یہ دنیا میں جتنے غلط فیصلے ہوتے ہیں ان کی بھی وجہات ہیں تو اللہ تعالیٰ کو کوئی لائج نہیں ہے۔

### قوم کا شعیب ﷺ کو حکمی دینا

ایک طرف تو قوم نے حضرت شعیب ﷺ کو حکم دی کہ ہم تھے اور تیرے س تھیوں کو بستی سے نکال دیں گے اور شعیب ﷺ کا جواب بھی سن لیا پھر وہ لوگ ان کی قوم کے پاس گئے ﴿وَقَالَ الْمَلَائِكَةُ كَفَرُوا بِهِ﴾ اور کہا جماعت نے ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا ﴿وَمِنْ قَوْمِهِ﴾ ان کی قوم میں سے۔ اور کہا جماعت نے جنہوں نے کفر کیا شعیب ﷺ کی قوم میں سے ﴿لِكُنَ الظَّاغِنُمُ شَعِيبًا﴾ اگر تم نے پیروی کی شعیب ﷺ کی ﴿إِنَّمَا إِذَا لَطَّهُرَ ذَنَبَ﴾ تو بے شک تم اس وقت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔ اس حکمی کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر تم نے شعیب ﷺ کی پیروی کی تو ہم تمہاری مرمت کریں گے ہم تمہارے ساتھ نہیں گے اور خسارے کا ایک معنی یہ ہے کہ تم نے اپنی ملت کفر، شرک والی چھوڑی تو مذہبی طور پر خسارے میں رہو گے اور سیاسی طور پر بھی خسارے میں رہو گے کیوں کہ کافر، مشرک اپنے آپ کو سچا کہتے تھے۔

### حضرت شعیب ﷺ کی قوم کی تباہی

رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَاخَذَنَاهُمُ الرَّجْمَةُ﴾ پس کپڑا ان کو زلزلے نے۔ اور سورۃ ججر میں صدیعہ کے لفظ آئے ہیں، آواز، قبح۔ حضرت جبریل ﷺ نے ایک آواز نکالی اس کی وجہ سے زلزلے کی کیفیت پیدا ہو گئی مدینہ کے رہنے والے جتنے مجرم تھے ان میں سے ایک بھی نہ پہاڑ دہاں رہنے والے جو مومن موحد تھے ان میں سے کسی ایک کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچا جو مومنوں

کوہتی سے نکالنا چاہتے تھے ان پر خدائی لعنت پڑی اور وہ دنیا سے چلے گئے ﴿فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَهِنَّمَ﴾ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل بیٹھنے والے۔ جس طرح ہم اتحیات میں بیٹھتے ہیں یہ بڑی عاجزی کی علامت ہے۔ اس وقت کہنے لگے ﴿إِنَّا إِذَا أَذَلَّلْنَا بَشَّرٍ هُمْ خَالِمُونَ﴾ اب تو وقت ختم ہو گیا اب اقرار کا کیا فائدہ۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّمَا يُنَزَّلُ إِلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ مَا يُمْكِنُ لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ يَعْتَذِرُونَ فَلَا يُنَزَّلُ عَلَيْكُم مِّنْ حِلٍّ لَّكُمْ وَلَا يُنَزَّلُ عَلَىٰكُم مِّنْ حِلٍّ﴾ وہ لوگ جھضوں نے جھٹلا یا شعیب ﴿بْنِ عَوْنَاحٍ﴾ کو ﴿كَانَ لَمْ يَعْتَذِرْ فَلَمْ يَهْمِلْ﴾ گویا وہ لوگ ان گھروں میں بینے والے ہی نہیں تھے۔ وہ گھر جہاں ہر وقت رونقیں تھیں، چہل پہل تھی، جہاں ہر قسم کی بد معائش ہوتی تھی اب وہ گھر ایسے اجزے جیسے یہاں کبھی کوئی رہا ہی نہیں۔ یہ خسارہ تو دنیا میں ہوا سب کچھ ہو گیا اور عذاب میں مبتلا ہوئے اور مرنے کے بعد کی سزا علیحدہ ہے۔ ﴿إِنَّمَا يُنَزَّلُ إِلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ مَا يُمْكِنُ لَكُمْ وَلَا يُنَزَّلُ عَلَيْكُم مِّنْ حِلٍّ لَّكُمْ وَلَا يُنَزَّلُ عَلَىٰكُم مِّنْ حِلٍّ﴾ وہ لوگ جھضوں نے جھٹلا یا شعیب ﴿بْنِ عَوْنَاحٍ﴾ کو وہی تھے نقصان آٹھانے والے۔ اب معلوم ہوا تاکہ قبیعین پیغمبر نقصان آٹھانے والے ہیں یا پیغمبر کو جھٹلانے والے خسارے میں پڑے۔ ﴿فَتَرَوْتُ عَنْهُمْ﴾ پس پھرے شعیب ﴿بْنِ عَوْنَاحٍ﴾ ان لوگوں سے جب وہ تباہ ہو گئے ﴿وَقَالَ﴾ اور فرمایا ﴿لَقَوْمٍ﴾ اے میری قوم ﴿لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِّسَالَتِ رَبِّكُمْ﴾ البتہ تحقیق میں پہنچا چکا ہوں تم کو اپنے رب کے پیغام ﴿وَنَصَّحْتُ لَكُمْ﴾ اور تم کو نصیحت بھی کر چکا ہوں ﴿فَنَكِفْ إِلَيْكُمْ عَلَىٰ قَوْمٍ كَلْفِيْرِيْنَ﴾ پس کیسے افسوس کروں اس قوم پر جو کافر ہے۔

### سماع اغیاء ﴿بْنِ عَوْنَاحٍ﴾ میں کوئی اختلاف نہیں

میں پہلے بھی اس مسئلے کے متعلق عرض کر چکا ہوں کہ پیغمبر اور ان کے علاوہ جو دوسرے لوگ قبروں میں آرام کر رہے ہیں ان کی قبروں کے قریب کوئی بات کرے تو وہ سنتے ہیں یا نہیں؟ یعنی سماع موتی ہے یا نہیں؟ تو انہیاے کرام ﴿بْنِ عَوْنَاحٍ﴾ کے سماع کے متعلق ساری امت کا اتفاق ہے کہ وہ سنتے ہیں اور امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس پر امت کا اتفاق اور اجماع ہے۔

اس مسئلے میں سب سے پہلے اختلاف پیدا کرنے والا سید عبادت اللہ شاہ گجراتی ہے۔ ہم نے الہمارہ سال اکٹھے کام کیا ہے جس وقت اس نے یہ مسئلہ نکالا تو ہم نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ باقی رہا عام مردوں کے سنتے اور نہ سنتے کا سنتہ تو اس کے متعلق صحابہ کرام ﴿بْنِ عَوْنَاحٍ﴾ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے سنتے ہیں اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نہیں سنتے، ان میں حضرت عائشہ صدیقہ رض بھی ہیں وَخَالَفَهُمُ الْجِمِيعُ باقی تقریباً سارے صحابہ رض ان کے مخالف ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ قبر کے پاس اگر کوئی سلام، کلام کرے تو مردے سنتے ہیں اور جہوڑی یعنی پیچانوے نیصد امت مالکی، حنفی، شافعی، جنبلی ای کے قائل ہیں۔ پہلے غیر مقلدین حضرات کا بھی یہی نتویٰ تھا اب ان میں سے کچھ تھوڑے سے بگڑ گئے ہیں شاہ صاحب کے مرید بن گئے ہیں۔

حضرات مائے موتی کے قال ہیں ان کی ایک دلیل یہ ہی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے مرووں کو سنایا اور فرمایا اے میری قوم امیں حصیں اپنے رب کے پیغام پہنچا چکا ہوں پس کیسے افسوس کروں کافر قوم پر۔ اور جو کہتے ہیں کہ نہیں سنتے ان کے خدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ افسوس کا اظہار ہے کہ مجھے اس قوم پر افسوس ہے میں ان کو سناتا رہا اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتا رہا لیکن انہوں نے میری بات نہیں سنی۔

### وَمَا أَنْزَلْنَا فِي قُرْآنٍ مِّنْ أُثْرٍ

﴿وَمَا أَنْزَلْنَا فِي قُرْآنٍ مِّنْ أُثْرٍ﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی ﴿إِلَّا أَخْذَنَا آهْلَهَا﴾ مگر یہ کہ پکڑا ہم نے وہاں کے باشندوں کو ﴿بِالْبَأْسَاءِ﴾ مالی پریشانی میں ﴿وَالصَّرَّاءُ آءِ﴾ اور بدنسی پریشانی میں ﴿الْعَلَمَ﴾ یعنی ﴿عُونَ﴾ تاکہ وہ عاجزی اور زاری کریں ﴿فَهُمْ يَدْلِلُنَا﴾ پھر ہم نے بدلتا یا ﴿مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةِ﴾ تکلیف کی جگہ راحت کو ﴿حَتَّىٰ عَفَوْا﴾ یہاں تک کہ وہ لوگ بڑھ گئے ﴿وَقَاتُوا﴾ اور کہا انہوں نے ﴿قَدْ مَسَّ إِبَّا ءَنَا﴾ تحقیق پہنچی ہمارے باپ دادا کو بھی ﴿الصَّرَّاءُ آغَوَالَصَّرَّاءُ آغَ﴾ بدنسی تکلیف اور راحت ﴿فَأَخْذَنَاهُمْ بَعْثَةً﴾ پس پکڑا ہم نے ان کو اچانک ﴿وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرْآنِ﴾ اور اگر بستیوں کے باشندے ﴿أَمْتَوْا﴾ ایمان لا کیں ﴿وَأَنْتُمْ﴾ اور گناہ سے بچتے رہیں ﴿لِفَتْحِنَّا عَلَيْنَاهُمْ﴾ البتہ ہم کھول دیں ان پر ﴿بَرَكْتُُّنِي قِنَ السَّيَادَةِ الْمُرِضِ﴾ آسمان اور زمین کی برکتیں ﴿وَلِكُنْ كَذَبُوا﴾ اور لیکن انہوں نے تکذیب کی ﴿فَأَخْذَنَاهُمْ﴾ پس ہم نے پکڑا ان کو ﴿بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ بہ سبب اس کمالی کے جودہ کرتے تھے ﴿أَفَمِنْ أَهْلُ الْقُرْآنِ﴾ کیا پس امن میں ہیں ہیں بستیوں والے ﴿أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسَنَا﴾ اس چیز سے کہ آئے ان پر ہمارا عذاب ﴿بَيَّنًا﴾ رات کے وقت ﴿وَهُمْ تَأْبِيُونَ﴾ اور وہ سوئے ہوئے ہوں ﴿أَوْ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرْآنِ﴾ اور کیا امن میں ہیں بستیوں والے ﴿أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسَنَا﴾ کہ ان پر ہماری گرفت آئے ﴿صَنْعَ﴾ چاشت کے وقت ﴿وَهُمْ يَلْعَبُونَ﴾ اور وہ کھیل رہے ہوں ﴿أَفَأَمْتَوْا مَلَكَ اللَّهِ﴾ کیا پس وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے امن میں ہیں ﴿فَلَا يَأْمُنُ مَلَكَ اللَّهِ﴾ پس نہیں بے فکر ہوتی اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے ﴿إِلَّا الْقَوْمُ الْخَيْرُونَ﴾ مگر وہ قوم جو خسارہ اٹھانے والی ہو۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعات قدر تفصیل سے بیان فرمائے۔ اب آگے اجتماعی طور پر ارشاد ہے ﴿وَمَا أَنْزَلْنَا فِي قُرْآنٍ﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں ﴿مِنْ أُثْرٍ﴾ کوئی نبی ﴿إِلَّا أَخْذَنَا آهْلَهَا﴾ مگر پکڑا ہم نے وہاں کے رہنے والوں کو ﴿بِالْبَأْسَاءِ﴾ مالی

پریشانی میں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے جس وقت حق کی بات لوگوں کو سنائی، ہدایت اور گمراہی سے آگاہ کیا اور اتمام جلت ہو چکا اور لوگوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کو، لی پریشانی میں بٹلا کیا گیا۔ کبھی خطا ان پر مسلط کیا گیا، کبھی سیلاب آیا، کبھی چیزیں مہنگی ہو گئیں وغیرہ وغیرہ۔

﴿وَالصَّرَّاءُ أَعْلَمُ﴾ اور بدلتی تکلیف میں جتنا کیا گیا۔ مختلف قسم کی بیماریاں ان پر سلطنت کی گئیں ﴿لَعْنَهُمْ يَهُرُونَ﴾ تاکہ وہ عاجزی اور زاری کریں رب کی طرف رجوع کریں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی کہ جب بھی کسی کو تکلیف پہنچ تو وہ فوری طور پر رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے تکلیف چاہے مالی ہو یا بدلتی ہو۔ اور جو غافل ہوتے ہیں ان کو قطعاً کسی چیز کی پرواہیں ہوتی وہ حیوانوں کی طرح زندگی سر کرتے ہیں۔ بہادر شاہ ظفر دہلی کا آخری بادشاہ تھا اور شاعر عربی، جس کے بیٹوں کے سرکاث کر انگریزوں نے اس کے سامنے رکھے تھے۔ ظفر رحوم کہتے ہیں:-

ظفر آدمی اس کو شہ جانیے گا، ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم دذکار  
جنے عیش میں پار خدا نہ رہی جنے طیش میں خوف خدا نہ رہا

انسانیت کا معیار

مرحوم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر تم نے انسان کی انسانیت دیکھنی ہے تو اس کی شناخت یہ ہے کہ عیش میں ہو تو رب تعالیٰ کو نہ بھولے اور تکلیف میں ہو تو رب تعالیٰ کو نہ بھولے۔ تکلیفیں رب تعالیٰ کی طرف سے اس لیے آتی ہیں کہ انسان کو تشبیہ ہو، لہذا جب بھی کوئی تکلیف آئے تو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔

پریشانی میں اکا لہ و اکا لیو راجعون پڑھنا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرمائی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے گھر چراغ نہیں ہوتا تھا اپنے نماز تجدید اندر ہرے ہی میں پڑھتے تھے اور کوئی بھی نماز ہواندھیرے میں بھی ہو جاتی ہے روشی ہوتا نُوڑ علی نُوڑ۔ ایک دوسرا قع پر صحابہ کرامؓ نے مٹی کا چراغ مہیا کیا تھا اس میں تل تھا، میں لوگوں کے گھر دل میں دیکھتی کہ چراغ جلتے ہیں مجھے بھی شوق ہوا تو میں نے ایک چراغ مہیا کیا۔

چراغ باہر جل رہا تھا تیز ہوا سے چراغ بچھ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ تو میں پریشان ہو گئی کیوں کہ میں یہ لفظ کسی کے مرنے پر یا بڑی مصیبت پر سنتی تھی میں نے کہا حضرت! اخیر ہے آپ نے یہ پڑھا ہے۔ فرمایا چراغ کے بچھنے پر۔ کہنے لگیں یہ کون ہی بڑی مصیبت ہے میں ان شاء اللہ وبارہ جلا دوں گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ بر وہ چیز جو مسلمان کی پریشانی کا ذریعہ ہو، ہاں اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیے۔ کیوں کہ چراغ کے بچھنے سے ہمیں تکلیف ہوئی ہے اس لیے میں نے پڑھا۔ اور یہاں حال یہ ہے کہ لوگوں پر پریشانیوں کے طوفان گز رجاتے ہیں مگر رب تعالیٰ کی طرف رجوع

ثیں کرتے ان کو حادثات زمانہ پر محول کرتے ہیں۔

توجہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے حق کی تعلیم پیش کی اور قوم نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مالی اور بدنی پر بیانوں میں بدلنا کیا تاکہ یہ لوگ رب تعالیٰ کی طرف زاری اور عاجزی کریں، رجوع کریں مگر وہ لوگ اتنے سنگ دل تھے کہ ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ لہذا جب ان کو عبرت حاصل نہ ہوئی تو فرمایا ﴿لَمْ يَدْعُ إِلَّا نَحْنَ أَنَا أَعْلَمُ بِالْعَدْلِ﴾ پھر ہم نے بدلتا یا تکلیف کی جگہ راحت کر تکلیفیں ہٹالیں مال زیادہ کرو یا زیاد میں اضافہ کر دیا، درختوں پر کچل کثرت سے لگائے، اولاد کثرت سے دی تاکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات دیکھ کر اس کا شکریہ ادا کریں لیکن انہوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہ کی۔ اللہ تعالیٰ دل کی ختنی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

حدیث پاک میں آتا ہے: إِنَّ أَبْعَدَ الْقُلُوبَ مِنَ اللَّهِ الْقُلُوبُ الْقَاسِيَ "اللہ تعالیٰ سے وہ لوگ زیادہ دور ہوتے ہیں جن کے دل سخت ہوتے ہیں۔" ان کو رحمت سے بہت دوری ہوتی ہے۔ جب مال، دولت اور اولاد کی کثرت ہوئی ﴿عَفْوًا﴾ یہاں تک کہ وہ لوگ بڑھ گئے۔ ہر لحاظ سے ان کو ترقی اور عرض مل گیا ﴿وَتَأْلُوَاهُمْ﴾ اور کہا انہوں نے ﴿قَدْ مَسَّ أَبَاءَنَا الصَّرَاطَ أَغْوَاهُمْ﴾ تحقیق پہنچی ہمارے باپ را اکوہی بدنی تکلیف اور راحت۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے دنیا کے دور اس طرح چلتے رہتے ہیں کبھی تکلیف اور کبھی راحت، کبھی یہاڑی کبھی صحت۔

توجہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں طرح آزمایا تکلیف دے کر بھی اور وہ آزمائش میں پورے نہ اترے ﴿فَأَخَذَنَاهُمْ بَعْثَةً﴾ پس کپڑا ہم نے ان کو اچانک ﴿أَذْهَمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ اور وہ شعر نہیں رکھتے تھے۔ عذاب کی آمد کا ان کو علم ہی نہیں تھا غفلت کی حالت ہی میں اپنے انعام کو بچنے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرْبَى﴾ اور اگر بستیوں کے باشندے ﴿وَأَمْتَوا﴾ ایمان لا گیں ﴿وَأَئْقَوْا﴾ اور گناہ سے بچتے رہیں۔ کفر، شرک سے بچ جائیں، گناہوں سے بچ جائیں ﴿فَلَقَحْنَا عَلَيْهِمْ بِرَبْكِتٍ مِّنَ السَّمَاءِ﴾ البتہ ہم کھول دیں ان پر آسمان ﴿وَالآمِرِض﴾ اور زمین کی برکتیں۔ آسمان سے برکتیں بر سائیں اس طرح کہ بارشیں ہوں دیکھو! دو مہینے ہو گئے ہیں بارشیں نہیں ہو گئیں۔ لوگ کتنے پر بیان ہیں اور بارانی علاقے کے لوگ روتے پھر رہے ہیں مگر رب تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ بہت کم علاقوں میں نماز استقاء پڑھی گئی ہے کہ لوگوں نے توبہ، استغفار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تو قیامت تک رہیں گے لیکن اکثریت باقی لوگوں کی ہے۔ اور زمین کی برکتیں یہ ہیں کہ پیداوار زیادہ ہو گی ﴿وَلَكِنْ كَذَبُواهُمْ﴾ اور لیکن انہوں نے تکذیب کی بجائے ایمان لانے اور کفر و شرک سے بچنے کے گناہوں سے بچنے کے ﴿فَأَخَذَنَاهُمْ﴾ پس ہم نے کپڑا ان کو ﴿بِهَا كَثُوا يَأْتِيهِمْ بِأَشْأَابِيَّاتِهِ﴾ بسب اس کمالی کے جودہ کرتے تھے۔ کفر، شرک، بدی اور گناہوں میں آلوہہ تھے اس وجہ سے ہم نے ان کو تباہ کر دیا جن کے کچھ واقعات تفصیل اور اجمالاً تم سن چکے ہو۔

کیا یہ لوگ ﴿أَتَأْمَنُ أَهْلَ الْقُرْبَى﴾ کیا پس اس میں ہیں بستیوں والے ﴿لَهُ أَنَّ يَأْتِيهِمْ بِأَشْأَابِيَّاتِهِ﴾ ان چیزوں سے کہ آئے ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت ﴿أَذْهَمْ ثَانِيَّتُوْنَ﴾ اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔ کیا بستیوں میں رہنے والے اس سے

بے خبر ہیں، کیا انہوں نے گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل نہیں کی ان کے حالات ان کے سامنے نہیں ہیں کہ رات کے وقت عذاب آئے اور یہ تباہ ہو جائیں۔

۷۱۹۳ء میں کہیے میں کوئی میں جب زلزلے کی شکل میں رب کی طرف سے عذاب آیا تو لوگ اس وقت سوئے ہوئے تھے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ مر گئے۔ ﴿أَذْلَمُ أَهْلُ الْقُرْبَىٰ﴾ اور کیا اسکی میں ہیں بستیوں والے ﴿أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَاشْكَاضَعَىٰ﴾ کہ ان پر ہماری گرفت آئے چاشت کے وقت ﴿وَهُمْ يَكُلُّونَ﴾ اور وہ کھلیل رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری گرفت رات کو بھی آسکتی ہے اور دن کو بھی۔ آدمی کو ہر وقت رب تعالیٰ کے عذاب سے ذرتے رہنا چاہیے اور دنیا میں کوئی بھی آفت آئے تو یہی سمجھے کہ یہ میری وجہ سے ہے میرے گناہوں کی شامت ہے۔ لیکن حال یہ ہے کہ ہم لوگ تو اپنے آپ کو مخصوص سمجھتے ہیں اور میں ذاتی طور پر کوئی پریشانی یا تکلیف ہو تو کہتے ہیں کہ خدا جانے کیا گناہ کر بیٹھا ہوں کہ مجھے یہ تکلیف آئی ہے۔ امخصوص بننے والے اخوات توسرے لے کر پاؤں تک گناہوں سے گمراہوا ہے اور تجھے معلوم نہیں ہے کہ تو کون سے گناہوں میں پکڑا گیا ہے کتنا مچلا بنتا ہے۔ ہر آدمی اپنی کمزوریوں اور گناہوں اور اپنے عیوبوں کو بخوبی جانتا ہے ویسے بخواہیں جائے تو الگ بات ہے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی چھوٹے گناہ میں پکڑ لے اس لیے گناہ کو گناہ سمجھو چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔

حدیث پاک میں آتا ہے حضرت انس بن شہر فرماتے ہیں ”تم بعض چیزوں کو چھوٹے چھوٹے گناہ سمجھتے ہو ہم آخرین حضرت مسیح ایم کے زمانے میں ان کو ”موبقات“ یعنی ایسے گناہ سمجھتے تھے جو ہلاکت کا ذریعہ ہیں۔“ إِنَّمَا كُمْ وَمُخْتَرَاتِ الدُّنُوبِ۔ حدیث پاک میں آتا ہے ”جو گناہ تھیں چھوٹے نظر آتے ہیں ان کو چھوٹا نہ سمجھو بڑا گناہ سمجھو۔“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَفَأَوْتُوا مُتَّهِمَوْهُمْ﴾ کمر کے معنی حیله اور غنیمہ تدیر کے ہیں کیا پس وہ اللہ تعالیٰ کی تدیر سے امن میں ہیں، غالباً ہیں اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مدبر ہے وہ ایسی تدیر کرتا ہے کہ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

فرمایا ﴿فَلَا يَأْمُنُ مَكْرُرَ اللَّهِ﴾ پس نہیں بے قُلْر، ہوتی اللہ تعالیٰ کی تدیر سے ﴿إِلَّا الْقَوْمُ الظَّرِيرُونَ﴾ مگر وہ قوم جو خسارہ اٹھانے والی ہو۔ دوسرے تو رب تعالیٰ کے عذاب سے ذرتے ہیں، توبہ کرتے ہیں، معافی مانگتے ہیں، نیکیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

### ~~~~~

﴿أَوَلَمْ يَتَهَدُ﴾ اور کیا یہ ایت نہیں ہوئی ﴿لِلَّذِينَ﴾ ان لوگوں کو ﴿يَرِثُونَ الْأَرْضَ﴾ جو وارث ہوئے ہیں زمین کے ﴿وَنِ بَعْدِ أَهْلِهَا﴾ اس کے اہل کے ہلاک ہونے کے بعد ﴿أَنْ لَوْ شَاءَ﴾ کہ اگر ہم چاہیں ﴿أَصْبَنُهُمْ بِهِمْ﴾ ان کو بھی مصیبت میں بٹلا کر دیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ﴿وَنَطَبَخُ عَلَىٰ قَلُوْبِهِمْ﴾ اور ہم مہر لگادیتے

ہیں ان کے دلوں پر ﴿قَوْمٌ لَا يَسْمَعُونَ﴾ پس وہ لوگ نہیں سنتے ﴿تِلْكَ الْفُرْقَى﴾ یہ بتیاں ہیں ﴿لَقُصُّ عَلَيْكَ  
نِصْ أَبْيَا بِهَا﴾ ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان کے کچھ حالات ﴿وَلَئِنْ جَاءَهُمْ مَرْسُلٌ مِّنْ بَيْنِ أَنفُسِهِمْ﴾ اور البتہ تحقیق  
آچکے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر ﴿فَمَا كَانُوا بِهَا﴾ پس نہیں تھے وہ لوگ ﴿لِيُؤْمِنُوا﴾ کہ ایمان  
لاتے ﴿لَمَّا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ﴾ اس چیز پر جس کو جھلا چکے تھے پہلے ﴿كَذَّلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الظَّفَرِينَ﴾ اسی  
طرح اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے کافروں کے دلوں پر ﴿وَمَا ذُجَدَنَا إِلَّا كَتَرْهُمْ فِي عَهْدِهِ﴾ اور نہیں پایا ہم نے ان میں  
اکثر کے لیے کوئی عہد ﴿وَإِنْ وَجَدْنَا أَكَثَرَهُمْ لَفْسِقِينَ﴾ اور بے شک پایا ہم نے ان میں سے اکثر کو البتہ  
نافرمان ﴿لَمْ يَعْثُثُنَا﴾ پھر بھیجا ہم نے ﴿مِنْ بَعْدِهِمْ مُّؤْلِسِي﴾ ان کے بعد مویٰ علیہ کو ﴿بِأَيْتَنَا﴾ اپنی نشانیوں کے  
ساتھ ﴿إِلَى فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِيمَهِ﴾ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف ﴿قَلَمْبُوَا بِهَا﴾ پس انہوں نے زیادتی کی ان  
نشانیوں کے ساتھ ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْغُصَّارِينَ﴾ پس دیکھ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا ﴿وَ قَالَ  
مُؤْلِسِي﴾ اور کہا مویٰ علیہ نے ﴿لِيَقْرَءَ عَوْنَ أَتَى رَسُولِيْ وَ قَنْتَرَتُ الْعَلَمِيْنَ﴾ اے فرعون میں رسول ہوں رب العالمین  
کی طرف سے ﴿حَقِيقِيْقَى﴾ حق دار ہوں ﴿عَلَى أَنْ﴾ اس بات کا ﴿لَا أَقُولُ عَلَى اللَّهِ﴾ کہ میں نہ کہوں اللہ تعالیٰ پر  
﴿إِلَّا إِنْعَى﴾ مگر حق ﴿قَدْ جُعْلَتُمْ﴾ تحقیق میں لا چکا تمہارے پاس ﴿بِيَتْنَاهُوْ قِنْ تَرَيْكُمْ﴾ واضح دلیل تمہارے  
رب کی طرف سے ﴿فَأَنْرِسِلْ مَعِنَيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ پس بھیج دے تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ﴿قَالَ﴾ کہا  
فرعون نے ﴿إِنْ كُنْتَ جُحْتَ بِأَيْتَ﴾ اگر تو لایا ہے کوئی نشانی ﴿نَاتِ بِهَا﴾ تو لاس کو ﴿إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾  
اگر ہے تو سچ کہنے والوں میں ﴿فَأَنْتَقِ عَصَمَاهُ﴾ پس ڈالا مویٰ علیہ نے اپنی لائھی کو ﴿فَإِذَا هِيَ تَعْبَانُ مُبِينَ﴾ پس  
اچانک وہ اڑ دھا بن گیا کھلے طور پر ﴿وَنَزَعَ عَيْدَةً﴾ اور نکالا انہوں نے اپنا ہاتھ ﴿فَإِذَا هِيَ بَيْضَاعُ لِيَنْظَرِيْنَ﴾ پس  
اچانک وہ سفید تھا دیکھنے والوں کے لیے۔

آنہوں پارے کے آخر میں اور نویں پارے کی ابتداء میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کچھ قوموں کے واقعات تفصیلاً اور  
کچھ کے اجمالاً بیان فرمائے کہ ان لوگوں کے پاس پیغمبر آئے مگر جب انہوں نے نافرمانی کی تو ان سب پر اللہ تعالیٰ کا عذاب  
آیا یہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَوْلَئِنِيْقَدِ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ اور کیا ہدایت نہیں ہوئی ان لوگوں کو ﴿لِيَرْمُونَ الْأَمْرَضَ﴾  
جو وارث ہوئے زمین کے ﴿وَمِنْ بَعْدِ أَهْرَبَهَا﴾ اس کے اہل کے ہلاک ہونے کے بعد وارث بنے والوں سے پہلے جوز میں میں  
رہتے تھے ان کے ہلاک ہونے کے بعد اس وقت جو وارث ہیں ان کو ہدایت نہیں ہوئی؟ کس بات کی؟ ﴿أَنْ لَوْئَشَاءُ أَحَبَبَهُ﴾

پُلْمُوْبِهِمْ) اس بات کی کہاں چاہیں تو ان کو بھی مصیبت میں بدلنا کر دیں ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ پہلے لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں بدلنا ہوئے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے ان لوگوں کو جو اس وقت زمین پر بر سر اقدار ہیں، رہتے ہیں میں کہ ان پر بھی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آسکتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ﴿الشَّعِيدُ مَنْ وُعِظَ لِغَيْرِهِ﴾ ”نیک بخت اور سعادت مندوہ شخص ہے جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔“ کہ جس طرح ان پر عذاب آیا ہے مجھ پر نہ آجائے اور اگر رب تعالیٰ نے کسی کو نعمت سے نوازا ہے تو رب تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرے تاکہ یہ بھی نعمتوں سے نوازا جائے اور بد بخت ہے وہ انسان کہ طوفان اور پر سے گزرا جائیں اور اُس سے مس نہ ہو، نہ اچھی باتوں سے نصیحت حاصل کرے اور نہ بُری باتوں سے عبرت حاصل کرے۔

﴿هُوَ نَظِيمٌ عَلَى قُلُوبِهِمْ﴾ اور ہم مہر لگادیتے ہیں ان کے دلوں پر ﴿فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾ پس وہ لوگ نہیں سنتے۔ دیکھا! بہت سارے لوگ جو لفظی ترجیح پڑھتے ہیں ان کے سامنے جب اس طرح کی آیات آتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگادیتے ہیں۔“ تو ان کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے ہدایت کا راستہ بند کر دیا تو پھر اس میں بندے کا کیا قصور ہے؟ یہ تو پھر مجبور ہوا اور اسی طرح متعدد مقامات پر یہ بھی آتا ہے ﴿فَيُنَصِّلُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْبِطِي مَنْ يَشَاءُ﴾ جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ گراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

### ایک بڑا اعتراض اور اس کا جواب

سطیعی حسم کے لوگ کہتے ہیں رب تعالیٰ ہی گراہ کرتا ہے اور رب تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے تو پھر اس میں بندے کا کیا دخل ہے لہذا یہ دونوں باتیں غور سے سننے اور سمجھنے کے لائق ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر لگادیتا ہے اور دوسرا یہ کہ جس کو چاہتا ہے گراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ مہر لگانے کا مسئلہ اللہ تعالیٰ نے چوبیسویں پارہ سورہ حم میں سمجھایا کہ ہم مہر کب لگاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَهُ خَمْرٌ شَرِيكٌ لِّرَحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ ”یہ قرآن اُتارا ہوا ہے رحمان اور رحیم کی طرف سے ﴿کتب﴾ ایک کتاب ہے ﴿أَنْقَلَثُ إِلَيْهِ﴾ جس کی آیتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ﴿فَإِنَّا عَزَّزْنَا إِلَيْهِ﴾ یہ قرآن عربی زبان میں ہے ﴿لَقَوْمٍ يَغْلِبُونَ﴾ اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے ﴿بِشَدَّادٍ لَّذِيْجِيَّا﴾ خوش خبری دینے والا ہے اور ڈرانے والا ہے ﴿فَأَغْرَضَ أَكْثَرَهُمْ﴾ پس اعراض کیا ان میں سے اکثر نے ﴿فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾ پس وہ نہیں سنتے ایسا سنا کہ جس سے اس کو قبول کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں ﴿وَقَالُوا﴾ اور کہا انہوں نے ﴿قُلْنَا تَقْآمَ أَكْثَرَهُمْ﴾ ہمارے دل پر دوں میں ہیں ہم نے دلوں کو پر دوں میں چھپا کر کھا ہوا ہے ﴿وَقَدْ أَنْذَلْنَا إِلَيْهِ﴾ اس چیز سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں، ایمان کی طرف، دین کی طرف، کلمے کی طرف ﴿وَلِلَّهِ أَذْنَانُهُ فِيْنِ﴾ اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہیں تمہاری کوئی بات ہم نہیں سنتے ﴿وَمِنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

حجاجٰ ہے اور ہمارے درمیان اور آپ کے درمیان پردہ ہے انکار کا، دشمنی کا، عداوت کا۔ **فَاعْمَلْ إِنَّا غَيْلُونَ** ہے پس آپ اپنا کام کرتے جائیں بے شک ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔“

اب بات سمجھیں کہ جب ان لوگوں نے اپنی مرضی اور اختیار سے اس چیز کو پسند کیا کہ اپنے لیے ہدایت کے سارے راستے بند کیے، دلوں پر پردے، کافنوں میں ڈائیں، آنکھوں پر پردے ڈال لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا اگر تم اس بات پر راضی ہو تو **حَمَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ وَعَلَى أُذُنَّهُمْ غَشْوَهُمْ** [بقرة: ۲] ”مہر لگادی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کافنوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے“ کہ تم جس چیز کو اپنے لیے پسند کرتے ہو ہم اسی طرح کر دیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سرطے میں جبراً ان کے لیے ہدایت کے راستے بند کر دیے ہوں بلکہ انہوں نے اپنی مرضی سے یہ چیزیں قبول کیں اور کہتے **فَاعْمَلْ إِنَّا غَيْلُونَ** ہے پس آپ اپنا کام کرتے جائیں، ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے **لَئِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ وَقْنَ شَاءَ فَلَيَقُولُ** [آلہ کعب: ۲۹] ”پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔“

باقی رہاوسرا مستل: **فَيُضَلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ** [فاطر: ۸] ”گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ جبراً نہ تو کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے۔

چنانچہ سورہ الرعد میں ارشادِ بانی ہے **وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا هُنَّ** ”اور کہتے ہیں وہ لوگ جھوٹوں نے کفر کیا“ **لَوْلَا أَنْزَلَ** **عَلَيْهِ أَيْتَمْ تَهْمِنَ تَهْمِنَ** ہے کیوں نہیں اُتاری جاتی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے **فَلَمْ** آپ فرمادیں **إِنَّ اللَّهَ يُضَلِّ** **مَنْ يَشَاءُ** ہے بے شک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے **وَيَقُولُ إِلَيْهِ مَنْ أَنْلَابَ** ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔ وہ رجوع کیسے کرے گا؟ **أَلَّذِينَ أَمْنَوْا هُنَّ** وہ لوگ جو ایمان لائے **وَتَظَهِّيْنَ قُلُوبُهُمْ يُنَذِّرُ اللَّهُ** ہے اور مطمئن ہیں ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے۔“ تو رب تعالیٰ ہدایت اس کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اور گمراہ کس کو کرتا ہے؟ اس کے متعلق بھی سمجھ لیں۔ سورہ مومن میں ہے **ثُمَّ قَتَلَهُمْ** ”پھر کہا جائے گا ان سے **أَئِنَّ مَا لَتَّمَ شُرِّعْتُونَ** ہے کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک بناتے تھے **وَمِنْ دُوْنِ النَّعْوَنِ** اللہ تعالیٰ کے سوا **قَاتُلُوا أَشْلَوْعَنَا** ہے وہ کہیں گے کم گئے ہم سے **فَبِلِ لَمْ تَكُنْ شَذِعًا وَمِنْ قَبْلِ شَيْئًا** بلکہ ہم نہیں تھے بلاتے اس سے پہلے کسی چیز کو **كَذَّلِكَ يُضَلِّ** **اللَّهُ الْكَفِرِينَ** ہے اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کو۔ “یعنی جو خود کفر کرتے ہیں ان کو گمراہ کرتا ہے۔ کفر ان کا اپنا فعل ہے۔ **فَلَمَّا زَأْعَوْا أَزْأَعَ اللَّهُ قُلُوبُهُمْ** [القُف: ۵، پارہ: ۲۸] ”پس جب وہ نیز ہے چلتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو شیز ہا کر دیا۔“ اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ فرمایا **وَلَمْ يَأْتِهِمْ قَاتُلُونِ** [النَّازَاء: ۱۱۵] ”ہم پھیر دیتے ہیں جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے۔“ یہ میں نے تھیں حوالے اس لیے بتا دیئے ہیں کہ اگر تھیں کسی سے گفتگو کرنی پڑتے تو آسی ہو اور اس کو سمجھا سکو۔

تو فرمایا **وَتَظَهِّيْنَ عَلَى قُلُوبِهِمْ** ہے اور ہم مہر لگادیتے ہیں ان کے دلوں پر **فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ** ہے پس وہ لوگ نہیں سنتے۔

ایسا سنا کہ جس سے وہ فائدہ حاصل کریں کیوں کہ کافر بھرے تو نہیں ہوتے کہ وہ سربے سے سنتے ہی نہیں ہیں۔ اُنہی کافروں کے متعلق فرمایا (ص ۳۴) بھرے ہیں (بَلْ كُمْ) گونگے ہیں (عَنْهُمْ) اندھے ہیں۔ حالانکہ وہ سنتے بھی ہیں اور کئی کمی کھینچنے بولتے بھی ہیں اور دنیا کو دیکھتے بھی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حق سننے سے بھرے ہیں، حق بولنے سے گونگے ہیں، حق کی چیزیں دیکھنے سے اندھے ہیں۔

بخاری شریف میں روایت آتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ گونگے، بھرے، اندھے تمہارے بادشاہ بن جائیں گے۔“ آج سے تقریباً سو ٹھو سال پہلے کی بات ہے جب ہم نے یہ حدیث استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب طیار سے پڑھی جو یہاں بھی کئی دفعہ تشریف لائے ہیں۔ پوچھا حضرت! لوگ گونگوں، بھروں، اور اندھوں کو بادشاہ بنائیں گے تو وہاں آنکھوں والے، بولنے والے، سنتے والے نہیں ہوں گے؟ حضرت نے فرمایا میاں! آنکھیں ہوں گی، کان بھی ہوں گے، زبان بھی ہوگی مگر حق کی نشانیوں کو دیکھیں گے نہیں، حق کی بات نہیں گے نہیں، حق کی بات زبان سے نکالیں گے نہیں۔ آج وہ اندھے، بھرے، گونگے بادشاہ نظر آ رہے ہیں حق کی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہیں اور حق کی بت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور اگر کبھی بھول کر حق کی بات زبان سے نکل جاتی ہے تو اس پر پسپائی اختیار کرتے ہیں اور اس کی تاویل کرتے ہیں کہ ہمارا مطلب نہیں تھا، یہ تھا۔

فرمایا (فِتْلُكَ أَنْقُرِي تَقْصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَأَ بَهَا) یہ بستیاں ہیں ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان کے کچھ حالات جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (وَلَقَدْ جَاءَنَّهُمْ مُّسْلِمُهُمْ بِالْبَيْتِ) اور البتہ تحقیق آپکے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائلے کر ہے (كَانُوا) پس نہیں تھے وہ لوگ (لَهُمُ مِّنْ مُّؤْمِنِينَ كَذَّبُوا مِنْ قَبْلِهِ) کہ ایمان لاتے اس چیز پر جس کو وہ جھٹلا چکے تھے پہلے۔ پہلے قدم پر جس چیز کو جھٹلا یا تھا آخر دم تک اپنی ضد پر قائم رہے اور شلیم نہیں کیا (كَذَّلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الظَّفَرِينَ) اسی طرح ہم ہر لگاتے ہیں کالروں کے دلوں پر (وَمَا ذَرَنَّ إِلَّا كَتْرِفَمْ فِيْنَ عَنْهُمْ) اور نہیں پایا ہم نے ان میں سے اکثر کے لیے کوئی عہد (وَإِنْ وَجَدُنَا أَكَثَرَهُمْ لَغَيْرِ قَدِينَ) اور بے شک پایا ہم نے ان میں سے اکثر کو البتہ تافرمان۔ دنیا میں اکثریت ہمیشہ نافرمانوں کی رہی ہے۔ فرمائی بودا ر بہت تھوڑے رہے ہیں۔

### پانچ فرقوں کا ذکر

پیغمبروں کے اجمالاً ذکر کے بعد فرمایا (لَمْ يَعْلَمُوا مِنْ يَعْرِفُهُمْ مُّؤْسِيٌّ) پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موئی (مَيِّزَة) کو (بِإِيمَانِهِ) اپنی نشانیاں دے کر۔

موئی (مَيِّزَة) کا ذکر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آتا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سرز میں عرب پر مشرکین کے بعد مردم شماری کے اعتبار سے یہودیوں کا نمبر تھامدینہ طیبہ اور اس کے آس پاس علاقوں پر بھی ان کا کنش قول تھا اور خیبر سارا ان کا

تحا۔ آبادی کے اعتبار سے تمیرے نمبر پر عیسائی تھے۔ نجران وغیرہ کے علاقے میں عیسائی آباد تھے اور دوسرے علاقوں میں بھی تھوڑے تھوڑے آباد تھے۔ چوتھے نمبر پر صابی فرقہ تھا اور پانچویں نمبر پر جموی تھے۔ انحضرت ملنے پر قلم جب مسجود ہوئے تو اس وقت یہ پانچ فرقے تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے اور یہ عرب لوگ یہودیوں کے جلوسوں اور محفلوں میں شریک ہوتے تھے وہ لوگ موسیٰ ﷺ کا قصہ بیان کرتے تھے اور یہ سنتے تھے۔ اس لیے یہ قصہ اپنی حقیقت کے ساتھ بار بار بیان ہوا ہے تاکہ وہ اس سے سبق حاصل کریں۔ ﴿إِلَى فِرْعَوْنَ وَ مَلَأَهُمْ بِهِ﴾ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف نشانیاں دے کر موسیٰ ﷺ کو بھیجا۔ نشانیوں کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسے روم کے بادشاہ کا لقب قیصر اور ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہوتا تھا۔ موسیٰ ﷺ کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام تھا ولید بن مصعب بن ریان، بڑا خبیث اور شیطان آدمی تھا، بڑا چالاک اور ہوشیار، حق تلفی کرنے والا، ظلم اور گھلپے مارنے والا۔ اس وقت جو بڑے لیڈر ہیں ان کا بھائی تھا۔ یہ سب بدمعاش ہیں۔ ﴿فَلَمَّا مَوَّلَهَا هُنَّا﴾ پس انہوں نے زیادتی کی نشانیوں کے ساتھ۔ انکار کر گئے اور کسی کو تسلیم نہ کیا۔ ﴿فَأَنْظَرْنَاهُ كَانَ عَاقِبَةُ الْقُفْدَوْنَ﴾ پس دیکھ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا۔ فرعون کی لاش اس وقت بھی مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہوئی ہے لوگ جا کر تماشا دیکھتے ہیں اور بھی کئی فرعون وہاں پڑے ہیں۔ ﴿وَقَالَ مُوسَىٰ يَهُوَ أَوْ فَرَمَا يَا مُوسَىٰ نَّا نَّيْفِنَ عَوْنَ﴾ اے فرعون! ﴿إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے ﴿حَقِيقَيْشَ﴾ حق دار ہوں ﴿عَلَى أَنَّ﴾ اس بات کا ﴿لَا أَتُؤْلَى عَلَى إِنْوَالِ الْحَقِيقَيْشَ﴾ کہ میں نہ کہوں اللہ تعالیٰ پر مکر حق یعنی میں جو بات کہتا ہوں وہ رب تعالیٰ نے فرمائی ہے اس میں غلط بیانی نہیں ہے ﴿قَدْ جَتَّلْمُونَ بِيَقِنْتُوْنَ قِنْتُلَمِّنَ﴾ تحقیق میں لاچکا تمہارے پاس واضح دلیل تمہارے رب کی طرف سے ﴿فَأَتَرِسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ پس بھیج دے تو میرے ساتھ بی اسرائیل کو۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ حضرت موسیٰ ﷺ نے جو مطالبات کیے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، رسالت کا مسئلہ آگیا ﴿رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ میں توحید کا مسئلہ آگیا اور دوسرے مقام پر قیامت کا ذکر بھی ہے ﴿إِنَّ السَّاعَةَ لَأَنْتَبِيهُ﴾ [الموس: ۵۹] اور سورۃ طہ میں نماز کا ذکر بھی ہے اور بھی کچھ نیکیاں ہیں۔ ان بیانی مسائل کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے ان کی آزادی بھی میرا مقصد ہے۔ صدیوں سے تم ان سے بیگار لے رہے ہو ان کو آزاد کر کے میرے ساتھ بھیج میں ان کو ارض مقدس لے جانا چاہتا ہوں جو ہمارا آبائی علاقہ ہے۔ تاکہ یہ کھل کر رب تعالیٰ کی عبادت کریں معلوم ہوا کہ اگر قوم غلام ہو تو اس کو آزاد کرنا بھی پسیبروں کے سبق میں شامل تھا ﴿قَالَ﴾ فرعون نے کہا ﴿إِنَّكُنَّ جُنْحَنَ﴾ اگر تو لایا ہے کوئی نشانی ﴿فَاتَّهُمَا﴾ تو لے آس کو ﴿إِنَّكُنَّ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ اگر ہے تو کچھ کہنے والوں میں سے۔

### حضرت موسیٰ ﷺ دربار فرعون میں

حضرت موسیٰ ﷺ جب فرعون کو دعوت دینے کے لیے تشریف لے گئے تو اس وقت ان کے ساتھ صرف ان کے بھائی

## ذخیرہ الجنان فی فہم القرآن : حصہ ۷

الاعراف

حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ فرعون کا بہت بڑا تخت تھا اس پر کرسی تھی سر پر تاج رکھ کر اس پر بیٹھا ہوا تھا اس کے دامیں طرف اس کا وزیر اعظم ہاہاں بیٹھا ہوا تھا اور باسیں طرف وزیر دفاع بیٹھا ہوا تھا اور ان کے علاوہ باتی وزراء اور مشیر حضرات بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑا شاہی حلقہ تھا موسیٰ علیہ السلام نے اون کے کپڑے پہننے ہوئے تھے۔ پہلے تو انہوں نے دیکھ کر مذاق اڑایا کہ ملک کہاں سے آگیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب توحید و رسالت، قیامت کا مسئلہ بیان کرنے کے بعد جب بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا تو فرعون نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاو۔

### معجزات موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا تھا ﴿فَأَلْقَى عَصَاهُ﴾ پس ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاخشی کو ﴿فَإِذَا هِيَ لَعْبَانٌ مُّبِينٌ﴾ پس اچانک وہ اڑدھا بن گیا کھلے طور پر۔ جب لاخشی اڑدھا بن گئی تو اڑدھا نے فرعون کی طرف رخ کیا فرعون بدھواں ہو کر شیخے گرا اور پر اس کے کرسی، باقی سارے سہم گئے لیکن وہاں سے کوئی بھاگا نہیں کیوں کہ فرعون بڑا سخت گیر تھا۔ سب پر خوف تھا کہ یہ نہ کہے کہ تم دوڑے کیوں ہوئے؟ ایسے موقع پر ہر ایک کو اپنی جان کی فکر ہوتی ہے۔

ایک مجزہ تو یہ دکھایا اور دوسرا ﴿وَتَزَعَّيْدَهُ﴾ اور نکالا انہوں نے اپنا ہاتھ ﴿فَإِذَا هِيَ بِسَقَاءً لِلظَّفَرِينَ﴾ پس اچانک وہ سفید تھا دیکھنے والوں کے لیے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گر بیان میں ڈال کر نکالا تو وہ ایسا منور تھا کہ اس کے سامنے سورج کی روشنی بھی ماتھی۔ باقی واقعہ آگئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ



﴿قَالَ الْمَلَكُ﴾ کہا جماعت نے ﴿مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ﴾ فرعون کی قوم سے ﴿إِنَّهُ لَذَّالِ السُّجْنُ عَلَيْهِمْ﴾ بے شک یہ موسیٰ علیہ السلام بڑا ماہر جادوگر ہے ﴿يُؤْيِدُ﴾ وہ ارادہ کرتا ہے ﴿أَنْ يُخْرِجَنُ مِنْ أَرْضِكُمْ﴾ اس بات کا کہ تمھیں نکال دے تمہاری زمین سے ﴿فَمَاذَا تَأْمُرُونَ﴾ پس تم کیا حکم کرتے ہو ﴿قَالُوا﴾ انہوں نے کہا ﴿أَنْجِهُ وَأَخْأُهُ﴾ سہلت دے اس کو اور اس کے بھائی کو ﴿وَأَنْرِسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ لَحِشَابِينَ﴾ اور بھیج دو شہروں میں جمع کرنے والے ﴿لَهِيَّاتُوك﴾ لاکیں گے تیرے پاس ﴿وَيُكْلِلُ سَجْرَ عَلَيْهِمْ﴾ ہر ایسے جادوگر کو جو علم والا ہوگا ﴿وَجَاءَ السَّعَادَةُ بِرَبِّعَوْنَ﴾ اور آئے جادوگر فرعون کے پاس ﴿قَالُوا﴾ کہنے لگے ﴿إِنَّ لَنَا لِمَحَا﴾ بے شک ہمارے لیے کچھ اجر ہوگا ﴿إِنْ كُلَّا شُنْ الْغَلِيْمِينَ﴾ اگر ہم غالب ہو گئے ﴿قَالَ نَعَمْ﴾ فرعون نے کہا ہاں ﴿وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقْرَبِينَ﴾ اور البتہ تم مقریبین میں سے ہو جاؤ گے ﴿قَالُوا إِنَّهُ مُؤْتَقِي﴾ کہا جادوگروں نے اے موسیٰ علیہ السلام ﴿إِمَّا أَنْ شُلُقَ يَا تو آپ ڈال دیں﴾ ﴿وَإِمَّا أَنْ تُكُونَ نَخْنُ الْمُقْنِفِينَ﴾ یا ہم ہوں ڈالنے والے ﴿قَالَ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ﴿أَنْقُواهُ﴾

تم ذا الٰہ قلَّتِ الْقُوَّاتِ پس جس وقت انہوں نے ذا الٰہ سَخَرَ ذَا اَعْدَنَ اَنَّا نِسْ اِنْ هُنَّ اُنْهُوں نے جادو کر دیا لوگوں کی آنکھوں میں ۴۹ وَ اَسْتَرْهَبُوْهُمْ اور خوف زده کر دیا ان کو ۵۰ وَ جَاءَ عَلَيْهِ سِخْرَيْ عَظِيمٌ اور لائے وہ بہت بڑا جادو ۵۱ وَ اَوْحَيْتُ اِلَيْهِ مُؤْمَنِی اور ہم نے وہی کی موئی ﷺ کی طرف ۵۲ اَنَّ الْقِعْدَاتِ کہ ذال دو تم اپنی لاٹھی کو ۵۳ فِنَادِاً هی تلقف ۵۴ پس اچانک وہ نگل گئی ۵۵ مَا يَا فِكُونَ اس چیز کو جودہ بناتے تھے ۵۶ قَوْقَةُ الْعَقْ اور ثابت ہو گیا حق ۵۷ بَطْلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور باطل ہو گئی وہ کارروائی جودہ کرتے تھے ۵۸ فَلْبُوْا هُنَّا لَكُمْ پس وہ وہاں مغلوب ہو گئے ۵۹ وَ اَنْقَلَبُوا اصْغَرُهُنَّ اور بلوٹے وہ ذلیل ہو کر۔

موئی ﷺ، فرعون اور ان کی قوم کا ذکر پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موئی ﷺ کو نبوت و رسالت عطا فرمائی اور ان کے بھائی ہارون ﷺ کو بھی جو موئی ﷺ سے عمر میں تین سال بڑے تھے اور درجے اور رتبے کے لحاظ سے موئی ﷺ بڑے تھے حضرت ہارون ﷺ ان کے وزیر، معاون اور ارادوی تھے۔ دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے، فرعون تخت پر کری پر بیٹھا ہوا تھا تاج شاہی پہن کر۔ اس کے وزیر، مشیر اور نوچی افسران بھی موجود تھے۔ موئی ﷺ نے فرمایا کہ میں رب تعالیٰ کا رسول ہوں، توحید و رسالت کا مستکلہ بیان فرمایا اور فرمایا کہ قیامت کا عقیدہ یقینی ہے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر کے میرے ساتھ پہنچ دو۔ فرعون نے کہا کہ اگر تم پیغمبر ہو تو کوئی نشانی دکھاؤ۔ موئی ﷺ نے عصا ڈالا تو وہ اثر دہا بن گیا فرعون یقینی گرگیا اور باقی تمام گھبرا گئے۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ گر بیان میں ذال کرنا تا وہ سورج سے زیادہ روشن تھا۔

یہ شانیاں جب دیکھیں تو ۶۰ قَالَ الْمَلَائِنِ تَوْرُدُ فِرْعَوْنَ کہا جماعت نے فرعون کی قوم سے جو اس کی کابینہ کے افراد، وزیر، مشیر اور بڑے بڑے فوجی افسر تھے ۶۱ اَنَّ هَذَا السَّحْرُ عَلَيْهِمْ بے شک یہ موئی ﷺ بڑا ہر جادو گر ہے۔ فن کو جانتا ہے موئی ﷺ کے دونوں مجھزوں عصا اور یہ بیضا کو جادو کے ساتھ تعبیر کیا (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ اور موئی ﷺ کو علمیں، فن کو جانے والا ہمار کہا۔ ۶۲ وَ يُثْرِنُدُ وہ ارادہ کرتا ہے چاہتا ہے ۶۳ اَنَّ يُخْرِجُ جَمِيعَ مَنْ أَنْهَضْتُمْ کہ تھیں نکال دے تمہاری زمین سے، تھیں مرعوب کر کے سر زمین مصر سے نکال دے اور گیارہویں پارے میں آتا ہے ۶۴ وَ تَلَوَنَ لَكُمَا الْكِفَرُ يَا أَيُّهُمْ [یون: ۸۷] اور ہو جائے بڑا تی تم دونوں بھائیوں کی زمین میں۔ ۶۵ یعنی ہمیں نکال کر تم بڑا بنتا چاہتے ہو ۶۶ قَيْدَأَذَّتَاهُمْ زُونَ پس تم کیا حکم کرتے ہو اور مشورہ دیتے ہو اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ہم باتوں میں لوگ مشورہ کرتے ہیں۔

### مشورہ کن امور میں کرنا چاہیے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مونوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ۶۷ وَ اَمْرُهُمْ شُوْلَدِي بَنَّیَّهُمْ [الشوری: ۳۸، پارہ: ۲۵] اور ان کا معاملہ آپس میں مشورے سے طے ہوتا ہے۔ اور آخر حضرت ملئیلہ نعمت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ۶۸ وَ شَاوِرْهُمْ فی

الْأَمْرُ [آل عمران: ۱۵۹] "اور اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر لیا کریں۔" لیکن مشورہ ان چیزوں میں ہو گا جو منصوص نہیں ہیں یعنی جن کے متعلق شریعت میں واضح احکام نہیں ہیں اور جن کاموں کے متعلق شریعت میں واضح احکام موجود ہیں ان کے متعلق مشورے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً: شراب حرام ہے اس کے متعلق کوئی مشورہ کرے کہ اس کو جاری رہنا چاہیے یا بند کر دینا چاہیے تو یہ کوئی مشورہ نہیں ہے۔ زنا حرام ہے اس کے لیے چکلوں کی اجازت دینی چاہیے یا نہیں تو اس کے متعلق مشورے کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ یہ منصوص ہے اور وہ مسائل جو غیر منصوص ہیں شریعت میں ان کے متعلق واضح احکام موجود نہیں ہیں دنیا میں اس طرح کے بے شمار مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کے متعلق شریعت نے مشورے کی اجازت دی ہے۔

تو کہا مشورہ دہمیں کیا کرنا چاہیے ﴿قَالُواٰهُمْ لَوْكُونَ نَّزَّلَ عَلَيْهِمْ آنِجَادٌ﴾ اس کو سہلت دے ﴿وَآخَاهُمْ﴾ اور اس کے بھائی کو بھی اور دونوں کو تاریخ دے دو ﴿وَأَنْرِسِلْ فِي الْمَدَّاٰءِ لَهُمْ لَهُمْ لَهُمْ﴾ اور بسیع دو شہروں میں جمع کرنے والے۔ وہ سب جادوگروں کو اکٹھا کر کے لا سکیں۔ یہاں پر اجمال ہے اور سورہ طہ میں تفصیل ہے ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ بِسْخُرَ قُلْبَهُمْ﴾ "پس ہم لا سکیں گے تیرے مقابلے اس جیسا جادو ﴿فَاجْعَلْ بَيْتَنَا وَبَيْتَكَ مَوْعِدًا لَا تُحْلِفُهُنَّ حَنْ وَلَا أَنْتَ مَحْكَانَ شُوْرَى﴾ پھر مقرر کر ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں نہ تم ایک کھلے میدان میں۔" فرعون اور اس کے ساتھیوں کے ذہن میں یہ ہو گا کہ مویں ﴿لَيْلَةَ كَبِيْرَةَ﴾ گے کہ میں حکومت کے ساتھ مکر نہیں لین چاہتا حکومت جانے اور اس کا کام میں نے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے اور بات و اخراج طور پر سمجھادی ہے اور اقتدار ہمارے پاس ہے۔ ہم خوب پروپیگنڈہ کریں گے کہ مویں ﴿عَلَيْهِ رَهْ كَيْاَ هُبَيْرَ﴾ رہ گیا ہے، ہمارے مقابلے میں نہیں آیا۔

مگر ﴿قَالَ﴾ "مویں ﴿عَلَيْهِ﴾ نے فرمایا ﴿مَوْعِدُنِّي مُؤْمِنٌ وَأَنْ يُمْسِرَ النَّاسَ صُدُّقٌ﴾ تمہارا وعدہ زینت کا دلن ہے اور یہ کہ اکٹھے ہو جائیں لوگ دن چڑھتے وقت۔" حضرت مویں ﴿عَلَيْهِ﴾ نے عید کا دن مقرر فرمایا جو ان کے دین کے مطابق عید تھی اور چاشت کا وقت مقرر فرمایا کہ لوگ چاشت کے وقت عید مناتے ہیں مویں ﴿عَلَيْهِ﴾ کا جواب سن کر فرعون گھبرا گیا کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ یہ تھیار ڈال دے گا ﴿قَتَوْنِي فِي رَعْزَنْ فَجَسَّمَ كَيْنَدَةَ لَمْ أَلِيَ﴾ [سورہ طہ] "پس اکٹھا کیا اس نے اپنی تدبیر کو پھر آیا۔"

اس زمانے میں جادوگری بڑا و نچا فن سمجھا جاتا تھا اور مصر کا علاقہ بڑا زرخیز تھا کہیت، باغات، نہریں، دریائے نیل کی وجہ سے بڑی رونق تھی چپے چپے پر شہر آباد تھے۔ حافظ ابن کثیر ﴿رَشِيدٌ﴾ لکھتے ہیں کہ جادوگر آئے، کوئی سو سیل کی مسافت سے، کوئی بچا سیل اور کوئی دو سو سیل کی مسافت سے، کوئی ہزار اور کوئی دو ہزار سیل کی مسافت سے۔ کسی کے ساتھ ایک خادم اور کسی کے ساتھ دو اور کسی کے ساتھ تین اور کسی کے ساتھ دس اور کسی کے ساتھ میں خادم تھے۔ کوئی گھوڑے پر سوار اور کوئی چرپر، کوئی اونٹ پر اور کوئی گدھے پر۔ عملہ خاصا پھیلا ہوا تھا۔ ان کی تعداد ستر ہزار بھی لکھی ہے، اسی اور بیاسی ہزار بھی لکھی ہے۔

﴿يَا أَيُّهُكَ وَلَكِنْ سُجْرٌ عَلَيْهِمْ﴾ لا سکیں گے تیرے پاس ہر ایسے جادوگر کو جو علم والا ہو گا ماہر ﴿وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِي رَعْزَنْ﴾ اور آئے جادوگر فرعون کے پاس اور ان کو مقابلے کی اجازت تی۔ جادوگروں نے آپس میں مشورہ کیا کہ فرعون بڑا خالم اور جاہر آدمی

ہے۔ ہم آتے گئے ہیں مگر پہلے اس سے طے کر لو کہ اگر ہم غالب آگئے تو ہمیں کچھ اجرت بھی ملے گی؟ کیوں کہ ہم خرچ کر کے آئے ہیں، سواریاں ہیں، خادم ہیں، کسی کی اپنی سواری ہے کوئی کرانے پر لے کر آیا ہے اور کھانے پینے کا بھی خرچ ہے لہذا ہمیں کوئی خرچ ملے گایا ہم سے دیے ہیں بیکاری جا رہی ہے۔

### فرعون کا جادو گروں کو لائق دینا

جادو گرفرون کے پاس گئے اور ﴿قَالُواهُ كَيْنَهُ لَكُمْ﴾ کہنے لگے ﴿إِنَّكُمْ أَجْرًا إِنْ كُلَّكُمْ لَعْنَ الظَّفَرِينَ﴾ بے شک ہمارے لیے کچھ اجر ہو گا اگر ہم غالب ہو گے۔ کچھ خرچ معاوضہ ہمیں ملے گا یا نہیں ﴿قَالَ تَعْنَمْ﴾ فرعون نے کہا ہاں با قاعدہ خرچہ ملے گا صرف خرچہ ہی نہیں ﴿وَإِنَّكُمْ لَعْنَ الظَّفَرِينَ﴾ اور البنت قمرین میں سے ہو جاؤ گے۔ تمہیں تمغہ میں گے جس طرح حکومتیں تمغے دیتی ہیں۔ انگریز کے زمانے میں کسی کو خان بھار کا، کسی کو سرکا، کسی کو کچھ اور کسی کو کچھ تمغہ ملتا تھا۔ شیخ لگا ہوا ہے فرعون کری پر اور ہامان اس کے ساتھ بیٹھا ہے، ارکین سلطنت بھی موجود ہیں۔ ستر ہزار تو جادو گر تھے پبلک کتنی ہو گی اس کا خود اندازہ لگا لو۔ دوسرا طرف موئی ﴿بِيَدِهِ﴾ اور ان کے بھائی ہیں غالفوں کو اپنی کثرت پر گھمنڈھا۔

### جادو گروں کا میدان میں رسیاں پھینکنا

جادو گروں کا وفد موئی ﴿بِيَدِهِ﴾ کے پاس آیا ﴿قَالُوا﴾ کہنے لگے ﴿يُؤْتَى إِمَّا أَنْ يُلْقَى﴾ اے موئی ﴿بِيَدِهِ﴾ یا تو آپ ڈال دیں ﴿وَإِمَّا أَنْ تُكُونَ لَعْنَ النَّقْفَينَ﴾ یا ہم ہوں ڈالنے والے۔ یعنی پہل آپ نے کرنی ہے یا ہم نے کرنی ہے ﴿قَالَ﴾ موئی ﴿بِيَدِهِ﴾ نے فرمایا ﴿أَتَقْوَا﴾ تم ڈالو جو کچھ تم نے ڈالنا ہے ﴿فَلَمَّا أَلْقَوُا﴾ پس جب ڈالا نہوں نے۔ کیا ڈالا؟ اس چیز کا اس مقام پر ذکر نہیں ہے سورۃ طہ پارہ سولہ میں ہے ﴿فَوَادَا جَاهِلَتُمْ وَعَصِيمَتُمْ﴾ پس اچاکن ان کی رسیاں اور لاثھیاں ﴿يُخَيِّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِخْرِيهِ أَنَّهَا كَعْنَ﴾ موئی ﴿بِيَدِهِ﴾ کے خیال میں اس طرح دکھائی دیتی تھیں ان کے سحر کی وجہ سے کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ انہوں نے رسیاں اور لاثھیاں پھینکیں۔ امام رازی ﴿بِيَدِهِ﴾ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسیوں اور لاثھیوں میں پارا ڈالا ہوا تھا اور پارا گری میں نقل و حرکت کرتا ہے۔ پارہ انہوں نے کافی مقدار میں ڈالا ہوا تھا وہ پارے کے زور سے دوڑ رہی ہیں مگر دوسرے مفسرین کرام ﴿بِيَدِهِ﴾ فرماتے ہیں کہ ان کے جادو کے زور سے رسیاں اور لاثھیاں سانپ بن گئے۔

### جادو کا اثر

اور خود امام رازی ﴿بِيَدِهِ﴾ نے بھی پہلے پارے میں ہاروت اور ماروت کے واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جادو میں اتنا اثر ہے کہ آدمی کو گردھا در گردھے کو آدمی بنادے اور سکتے ہیں کہ یہ اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ تو امام رازی ﴿بِيَدِهِ﴾ جب خود مانتے ہیں کہ جادو میں اتنا اثر ہے تو کچھ بعد نہیں ہے کہ وہ رسیاں اور لاثھیاں حقیقتاً سانپ بن گئی ہوں۔ بہتر ہزار جادو گر

بیں ہر جا وگرنے والے سانپ نکالے ایک رسی اور ایک لاٹھی تو ایک لاکھ چوالیں ہزار سانپ میدان میں آگئے۔ کیا سماں ہو گا آج ایک چھوٹا سا سانپ کل آئے تو لوگوں کے ہوش و حواس خطا ہو جاتے ہیں جان بچانے کے لیے دڑگا دیتے ہیں۔ اور سورہ قمل میں حضرت موسیٰ ﷺ کے واقعہ میں ہے ﴿فَلَمَّا آتَاهَا هَنْدَرًا كَانَهَا جَانٌ ذُلِّي مُنْدَبِرًا ذَلِّي مُنْعَقِبٌ﴾ پس جب دیکھا موسیٰ ﷺ نے لاٹھی کو کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پشت پھیری موسیٰ ﷺ نے سورہ طہ میں ہے تفسیر آیت ﴿قَالَ﴾ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿خُلُلْ هَاؤْ لَأَنْتَ أَنْتَ﴾ اس کو پکڑوا درڈ رومت ﴿سَعْيِنْدُهُ أَسْيَرَتْ لَهَا الْأَوْلَى﴾ ہم اس کو پہلی حالت پر پلت دیں گے لاسی بنا دیں گے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ جب ایک لاکھ چوالیں ہزار کے قریب سانپ میدان میں ہوں گے کیا عالم ہو گا۔ فرعون زندہ باد کے بغیر لگ رہے ہیں۔ سورہ طہ میں ہے ﴿فَأَوْجَسَ فِي تَقْسِيمِ خَيْرَةِ مُؤْلِسِي﴾ پس محسوس کیا موسیٰ ﷺ نے اپنے جی میں ڈر۔

### حضرت موسیٰ ﷺ کے گھبرا نے کی حقیقت

موسیٰ ﷺ کچھ گھبراۓ اور گھبراۓ اس بات سے نہیں کہ معاذ اللہ آج یہ غالب آجائیں گے اور میں مغلوب ہو جاؤں گا حاشا وکلا! ایسی کوئی بات نہیں تھی گھبراۓ اس بات سے کہ ان لوگوں نے سانپ دیکھ کر دڑنا شروع کر دیا ہے جب میری باری آئی اور انہوں نے اچھی طرح نہ دیکھا تو پھر کیا ہو گا؟ یہ خوف تھا۔ اور دوسری وجہ مفسرین کرام ﷺ نے یہ لکھی ہے کہ اس بات کا خوف تھا کہ انہوں نے رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں ہیں سانپ بن گئے ہیں میں ڈالوں گا اثر دہا بن جائے گا۔ لوگ فرق کس طرح کریں گے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔

### حضرت موسیٰ ﷺ کی کامیابی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلَمَّا آتَقْزَاصَرُّ وَأَغْيَنَ النَّاسَ﴾ پس جس وقت انہوں نے ڈالاں ہوں گے جادو کر دیا لوگوں کی آنکھوں میں ﴿وَأَسْتَرْهَيُوْهُمْ﴾ اور خوف زدہ کر دیا ان کو ﴿وَجَاءُهُوْ بِسْخَرَ عَظِيمٍ﴾ اور لائے وہ بہت بڑا جادو ﴿وَأَوْحَيْتَ إِلَيْهِمْ مُؤْلِسِي﴾ اور ہم نے وہی کی موسیٰ ﷺ کی طرف ﴿أَنَّ الْقَعْدَكَ﴾ کڑاں دو تم بھی اپنی لاٹھی کو ﴿فَإِذَا هِيَ تَلْقَفَ مَا يَأْفِكُونَ﴾ پس اچانک وہ نگل گئی اس چیز کو جودہ بناتے تھے۔ موسیٰ ﷺ کا عصا اثر دہا بن کر ایک لاکھ چوٹیں ہزار سانپوں کو نگل گیا۔ جادو گر چونکہ اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے یہ جادو نہیں ہے کیونکہ جادو میں اتنا بھی زور ہے کہ لاٹھی اور ری سانپ نظر آئے اس میں حقیقت نہیں بدلتی۔ یہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کو کھا جائے کہ اثر دہا ہمارے سانپوں کو ایک ایک کر کے نگل جائے جیسے مرغی دانے چلتی ہے لہذا یہ جادو نہیں ہے۔

﴿فَلَوْقَةَ الْعَقْعُ وَبَطْلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ پس ثابت ہو گیا حق اور باطل ہو گئی وہ کارروائی جو وہ کرتے تھے ﴿فَقُلْبُوا هُنَالِكَ﴾ پس وہ وہاں مغلوب ہو گئے ﴿وَالْقَلْبُ أَضْفَى بَنَ﴾ اور لوٹے وہ ذلیل ہو کر۔ آگے بات آئے گی کہ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فرعون بھی مان لیتا اور اس کی کابینے کے افراد، مشیر، وزیر بھی سرتسلیم ختم کرتے لیکن کسی نے نہ مانا البتہ جادو گروں نے مان

لیا اور فرعون ان کے بیچھے پڑ گیا۔ اس کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ آئے گا۔

### .....

﴿وَالْقَنِ السَّحْرَةُ لَا سِجْدَةَ﴾ اور ڈال دیئے گئے جادو گر سجدے میں ﴿قَالُوا أَهْنَاهُمْ﴾ کہا انہوں نے ہم ایمان لائے ﴿بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ رب العالمین پر ﴿تَرَتِّ مُؤْسِى وَهُرُونَ﴾ جو کہ رب ہے موسیٰ ﴿بِلِ اللَّهِ﴾ کا اور ہارون ﴿بِلِ اللَّهِ﴾ کا ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ﴾ کہا فرعون نے ﴿أَمْتَمْ بِهِ قَبْلَ أَنْ أَذَنَ لَكُمْ﴾ تم ایمان لائے ہوا سپراس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دیتا ﴿إِنَّ هَذَا السُّكُونُ﴾ بے شک یہ ایک داؤ ہے ﴿مَكَرٌ شَوُّهٌ فِي الْمَدِينَاتِ﴾ جو تم نے شہر میں مکر کیا ہے ﴿لِتُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا﴾ تا کہ نکالو تم اس کے ذریعے اس کے رہنے والوں کو ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ﴾ پس عنقریب تم جان لو گے ﴿لَا تَقْطَعْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ البتہ میں ضرور کاثوں گاتھا رے ہاتھ ﴿وَأَنْجُلُكُمْ﴾ اور تمہارے پاؤں ﴿قِنْ خَلَافِ﴾ اُلَّئِهِ ﴿لَمْ لَأَصْبِلْكُمْ أَجْمَعِينَ﴾ پھر میں تم سب کو سولی پر لکا روں گا ﴿قَالُوا﴾ انہوں نے کہا ﴿إِنَّا إِلَى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ﴾ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ﴿وَمَا شَقِّمْ وَمَا﴾ اور تو نہیں انتقام لیتا ہم سے ﴿إِلَّا أَنْ أَمْتَأْ بِإِيمَانِنَا جَاءَ شَتَا﴾ مگر اس لئے کہ ہم ایمان لائے اپنے رب کی آیات پر جب وہ ہمارے پاس آ جکیں ﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا أَصْبِرْ﴾ اے ہمارے رب ڈال ہم پر صبر ﴿وَتَوَفَّنَا مُشْلِبِينَ﴾ اور وفات دے ہم کو اس حال میں کہ ہم مسلمان ہوں ﴿وَقَالَ اللَّهُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ﴾ کہا جماعت نے فرعون کی قوم سے ﴿أَتَدْرِهُمْ وَقَوْمَهُ﴾ کیا تو چھوڑتا ہے موسیٰ ﴿بِلِ اللَّهِ﴾ کو اور اس کی قوم کو ﴿لِيُقْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾ تا کہ وہ فساد مچا کیں زمین میں ﴿وَيَدْرَأَنَّ وَالْمَكَ﴾ اور وہ چھوڑ دیں تجھے اور تیرے معیودوں کو ﴿قَالَ﴾ کہا فرعون نے ﴿سَقْعِيْلَ أَبْنَآءُهُمْ وَتَسْتَعْنِيْ نِسَاءُهُمْ﴾ ہم ضرور قتل کریں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھیں گے ان کی عورتوں کو ﴿وَإِنَّا فَوَقَهُمْ لِهُرُونَ﴾ اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں۔

گزشتہ درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ مصر شہر میں موسیٰ ﴿بِلِ اللَّهِ﴾ اور فرعون کے جادو گروں کا مقابلہ ہوا تھا، بہت بڑا وسیع میدان تھا عیید کا دن تھا چاشت کا وقت تھا فرعون، اس کی کاپیڈ، فوج اور پبلک اسٹھن تھی بہتر ہزار جو دو گروں نے ایک ایک رسی اور ایک ایک لانچی میدان میں ڈالی، ایک لاکھ جو ایس ہزار سانپ میدان میں نکل آئے، بغیرے پرنٹرے لگنے شروع ہو گئے، لوگوں نے اوہر اور دوڑنا شروع کر دیا، عجیب قسم کا مختصر تھا۔ موسیٰ ﴿بِلِ اللَّهِ﴾ نے جب اپنا عصا مبارک میدان میں ڈالا تو وہ اڑدہا بن کر سب کو نگل چیا پھر موسیٰ ﴿بِلِ اللَّهِ﴾ نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ لانچی بن گئی۔

یہ کارروائی دیکھ کر ﴿وَالْقَنِ السَّحْرَةُ لَا سِجْدَةَ﴾ اور ڈال دیئے گئے جادو گر سجدے میں۔ انہوں نے یقین کر لیا کہ موسیٰ

## الاعراف

یا **لَيْلَةُ الْقَدْرِ** کے ہاتھ پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے جادو نہیں ہے مجھے ہے **(قَالُوا لَهُ كَبَّا أَنْحُوْنَ نَعَّ** ﴿أَمْثَابَرَتِ الْعَلَيْنَ﴾) ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔ کون رب العالمین؟ **(هُرَبٌ مُّؤْسِي وَهُرُونٌ)** جورب ہے موئی **عَلَيْهِ** اور ہارون **عَلَيْهِ** کا۔ یہ وضاحت اس لیے فرمائی کہ فرعون خبیث بھی دعویٰ کرتا تھا **أَنَا أَرْبِلُمُ الْأَقْلَى**۔ اس لیے انہوں نے وضاحت فرمادی کہ رب سے مراد یہ بناؤں رب نہیں ہے بلکہ کائنات کے رب پر ایمان لائے ہیں جو موئی **عَلَيْهِ** اور ہارون **عَلَيْهِ** کارب ہے۔

النصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب فرعون کے وکیلوں نے تسلیم کر لیا تو فرعون کو بھی تسلیم کر لینا چاہیے تھا کیوں کہ وکیل کی ہار جیت مٹو گل کی ہار جیت ہوتی ہے۔ نہیں ہو سکتا کہ وکیل ہار گیا اور مٹو۔ کن جیت گیا یہ جادو گر فرعون کے وکیل تھے انہوں نے ہار مان لی اور سب نے مان لی کیونکہ کسی کا استثناء نہیں ہے کہ کچھ نے مانا اور کچھ نے مانا بلکہ سب کے سب مومن ہو گئے اور اب نی شکست تسلیم کر لی، سجدے میں گر گئے۔ لیکن **(قَالَ فِرْعَوْنُ)** کہا فرعون نے **(إِنِّي مُشْتَمِّ بِهِ قَبْلَ أَنْ أَذَّنَ لَكُمْ)** تم ایمان لائے ہواں پر پہلے اس بے کردیم تم کو اجازت دیتا۔

## فرعونیت فرعون

فرعون اب غندہ گردی پر اتر آیا۔ کیوں کہ جس کے پاس اقتدار ہوتا ہے ایسا ہی کرتا ہے۔ اقتدار کا نشہ بہت بڑی چیز ہے حق و باطل کو نہیں سمجھنے دیتا۔ کہنے لگا تصحیح بلا یا میں نے تھا خرچ تم پر میں نے کیا تھا اور میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان لے آئے ہو **(إِنَّ هَذَى الْمَكْرَ مَكْرٌ شُودٌ فِي الْمَدِيْنَةِ)** بے شک یہ ایک داؤ ہے جو تم نے شہر میں کیا ہے۔ یہاں اجمال ہے سورۃ طہ میں ہے **(إِنَّهُ لَكَوِيْدٌ كُلُّ الِّذِي عَلِمْنَاهُمُ السِّحْرُ)** یہ تمہارا بڑا ہے جس تے تصحیح جادو سکھایا ہے۔ یہ تمہارا اسٹاوار ہے تم اس کے شاگرد ہواندر سے تم آپس میں ملے ہوئے ہو حکومت کے خلاف سازش کر رہے ہو **(لَشْخُ جُوَامِنَهَا أَهْلَفَا)** تاکہ نکالو تم اس کے ذریعے اس کے رہنے والوں کو اور تمہارا اقتدار قائم ہو جائے **(فَسُوْفَ تَعْلَمُونَ)** پس عنقریب تم جان لو گے **(لَا تَقْطَعَنَّ أَيْرِيْكُمْ** وَأَنْجُلُكُمْ قِبْلَ خَلَافِيْ البتہ میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اٹک۔ ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ دایاں ہاتھ کاٹوں گا بایاں پاؤں یا بائیں ہاتھ اور داییں پاؤں کو کاٹوں گا **(فَمَ لَأَصْلِيْكُمْ أَجْمَعِينَ)** پھر میں تم سب کو سوی پرانکا دوں گا۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ میں ضرور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا کیونکہ تم نے میری مخالفت کی ہے اس کی میں تصحیح سزادوں گا۔

## ایمان والوں کا جواب

فرعون کی اس حکمی سے وہ جادو گر جوا بھی ابھی مومن ہوئے ہیں مرعوب نہیں ہوئے **(قَالُوا لَهُ كَبَّا أَنْحُوْنَ نَعَّ** ﴿إِنَّا إِلَيْهِ مَا مَأْتَنَا مَقْلِبُهُنَّ) بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اور سورۃ طہ میں ہے کہ انہوں نے کہا **فَأَنْتَ** **قَاتِلٌ** **پُسْ كَرْ لَتْ وَجْهِي فَيَمْلِكَ دَلَالًا** ہے **(إِنَّمَا تَعْنِيْ** **هُنَّ دَلَالُ الْكُلُّ لِيَنَا)** سوائے اس کے نہیں کہ تو صرف اس دنیا کی

زندگی کو ختم کر سکتا ہے۔ اگر اس سے ہماری آخرت بن جائے تو سو ماہنگا نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اس کی تفصیل نہیں ہے کہ فرعون نے اپنی دھمکی پر عمل کیا نہیں کیا۔ البتہ مختلف تفسروں میں آتا ہے کسی میں احوالاً اور کسی میں تفصیلاً کہ اس نے دھمکی پر عمل کیا۔

### فرعون نے ستر کے ہاتھ پاؤں کاٹ لیا

تفسیر ان کثیر وغیرہ میں ہے کہ فرعون نے ستر جادوگ جو سب جادوگروں سے بڑے تھے اور اب مسلمان ہو چکے تھے ان کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹے اور ان کو سولی پر بھی لٹکایا۔ عجیب منظر تھا ہاتھ اور پاؤں کاٹے جا رہے تھے اور ہر ایک ہاتھ پاؤں کٹوانے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا حالاں کہ ان کو چھکڑ یاں لگی ہوئی تھیں اور نہ پولیس کا پھرہ تھا اور ہر ایک کہتا تھا کہ میر غیرہ پہلے میرے ہاتھ پاؤں کاٹو۔ ایمانی قوت بہت بڑی چیز ہے۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم بوت چلی تو جزلِ عظیم ظالم نے تقریباً دس ہزار نوجوان شہید کیا۔ ہمارے سامنے کی بات ہے نوجوان گریبان کھول کر آگے بڑھتے تھے کہ ہمیں گولی مارو، دوزا کوئی نہیں۔

### حضرت خباب بن ارت شیعہ کی استقامت

حضرت خباب بن ارت شیعہ آنحضرت شیعہ کے پاس آئے آنحضرت ملکہ علیہ السلام کعبۃ اللہ کے سامنے میں چادر کا سکیمہ سر مبارک کے پیچے رکھ کر لیتے ہوئے تھے حضرت خباب شیعہ نے اپنی کرسے کرتا اٹھا کر دکھایا۔ کرمیں جلنے کی وجہ سے گڑھے بنے ہوئے تھے جس طرح ہمارے یہاں کیکر کے درخت کے کوئے دیر سے بجھتے ہیں اسی طرح عرب میں ایک درخت ہے اس کو عُضا کہتے ہیں اس کا کونکہ بھی دیر تک جلتا رہتا ہے۔ اس کے کوئے کو خوب جلا کر حضرت خباب شیعہ کو پشت کے بل لٹا کر چھاتی پر پاؤں رکھ کر کہتے کہ بتا کلمہ چھوڑتا ہے کہ نہیں؟ وہ فرماتے کہ کلمہ چھوڑنے والی چیز تو نہیں ہے وہ تو کپڑے نے اور قابو کرنے والی چیز ہے۔ بدین سے رطوبت لٹکتی، خون لکھتا جس سے وہ کوئے مختنڈے ہوتے۔ تو حضرت خباب شیعہ نے آنحضرت ملکہ علیہ السلام کو وہ گڑھے دکھئے اور عرض کیا حضرت ان کے لیے بدعما کریں اللہ تعالیٰ ان کا بیڑا اغرق کرے۔

### ایمان والوں کی استقامت

آنحضرت ملکہ علیہ السلام نے فرمایا اے خباب! دین کے سلطے میں بڑی تکلیفیں آتی ہیں تم سے پہلے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ علموں نے ان کو زمین میں ناف تک گاڑ کر آری کے ساتھ چیر کر دیکھا کر دیا اگر انہوں نے ایمان نہیں چھوڑا، لوہے سکھیوں سے ان کے بدن سے جلد اور گوشت نوج دیا گیا مگر انہوں نے کلمہ نہیں چھوڑا۔ ایمان کی قوت بڑی قوت ہوتی ہے، ہم ایمانی لحاظ سے کمزور لوگ ہیں اور بہت ہی کمزور ہیں۔ وہ تکلیفیں جو ان حضرات پر آئی ہیں تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور ہم

چوں کہ کمزور لوگ ہیں اس لیے ہم پر اس طرح کے امتحان بھی نہیں آتے اللہ تعالیٰ ہمیں امتحانوں سے محفوظ رکھے۔ خدا غواست ہم پر اگر ایسی سختی آگئی تو ہم برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ وہ لوگ دین میں مصبوط تھے آخرت کی زندگی کے مقابلے میں اس زندگی کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔

### حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کا عشق رسول اور شہادت

حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ نوجوان صحابی تھے۔ یہ مسلمہ کذاب کے مقابلے میں لڑتے ہوئے گرفتار ہو گئے۔ مسلمہ کذاب ہر ایک کا بیان سنتا تھا کہ تو کون ہے، کیوں آیا ہے، کیوں لڑتا ہے؟ یہ بڑے خوبصورت اور فتح اللسان تھے بڑی سمجھی ہوئی بات کرتے تھے۔ مسلمہ کذاب ان کی گفتگو سے بڑا متاثر ہوا۔ کہنے لگا میرے خلاف کیوں لڑنے آئے ہو؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ تو نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اس کے خلاف جہاد فرض ہیں ہے۔ اس نے کہا تم آنحضرت ﷺ کو نبی مانتے ہو؟ فرمایا ہاں! میرا تو ایمان ہے کہ آپ ﷺ کے رسول ہیں۔ اس نے کہا اور خاتم النبیین ہیں۔ مسلمہ کذاب نے کہا کہ میں بھی نبی ہوں حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لا انسمع میں یہ لفظ سننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ مسلمہ نے کہا اَتَسْمِعُ ذَاكَ وَلَا تَسْمِعُ هَذَا تو نے پہلی بات سن لی ہے کہ محمد ﷺ کے رسول ہیں اور یہ بات تو سننے کے لیے تیار نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ میرا ایمان ہے اس لیے میں نے کسی ہے اور یہ میرے ایمان سے خارج ہے اس لیے نہیں سنتا۔

مسلمہ نے کہا اَقْطِعُكَ ارْبَلَارَبًا میں تیر ایک ایک جوڑ کاٹ کر جدا کر دوں گا حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے کہا انت وَ ذاك جو تیرے دل میں آئے کر۔ مسلمہ کذاب نے ان کے بازو ایک ایک جوڑ سے کاٹے پھر اسی طرح پاؤں ایک ایک جوڑ سے کاٹے اور آخر میں سینے میں نیزہ مار کر شہید کر دیا مگر وہ ایمان سے نہیں پھرے۔ تو ایمان بڑی طاقت ور چیز ہے اور اس کے لیے استقامت بھی مگر ہم بڑے ضعیف اور کمزور ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تکالیف اور امتحانوں سے بچایا ہے اور آئندہ بھی محفوظ رکھے۔ کیوں کہ امتحان امتحان ہی ہوتا ہے اس میں قسم وائے کامیاب ہوتے ہیں۔

### حلوانخوروں کا عشق رسول

تحریک ختم نبوت میں، میں سترل میل ملتان میں تھا کیوں کہ وہ کئی خلوعوں کی جمل تھی۔ میرے ساتھ میرے استاد مولانا عبد القدر صاحب بھی تھے۔ جمل میں تقریباً دو ہزار اخلاقی قیدی تھے اور دو سے زائد اہم تحریکی قیدی تھے جن میں علماء، طلباء، دکاء، تاجر اور عوام تھے۔ جمل کا پر شنڈٹ اسلم خان مجھ کے علاقے کا رہنے والا اور ہمارے استاد مولانا عبد القدر صاحب کے گاؤں کا قریبی تھا۔ یہ ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ سیئی بھی دروازے بند ہو گئے۔ پاہیوں نے کہا کہ دروازے ہے اس لیے دروازے بند ہو گئے جس پر شنڈٹ آ رہا ہے وہ قیدیوں سے حالات پوچھنے گا کہ کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔

چنانچہ اسلم خان نے آکر سلام کیا اور پوچھا کہ مولا نا کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ مولا نا نے فرمایا الحمد للہ! اہم آرام میں ہیں ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ پر شنیدن نے کہا کہ تمہارے ساتھیوں کی طرف سے میرے پس ایک درخواست آئی ہے جس میں لکھا ہے کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ختم نبوت کا عقیدہ رکھیں گے لیکن درس، جمعہ اور تقریر میں بیان نہیں کریں گے لہذا ہمیں جملے سے نکال دو۔ یہ بات کر کے اسلم خان مسکرا یا اور کہنے لگا مولا نا! یہ لوگ کتنے سادہ ہیں ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ مرکزی حکومت کے قیدی ہیں میں کون ہوتا ہوں ان کو نکالنے والا ان کو تو گورنر زبھی نہیں نکال سکتا۔ میں تو قیدیوں کا چوکیدار ہوں کہ کتنے قیدی میرے پاس ہیں اور ان کا حال کیا ہے۔ پھر کہنے لگا مولا نا! میرے پاس دوہزار سے زیادہ اخلاقی قیدی ہیں کسی نے اتنی کمزوری نہیں دکھائی جتنی تمہارے مولویوں نے دکھائی ہے۔ ہم نے مولا نا عبد القدر رضا صاحب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت! آپ اس سے ان مولویوں کے نام معموم کریں تاکہ پتا چھے کہ کون کون سے مولوی صاحبان ہیں۔

دو چار دن کے بعد مولا نا پر شنیدن سے ملے اور کہا کہ وہ جو میرے دوست مولوی حضرات ہیں جنہوں نے درخواست دی ہے ان کے نام مطلوب ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ میں امین ہوں جلا نہیں سکتا۔ مولا نا نے فرمایا کہ میں نے ضرور لینے ہیں کیوں کہ اس سے سابقہ تعارف تھا اس نے نام بتلادیے۔ مولا نا نام نوٹ کر کے لائے تھیں جانیں سارے حلواخور ہی تھے اہل حق میں سے ایک بھی نہیں تھا۔ حالاں کر ہم رضی اللہ عنہ۔ کلاس میں تھے کوئی مشقت نہیں تھی دوسروں کی نسبت کھانا بھی اپنامالتا تھا اور وہاں ہم پڑھتے پڑھاتے بھی تھے۔ چار سویں پڑھاتا تھا۔ ترجمہ موطا امام مالک، صحیۃ اللہ البالغہ، نجۃ النظر، حدایۃ وغیرہ کتابوں کے اس باقی ہوتے تھے۔ صرف یہ کہ ہم گھر کے افراد سے جدا تھے اور کوئی تکلیف نہیں تھی مگر پھر بھی حلواخوروں کا یہ حال تھا کہ درخواست لکھ ڈالی۔ چوں کہ میں بڑے مجرموں میں سے تھا اس لیے دس ماہ بعد رہا ہو باقی ساتھی کوئی پانچ ماہ بعد، کوئی چھ ماہ بعد اور کوئی سات ماہ کے بعد رہا ہوں گے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بھائی ہم تو معمولی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتے قریبیاں تو ان لوگوں کی ہیں جنہوں نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں ہیں۔

بہر حال شر آدمیوں کے انہوں نے ہاتھ کاٹ ڈالے اور سولی پر لکھا یا لیکن کوئی بھی ایمان سے نہ پھر ابلکہ آگے آگے بڑھتے تھے۔ فرعون کا وزیر اعظم گھبرا گیا کہ ان پر تو کوئی اثر نہیں ہے اور اس سے بڑی بدناہی ہو گی اور بہت خوار ہوں گے یہ کہ کر باقیوں کو تھیج دیا کہ آج وقت ختم ہو گیا ہے باقیوں کو کل سولی پر لکھا گئیں گے۔ یہ حضرت موسیٰ ﷺ کے وہ صحابی تھے جو پہلے پھر جاؤ گو اور پھر پھلے پھر صحابی ہوئے اتنے امتحان میں بھی ایمان سے نہیں پھرے اس سے آنحضرت ﷺ کے صحابیوں کے ایمان کی مغبوطی کا اندازہ لگاؤ۔ کیونکہ جتنا پیغمبر بلند ہوتا ہے اس کا صحابی بھی اتنا ہی بلند ہوتا ہے۔

### رفیقوں کا عقیدہ ہے

مگر رفیقی کیا کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ہمہ مرتد گشتند الٰا سے کس یا چہار کس۔ ”کہ آنحضرت

سی شیعیت کی وفات کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے تو سوائے تین یا چار آدمیوں کے، سلمان فارسی میں تھو، حذیفہ میں تھو، عمار میں تھو وغیرہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم (العیاذ باللہ عزیز باللہ نقل کفر کفر نا باشد) ہا مکمل تھی استاد کامل ہو تو شاگرد بھی کمال ہوتا ہے اور اگر استاد ناقص ہو تو شاگرد بھی ناقص ہوتا ہے۔

لہذا یاد رکھنا! یہ چیز تصور سے بھی باہر ہے جو کچھ رافضیوں نے کہا ہے۔ ہمارا ایمان ہے صحابہ سب کے سب مومن تھے اور مومن ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مہاجرین اور انصار کے متعلق فرمایا ہے ﴿أَوْلَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَطَّافُهُمْ﴾ (الانفال: ۳۷) [”پُکی بات ہے کہ وہ سارے مومن ہیں۔“] جادوگر جو ایک منت کے مومن تھے انہوں نے ایمان نہیں چھوڑا اور یہ تیکس [۲۳] سال کے مومن اور شاگرد ہیں آخری پیغمبر کے، یہ مرتد ہو گئے؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ لہذا نوجوان اس بات کو بھول نہ جائیں۔ آج بہت سے باطل فرقے بر ساتی میں دکون کی طرح پھرتے ہیں اور اتنی تبلیغ کرتے پھر رہے ہیں کہ تم اتنی نہیں کر سکتے۔ لہذا کسی باطل کے پھنسنے (فریب) میں نہ آنا۔

تو فرعون لعین نے کہا میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا، سوی پر لٹکاؤں گا۔ انہوں نے کہا بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ﴿وَمَا تَنْقِيمُ مِثْنَا﴾ اور تو نہیں انتقام لیتا ہم سے ﴿إِلَّا أَنْ أَمْتَأْنَا بِإِلَيْتَنَا إِنْتَنَا﴾ مگر اس لیے کہ ہم ایمان لائے ہیں اپنے رب کی آیات پر ﴿لَمَّا جَاءَنَا﴾ جب وہ ہمارے پاس آچکیں ﴿مَرَيَّنَا أَفْرُغَ عَلَيْنَا صَبْرًا﴾ اے ہمارے رب! ڈال ہم پر صبر ﴿وَتَوَفَّنَا مُشْلِحِينَ﴾ اور وفات دے ہم کو اس حال میں کہ ہم مسلمان ہوں جائیں دیں ایمان نہ چھوڑیں ﴿وَقَالَ الْمُلَائِكَ مَنْ قَوْمٌ فِي زَعْدَنَ﴾ کہا جماعت نے فرعون کی قوم سے ﴿أَتَلَّمَرْءُوسِي وَقَوْمَهُ﴾ تو چھوڑتا ہے سوی میں اور اس کی قوم کو یعنی نبی اسرائیل کو ﴿لَيَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾ تاکہ وہ زمین میں فساد مچائیں۔ ان جادوگروں کو تو نے قتل کیا ہے موکی اور اس کی قوم کو قتل کردا۔ دل سے فرعون اور ہامان سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ موکی میں اللہ تعالیٰ کے بچے پیغمبر ہیں۔ چنانچہ انہیں پارے میں آتا ہے ﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَأَسْتَيْقَنُهَا أَنْتُهُمْ﴾ [اندل: ۱۳] ”اور انکار کیا انہوں نے اس کا حال انکل تھیں کیا اس کے بارے میں ان کی جانبوں نے ﴿فَلَمَّا أَوْلَوْهُ﴾ مگر انکار کیا ظلم اور تکبر کی بنا پر۔ لہذا موکی میں پر ہاتھ دا آسان نہیں تھا وہ سمجھتا تھا کہ اگر موکی میں پر ہاتھ دا توبہ اور راست اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجائیں گا اس کی قوم نے یہ مشورہ دیا کہ موکی میں پر ہاتھ دا اور اس کی قوم کو قتل کیوں نہیں کرتا ہے ﴿وَيَنَّ رَكَ وَالْهَشَك﴾ اور وہ چھوڑ دیں تجھے اور تیرے معبودوں کو۔ تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ فرعون نے کچھ تصوریں بنائے کر لو گوں کو دی ہوئی تھیں کہ جب میں سامنے ہوں تو مجھے اللہ سمجھو اور اگر میں سامنے نہ ہوں تو پھر یہ تمہارے اللہ ہیں۔

### فرعون نے حکومت بھاٹانے کے لیے بچے قتل کروائے ہیں

﴿قَالَ سَنَقْتَلُ أَهْنَاءَهُمْ وَلَسْتُ بِنَاءَهُمْ﴾ کہا فرعون نے ہم ضرر و قتل کریں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑیں گے ان کی عورتوں کو۔ ایک تو اس وقت قتل کیے تھے جب موکی میں پیدا ہوئے تھے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رضی اللہ

تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ بارہ ہزار بچے قتل ہوئے اور توے ہزار حمل دیدہ دانستہ گرائے گئے کہ ہو سکتا ہے کہ لڑکا ہوا در ہمارے سامنے قتل کیا جائے اور ہماری مامتا اس کو گوارانہ کر سکے۔ اکبر الہ آبادی مرحوم ہائی کورٹ کے نجی تھے بڑے مشترع آدمی تھے انہوں نے طنزیہ انداز میں بہت سچھ کہا ہے۔ اس موقع پر انہوں نے کہا کہ۔

یون قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا

افسوس کہ فرعون کو کانج کی نہ سوجھی

ایسے ہی قتل کر کے بدنام ہوا کانج کھول کے بچوں کے ذہن بگاڑ دیتا۔ کالجوں میں عموماً بے دینی ہوتی ہے الاما شاء اللہ۔ جن کے ماں باپ دین دار ہوں وہ کالجوں میں بھی تھیک رہتے ہیں اور جو خالی اللہ ہم ہوتے ہیں وہ بچے کالجوں سے بے دین ہو کر نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔ تو یہ دوبارہ قتل کی وہی سزا تجویز کی کمان کے بچوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے ﴿وَإِنَّا لَنُقْهَمُ لِهُمُ الْذَّنَّ﴾ اور ربے شبک ہم ان پر غالب ہیں۔ یہ ہمارے مقابلے میں کیا کر سکتے ہیں مزید بحث آگئے آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

### سچھ

﴿قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ كَمَا مُوسَى مَلِيْكُ مِلِيْكَةِ نَبِيِّنَ ابْنِ قَوْمِنَ سَمِعَتِيْنَ مَدْ طَلَبَ كَرَوَ اللَّهُ تَعَالَى سَمِعَتِيْنَ اصْلُدُدَا﴾ اور صبر کرو ﴿إِنَّ الْأَسْرَارَ يُنْوِيْ﴾ بے شک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے ﴿يُؤْرِثُ لَهُمَا مِنْ يَسِّعُ مِنْ عِبَادَةِ﴾ وارث بناتا ہے زمین کا جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلشَّقِيقَنَ﴾ اور اچھا انجام ہے پر ہیز گاروں کے لیے ﴿قَاتُلُوا أُوْ فَيُنَاهِيْ﴾ کہاںوں نے ہمیں اذیت دی گئی ﴿مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا﴾ پہلے اس سے کہ آپ ہمارے پاس آئے ﴿وَمِنْ بَعْدِ هَا جَئْنَا﴾ اور اس کے بعد کہ تم ہمازے پاس آچکے ﴿قَالَ﴾ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ﴿عَلَى سَرِبِّيْمَ﴾ قریب ہے کہ تمہارا رب ﴿أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ﴾ ہلاک کر دے تمہارے دشمن کو ﴿وَيَسْتَحْلِفُنُمْ فِي الْأَسْرَارِ﴾ اور تھیس خلیفہ بنائے زمین میں ﴿فَيُنَظَّرَ كَيْفَ لَعَمِلُوكُمْ﴾ پھر وہ دیکھے گا تم کیے عمل کرتے ہو ﴿وَلَقَدْ أَحَدَنَا﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے پکڑا ﴿أَلْ فَرْعَوْنَ بِالسَّنِينَ﴾ آل فرعون کو قطۇوں کے ساتھ ﴿وَتَعْصِيْمُ قِنَ الْكَبُورَتِ﴾ اور چلوں کی کی کے ساتھ ﴿لَعَلَّهُمْ يَلْكُرُونَ﴾ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿فَإِذَا جَاءَتِهِمْ الْحَسَنَةُ﴾ پس جب آتی ان کے پاس کوئی راحت ﴿قَالُوا إِنَّا لَهُنَّ﴾ کہتے یہ ہمارے لائق ہے ﴿وَإِنْ تُنْهِمُ سَيِّئَةَ﴾ اور اگر پہنچتی کوئی تکلیف ﴿يَتَكَبَّرُوا إِنْ مُوْسَى وَمَنْ مَعَهُ﴾ تو شگون لیتے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ ﴿أَلَا إِنَّمَا طَلَبُرُ فُمْ عَنَّ اللَّهِ تَعَالَى﴾ سن لو ان کا شگون اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ﴿وَلِكَنَ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ اور لیکن

اکثر ان کے جانتے نہیں ہیں ﴿وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِي بِهِ مِنْ أَيْتَكَ﴾ اور کہنے لگے جب بھی تم لاوے گے ہمارے پاس کوئی نہیں ﴿لَا تَسْخَرْ نَاءِهَا﴾ تاکہ تم ہم پر جادو کر داں کے ساتھ ﴿فَمَا تَحْنَ لَكَ بِسُوءِ مِنْهُ﴾ پس ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے۔

کل کے سبق میں تم نے سنا کہ فرعون نے شر جادو گر جوئے تھے مومن تھے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکایا کہ تم میری اجازت کے بغیر کیوں ایمان لائے ہو؟ اس پر فرعون کی کابینہ نے کہا کہ تو نے ان کو تو سزا دی ہے اور موئی ﴿لَا إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ﴾ اور اس کی قوم کو چھوڑ دیا ہے جب کہ اصل علت تودہ ہیں، اصل توزیع کے لائق تودہ ہیں۔ تو فرعون نے کہا کہ میں ان کو بھی سزا دوں گا ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑیں گے ہم ان پر غالب ہیں۔ موئی ﴿لَا إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ﴾ کے خاندان نے جب یہ حکمی کسی تو پریشان ہو گئے کیوں کروہ ایک دفعہ پہلے یہ زیارت بھگت چکے تھے تو ان مظلوموں نے کہا کہ ہمیں پہلے بھی تکلیف دی گئی اور اب آپ کے آنے کے بعد پھر ہمیں تکلیف دی جائے گی۔

### صبر کی اہمیت

- ﴿قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ﴾ کہا موسیٰ ﴿لَا إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ﴾ نے اپنی قوم سے ﴿إِشْتَعِنُوا بِاللَّهِ وَاصْبُرُوا﴾ مدد حاصل کر واللہ تعالیٰ سے اور صبر کرو تکالیف پر۔ ایمان بڑی قیمتی ہے اور جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کی اتنی ہی قیمت چکانا پڑتی ہے۔ لہذا صبر کرو اللہ تعالیٰ فضل کرے گا ﴿إِنَّ الْأَنْتَ هُنَّ لِلْمُتَّقِينَ﴾ بے شک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے ﴿لَا يَرْثِي لَهُمَا مِنْ يَسْأَلُهُمْ مِنْ عِبَادَةِ﴾ وارث بناتا ہے زمین کا جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ اور اچھا انجام پر ہیز گاروں کے لیے ہے۔ یہ فرعون کا اقدار عارضی ہے۔ کب تک زندہ رہے گا؟ ﴿قَالُوا﴾ کہا موسیٰ ﴿لَا إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ﴾ کے ساتھیوں نے ﴿أُوْ فَيْنَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا﴾ ہمیں اذیت دی گئی پہلے اس سے کہا۔ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں یہ اذیت دی گئی کہ لڑکوں کو قتل کیا گیا اور عورتوں کو زندہ چھوڑا گیا۔

### فرعون کے نجومیوں کی پیش گوئیاں

جس وقت نجومیوں نے یہ خبر دی تھی کہ تین سالوں کے اندر بنی اسرائیل کے خاندان میں بچ پیدا ہو گا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب بنتے گا۔ فرعون نجومیوں کی بات سن کر بڑا گھبرا یا کیوں کہ ان کی پیش گوئیاں اکثر سچی ثابت ہوتی تھیں۔ اس نے بنی اسرائیل کے گھروں پر پھرے لگا دیئے، عورتیں مقرر کیں، مرد مقرر کیے کہ جہاں کوئی لڑکا پیدا ہو فوراً اعلان دو۔ چنانچہ جہاں لڑکا پیدا ہوتا فوراً قتل کر دیا جاتا، لڑکی پیدا ہوتی چھوڑ دی جاتی۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ﴿لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ فرماتے ہیں کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ خالم نے بارہ ہزار بچے قتل کیے اور علامہ بوفی حشیشہ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں وہ اپنی کتاب ”مسن العارف“ میں لکھتے

ہیں کہ شر ہزار بچے قتل ہوئے۔ بارہ ہزار بھی کوئی کم نہیں ہیں۔

تو موسیٰ ﷺ کی برادری نے اس کا حوالہ دیا کہ یہ سزا ہمیں آپ کے آنے سے پہلے بھی دی گئی ہے ﴿وَمِنْهُ بَعْدًا مَا  
جُنَاحُكُمْ﴾ اور آپ کے ہمارے پاس آجائے کے بعد بھی یہ سزا ہوتا ہمارے ساتھ بڑی زیادتی ہے۔ پہلے بھی ہمارے پیچے ہوتے  
رہے ہیں تھیں اللہ تعالیٰ نے، ہجانا تھا، بھالیا اور اس واقعہ کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ فرعون نے اس کے لیے مردوں  
کے علاوہ عورتوں کی مستقل پولیس بنائی۔ عورتیں آکر گھروں میں عورتوں کی تحقیق کرتی تھیں کہ کون حاملہ ہے اور کون غیر حاملہ ہے۔  
حضرت موسیٰ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام یُوْخَابَدْ آتا ہے، اردو والے لوگ ابتدئی لفظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وجہ امید سے  
ہوئیں تو دیکھنے والی عورتوں کو شیخ بھی نہیں ہوتا تھا کہ ان کے پیٹ میں کوئی شے ہے۔ ان کا مکان دریائے نیل کے کنارے تھا۔  
موسیٰ ﷺ پیدا ہوئے تو بڑی پریشان ہوئیں کہ ابھی کارندے آئیں گے اور اسے ہمارے سامنے قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے  
فریضے جبریل ﷺ نے آکر کہا کہ اس پیچے کو ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں بہادو اور پروانہ کرنا ﴿وَلَا تَحْنَقْ وَلَا تَعْزِّنْ﴾  
اور نہ خوف کھاؤ اور نہ غمگین ہو ﴿إِنَّا هُنَّ آذُونَةُ إِلَيْكُمْ﴾ بے شک ہم اس کو لوٹا دیں گے تیری طرف ﴿وَجَاءُلُونَهُ مِنْ  
الْمُرْسَلِينَ﴾ [قصص: ۷] اور بنانے والے ہیں اس کو رسولوں میں سے۔ چنانچہ آنکھوں نے موسیٰ ﷺ کو صندوق میں بند کر کے  
دریا کی لہروں کے پس پر کر دیا۔ یہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے سامنے پہنچا فرعون کی بیوی کی نگاہ صندوق پر پڑی اس نے  
نکرا یا ﴿وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ﴾ "اور فرعون کی بیوی پکارا تھی ﴿قُوْثَ عَلَيْنِي لِنِ وَلَكَ﴾ اے فرعون! یہ تو میری اور تیری آنکھوں  
کی ٹھنڈک ہے۔ تفسیروں میں آتا ہے کہ فرعون نے کہا یہ پچھے تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو گا میری آنکھوں کی نہیں۔ فرعون کے دل  
میں یہی بات آئی کہ کسی اسرائیلی نے اس پیچے قتل سے بچانے کے لیے دریا میں بہادیا ہے لہذا اسے قتل کر دینا چاہیے مگر بیوی نے  
سفارش کی ﴿لَا أَفْتَلُونَهُ﴾ "اے قتل نہ کرو یہ تو بڑا بیمار ابچے ہے۔"

اب پیچ کی رضاعت یعنی دودھ پلانے کا مسئلہ درپیش آیا کہ اس کو دودھ کون پلانے۔ شاہی حکم پر بہت سی دودھ پلانے  
والی عورتوں کو آزمایا گیا مگر اللہ تعالیٰ کا حکم تھا ﴿وَحَرَّمَنَا عَلَيْنَا الْمَرْأَتَنَ وَمِنْ قَبْلِهِ﴾ [قصص: ۱۲] "ہم نے اس سے پہلے ہی پیچ پر  
دودھ پلانے والیوں کو منوع قرار دے دیا تھا۔" شہر میں مشہور ہو گیا کہ فرعون ایک پیچے کی پرورش کرنا چاہتا ہے مگر وہ پچکی عورت  
کا دودھ پینے کے لیے تیار نہیں ہے تو موسیٰ ﷺ کی بہن جو وہاں پہنچی، ہوئی تھی کہنے لگی ﴿فَلَمَّا كَانَ أَذْلَكُمْ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ يَكْلُولَةَ لَكُمْ﴾  
کیا میں تھیں ایسے گھر کے متعلق نہ بتاؤں جو اس پیچ کی تھیارے یہی کفالت کریں ﴿وَفِمَا لَهُ تِصْخُونَ﴾ اور وہ لوگ اس کے  
لیے خیر خواہ بھی ہوں گے۔ "فرعون نے اس لڑکی کی بات کو تسلیم کر لیا اور حکم دیا کہ جس عورت کا پتہ دیتی ہو اس کو حاضر کرو  
موسیٰ ﷺ کی والدہ کو فوراً بیلایا گیا جس وقت والدہ نے اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا موسیٰ ﷺ نے دودھ پی لیا تو وہ خوش ہو گئے کہ  
پیچ نے دودھ پی لیا ہے۔ فرعون نے کہا ہیں! ہم تجھے تخواہ بھی دیں گے، خواراک بھی دیں گے، کرہ بھی دیں گے اور ہر قسم کی سہولت  
میسر ہو گی تو یہاں رہ اور پیچے کو دودھ پلا۔ موسیٰ ﷺ کی والدہ نے کہا کہ میرا گھر ہے، خاوند ہے، پیچے ہیں میں یہاں نہیں رہ سکتی تم

نے جو کچھ دینا ہے مجھے دے دیں اسے اپنے ساتھ گھر لے جاؤں گی۔ بڑے اصرار کے بعد فرعون مان گیا وظیفہ بھی مقرر ہوا اور سہوتیں بھی دی گئیں۔ حضرت موسیٰ ﷺ کو ان کی والدہ لے کر گھر آگئیں۔ سورہ قصص میں ہے ﴿قَرَدَذْلَةٌ إِنَّ أُمَّهَ كَيْ نَعْرَفَ عَنْهَا وَلَا تَعْرَفُنَّ وَلَتَعْلَمُنَّ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌ﴾ ”پس ہم نے لوٹا دیا اس کو اس کی والدہ کے پاس تاکہ مٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور وہ غمگین نہ ہو اور تاکہ وہ جان لے کے بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔“

اور فرعون نے یہ بھی کہا کہ ہفتہ وس دن کے بعد بچے کو لا کر دکھا جایا کروتا کہ ہم دیکھیں کہ تو نے بچے کی پروردش صحیح کی ہے، بچے کی صحت صحیک ہے۔ اس سلسلے میں کافی زمانہ گز رکھیا اور کسی کو وہم بھی نہ ہوا کہ بچہ جس بی بی کے گھر ہے اسی کا ہے۔

### مثنوی شریف کا ایک اہم واقعہ

مولانا روم ریشنو بڑے بلند مرتبے کے بزرگ ہوئے ہیں۔ انہوں نے مثنوی شریف میں کہانی کی شکل میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بڑا مال دار آدمی تھا مکان اس کا بڑا بلند قلعہ کی شکل میں تھا سونا چاندی، موتی، جواہرات اور قیمتی سامان اس کے گھر میں تھا۔ ڈاکوؤں نے اس کو لوٹنے کا منصوبہ بنایا اور کئی دنوں تک مشورہ کرتے رہے کہ کس طرح لوٹیں کہ دیواریں بہت بلند ہیں اور دروازے بڑے مضبوط ہیں۔ بالآخر مشورہ یہ طے پایا کہ دن کو جب مکان کے دروازے کھلے ہو تے ہیں ایک آدمی احتیاط سے اندر داخل ہو جائے اور مکان بڑا وسیع ہے کسی کو نے میں چھپ کر بیٹھ جائے رات کو جب فلاں ستارہ طلوع ہو تو اندر سے کٹھی کھول دے، ہم باہر سے اندر داخل ہو جائیں گے اور مل کر لوٹ لیں گے۔ چنانچہ مشورے کے مطابق ایک آدمی اندر داخل ہو کر چھپ کر بیٹھ گیا اور مقررہ وقت پر اس نے کٹھی کھول دی۔ آہت سے مالک مکان کی آنکھ کھل گئی اس نے فوراً اٹھ کر کٹھی لگادی اور ڈاکوؤں کا ایجنت اندر ہی تھا سحری کے وقت جب وہ گھری نیند سوئے ہوئے تھے اس نے دروازہ کھولا اور وہ سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ مولانا روم ریشنو علیہ فرماتے ہیں:-

در بہ بست دزو اندر خانہ بود  
حیله فرعون زیں افسانہ بود

”دروازہ بند کر دیا اور چور گھر کے اندر تھا فرعون کا معاملہ بھی اسی طرح تھا کہ جس سے خطرہ تھا وہ گھر میں پروردش پارہ ہے، دو دھپلا یا جارہا ہے، والدہ کو تنخواہ دی جا رہی ہے۔“

مولانا یہ واقعہ بیان کر کے فرماتے ہیں کہ ہماری توبہ کا بھی یہی حال ہے کہ گناہوں کا چور تو ہمارے سینے میں ہوتا ہے اور زبان سے کہتے ہیں اللہ میری توبہ، اللہ میری توبہ۔ بھائی! پہلے چور کو اندر سے نکالو پھر تو بہ کرو۔ تو قوم نے کہا حضرت! ہم آپ کے آنے سے پہلے بھی اذیت دیئے گئے اور اب پھر ہمیں وہی اذیت دی جائے گی ﴿قَالَ عَلَى رَبِّكُمْ﴾ فرمایا موسیٰ ﷺ نے تربیب ہے کہ تمہارا رب ﴿أَنْ يُهْلِكَ عَذَّلَكُمْ﴾ ہلاک کر دے تمہارے دشمن کو ﴿وَيَسْتَحْلِفُنُّ فِي الْآثَرِ﴾ اور تصحیں خلیفہ

بنائے زمین میں ﴿فَيَهُنَّ كَيْفَ تَعْلَمُونَ﴾ پھر وہ دیکھے گاتم کیسے عمل کرتے ہو۔ ضروری نہیں کہ اس کی دھمکی پوری ہو جائے ہو بلکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پہلے ہی ختم کر دے۔ سورۃ یونس میں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون، ہامان اور اس کی فوج کو بحر قلزم میں غرق کر دیا اور اس کے یہ سارے ارمان کہ دوبارہ اسرائیلیوں کے پھوٹوں کو ذبح کرے گا اور عورتوں کو زندہ چھوڑے گا دل ہی میں رہ گئے۔

### حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نوشاپوں کا ذکر

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَعْذَا حَذَّنَا أَلْقِرْعَوْنَ بِالشَّيْنِينَ﴾ اور البت تحقیق پکڑا ہم نے آل فرعون کو قطۇوں کے ساتھ گناہوں کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو قحط سالی میں بہلا کیا اور عذاب گناہوں کی وجہ ہی سے آتا ہے۔ آج پاکستان اور بھارت میں وحندی و حند چھائی ہوئی ہے اور معلوم نہیں کب تک رہتی ہے۔ ہر چیز کا ایک ظاہری سبب ہوتا ہے اور ایک باطنی سبب ہوتا ہے۔ وحند کا ظاہری سبب تو ایم سوں کا چلتا ہے کہ بھارت نے بھی تجربہ کیا ہے اور ہم نے بھی تجربہ کیا ہے اور باطنی سبب ہمارے گناہ ہیں مگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا۔

﴿ذَنْعِيْسُ قُنَّالِكَيْرَتِ﴾ اور چھلوں کی کمی کے ساتھ پکڑا۔ تو چھلوں کا کم ہو جانا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہے کوئی نہ سمجھ تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اب دیکھو! باریں نہیں ہو رہیں بارافی علاقے کے لوگ روتے ہیں کہ موسم پر بارش ہوئی چاہئے تھی نہیں ہو رہی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فصلیں نہیں ہوں گی اور اگر ہو سیں بھی تو کم ہوں گی اس کے باوجود ہمارے گناہوں میں کوئی کمی نہیں آتی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں ہوا لوگ روزے پہنچی کھاتے تھے اور اب بھی کھاتے ہیں، نمازیں پہنچی بھی چھوڑتے تھے اور اب بھی چھوڑتے ہیں، برا بیاں بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ﴿قَالُوا تَاهِلِهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ہم نے ان کو قحط سالی میں اور چھلوں کی کمی کی سزا اس لیے دی ﴿لَعْلَهُمْ يَكُلُّ كُلُّ رُونَ﴾ تاکہ وہ فیصلت حاصل کریں ﴿فَإِذَا جَاءَتِهِمُ الْحَسَنَةُ﴾ پس جب آتی ان کے پاس کوئی راحت، آرام، سہلائی ﴿قَالُوا هُنَّ﴾ کہتے ﴿لَتَاهِلُّهُمْ﴾ یہ ہمارے لائق ہے ﴿وَإِنْ تُصْبِلُهُمْ سَبِيلَهُ﴾ اور اگر پہنچتی کوئی تکلیف ﴿يَتَكَلَّمُوا بِمُؤْلِسِ وَمُنْمَعَهُ﴾ تو شگون لیتے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ نخوست اور بد فالی ان پر ڈالتے کوئی راحت پہنچتی تو کہتے ہماری وجہ سے ہے، تکلیف آتی تو کہتے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ تَطْبِيْزُ کے لفظی معنی یہیں پر نہہ اڑانا، طیر پر نہے کو کہتے ہیں۔

ہزارہا سال سے یہ غلط نظریہ چلا آ رہا ہے کہ لوگ پرندوں کے ذریعے نیک فالی اور بد فالی لیتے ہیں وہ اس طرح کہ گھروں کے آس پاس درخت تو ہوتے تھے اور ان پر پرنے بھی ہوتے تھے یہ لوگ جب کوئی کام کرنا چاہتے تھے تو صبح کو اٹھ کر درخت پر پتھر مارتے اگر پرندہ اڑ کر داکیں طرف جاتا تو کہتے ہا را کام ہو جائے گا اور اگر بائیں طرف اڑ کر جاتا تو کہتے ہا را کام نہیں ہو گا۔ سوال یہ ہے کہ پرندوں کے اڑنے کے ساتھ تھمارے کام کا کیا تعلق ہے؟ وہ پرندہ ہے داکیں طرف بھی اڑے گا

بانیں طرف بھی اڑے گا۔

تو لفظی معنی ہے پرندے کا اڑانا اور لازمی بھی ہے نجاست اور بد فائی حاصل کرنا۔ فرمایا آلا خبردار ﴿أَلَا إِذَا أَتَتَ الظُّبُرُ هُنَّ مُشَاهِدَاتُهُ﴾ ان کا شگون اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ نجاست اور بد فائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ان کے اعمال کی وجہ سے ﴿فَوَلِكْنَ آكَتُرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ اور لیکن اکثر ان کے جانتے نہیں ہیں کہ ہمارا بھی کوئی قصور ہے ﴿فَوَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِيَهُمْ مِنْ أَنْتُمْ﴾ اور کہنے لگے جب بھی تم لاوے گے ہمارے پاس کوئی نشانی ﴿لَا تَسْخَرْ نَبِيَّهَا﴾ تاکہ تم ہم پر جادو کرو اس کے ساتھ ﴿فَمَا نَحْنُ لَكُمْ بُشَّرُونَ﴾ پس ہم تجوہ پر ایمان نہیں لائیں گے۔

ثانیاً گزرچکی ہیں ایک عصا والی کہ وہ اڑدا بن گیا اور دوسرا نشانی یہ کہ اپنا ہاتھ گر بان میں ڈال کر نکالتا تو سورج کی طرح چمکتا تھا اور تیسرا نشانی قحط سالی اور چوتھی نشانی چلوں کی کی باقی نشانیوں کا ذکر اسی صفحے کے آخر میں آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ عموماً لوگ نشانیوں اور بجزات کو جدو کے ساتھ تعبیر کرتے تھے اور اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

### ~~~~~

﴿فَإِنْ سَلَّمَ عَلَيْهِمُ الظُّفَرُ﴾ پس بھیجا ہم نے ان پر طوفان ﴿وَالْجَرَادَ﴾ اور ٹڈی دل ﴿وَالْقُمَلَ﴾ اور جو نیس ﴿وَالصَّفَا وَعَمَّ﴾ اور مینڈک ﴿وَالدَّمَ﴾ اور خون ﴿الْيَتِ مُفَضَّلٍ﴾ یہ کھلے کھلے مجرزے تھے ﴿فَلَمَّا سَلَّمَ بِرْوَادَ﴾ پس انہوں نے تکبر کیا ﴿وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ﴾ اور وہ مجرم قوم تھی ﴿وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ﴾ اور جس وقت واقع ہوا ان پر عذاب ﴿قَالُوا﴾ کہا انہوں نے ﴿لَيْسَ أَذْغُنَا﴾ اے موی (میلہ) دعا کر ہمارے لیے ﴿رَبِّكَ﴾ اپنے رب سے ﴿بِمَا عَاهَدَ عَنْدَكَ﴾ جو کچھ اس نے تمہارے ساتھ عہد کر رکھا ہے ﴿لَيْسَ كَشْفَتَ عَنَّا الرِّجْزُ﴾ البتہ اگر تو دور کر دے ہم سے عذاب ﴿لَيْسَ مَنَّ لَكَ﴾ تو ہم ضرور ایمان لائیں گے تجوہ پر ﴿وَلَنْزِيلَنَّ مَعَكَ بَنِيَّ إِسْرَآءِيلَ﴾ اور ضرور بھیج دیں گے تمہارے ساتھ بني اسرائیل کو ﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزُ﴾ پس جب دور کر دیا ہم نے ان سے عذاب ﴿وَإِلَى أَجَلٍ﴾ ایک مدت تک ﴿هُمْ بِلِعْوَةٍ﴾ جس کو وہ پہنچنے والے تھے ﴿إِذَا هُمْ يَعْلَمُونَ﴾ اچانک وہ عہد کو توڑتے تھے ﴿فَأَشْقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ پس ہم نے ان سے انتقام لیا ﴿فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ﴾ پس ہم نے ان کو غرق کر دیا اور یا میں ﴿لَيْسَهُمْ كَذَّابُوا بِإِيمَنَّا﴾ اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آئیوں کو ﴿وَكَانُوا عَنْهَا غَلِيلِنَ﴾ اور وہ ان نشانیوں سے غافل تھے ﴿وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الْيَنِّ﴾ اور ہم نے وارث بنایا اس قوم کو ﴿كَانُوا لِمَسْعَطَهُونَ﴾ جو کمزور سمجھے جاتے تھے ﴿مَشَارِقُ الْأَرْضِ وَمَغارِبُهَا﴾ اس زمین کے شرق اور مغرب کے

اطراف میں ﴿اَلْقَنْ بِرَبِّكُنَا فِيهَا﴾ جس زمین میں ہم نے برکتیں ذاتی تھیں ﴿وَتَئِثُّ حَلْمَتُ رَهْبَاتِكَ الْحُسْنَى﴾ اور پوری ہو گئی تیرے رب کی بات اچھی ﴿عَلَىٰ تَبَقْرِ اِسْرَارَ آعِيْلَ﴾ بنی اسرائیل پر ﴿بِهَا صَبَرُوا﴾ اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا ﴿وَدَمَرْتَنَا﴾ اور ہم نے مليا میث کر دیا ﴿مَا كَانَ يَصْنَعُ فِيْرُوْنُ وَ قَوْمُهُ﴾ اس چیز کو جو فرعون اور اس کی قوم بنائی تھی ﴿وَمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ اور جس کوہ اور چڑھاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے موکی ملیعہ کو نوجہ سے عطا فرمائے۔ سبع آیات کا لفظ سورۃ بنی اسرائیل میں بھی ہے اور سورۃ نمل میں بھی ہے۔

ایک نشانی اور مجرزہ: عصا کا سانپ بن جاتا تھا۔

اور دوسرا مجرزہ: ہاتھ کا گریبان میں ڈال کر نکالنا اور اس کا سورج کی طرح چمکنا تھا۔

تیسرا نشانی: فرعونیوں کو قحط سالی میں بہتلا کرنا کہ بارشیں رک گئیں زمین سے فصلیں نہ ہو سیں اور پھلوں کی کمی۔ قضی بیضاوی ریختی اور حضرت قہاری ریختی کے بیان کے مطابق قحط سالی تیسرا نشانی تھی اور پھلوں کی جدائی نشانی تھی یعنی چوتھی نشانی تھی۔ جب کہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ قحط سالی اور پھلوں کی کمی دونوں ایک نشانی تھی۔ قحط سالی کی وجہ سے پھل کم پیدا ہوئے۔ تو ان کے بیان کے مطابق تین نشانیاں یہ ہو سکیں۔

چوتھی نشانی: ﴿فَأَنْرَسْلَنَا عَلَيْهِمُ الْكُلُّ قَانِ﴾ پس بھیجا ہم نے ان پر طوفان۔ امام بخاری ریختی معنی کرتے ہیں آلمؤوث الگشیروں ان پر اسی بیماری مسلط کی مثلاً: طاعون وغیرہ کہ تھوڑے سے وقت میں بے شمار لوگ فوت ہو گئے۔ جب کہ امام رازی ریختی طوفان سے سیلا ب مراد لیتے ہیں کہ ان پر سیلا ب آیا کہ جس سے وہ تباہ و بر باد ہوئے۔ جب کہ تفسیر خازن وغیرہ میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان، ہر اکی شکل میں مسلط فرمایا جس طرح قوم عاد پر سخت اور تند ہوا مسلط کی گئی، اس میں بے شمار لوگ ختم ہو گئے۔

پانچویں نشانی: ﴿وَالْجَهَادُ﴾ اور یہاں دل، بکڑی۔ بکڑیوں کے لشکر بھیجے اس نے درختوں، کھیتوں، بسیروں کو اس طرح کھا کر صاف کیا کہ کوئی درخت تو کیا گھاس بھی نظر نہیں آتا تھا۔ جس طرح ہم پر دھندا کا عذاب مسلط ہے جو ہماری بد اعمالیوں کا نتیجہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ لوگ ان چیزوں کو اساباب طبعی پر محول کرتے ہیں۔ بے شک اساباب طبعی بھی ہوتے ہیں لیکن یہ اس بدباعمالی ہے۔

چھٹی نشانی: ﴿وَالْقُلُّ﴾ قتل کا معنی جو سیکرے تھے ہیں جو بدن کو میلا بکیلار کھنے سے بدن میں پیدا ہوتی ہیں اور اگر بدن کو صاف سخرا کھا جائے اور کپڑوں کو بھی تو پیدا نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے بطور سزا کے ان کے بدن میں جو سیکس پیدا فرمادیں۔ ایک مارتے چار اور چھٹ جاتیں۔ خارش کرتے رہتے تھے نہ دن کو آرام نہ رات کو۔ بعض حضرات نے قتل کا معنی

سری کا کیا ہے۔ گندم کو جو گھن لگ جاتا ہے چاولوں میں پڑ جاتی ہے۔ ایسا عذاب مسلط کیا کہ ان کے دنوں اور کپڑوں کو گھن کھا جاتا۔

ساتویں نشانی: ﴿وَالصَّفَا وَعِدَّةٍ﴾ اور مینڈک اس کثرت سے تھے کہ جہاں بیٹھتے دہاں مینڈک۔ کھانے میں مینڈک پڑ جاتے منہ کھولتے تو مینڈک منہ میں چھلانگ لگا کر داخل ہو جاتا اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا۔

ادرثانی ﴿وَاللَّدَم﴾ اور خون۔ ان کا کھانا اور پانی خون کی شکل اختیار کر جاتا۔ وہ لوگ کھانا بڑا عمدہ پکاتے ہلدی کی جگہ زعفران استعمال کرتے۔ کھانا تیار ہوتا تو خون بن جاتا۔ صاف ستر اور دھلاتے پینے کا ارادہ کرتے خون بن جاتا۔ ہر قسم کا کھانا خون کی شکل اختیار کر جاتا۔

ہم غریب لوگ ہلدی استعمال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں ضرور کوئی نہ کوئی فائدہ رکھا ہے۔ ہلدی میں اللہ تعالیٰ نے چھوٹوں کو جوڑنے کا اثر رکھا ہے اور زخموں کو ملانے (مندل کرنے) کا اثر بھی اس میں رکھا ہے۔ پہلے حکیم کثرت سے ہلدی استعمال کرتے تھے تاکہ پھیپھڑوں کے زخم جائیں (مندل ہو جائیں)۔ بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ خون میں اتنا جوش پیدا ہو گیا کہ وہ سو بھی نہیں سکتے تھے جس کو آج کل بلڈ پریشر کہتے ہیں۔ اس سے ان کے ہوش و حواس اڑ جاتے تھے۔ یہ آٹھ نشانیاں ہو گئیں اور نویں نشانی کا ذکر سورۃ یوسف میں آتا ہے ظہیں آخوال کر ان کے سوتا، چاندی، ہیرے پھر دل کی شکل میں کردیے جس سے ان کی کوئی قیمت نہ رہی۔

فرمایا ﴿أَيْتَ مُفَضَّلٌ﴾ یہ کھلے کھلے مجڑے تھے۔ اور یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ یہ نشانیاں فاصلے فاصلے سے آئیں، وقفہ و قفے سے۔ ایک نشانی آئی پھر پچھوں دنوں کے وقفہ کے بعد دوسری آئی پھر کچھ وقفہ کے بعد تیسری آئی یعنی دفعہ اکٹھی نہیں آئیں ﴿فَإِنْتَدَبَرُوا﴾ پس انہوں نے تکبر کیا ﴿وَكَانُوا قَوْمًا مَّا يَحْمِلُونَ﴾ اور وہ مجرم قوم تھی نہ مانا انہوں نے۔

### قوم موئی ﴿مَطَّالِبُهُ دُعا﴾

﴿لَهُذَا أَوْقَةٌ عَلَيْهِمُ الْبَرْزَجُ﴾ اور جس وقت واقع ہوا ان پر عذاب ﴿قَالُوا﴾ کہا انہوں نے ﴿لَيْسَ كَيْ أَذْعُمُ لِنَا هَذَا﴾ اسے موئی ﴿مَطَّالِبُهُ﴾ دعا کر اپنے رب سے ہمارے لیے ﴿وَبِإِعْهَدِ عَهْدَكُ﴾ جو کچھ اس نے تمہارے ساتھ عہد کر رکھا ہے۔ اپنے رب کو پکارو وہ ہماری تکلیف دور کر دے ﴿لَيْسَ كَشْفُ عَنَّا الْبَرْزَجُ﴾ البتہ اگر تو نے دور کر دیا ہم سے عذاب ﴿لَئِنْ مِنْ لَكَ﴾ تو ہم ضرور ایمان لا سیں گے تجھ پر ﴿وَلَئِنْ يَكُنْ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ اور ضرور زیست دیں گے تمہارے ساتھ ہی اسرائیل کو۔

پہلے بات بیان ہو چکی ہے کہ حضرت موئی ﴿مَطَّالِبُهُ﴾ نے فرعون اور اس کی کابینہ کے سامنے توحید، رسالت اور قیامت کے اصول مسائل بیان کرنے کے بعد بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا کہ ان کو جتو نے غلام بنار کھا ہے ان سے بیگار لیتا ہے اور دنما کچھ نہیں ہے ان کو آزاد کر میں ان کو اپنے آبائی علاقہ کنعان، شام، فلسطین لے جانا چاہتا ہوں۔ تو جب رب تعالیٰ کا عذاب

آیاتو انہوں نے کہا کہ تو اپنے رب سے دعا کریے عذاب ہم سے مل جائے تو تجھ پر ایمان بھی لا سکیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آزار کر کے تمہارے ساتھ بیسچ دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَإِنَّا كُشْفَنَا عَنْهُمُ الْزُّبُرُ﴾ پس جب دور کر دیا ہم نے ان سے عذاب ﴿إِنَّ أَجْلَ﴾ ایک دن تک ﴿فَهُمْ بِلِلْعُوْدَةِ﴾ جس کو وہ پہنچنے والے تھے ﴿إِذَا هُمْ يَهْتَمُونَ﴾ اچانک وہ عہد کو توڑتے تھے۔ جیسے ہمارے لیڈر اور حکمران دونوں کے دنوں میں وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اسلام نافذ کریں گے خلافت راشدہ کا نظام قائم کریں گے وہ تو گزرنے کے بعد بھول کر بھی نام نہیں لیتے۔ لوگوں کو دھوکا دے کر بر سراقتہ اور آجاتے ہیں اور وعدہ کوئی بھی پورا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَأَنْتَقْنَا وَنَاهُمْ﴾ پس ہم نے ان سے انتقام لیا ﴿فَأَغْرَقْنَا إِلَيْهِمْ﴾ پس ہم نے ان کو بحر شور میں غرق کر دیا۔

### حضرت موسیٰ ﷺ کا اپنی قوم کو نکالنا ہے۔

یہاں اجمال ہے اور سورۃ طہ میں اس کی تفصیل ہے۔ ﴿وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَيْ مُوسَى﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے وہی بھی موسیٰ کی طرف ﴿أَنْ أَسْرِيَّ بَعْدَ أَوْحَيْنَا﴾ کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ یہ تمہیں آزادی نہیں دیں گے۔ حضرت موسیٰ ﷺ نے اپنی قوم کے ساتھ یہ خفیہ پروگرام تیار کیا چنانچہ موسیٰ ﷺ اور بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو مسلمان ہوئے تھے چل پڑے۔ فرعون کو بھی پتا چل گیا کہ یہ میرے چلے گئے ہیں۔ اسے پریشانی ہوئی کہ ہم مفت میں کھلتے تھے یہ ہمارے غلام کام کرتے تھے زمینوں کو کاشت وہ کرتے تھے ہمارے جانوروں کو سنبھالتے تھے وغیرہ اب ہم کیا کریں گے۔

یقین جانو! اگر مزدور طبقہ نہ ہوتونہ کوئی کام ہو اور نہ کوئی عمارت بنے مزدور مجبور ہیں نظام چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ ایک کو پہیے دیئے اور دوسرا کو کوئی کام مل رہا ہے۔ اگر مزدور نہ ہوں تو پیسوں کا کوئی کیا کرے گا تو فرعونی کافی پریشان ہوئے کہ یہ ہماری رعایا ہو کہ ہماری اجازت کے بغیر جا رہے ہیں ہنگامی طور پر اعلان کر دیا کہ ان کا چیخا کرو۔ عوام اور فوج کو لے کر چیخچے چل پڑا۔ انہوں نے فلسطین جانا تھا راستے میں بحر قلزم تھا، مرد بھی تھے، عورتیں بھی تھیں، بوڑھے اور بچے بھی تھے کشتی کی کے پاس نہیں تھی۔ مُشْرِقُ الدُّنْيَا مُغْرِبُ الدُّنْيَا تھے، موسیٰ ﷺ نے فرمایا ﴿أَنَّ هَذِهِ سَيِّئَاتِنِّي﴾ ایہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میرے ساتھ میرا رب ہے وہ میری راہ نمائی کرے گا۔ جس وقت بحر قلزم پر پہنچنے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا بحر قلزم پر اپنی لاٹھی مار دخٹک راستے بن جائیں گے۔

بنی اسرائیل کے بارہ خاندان تھے۔ اسرائیل حضرت یعقوب ﷺ کا لقب تھا جس کا معنی عبد اللہ ہے۔ ان کے بارہ بیٹے تھے، میں کوئی نہیں تھی، بیٹوں میں ایک حضرت یوسف ﷺ بھی تھے جو بعد میں نبی ہے۔ تو بارہ بیٹوں کی نسل بارہ خاندان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بارہ راستے بنادیے ہر خاندان کے لیے الگ الگ راستے۔ جب یہ لوگ دریا عبور کر کے دوسری جانب جا

پہنچ تو فرعون، ہامان اور ان کی فوج بھی دریا کے کنارے آپنی بھض فوجی افسروں نے مشورہ دیا کہ چلواب یہ نکل گئے ہیں ہمیں ان کا یہ پیچا نہیں کرنا چاہیے۔ فرعون بڑا جابر، خالم اور موزی خبیث تھا کہنے لگا نہیں اور اپنے وزیر اعظم ہامان کو کہا تم آگے چلو تمہارے پیچھے فوج اور میں پیچھے ہوں گا تاکہ کوئی پیچھے نہ رہے۔

جب وہ سارے ان راستوں پر چڑھ گئے جن پر سے بنی اسرائیل نے نجات پائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ تو اپنی روانیوں کے ساتھ چل پڑ۔ وہ چل پڑا تو وہ وہاں سے سیدھے جہنم رسید ہوئے، غرق ہوتے وقت فرعون نے بڑا دیلا کیا۔ کہنے لگا ﴿أَصْنَثْتُ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ رَبَّ الْمُولَى وَهُرُونَ﴾ "ایمان لا یا میں رب العالمین پر جو رب ہے موئی اور ہارون ﷺ کا۔" بندے پر جب نزع کی حالت طاری ہو جائے تو پھر ایمان قبول نہیں ہوتا ہی تو بے قبول ہوتی ہے۔ جبریل ﷺ نے گارا اٹھا کر فرعون کے منہ میں ڈالا کہ پروردگار کو کہیں اس پر رحم نہ آجائے اس کا منہ بند ہو گی اور غرق ہو گیا۔

### عبرت کے لیے فرعون کے جسم کا محفوظ ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَإِنَّهُمْ شَجَرَةٌ لَتَكُونُ لَهُنَّ حَلْقَكَ أَيَّةٌ﴾ "پس آج کے دن ہم تیرے بدن کو نجات دیں گے تاکہ ہو جائے تو پھر چلوں کے لیے نشانی۔" عام مفسرین ﴿وَإِنَّمَا تُوَلَّهُ شَجَرَةٌ﴾ کا معنی نجات کرتے ہیں اور امام بخاری و رضی اللہ عنہ نے القیلیک علی نجۃ البخر کرتے ہیں کہ ہم تجھے دریا کے کنارے ڈالیں گے۔ نجۃ کا معنی کنارہ۔ جب اس کو اللہ تعالیٰ نے کنارے پر ڈالا تو مشکیزہ بنا ہوا تھا منہ اور ناک سے پانی بہرہ را تھا اور نہ جانے کہاں کہاں سے بہرہ رہا تھا۔ آج تک فرعون کی لاش مصر کے عیاس گھر میں پڑی ہے اس کے علاوہ اور فرعونوں کی لاشیں بھی پڑی ہیں۔ خدا کی شان کیا انجام ہوا ایک وقت تھا کہ کہتا تھا ﴿أَئَ أَنْتَ رَبُّ الْأَغْلَى﴾ "میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔" ﴿مَا عَلِمْتُ لِكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي﴾ [القصص: ۳۸] "میں اپنے علاوہ تمہارے لیے کسی کو والہ نہیں جانتا۔" آج اس کا عجیب نقشہ بنا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّمَا كَذَّبُوا إِيمَنَّا﴾ اس وجہ سے کہ وہ جھلاتے تھے ہماری آئتوں کو ﴿وَ كَانُوا عَنْهَا لَطِيلَيْنَ﴾ اور وہ ان نشانیوں سے غافل تھے کسی نشانی کی طرف انہوں نے توجہ نہیں کی ﴿وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يَسْتَعْفَفُونَ مَسَارِيَ الْأَمْرِ وَمَعَاهِدَهَا﴾ اور وارث بنا یا ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اس زمین کے مشرق اور مغرب کے اطراف میں ﴿أَلَّا تَرَى بَرْزَانَنَّا فِيهَا﴾ جس زمین میں ہم نے برکتیں ڈالی ہیں۔

مشہور تفسیر مسلم التزمیل میں علامہ بغوي رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ مصر کی زمین کے وارث بنے مگر اپنے دور میں، فوراً نہیں۔ اگرچہ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جس وقت فرعون غرق ہو گیا تو نی اسرائیل میں سے کچھ لوگ واپس جا کر زمینوں پر تابض ہو گئے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ اپنے دور میں مصر کی زمین کے وارث بنے شرقی اطراف کے بھی اور مغربی اطراف کے بھی۔

مصر میں ظاہری برکتیں بھی تھیں اور باطنی بھی۔ ظاہری یہ کہ زرخیز علاقے ہے پیداوار بہت ہوتی ہے اور باطنی اس لیے کہ حضرت یوسف ﷺ مصر میں آئے، حضرت یعقوب ﷺ مصر میں آئے اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور نیک بندے آئے اور جہن اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کا تدم پڑ جائے وہ جگہ برکت والی ہو جاتی ہے۔

اور علامہ آلوی رضوی فرماتے ہیں کہ برکت والی زمین سے شام کا علاقہ مراد ہے۔ اس وقت شام، کعنان کا علاقہ ایک ہی ہوتا تھا انگریز اور ظالم قوتوں نے اس کو علیحدہ عیجده کر دیا کہ یہ اکٹھے نہ ہو سکیں اور اس وقت حالت یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ صلح ہو سکتی ہے مگر اردن، لبنان، ملکین کی آپس میں صلح نہیں ہو سکتی۔ وہمن نے ان کے اتنے ذہن بگاؤ دیئے ہیں اور اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کے گھروں میں یہودی اور عیسائی لرکیاں ہیں۔ یا سر عرفات کے نکاح میں بھی عیسائی عورت ہے۔ ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ قطعاً کسی قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی یہ کافروں کے ایجنت ہیں۔ اور شام کے علاقہ میں ظاہری طور پر بھی برکتیں ہیں بڑا زرخیز علاقہ ہے۔ پانی صاف سحرابرے چھل وہاں پیدا ہوتے ہیں اور لوگ بڑے خوشحال ہیں اور باطنی لحاظ سے بے شمار پیغمبر وہاں تشریف لائے اور بے شمار پیغمبروں کی قبریں وہاں موجود ہیں۔

﴿وَتَثْتَجِلُّ مَكْلِمَتَ رَبِّكَ الْعُظُّمِ﴾ اور پوری ہو گئی تیرے رب کی بات اچھی جو اس نے اچھا فیصلہ کیا تھا ﴿عَلَى هَؤُلَاءِ إِسْرَائِيلَ﴾ بنی اسرائیل پر کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ تم اگر ایمان پر قائم رہے تو ہم تم تھیں برکت والی زمین کا دارث بنائیں گے ﴿إِنَّا صَبَرْدُ ذَاهِبِي﴾ اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا ﴿وَدَمَرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ﴾ اور ہم نے ملیا میت کر دیا اس چیز کو جو فرعون اور اس کی قوم نے بنائی تھی منصوبے وغیرہ ﴿وَمَا كَانُوا بِقِرْشُونَ﴾ اور جس کو وہ اپر اٹھاتے تھے۔ یعنی اپنے منصوبوں کی جو چھت بناتے تھے مکان کی چھت نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے منصوبوں کی جو عمارتیں کھڑی کی تھیں ہم نے ان کو برپا کر دیا اور مظلوموں کی مدد کی اور ان سے نجات دلائی۔

### .....

﴿وَجَوَّزَ نَابِيْقَى إِسْرَائِيلَ الْبَحْرِ﴾ اور ہم نے پار کر دیا بنی اسرائیل کو ذریا سے ﴿فَأَتَوْ أَعْلَى قَوْمِ﴾ پس وہ آئے ایک قوم کے پاس ﴿يَعْكِلُونَ عَلَى أَصْنَامِ رَبِّهِمْ﴾ جو جھکی ہوئی تھی اپنے بتوں پر ﴿قَالُوا يُؤْسِى﴾ کہا انہوں اے موی ﴿أَجْعَلَ لَنَا إِلَهًا﴾ آپ بنادیں ہمارے لیے بھی اللہ ﴿كَمَالَهُمُ الْحَمَدُ﴾ جیسے ان کے لیے اللہ ہیں ﴿قَالَ إِنَّمِّا قَوْمٌ شَجَهَلُونَ﴾ فرمایا بے شک تم جمال قوم ہو ﴿إِنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا مُتَبَّرٌ﴾ بے شک یہ لوگ ہیں ہلاک ہونے والے ﴿إِنَّمَا هُمْ فَيْشُو﴾ وہ چیز جس میں یہ بتلا ہیں ﴿وَإِلْهٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ اور باطل ہے وہ جو یہ عمل کر رہے ہیں ﴿قَالَ أَغَيْرُ اللَّهِ أَبْغِيْكُمْ إِنَّهَا﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ کے سواتلاش کروں میں تمہارے لیے اللہ ﴿وَهُوَ قَضَلَكُمْ عَلَى الْعَلَيْبِينَ﴾ حالانکہ اس نے تھیں نصیلت دی ہے تمام جہاں والوں پر ﴿وَإِذَا أَنْجَيْتُمْ قَنْ أَلِ فِرْعَوْنَ﴾ اور جس وقت ہم نے نجات

دی تم کو فرعونیوں سے ﴿يَسُومُونَكُمْ وَتَرَعَّلُهُمْ﴾ چکھاتے تھے تم کو برا عذاب ﴿يَقْتَلُونَ أَهْنَاءَكُمْ﴾ قتل کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ﴿وَيَسْتَحْيِونَ لَسَاءَكُمْ﴾ اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو ﴿وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ﴾ اور اس باتاں میں تمہارے لئے آزمائش تھی ﴿مَرِئَةً عَذَابَهُ﴾ تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی۔

چیچے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ کل تفصیل کے ساتھ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یکے بعد دیگرے نو سمجھزے عطا فرمائے تھے لیکن فرعونیوں نے اس نے سے کوئی عبرت حاصل نہ کی بلکہ جب بھی کوئی تکلیف آئی تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھاگ کر آتے کہ آپ اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کریں یہ دور ہو جائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے مگر جب وہ تکلف دور ہو جاتی تو ہم افافہ سنتیں کھے اسی وقت عہد شکنی کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بحر قلزم میں غرق کر دیا۔

﴿وَاجْوَزْنَا بَيْنَ اسْرَاءِ الْبَحْرَيْنِ﴾ اور ہم نے پار کر دیا بنی اسرائیل کو دریا سے۔ اللہ تعالیٰ نے بحر قلزم کو پھاڑ کر خشک رستے بنادیئے، بنی اسرائیل کل کئے فرعون، ہامان اور ان کی فوجیں تعاقب کے لیے پیچھے آگئیں تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا کہ چل پڑو، وہ چل پڑا تو یہ سارے غرق ہو گئے۔ فرعون کی لاش کو اللہ تعالیٰ نے کنارے پر ڈال دیا تاکہ آنے والوں کے لیے نشانی رہے۔

بُنِيَ اسْرَايِيلٍ بِحَرْقَلْزُومَ كَوْپَارْ كَرْ كَے آگے گئے تو وادیٰ تیہ جس کو آج کل جغرافیہ میں وادی سیناٹی کہتے ہیں جس کی لمبائی چھتیس [۳۶] میل اور اور چوڑائی چوٹیں [۲۳] میل ہے اور سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے، اس سے پہلے کچھ آبادیاں تھیں۔ تفسیروں میں ایک شہر کا نام قَنْتَسِیرَین آتا ہے۔ یہ شہر وادیٰ تیہ سے کچھ نیچے ہے۔ جب وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَإِنَّكُمْ عَلَى أَعْلَمٌ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلَى أَصْنَامِ رَبِّنَمْ﴾ پس وہ آئے ایک قوم کے پاس جو جھکی ہوئی تھی اپنے بتوں پر۔

یہ کنعانی لوگ بت پرست تھے اور یاد رکھنا! بت مخفی پتھر کا نام نہیں ہوتا، بہت سارے لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ بت دراصل کسی بزرگ شخصیت کا نمونہ ہوتا ہے۔ آپ حضرات میں جو پرانے بزرگ ہیں انہوں نے دیکھا ہو گا کہ ہندو ایک من کی لکڑی انھا کرلاتے اس کو تیشے کے ساتھ چھیلتے جب وہ پانچ کلو رہ جاتی اور اس پر رام چندر کا یا کرشن جی کا نمونہ بن جاتا تو پھر اس کی وہ پوجا کرتے۔ اگر پتھر اور لکڑی کی پوجا ہوتی توجہ وہ ایک من کی تھی اس وقت اس کو پوچھتے۔ تو یاد رکھنا! کسی قوم نے مخفی پتھر یا لکڑی کی پوجا نہیں کی۔ پوجا اس وقت کی جب وہ کسی بزرگ کی شکل پر ذہل گئی تو اصل پوجا اس بزرگ کی ہوئی جس کی شکل پر اس کو بنایا گیا۔

اسی طرح کسی درخت یا دریا کی پوچا حصہ درخت یا دریا کی حیثیت سے نہیں کی گئی بلکہ اس درخت کی پوچا کی گئی کہ جس کے سامنے میں ان کا کوئی بزرگ بیٹھا یا جس دریا سے کسی بزرگ نے وضو یا غسل کیا تو اس وجہ سے اس درخت اور دریا کو مبتذک سمجھ کر پوچا کی گئی۔

صلح حدیث کا مختصر پس منظر

قرآن پاک کی سوڑہ الفتح میں ایک درخت کا ذکر ہے ﴿لَقَدْ رَأَفَى اللَّهُ عِنِ الْمُؤْمِنِينَ أَذْيَابَعُونَكَ تَحْتَ السَّجَرَةِ﴾ [الفتح: ١٨] "البَشَرُ تَحْقِيقٌ رَاضٍ هُوَ اللَّهُ تَعَالَى إِيمَانُ وَالْوَوْنَ سَبَبَ جَبَ كَوَافِرَ بَيْتٍ كَرِيرٍ تَحْتَ آپَ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے۔" یہ کیکر کا درخت تھا حدیثیہ کے مقام پر۔ آج کل اس جگہ کا نام شہنشہ ہے، مکہ مکرمہ سے چھوٹیل کے فاصلے پر، آج کل یہ جگہ حدود مکہ مکرمہ میں داخل ہو چکی ہے۔

اس بیعت کا پس منظر یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان بن عفانؓ میں شوکا کا پنا سفر بنا کر قریشؓ کے پاس بھیجا کہ ان کو بتاؤ کہ ہم عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں لڑنے کے لیے نہیں آئے۔ قریشؓ مکہ نے ان کو قید کر لیا اور پھر خبر مشہور ہو گئی کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ قید ہوئے تھے شہید نہیں ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم ان کا انتقام لیں گے اس لیے آپ نے بیعت لی تھی۔

اب وہ درخت درجے والا ہو گیا کہ جس کے نیچے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے افضل ترین شخصیت تشریف فرماء ہوئے اور انیساۓ کرام ﷺ کے بعد تمام امتوں میں سے افضل ترین امت آپ ﷺ کی امت ہے۔ جن میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور حضرت عمر ؓ بھی موجود ہیں۔ تو پندرہ سو صحابہ ؓ بھی وہاں موجود ہیں تو وہ درخت کتنا مبارک ہو گیا۔ لوگ اس درخت کے نیچے اہتمام کے ساتھ آ کر بیٹھتے تھے کہ یہاں حضرت ﷺ نے بیعت لی تھی۔ جب حضرت عمر ؓ کو علم ہوا تو انہوں نے فوجی بھیج کر اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا دیا کہ اس زمانے کے لوگ تو سمجھدار ہیں مخفی تبرک کے لیے بیٹھتے ہیں اور آسمندہ نادان قسم کے لوگ اس کی یو جا شروع کر دیں گے اس لئے انہوں نے ایسا کیا۔

لہذا یاد رکھنا! محض پتھر، درخت کی کبھی پوچانہیں ہوئی ہاں! جب اس کی کسی بزرگ کے ساتھ نسبت ہو گئی تو لوگوں نے اس کی پوچا شروع کر دی۔ اور جس لکڑی یا پتھر پر کسی بزرگ شخصیت کی تصویر بنائی جاتی ہے اس کو صنم کہتے ہیں اور صنم کی تعریف کرتے ہیں: الَّذِي يَتَّخِذُ مِنَ الْذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالنُّحَاسِ وَالْمَنَارِ وَالْخَشِيبِ عَلَى الْإِنْسَانِ ”عربی میں صنم اس چیز کو کہتے ہیں جو بنایا جائے سونے سے اور چاندی سے یا لوہے سے یا بیتل سے، تابے سے اور مٹی سے یا لکڑی کا ہوا نان کی شکل پر۔“ اور وُشن بھی اسی کو کہتے ہیں جس طرح آج کل تصویر یہیں ہیں۔ لوگوں نے اپنے دوستوں کی فوٹو زیب میں رکھی ہوئی ہیں تو اس کا غذی کی توکوئی حیثیت نہیں ہے اصل وہ تصویر ہے جو ان کے اوپر بنی ہوئی ہے۔

تو وہ لوگ ان بتوں کے سامنے جو انہوں نے اپنے پیشواؤں کے نام پر بنائے ہوئے تھے، جھکے ہوئے تھے ۔ (قالہ) یہ تو مسی یہ موسیٰ ﷺ کے ساتھیوں میں مخلص اور پکے ساتھی بھی اور کچے بھی تھے اور ہر زمانے میں کچے پکے ہوتے ہیں تو جو کچے تھے انہوں نے کہا اے موسیٰ ﷺ! (اجعَلْ لِنَا إِلَهًا كَمَا تَهْمُمُ الرَّهْمَةُ) آپ بنادیں ہمارے لیے بھی الٰہ جیسے ان کے لیے الٰہ ہیں

کہ ہمیں ہمارے اللہ نظر آئیں (قال) موسیٰ ﷺ نے فرمایا (إِنَّمَا كُوْدَةٌ تَجْهِيْلُونَ) یہ شک تم بڑی جاہل قوم ہو کر تم ان جاہلوں کے ساتھ مشاہد کرتے ہو (إِنَّهُ لَوْلَاءُ) یہ شک یہ لوگ ہیں (مُتَبَّرِّمُونَ فِيْهِمْ) بلاک ہونے والی ہے وہ جیز جس جیز میں یہ بتلا ہیں (وَبِطْلُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) اور باطل ہے وہ کارروائی جو یہ کر رہے ہیں۔ ایسے مشک دنیا میں بھی خسارے میں اور آخرت میں بھی خسارے میں ہیں۔

تو جو کچے لوگ تھے انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں ایسے خدا ہنا دے۔ سارے کچے نہیں تھے، صحیح بھی تھے اور ایسے ہی کچے لوگوں نے موسیٰ ﷺ کو کہا تھا (فَأَذْقَبْنَا أُنْثَى وَرَبِّلَكْ فَقَاتِلَا إِنَّا هُنَّا لِغَيْرِ عَدُوْنَ) [المائدہ: ۲۳] ”یہ جاتو اور تیرا پر درگار دونوں جا کر لڑو پیشک، ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں۔“ یہ انہوں نے اس وقت کہا تھا جب وادی سیہے میں پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا تھا کہ وہ تو بڑی سخت قوم ہے، ہم ان کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک وہ علاقہ ان پر منسوب قرار دے دیا۔ ایسی قوم کو تو فوراً سزا لٹھی چاہیے تھی مگر اللہ تعالیٰ اَرْحَمُ الرَّاجِحَتِنَ ہے۔ وہ کافروں کو بھی رزق اور اولاد دیتا ہے، مال بھی دیتا ہے، بہت کچھ دیتا ہے۔

ان لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی کہ وادی سیہے میں سایہ کوئی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے سائے کا انتظام کیا۔ فرمایا (وَ  
ظَلَّلَنَا عَلَيْنَا مُعَذَّمٌ الْعَدَامَ) اور ہم نے سایہ کیا تم پر بادلوں کا۔ جو نبی سورج چڑھتا بادل ان کے سر پر آ جاتا رات ہوتی باول صاف ہو جاتا اور وہاں خوراک کا کوئی انتظام نہیں تھا (وَأَنْزَلْنَا عَلَيْنَا مُسَنَّ وَالسَّلَوَى) اللہ تعالیٰ نے من اور سلوی نازل فرمایا۔ پانی کی وقت تھی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ﷺ کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو بچھر پر مار (فَأَنْجَرَ ثُمَّ نَذَّرَ عَشْرَةً عَيْنَيْنَا) بارہ چشمے جاری ہو گئے کیوں کہ وہ بارہ خاندان کا الگ چشمہ تھا۔

تو کچے لوگوں نے یہ کہا تھا کہ ہمیں بھی ایسے الہ بنادے (قال) موسیٰ ﷺ نے فرمایا (أَغْيِرْ إِلَهَيْهِ أَبْغِيْلَمُ إِلَهًا) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اتلاش کروں میں نہ تھا رے لیے الہ۔ الہ کے معنی معین، موجود۔ او جاہلو! کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معین، موجود، عالم الغیب، حاظر ناظر، مختار کل، فرید اور س، مشکل کشا، دشکیر، مُقْتَلَنَ (قانون بنانے والا) حاکم مدلش کروں (وَهُوَ فَضَلَّلَمُ عَلَى  
الْعَلَمَيْنَ) حالاں کہ اس نے تھیں فضیلت دی ہے تمام جہاں والوں پر۔ حضرت یعقوب ﷺ کے بعد حضرت میسیٰ ﷺ کی ذات گرامی تک چار ہزار بیغیر اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں بھی کسی قوم میں ایک نبی آجائے تو اس قوم کا سرآسان کے ساتھ لگ جاتا ہے۔ عرب میں حضرت اسماعیل ﷺ کے بعد صرف ایک بیغیر آئے ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد دنیا میں کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور جو اس کو مانے وہ بھی کافر ہے اور جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

جو ہٹے نبی دنیا میں بڑے پیدا ہوئے ہیں مرزا قادریانی بھی انہی میں سے ہے۔ اس وقت بھی قادر یانیوں نے یورپ میں نہ کھڑا کیا ہوا ہے۔ مسلمانوں کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ چار زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کر دیں۔ قادر یانیوں نے بہتر (۷۲)

الاعراف

زبانوں میں قرآن کریم کا ترجیح کیا ہے اپنی مرضی کے مطابق۔ نوجوانو، یاد رکھنا! ہمیں کسی باطل فرقے سے چاہے وہ قادر یا نی ہو یا کوئی اور ہو کوئی ذاتی عدالت نہیں ہے۔ نہ زمین کا جھگڑا ہے، ترشیت کا اور نہ پرنسالے کا۔ باطل فرقوں کا ذکر ہم اس لیے کرتے ہیں کہ تم کسی فتنے کا شکار نہ ہو جاؤ اور اسے ایمان کو برپا نہ کر دیں گو۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا (وَإِذَا أَنْجَيْتُكُمْ مِّنْ أَلِّي فِرْعَوْنَ) اور جس وقت ہم نے نجات دی تم کو فرعونیوں سے (فَيَوْمَئِلُمُ وَقْعَةُ الْعَدَابِ) چکھاتے تھے تم کو برا اذاب۔ وہ کیا تھا (يَعْلَمُونَ أَهْنَاءَكُمْ) قتل کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو (وَيَسْتَحْيُونَ فَسَاءَكُمْ) اور زندہ جھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو (وَنِي ذلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ) اور اس میں تمہارے لیے آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی۔

فرعونیوں نے ایسا اس لیے کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے زمانے میں ایک بہت بڑا علم نجوم کا ماہر تھا اور اس کی اکثر پیشین گوئیاں سمجھی تھابت ہوتی تھیں۔ اس نے فرعون، ہامان اور ان کی کابینہ کو یہ بتایا کہ دو تین سالوں میں بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہو گا جو فرعون کی حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔ فرعون، ہامان نے اس کی پیشین گوئی پر یقین کیا اور بنی اسرائیل کے گھروں پر پھرے لگادیئے اور جو بی بھی حاملہ ہوتی تھی اس کا باقاعدہ ریکارڈ ہوتا تھا پھر اگرچہ پیدا ہوتا تو اس کے سامنے ذخیرہ کر دیا جاتا تھا اور عورت کو زندہ چھوڑ دیا جاتا تھا اس طرح فرعون کے حکم سے بارہ ہزار بچے قتل ہونے اور علامہ یونی ہرثیا کے قول کے مطابق ستر ہزار بچے قتل ہوئے مگر بارہ ہزار بھی کوئی کم نہیں جیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ اس بچے کو فرعون کے گھر میں پال کر دکھایا۔

﴿وَوَعْدَنَا مُوسَى﴾ اور وعدہ کیا ہم نے موئی علیہ السلام سے ﴿شَيْئَنِ لَيْلَةً﴾ تیس راتوں کا ﴿وَأَتَمَّنَهَا بِعَشِيرٍ﴾ اور پورا کیا ہم نے ان کو رس کے ساتھ ﴿قَتَمْ مِيقَاتٍ تَرَبَّةً آتَنَّ بَعْنَيْنَ لَيْلَةً﴾ پس پوری ہو گئی اس کے پروردگار کی مدت چالیس راتیں ﴿وَقَالَ مُوسَى لَا خَيْرٌ هُرُونٌ﴾ اور فرمایا موئی علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ﴿أَخْلَقْنَاهُ فِي قَوْمِنِ﴾ تم میرے خلیفہ ہو میری قوم میں ﴿وَأَصْلِحْنِ﴾ اور اصلاح کرتے رہنا ﴿وَلَا تَثْبِطْ سَبِيلَ الْمُقْسِدِينِ﴾ اور پیرودی نہ کرنا فساد چانے والوں کے راستے کی ﴿وَلَكَمَا جَاءَ مُوسَى لِبِيَقَاتِنَا﴾ اور جب آئے موئی علیہ السلام ہمارے وعدے کے وقت پر ﴿وَحَلَمَهُ رَبِيعَهُ﴾ اور کلام کیا ان کے ساتھ ان کے رب نے ﴿قَالَ﴾ کہا موئی علیہ السلام نے ﴿رَبَّتْ أَبِرِيفِي اَنْظَرْ اِلَيْكَ﴾ اے میرے رب اتو مجھے اپنا دیدار کرا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں ﴿قَالَ لَنْ تَرَيْنِ﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے ﴿وَلَكِنَّ اَنْظَرْ اِلَى الْجَبَلِ﴾ اور لیکن دیکھ تو پہاڑ کی طرف ﴿فَإِنَّ

اَنْسَقَرَ مَكَانَهُ پس وہ اگر قائم رہا اپنی جگہ پر ﴿فَسُوْفَ تَدْرِيْنِ﴾ ہے تو پھر قریب ہے تو مجھے دیکھ سکے گا ﴿فَلَمَّاْجَلَ

نَرَبَّهُ لِلْجَنَّلِ﴾ پس جس وقت تجلی ڈالی اس کے پروردگار نے پہاڑ پر ﴿جَعَلَهُ دَلَّا﴾ تو کردیا اس کو ریزہ ریزہ ﴿وَ

خَرَّ مُوسَى صَعِقًا﴾ اور گر پڑے موئی ﴿عَلَيْهَا﴾ بے ہوش ہو کر ﴿فَلَمَّا آتَاقَ﴾ پس جب موئی ﴿عَلَيْهَا﴾ ہوش میں آئے

﴿قَالَ﴾ کہا موئی ﴿عَلَيْهَا﴾ نے ﴿سُبْحَنَكَ﴾ تیری ذات پاک ہے ﴿ثُبُّتِ إِلَيْكَ وَأَنَّا أَوْلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ میں تیری

طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مومنوں میں سے پہلا ہوں ﴿قَالَ﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿إِيمُونَشِي إِنِّي اَصْطَفَيْتُكَ

عَلَى النَّاسِ﴾ اے موئی ﴿عَلَيْهَا﴾ بے شک میں نے تمھیں منتخب کیا ہے لوگوں پر ﴿بِرَسْلَتِي وَهَلَانِي﴾ اپنے پیغام کے

ساتھ اور اپنے کلام کے ساتھ ﴿فَحُدْمًا أَيْتَكَ﴾ پس پکڑ تو وہ چیز جو میں نے تجھے دی ہے ﴿وَمُنْ قَنَ الشَّكِيرِينَ﴾

اور ہوجاؤ تم شکرا دا کرنے والوں میں سے۔

آل فرعون بحر قلزم میں غرق ہو گئی اور بنی اسرائیل بحر قلزم پار کر کے وادی سینہ میں پہنچ ہو کہنے لگے حضرت اجب ہم مصر میں تھے تو قرونیوں کے غلام تھے اور انھی کا قانون چلتا تھا اور اب ہم آزاد قوم ہیں اور کوئی قوم بھی بغیر قانون کے وقت نہیں گزار سکتی اور زندہ نہیں رہ سکتی۔ آپ ہمیں پروردگار سے کوئی قانون لا کر دیں۔ کیوں کہ اگر محاملہ آدمیوں پر چھوڑا جائے تو کوئی کہنے گا کہ یہی رائے صحیک ہے اور کوئی کہے گا یہی رائے صحیک ہے، فتنہ ساد برپا ہوگا۔ لہذا سب کے لیے ایک قانون ہونا چاہیے جس کے مطابق ہم زندگی بسر کریں اور اصول بھی یہی ہے کہ رب تعالیٰ کی زمین پر رب تعالیٰ کا قانون نافذ ہونا چاہیے ﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا

لِيَّ﴾ [یوسف: ۲۰] ﴿حُكْمُ صِرْفِ اللَّهِ تَعَالَى كَـ﴾ کیوں کہ بندے جب قانون بنائیں گے تو اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر بنائیں گے اور یہ بات سب کے سامنے ہے کہ جب کافر، ظالم، غنڈے غالب آ جاتے ہے تو وہ اپنا قانون بناتے ہیں اور قانون ایسا بناتے ہیں کہ جس میں ان کا ذلتی مفاد ہوتا ہے کہ ان کے کار خانوں پر کوئی زدنی آئے، جائیداد محفوظ رہے اور ان کے کار و بار پر کوئی زدنہ آئے۔ اور رب تعالیٰ کا قانون سب کے لیے مساوی ہوتا ہے اس میں اعلیٰ وادی کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔

چنانچہ بونخزوں مفریش کا ایک خاندان تھا ابو جہل اسی خاندان سے تھا تو اس قبلیہ کی ایک نوجوان لڑکی نے چوری کی جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ لڑکی نے خود اقرار کیا اگرچہ گواہ بھی موجود تھے۔ پوچھا گیا کہ اس کی سزا کیا ہو گی تو معلوم ہوا کہ اس کا دایاں ہاتھ کا نا جائے گا۔ لڑکی کے والدین اور رشتہ دار سب پر یاثان ہوئے کہ ابھی تو ہم نے اس کی شادی کرنی ہے ہاتھ کا نا گیا تو اس کو کون لے گا؟ سوچا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کوئی سفارش کی جائے کہ جرمانہ لے لو، کوڑے مار لو یا قید کرو، ہاتھ نہ کاٹو مگر سفارش کرے کون؟ ذہن میں آیا کہ حضرت اسماء بن زید بن حارثہ بن عوف آنحضرت ﷺ کو بڑے پیارے اور محبوب ہیں اور انہی دلوں میں ان کے والد جنگ موتیں شہید ہوئے تھے امید ہے آپ ﷺ اس کی بات کو روئیں کریں گے۔

چنانچہ ان کو بھیجا گیا آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے تھے حضرت اسماء بن عوف کی عمر سول سترہ سال تھی، آکر انہوں نے

آپ ﷺ کی نائجیں دبانا شروع کیں اور کہنے لگے حضرت! سناء ہے کسی بی بی نے چوری کی ہے۔ فرمایا ہاں۔ حضرت! وہ کون سے خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟ فرمایا بن مخزوم سے۔ کہنے لگے حضرت! اب اس کا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا ہاتھ کا نا جائے گا۔ کہنے لگے حضرت! ہاتھ نہ کاتا جائے اس کو قید کر دیا جائے، جرمانہ کر دیا جائے یا کوڑے لگا دیئے جائیں۔ آنحضرت ﷺ کو جھگے کر یہ خود نہیں بول رہا اس کے اندر کوئی اور بول رہا ہے۔ آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اسے اساماً آتَشَفَعَ فِي حَدِّ قُنْ مُحَدُّودِ اللَّهُ تَعَالَى "اللہ تعالیٰ کی حد کوٹا لئے کے لیے سفارش کرتا ہے وَ الَّذِي نَفْسُهُ مُخْتَدِرٌ بِيَدِهِ (ﷺ)۔ اس ذات کی حسم ہے جس کے قبیلے میں میری جان ہے ((لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بُنْتَ مُحَمَّدٍ (عليها السلام) سَرَقَتْ لَقَطَعَتْ يَدَهَا أَوْ كَتَأَ قَالَ (عليه السلام))۔ اگر میری بیماری بیٹھ فاطمہ (عليها السلام) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ یہ ہے مساواتِ محمدی۔ لیکن لوگوں نے اس کو کوٹھیوں اور مکانوں پر فrust کیا ہوا ہے کہ اس میں سارے برابر ہوں اب میں کبھی برابری نہیں ہو سکتی۔ مساواتِ محمدی ﷺ کا مطلب ہے کہ قانون ادنیٰ والی سب کے لیے برابر ہو کوئی اس سے مشتمل ہو۔

تو بني اسرائیل نے جب قانون کا مطالبہ کیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کو طور پر آؤ اور تم دن وہاں رہو، تم تھیں قانون دیں گے۔ اس کا ذکر ہے۔ (وَأَعْذَنَاهُمْ مُوسَى) اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ (عليه السلام) سے (تَتَبَعَنَ لِيَلَهُ) تیس راتوں کا (وَأَتَتَمَّنَهَا عِشْرُونَ) اور پورا کیا ہم نے ان تیس کو دس کے ساتھ (فَتَمَّ مِيقَاتُ رَأْبِتَةِ أَمْرِيَّعِينَ لِيَلَهُ) پس پوری ہو گئی اس کے پروردگار کی مدت چالیس راتیں۔ مکمل کرنے کی تفسیر ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تیس روز بے رکھ کر میرے پاس آؤ موسیٰ (عليه السلام) نے حاضری سے پہلے مساوا کر لی جس سے خلوف فیم صائم ختم ہو گئی۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قادرت میں محمد کی جان ہے لَخَلُوفُ فِيمِ الصَّائِمِ أَطْبَبِ عِنْدَ اللَّهِ روزہ دار کے منہ کی بواللہ تعالیٰ کے نزد یہ کہ من رَبِّيْعَ الْمِسْكِ مُشْكِ کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔

تو حکم ہوا کہ دس روزے مزید رکھو چالیس پورے ہو جیں گے تو پھر تواریں ملے گی۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ تیس راتیں پہلے انتظار میں گزاریں۔ تواریں کی دس تھیں اس تھیں روزانہ ایک تھی ملکی تھی تو اس طرح چالیس راتیں پوری ہو گئیں جس وقت موسیٰ (عليه السلام) طور پر جانے لگے تھے (وَقَالَ مُوسَى) اور فرمایا موسیٰ (عليه السلام) نے (لَا جِهَوْ هَذُونَ) اپنے بھائی ہارون (عليه السلام) کو (اَخْلَقْنَ لَيْ قَوْمِيْ) تم میرے خلیفہ ہو میری قوم میں جب تک میں واپس نہ آؤں قوم میں رہو (وَأَصْلِنَ) اور اصلاح کرتے رہنا (وَلَا تَشْبِهْ سَبِيلَ الْقَيْسِيْنَ) اور پیروی نہ کرنا فساد مچانے والوں کے راستے کی۔ اس مقام پر ذکر نہیں ہے سورۃ طہ میں تفصیل آئے گی۔

وَاقعہ اس طرح ہوا کہ بني اسرائیل کی ایک شاخ تھی بوسامہ۔ قبیلہ بوسامہ کا ایک شخص تھا موسیٰ بن خفر۔ یہ بڑا منافق آدمی تھا۔ فرعون کی فوجیں غرق ہونے کے وقت حضرت جبریل (عليه السلام) گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے ان کا گھوڑا جہاں قدم رکھ کر

اٹھاتا تھا وہاں بزرگ آتا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس میں کوئی کرشمہ ہے تو اس نے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی تھوڑی سی مٹی اٹھا لی تھی۔ ادھر بنی اسرائیل فرعونیوں کے جوزیورات لے کر آئے تھے ان کو استعمال کی اجازت نہیں تھی انہوں نے پیچنک دیئے، سامری نے ان کوڈھال کر پچھرا بنا کیا اور اس میں وہ مٹی جو جبریل علیہ السلام کے قدموں کی تھی ڈال دی تو پچھرے نے نہیں نہیں شروع کر دی۔ سامری نے لوگوں کو کہا کہ پچھرے میں جو میں میں کر رہا ہے یہی تمہارا رب ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

سورۃ طہ میں ہے ﴿قَالَ ﷺ كَهَامُوْيٰ عَلِيٰ نَعَمَ اَنْتَ خَلِيْلُ يَسَّاْمِرِيْثٰ بَسْ كَيَا خَالٍ هُوَ تِبَرٌ اَسَمَّرِيْ

کہا اس نے ﴿بَصَرْتُ بِمَا تَمَّ يَعْصُمُ فَأَبَيْهٖ﴾ میں نے دیکھا اس چیز کو جس کو دوسروں نے نہیں دیکھا ﴿فَقَبَضْتُ قَبْضَةً فِيْنَ آتَيْتُ الْزَّوْلُوْلِ﴾ پس میں نے بھر لی ایک مٹھی رسول (جبریل علیہ السلام) کے قدم سے ﴿فَقَبَذْتُهُا﴾ پس میں نے اس کوڈال دیا ﴿وَكَلَّذِكَ سَوْلَتِيْلِيْ تَقْبِيْنِ﴾ اور اس طریقے سے مجھے آمادہ کیا میرے نفس نے۔ “تو اس طریقے سے سامری نے پچھرا بنا کیا کہ اس سے میں میں کی آواز آنے لگ گئی اور انہوں نے اس کو رب بنایا۔ قرآن پاک میں آتا ہے ﴿لَا يَنْلِكَ لَهُمْ صَرْدًا لَا تَقْعِدًا﴾ [ط: ۸۹] ”وہ نہیں مالک ان کے نفع اور نقصان کا۔“ صرف میں میں کرنے سے تو کچھ نہیں ہو سکتا مگر جب انسان کی عقل ماری جائے تو اس وقت اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ پھر یہ حیوانوں کی پوجا شروع کر دیتا ہے۔

تو موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانتے کے بعد سامری نے یہ شرارت کی کہ لوگوں کو پچھرے کی پوجا پر لگا دیا۔ سب کو نہیں، اتنے، خلاص اور یقین والے بھی تھے جو پچھرے کی پوجا میں شریک نہیں ہوئے۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے مزاج سے واقف تھے اس لیے حضرت ہارون علیہ السلام کو فرمایا کہ ان کی اصلاح کرتے رہنا اور جو فادی ہوں ان کے کہنے میں نہ آتا۔ سورۃ طہ میں ہے کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے اور دیکھا کہ پچھرے کی پوجا ہو رہی ہے تو ہارون علیہ السلام سے ناراض ہوئے۔ ان کی ڈازھی کو پکڑا، سر کے بال پکڑا۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ نرم مزاج اور محمل مزاج ہیں ان کی نرمی نے کام بگاڑا ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا ﴿يَهْمُوْمَ لَا تَأْخُذْ بِالْحِقْقَى وَلَا يُرَأِيْنِي﴾ ”اے میری ماں کے بیٹے! نہ پکڑ میری ڈازھی کو اور سر کو۔“ میں نے ان کو اتنا سمجھا یا ہے کہ ﴿وَ كَادَ ذَا يَشْتَوْنَيْنِ﴾ [الاعراف: ۱۵۰] ”تریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے۔“ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو یقین آگیا کہ ان کی نرمی سے ایسا نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَئِنْ أَجَاءَ مُؤْلِسِي لِيَنِقَاتِنَا﴾ اور جب آئے موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدے کے وقت پر جو جگہ ہم نے مقرر کی تھی ﴿وَكَلِمَةَ سَرْبَهٖ﴾ اور کلام کیا ان کے ساتھ ان کے رب نے۔ پس پردا، سامنے نہیں، اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو کلمہ اللہ کہتے ہیں۔ ﴿قَالَ ﷺ كَهَامُوْيٰ عَلِيٰ نَعَمَ سَرَبٌ أَنْظَرَ إِلَيْنَكَ﴾ اے میرے رب! تو مجھے اپنادیدار کرائیں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں ﴿قَالَ ﷺ فَرَمَا اللَّهُ تَعَالَى نَعَمْ لَئِنْ تَدْرِيْنِ﴾ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے ﴿وَلَكِنَّ الْأَنْظَرَ إِلَى الْجَبَلِ﴾ اور لیکن دیکھ تو پہاڑ کی طرف۔ تغیریوں میں آتا ہے کہ جس پہاڑ کی طرف دیکھنے کا حکم ہوا تھا اس کا نام زیر پہاڑ تھا طور نہیں تھا اور زیر پہاڑ بھی بہت اوچا پہاڑ ہے اور طور کے قریب ہے۔ فرمایا ﴿قَوْنَ اشْتَقَرَ مَكَانَةً﴾ پس وہ اگر قائم رہا اپنی جگہ پر ﴿فَسَوْقَ تَرَبِيْنِ﴾ تو پھر قریب ہے۔

کہ تو مجھے دیکھ سکے گا۔

اللہ تعالیٰ کے دیدار کا مسئلہ بھی یاد رکھنا۔ کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے اور فرقہ معتزلہ اس کا منکر ہے۔ مفتر  
فرقہ کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ تابعین میں سے ہیں۔ یہ بصرہ کی مسجد میں پڑھاتے تھے اور ان کا  
حلقة درس بہت بڑا تھا۔ ان کا ایک شاگرد تھا وصال ابن عطاء۔ اوت پنائگ دماغ کا مالک تھا۔ اس نے اُٹی سیدھی باقیں شروع  
کیں۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اس کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی مگر وہ نہ سمجھا۔ ساتھیوں نے بھی سمجھایا مگر نہ سمجھا۔ حضرت  
حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ساتھیوں اِعْتَزَلَ عَنَّا "یہاڑے نظری سے الگ ہو گیا ہے۔" اعتزال کے معنی ہیں جدا ہونا۔ اس سے  
آگے فرقہ معتزلہ بنा۔

تو اس فرقے کا بانی وصال بن عطاء ہے۔ اس کی پیدائش ۸۰ھ اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی۔ یہ شفاعت کا منکر تھا اور  
کہتا تھا کہ جرم کو چھڑانے کے لیے سفارش کرنی کہاں جائز ہے اور کہتا تھا کہ قبر میں عذاب فقط روح کو ہوتا ہے بدن اور روح  
دونوں کو نہیں ہوتا۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ مویں ﷺ کو نہیں ہو سکا اور کون ہے دیکھنے والا۔

### رویت پاری تعالیٰ اور معتزلہ کا رد

لیکن یاد رکھنا! قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے اور قرآن کریم، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے  
ثبت ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے ﴿وَجُنُودُهُ يَوْمَئِيزِكَاظْرَةُ الْحَقِّ إِلَىٰ هَنْدَهَا نَظَرَةُ الْحَقِّ﴾ [تیار:، پارہ: ۲۹] "اس دن کی چھرے  
تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔" اور حدیث پاک میں آتا ہے صحابہ کرام ﷺ نے پوچھا حضرت!  
هُنَّ نَّزِيْرَتِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ کیا ہم دیکھیں گے اپنے رب کو قیامت والے دن؟

### خلاصہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا خود ہویں رات کا چاند ہو بادل دھنڈ وغیرہ کوئی آڑ بھی نہ ہو تو تمھیں نظر آتا ہے یا نہیں؟  
کہنے لگے حضرت انظر آتا ہے۔ فرمایا یہ بتلا د کہ دو پہر کا وقت ہو سورج سر پر ہو اور کوئی دھنڈ بادل وغیرہ بھی نہ ہو تو تمھیں سورج  
نظر آتا ہے یا نہیں؟ کہنے لگے حضرت انظر آتا ہے۔ فرمایا گذل لک ستر دُون رَبِّکُم "اسی طرح تم اپنے پروردگار کا دیدار کرو  
گے۔" اور امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔ ساری امت کا کسی مسئلے پر اتفاق  
ہو جائے تو یہ بھی بڑی وزنی دلیل ہے۔ تو یہ تین دلیلیں قطعی ہیں۔ زیارت کریں گے اپنی اپنی استعداد کے مطابق۔ جو بہت نیک  
ہوں گے خدا جانے والے دن میں دو دفعہ دیکھیں یا تین دفعہ دیکھیں۔ ایسے بھی ہوں گے جو ایک دفعہ دیکھیں گے اور ایسے بھی ہوں  
گے جن کو ہفتے میں ایک مرتبہ زیارت ہوگی، بعض کو ہمیں میں ایک دفعہ۔

بہر حال قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے۔ باقی وصال ابن عطاء کا خیل باطل ہے کہ مویں ﷺ نہیں دیکھے

سکے تو کون دیکھ سکے گا۔ باطل اس لیے ہے کہ دنیا کے مسائل اور ہیں اور آخرت کے مسائل اور ہیں۔ آخرت کی چیزیں ہم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے۔ مثلاً: بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جنت میں طوبی نامی ایک درخت ہو گا اس کا اتنا ملبسا سایہ ہو گا کہ تیز رفتار گھوڑا ہو سال تک اس کے سائے کو طئہ کر سکے۔ اور قرآن کریم میں آتا ہے وہاں دودھ کی نہریں ہوں گی، شراب طہور کی نہریں ہوں گی۔ آج ہمیں دودھ کی نہریں سمجھ نہیں آتیں کہ یہاں تو دودھ رات کو رکھو صبح کو دھی ہو جائے گا یا کبھا ہو جائے گا، بے کار ہو جائے گا اور وہ ہمیشہ دودھ ہی ہو گا۔ لہذا آخرت کی باتوں کو دنیا کی باتوں پر قیاس کرنا غلط ہے۔

تو فرمایا کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے ہماں پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو پھر تو مجھے دیکھ سکے گا۔ شاعروں کے خیال الگ ہوتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے:

دل میں آتا ہے لگا دوں آگ کو طور کو  
پھر خیال آتا ہے موئی (بیرون) بے دلن ہو جائے گا

یہ شاعر انہ تخلیات ہیں۔

﴿قُلْ إِنَّا جَلَّ رَبُّهُ لِلْأَجْلِ﴾ پس جس وقت جملہ ڈال اس کے پروردگار نے پہاڑ پر ﴿جَعَلَهُ دَكَّاهُ﴾ تو کردیا اس کو ریزہ ریزہ ﴿وَخَرَقَ مُولَحِي صَوْقَا﴾ اور گر پڑے موئی ﴿بیرون﴾ بے ہوش ہو کر۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہاتھ کی جو چھوٹی انگلی ہے چھوٹی جس کو ہم چھپی کہتے ہیں اس کے ایک پورے کے برابر اللہ تعالیٰ نے اپنے جلال کا نور ڈالا کہ جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موئی ﴿بیرون﴾ بے ہوش ہو کر گر پڑے ﴿قُلْ إِنَّا أَذَّقَ قَال﴾ پس جب موئی ﴿بیرون﴾ ہوش میں آئے تو کہا ﴿شَبَّثْتُكَ﴾ تیری ذات پاک ہے ﴿شَبَّثْتُ إِلَيْكَ﴾ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں ﴿وَأَنَا أَذَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اور میں مونوں میں سے پہلا ہوں۔ کیونکہ نبی پیغمبر مانتا ہے پھر لوگوں کو دعوت دیتا ہے ﴿قَال﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنَّمَا تُنْهَى إِنِّي أَصْطَقِمُكَ عَلَى إِلَيْكَ﴾ اے موئی ﴿بیرون﴾ بے شک میں نے تجھے منتخب کیا ہے لوگوں پر ﴿وَرُولُوقَ وَرَكَلَافِي﴾ اپنے پیغام کے ساتھ اور اپنے کلام کے ساتھ۔ میں نے تیرے ساتھ کلام کیا ہے اور اپنے پیغام اور ادکام دے کر تجھے نبوت دی ہے۔

موئی ﴿بیرون﴾ کا بڑا بلند مقام ہے۔ عقائد پر جو کتابیں لکھی گئیں ہیں ان میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری خلائق میں سے سب سے بلند اور پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ کا ہے، ﴿لِئَلَّا يَرَى﴾۔ آپ ﴿لِئَلَّا يَرَى﴾ کے درجے اور مقام کو نہ انسانوں میں سے کوئی پہنچ سکتا ہے نہ جنوں میں سے، نہ فرشتوں میں سے، نہ اس جہان میں اور نہ اگلے جہان میں۔

اور یاد رکھا! جہاں آپ ﴿لِئَلَّا يَرَى﴾ کو نہیں مانا ضروری ہے وہاں خاتم النبیین ماننا بھی ضروری ہے اور ایمان کی بنیاد ہے۔ لیکن اس کے باوجود خدا کی اختیارات آپ ﴿لِئَلَّا يَرَى﴾ کے پاس نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﴿لِئَلَّا يَرَى﴾ سے اعلان کر دیا ﴿قُلْ إِنَّ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ صَرَاطًا لَا رَشِيدًا﴾ [جن: ۲۹، پارہ: ۲۹] اے تمی کریم ﴿لِئَلَّا يَرَى﴾! آپ کہہ دیں میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ اور یہ بھی کہہ دیں ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لَيْقَنَنَفْعًا لَا ضَرًا﴾ [الاعراف: ۱۸۸] میں اپنے نفع و نقصان کا

مالک بھی نہیں ہوں۔ جب آپ منہجِ قیامت اپنے ذاتی نفع، نقصان کے مالک نہیں ہیں اور مخلوق کے نفع نقصان کے مالک بھی نہیں ہیں تو اور کون ہو سکتا ہے جو کسی نفع، نقصان کا مالک ہو؟

یہ نکے کے ملگ لوگوں کو ذرا تے پھرتے ہیں کہ میں اس طرح کر دوں گا اور اس طرح کر دوں گا۔ اگر تیرے پاس اتنی قوت ہے تو پھر مانگتا کیوں پھرتا ہے؟ سارے خزانے اکٹھے کر کے رکھ لوا اور کھاتے رہو۔ ان ملنکوں نے ایک اور فتنہ شروع کیا ہوا ہے کہ نعمہ مارتے ہیں ”دم مست قلندر علی کا پہلا نمبر۔“ ایک تو لوگوں سے پیسے لیتے ہیں خیرات کے ذریعے اور دوسروں لوگوں کا ایمان بگاؤتے ہیں اور ان سے سن کر چھوٹے چھوٹے بچے بھی کہتے پھرتے ہیں ”دم مست قلندر علی کا پہلا نمبر۔“ یہ رافضیوں کا نظریہ ہے کہ خلافت میں حضرت علیؓ کا پہلا نمبر ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا چوتھا نمبر ہے۔ پہلا نمبر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہے دوسرا نمبر حضرت عمرؓ کا ہے اور تیسرا نمبر حضرت عثمانؓ کا ہے اور چوتھا نمبر حضرت علیؓ کا ہے مرتبے میں بھی اور خلافت میں بھی۔

### گدا گروں کو رقم دینے کا حکم

ایسے لوگوں کو پیسے دینا حرام ہے۔ فقہی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جو گا بجا کر مانگے اس کو بالکل نہ دو۔ اب چونکہ فطرانے کے دن آرہے ہیں اور مانگنے والے تمہارے پاس آئیں گے لہذا مسئلہ بھجوں میں کہ فطرانے کا مصرف بھی وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ جس کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے اس کو فطرانہ دینا بھی جائز نہیں ہے۔ زکوٰۃ اور فطرانہ سید کو دینا جائز نہیں ہے۔ لیے والا سادات میں سے نہ ہو۔ حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل بن عائیہ اور اصحاب حضرت مسیح موعودؑ کے چچا حارث، وہ خود مسلمان نہیں ہوئے ان کی اولاد مسلمان ہوئی ہے۔ یہ سادات ہیں ان میں سے نہ ہو ان کو زکوٰۃ، فطرانہ، غش اور ہر قسم کا کفارہ، یہ واجب قسم کے جتنے صدقات ہیں ان کو نہیں لگتے اور کسی نے ان کو زکوٰۃ وغیرہ دے دی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

ای طرح زکوٰۃ اور صدقات واجب جتنے ہیں اس آدمی کو بھی دینا جائز نہیں ہیں جس کا عقیدہ صحیح نہ ہو اور وہ نہ روزے کا پابند نہ ہو۔ ان کو اگر قسم دو گے تو اس کے گناہ پر اس کی مدد کرنے والے ہو گے۔ لہذا زکوٰۃ فطرانہ دیکھ کر دو۔ نہیں کہ جو تمہارے پاس آگیا اس کو زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ دے دیا۔ کافر، مشرک کو دو گے بالکل ادا نہ ہو گا۔ میں نے مسئلہ سمجھا دیا ہے قیامت والے دن یہ نہ کہنا ہمیں کسی نے مسئلہ نہیں سمجھا یا تھا۔ لہذا ان چیزوں کا خاص خیال رکھو۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عليه السلام کو اپنے کلام اور پیغام کے لیے چنا اور فرمایا ﴿فَهُدْمًا أَتَيْتُكَ﴾ پس پکڑ تو وہ چیز جو میں نے تجھے دی ہے ﴿وَمَنْ قَنَ الظَّكَرَ نَتَنَ﴾ اور ہو جاؤ تم شکر ادا کرنے والوں میں سے۔ آگے ذکر آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں دیں۔

﴿وَكَبِّلَةً فِي الْأَنْوَاجِ﴾ اور لکھ دی ہم نے موئی ﴿لِيَرَبِّهِ﴾ کے لیے تختیوں میں ﴿مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً﴾ ہر قسم کی نصیحت ﴿وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ اور تفصیل ہر چیز کے لیے ﴿فَخُذْهَا بِقُوَّتِكَ﴾ پس پکڑو ان تختیوں کو قوت کے ساتھ ﴿وَأَمْرُ قَوْمَكَ﴾ اور حکم دیں اپنی قوم کو ﴿يَأْخُذُوا بِآخْسِنَهَا﴾ کہ وہ پکڑیں ان تمام اچھی چیزوں کو ﴿سَادِرِيَّةً دَارَ الْفَقِيرِ﴾ عقریب میں دکھاؤں گا تم کو فرمانوں کا گھر ﴿سَاصِرَفْ عَنْ إِيمَانِ﴾ میں پھیر دوں گا اپنی آئیوں سے ﴿الَّذِينَ يَشْجُونَ فِي الْأَنْرَاضِ بِغَيْرِ الْحَثَّ﴾ جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق ﴿وَإِنْ يَرِدُوا كُلَّ إِيمَانِ﴾ اور اگر وہ دیکھیں کاراستہ ﴿لَا يَتَسْخَدُو كَسِيلًا﴾ تو نہ بنا سکیں وہ اس کو اپناراستہ ﴿وَإِنْ يَرِدُ وَاسِيلُ الرُّشْدِ﴾ اور اگر وہ دیکھیں گمراہی کاراستہ ﴿لَا يَتَسْخَدُو كَسِيلًا﴾ تو بنا لیں اس کو اپناراستہ ﴿ذَلِكَ بِإِيمَنِهِ كَذَبُوا إِيمَانَنَا﴾ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آئیوں کو ﴿وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ﴾ اور تھے وہ ان آیات، نثانیوں سے غافل ﴿وَالَّذِينَ كَذَبُوا بِإِيمَنَا﴾ اور وہ لوگ جھنوں نے جھٹلایا ہماری آئیوں کو ﴿وَلِقاءُ الْأَخْرَةِ﴾ اور آخرت کی ملاقات کو ﴿حَطَّتْ أَعْمَالَهُمْ﴾ ضائع ہو گئے ان کے اعمال ﴿هُلْ يُجَزِّ ذَنْبَ الْأَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ نہیں بدله دیئے جائیں گے مگر اس چیز کا جو وہ کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے مطالبے پر کہ اب ہم آزاد قوم ہیں ہمارے لیے کوئی قانون ہونا چاہیے کہ کوئی قوم قانون کے بغیر وقت نہیں گزار سکتی اللہ تعالیٰ نے موئی ﴿لِيَرَبِّهِ﴾ کو کہ طور پر بلا کر تورات عطا کی اور فرمایا ﴿فَخُذْ مَا أَتَيْتَكَ وَلَنْ قَنْ الشَّكُورِينَ﴾ پس پکڑو وہ چیز جو میں نے تجھے دی ہے اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر یہ ادا کرو۔

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَكَبِّلَةً فِي الْأَنْوَاجِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً﴾ اور لکھ دی ہم نے موئی ﴿لِيَرَبِّهِ﴾ کے لیے تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت۔ تورات کی دس تختیوں پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے لکھوا یا جس طرح ہمارے سامنے کاغذوں پر قرآن کریم لکھا ہوا ہے اسی طرح تختیوں پر نصیحت لکھوائی۔ نصیحت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرو، اس کی نافرمانی نہ کرو، بڑوں کا ادب کرو، پیغمبروں پر یمان لاو، قیامت کو تسلیم کرو، اللہ تعالیٰ کی عبادات کرو اور کسی کو قول اور فعلہ تکلیف نہ دو۔ یہ تمام چیزیں اس میں درج تھیں ﴿وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ اور ہر چیز کی تفصیل تھی۔ ہر چیز سے مراد یہ ہے کہ جو چیزیں ان کی ضرورت اور ان کے متعلق تھیں۔ یہ نہیں کہ دنیا کے ساری چیزوں کی تفصیل تھی کیوں کہ ہماری شریعت اور ان کی شریعت میں بڑا فرق تھا۔ خلا: ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور ان پر دو نمازیں فرض تھیں۔ تو میں نمازوں کی تفصیل تورات میں نہیں تھی اس لیے کہ یہاں کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح بہت ساری ایسی چیزیں تھیں جو ان کی شریعت میں تھیں اور ہماری شریعت میں نہیں ہیں

اور بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو ان کی شریعت میں نہیں تھیں اور ہماری شریعت میں ہیں۔ تو جو چیزیں ان کی شریعت تھیں ان کی تفصیل تھی۔

﴿فَعَذَّلَهَا يَقُولُونَ﴾ پس پکڑو ان تختیوں کو قوت کے ساتھ۔ کرتختیاں وزنی تھیں اور تورات میں جو احکام تھے آزاد قوم کے لیے وہ بھی کافی مشکل تھے ﴿وَأَمْرُكُوكُمْكَ﴾ اور حکم دیں اپنی قوم کو ﴿يَا أَخْذُوا إِيمَانَنَا﴾ کہ وہ پکڑیں ان تمام اچھی چیزوں کو۔ کیوں کہ تورات میں جتنی چیزیں تھیں وہ ساری اچھی ہی تھیں۔ اس مقام پر نہیں مگر دوسری جگہ میں آتا ہے کہ موئی ﴿عَلَيْهِ﴾ نے جب تورات لوگوں کے سامنے پیش کی قوم نے غور کے ساتھ سن۔ کہنے لگے یہ کتاب تو بہت مشکل ہے اس پر تو عمل نہیں ہو سکتا ایسا کرو کہ اس کو واپس لے جو اور اللہ تعالیٰ سے کہو کہ ہمیں کوئی سہل سی کتاب دین جس پر ہم عمل کر سکیں۔ حضرت موئی ﴿عَلَيْهِ﴾ نے فرمایا پہلے تم نے آزادی زندگی گزاری ہے اب تھیں یہ قید دالی زندگی نظر آ رہی ہے بچھ دن اس پر عمل کرو اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمادیں گے۔ مگر قوم تے کہا کہ آپ ضرور اللہ تعالیٰ کے آگے درخواست کریں کیوں کہ یہ کتاب بہت مشکل ہے ہم سے عمل نہیں ہو سکتا۔ دیکھو جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان کے لیے نماز پیہاڑ سے بھی مشکل ہے اور جو لوگ روزے نہیں رکھتے ان کے لیے روزے قیامت ہیں۔ حالانکہ چھوٹے دن ہیں نہ پیاس لگتی ہے نہ بھوک اور جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں ان کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے اور چونکہ بنی اسرائیل نے حیوانوں کی طرح زندگی بسر کی تھی نہ نمازیں تھیں اور نہ روزے رکھتے تو ان کے لیے دفعتائیہ بات بہت مشکل تھی۔

آگے آئے گا کہ موئی ﴿عَلَيْهِ﴾ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ آدمی سمجھو میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کروں گا کہ ہمیں کوئی آسانی سے احکام عطا فرمائو ﴿وَأَخْتَلَهُمْ مُؤْلِسِي قَوْمَهُ سَبَعِينَ هَاجِلًا لِيُبَيِّنُقَاتِنَا﴾ [العرف: ۱۵۵] اور منتخب کیے موئی ﴿عَلَيْهِ﴾ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے وعدے کے وقت پر لانے کے لیے۔ یہ نمائندے تھے بنی اسرائیل کے۔ جس وقت یہ کوہ طور کے پاس وادی مقدس میں پہنچ اور اللہ تعالیٰ کا کلام انہوں نے کافیوں سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کتاب میں نے دی ہے میں علیم، خبیر ہوں جو احکام میں نے دیئے ہیں یہ تمہاری طاقت کے مطابق ہیں اور اگر بشری تقاضے سے کوئی غلطی ہو گئی تو میں غفور ہو جیتم ہوں گا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سناتو کہنے لگے ﴿لَئِنْ رُؤُمْنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرْسِ اللَّهَ جَهَرَ عَلَيْهِ﴾ ”ہم تو ہرگز تیری تصدیق نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہم دیکھیں اللہ تعالیٰ کو ظاہر ہو ﴿فَأَخْذُ ثُلُمَ الصُّوعَةَ﴾ پس پکڑ لیا تھیں بجلی نے۔

### اصحابِ موئی ﴿عَلَيْهِ﴾ کی حیات بعد الموت

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر بجلی اگری اور ستر آدمی مارے گئے تو ﴿رَبِّكُمْ لَوْشَّتَ أَهْلَكَتَهُمْ فِنْ قَبْلُ وَإِيَّاهِ﴾ ”موئی ﴿عَلَيْهِ﴾ نے کہا اے میرے پروردگار! اگر تو چاہتا تو ان کو ہلاک کر دیتا اس سے پہلے اسی اور مجھے بھی ﴿أَتَهْلَكْنَا بِمَا فَعَلَ الْشَّفَهَةَ تَدْمِنَا﴾ کیا ہلاک کرتا ہے ہمیں اس چیز کے ساتھ جو کی ہے ہم میں سے بعض بے تو نہیں نے۔ یہ توقوم کے نمائندے تھے لوگ کہیں گے

ہمارے فمائندوں کو مار آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندگی کیا یہ بڑی اکھڑ مراجعِ قوم تھی۔ تو فرمایا ان تمام اچھی چیزوں پر عمل کرد **(سَاوِرِ يَنْتَمُ دَارَ الْفَقِيرِينَ)** عنقریب میں دکھاؤں گھام کونا فرمانوں کا گھر۔ ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ فاسقین کے گھر سے مراد شام کا علاقہ ہے کہ اس وقت شام کے علاقے میں سارے نافرمان اور کافر تھے تو اس کا وعدہ ہوا کہ عنقریب اس علاقے پر تمہارا تبضہ ہو جائے گا۔

اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ **(دَارَ الْفَقِيرِينَ)** سے مراد مصر کا علاقہ ہے کہ یہاں تم پہلے غلامی کی حالت میں تھے ایک وقت آئے گا کہ وہ تمہارا دار الحلا فہ ہو گا اور وہاں تم حکمران ہو گے۔ اور تیسرا تفسیر یہ ہے کہ **(دَارَ الْفَقِيرِينَ)** سے مراد دوزخ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرنسے کے بعد جنت بھی سامنے آجائے گی اور دوزخ بھی سامنے آجائے گی اور دوزخ نافرمانوں کا گھر ہے۔

### قبر کے حالات

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آدمی کی وفات ہو جاتی ہے اور قبر میں دفنانے کے بعد مٹی ڈال کروالیں لوٹتے ہو تو **إِنَّ الْمَيِّتَ لَيَسْمَعُ حَقْقَنَّغَالِهِنَّ** بخاری اور مسلم کی روایت ہے بے شک مردہ ان کے جتوں کی ہکڑھراہت سنتا ہے۔ میت میں جان پڑ جاتی ہے وہ سنتی ہے کہ یہ واپس جا رہے ہیں۔ دفتر شہت آجاتے ہیں ملکر نکیر، عام لوگوں کے لیے اور مونوں کے لیے آتے ہیں مبشر بشری۔ وہ سوال کرتے ہیں مَنْ زَبَّاكَ تَيْرَارَبَ کون ہے مَنْ نَبِيَّكَ تَيْرَانِی کون ہے مَادِيَّنِكَ تَيْرَادِین کیا ہے۔ اگر آدمی سوالوں میں کامیاب ہو گیا تو فوراً جہنم کی طرف سے کھڑکی کھل جاتی ہے۔ وہ گھبرا جاتا ہے کہ میں نے سوالوں کے جواب تو شیک دیئے ہیں دوزخ کی آگ مجھے کیوں نظر آ رہی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ یہ تیراٹھکانا نہیں ہے یہ تجھے بتانے کے لیے دکھایا ہے کہ اگر نافرمانی کرتا تو پھر یہ تیراٹھکانا ہوتا۔ پھر اس کو بند کر کے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور جنت کی ساری نعمتیں اس کو قبر میں حاصل ہوتی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ **الْقَبْرُ رَوْضَةٌ وَمِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ** قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور **حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ الشَّيْدَانِ** یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **(سَاصِرُّ عَنِ الْيَقِينِ)** میں پھیردوں گا اپنی آئیوں سے ان لوگوں کو **(الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِيقَةِ)** جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق۔ غلط راستے پر ڈالے ہوئے ہیں میں ان کو اپنی آیات پر ایمان لانے کی توفیق نہیں دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو اختیار دیا ہے **(فَمَنْ شَاءَ فَلِيَوْمَنَ وَمَنْ شَاءَ فَلِيَلَّفَزَ)** ”پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔“ اپنی مرضی سے جو شخص ایمان کی نیت کرے گا اللہ تعالیٰ **(هُشْرَعَ اللَّهُ صَدَّرَهُ لِلْإِسْلَامَ)** [ازمر: ۲۲] اللہ تعالیٰ اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دے گا۔ اور جو شخص کفر پر ڈالا رہے گا اس کے دل پر پھر لگادے گا۔ اللہ تعالیٰ جرأت کس کو ایمان دیتا ہے اور نہ کسی کو کافر بناتا ہے۔

تو سکرین کو اللہ تعالیٰ اپنی آئیوں سے پھیر دیں گے کہ ان کو ماننے کی توفیق نہیں ہو گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دائرے کے پر ابر تکبیر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوئے کہ اس طرح تو کوئی بھی جنت میں نہیں جائے گا کہ تم سب اچھے کپڑے پہنے ہیں، سر پر پٹے رکھتے ہیں، تسل لگاتے ہیں، لکھکی کرتے ہیں، عمدہ جوتا پہنے ہیں۔ انہوں نے اس کو تکبیر سمجھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو جمال ہے، خوبصورتی ہے، تکبیر نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے ایٰ اللہ جَبَّیْلُ بَحْبُثُ الْجَمَالَ "اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے خوب صورتی کو پسند کرتا ہے۔" شرعی دائرے میں رہتے ہوئے اچھا الیاس پہننا یہ تکبیر نہیں ہے اور جو شخص طاقت رکھتے ہوئے اچھا الیاس نہیں پہنتا وہ گناہ گار ہے۔ اس لیے کہ اس نے رب کی نعمت کا اظہار عملی طور پر نہیں کیا حالانکہ یہ مطلوب ہے۔ تکبیر کرتے ہیں بظڑ الحق "حق کو تکبیر ادینا و غلط النیاس اور لوگوں کو حقیر سمجھنا اور اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھنا۔"

ان کے تکبیر کی علامت یہ ہے کہ ﴿وَإِن يَرَوْا أَكْلَى إِيمَانَ لَهُمْ وَمُؤْمِنَاهُمْ﴾ اور اگر وہ دیکھیں ہر قسم کی نشانی تو بھی اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ پہلے گزراب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تو مجرم رکھا ہے لیکن وہ لوگ آنکھوں کے ساتھ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے بلکہ وہ جادوگر جو مقابلے کے لیے آئے تھے اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تو فرعون ان کے پیچھے پڑ گیا کہ تم میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہوئی تمہارے ہاتھ پاؤں لئے کاٹوں گا اور تھیس سولی پر لٹکاؤں گا اور اس نے سڑ آدمیوں کو اس طرح شہید کیا تو اس سے بڑا تکبیر کیا ہو سکتا ہے کہ خود تو ماندار کناروں سروں کا ایمان بھی گوار نہیں۔

یاد رکھنا! ایمان بڑی قیمتی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے جنت ملتی ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ذَلِكُوا مُنْعِلُوْا  
وَكُفُّمُ الْمُلْمَلُوْا﴾ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور وہ اس حالت میں مر گئے کہ وہ کفر کرنے والے ہیں ﴿لَا يَقْبِلُونَ  
أَحَدَهُمْ قُلْ عَالَمَنِصَضَ ذَهَبًا ذَكَرِيَ افْتَدِي بِهِ﴾ [آل عمران: ۹۰] پس ان میں سے کسی ایک سے ہرگز قبول نہیں کی جائے گی سونے سے بھری ہوئی زمین اگرچہ وہ اس کا فدیدے دے۔ اور سورۃ زمر میں ہے ﴿وَلَوْا نَّلَذَنِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَنْوَرِ  
مَعْنَةً﴾ اور اگر ہو بے شک ان لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا جو کچھ زمین میں ہے سارے کا سارا اور اس جیسا مزید بھی اس کے ساتھ ﴿لَا مُشَدَّدَّا لَهُمْ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمة﴾ پھر فدیدے دے دیں میرے عذاب سے قیامت والے دن تو قبول نہیں کیا جائے گا۔ مگر ایمان کی بدولت جنت ملے گی اس سے اندرازہ لگاؤ کر ایمان کتنی قیمتی چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ﴾ اور اگر وہ دیکھیں بھلانی کا راستہ ﴿لَا يَتَعَذَّذُونَ سَبِيلًا﴾ تو نہ بنا کیں وہ اس کو اپناراست لمحیٰ نیکی کے راستے پر نہیں چلیں گے۔ سورۃ نمل کے پہلے روئے میں فرعون اور اس کے سر تھیوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَجَهَدُوا لَهُمْ﴾ اور انکار کیا انہوں نے اس کا ﴿وَادْسَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ﴾ حالانکہ یقین کیا اس کے بارے میں ان کی جانوں نے ﴿ظَلَمُوا وَعُلُوْا﴾ مگر انکار کیا ظلم اور تکبیر کی بنابر۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جو نشانیاں اور مجرمے دکھائے تھے فرعون، ہامان، شداد، قارون کے دلوں میں یقین تھا کہ داعی یہ صحیح ہیں انکار کیا سرکشی کی اور زیادتی کرتے ہوئے تکبیر کرتے ہوئے۔ کیوں کہ کرسی، اقتدار، بادشاہی، صدارت، وزارت یہ کمبل نہیں چھوڑتے۔

گمراہی کا راستہ

فرمایا (وَإِنْ يَرُدُّوا سَيِّئَاتِهِ) اور اگر وہ دیکھیں گمراہی کا راستہ (يَتَسْفَدَدُ إِلَّا سَيِّئَاتُهُ) تو بنا لیں اس کو اپناراست۔ گمراہی کے راستے پر چلتے ہیں راویت پر نہیں چلتے جانتے ہوئے بھی (ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كُلُّ ذُنُوبِهِمْ كُلُّ ذُنُوبِهِمْ) یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلا یا ہماری آئیوں کو تورات کو اور دیگر آسمانی آیات اور مجراحت کو (كُلُّ ذُنُوبِهِمْ كُلُّ ذُنُوبِهِمْ) اور تھہ وہ ان آیات اور نشانیوں سے غافل۔

سب سے بڑا مجزہ

آنحضرت ﷺ کو جو مجراحت عطا ہوئے ہیں ان میں قرآن سب سے بڑا مجزہ ہے اور یہ قیامت تک رہنے والی کتاب ہے۔ عرب اس کی فصاحت اور بالاغت کو جانتے تھے اور اس کی تاثیر کو بھی مانتے تھے تاثیر کی وجہ سے (سِخْرُ قُبَيْلَةِ) کہتے تھے کہ یہ جادوا شرکرتا ہے اس کی تاثیر حق ہونے کی وجہ سے نہیں جادو ہونے کی وجہ سے ہے۔ آنحضرت ﷺ کے مجراحت میں شق قمر چاند کا دیکھ رکھے ہوئے اور یہ مجزہ خالقین نے خود طلب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق کے لیے چاند کو دو نکلوے کر دیا۔ (إِنَّنِي أَقْتَرَأَتِ السَّاعَةَ وَأَنْشَقَ الظَّهَرَةَ) ”قریب آگئی قیامت اور بحث گیا ہے چاند۔ کہنے لگے (سِخْرُ مُسْتَبِرٍ) یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔“ اب اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے کہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (وَالَّذِينَ كُلَّ ذُنُوبِهِمْ) اور وہ لوگ جھنوں نے جھٹلا یا ہماری نشانیوں کو (وَلِقَاءُ الْآخِرَةِ) اور آخرت کی ملاقات کو یعنی قیامت کو جھٹلا یا (خَوَّلَتْ أَعْمَالَهُمْ) ضائع ہو گئے ان کے اعمال۔ جو عمل انہوں نے کیے ہیں سب اکارت ہو گئے۔ کافر بھی اتحھے کام کرتے ہیں سر کیس بناتے ہیں، مسافر خانے بناتے ہیں، ہسپتال اور تیم خانے بناتے ہیں، پانی کا انتظام کرتے ہیں، رقاہ عام کے بڑے بڑے کام کرتے ہیں بلکہ ظاہری طور پر دیکھو تو رفاہ عام کے کام مسلمانوں سے زیادہ کرتے ہیں لیکن ایمان نہ ہونے کی وجہ سے کسی چیز کا ان کو آخرت میں فائدہ نہیں ہو گا۔ غریبوں کی ہم دردی، شیعوں کی معاونت، بیواؤں کے ساتھ تعاون، سب اکارت ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (هُلْ يُجَزِّ ذَنْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) نہیں بدله دیئے جائیں گے مگر اس چیز کا جو وہ کرتے تھے۔ جو کفر، شرک اور نافرمانی کی، اس کا خیس بدله ملے گا اور باقی کسی نیکی کا بدله نہیں ملے گا۔

وَالْأَنْجَدُ قَوْمٌ مُؤْسَى مِنْ بَعْدِهِ

(وَالْأَنْجَدُ قَوْمٌ مُؤْسَى مِنْ بَعْدِهِ) اور بنالیا موسیٰ ﷺ کی قوم نے ان کے طور پر جانے کے بعد (مِنْ خَلْقِهِ) عجلہ (عَجْلَة) اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا (جَسَدًا لَهُ خُوازْمَة) وہ ایک جسم تھا اس کے لیے گائے کی آواز تھی میں میں (أَلَمْ يَرَوْا) کیا انہوں نے نہ دیکھا (أَنَّهُ لَا يَكْنِهُمْ) کہ بے شک وہ نہیں کلام کرتا ان سے (وَلَا يَهْدِي نَهْمَ

سَوْبِلَّاۤهُ اور نہ ان کی راہنمائی کرتا ہے راستے کی ﴿إِنَّهُ دُلْدُلٌ وَّ كَانُوا ظَلَّمِينَ﴾ انہوں نے بچھڑے کو معمود بنا لیا اور وہ ظالم تھے ﴿وَ لَهَا سُقْطَةٌ فِي أَيْرِيْبِيْمُ﴾ اور جس وقت وہ لوگ نادم اور پریشان ہوئے ﴿وَ مَآءِدًا أَتَهُمْ قَدْ صَلُّوا﴾ اور انہوں نے دیکھا، سمجھ گئے کہ تحقیق وہ گمراہ ہو چکے ہیں ﴿كَانُوا﴾ انہوں نے کہا ﴿لَيْلَتُمْ لَمْ يَرَحُّنَا سَبَبَتُنَا﴾ اگر نہیں رحم کرے گا، تم پر ہمارا پروردگار ﴿وَ يَغْفِرُ لَنَا﴾ اور ہمیں نہیں بخشے گا ﴿لَنَّكُنَّا مِنَ الْخَيْرِيْنَ﴾ یہ البتہ ہم ہو جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے ﴿وَ لَهَا رَجُمَةٌ مُوْلَى إِلَى قَوْمِهِ﴾ اور جب لوٹے موئی عیالتا اپنی قوم کے پاس ﴿عَصْبَيْانَ أَسْفَا﴾ غھے میں تھے افسوس کرتے ہوئے ﴿قَالَ﴾ فرمایا ﴿بِسَاحَقَتُوْنِي مِنْ بَعْدِي﴾ بہت بڑی خلافت کی ہے تم نے میرے طور پر جانے کے بعد ﴿أَعْجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّيْتُمْ﴾ کیا تم نے جلدی کی اپنے رب کے حکم کے بارے میں ﴿وَ الْقَى الْأَنْوَارَ﴾ اور جلدی سے رکھ دیا تو رات کی تختیوں کو ﴿وَ أَخْدِرُ أَسْ أَخْيِهِ﴾ اور پکڑ لیا اپنے بھائی کے سر کو ﴿يَجْزِيَ اللَّيْهُ﴾ اس کو اپنی طرف کھینچنے لگے ﴿قَالَ﴾ اس نے کہا ﴿ابْنَ أَمْرِ﴾ اے میری ماں کے بیٹے ﴿إِنَّ الْقَوْمَ أَسْتَعْفُونِي﴾ بے شک قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا تھا ﴿وَ كَادُوا يَفْسُلُونِي﴾ اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے ﴿فَلَمْ تُشْبِثِ إِلَى الْأَغْدَاءِ﴾ پس تو نہ خوش کر میرے ذریعے دشمنوں کو ﴿وَ لَا تَجْعَلْنِي فَعَالَقُوْمُ الظَّلَّمِيْنَ﴾ اور نہ کرتا تو مجھے ظالم قوم کے ساتھ ﴿قَالَ﴾ عرض کیا موئی عیالتا نے ﴿رَبِّ اغْفِرْنِي وَ لَا تُخْزِنِي﴾ اسے پروردگار امعاف کر دے مجھے اور میرے بھائی کو ﴿وَ آدْخِنَّا فِي تَرْحِيْتِكَ﴾ اور داخل کر ہمیں اپنی رحمت میں ﴿وَ أَنْتَ أَنْرَحْمُ الْمُرْجِيْنَ﴾ اور تو سب سے بڑھ کر حکم کرنے والا ہے۔

حضرت موئی عیالتا اور ان کی قوم کا ذکر پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت موئی عیالتا تورات لینے کے لیے کوہ طور پر تشریف لے گئے اور حضرت ہارون عیالتا کو قوم میں اپنا خلیفہ بنائے کے کہ ان کا خیال رکھنا اور قوم کو بھی تائید کر گئے کہ جو دین تمہارے پاس ہے اس میں گز بڑنے کرنا۔ بنی اسرائیل کے پاس فرعونیوں کے زیورات تھے کافی مقدار میں، سونا چاندی، ہیرے جو اہرات۔ یہ زیورات ان کے پاس کیسے آئے تھے؟ اس کے متعلق امام خفر الدین رازی ریاضی فرماتے ہیں کہ فرعونی چونکہ امیر اور مالدار لوگ تھے اس لیے ان کو چوروں ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا اور بنی اسرائیلی غریب لوگ تھے ان کے نوکر اور کی تھے۔ یہ زیورات ان کے پاس بطور امانت رکھے ہوئے تھے کہ غریب کے گھر چوریں پڑتے اور علامہ آلوی ریاضی وغیرہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی شاریوں کے موقع پر ان سے مانگے تھے۔ آج بھی دستور ہے کہ غریب آدمی دوسروں کے زیورات مانگ کر وقت گزارتے ہیں اور یہ بات پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ مال غیرت پہلی قوموں کے لیے جائز نہیں تھا لہذا وہ اس کو استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ سورۃ طہ میں آتا ہے کہ انہوں نے سارا مال سونا، چاندی، ہیرے موتی لے جا کر

جنگل میں دبادیے تھے۔

### میں اسرائیل کا ابو جہل ۴۷

موئی بن ظفر قبیلہ بوسامرہ کا آدمی تھا۔ سلوہوں پارے میں سامری کا لفظ آتا ہے۔ یہ منافق اور اس زمانے کا ابو جہل تھا۔ ظاہری طور پر کلمہ پڑھتا تھا لیکن حقیقت میں کلمے کا قائل نہیں تھا۔ اس نے وہ زیورات نکال کر ان کا بچھڑا بنا�ا اور حضرت جبریل ﷺ کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے کی مٹی جو اس نے اس موقع پر اٹھائی تھی جب فرعونیوں کے غرق ہونے کے موقع پر جبریل ﷺ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے۔ وہ مٹی اس نے اس بچھڑے کے منہ میں ڈالی اس سے مٹی مٹی کی آواز نکلنا شروع ہو گئی۔ سامری نے کہا ﴿هَذَا إِلَهُمْ وَإِلَهُ مُؤْلِي هُنَّ﴾ یہ تمہارا بھی اللہ ہے اور موئی ﷺ کا بھی۔“ بڑی عجیب بات ہے کہ ان زیورات کو استعمال کرنے کی توجہ زست نہیں تھی اور انھیں جنگل میں پھینک دیا لیکن ان زیورات کا بچھڑا بنا تو اس کی پوجا شروع کر دی۔ کتنی کم عقلی کی بات ہے۔ انسان کی جب عقل ماری جائے تو پھر ہوش و حواس بھی خطا ہو جاتے ہیں۔

تو اس کا ذکر ہے ﴿وَالثَّالِثُ قَوْمٌ مُّؤْلِي وَمُغْبَرُهُمْ﴾ اور بنا لیا موئی ﷺ کی قوم نے ان کے طور پر جانے کے بعد ﴿وَمِنْ خُلُقِهِ عَجَلًا﴾ ان کے پاس جوزیورات تھے ان کا بچھڑا ﴿جَسَدًا لَّهُ مُوَحَّدٌ﴾ وہ ایک جسم تھا اس کے لیے گائے کی آواز تھی۔ مٹی مٹی، اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَلَمْ يَرَوْ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ هُنَّ﴾ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ بے شک وہ نہیں کر سکتا کلام ان سے۔ صرف مٹی مٹی کی توکوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ﴿وَكَلَمَ اللَّهُ مُؤْلِي تَكْلِيمًا﴾ [الشاعر: ۱۶۳] اللہ تعالیٰ نے موئی ﷺ سے کلام کیا اور محراج کی رات آنحضرت ﷺ سے کلام کیا، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کلام کرتا ہے اور وہ بچھڑا صرف مٹی مٹی کرتا تھا تو صرف مٹی مٹی سے تو کچھ نہیں بنتا مگر جب عقل ماری جائے تو یہی کچھ ہوتا ہے۔

### رب رُستے، عقل گھستے ۴۸

ہندوستان میں ہندوؤں کا ایک خاندان تھا اس کو داہما رجی کہتے تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ عورتوں کو نگاہ کو کے مردان کی شرم گاہ کی پوجا کرتے تھے اور عورتیں مردوں کی شرم گاہ کی پوجا کرتی تھیں۔ عورتیں کہتی تھیں کہ مردوں کی شرم گاہ، یہ دنیا کی جڑ ہے اور مرد کہتے تھے کہ عورتوں کی شرم گاہ، یہ دنیا کا ضمیح ہے۔

تو انہوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اسی بچھڑے کی پوجا کی وجہ سے ہندوستان میں گائے کی بڑی قدر ہوتی ہے وہ اس کہتے ہیں، گاؤں ماتا اور مسلمان گائے کی قربانی کریں تو ان کی سختی آجائی ہے بے چارے چھپ چھپا کر قربانی کرتے ہیں۔ بسا اوقات پتا چل جائے تو لڑائی ہو جاتی ہے، جانیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔

### اگر جان کا خطروہ ہو ۴۹

اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر جان کا خطروہ ہو تو ضروری نہیں کہ گائے کی قربانی دی جائے بلکہ بچھڑے کی کراو تو جس

بچھرے کو انہوں نے الہ بنایا نہ تو ان سے کلام کر سکتا ہے ﴿وَلَا يَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا﴾ اور نہ ان کی راہنمائی کرتا ہے راستے کی ﴿إِنَّهُ لَغَلُولٌ وَكَانُوا ظَلَمُونَ﴾ انہوں نے بچھرے کو مجبود بنایا اور وہ خالماں تھے ﴿وَلَئِنْ سُقُطَ فِي آيَتِنَا فَهُمْ﴾ سقط کے معنی گرتا، تو محیٰ ہو گا جب گرائے گئے ان کے چہرے ہاتھوں میں۔ جب آدمی پیشان ہوتا ہے تو اپنے ہاتھوں کو کاشتا ہے۔ تو اب اس کا لازمی معنی ہو گا اور جس وقت وہ لوگ نادم اور پریشان ہوئے ﴿وَرَأَوْا آنَّهُمْ﴾ اور انہوں نے دیکھا سمجھ گئے کہ بے شک وہ ﴿قَدْ صَلَوَا﴾ تحقیق وہ گراہ ہو چکے ہیں۔ یہ موئی ﴿لِيَرَبِّهِ﴾ کی آمد سے پہلے کی بات ہے کہابھی کوہ طور سے واپس تشریف نہیں لائے تھے ﴿فَقَالُوا إِنَّهُمْ أَنْهُوْنَ لَمْ يَرْحَمُنَا رَبُّنَا﴾ اگر نہیں رحم کرے گا ہم پر ہمارا پروردگار ﴿وَيَعْزِيزُنَا﴾ اور ہمیں نہیں بخشے گا ﴿لَئِنْ كُنَّا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ البتہ ہم ہو جائیں گے نقصان اٹھنے والوں میں سے ﴿وَلَئِنْ تَرْجُمَ مُؤْمِنَى إِلَى قُرْبَهِ﴾ اور جب لوٹے موئی ﴿لِيَرَبِّهِ﴾ اپنی قوم کے پاس ﴿غَصَّانَ أَسْفَافَهُ﴾ غصے میں تھے افسوس کرتے ہوئے کہ بچھرے کی پوجا ہوئی تو حیدر پر زد پڑی ﴿قَالَ يُسْسَلَا خَلْقَكُوْنِي مِنْ بَعْدِي﴾ فرمایا بہت برقی خلافت کی ہے میرے طور پر جانے کے بعد ﴿أَعْجَلْتُمُ أَمْرَتَهُمْ﴾ کیا تم نے جلدی کی اپنے رب کے حکم کے بارے میں۔ رب تعالیٰ نے مجھے بلا یا تھاتورات کے لیے ابھی تک میں تورات لا یانہیں، رب کا حکم تم تک پہنچا یا انہیں اور تم نے یہ حرکت شروع کر دی۔

اس جگہ اجمال ہے اور دوسری جگہ تفصیل ہے موئی ﴿لِيَرَبِّهِ﴾ جب واپس آئے تو سخت غصے میں تھے اور لوگ بھی یہی سمجھ چکے تھے کہ ہم گراہ ہو چکے ہیں تو کہنے لگے حضرت! ہم توبہ کرتے ہیں۔ فرمایا ﴿فَاقْتُلُوا الظَّنِيمَ﴾ [البرہ: ۵۳] ”تم اپنی جانوں کو قتل کرو“ کہ ان کی شریعت میں مرتد کی توبہ قتل ہی تھی۔ قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جھنوں نے بچھرے کی پوجا نہیں کی وہ ان کو قتل کریں جھنوں نے بچھرے کی پوجا کی ہے۔ تب مرتد کی توبہ قتل ہی تھی۔

### شریعت محمدی ﴿لِيَرَبِّهِ﴾ میں مرتد کا حکم

ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ معاذ اللہ اگر کوئی مرتد ہو جائے اور سچے دل سے توبہ کرے مسلمان ہو جائے تو ہنچائش ہے۔ البتہ مرتد ہونے سے پہلے اس نے جو نیکیاں کی تھیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی، عمرہ وغیرہ وہ ضائع ہو گئیں ان کا اجر نہیں ملتے گا۔ اب توبہ کرنے کے بعد جو نیکیاں کرے گا اصرف ان کا اجر ملتے گا۔

### ایک جملے سے سانحہ سال کی عبادت ضائع

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ سانحہ سانحہ سال تک عبادت کرتے ہیں اور اتفاقاً فاراز بان سے ایسا کلمہ نکل جاتا ہے یعنی پہلے سے کوئی منصوبہ یا پروگرام بھی نہیں ہوتا اس لفظ کے نکالنے کا، اچانک نکل جاتا ہے اور سانحہ سال کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے۔ مثلاً: کسی کو کہو کہ بھائی جی! نماز پڑھا کردا اور وہ جواب میں کہے کہ نماز میں کیا رکھا ہے؟ تو اتنا کہنے سے وہ کافر ہو گیا اور اس کی اس سے پہلے کی تمام نیکیاں اکارت ہو گئیں یا کسی کو کہا کہ روزہ رکھا کردا اور وہ جواب میں کہے کہ

روزے میں کیا رکھا ہے۔ تو یہ کل کفر ہے اس سے پہلے جو نیکیاں کی تھیں وہ سب بر باد ہو گئیں۔ یا کسی کو کہو کہ بھائی ذا زمی رکھ لو وہ کہے کہ ذا زمی میں کیا رکھا ہے تو وہ کافر ہو گیا اور اس سے پہلے کی تمام نیکیاں ضائع ہو گئیں، نکاح ثبوت گیا اگر عورت نے ایسا کوئی لفظ کہا تو وہ مرتد ہو گئی اور نکاح ثبوت گیا خاوند نے کہا تو وہ مرتد ہو گیا نکاح ثبوت گیا۔

علامہ شایع رضا شیرازی تو فرماتے ہیں کہ ہر صینے تازہ نکاح ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ہماری زبان سے ایسے فقط نکلتے رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ اولاد بھی حرامی پیدا ہوتی رہے۔ اندرازہ لگاؤ فقہاء کرام مجتہدین کی احتیاط کا اور ہم تو ان باتوں کو کچھ نہیں سمجھتے۔ یاد رکھنا! دین کی معنوی چیز کے ساتھ مذاق بھی کفر ہے۔

جب مسلمانوں کی حکومت کا شفتر تک تھی مسلمان تریپن (۵۲) لاکھ مرلح میل کے رقبے پر قابض ہو گئے اور قاضی ابو یوسف رضا شیرازی قاضی القضاۃ یعنی چیف جیس تھے۔ ان کے سامنے ایک مسئلہ پیش ہوا کہ ایک آدمی نے دسرے آدمی کے سامنے حدیث بیان کی کہ آنحضرت ﷺ میں کدو کو پسند کرتے تھے دسرے شخص نے تاک چڑھا کر کہا اتنا اتنا لاؤ اجنبی القدّع ”بہر حال میں کدو کو پسند نہیں کرتا۔“ ان لفظوں پر مقدمہ درج ہوا قاضی القضاۃ امام یوسف رضا شیرازی نے حکم سنایا کہ یہ آدمی مرتد ہو گیا ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث بیان ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کدو کو پسند کرتے تھے۔ اگر اس کو طبعی طور پر قبول نہیں تھا تو چھوڑ دتا لیکن آپ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں یہ کہنا کہ میں تو کدو کو پسند نہیں کرتا کفر ہے۔

آنحضرت ﷺ سے مونچھوں کے متعلق قص کا لفظ بھی آتا ہے یعنی قیچی سے کٹوانا اور امام شافعی رضا شیرازی کا یہی مسلک ہے کہ قیچی کے ساتھ کامنا بہتر ہے اور حدیث میں أَخْفُوا الشَّوَارِبَ کے لفظ بھی آتے ہیں کہ مونچھوں کو بالکل صاف کر دو۔ امام ابوحنیفہ رضا شیرازی کا یہی مسلک ہے کہ حلق افضل ہے۔

امام طحا وی رضا شیرازی کیل احناف ہیں فرماتے ہیں: وَالْحَلْقُ أَفْضَلُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يَعْوَصَفَ وَمُحَمَّدٍ وَبِهِ تَأْخُذُ "مونچھوں کو استرے سے صاف کرنا افضل ہے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد مجتبیؑ کا اور اس پر ہمارا عمل ہے۔"

### مسئلہ اولیٰ، غیر اولیٰ

لیکن یا اور کہنا! مسئلہ اولیٰ غیر اولی کا ہے جائز ناجائز کا نہیں ہے جیسے رفع یہ دین کا مسئلہ ہے۔ چار اماموں میں سے دو امام، امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضا شیرازی فرماتے ہیں کہ رفع یہ دین کرنا مستحب بھی نہیں ہے، رکوع کو جاتے ہوئے اور سراخھاتے ہوئے اور دو امام، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ صرف مستحب ہے اور مستحب کے لیے بازو چڑھانا اور لڑنا جھگڑنا جیسے بعض غیر مقلدین کا طریقہ ہے یہ غلوتی الدین ہے۔ قرآن پاک میں آتا ہے #وَلَا تَنْتَزَعْ غَوَّابَهُ "جھگڑا نہ کرو۔" ذا زمی کے متعلق ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی ذا زمی نیچے سے بھی کٹواتے تھے اور اوہ راہر سے بھی۔ یہ پر لے رہے کی

کمزور روایت ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے عمر ابن ہارون، اس کے متعلق محدثین کرام مجتہدین فرماتے ہیں اگذب من فرعون یہ فرعون سے بھی بڑا جھوٹا تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی کو کبھی نہیں چھین رکھ کیا مصلحتی لئے ڈاڑھی منڈوائی ہے نہ کٹوائی ہے اور ڈاڑھی کے سلے پر کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ تو اول تو غیر اولی پر جھوٹنے کی بجائے اس مسئلے پر زور دو جو واجب ہے اور جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

### ڈاڑھی کی اہمیت

اب بات صحیح کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی موچھیں مونڈی ہوئی ویکھیں تو استہزاء کے طور پر کہا کہ بھائی جی! آپ نے چھانک بنایا ہے کہ ادھر بھی ڈاڑھی اور ادھر بھی ڈاڑھی اور درمیان سے موچھیں صاف۔ تو فقاً اگر میں ملاعی قاری ہو جو یہی لکھتے ہیں کہ یہ مذاق کرنے والا آدمی مرتد ہے اور اس کا نکاح ثبوت گیا کیونکہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ استہزاء کیا۔ تو با اوقات ایسا کلمہ کفر زبان سے نکل جاتا ہے کہ جس سے اعمال ضائع ہوجاتے۔

﴿وَأَلْقَى الْأَلْوَانَ<sup>كُلُّ</sup> الْقَاءَ كَلْفِي مَعْنَىٰ بِهِنْ بَهِنَّا - يَهَا فَرِمَاتَهُ بِهِنْ كَالْقَاءَ كَمَعْنَىٰ بِهِنْ جَلْدِي سَيْجَيْ رَكْنَهُ، جَلْدِي سَيْجَيْ رَكْنَهُ كَوَالْقَاءَ سَيْجَيْ تَعْبِيرَ كَيْ ہے كَجَلْدِي سَيْجَيْ هَاتِھَ فَارَغَ ہو جا سَيْجَيْ کَہَ هَارُونَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَيْجَيْ سَيْجَيْ دَوَ، دَوَهَاتِھَ كَرَنَے ہِنْ ﴾ وَأَخْدَى<sup>رَأْيِ</sup> أَنَّی<sup>رَأْيِ</sup> اُنْجِی<sup>رَأْيِ</sup> اُرْپَکْرِی<sup>رَأْيِ</sup> اپنے بھائی کے سر کو ﴿يَهُدُّهُ إِلَيْهِ﴾ اس کو اپنی طرف کھینچنے لگے۔ چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی طبیعت جمالی تھی شاید ان کی نرمی کی وجہ سے بگاڑ پیدا ہوا ہے۔ پیغمبر کی تو ہیں مقصود نہیں تھی۔

### ماں کی شفقت

﴿قَالَ هَارُونَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَهَىٰهُ عَنْ أَمْرٍ﴾ اے میری ماں کے بیٹے۔ جیسے وہ ماں کے بیٹے تھے باپ کے بیٹے بھی تھے مگر ماں میں شفقت زیادہ ہوتی ہے طبعی طور پر اور وہ شفقت ماں میں نہ ہو تو بچے کی تربیت کبھی نہیں ہو سکتی۔ کون ہے جو مہنڈی راتوں میں اٹھ کر پیشاب کرائے، پاخانہ صاف کرے۔ تو ماں کا داسطہ دیا کہ ماں میں شفقت زیادہ ہوتی ہے فرمایا اے میری ماں کے بیٹے! ﴿إِنَّ الْأَقْوَمَ اسْتَضْعُفُونَ﴾ بے شک قوم نے مجھے کمزور بھولیا تھا ﴿وَكَادَ ذَا يَقْتُلُونِي﴾ اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے۔ میں نے مسئلہ بیان کرنے میں اور سمجھانے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ کمزوری دکھائی ہے ﴿فَلَاتُشْيَثُ فِي الْأَعْدَاءِ﴾ پس تو نہ خوش کر میرے ذریعے شمنوں کو کہ شمن کہیں گے کہ اچھے پیغمبر ہیں کہ ایک دوسرے کی ڈاڑھی کھینچتے ہیں، سر پکڑتے ہیں چھوٹے نے بڑے کی تو ہیں کی ہے اور شہماً تَتَ آعْدَاءَ بھی بڑی چیز ہے۔

### کبیرہ گناہوں کی تعداد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی تکلیف پر خوشی محسوس کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے

حدت ہیں انہوں نے کتاب لکھی ہے ”کتاب الکبار“ اس میں انہوں نے کوشش کی ہے کہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں ان کی شاندی کی جائے۔ ایک روایت حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے آئی ہے کہ ستر کے قریب گناہ کبیرہ ہیں اور حضرت ابن عباسؓ سے فرماتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سات سو کے قریب ہیں اور گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا اور اگر کسی کا حق ہے تو جب تک اس کا حق نہیں دو گے معاف نہیں ہو گا اور جو صغیرہ گناہ ہیں وہ نیکیوں سے معاف ہو جاتے ہیں۔

مثلاً: مسجد کی طرف آنے کی برکت سے ایک ایک قدم پر دس دس نیکیاں ملیں گی اور ایک ایک صغیرہ گناہ خود بخود ملتا جائے گا اور ایک ایک درجہ بلند ہو جائے گا۔ وضو کی برکت سے، نماز کی برکت سے، روزے کی برکت سے، جمعہ پڑھنے کی برکت سے، حج اور عمرہ کی برکت سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور کبیرہ گناہ نیکیوں کی وجہ سے معاف نہیں ہوتے یہاں تک کہ حج اور عمرہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ کبیرہ گناہ توبہ سے معاف ہو گا اور فرض نماز میں اور روزے بھی توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک ان کی قضائیں کرو گے۔ یہ مسئلہ میں کئی دفعہ واضح کرچکا ہوں۔

فرمایا ﴿وَلَا تَجْعَلُنَّ مَقْعُودَ الظَّلَمِيْنَ﴾ اور نہ کرتو مجھے ظالم قوم کے ساتھ۔ انہوں نے ظلم کیا ہے میں نے اپنا فریضہ پورا ادا کیا ہے مسوی ﷺ کو یقین آگیا کہ ان کی کوئی کوتا ہی نہیں۔ جب تحقیق ہو گئی تو ﴿قَالَ﴾ عرض کیا مسوی ﷺ نے ﴿هَمَّٰتٰ اغْفِرْنِي وَلَا يُغْنِنِي﴾ اے پورا دگار! معاف کر دے مجھے اور میرے بھائی کو۔ مجھے معاف کر دے اس کوتا ہی پر کہ بھائی کا سر اور ذاہی پکڑ کر کھنچی اور دعا میں حضرت ہارون ﷺ کو شریک کیا دل جوئی کے لیے ورنہ ان کا کوئی تصور نہیں تھا ﴿وَأَذْخَلْنَا فِي تَحْتِكَ﴾ اور داخل کر ہمیں اپنی رحمت میں ﴿وَأَنْتَ أَنْرَحُ الرُّّجُونَ﴾ اور توبہ سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحیمین ہے۔

### .....

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا إِلَيْهِنَّ حِلْمًا بَلْ هُوَ لُوكَ وَهُوَ لُوكَ جِنْهُوْنَ نَبْنَى بَلْ كَبْرَهُرَرَے كُو مَعْبُودٌ﴾ ﴿سَيِّئَاتُهُمْ غَصَبٌ مِّنْ نَّارٍ يُهُمْ﴾  
پہنچے گا ان کو غصب ان کے رب کی طرف سے ﴿وَذَلَّةٌ﴾ اور ذلت ﴿فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ دنیا کی زندگی میں  
﴿وَكَذَلِكَ تَعْزِيزُ الْفُؤُدِيْنَ﴾ اور اسی طرح ہم بدله دیتے ہیں افتراباند ہنے والوں کو ﴿وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ﴾  
اور وہ لوگ جنہوں نے جرے کام کیے ﴿لَمْ تَأْتُوا مُنْ بَغْرِهَا﴾ پھر توبہ کی انہوں نے ان بڑے کاموں کے بعد ﴿لَعْقُورٌ أَمْوَالُهُ﴾ اور سچے دل سے ایمان لائے ﴿إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَغْرِهَا﴾ بے شک تیرا رب توبہ کرنے کے بعد ﴿لَعْقُورٌ رَّجُلٌ﴾ البتہ بخششے والامہریاں ہے ﴿وَلَئِنْ سَأَكْثَرَ عَنْ مُؤْسَى الْغَصَبٍ﴾ اور جب کھتم گیا مسوی ﷺ سے غصہ ﴿أَخْذَ الْأَلْوَاحَ﴾ پکڑ لیا انہوں نے تختیوں کو ﴿وَفِي تُسْعِيْهَا هُذِّي وَرَاهِي﴾ اور ان تختیوں میں لکھی ہوئی تھی ہدایت اور رحمت ﴿لَلَّذِينَ﴾ ان لوگوں کے لیے ﴿لَهُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهُوْنَ﴾ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ﴿وَأَخْتَارُ مُوسَى

کوئی ملک اور پنچ سو کی ملکیت نے اپنی قوم سے ﴿سَبِعِينَ تَرْجَلًا﴾ ستر آدمی ﴿لِيُنِقَاتُهَا﴾ ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے ﴿فَلَئِنْ أَخْذَنَاهُمُ الرَّزْقَهُ﴾ پس جس وقت پکڑا ان کو زانے نے ﴿قَالَ﴾ کہا مولیٰ ﴿لَئِنْ تُؤْشِنَتْ أَهْلَكَتْهُمْ فِنْ قَبْلٍ وَإِيَّاَيَ﴾ اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو ان کو ہلاک کر دیتا اس سے پہلے ہی اور مجھے بھی ﴿أَتَهُدِكُمْ﴾ کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمیں ﴿بِمَا فَعَلَ الْسُّفَهَاءُ مِنْهَا﴾ اس کارروائی کی وجہ سے جو کی ہے ہم میں سے بعض بے وقوفون نے ﴿إِنْ هُنَّ إِلَّا فَتَّاشُ﴾ نہیں ہے یہ مگر تیری آزمائش اور امتحان ﴿شَفَلٌ بِهَا مِنْ شَاءَ﴾ تو گمراہ کرتا ہے اس کے ساتھ جس کو چاہتا ہے ﴿وَتَهْدِي مِنْ شَاءَ﴾ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ﴿أَنْشَأْتُ لَيْتَ﴾ تو ہی ہمارا کارساز ہے ﴿فَأَغْفِرُ لَنَّا﴾ پس بخش دے ہم کو ﴿وَإِنْ حَمَّنَا﴾ اور رحم فرمادیم پر ﴿وَأَنْثَ خَلَقَ﴾ العقولیں ہے اور تو سب سے بہتر بخششے والا ہے۔

### بچھڑتے کی پوجا کرنے والوں کا انعام

مولیٰ ﴿لَئِنْ﴾ اور ان کی قوم کا ذکر چلا آ رہا ہے اور یہ بات بھی بیان ہوئی تھی کہ ہنی اسرائیل نے فرعویوں کے جوز یورپیکے سامنے ساری نے ان کو اٹھا کر رہا ہے اور جبریل ﴿لَئِنْ﴾ کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی اس کے منہ میں ڈالی اس سے نہیں نہیں کی آواز لٹکی شروع ہو گئی تو پکھنا دان لوگوں نے اس کی پوجا شروع کر دی۔ کوئی بوسہ دیتا ہے، کوئی طواف کرتا ہے، کوئی ہاتھ لگاتا ہے، کوئی سجدہ اور کوئی رکوع کرتا ہے۔ جو شرک قوموں کا طریقہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجَلَ﴾ بے شک وہ لوگ جنہوں نے بنا لیا بچھڑے کو معبدوں ﴿لَئِنْ لَهُمْ عَصَبْتُمْ فِنْ شَاقِيْمُ﴾ عنقریب پنجے گا ان کو غضب ان کے رب کی طرف سے ﴿وَذَلَّةً﴾ اور ذلت ﴿فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ دنیا کی زندگی میں۔ وہ ذلت یہ تھی کہ رب تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ﴿فَتُوبُوا إِلَى بَارِيْلَمْ فَأَشْتَوْا الْفَتَّمَ﴾ پس تو بکر داپنے پیدا کرنے والے کے سامنے پس قتل کرو ایک دوسرے کو ﴿ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عَدَ بَارِيْلَمْ﴾ [القرآن: ۵۳] یہ بہتر ہے تمہارے پیدا کرنے والے کے ہاں۔“

### مرتد کی توبہ

گزشتہ درس میں عرض کیا تھا کہ ان شریعتوں میں مرتد کی توبہ قتل تھی صرف توبہ سے معافی نہیں تھی۔ یہ تو آنحضرت ﴿لَئِنْ﴾ کے صدقے اور دلیل سے اس امت کے واسطے سہولت ہو گئی کہ مودۃ اللہ تعالیٰ اگر کوئی مرتد ہو جائے پھر چھپے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرمادیتے ہیں اور ان کی توبہ قتل تھی۔ چنانچہ غیر مجرموں نے مجرموں کو قتل کیا اور قتل ہونے والے کافی تعذاب میں تھے۔ تغیروں میں ستر ہزار تک تعذاب کا ذکر ملتا ہے۔ فرمایا ﴿وَكَذَلِكَ نَجِزِي الْمُعْتَدِلِينَ﴾ اور اسی طرح ہم

بکلہ دیتے ہیں افقر ابادنے و آکوں کو کہ جو رب تعالیٰ پر جھوٹا افقر ابادنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ رہائے تو اس کی مزاہیہ ہے کہ اس کو قتل کرو **(هَذَا الَّذِينَ عَمِلُوا الشَّرَّاتِ)** اور وہ لوگ جو عمل کرتے ہیں بڑے **(فَلَمْ يَأْتُوا مِنْ بَعْدِ فَالْفَحْشَاتِ)** پھر توبہ کی ان بڑے کاموں کے بعد **(هَذَا أَمْوَالُهُمْ)** اور پچھے دل سے ایمان لائے **(إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِ فَالْغَفْوَرِ مَهِاجِنِمْ)** ہے شک تیار بِ توبہ کرنے کے بعد **الْبَرِّ بَخْشَنَةِ وَالْأَمْرِ بَانَ** ہے۔

### توبہ کی قبولیت میں تفصیل

کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ غلط فہمی کا شکار نہ ہونا کہ توبہ کی قبولیت میں تفصیل ہے۔ حق دو قسم کے ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حق دو قسم کے حق دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں کہ ان کی تھانیں ہے۔ مثلاً: کسی نے شراب پی لی، زنا کر لیا، طلاقت کے ہوتے ہوئے امر بالمعروف نبی عن المکر نہیں کیا۔ یہ گناہ کبیرہ ہیں اور ان کی تھانیں ہے۔ ایسے گناہوں سے پچھے دل سے توبہ کرے گا معاف ہو جائیں گے۔

اور دوسرے وہ حق ہیں جن کی قضاضروری ہے۔ مثلاً: نماز، روزہ، زکوٰۃ، عشر، اگر یہ کسی کے ذمہ ہیں تو کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرے تو معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی قضائیں کرے گا۔ مرد، عورت کے بالغ ہونے کے بعد ایک نماز یا ایک روزہ رہ گیا تو کروڑ مرتبہ بھی توبہ بحدے میں اگر کر کرے معاف نہیں ہو گا جب تک اس کی قضائیں کرے گا۔ اور اسی طرح حقوق العباد بھی توبہ سے معاف نہیں ہوتے وہ حق چاہے اپنوں کے ہوں یا غیروں کے ہوں۔ مثلاً: بھائی کا حق کھا گیا، باپ بیٹے کا حق کھا گیا، بیٹا باپ کا حق کھا گیا کہ اس کی دل آزاری کرتا ہے یا اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کرتا ہے۔ یہ سب گناہ کبیرہ ہیں اور فقط زبانی توبہ سے معاف نہیں ہوں گے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ان کا حق ادا کیا جائے اور ان سے معافی مانگی جائے کہ میں نے تمہاری گستاخی کی ہے تمہارا حق کھایا تھا مجھے معاف کر دو۔ یاد رکھنا! سوئی دھانگے تک بھی معافی نہیں ہے۔ نسبت گناہ کبیرہ ہے، جھوٹ گناہ کبیرہ ہے، غیبت سنابھی گناہ کبیرہ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی آپ ﷺ نے نماز کے بعد دوسروں کو بلا کفر فرمایا کہ تم دونوں نمازوں بھی دوبارہ پڑھو اور آج کے روز نے کی بھی قضا کرو۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہنے لگے حضرت ابوہم نے نماز قاعدے کے مطابق پڑھی ہے اور روزہ میں کھایا پیا بھی کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا **إِنَّمَا فَلَّا تَأْتِيَنَّمَ دُنُوْنَ نَمَازَ سَبَقَهُ فَلَّا أَدْرِكَنَّمَ دُنُوْنَ نَمَازَ** کی نسبت کی تھی۔ تو نسبت کبیرہ گناہ ہے۔

### بچوں کے تحفے کا حکم

ایک مسئلہ اور بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ لوگ بچوں کو تحفے تھائے دیتے ہیں۔ وہ بچے چونکہ چھوٹے ہوتے ہیں وہ خود سنبھال نہیں سکتے ماں باپ یا دادا دادی وغیرہ کسی نے وصول کر لیے۔ تو یا اس بچے کے کھاتے میں ہیں ان کو کوئی اور استعمال نہیں

کر سکتا، بچے کی اجازت دینے کے باوجود بھی۔ کیوں کہ بچے اجازت دینے کا اہل نہیں ہے اس لیے اس کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اگر بچے کے علاوہ کسی اور مصرف میں استعمال کیا تو حرام کا ارتکاب کیا ہے اور اس بچے کے علاوہ کسی اور نے کہا یا تو خنزیر کھایا ہے۔ عورتیں اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ اگر بچے کے کپڑے تگ ہو گئے ہیں تو وہ کپڑے اس کے دوسرا بہن بھائی نہیں پہن سکتے وہ اسی کے کھاتے میں ہیں کسی اور کو دینے کی اجازت نہیں ہے۔ (ہاں اگر ان کپڑوں کی قیمت لگا کر پیسے بچے کے مصرف میں خرچ کیے تو پھر دوسروں کو دے سکتے ہیں۔ بلوچ) ہمارے اندر بہت ساری کوتاہیاں ہیں بے چارے روزے اور نمازیں کیا کریں گی حال، حرام کی تمیز تو ہم میں ختم ہو گئی ہے۔

تو یاد رکھنا! حقوق العباد توہبے سے معاف نہیں ہوں گے بے شک کوئی کروڑ مرتبہ بھی تو پہ کرے۔ تو پہ کی شرائط ہیں۔ بخاری شریف میں حدیث ہے قیامت کا دن ہو گا وہاں ایسے بندے بھی ہوں گے کہ جن کی نیکیوں کے دہاں پہاڑ قائم ہوں گے۔ وہ بندہ دیکھ کر بڑا خوش ہو گا کہ میری نیکیاں بڑی ہیں خیر سلا ہے۔ جس وقت حساب شروع ہو گا ایک آدمی آئے گا اور کہے گا اے پروردگار! اس نے مجھے گالی دی تھی پروردگار! اس نے مجھے گھوڑ کر دیکھا تھا، پروردگار! اس نے میرا مال کھایا تھا، پروردگار! اس نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی، کوئی کہے گا اے پروردگار! اس نے میری غیبت کی تھی۔ اس کی وہ سب نیکیاں ان پر تقسیم ہو جائیں گی اور وہ جو پہاڑ نظر آرہے تھے ذرہ بھی نہیں رہیں گے۔ ان کے گناہ اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیئے جائیں گے اور دوزخ میں پھیج دیا جائے گا۔ تو بندے کا حق بڑی سخت چیز ہے۔

موئی ﴿جَبْ كُوْهٗ طُورٍ سَے وَأَيْسَ آئَے اور دیکھا کہ قومٌ گُوا سالہ پُرستی میں جلتا ہو گئی ہے تو سخت نہیں میں آئے حضرت ہارون ﷺ کا سر اور ذرا چھپ کر جھبھوڑا کہ شاید ان کی نری سے یہ کام ہوابی ہے۔ پھر جب انہوں نے وضاحت فرمائی کہ میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی میں نے تو ان کو تناکھایا ہے کہ قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے اب موئی ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

ارشادر بانی ہے ﴿وَلَئِنْ سَكَّتَ عَنْ مُؤْسَى الْغَضْبُ﴾ اور جب قسم گیا موئی ﷺ سے غصہ ﴿أَخْذَ إِلَّا لَوَاخ﴾ کپڑا لیا انہوں نے تختیوں کو جو جلدی سے نیچے رکھی تھیں ﴿وَقَنْتَقَاهُدْرِيْ وَرَاهِتْهُ﴾ اور ان تختیوں میں لکھی ہوئی تھی ہدایت اور رحمت ﴿إِلَيْكُمْ فُمْ لِرَبِّهِمْ بِئْرَهُوْنَ﴾ ان لوگوں کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔

### اجازہ قرآن

تمام آسمانی کتابیوں اور صحیفوں میں قرآن کریم کا مرتبہ سب سے بلند ہے اور الحمد لله آج تک اپنی اصلی شکل میں موجود ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود پروردگار نے لیا ہے۔ فرمایا ﴿إِنَّا نَعْنُ نَزَّلَنَا اللَّهُ مُلْكُ الْأَرْضَ﴾ لخیفظون ﴿۱۱۰﴾ [آل عمران: ۹] بے شکہ ہم نے اُتارا ہے ذکر کو اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ محفوظ ہیں، اس کا لاب و لجہ محفوظ ہے، اس کا ترجیح اور تفسیر محفوظ ہے۔ قرآن کریم کے بعد درجے میں تورات کا مقام ہے

ہزار ہا سال تک اللہ تعالیٰ کے چنبر، علماء، اخبار و مشائخ اس کے مطابق عمل کرتے رہے۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ کوئی آسانی کتاب اپنی اصل شکل میں کہیں موجود ہے۔ پاری صاحبان کا اقرار ہے کہ ان میں تہذیبیاں ہوئی ہیں۔

موئی ﷺ جب تورات لے کر آئے تو لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ یہ کتب تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے اور ان کو وقہ و قہ کے بعد پڑھ کر سنائی۔ مثلاً: ایک دن دس پارے، دوسرے دن دس پارے، تیسرا دن دس پارے، چوتھے دن دس پارے، سب مردوں، عورتوں، بوزھوں، جوانوں نے ساری تورات سنی۔ جب ان چکے تو کہنے لگے یہ کتاب تو بڑی سخت ہے ہم سے اس پر عمل نہیں ہو سکتا یہ کتاب آپ اللہ تعالیٰ کے پاس لے جائیں اور ہمیں اور کوئی آسانی کتاب لا کر دیں۔ حضرت موئی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بڑے روافد رحیم ہیں، رحم ہیں، علیم ہیں، تجیر ہیں اس نے جو حکم دیئے ہیں صحیح ہیں۔ کہنے لگے اللہ تعالیٰ کے سامنے درخواست کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فرمایا تمہیک ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿وَأَخْتَارَهُمُوسِيَّ قَوْمَةَ سَبِيعِينَ هَرَجَلًا لِيُبَيِّقَاتِنَاهُ﴾ اور پختے موئی ﷺ نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے مقرر کردہ وقت کے لیے۔ فرمایا میں ان نمائندوں کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے درخواست کروں گا کہ ہمیں کوئی آسانی کتاب دے دیں یا اس میں جو سخت حکم ہیں ان میں نہیں پیدا فرمادے۔ چنانچہ ستر آدمی لے کر موئی ﷺ کو و طور پر پہنچ گئے۔ حضرت موئی ﷺ نے ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ائے پروردگار! آپ تو جانتے ہیں مگر میں ان کی نمائندگی کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ یہ کہتے ہیں کہ تورات کے احکام بڑے سخت ہیں لہذا یہ کتاب واپس لی جائے اور ہمیں اس کی جگہ کوئی آسانی کتاب دی جائے یا اس کے فلاں فلاں حکم میں ترجمہ ہو جائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا یہ کتاب ان کی طاقت کے مطابق ہے۔ ﴿لَا يَكْفِ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ "اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا۔" چونکہ تم نے پہلے آزاد زندگی گزاری ہے حیوانوں کی طرح۔ اب پاندیوں سے گھبرا تے ہو کچھ دن عمل کر دے گے خادت بن جائے گی مشکل نہیں ہوگی۔

### ستر آدمیوں کا مطالبہ اور ان کا انجام

الہمودوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام اپنے کانوں سے سنا لیکن اکز گے۔ کہنے لگے ﴿إِنَّ رُؤْمَنَ لَكَ حَتَّىٰ تُرَسِّيَ اللَّهَ جَهَنَّمَ﴾ [بقرہ: ۵۵] "ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔" یہاں رجھفۃ کا لفظ ہے رجھفہ کا معنی زلزلہ اور پہلے پارے اور دوسرے مقامات پر صدایقہ کا لفظ ہے جس کا معنی بجلی ہے۔ آسان سے جب بجلی گری تو اس کے ساتھ زلزلہ بھی پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَكُمَا أَخْدَلْتُهُمُ الرَّجْفَةَ﴾ پس جس وقت پڑا ان کو زلزلے نے ﴿قَالَ﴾ موئی ﷺ نے عرض کیا ﴿لَهُنَّتُ لَوْشِلَتُ أَفْلَكَتُهُمْ مِنْ عَنْهُ وَإِلَيْهِ﴾ اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو ان کو ہلاک کر دیتا اس سے پہلے اور مجھے بھی۔ تو قادر

مطلع ہے وہیں مکروں میں مجھی ان کو ہلاک کر سکتا تھا اور مجھے بھی۔ ہم سارے تیری مخلوق ہیں حکم تو تیرا ہی نافذ ہے ۶۰ آنہ دیگنا پہا  
قتل الشفاعة و مثنا ۷۰ کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس کارروائی کی وجہ سے جو کی ہے ہم میں سے بعض بے توقوں نے حضرت  
موئی ۸۰ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ درخواست کی اور پہلے پارے میں ہے ﴿لَمْ يَعْلَمْهُمْ مِنْ بَعْدِ مَرْيَمَ لَعَلَّكُمْ لَمْ يَرْكُزُونَ﴾ ۹۰ پھر  
ہم نے تمہیں زندہ کیا مرتے کے بعد تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ ۹۱ یہ گرفت اس وجہ سے ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو حکم میں  
نے دیئے ہیں یہ تمہاری طاقت کے مطابق ہیں ان پر عمل کرو اور اگر کوئی کی ہوئی تو میں غفور، رحیم ہوں بخش دوں گا۔ تو ان میں  
سے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو ہو سکے اس پر عمل کرو نہیں ہو سکتا تو میں معاف کر دوں گا۔ اس پر گرفت ہوئی ۹۲ ان  
میں الامشٹک ۹۳ نہیں ہے یہ مگر تیری آزمائش اور امتحان ﴿تَصْنَعُ بِهَا مِنْ شَاءَ﴾ تو گراہ کرتا ہے اس آزمائش کے ساتھ جس کو  
چاہتا ہے ﴿وَتَهْدِي مِنْ شَاءَ﴾ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

سطحی قسم کے لوگوں کے اعتراض کا جواب ہے۔

میں پہلے کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ سطحی قسم کے لوگ جب اس عنوان کی آیات پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ گواہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو پھر اس میں ہمارا کیا دخل ہوا۔ ﴿خَلَقَ اللَّهُ عَلَىٰ فَلْوَيْهِمْ وَعَلَىٰ سَنْعَيْهِمْ ۚ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غَشَّاً ۚ﴾ جب اللہ تعالیٰ ہی نے دلوں پر مہر لگادی، کافنوں پر مہر لگادی اور آنکھوں پر پردے ڈال دیے تو بندے کا کیا تصور ہے بندہ تو بجور ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے شاعر نے کہا ہے:-

در میان دریا قعر تخته بندم کرده ای  
پاز میگوئی که دامن ترکمن ہوشیار پاش

رسیوں میں جکڑ کر پانی میں پھینک دیا جائے اور کہا جائے کہ بھینا نہیں۔ بھائی! وہ بھیگے گا نہیں تو کیا کرے گا۔ اس لیے میں نے قرآن کریم کی آیات کھول کر دکھائی ہیں اور تمہیں پڑھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شابطہ ہے ﴿فَمَنْ شَاءَ فَلِيُّهُ وَمَنْ شَاءَ فَلِيُّكُنْ﴾ [آل عمران: ۲۷] ”پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔“ اور جو ایمان لانے کی نیت کرے گا ﴿وَ  
يَقْدِمُ عَلَيْهِمْ أَثَابُهُمْ﴾ [الرعد: ۲۷] ”اللہ تعالیٰ را ہنسائی کرتا ہے اپنی طرف اس کی جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔“ اور کفر کا بھی اس نے اختیار دیا ہے۔ تیرھوں پارے میں ہے ﴿يُبَصِّرُ اللَّهُ الظَّلِيلِينَ﴾ [ابراهیم: ۲۷] ”اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔“ جو اپنے کفر اور شرک پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نہ تو کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے۔ ہدایت میں بھی انسان کا اپنا داخل ہے اور گمراہی میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے ﴿أَوْلَئِمْ مَا تَوَلُّ﴾ ”جدھر کوئی پھرنا چاہتا ہے، ہم ادھر ہی پھیر دیتے ہیں۔“ اگر کوئی ایمان کی طرف آئے گا تو فرمایا ﴿إِذَا لَزِّتَنَّ جَاهَدُوا فِيهَا إِنَّهُ يَرِيَهُمْ سُبْلًا﴾ [آل عمران: ۲۹] ”اور جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی اہم ضرور را ہنسائی کرتے ہیں ان کو اپنے راستوں کی۔“ یعنی اپنی طرف آنے کی توفیق دے دیتے ہیں اور ﴿فَلَئِنْ

﴿رَأَغَوْهُمْ﴾ اور جب وہ نیڑھے راستے پر چلتے ہیں ﴿أَذَا أَغَاثَ اللَّهُ تَعَالَى بَنَاهُمْ﴾ [الف: ۵] تو اللہ تعالیٰ ان کے دل ٹیڑھے کر دتا ہے۔ فرمایا ﴿أَئُنَّكُمْ لَيْسُوا بِهِمْ﴾ تو ہی ہمارا کار ساز ہے، آقا ہے ﴿فَلَعْنَقْتُنَاهُمْ﴾ پس بخش دے ہمیں۔ ان نادانوں کی غلطی معااف کر دے ﴿وَأَنْهَشَنَاهُمْ﴾ اور حم فرمادیم پر ﴿وَأَئُنَّكُمْ لَيْسُوا بِهِمْ﴾ اور توب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ درگز رکرنے والا ہے۔

### وَأَنْتَ لَنَا بَنَاهُمْ

﴿وَأَنْتَ لَنَا بَنَاهُمْ﴾ اور لکھ دے ہمارے لیے ﴿فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ﴾ اس دنیا میں بھلانی ﴿وَفِي الْآخِرَةِ﴾ اور آخرت میں بھی بھلانی ﴿إِنَّمَّا إِلَيْنَا إِلَيْكُمْ﴾ بے شک ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف ﴿قَالَ﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿عَذَابَ أُولَئِنَّبِيهِ مِنْ أَشَدَّ﴾ پہنچاؤں گا میں اپنا عذاب جس کو چاہوں گا ﴿وَمَا حَقِيقَ وَسَعَثُ كُلُّ شَيْءٍ﴾ اور میری رحمت و سعی ہے ہر چیز پر ﴿فَسَاءَ لَكُمْ﴾ پس بتا کید میں لکھوں گا اس رحمت کو ﴿لِلَّذِينَ يَكْفُرُونَ﴾ ان لوگوں کے لیے جوڑتے ہیں ﴿وَيُؤْتُنَ الرُّكْوَةَ﴾ اور دیتے ہیں زکوٰۃ ﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِالْيَتَامَىٰ يُؤْمِنُونَ﴾ اور وہ جو ہماری آئیوں پر ایمان لاتے ہیں ﴿الَّذِينَ﴾ وہ لوگ ہیں ﴿يَتَبَعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأَقْرَبَ﴾ جو اتباع کرتے ہیں اس رسول کا جو نبی ہے کہ اس نے کسی سے پڑھا نہیں ہے ﴿الَّذِي يَجْدُونَهُ﴾ وہ جس کو پاتے ہیں ﴿مَكْتُوبًا عَنْهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ﴾ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجلیل میں ﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهِيَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ اور منع کرتا ہے برائی سے ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الْكَبِيرَتِ﴾ اور وہ حلال ہونا بیان کرتا ہے ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْعَبِيرَتِ﴾ اور رحمت بیان کرتا ہے ان کے سامنے ناپاک چیزوں کی ﴿وَيَضْعِفُ عَنْهُمْ أَصْرَارُهُمْ﴾ اور اُتارتا ہے ان سے ان کے بوجھ ﴿وَالْأَغْلَلُ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ اور طوق جوان پر تھی ﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ﴾ یہیں وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے ﴿وَعَزَّزُوا ذُرَفَهُ﴾ اور اس کی تعظیم کی ﴿وَنَصَرُوا ذُرَفَهُ﴾ اور اس کی مد کی ﴿وَاتَّبَعُوا التَّوْرَاةَ الَّتِي نَبَيَّنَ﴾ اور پیروی کی اس نور کی ﴿أُنزِلَ مَعَهُ﴾ جو اُتارا گیا اس کے ساتھ ﴿أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

### بَنِ اسْرَائِيلَ كَامِطَالَبَهُ

پہلے سے یہضمون چلا آ رہا ہے کہ موسیٰ ﷺ نے جب تورات لا کر قوم کے سامنے پیش کی توقیم نے کہا کہ یہ کتاب بہت مشکل نہ ہم سے اس پر عمل نہیں ہو سکتا لہذا اس کو تبدیل کراؤ یا اس کے احکام میں ترمیم کراؤ۔ اس سلسلے میں موسیٰ ﷺ نے قوم کے ستر نماندے ساتھ لے گئے اور اللہ تعالیٰ سے اپیل کی کہاے پروردگار ای قوم کے فما نکندے میرے ساتھ آئے ہیں یہ کہتے ہیں

کہ اس کتاب کے احکام سخت ہیں ہم سے عمل نہیں ہو سکتا بدل دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جو احکام تھیں دیئے ہیں تمہاری طاقت کے مطابق ہیں (صرف دو نماز یہ اور کچھ احکام تھے وہ ہم پر بھی ہیں)۔ اگر اس میں کوئی کی ہوگی تو میں معاف کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو انہوں نے کافروں سے سنا، مگر کہنے لگے ہمیں کیا معلوم ہے کہ یہ جن بول رہا ہے، بھوت بول رہا ہے، کوئی فرشتہ بول رہا ہے، ہم تو رب تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھیں گے تب مانیں گے۔ اس گستاخی پر اللہ تعالیٰ نے ان پر بجلی گرا لی یہ ستر آدی مارے گے۔ پھر موئی ﴿بِسْمِهِ﴾ کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا۔

اس موقع پر موئی ﴿بِسْمِهِ﴾ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ﴿وَأَكْتُبْ لَنَا﴾ اور لکھ دے ہمارے لیے ﴿فِي هُنْدَةِ الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ اُس دنیا کی زندگی میں بھلائی کہ ہم اپنے کام اور میکیاں کرتے رہیں ﴿وَفِي الْآخِرَةِ﴾ اور آخرت کی زندگی میں بھی ہمارے لیے بھلائی لکھ دے ﴿إِنَّا هُنْدَنَا إِلَيْكَ﴾ بے شک ہم نے رجوع کیا ہے تیری طرف۔

### یہودی کی وجہ تسمیہ

یہودیوں کو یہودی کہنے کی ایک وجہ تفسیروں میں یہ بیان کی گئی ہے کہ موئی ﴿بِسْمِهِ﴾ نے قوم کی نادانی کے بعد ان کی طرف سے دکالت کرتے ہوئے کہا تھا ﴿إِنَّا هُنْدَنَا إِلَيْكَ﴾ ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ ﴿هُنْدَنَاهُ﴾ سے یہودی ہیں، رجوع کرنے والے۔

اور ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یعقوب ﴿بِسْمِهِ﴾ کے بڑے بیٹے کا نام یہودا تھا تو اس کی طرف نسبت کی وجہ سے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ تھوڑے کے عینی حرکت کرنا ہے اور ان کے حافظ جب تورات پڑھتے تھے تو حرکت کرتے تھے لیکن آگے پیچھے ہلتے تھے جیسا کہ حفاظ قرآن جب پڑھتے ہیں تو آگے پیچھے جھوٹتے ہیں اس طرح وہ بھی جھوٹتے تھے، حرکت کرتے تھے اس لیے ان کو یہودی کہا جاتا ہے۔

﴿قَالَ﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿عَذَابٍ أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءْ﴾ پہنچاؤں گا میں اپنا عذاب جس کو چاہوں گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا، سرکشی اور بغاوت پر اترے گا اس کے احکام کی اطاعت نہیں کرے گا اس کو عذاب پہنچا گا ﴿وَرَحْقَنِ وَسَعْتَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ اور میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔ دنیا میں نافرمانوں کو بھی اولاد، مال، روزت ملتی ہے، بادشاہی اور اقتدار ملتا ہے۔

### شیخ محمد بن عربی اور شیطان کا مقابلہ

شیخ محمد بن عربی رضی اللہ عنہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں ان کو شیطان ملا اور کہنے لگا مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ فرمایا ہاں: تو امیں لمحن ہے۔ کہنے لگا اچھا یہ بتاؤ کہ میرے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حصہ ہے یا نہیں؟ فرمایا تیرے لے رب کی رحمت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ شیطان نے کہا کہ پھر آپ نے قرآن تو پڑھا ہی نہیں ہے۔ کہنے لگے قرآن کریم میں نے

پڑھا ہے۔ ابلیس نے کہا قرآن کریم میں آتا ہے ﴿وَرَحْقَنْ وَسَعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ میری رحمت ہر چیز پر وسعت ہے تو میں بھی تو ایک چیز ہوں اور بڑی چیز ہوں تو میرے واطرے رب کی رحمت کیوں نہیں ہے۔

### فَسَكَّتَ الشَّيْخُ شِعْخَ خَامُوشَ ہوَ گَيْرَهُ۔

لیکن ہمارے بزرگوں میں سے دونے اس کا جواب دیا ہے۔ ایک حضرت مولانا محمد قاسم نافتوی رحلہ بانی دارالعلوم دیوبند نے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ہوتا تو کہتا اے ابلیس! تیرے لیے رحمت اس لیے نہیں ہے کہ تو رحمت کی چھتری کے نیچے ہی نہیں آتا۔ رحمت کی چھتری کے نیچے آتا تو رحمت کا کچھ حصہ تجھے ملتا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمائی برداری کر کے تو رحمت کی چھتری کے نیچے نہیں آیا۔

دوسرے جواب حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحلہ نے دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ہوتا تو جواب دیتا کہ تیرے واطرے بھی رحمت کا حصہ ہے۔ وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ تیرے لیے جتنا عذاب مقدر ہے رب تعالیٰ اس سے زیادہ دینے پر بھی قادر ہے مگر وہ اس سے زیادہ عذاب تجھے نہیں دے گا یہ رب کی رحمت ہے۔

فرمایا ﴿قَسَّاَتُهُمَا﴾ پس بہتا کید میں لکھوں گا اس رحمت کو یعنی فرشتوں کو حکم دوں گا لکھنے کا ﴿لِلَّذِينَ يَشْفَعُونَ﴾ ان لوگوں کے لیے جو ذرتے ہیں۔ ایک تو رحمت کا حصہ ان کو ملے گا اور کس کو ملے گا؟ فرمایا ﴿وَيُؤْتُونَ الرَّحْمَةَ﴾ اور جو دیتے ہیں زکوٰۃ۔ مالی عبادات میں زکوٰۃ کا بہت بلند مقام ہے اور رحمت کن کے لیے ہے؟ فرمایا ﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِالْيَتَامَىٰ مُؤْنَثُونَ﴾ اور وہ جو ہماری آئیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جو ایمان نہیں لاتا، زکوٰۃ نہیں دیتا، رب تعالیٰ نے نہیں ذرتا اس کے لیے رحمت کھاں ہوگی وہ تو رحمت کی چھتری کے نیچے آیا ہی نہیں ہے ﴿أَلَّذِينَ يَشْفَعُونَ الرَّسُولَ الْيَقِيْنَ الْأَعْلَى﴾ وہ لوگ ہیں جو اتباع کرتے ہیں اس رسول کا جو تبی ہے کہ اس نے کسی سے پڑھا نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر گزرے ہیں وہ تمام اپنے اپنے ربجے کے مطابق لکھنا پڑھنا جانتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمیٰ تھے۔

### پہلی کتب سماویہ میں حضور ﷺ کی صفات کا موجود ہونا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا أَنْتَ تَشْكُنُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كُشِّبٍ﴾ اور نہیں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے اس سے پہلے کوئی کتاب ﴿وَلَا تَحْكُمُهُ بِسَيِّئَتِكَ إِذَا لَأْمَرْتَ أَبَدَ الْمُبْطَلُونَ﴾ [البکریت: ۲۸] اور نہ لکھتے تھے اس کو اپنے واکیں ہاتھ سے اس وقت البتہ لکھ کرتے باطل پرست لوگ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمیٰ تھے اور اس بات سے سارے بخوبی واقف تھے اور لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو علم نازل فرمایا اس نے ساری دنیا کے علماء کو مات کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اُمیٰ ہیں ﴿الَّذِي يَعْلَمُ ذَنَبَهُ﴾ جس کو وہ پاتتے ہیں ﴿مَكْتُوبًا عَنَّهُ فُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْأَنْجِنَ﴾ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجلیل میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات تورات میں بھی تھیں اور انجلیل میں بھی تھیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نبی مسیح کی صفات اور نشانیاں بھی تورات اور

انجیل میں موجود ہیں۔

ان کی خوبی ہے ﴿لَيَا نَزَّهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ حکم دیتا ہے ان کو نیکی کا کہ اللہ تعالیٰ کو وحدۃ لا شریک مانو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، زکوٰۃ دو، قربانی کرو، حج بولو، پورا تلو، ماپ کر پورا دو، کسی کے ساتھ زیارتی نہ کرو ﴿وَيَنْهَا لَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ اور منع کرتا ہے برائی نے۔ کہ شرک نہ کرو، بدعت سے قریب نہ جاؤ، تکبر سے بچو، کسی کو گال نہ دو، کسی کامال ناجائز نہ کھاؤ، کسی کا حن نہ دباو، کسی سے ساتھ زیارتی نہ کرو۔

### حلال، حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

﴿وَيَعْلَمُ نَحْمُ الظَّلَمَاتِ﴾ اور وہ حلال ہونا بیان کرتا ہے ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کا ﴿وَيَعْتَمِ عَلَيْهِمُ الْجَنَاحُ﴾ اور حرمت بیان کرتا ہے ان کے سامنے ناپاک چیزوں کی۔ ﴿يَعْلَمُ﴾ کے لفظی معنی حلال کرنے کے ہیں اور ﴿يَعْتَمِ﴾ کے لفظی معنی حرام کرنے کے ہیں اور حلال حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حرام و حلال کرنے کا اختیار نہیں۔ حلال اور حرام کرنے کی نسبت آپ ﷺ کی طرف بیان کرنے کی وجہ سے میں نے ترجمہ کیا ہے کہ حلال کو بیان کرتے ہیں اور حرمت کو بیان کرتے ہیں۔

تو مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ حلال کرنا اور حرام کرنا رب تعالیٰ کی صفات ہیں اور مخلوق میں سے یہ صفت کسی کو حاصل نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر صرف اپنی ذات کے لیے شہد کو حرام کیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ تحریم نازل فرمائی ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لَمْ يَحِمِّلْ مَا أَحْلَلَ اللَّهُ لَكَ﴾ اے نبی! آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے حلال نہ کرای ہے ﴿تَبَقِّعُ مَوْضَاتٍ أَرْوَاهُكَ﴾ کیا آپ چلتے ہیں خوشنوری اپنی بیویوں کی ﴿فَقَدْ قَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ شَجَلَةً أَيْمَانَكُمْ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے تمہارے لیے کھول دینا تمہاری قسموں کا۔ فرمایا شہد نہ کھانے کی جو قسم اٹھائی ہے اس کو توڑو کفارہ ادا کرو اور شہد استعمال کرو۔ جب آنحضرت ﷺ کسی چیز کو حرام نہیں قرار دے سکے تو اور کسی کی کیا ایشیت ہے کہ وہ حرام اور حلال نہ کھرا تا پھرے۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ آج بھی دستور ہے اور اس وقت بھی تھا کہ کھانے کے ساتھ بلادر کھتے ہیں۔ ٹماڑ، پیاز، مولی، گاجر وغیرہ۔ تو انہوں نے سلاڈ کھا اس میں لہسن بھی تھا۔ کچا لہسن دل کی بیماریوں کے لیے بہت بڑا علاج ہے۔ ڈاکٹر بھی کہتے ہیں اور حکیم بھی۔ آپ ﷺ نے باقی چیزوں تو تناول فرمائیں مگر قوم (لہسن) کو ہاتھ نہ لگایا اور ساتھیوں کے آگے کرو یا اور فرمایا کہ تم کھاؤ۔ ساتھیوں میں سے کسی نے کہا حضرت! کیا تھوم (لہسن) حرام ہے؟ فرمایا نہیں جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا۔ حضرت! پھر کھاتے کیوں نہیں؟ فرمایا اس لیے نہیں کھاتا کہ تھوم (لہسن) سے بوآتی ہے اور میرے پاس فرشتے آتے ہیں اور فرشتوں کو بوسے نفرت ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ بیاز، ہوم، مولیٰ اور وہ چیز جس سے بوآتی ہو کھا کر فوراً مسجد میں نہ آؤ۔ کیوں کہ فرشتے ہو سے نفرت کرتے ہیں اور یاد رکھنا! حقے کی بوہوم (ہنس) سے بھی زیادہ ہوتی ہے اس کا بھی جسم حکم ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کو بوسے کتنی نفرت ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگاؤ۔ ایک صوفی قسم کے بہت نیک آدمی تھے ان کو تبیر کی تکلیف تھی کسی حکم نے کہا حضرت! آپ حقہ پیا کریں اس سے تبیر (گیس) کو فاکدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حقہ پینا شروع کر دیا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہیں اور سامنے بیٹھنے کی بجائے پیچھے بیٹھ گئے ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کی طرف رخ پھیرا تو آپ ﷺ پھر پیٹھ کی طرف ہو گئے پھر چہرہ آپ ﷺ کی طرف پھیرا آپ ﷺ پھر پیٹھ کے پیچھے ہو گئے۔ بڑے پریشان ہوئے اور اسی پریشانی میں آکھ کھل گئی۔ شاہ عبدالعزیز رضوی اپنے دور میں علم تعبیر کے بڑے ماہر تھے۔ ان کے پاس گئے خواب کی تعبیر کے لیے۔ تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم حقہ تو نہیں پیتے؟ کہنے لگے پیتا ہوں۔ فرمایا ہی وجہ ہے۔ کیوں کہ آنحضرت ﷺ کو حقے سے نفرت ہے۔

لہذا مسجد میں آنے سے پہلے بوكا ازالہ کرو مساوک کے ساتھ، خوشبو لگاؤ۔ اسی لیے حکم ہے کہ جمعہ اور عید کے دن غسل کرو کہ اجتماع ہوتا ہے دوسروں کو شگی نہ ہو۔ رب توفیق دے تو نے کپڑے پہن کر آؤ اور نہ دھلے ہوئے پہن کر آؤ، مساوک کر کے آؤ کیوں کہ بعض حضرات کے منہ سے بوآتی ہے اور بعض حضرات کی بغلوں سے بعض کی ناک اور بعض کے کانوں سے اور بعض کی انگلیوں سے اگرچہ یہ ساری چیزیں غیر اختیاری ہیں مگر شریعت کہتی ہے کہ اس کو در کروتا کہ دوسروں کو نفرت نہ ہو۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ دوسروں کو تکلیف پہنچانا کتنا بڑا اگناہ ہے۔

ایک مسئلہ یہ بھی سمجھ لیں کہ مختلف ضروری غسل مسجد سے باہر جا کر رکتا ہے مگر غسل جمعہ جو سنت ہے کرنا چاہے تو مسجد میں مب رکھ کر اس میں بیٹھ کرے باہر نہیں جا سکتا۔ اسی طرح اگر کسی عورت نے غسل کرنا ہے جو اعتماد نہیں ہے اگر ضروری غسل ہے تو اعتماد والی جگہ سے باہر جا سکتی ہے اگر ضروری نہیں ہے تو جہاں بیٹھی ہے وہاں سے باہر نہ لٹکے۔

تونیر مسئلہ یہ بیان ہو رہا تھا کہ حرام و حلال کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حلال و حرام کا اختیار نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت علی بن ابی ذئب، ابو جہل کی بیٹی جو یہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے تھے آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی ذئب کو بولا یا اور فرمایا کہ اے علی! میں نے سنا ہے کہ تو جو یہ یہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ حضرت علی بن ابی ذئب نے کہا حضرت! کچھ بات ہوئی تو ہے۔ فرمایاں لے لئست اُحْرِمْ حَلَالًا وَ لَا أَحِلْ حَرَامًا“ میں حلال کو حرام نہیں کر سکتا اور حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔“ تیرے ساتھ جو یہ کا نکاح حلال ہے لیکن میری بیٹی کا مزاج اور ہے اور اس خاندان کی عورتوں کا مزاج اور ہے۔ میری بیٹی اس کے ساتھ رہ نہیں سکتی۔ میں باپ ہوں اپنی بیٹی کی طرف سے وکالت کر رہا ہوں اگر ضرور ہی اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا۔ ہے تو میری بیٹی فاطمہ کو طلاق دے دے۔ جس وقت طلاق کا ساتھ حضرت علی بن ابی ذئب کے طو طے اُز گئے پریشان ہو گئے کہنے لگے حضرت! میری تو بہ۔ چنانچہ انہوں نے حضرت فاطمہ بنی ابی ذئب کی زندگی میں کوئی اور

شادی نہیں کی ان کے بعد پھر کنی نکاح کیے۔

### بوجھ اور طوق کی حقیقت

فرمایا ﴿وَيَقُلُّ عَنْهُمْ إِصْرَافٌ﴾ اور اس اتنا ہے ان سے ان کے بوجھ ﴿وَالْأَغْلَى الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ اور طوق جوان پر تھے۔ رہایہ سوال کہ وہ بوجھ اور طوق کیا تھے؟ تو بہت ساری چیزیں ہیں۔ مثلاً: ان پر زکوٰۃ چوتھائی تھی، چار سو میں سے ایک سو دینا پڑتا، چار ہزار میں سے ایک لاکھ اور آپ ﴿مَنْهِلَةٍ لِّلَّهِ﴾ کی شریعت میں چالیسوں حصے ہے کہ چالیس بھروسے تو پھر ایک سو ہے، چالیس ہزار ہوں تو ایک ہزار ہے۔ ان کے لیے مال غیرمت حلال نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے غیرمت کا مال بھی حلال فرمایا ہے، ان کے مردوں کی نماز مسجد کے بغیر نہیں بوتی تھی اور ہماری شریعت میں ہر پاک جگہ پر نماز درست ہے، اُن کو تم کی اجازت نہیں تھی ہر حال میں وضو کرنا پڑتا تھا، اگر کپڑے پر نجاست لگ جاتی تو وہونے سے پاک نہیں ہوتا تھا کاشا پڑتا تھا۔ مثلاً: یہ میرے پاس کمل ہے کسی وقت انسان کی نکسر پھوٹ پڑتی ہے، بدن میں پھوڑے کا زخم ہوتا ہے اس پر خون کے قطرے لگ جاتے ہیں تو وہونے سے پاک ہو جائے گا اور اگر کاشا پڑتا تو یہ کتنا قیمتی کپڑا ہے اندازہ لگاؤ کتبے نقصان کی بات ہے۔

ان پر بہت سی پابندیاں تھیں بعض تغیروں میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو گناہ کرتا تو صحیح کو فرشتے اس کے دروازے پر لکھ دیتے تھے کہ فَعَلَ كَذَّابًا فَلَا يُكَفِّرُ فَلَمَّا نَفِدَ حَرَكَتْ کی ہے۔ یہ تمام بوجھ اور طوق کی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﴿مَنْهِلَةٍ لِّلَّهِ﴾ کے دلیل سے اتنا دیئے۔

﴿فَالَّذِينَ أَمْسَا بِهِمْ هُنَّ وَلُوْغُ جُوَاسِ پِرِ الْيَمَانِ لَا نَعْلَمُ مَعْلَمَهُ﴾ اور اس کی تعظیم کی ﴿وَتَصَدُّدُهُ﴾ اور اس کی مدد کی ﴿وَاتَّبَعُوا النُّؤُمَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ﴾ اور پیروی کی اس نور کی جو اتنا اگیا اس کے ساتھ۔ وہ نور یہ قرآن کریم ہے۔ چھٹے پارے میں آتا ہے ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُّورًا مُّبِينًا﴾ [آلہ نامہ: ۲۷] اور ہم نے نازل کیا تم پر نور میں۔ اور سورۃ تغابن میں ہے ﴿فَإِمْرَأٌ بِالشَّوْرَسُولِهِ﴾ ”کس ایمان لا و اللہ تعالیٰ یہ اور اس کے رسول پر ﴿وَالنُّورُ الَّذِي أُنْزِلَنَا﴾ اور اس نور پر جس کو ہم نے اتنا رہے۔ یہ قرآن نور ہدایت ہے، نور حق ہے، نور توحید، نور سنت ہے۔ ﴿أَوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ یہی لوگ ہیں فلاج پانے والے۔ جن کی خوبیاں اوپر بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انہی اوصاف والا بنائے اور آنحضرت ﴿لِلَّهِ الْيَمِنُ﴾ کا صحیح معنی میں قیمع اور پیروکار بنائے۔

### سورة حلقہ

﴿قُلْ﴾ اے نبی کریم ﴿مَنْهِلَةٍ لِّلَّهِ﴾! آپ کہہ دیں ﴿إِنَّمَا يُهَا اللَّائِسُ﴾ اے انسانو! ﴿إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا جَوَيْنَاهُ﴾ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف ﴿الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ وہ اللہ جس کے لیے

حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ نہیں ہے کوئی معبد گروہی ﴿يُحِبُّ وَيُبَيِّنُ﴾ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ﴿فَآمُتُوا بِإِلَلَهٖ﴾ پس تم ایمان لا و اللہ تعالیٰ پر ﴿وَرَسُولُهُ﴾ اور اس کے رسول پر ﴿الثَّقِيلِ﴾ جو نبی ہے ان پڑھ ﴿الَّذِي يُؤْمِنُ بِإِلَلَهٖ﴾ وہ نبی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے ﴿وَكَلِّتِهِ﴾ اور اس کے فعلوں پر ﴿وَأَتَهُونَ﴾ اور تم اس کی پیروی کرو ﴿لَعْلَكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ تاکہ تم ہدایت پا جاؤ ﴿وَمِنْ قَوْمٍ مُّؤْلَسِي أُمَّةٌ﴾ اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک گروہ تھا ﴿يَهُدُونَ بِالْحَقِّ﴾ جو راہنمائی کرتا تھا حق کے مطابق ﴿وَيَهُوَ يَعْلَمُونَ﴾ اور اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے تھے ﴿وَقَطْعَنُهُمُ الْمُتَّقِيَّ عَشْرَةً أَسْبَاطًا أَمَّا﴾ اور ہم نے ان کو جداً جداً کر دیا بارہ خاندانوں کے گروہ بنایا کہ ﴿وَأُوْحِيَنَا إِلَى مُؤْسَى﴾ اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی طرف ﴿إِذَا اسْتَسْقَهُ قَوْمٌ﴾ جس وقت پانی مانگاں اسے ان کی قوم نے ﴿أَنْ أُصْرِبَ تَعَصَّبَ الْحَجَرَ﴾ یہ کہ مارا پینی لائی پھر پر ﴿فَالْبَيْجَسْتُ مِنْهُ﴾ پس پھوٹ پڑے اس پھر سے ﴿أَنْتَاعْشَرَةً عَيْنًا﴾ بارہ چشمے ﴿قَدْ عِلِمَ كُلُّ أَنَّا يُسَ﴾ تحقیق جان لیا ہر گروہ نے ﴿مُشَرِّبُهُمْ﴾ اپنی پانی پینے کی جگہ کو ﴿وَظَلَّلَنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامُ﴾ اور ہم نے سایہ کیا ان پر بادلوں کا ﴿وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلَوَى﴾ اور نازل کیا ہم نے ان پر من اور سلوی ﴿كُلُّا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا تَرَكَتُمْ﴾ کھاؤ ان پا کیزہ چیزوں سے جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے ﴿وَمَا ظَلَمْنَاكُمْ﴾ اور انہوں نے نہیں ظلم کیا ہم پر ﴿وَلَكُنْ كَلَّوْا أَنفُسَهُمْ يَظْلَمُونَ﴾ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ﴿وَإِذْ قُتِلُوا نَهُمْ﴾ اور جب کہا گیا ان سے ﴿إِسْكَنُوا أَهْنَى الْقَرْيَةَ﴾ شہر و اس بستی میں ﴿وَكُلُّا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ﴾ اور کھاؤ اس سے جہاں سے چاہو ﴿وَقُوْلُوا حَاجَةً﴾ اور کہو ہمارے گناہ معاف ہو جائیں ﴿وَإِذْ حَلُوا الْبَابَ سُجَّدُوا﴾ اور داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے ﴿تَعْفُرُ لَكُمْ حَطَبَتِكُمْ﴾ بخش دیں گے ہم تمہارے گناہ ﴿سَتَرِيْدُ الْمُخْسِنِينَ﴾ اور بتا کید ہم زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو ﴿قَبَدَلَ الَّذِي يَنْظَلِيْلُهُمْ﴾ پس بدل دی ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا تھا ان میں سے ﴿تَوْلِيْلَ الَّذِي يَنْظَلِيْلُهُمْ﴾ بات سوا اس کے ﴿قُتِلَ لَهُمْ﴾ جوان سے کبھی کوئی تھی ﴿فَإِنْ سَلَّمَنَا عَلَيْهِمْ بِرَجْزَهِ﴾ پس بھیجا ہم نے ان پر عذاب ﴿فَنَّ السَّمَاءَ﴾ آسمان سے ﴿بِهَا كَلَّا يَأْتِيْلُهُمْ﴾ اس وجہ سے کہ تھوڑہ ظلم کرتے۔

### عامگیر رسالت

اس سے پہلی آیات میں یہود و نصاریٰ کو توجہ دلائی گئی تھی کہ تمہاری طرف اس پیغمبر کو بھیجا گیا ہے ﴿يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عَذَابَمُ فِي الشَّوَّالِ وَالْأَمْبَلِ﴾ اس کو پاتے ہیں وہ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجلی میں۔ اور جب وہ پیغمبر تشریف لے

لے تو انہوں نے اہلان کیا ۔ اے نبی کریم ملئیلہ علیہ السلام ! آپ کہہ دیں ۔ (یا ایسا انسان) اے انسانو ! اے اپنے رسول اللہ علیہ السلام جیسیتا ہے بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف ۔ خطاب عام ہے ۔ نہیں فرمایا کہ اے عرب یا اے عمومی، اے کالے رنگ والو یا گورے رنگ والو ! بلکہ فرمایا ۔ (یا ایسا انسان) اے انسانو ! اور صرف انسان ہی نہیں بلکہ آپ علیہ السلام تمام کائنات کے لیے رسول ہیں ۔ چنانچہ سورۃ فرقان میں ہے ۔ (شَرِيكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَنَذِّكِرَ لِلظَّالِمِينَ تَذَكِيرًا) ”بڑی برکت دینے والی ہے وہ ذات جس نے امارا ہے فرقان اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے وہ تمام جہاں والوں کے لیے ذرا نہ والا۔“ تو عالمین انسان جنات سب پر بولا جاتا ہے ۔ لہذا آپ علیہ السلام کو سب کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ۔ حدیث پاک میں ہے آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا : بُعْثَتْ إِلَى الْأَسْوَدِ وَالْأَخْمَرِ إِلَى الْبَيْنِ وَالْأَنْبَسِ ”مجھے اللہ تعالیٰ نے کالے، سرخ، انسان، جنات، سب کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے ۔“ تمہام مکلف مخلوق آپ کی رسالت ماننے کی پابند ہے ۔ آگے اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جس نے اس پیغمبر کو بھیجا ہے ۔ فرمایا ۔ (لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) وہ اللہ جس کے لیے حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی ۔ ساری کائنات کا خالق، مالک، رازق، پروردگار ۔ (لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) نہیں ہے کوئی معبد و مکروہی، اس کا کوئی شریک نہیں ہے ۔

### عبدات کے لائق صرف اللہ تعالیٰ

الله کے معنی دشکیر اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی حاجت رہ نہیں ہے، مشکل کشا نہیں ہے، فریدار س نہیں ہے، دشکیر نہیں ہے لہذا اس کے سوانح در دنیا ز کے لائق کوئی نہیں ہے ۔ فقہائے کرام محدثینہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد یا عورت اس طرح مبت مانتا ہے کہ اگر ہمارا فلاں میری غصہ تدرست ہو گیا یا میں امتحان میں کامیاب ہو گیا یا میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنی چیز فلاں بزرگ کے نام پر دوں گا تو وہ کافر ہو گیا، دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ۔ اس لیے کہ مذر عبادت ہے وَالْعِبَادَةُ لَا تَنْجُوزُ لِمَغْلُوقٍ اور عبادت مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے ۔ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی معبد نہیں ہے، کوئی مسجد نہیں ہے، کوئی عالم الغیب نہیں ہے، کوئی حاضر و ناظر نہیں ہے، کوئی اختار کل نہیں ہے، تمام جہانوں کے اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں ۔

(يُنِي وَيُبَيِّثُ) وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے (فَإِيمَانُ الْمُؤْمِنِ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ) پس تم ایمان لا اے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر (الْعَقْدُ الْأَمْنِ) جو نبی ہے اُن پڑھ۔ رسول کا معنی ہے لوگوں کو پیغام پہنچانے والا اور نبی کا معنی ہے خبر دینے والا۔ رسول، اللہ تعالیٰ کے پیغام بھی پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے لوگوں کو خبردار بھی کرتا ہے ۔ اور آپ علیہ السلام اُنی ہیں یعنی مخلوق میں سے آپ علیہ السلام نے کسی سے نہیں پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو وہ علوم عطا فرمائے کہ دنیا کے تمام عوام ان کے سامنے پیچے ہیں ۔

(الَّذِي يُؤْمِنُ بِالْقُوَّةِ كُلِّهِ) وہ نبی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اس کے فیصلوں پر حکموں پر (ذَلِيلٌ) اور تم

اس کی چیزوں کو جو عمل انہوں نے کیے ہیں ان پر چلو **لَعْلَكُمْ تَفْتَدُونَ** ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ ہدایت آنحضرت مسیح علیہ السلام

نقش قدم پر چلنے ہی سے حاصل ہوگی۔

### یہود کا تذکرہ

آئے پھر یہود یوس کا ذکر ہے **وَمِنْ قَوْمٍ قَوْمٌ مُّؤْلِسُ أُمَّةٌ** اور موئی **بِيَهُ** کی قوم میں سے ایک گروہ تھا **لَقَدْ دُونَ** پالنچی ہے جو راہنمائی کرتا تھا حق کے مطابق۔ لوگوں کو بتاتا تھا کہ حق یہ ہے اس پر قائم رہو **وَدِيهِ يَعْدُلُونَ** ہے اور اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے تھے۔ لیکن تھے تھوڑے سے کیوں کہ یہاں میں تبعیضی ہے اور اہل حق ہمیشہ تھوڑے رہے ہیں اکثریت ہمیشہ باطل کی رہی ہے۔ آٹھویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو کہ مشرکین مکنے کہا تھا مردم شماری کرائیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ لوگ زیادہ ہیں یا آپ کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وَإِنْ شَفِعًا كُثْرًا مِّنْ فِي الْأَرْضِ يُفْسِلُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ** [الانعام: ۱۱۶] "اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو ہر کادر میں گے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔"

### قلت، کثرت حق پر وال نہیں

اکثریت تو ہمیشہ گراہوں کی رہی ہے قلت، کثرت کا کوئی سوال نہیں ہے حق، حق ہے چاہے حق والے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے چیغہ بہر حضرت مظہر بن صفوان **عَلَيْهِ السَّلَامُ** کا صرف ایک انتی تھا اور ایسے چیغہ بھی گزرے ہیں کہ جن کو ایک امتی بھی نہیں ملا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسے چیغہ بھی تشریف لا سیکیں گے جن کے ساتھ ایک امتی ہوگا اور ایسے بھی ہوں گے کہ جن کے ساتھ دو امتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے کہ جن کے ساتھ تین امتی ہوں گے اور وہ بھی ہوں گے جن کے ساتھ چار امتی ہوں گے اور وہ بھی ہوں گے جن کے ساتھ پانچ امتی ہوں گے اور وہ بھی ہوں گے جن کے ساتھ دس امتی ہوں گے اور وہ بھی ہوں گے جن کے ساتھ جماعت ہوگی اور سب سے زیادہ آنحضرت **صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ** کی امت ہوگی۔ اس لیے آپ **صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ** نے فرمایا: **تَرَوْجُوا الْوَلُوْدَ الْوَلُوْدَ اِلَّيْ مُخَالِرُ بِكُمُ الْاَمْمَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** "ایسی عورتوں کے ساتھ شادی کرو جو بنی زیادہ حسنے والیاں ہوں کیونکہ مجھے امت کی اکثریت کی وجہ سے قیامت والے دن فخر ہوگا۔" اور وہ بچے جو ماں کے پیٹ میں جان پڑ جانے کے بعد مرد پیدا ہوا مرد میں وہ بھی باقاعدہ آئے گا۔

### یوم قیامت پنجے کا جھکڑا

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایسا بچہ کہ ماں کے پیٹ میں اس کے اندر جن پڑ چکی تھی اور مر گیا مردہ پیدا ہوا وہ تیامت والے دن بڑا جھکڑا کرے گا جس وقت اس کے ماں باپ کو فرشتے دوزخ کی طرف لے جائیں گے وہ ماں باپ کا دامن پکڑ لے گا۔ فرشتے کہیں گے کہ تم جنت میں جاؤ ان کو ہم دوزخ میں لے جائیں گے۔ وہ کہے گا میں تو اپنی ابو کے ساتھ جاؤں گا اور

اتبا جھگڑا کرے گا کہ رب تعالیٰ فرمائیں گے اسے جھگڑا لو پچے اماں باپ کا دامن بکڑ لے اور ان کو جنت میں ساتھ لے جا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَقَطْعَنَاهُمْ أَشْتَقَى عَشَرَةَ أَسْبَاطًا أَمْبَاءِهِ﴾ اور ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا بارہ خاندانوں کے گروہ بنانا کر۔ اسرائیل حضرت یعقوب ﷺ کا لقب تھا یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی ہے عبد اللہ۔ حضرت یعقوب ﷺ کے بارہ بیٹوں میں سے ایک حضرت یوسف ﷺ بھی تھے۔ حضرت یعقوب ﷺ کی بیٹی کوئی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان بارہ بیٹوں کی آسمانیں جلالی اور وہ مستقل بارہ خاندان بنے۔ ان کے متعلق فرمایا کہ ہم نے ان کو بکھیر دیا بارہ خاندانوں کے گروہ بنانا کر ہے اور حیناً إِنْ مُؤْتَمِّنِي ﷺ اور ہم نے وحی کی موی ﷺ کی طرف ﴿إِذَا سَئَلَكُمْ قَوْمٌ﴾ جس وقت پانی مانگا ان سے ان کی قوم نے ﴿أَنْ أُصْرِبَ تَعْصَمَ الْحَجَرَ﴾ یہ کہ ما را پنی لاخی پتھر پر ﴿فَأَلْبَثَ جَسَتْ وَمِنْهُ أَشْتَقَى عَشَرَةَ عَيْنَاتٍ﴾ پس پھوٹ پڑے اس پتھر سے بارہ چشمے۔ یہ دادی تیہ کا وادعہ ہے آج کل کے جغرافیے میں اس کا نام دادی سینا ہے۔

۱۹۶۷ء کی جنگ میں دادی سینا ہی پر یہودیوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ یہ میدان چھتیس میل لمبا اور چونہ میل چوڑا ہے اور سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کا کچھ حصہ تو مسرکوں گیا ہے لیکن فوجی اہمیت کا حامل حصہ جہاں تیل ہے وہ اب بھی یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔

### بنی اسرائیل کا انکار و جہاد

حضرت موی ﷺ بنی اسرائیل کو لے کر جب اس میدان میں پہنچتے تو قوم سے فرمایا کہ شام فلسطین حاصل کرنے کے لیے عمل قوم سے جہاد کرنا ہے۔ کیوں کہ وہ اس علاقے پر قابض تھی۔ قوم نے کہا کہ وہ بڑی سخت جنگ جو قوم ہے، ہم ان کے ساتھ میں لا سکتے ﴿فَإِذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هُنَّا فِي عِدْوَنَ﴾ [آل عمران: ۲۳]۔ آپ اپنے رب کے ساتھ جا کر لزیں ہم یہاں پہنچے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ علاقہ چالیس سال کے لیے حرام کر دیا۔ چالیس سال تک اسی دادی سینا ہی میں پھرستے رہو۔ یہ لوگ لاکھوں کی تعداد میں تھے مرد، عورتیں، بچے، بوز ہیے، نوجوان، ان کی ضرورتوں میں سے پانی بھی تھا، کھانا بھی تھا، سایہ بھی تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سارے انتظام کیے۔ پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے ﴿فَذَلِيلَمْ كُلُّ أَنْتَ اِنْ مُشَرَّبَهُمْ﴾ جان لیا بر گروہ نے اپنی پانی پینے کی جگہ کو۔ کہ یہ چشمہ یوسفیوں کا ہے، یہ روپیلوں کا ہے، یہ بنی ایمنیوں کا ہے، یہ یہودیوں کا ہے تا کہ آپس میں جھگڑا نہ کریں ﴿وَظَلَّلُنَا عَلَيْنَهِمُ الْعَذَابُ﴾ اور ہم نے ان پر سایہ کیا بارلوں کا۔ کیونکہ وہ حکما میدان تھا اور کوئی درخت وغیرہ نہیں تھا باغیوں کی بھی اللہ تعالیٰ نے پوری مدد کی پھر خواراک کا مسئلہ پیدا ہوا کہ خواراک کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ انبیاء کرام ﷺ بھی کھانا کھاتے تھے۔

کافروں نے آنحضرت ﷺ کو طعنہ دیا کہ ﴿قَالَ هَذَا الرَّسُولُ يَا أَكْلُ الظَّعَامَ وَ يَتَشَبَّهُ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ [الفرقان: ۷۷]۔ اس نبی کو کیا ہو گیا ہے کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی سودا لینے دینے کے لیے جاتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَا لَكُونَ الظَّاعَامَ﴾ [الأنبياء: ۸، پارہ: ۲۷] "ہم نے پیغمبروں کے ایسے جسم نہیں بنائے کہ کھانا نہ کھا سکیں۔" پیغمبروں کو بھوک بھی لگتی ہے پیاس بھی لگتی ہے۔

### جنگ و احزاب

غزوہ خندق سخت سردی کے موسم میں تھا اور بھوک کا زمانہ تھا دس ہزار کے قریب کافروں کی فوج تھی اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی مدنیہ طیبہ ہی میں لڑائی کا فیصلہ ہوا شہر کے تین اطراف محفوظ تھے اگر اس طرف سے دشمن حملہ کرتا تو چند آدمی بھی مقابلہ کر سکتے تھے ایک طرف کھلانیدان تھا حضرت سلمان فارسی علیہ السلام کے مشورے سے اس طرف خندق کھودی گئی۔ آپ ﷺ نے دس دس آدمیوں کو ایک ایک ٹکڑا کھوئے کے لیے دیا اور فرمایا کہ خندق اتنی گہری ہو کر آدمی اس میں اتر کر اوپر نہ چڑھ سکے اور نہ ادھر سے ادھر پھلانگ سکے بلکہ گھوڑا بھی نہ پھلانگ سکے۔ کھدائی کے دوران میں ایک سخت چمٹان آگئی جرا زور لگایا گیا مگر وہ کمال وغیرہ سے نہ ٹوٹی۔ ساتھی آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت! ہم بھوکے بھی ہیں اور جنан بڑی سخت ہے، ہم سے ٹوٹ نہیں رہی اور بھوک کی وجہ سے ہم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ ترمذی شریف اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا ہے دیکھو! میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں۔

تو پیغمبروں کو بھی بھوک پیاس لگتی ہے گری سردی بھی لگتی ہے بخار بھی ہوتا ہے اور دوسرا تکالیف بھی ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو در حقیقت اتنا تیز ہوا کہ آپ ﷺ دو دون گھر سے باہر تشریف نہیں لائے اور ایک موقع پر گھنٹوں کا اتنا شدید درد تھا کہ بینہ نہیں سکتے تھے پیشاب بھی کھڑے ہو کر کیا۔ تمام اواز مات بشیری پیغمبروں کے ساتھ تھے۔

### بنی اسرائیل کے لیے کھانے کا انتظام

تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے کھانے کا انتظام فرمایا ﴿وَأَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ النَّحْرَ وَالسُّلْوَى﴾ من کا معنی کھیر اور سلوی کا معنی بثیر۔ اور نازل کیا ہم نے ان پر من اور سلوی۔ ایک پلیٹ میں کھیر ہوتی تھی اور ایک پلیٹ میں بھنے ہوئے بثیر ان کے سامنے آجائے تھے اور حکم تھا کہ صبح، شام وقت پر ان کو کھاؤ، پچا کر کھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وقت پر پھر آ جا سکی گے۔ چالیس سال تک انہوں نے کھیر اور بثیر کھائے لیکن انہوں نے اس کی قدر نہیں کی۔ کہنے لگے ﴿لَيْسَ لَكُمْ لَئِنْ تَضَعُرُ عَلَى طَعَامِ ذَاجِرٍ﴾ اے مویں ملیٹا! ہم ایک کھانا کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے۔" ہمارے لیے ہسن، پیاز وغیرہ کا انتظام کرو جس کی تفصیل پہلے پارے میں گزر چکی ہے۔

فرمایا ﴿لَكُنْ أَوْنَ قَبْلَتِ مَا تَرَأَ فَتَلَمَّمِ﴾ کھاؤ ان پا کیزہ چیزوں سے جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے ﴿وَمَا ظَلَمْنَاكُمْ﴾ اور انہوں نے نہیں ظلم کیا، م پر، ہمارا کیا بگاڑا ہے؟ لیکن کافر اآلِ فَلَمْ يَظْلِمُنَّهُمْ لیکن اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے۔ وادیٰ تیہی میں مویں ملیٹا کو حکم آیا کہ ہارون ملیٹا کو بتائے بغیر فلاں جگہ پر پہنچو وہاں ان کی جان نکالی جائے گی۔

چنانچہ موی میلہ حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے گئے۔ وہاں ایک پنگ پر اہوا تھا فرمایا تم یہاں نیٹ جاؤ۔ جب وہ لیئے تو فرشتوں نے اپنی کارروائی شروع کر دی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا خدا عنیوں نیمُوشی اے موی! تو نے میرے ساتھ دھوکا کیا پہلے بتایا نہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کے تین سال بعد حضرت موی میلہ کی بھی وفات ہوئی۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف بن نون علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی اور چالیس سال بھی گزر چکے تھے یوڑھے غلامی کے مارے ہوئے مر گئے تھے تھی پودے نے آزاد آب و ہوا دیکھی تھی ان کو لے کر حضرت یوسف میلہ نے عمالقہ قوم پر حملہ کیا۔ لڑائی ہوئی لیکن انہوں نے بھی کمزوریاں دکھائیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِذْ قَتَلَ قَاتِلَهُ﴾ اور جب کہا گیا ان سے ﴿فَأَنْكُنُوا هُنُّكُمْ وَالْقَزْيَةُ هُنَّهُمْ﴾ ظہرہ و اس بستی میں۔ ہتھی سے مراد بیت المقدس ہے بیت المقدس کے پاس صہیون نامی ایک پہاڑ تھا جو سطح سمندر سے سات آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع تھا پہلے اس پہاڑ پر ظہرے اور مسجد قصیٰ بیت المقدس شہر میں ہے اس وقت اس پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ ۱۹۲۷ء کی جنگ میں انہوں نے اس علاقے پر قبضہ کر لیا تھا ابھی تک مسلمان و اپنی نہیں لے سکے۔

تو ان سے کہا گیا کہ بیت المقدس میں ظہرہ و ﴿فَلَكُنُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ﴾ اور کھاؤ اس سے جہاں سے چاہو۔ یہ برا رخیز علاقہ تھا اور ہے۔ وہاں باغات ہیں، سبز یاں ہیں، فصلیں ہیں، بہت کچھ ہے ﴿وَقُولُونَ حَظْلَةً﴾ اور کہو ہمارے گناہ معاف ہو جائیں۔ مگر انہوں نے کہا حظْلَةٌ ہمیں گندم چاہیے۔ ﴿وَإِذْ خُلُوا الْبَابُ سُجَدُوا﴾ اور داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے۔ شہر کے چاروں طرف دیوار تھی جس کو فصلی البلد کہتے تھے اس میں دروازے تھے جس طرح شہر گورنمنٹ اسکے اردوگرد دروازے ہیں سیالکوٹی دروازہ، کھیالی دروازہ، گرجا گھی دروازہ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح بیت المقدس شہر کے بھی دروازے تھے۔

تو جو دروازہ مصر کی جانب سے تھا اس سے داخل ہونے کا حکم ہوا کہ داخل ہو جاؤ سجدہ کرتے ہوئے ﴿فَلَمَفَرَّتُمْ حَتَّىٰ تَبَيَّنَ لَكُمْ أَنَّهُمْ بَغْشَوْا بَعْضَ دِيْنِكُمْ﴾ بخش دیں گے ہم تمہارے گناہ ﴿سَتَرَيْدُ الْمُخْسِنِينَ﴾ اور بہتا کید ہم زیادہ دیں گے تسلی کرنے والوں کو یعنی بخشش کے علاوہ اور عنایتیں بھی ہوں گی۔ ﴿فَبَدَلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَمْنَهُمْ﴾ پس بدل دی ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا تھا ان میں سے یعنی سب نہیں مگر ان میں سے جو ظالم تھے انہوں نے بدل دی ﴿فَوَلَا غَيْرُ الَّذِينَ قُتِلُوا لَهُمْ﴾ بات سوائے اس کے جوان سے کہی گئی تھی ان سے تو کہا گیا تھا کہ کہو ﴿حَظْلَةً﴾ ہمارے گناہ معاف کر دے اور انہوں نے کہا حظْلَةٌ ہمیں گندم چاہیے یا کہا کہ حنْظَلَةٌ فی شَعِيرَةٍ کہ ہمارے لیے شے کے اندر گندم ہونی چاہیے۔ اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کی بجائے چوتھی گھنیتے ہوئے داخل ہوئے جس طرح چھوٹے بچے زمین پر خود کو گھنیتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

اس طرح انہوں نے حکم حدودی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دونوں حکم تبدیل کر دیے ﴿فَاتَّسْلَمَ عَلَيْهِمْ بِرَجُزٍ أَوْنَ السَّيَّاهَ﴾ پس بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسان سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جاگوں کو مسلط فرمایا جس سے ایک دن میں صحیح سے لے کر دو پھر تک ستر بزرگ آؤی سر گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ بلا وجہ کسی قوم کو سزا میں بدل نہیں کرتا بلکہ ﴿لَهُ مَا كَانُوا

يَطْلَبُونَ<sup>۱۰۸</sup> اس وجہ سے کہ تھے وہ قلم کرتے تو ان کو نافرمانی کی سزا ملی۔ اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی سے بچائے اور اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

## سیدنا موسیٰ

﴿وَسَأَلُوكُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ﴾ اور آپ سوال کریں ان سے اس بستی کے متعلق ﴿الْقَرْيَةَ كَانَتْ حَافِزَةً لِّلْبَحْرِ﴾ جو سمندر کے کنارے پر تھی ﴿إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبَقِ﴾ جب کہ یہ لوگ تجاوز کرتے تھے ہفتے کے دن ﴿إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ﴾ جس وقت آتی تھیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں ﴿يَوْمَ سَبَقُوهُمْ شَرَعاً﴾ جس دن ان کا ہفتہ ہوتا تھا بالکل ظاہر ﴿وَيَوْمَ لَا يَسْبِقُونَ﴾ اور جس دن ان کا ہفتہ نہیں ہوتا تھا ﴿لَا تَأْتِيهِمْ﴾ مچھلیاں نہیں آتی تھیں ان کے پاس ﴿كُلُّ ذَلِكَ﴾ اسی طرح ﴿نَبْلُوْهُمْ﴾ ہم نے امتحان لیا ان کا ﴿بِهَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے ﴿وَإِذْ قَاتَلُتُ أَمَّةً مِّنْهُمْ﴾ اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے ﴿لَمْ يَعْظُمُونَ﴾ کیوں نصیحت کرتے ہو تم ﴿قَوْمًا إِنَّ اللَّهَ مُهْلِكُ لَهُمْ﴾ قوم کو کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے ﴿أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَدَآيَاشِدِيَّدًا﴾ یا ان کو سزادی نے والا ہے سخت سزا ﴿قَاتَلُوا﴾ انہوں نے کہا ﴿مَغْنِيَّةً إِلَى سَرِيْكُمْ﴾ عذر کرتے ہوئے تمہارے رب کے سامنے ﴿وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ اور شاید کہ وہ نجک جائیں گناہ سے ﴿فَلَمَّا أَسْوَاهُ﴾ پس جس وقت بھلا دی انہوں نے ﴿مَاذَ كُرُوا﴾ وہ چیز جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی ﴿أَتَجَيَّبُ إِنْذِينِي﴾ ہم نے نجات دی ان لوگوں کو ﴿يَهُؤُنَ عَنِ السُّوءِ﴾ جو منع کرتے تھے برائی سے ﴿وَأَخْذُنَا إِنْذِينِي﴾ اور پکڑا ہم نے ان لوگوں کو ﴿خَلَبُوا﴾ جنمون نے ظلم کیا ﴿وَعَدَ إِبْرَاهِيمَ﴾ سخت عذاب میں ﴿بِهَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے ﴿فَلَمَّا عَشَوا﴾ پس جب انہوں نے سرکشی کی ﴿عَنْ مَانِهِوْاعَنَّ﴾ اس چیز سے جس سے ان کو روکا گیا تھا ﴿قُتِلَ الَّهُمَّ﴾ ہم نے ان کو کہا ﴿كُونُوا قَدَّةً لَّهُ خَسِيْدَنَ﴾ ہو جاؤ تم بند رفیل۔

## بنی اسرائیل کی نافرمانی اور شرارتیں

بنی اسرائیل کی کچھ روی، نافرمانی اور شرارتیں کا ذکر چلا آرہا ہے اگرچہ وہ سارے ہر نہیں تھے مگر ان کی اکثریت بڑوں کی تھی۔ بحر قلزم کے کنارے ایک شہر تھا اس وقت اس کو ایلی کہتے تھے اور آج کل اس کو ایلات کہتے ہیں یہ یہودیوں کی بندرگاہ ہے۔ ہزار ہا سال سے یہ شہر چلا آرہا ہے۔ چول کہ یہ لوگ سمندر کے کنارے پر رہتے تھے مجھلیوں کا شکار کرتے تھے خود بھی کھاتے تھے اور دور دراز تک سپاٹی بھی کرتے تھے جس سے ان کو خوب کمال حاصل ہوتی تھی۔

حضرت داؤد عليه السلام کا زمان تھا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا اور فرمایا کہ تم ہفتے کے دن شکار نہیں کر سکتے باقی دنوں میں کر سکتے ہو اور ہفتے کے چوتھیں گھنٹے صرف عبادت کرنی ہے شکار کرنا منع ہے۔ اسلامی لحاظ سے غروب آفتاب کے ساتھ ہی تاریخ بدل جاتی ہے۔ مثلاً: جمعہ والے دن جب سورج غروب ہو گا تو ہفتے کا دن شروع ہو گیا اور انگریزی اعتبار سے رات کے بارہ بجے تاریخ بدلتی ہے۔

بہر حال ہفتے والے دن کے چوتھیں گھنٹے ان کے لیے شکار منوع تھا جس طرح ہمارے لیے جمع کی پہلی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیلنے تک جرکام حرام ہے سوائے اس کے جس کا تعلق نماز جمع کے ساتھ ہے اور اذان سے پہلی اذان مراد ہے اور سب کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ **الْمُعْتَدِلُ هُوَ الْأَذَانُ الْأَوَّلُ** پہلی اذان معتبر ہے اور اس مسجد کا استخارہ ہو گا جہاں یہ نماز جمع پڑھتا ہے۔ تو اذان ہو جانے کے بعد کھانا حرام، پینا حرام، لکھنا حرام، پڑھنا حرام، بیچنا حرام، خریدنا حرام۔ ہاں اوضو کر سکتا ہے، غسل کر سکتا ہے، سواک کر سکتا ہے، کپڑے بدل سکتا ہے، خوشبو لگا سکتا ہے۔ یعنی جن کاموں کا تعلق نماز جمع کے ساتھ ہے وہ کر سکتا ہے۔ امام خطیب اپنا مضمون دیکھ سکتا ہے، قرآن و حدیث سے فقیہ کہوں سے کیونکہ ان کا تعلق جمع کے ساتھ ہے البتہ مسافر پر جمع فرض نہیں ہے لہذا وہ خرید و فروخت کر سکتا ہے اور مقامی لوگوں پر جمع فرض نہیں ہے پانچ نمازوں کی طرح عمل کا مسئلہ ہے اچھی طرح زہن نہیں کر لیں کہ جس پر جمع فرض ہے پہلی اذان کے بعد کوئی کام نہیں کر سکتا۔ پہلے ہماری اذان آدھا گھنٹہ پہلے ہوتی تھی مسئلہ بتا کر تھک گئے مگر لوگ باز نہیں آتے تو ہم نے اپنے خیال کے مطابق یہ فیصلہ کیا کہ آدھا گھنٹہ کی وجہے کچھ وقت پہلے ہو جائے تاکہ لوگ گنگہ کار ہونے سے نجگ جائیں۔ تو ہمارے لیے تو صرف ڈیرہ دو گھنٹے کا وقت ہے کہ اس میں ہر وہ کام حرام ہے جس کا تعلق جمع کے ساتھ نہیں ہے مگر ان کے لیے چوتھیں گھنٹے کی پابندی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَوَسْلَهُمْ﴾ اور آپ ان سے سوال کریں ﴿عِنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي﴾ اس بحث کے متعلق ﴿كَلَّتْ حَاضِرَةُ الْبَغْرِ﴾ جو سمندر کے کنارے پر تھی، بحثی ایڈٹ ﴿إِذْ يَقْدُمُونَ فِي الْأَسْبَتِ﴾ جب کہ یہ لوگ تجاوز کرتے تھے ہفتے کے دن میں کہ ہفتے والے دن بھی شکار کرنے سے باز نہیں آتے تھے حالانکہ ان کے لیے حرام تھا ﴿إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ﴾ جس وقت آتی تھیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں۔ حیتان حُوت کی جمع ہے بمعنی مچھلی۔ ﴿يَوْمَ سَبَقُوكُمْ﴾ جس دن ان کا ہفتہ ہوتا تھا ﴿فَمُؤْمِنُوْهُمْ عَلَيْهِ﴾ بالکل ظاہر۔ پانی کے اوپر تیرتی ہوئی مچھلیاں نظر آتی تھیں اور ان کے منہ سے رال پکتی تھی کہ سمنے پھر رہی ہیں ﴿وَيَوْمَ لَا يَشِئُونَ﴾ اور جس دن ان کا ہفتہ نہیں ہوتا تھا ﴿فَلَا تَأْتِيهِمْ﴾ مچھلیاں نہیں آتی تھیں ان کے پاس۔ کیونکہ ان دنوں میں وہ ان کو چھیڑتے تھے شکار کرتے تھے اور ہفتے والے دن چونکہ چھیڑتے نہیں تھے اس لیے وہ کھلے طور پر پانی کے اوپر پھرتی تھیں۔

﴿كَذِيلَكُ﴾ اسی طرح ﴿نَبَأُوكُمْ﴾ ہم ان کا امتحان لیتے رہے ﴿إِنَّا كَلَّا نَوْا يَفْسُقُونَ﴾ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ اس سلطے میں ان کے تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ وہ تھا جو حیلے بہانے سے شکار کرتا تھا وہ اس طرح کہ انہوں نے بحر قلزم کے ساتھ ساتھ تالاب بنائے۔ ہفتے والے دن پانی ان تالابوں میں چھوڑ دیتے مچھلیاں تالابوں میں آجائیں تو پیچھے سے

بند کر دیتے اور پھر سارا بھتہ پکڑتے رہتے اور دوسرا اگر وہ تھا جھوٹوں نے ان کو شروع شروع میں منع کیا جب دیکھا کہ یہ باز نہیں آتے تو انہوں نے کہا کہ اپنی مرضی کرو اور سمجھانا چھوڑ دیا شکار کرنے سے روکا نہیں یہ سمجھ کر کہ ہم نے فریضہ ادا کر دیا ہے اور خود بھی شکار نہیں کرتے تھے اور تیسرا اگر وہ تھا جو آخر دم تک ان کو روکتا اور منع کرتا ہے کہ شکار کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔

مردوں اور عورتوں کے لیے مسئلہ یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَنْ زَائِي مُنْكَرًا فَلَئِنْغَيْرَهُ بِيَدِهِ "جو تم میں برا کام دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے روک کے۔" یہ ہاتھ سے روکنا اس کے لیے ہے جس کے پاس طاقت اور قدرت ہو فیان لَهُ يَسْتَطِعُ فَإِلَيْسَا نِيَّةً أَنْ يَحْمِلَهُ اگر زبان سے روکنے کی طاقت نہیں ہے کہ لوگ سخت قسم کے لڑاکا اور فیان قسم کے ہیں تو پھر دل سے برا سمجھے اور اگر برائی کو دل سے بھی برا نہیں سمجھتا تو فرمایا اس کے دل میں برتی برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ آج دیکھو! گھروں میں فاشی ہے، اُنی وہی لگا ہوا ہے اور اس کو محسوس بھی کوئی نہیں کرتا۔ بھولی! نمازوں کا کیا فائدہ، روزوں کا کیا فائدہ؟ بے شک نماز، روزہ بڑی نیکی ہیں مگر یہ خرافات نیکیوں کو برپا کر دیتی ہیں۔

### امر بالمعروف و نهى عن المنكر

اور مسئلہ یاد رکھنا! امر بالمعروف نہیں عن المنکر بر مسلمان کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَلَتَكُنْ فِتْنَةُ أَمَّةٍ يَذْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَا يَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [آل عمران: ۱۰۳] "تم میں سے ایک جماعت ہو جو خیر کی دعوت دے اور معروف کا حکم کرے اور برائی کے کاموں سے روک کے۔" تو مجموعی طور پر تبلیغ فرض کفایہ ہے اگر ایک جماعت ادا کرتے تو دوسرے گناہ سے فیکجا کیں گے اور امر بالمعروف ہر جگہ ہے اپنی بیوی کو، بچوں کو، بہنوں کو، بھائیوں کو سمجھاؤ۔ چھوٹوں کو، بڑوں کو، استاد، شاگردوں کو امر بالمعروف کرتا ہے۔ گھر سے نکلنے کی ضرورت نہیں چل پھر کرتبلیغ کرنا فرض کفایہ ہے۔

آج عورتیں کافی موجود ہوں گی میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں چند مسائل ہیں ان کا ضرور خیال رکھیں۔ ناخن پاش لگانے سے نہ وضو ہوتا ہے نہ غسل ہوتا ہے نہ نماز۔ لہذا جو عورت تمہارے پاس آئے اس کے ناخن دیکھو اور اس کو زمی سے سمجھاؤ کہ بہن، بیٹی! اس ناخن پاش سے نہ وضو ہوا، نہ غسل اور جتنی نمازیں پڑھی ہیں وہ سمازی تیری گردن پر اسی طرح ہیں اور بعض عورتیں بطور فیشن کے لبے لبے ناخن رکھتی ہیں ان کے نیچے مٹی جم جاتی ہے پانی نہیں پہنچتا حالانکہ نیچے والی سطح کا بھی گناہ فرض ہے تو جب پانی نہ پہنچتا تو نہ وضو ہوا، نہ غسل، پڑھی ہوئی نماز بھی اسی طرح گردن پر باقی ہے۔

عورتوں نے تاک میں کو کے ڈالے ہوتے ہیں تو کو کے کا جو سوراخ ہے اگر اندر سے سوئی کے برابر بھی خشک رہ گیا تو وضو نماز کوئی شے نہیں ہوگی۔ اگر ہازو چھوٹا ہے ایک انگلی کے برابر نماز و نگاہے عورت کی نماز نہیں ہو سکی۔ باریک دو ہناء ہے مملک کا یا جارجٹ کا کہ پہنچنے ہوئے بال نظر آتے ہیں عورت کی نہ نہیں ہوگی چاہے بھی بند کر کے تاریک مرے میں پر ہے۔ یہ نہ

بڑے اہم ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ بے دھو سجدہ کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ تو ناخن پالش سے دھو تو نہ ہوایہ بے چاری نماز پڑھنے کی جدہ کرنے کی کافر ہو گئی تکاٹ ٹوٹ گیا۔ یہ ظاہر چھوٹے مسائل ہیں مگر پہاڑ سے بڑے ہیں۔ لہذا ان مسائل کو خوب یاد رکھو اور آج کے تبلیغ کرو اور نرمی کے ساتھ سمجھاؤ نہیں کہ دہبروں کے سر پر ڈنڈا مارو اور کھوادے نماز، اوپر روزہ دار، اوپر ایس طرح توڑا ای شروع ہو جائے گی۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرماتھے ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور بعد میں دعا کی اللہُمَّ ارْحَمْنِي وَرَحِمْنِي (رَبَّكَ) وَلَا تُعَذِّّمْ مَعْنَى أَحَدًا اے اللہ مجھ پر رحمت نازل فرما اور آنحضرت ﷺ اور کسی پر نازل نہ کرنا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَقَدْ تَحْجَرْتَ وَأَسْعَى "اللہ تعالیٰ کی رحمت تو سب کے لیے ہے تو نے اس کو ٹنگ کر دیا ہے۔" یہ بات کر کے وہ آگے چلا اور مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے کہا او؟ کیا کر رہا ہے؟ اس کے پیچے دوڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو نہ روکنے دو۔ کیوں کرنے دو؟ وجہ یہ ہے کہ جب اس نے پیشاب شروع کر دیا ہے تو روکنے سے اسے تکلیف ہو گی اور دوسرا وجہ یہ ہے تم اس کے پیچے دوڑے کے وہ آگے دوڑے گا تو ساری مسجد کو گندرا کرے گا اب تو ایک جگہ ہے یہاں سے صاف کرنا آسان ہے۔ جب اس نے پیشاب کر لیا تو آنحضرت ﷺ نے اس کو بلا یا اور فرمایا اور یک ہوا یہ مسجد یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کے لیے ہیں، نیکوں کے لیے ہیں، پیشاب پا خانے کے لیے ہیں ہیں۔ نرمی کے ساتھ اس کو سمجھایا اور جو صحابہ کرام ﷺ پیچے دوڑے تھے ان کو بھی تعبیر فرمائی اِنَّمَا بِعِثْثَمَةِ مُبَتَّيِّرِ يَنَّ لَا تَبْغُونَ مُعْتَيِّرَيْنَ "اللہ تعالیٰ نے تمھیں نرمی کے لیے بھیجا ہے تھی کے لیے نہیں بھیجا۔ تو عزیز و امکنہ بتاؤ، سمجھاؤ نرمی کے ساتھ، ڈانگ (ڈنڈا) نہ مارو، سختی کرنے سے فتنہ فساد ہو گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِذْ قَاتَلَ أَهْمَّ فِتْنَهُمْ﴾ اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے ﴿لِمَ تَعْطُلُونَ إِنَّمَا اللَّهُ مُفْلِكُهُمْ﴾ کیوں نصیحت کرتے ہو تم اس قوم کو کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے ﴿أُو مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا﴾ یا ان کو مزرا دینے والا ہے سخت سزا۔ یہ اس گروہ نے کہا جو ایک دو دفعہ تبلیغ کر کے خاموش ہو گیا تھا اور ان کو کہا جو آخر تک ان کو روکتے اور منع کرتے رہے کہ بفتے والے دن شکار نہ کرو۔ ان کو کہا کہ چھوڑ کیوں ان کے پیچے پڑے ہوئے ہو ان کو رب تعالیٰ نے ہلاک کرنا ہے یا سزادے گا۔ ﴿قَالُوا هُنَّا مُعْنَى رَبِّ الْأَنْتَلَمْ﴾ عذر کرتے ہوئے تمہارے رب کے سامنے کہ اسے پروردگار اہم ان کو آخر تک سمجھاتے رہے ﴿وَلَعَلَّهُمْ يَتَقَوَّنُونَ﴾ اور شاید کہ وہ فتح جائیں گناہ سے کسی بھی وقت، اس لیے سمجھانا ہمارا فریضہ ہے وہ مانیں یا نہ مانیں ﴿فَلَمَّا سَوَّا﴾ پس جس وقت بھلا دیا انہوں نے ﴿فَمَذْكُورُوا بِهِ﴾ وہ چیز جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی۔ جس کے ذریعے ان کو بار بار یاد دہائی کرائی گئی۔ تذکیرہ کا معنی بار بار یاد کرنا۔

تین گروہوں کا ذکر ہے

﴿أَنْجَنَّا الَّذِينَ يَأْتُونَ عَنِ الْشَّوَّهِ﴾ ہم نے نجات دی ان لوگوں کو جو منع کرتے تھے برائی سے ﴿وَأَخْذَنَا الَّذِينَ

﴿لَمْ يَأْتُوا﴾ اور پکڑا ہم نے ان لوگوں کو جھوٹ نے ظلم کیا ﴿بِعَذَابٍ أَبَدِيٍّ﴾ سخت عذاب میں۔ کیوں پکڑا؟ ﴿هُنَّا كَانُوا يَأْتِيُونَ﴾ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ منع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے نجات عطا فرمائی اور نافرمانوں کو عذاب میں گرفتار کیا اور وہ جو قیصر اگر وہ تھا کہ ایک دو دفعہ منع کرنے کے بعد خاموش ہو گیا تھا اس کا ذکر نہیں کیا۔

عمر مدد و نفع حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں ان سے پوچھا گیا کہ قیصرے گروہ کا کیا بناء زمیٰ یا نجات؟ فرمایا اس نہیں ملی کیونکہ انہوں نے مچھلیوں کا شکار بھی نہیں کیا اور ابتداء منع بھی کیا اگرچہ بعد میں خاموش ہو گیا چونکہ ان کا خاموش رہنا چھپی بات نہیں تھی اس لیے رب تعالیٰ نے ان کا ذکر نہیں کیا کہ وہ قبل تعریف نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قُلْنَا عَنْكُمْ﴾ پس جب انہوں نے سرکشی کی ﴿عَنْ مَا تَنْهَا عَنْهُ﴾ اس چیز سے جس سے ان کو روکا گیا تھا ﴿قُلْنَا لَهُمْ﴾ ہم نے ان کو کہا ﴿لَمْ نُؤْتُكُمْ دَةً طَهِيْرَةً﴾ ہو جاؤ تم بندروں لیل۔ یہاں بندروں کا ذکر ہے اور چھٹے پارے میں ہے ﴿وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقَرْدَةَ وَالْحَازِرَةَ﴾ [المائدہ: ۲۰] اور بنایا ان میں سے بعض کو بندرا اور بعض کو خنزیر کی شکل میں مسخ کیا۔ مفسرین کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ بوڑھوں کو خنزیر اور جوانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا تین دن وہ بندرا اور خنزیر ہے اس کے بعد ان کو ہلاک کر دیا گیا ان بندروں اور خنزیروں کی آنکھیں نسل نہیں چلی۔ آج جو دنیا میں بندرا اور خنزیر ہیں یہ حیوانات کی نسل ہیں اور شروع سے چلی آ رہی ہے۔ تفسیروں میں ہے کہ جب ان کو بندرا اور خنزیر بنادیا گیا تو ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور وہ تو تھے کہ ان کو بندرا اور خنزیر بنایا گیا ہے۔

### اعمال کا بگاڑا اور اس کی صزا

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ آخری دو ریس میری امت میں سے بھی کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر بنایا جائے گا۔" سوال کرنے والے نے پوچھا حضرت! وہ کلمہ پڑھنے والے نہیں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلمہ تو کیا یُصْلُونَ وَيَصُوْمُونَ نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے اور روزے بھی رکھتے ہوں گے وَيَحْجُّونَ اور حج بھی کرتے ہوں گے لیکن گانے سنتے کے شو قمین ہوں گے۔ یوں سمجھو کئی وہی کے آگے بیٹھے بیٹھے، گانے سنتے سنتے سو جائیں گے صح کو انہیں گے تو بعض بندرا اور بعض خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔ بخاری شریف، ابو داؤد شریف، ترمذی شریف اور منند احمد کی روایت ہے کہ یوز ہے خنزیر اور نوجوان بندروں نے گے پھر ان کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا۔

یاد رکھو! جو نکیاں کرتے ہو ان کی حفاظت بھی کروتا کہ تمہارے حق میں رہیں۔ نوجوانو! رمضان المبارک میں تم نے نمازیں شروع کر دیں رمضان شریف کے بعد ان کو چھوڑنہ دینا۔ بے شک رمضان کی برکات بہت ہیں مگر پانچ نمازیں تو ہمیشہ کے لیے فرض ہیں۔ روزوں (کے میانے) کے بعد اپنے اندر انقلاب محسوس کرو۔ ہمارے ایک بزرگ تھے مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی ریٹائرڈ فاضل دیوبند تھے یہاں بھی آتے رہتے تھے شاعر بھی تھے مہاجر تھے۔ انہوں نے یہاں مہاجروں کی

کیفیت دیکھی کہ ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تو اس پر حضرت نے شعر بولا:

ز میں بد لی زماں بد لامکیں بد لے مکاں بد لہ

نہ تو بد لانہ میں بد لاؤ جو بد لاؤ پھر تو کیا بد لہ

لبذا روزوں (رمضان) کے بعد تمہاری کیفیت بد لی چاہیے۔ یعنی کرو بدی سے پر ہیز کرو، نمازیں باجماعت پڑھنے کی پابندی کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔



﴿وَإِذَا دَأَنَ رَبْنَكَ﴾ اور جس وقت واضح طور پر اعلان کردیا تیرے رب نے ﴿لَيَبْعَثُنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾ البتہ ضرور صحیح گا ان یہودیوں پر قیامت کے دن تک ﴿مِنْ يَسُوْفُهُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ﴾ ایسے لوگوں کو جوان کو ضرور دیں گے جسرا ﴿إِنَّ رَبَّكَ﴾ بے شک تیرارب ﴿أَسْرِيَّةِ الْعِقَابِ﴾ جلد سزاد ہے والا ہے ﴿وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ مَّرَّاجِعِهِمْ﴾ اور بے شک وہ بخشنے والا ہیران ہے ﴿وَقَطَعْهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَّاً﴾ اور ہم نے ان کو جدا جدا کرو یا زمین میں میں گروہ در گروہ بنایا کر ﴿مِنْهُمُ الظَّالِمُونَ﴾ بعض ان میں سے نیک ہیں ﴿وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ﴾ اور بعض ان میں سے اس کے سوا بھی تھے ﴿وَلَمَّا نَهَمُ بِالْحَسَنَاتِ وَالشَّيَّاطِينَ﴾ اور ہم نے امتحان لیا ان کا نیکیوں کے ساتھ اور برائیوں کے ساتھ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ تاکہ یہ لوگ والہیں لوٹ آئیں ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ﴾ پس خلیفہ بنے ان کے بعد تاہل لوگ ﴿وَرَثُوا الْكِتَبَ﴾ جو وارث ہوئے کتاب کے ﴿يَأْخُذُونَ عَرْضَ هُنَّا الْأَذْفَنِ﴾ لیتے رہے اس گھٹیازندگی کا سامان ﴿وَيَقُولُونَ﴾ اور کہتے ہیں ﴿سَيْغَفِرُلَّهَا﴾ بہتا کید ہمیں بخش دیا جائے گا ﴿وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مُّثُلٌ﴾ اور اگر آئے ان کے پاس اس جیسا اور سامان ﴿يَأْخُذُوهُ﴾ تو اس کو لے لیتے ہیں ﴿أَلَمْ يُؤْخَذُ عَلَيْهِمْ مِّثْقَلُ الْكِتَبِ﴾ کیا نہیں لیا گیا تھا ان سے پختہ عمدہ کتاب میں ﴿أَنَّ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ﴾ کہ وہ نہ کہیں گے اللہ تعالیٰ پر مگر حق ﴿وَدَرَسُوا مَا فِيهِ﴾ اور پڑھا انھوں نے جو کچھ اس میں لکھا ہوا تھا ﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالْأُخْدَدِ﴾ خیز ہے اور آخرت کا گھر بہت بی بہتر ہے ﴿لِلَّذِينَ يَسْتَقُونَ﴾ ان لوگوں کے لیے جو ذرتے ہیں ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ کیا پس تم سمجھنے نہیں ہو ﴿وَاللَّذِينَ يَمْسِكُونَ بِالْكِتَبِ﴾ اور وہ لوگ جو مضبوطی سے پڑتے ہیں کتاب کو ﴿وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ﴾ اور قائم رکھتے ہیں نمازو کو ﴿إِنَّا لِنَصْرِيفُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ﴾ بے شک ہم نہیں ضائع کرتے اصلاح کرنے والوں کا اجر۔

پہلے سے بنی اسرائیل کا ذکر چلا آ رہا ہے ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے بڑی مہربانیوں کیں۔ من و سلوتی ان پر نازل فرمایا، ان کے لیے پھر سے پانی کے چشمے جاری فرمائے، دریا کو ان کے لیے پھاڑا، بادلوں سے ان پر سایہ کیا، بہت کچھ کیا لیکن یہ بڑی نافرمان اور ضدی قوم تھی اور زیادتی بھی تھی۔ یہ دخوبیاں ہیں ان کی، ذہین اور ضدی۔ جب انہوں نے نافرمانی کی حدیں تو زدیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۴۷ اذْنَنَ رَبِّكُمْ ۝ اور جس وقت واضح طور پر اعلان کر دیا تیرے رب نے اپنے پیغمبروں، کتابوں اور صحیفوں کے ذریعے ﴿لَيَبَعَثُنَا عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ البتہ ضرور بصحبے گا ان یہودیوں پر قیامت کے دن تک۔ بھیجے گا یعنی بھیجتا رہے گا ۴۸ هُنَّ يَسْوَفُهُمْ سُوءُ الْعَرَابِ ۝ ایسے لوگوں کو جوان کو ضرور دیں گے بڑی سزا۔ ان کو تکلیفیں پہنچا سکیں گے۔ یہود اس زمانے میں مغضوب علیہم تھے اور بوجود مال دار ہونے کے صدھا سال تک غلامی میں رہے اور ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ اس وقت بھی اگر امریکہ جیسے بدمعاش، برطانیہ اور فرانس ان کی مدد نہ کریں تو چند لمحے بھی نہیں خبر رکھتے۔

### اجماع اہل یہود اور اہل ایمان سے لڑنا

آج ہے تقریباً ساختم سال پہلے حدیث کی پہنی کتاب مشکوہ شریف ہم نے پڑھی۔ جس وقت یہ حدیث ہمارے سامنے آئی یُقَاتِلُونَكُمُ الْيَهُودُ یہودی تمہارے ساتھیوں گے وَتُقَاتَلُونَ الْيَهُودُ اور تم یہودیوں کے ساتھ لڑو گے۔ ہم بڑے تحران ہوئے کہ یہودیوں کے ساتھ ہماری کیا لڑائی ہوگی اور ان کی ہمارے ساتھ کیا لڑائی ہوگی؟ ان کی کیا حیثیت ہے کہ اس وقت فلسطین میں چھ سات ہزار یہودی تھے۔ ہم نے استاذ مختار حضرت مولانا عبد القدیر صاحب طلبیہ سے سوال کیا کہ حضرت! ان لوگوں سے لڑنا تو ہماری تو ہیں ہوگی کہ میدان میں ایک پہلوان ہوا دردسری طرف بچ ہو تو پہلوان کی تو ہیں ہوتی ہے یہودی تو ہمارے مقابلے میں بچے ہیں۔ حضرت نے فرمایا "میں (یہ حضرت کا تکمیلہ کلام تھا) اس وقت ان کو قوت حاصل ہو جائے گی جب ان کی تباہی کا وقت آئے گا ان کو پر لگ جائیں گے۔ پیونٹی کی جب موت آتی ہے تو اس کو پر لگ جاتے ہیں۔"

اس وقت ہماری سمجھو میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ ان کو قوت کس طرح حاصل ہو جائے گی؟ میکن دیکھتے دیکھتے ہی اب دہاں ۸۸۰ لاکھ یہودی ہیں اور ان خبیث حکومتوں نے تجویز کارافراؤ جو اکثر فوجی ہیں دہاں جمع کر دیئے ہیں۔ اس وقت دنیا میں اللہ کے اعتبار نے یہودی تیسرے نمبر پر ہیں۔ ایتم بم تک انہوں نے تیار کر لیا ہے۔ بے چارے صدام نے سراخایا ہے تو اس کو ان خبیثوں نے کچنا شروع کیا ہوا ہے۔ اس کی کچھ نادینیاں بھی ہیں اگر وہ نادینی نہ کرتا اور اگر اب بھی نہ کرے تو خیر ہے لیکن وہ بھی بڑا ضدی آدمی ہے اس کی نادینی کی وجہ سے آنھلاکھ آدمی پہنچے شہید ہوئے ہیں۔ (اور اب اسے بھی امریکہ نے چھانی دے دی ہے)۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہود پر دردسری قوموں کو مسلط کیا وہ ان کو تکلیفیں دیتے رہے۔ اس وقت کافی قوت ہونے کے باوجود آس پاس کے مجاہدین سے ذرتے رہتے ہیں اور موت سے جتنا یہودی ذرتے ہیں اتنا دینا کی اور کوئی قوم نہیں ذرتی۔ پہلے

پارے میں ہے ﴿وَلَئِنْجَدَتُهُمْ أَخْرَقْتُهُمْ عَلَىٰ حَيْوَةٍ﴾ اور البتہ تم ان لوگوں کو زندگی پر زیادہ حریص پاؤ گے۔ ”عام لوگوں سے بھی ذرا سی تھاہ ہو جائے تو ان پر خوف طاری ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ضرور سزا دے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور وہ وقت تربیت آپ کا ہے کہ دنیا سے ان کا وجود ختم ہو جائے گا۔ یہودیوں کو اگر غیر مسلموں میں سے کسی نے سمجھا ہے تو ہم نے سمجھا ہے باقی کافروں میں سے کوئی ان کو صحیح معنی میں سمجھنیں سکا۔ اس نے ان کا صفا یا کیا تھا ساری دنیا میں انہوں نے خوب شک پھیلائی ہوئی ہے، خفیہ تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں ان کو مالی قوت پہنچاتے ہیں اور سازشیں کرتے رہتے ہیں اور ظاہری طور پر خود خاموش رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَتَسْرِيَةُ الْعِقَابِ﴾ بے شک تیرارب جلد سزادینے والا ہے مجرموں کو ﴿وَإِنَّهُ لَغَنِيمٌ نَّجِيْمٌ﴾ اور بے شک وہ بختیں والا ہمیں ہے ﴿وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَّا يَهُمْ أَوْ هُمْ نَّےْ ان کو جدا جدا کر دیا ز میں میں گروہ در گروہ بنایا کر۔ اس وقت دنیا کے بیشتر علاقوں میں ان کے کارخانے ہیں، ان کی تنظیمیں ہیں، بڑے مال دار ہیں اور سب پر چھائے ہوئے ہیں۔ باد جو داں کے کھیسائیں ان کو اپنے برابر نہیں سمجھتے مگر ان کا اثر ور سوچ اتنا ہے کہ ان کے پنجے سے نکل نہیں سکتے۔

﴿وَمِنْهُمُ الشَّرِيكُونَ﴾ بعض ان میں سے نیک ہیں۔ سارے بڑے نہیں ہیں بنی اسرائیل صد یوں پر محیط ہیں ان میں نیک اور اللہ والے بھی ہوئے ہیں ﴿وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ﴾ اور بعض ان میں سے اس کے سوا بھی تھے بڑے اور حد سے نکلنے والے ﴿وَبَلَوْ نَهْمٌ بِالْحَسْنَةِ﴾ اور ہم نے ان کا امتحان لیا تیکیوں کے ساتھ۔ کہ ان کو مال دیا، اولاد دی، عزت دی، راحتیں پہنچائیں، حکومت دی ﴿وَالثَّيَاتِ﴾ اور برائیوں کے ساتھ کہ پریشانیوں میں بتلا کیا ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجُعُونَ﴾ تاکہ یہ لوگ داپس لوٹ آگئیں گناہ چھوڑ کر۔ اللہ تعالیٰ پریشانیوں میں بتلا کرتا ہے تاکہ لوگ رجوع کریں۔ مثلاً: ذیڑھ دو ماہ سے ہم پر دھنڈ مسلط ہے کاروبار زندگی معطل، جہازوں کے نظام میں گڑبرد، بریفک کا نظام درہم برہم، لیکن توبہ کرنے والے کتنے لوگ ہیں۔ جس طرح پہلے تھے اسی طرح ہیں کسی پر کوئی اثر نہیں ہے الاما شاء اللہ کچھ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو تائب ہوئے ہیں۔ تو یہ آفات رب تعالیٰ کی طرف سے تنبیہات ہوتی ہیں جب لوگ رجوع نہیں کرتے تو پھر سخت گرفت آتی ہے اللہ تعالیٰ سمجھو عطا فرمائے۔

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ﴾ پس خلیفہ بنے ان کے بعد نا اہل لوگ۔ خلف لام کی زبر کے ساتھ ہو تو معنی ہوتا ہے صحیح جائشیں اور اگر خلف لام کے سکون کے ساتھ ہو تو معنی ہوتا ہے نا اہل۔ اگر کہا جائے ک فلاں، فلاں کا خلف الرشید نہ ہے تو معنی ہو گا کہ فلاں فلاں کا صحیح جائشیں ہے اور اگر کہا جائے ک فلاں، فلاں کا خلف الرشید ہے تو معنی ہو گا فلاں فلاں کا نا اہل جائشیں ہے۔

تو اس کے بعد نا اہل لوگ آئے ﴿وَرَبُّهُمُ الْكَلِبُّ﴾ جو وارث ہوئے کتاب کے یعنی تورات کے یہاں کی مرکزی کتاب تھی ہزارہ سال تک لوگ اس پر عمل کرتے آئے ہیں لیکن نا اہل لوگوں نے کیا کام کیا ﴿يَا حَدُّونَ عَرَضَ هُنَّ الْأَذْلِ﴾ لیتے رہے اس چھیا زندگی کا سامان۔ غلط فتوے دیتے تھے اور جذر سے رقم زیادہ مل جاتی اس کے حق میں فیصلہ اور فتویٰ دے دیتے۔ آج ہماری عدالتوں کا بھی بھی حال ہے اگرچہ اچھے نجیبی موجود ہیں انصاف اور دینت والے، لیکن اکثریت ایسوں کی ہے جو مال

لے کر مجرم کو غیر مجرم اور غیر مجرم کو مجرم بنا دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کہتے ہیں ﴿وَيَقُولُونَ﴾ اور کہتے ہیں ﴿سَيَغْزِلُنَّا﴾ جو ہے ہا کید ہمیں بخش دیا جائے گا۔ اس لیے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں، نبیکوں کی اولاد ہیں، ہمارا نام یہودی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِنْ يَأْتُهُمْ عَرَضٌ مُّتَلِّهٌ﴾ اور اگر آئے ان کے پاس اس جیسا اور سماں ﴿يَاخْدُوْهُ﴾ تو اس کو لے لیتے ہیں۔ ان کا چیز نہیں بھرتا لوگوں کا ہاتھ مال لیتے ہیں۔

### یہودی علماء اور بدعاۃ

رسویں پارے میں آتا ہے ﴿إِنَّ كَفِيرَاتِنَّ الَّذِينَ أَهْبَأْتِنَّ إِلَيْهِمُ الْمُكْوَنَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ ”بے شک بہت سے عالم اور درویش البتہ کھاتے ہیں لوگوں کا مال باطل طریقے سے۔“ تو یہودیوں کے مولویوں اور پیروں کام تھا کہ وہ لوگوں کا مال بھی ناجائز طریقے سے کھاتے تھے اور ان کے ایمان پر بھی ذاکر کے ذلتے تھے اور عوام یہ سمجھتے تھے کہ یہ جو کچھ کہا رہے ہیں یہی دین ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کر اہل بدعت نے اذان سے پہلے اور بعد میں صلوٰۃ والی جو بدعت شروع کی ہے آنے والی نسلیں یہ سمجھیں گی کہ یہ اذان کا جزو ہے اور دین میں اتنی احتیاط ہے کہ ﴿وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے بعد آئیں یہ دعا ہے لیکن قرآن کریم کے کسی نئے میں تحسیں آمیں لکھی ہوئی نظر نہیں آئے گی کہ کوئی یہ سمجھ لے کہ یہ قرآن کا حصہ ہے۔ اس امت نے قرآن کو محفوظ رکھا ہے اس کی زیر زبر تنک کی حفاظت کی ہے۔

بعض لوگوں نے قرآن کریم کا صرف ترجمہ شائع کیا تھا عربی حروف کے بغیر اس زمانے میں حضرت مولا نا احمد علی صاحب لاہوری رض نے ان کے خلاف آواز بلند کی میں خود ان کے پاس پہنچا اور ان کی کھل کرتا تھا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ ان لوگوں نے اپنے ذوق کے مطابق ترجمہ کیا تھا لفظی ترجمہ نہیں تھا آئے والی نسلوں کو اگر اس ترجمہ پر چھوڑ دیا جاتا تو قرآن کریم کا حلیہ بگز جاتا۔ اس لیے یاد رکھنا! کوئی بھی ایسا ترجمہ کہ جس کے ساتھ قرآن کریم کے الفاظ نہ ہوں مت خریدنا اور نہ پڑھنا۔ وہ ترجمہ پر جو جس کے ساتھ اصل متن موجود ہو۔

یہودیوں نے غیر دین کو دین میں شامل کر کے دین کا نقشہ بدل دیا تھا حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کے ساتھ یہودیوں کی مخالفت کی تھی وجہ تھی۔ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام فرماتے تھے کہ دین میں جو تم نے رکھیں نکالی ہوئی ہیں وہ دین نہیں ہے اور وہ ان کی کمائی کا سلسلہ تھا پیش کا سارا دھندا اس پر چلتا تھا تو ان کے مولویوں اور پیروں نے عوام کو حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کے خلاف کر دیا کہ یہ ہمارے دین پر حملہ کرتا ہے ان کے خلاف انہوں نے تحریک چلانی حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان کو سوی پر لٹکاؤ یہ ہمارے دین کا مخالف ہے۔ حالانکہ وہ بدعاۃ کو دین سے الگ کرنا چاہتے تھے یہ مخالف ہو گئے کیونکہ ان کے پیش پر زور پڑتی تھی اور مخالفت میں یہاں تک چلے گئے کہ ﴿فَقَوْلُهُمْ عَلَى مَرْدِيَّةٍ هُمْ تَأْكُلُونَهُمْ﴾ [الناء: ۱۵۶] اور حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام پر بڑا بہتان باندھنے پر۔ کہنے لگے یہ کہتا ہے کہ میں مصلح ہوں یہ تو حالی نہیں ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) مصلح کیسے ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ قِيمَاتُ الْكِتَابِ﴾ کیا نہیں لیا گیا تھا ان سے پختہ عہد کتاب میں، تورات میں وعدہ نہیں لیا گیا تھا ﴿أَن لَا يَقُولُوا عَلَى النَّبِيِّ كَوَدْ نَبِيٍّ كَمِّيْسَ گَرَبَرَخَن﴾ کروہ نہیں کہیں گے اللہ تعالیٰ پر بکرخن۔

### رشوت ستانی

یعنی وہ باشیں کہیں گے جو رب تعالیٰ نے فرمائی ہیں مگر یہ تو غلط فتوے اور خلاف شرع فیصلہ کرتے ہیں اور زندہ اللہ تعالیٰ کے لگاتے ہیں اور اس کے بد لے جو رشوت لیتے تھے اس کو نذر ان کے بنتے تھے۔ یا درکھنا! جس آدمی کے ہاتھ میں کچھ اختیار ہے اس کو جو بھی دے گے رشوت ہوگی۔ چاہے کسی بھی نام سے دے، عیدی کہہ کر دیا جائے، ہدیہ کہہ کر دیا جائے وہ رشوت ہی ہے۔ اور اگر وہ حکمران نہیں ہے تو ہدیہ دے عیدی دو سب جائز ہے اور یہ جو حکمران دوسرے ملکوں کے دورے پر جاتے ہیں اور ان کو حکومتوں کی طرف سے تحفے تھائے ملتے ہیں وہ ان لوگوں کی ذات کے لیے جائز نہیں ہیں وہ حکومت کا مل ہے مگر یہ لوگ کروڑوں کے تحفے اپنے لیے لیتے ہیں، یہ جائز نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور محفوظ رکھے۔

تو ان سے عہد لیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حق بات ہی کہیں گے ﴿وَذَرْ سُوَا قَافِيْهِ﴾ اور پڑھا نہیں نے جو کچھ ان میں لکھا ہوا تھا۔ رب تعالیٰ نے جو احکام دیئے تھے سب پڑھتے تھے دنیا کی طرف اتنا ز جھکو ﴿وَاللَّا إِلَّا أَخْدَهُ حَقِيقَةً﴾ اور آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے۔ دنیا کے لیے غلط طریقے خاختیار کر دو، کتاب اللہ کو نہ بدلو، غلط فتوے نہ دو، رسم و رواج کی ترویج نہ کرو اور ان کے ذریعے مل نہ کھاؤ، آخرت کو سامنے رکھو آخرت کا گھر بہت بہتر ہے۔ لیکن کن لوگوں کے لیے ﴿لَئِنِّي  
يَشْفَعُونَ﴾ ان لوگوں کے لیے خود رتے ہیں ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ کیا پس تم سمجھتے نہیں ہو کہ عارضی شے عارضی ہوتی ہے اور داعی شے داعی ہوتی ہے۔ حق حق ہے، باطل باطل ہے، بحق بحق ہے، جھوٹ جھوٹ ہے، ایمان ایمان ہے، کفر کفر ہے۔ اتنی واضح بات بھی تم کو سمجھ نہیں آتی۔

فرمایا ﴿وَالَّذِينَ يَمْسِكُونَ بِالْكِتَابِ﴾ اوزوہ لوگ جو مضبوطی سے پکڑتے ہیں کتاب کو تمکن کا معنی ہے سی شے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا اسے پڑھتے بھی ہیں سمجھتے بھی ہیں ایسے لوگوں کی واضح علامت یہ ہے کہ ﴿وَأَصَاغُوا الصَّلَاةَ﴾ اور وہ تمام رکھتے ہیں نماز کو۔ اگر نماز کو قائم رکھتے ہیں تو بھجو لوک واقعی یہ کتاب کو مانتے والے ہیں اور نااہل لوگوں کی علامت دوسری جگہ بیان فرمائی کہ ﴿أَصَاغُوا الصَّلَاةَ﴾ انہوں نے نماز ضائع کر دی۔ صحابہ کرام ﴿نَبِيٌّ﴾ کے دور میں اس کا تصور بھی نہیں ہوتا تھا صحابہ کرام ﴿نَبِيٌّ﴾ کا دور ۱۱۰۰ھ تک رہا ہے۔ ایک سو دس سال میں ایک مقدمہ بھی دائر نہیں ہوا کہ فلاں آدمی نے دیدہ و دانستہ نماز چھوڑ دی ہے۔ اگر کوئی مقدمہ اسکے ہوا ہوتا تو اس کا فیصلہ ہوا ہوتا، اس کی نظری ملتی۔ کتابوں میں اس کی کوئی نظری نہیں ہے۔

### بے نمازی کے بارے میں ائمہ اربعہ کی رائے یہ

بے نماز کے متعلق تین امام فرماتے ہیں کہ جو شخص بالغ ہونے کے بعد قصد ایک نماز چھوڑ دے اس کی سزا قتل

بے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کو اس لیے قتل کر دکر ایک نماز چھوڑ کر یہ مرتد ہو گیا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔ امام  
مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مرتد تو نہیں ہوا لیکن اتنا بڑا مجرم ہے کہ اس کے وجود کی لمحت زمین پر پڑے گی  
لہذا اس کو ختم کر دوتاکہ اس کی لعنت زمین پر نہ پڑے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کو قید کر دو اگرچہ دل سے توبہ  
کرے تو رہا کرو ورنہ جنل ہی میں مر جائے اس کے ناپاک قدموں سے زمین ناپاک نہ ہو۔

یہ ایک نماز کی بات ہے بخت، میئے کی نمازوں کی بات نہیں ہے۔ یہ ہمارا حکمران طبقہ اسلام کو کیوں نہیں آنے دیتا اس  
لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری خیر نہیں ہے۔ فرمایا (إِنَّ الْأُنْثِيَّهُمْ أَجْرَاءُ الْمُصْلِحِينَ) بے شک ہم نہیں ضائع کرتے اصلاح کرنے  
والوں کا اجر۔ جو اپنی بھی اصلاح کرتے ہیں اور دوسروں کی اصلاح کی بھی فکر کرتے ہیں ان کا اجر ضائع نہیں ہو گا۔

### سچے افسوس

(إِذْ نَتَقْنَا الْجَهَنَ) اور جب ہم نے اکھاڑا پہاڑ کو (فَقُوْتَهُمْ) ان کے اوپر (كَانَهُ ظُلْلَةً) گویا کہ وہ سائبان تھا  
(فَوَظْلَلُوا إِنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ) اور انہوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ پہاڑ ان پر گرنے والا ہے (خَدْوَا) پکڑو (مَا  
أَتَيْتُكُمْ بِقُوَّةٍ) جو چیز ہم نے تخصیس دی ہے قوت کے ساتھ (فَأَذْكُرْذَا) اور یاد کرو (مَا فِيهِ) جو کچھ اس میں  
ہے (لَعْلَكُمْ تَشَقَّعُونَ) تاکہ تم نک جاؤ (وَإِذَا خَدَرَتِكُمْ) اور جب لیا وعدہ تیرے رب نے (مِنْ بَنِي آدَمَ) بی  
آدم سے (مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرْتِيَّتِهِمْ) ان کی پستوں سے ان کی اولاد کو نکال کر (وَأَشَدَّهُمْ عَلَى آنُقُسُومِهِ) اور گواہ  
بنایا ان کو ان کی جانوں پر (آتَيْتُ بِرَبِّيْلُمْ) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں (قَالُوا بَلْ) کہا انہوں نے ہاں ضرور  
آپ ہمارے رب ہیں (شَهِيدَنَا) ہم گواہی دیتے ہیں (أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَّامَةِ) تاکہ نہ کہو (إِنَّمَا أَشْرَكَ أَبَاؤُنَا  
مِنْ قَبْلِ) پختہ بات ہے شرک کیا ہمارے باپ دادا نے اس سے پہلے (وَكُلَّا ذِيْرِيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ) اور ہم تو ان کی  
ولاد تھے ان کے بعد (أَفَتَهْمِلُنَا بِإِنْفَاقَ الْمُبْطَلُونَ) کیا پس آپ ہمیں ہلاک کریں گے اس کا روائی کی وجہ  
سے جو باطل پرستوں نے کی ہے (وَكُلَّا لِكَنْفَصْلِ الْأَلَيْتِ) اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آتوں  
کو (وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ) اور تاکہ یہ لوگ گناہوں سے باز آ جائیں۔

### موئی ملیکہ کا تورات لانا اور قوم کی نافرمانی

اس سے پچھلی آیات میں تورات کا ذکر ہے۔ حضرت موئی ملیکہ جب تورات لے کر آئے تو لوگوں کو کہا کہ فلاں بذ پر  
سب اکٹھے ہو جاؤ میں نے تخصیس تورات سنانی ہے چنانچہ مرد، عورتیں، بچے، بوزھے، جوان سارے اکٹھے ہو گئے۔ ان کی زبان

عبرانی تھی اور تورات بھی عبرانی زبان میں تھی۔ موسیٰ ﷺ کا قد مبارک بھی بڑا تھا اور آواز بھی بڑی بلند تھی پہلوان قسم کے بزرگ تھے۔ ٹھہر ٹھہر کر آہستہ تورات ان کو سنائی تاکہ ہر ہر آیت کا حکم سمجھ لیں۔ حضرت موسیٰ ﷺ نے تورات پڑھنی شروع کی جہاں کہیں کوئی سخت حکم آتا تو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور بعض بول بھی پڑتے۔ موسیٰ ﷺ فرماتے خاموشی کے ساتھ من لو جو کچھ کہنا ہو بعد میں کہہ لیتا۔ تورات سنتے کے بعد کہنے لگے یہ تو بڑی سخت کتاب ہے ہم تو اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ موسیٰ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے آزاد زندگی بسر کی ہے اب تھیس پابندی مشکل نظر آ رہی ہے لیکن جب عمل کرو گے تو آسان ہو جائے گی۔ کہنے لگے ہمیں یہ کتاب نہیں چاہیے اس وقت اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر کھڑا کر دیا اور فرمایا اس کو قبول کرو ورنہ پہاڑ میں پر گرا دیں گے۔ اس کا ذکر ہے۔

﴿إِذْ نَسْقَنَا الْجَنَّةَ﴾ اور جب ہم نے اکھاز اپہاڑ کو ﴿فَوَقَّهُمْ﴾ ان کے اوپر اٹھا کر سر پر لٹکا دیا ﴿كَأَنَّهُ ظَلَّةٌ﴾ گیا کہ وہ سائبان تھا۔ سائبان کی شکل میں ان کے سروں پر معلق کر دیا ہے ﴿فَقُنْوَةُ الْأَنَّاءِ وَالْغَيْرِ﴾ اور انہوں نے یقین کر لیا کہ بے شک پہاڑ ان پر گرنے والا ہے۔ ہم نے کہا ﴿حَذَّرَ أَمَّا أَنْتَ كُنْتُمْ يَقُولُونَ﴾ کمزوجو چیز ہم نے تھیں دی ہے قوت کے ساتھ ﴿فَإِذْ كُرْدَانًا فَيَوْهُ﴾ اور یاد کرو جو کچھ اس میں ہے ﴿لَعْلَمُتُمْ شَقَعَوْنَ﴾ تاکہ تم نجع جاؤ رب تعالیٰ کی گرفت سے۔

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو کسی پر جبر نہیں کرتے اس کا قانون ہے لا اگڑاۃ فی الدین ”دین میں جرنہیں ہے۔“ اور اس سے زیادہ کیا جبر ہو گا کہ طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں پر کھڑا کر دیا کہ قبول کرو ورنہ تم پر گرا دیا جائے گا؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جبر شریعت کو قبول کرانے کے لیے نہیں تھا شریعت تو پہلے وہ قبول کر چکے تھے اور انہوں نے خود مطابہ کیا تھا کہ ہمارے لیے کوئی قانون اور ستور ہوتا چاہیے تاکہ ہم اس کے مطابق زندگی گزاریں۔ اب جب کتاب آگئی تو مانے سے الکار کر دیا تو یہ جبر نقش عہد کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ چھٹے پارے میں تصریح ہے ﴿فَيَا أَنْقَضُهُمْ فَمَا نَأْقُلُهُمْ﴾ ”پس ان کے اپنا عہد توڑنے کی وجہ سے۔“ تو یہ وعدہ شکنی کی وجہ سے ہوانہ کہ ابتداء شریعت منوانے کے لیے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کر تم کسی کافر کو تبلیغ کر سکتے ہو، اسلام قبول کرنے کی ترغیب دے سکتے ہو لیکن ڈنڈے کے زور پر اسے مسلمان کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن اگر وہ مسلمان ہو جانے کے بعد مرتد ہو گیا تو اس کی سزا قتل ہے۔ کیوں کہ اس نے عہد شکنی کی ہے، غدار ہے اور غدار کو کوئی حکومت بھی معاف نہیں کرتی۔ تو جو بندوں کی حکومت کاغذار ہو اس کے لیے سزا موت ہے تو جو رب تعالیٰ کاغذار ہو اس کے لیے تو موت بھی تھوڑی سزا ہے، زیادہ ہونی چاہیے تھی لیکن اس میں بھی بڑی سہوتیں رکھی گئی ہیں کہ مرتد کو تین دن کی مہلت دی جائے گی تاکہ وہ اپنے شکوک و شبہات دور کرے۔ اس کو ایک آدمی سمجھائے گا اس سے نہ سمجھا تو دوسرا سمجھائے گا، تیسرا سمجھائے گا، چوتھا سمجھائے گا، اس کے اشکالات دور کیے جائیں گے۔ اگر تین دن تک نہ سمجھا تو چوتھے دن قتل کر دیا جائے گا اور یہ قتل ارتدا د، غداری اور نقش عہد کی وجہ سے ہو گا نہ کہ ابتداء شریعت اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے ہو گا۔ تو ان پر کوہ طور کو عہد شکنی کی وجہ سے مسلط کیا گیا تھا۔

﴿وَإِذَا أَخْذَ رَبِّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ﴾ اور جب لیا وعدہ تیرے رب نے بنی آدم سے ﴿وَمَنْ ظَهَرَ فِيمَا ذَهَبَتِ الْأَنْثِيَتُمْ﴾ ان کی پتوں سے ان کی اولاد کو نکال کر۔ عرفات کا میدان بڑا وسیع ہے لاکھوں کی تعداد میں لوگ وہاں سما جاتے ہیں عرفات کے ایک کنارے پر وادی مُعَرَّةُ النُّعْمَانٌ ہے۔ اس وادی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ﷺ کی پینچھی کی دائیں طرف ہاتھ پھیرا تو آضخاب ایسین چیزوں کی طرح سامنے آگئے پھر باعیں طرف ہاتھ پھیرا تو آضخاب الشہال چیزوں کی طرح سامنے آگئے۔ آدم ﷺ نے پوچھا پر ودگار ایسی کیا ہے؟ فرمایا تیری اولاد ہے۔ پر ودگار کوئی چھوٹا ہے، کوئی لمبا ہے، کوئی گورا ہے، کوئی کالا ہے، ان کو ایک جیسا نہیں بنایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا اُحْجَبْتُ أَنْ أُشْكَرَ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ میرا شکرا دیا جائے۔ امیر غریب کو دیکھ کر، بڑا چھوٹا کو دیکھ کر، گورا کا لے کو دیکھ کر شکرا دا کرے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے سب کو ادراک و شعور عطا فرمایا اور دو چیزیں سامنے رکھیں ﴿وَأَشَدَّهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ﴾ اور گواہ بنایا ان کو ان کی جانوں پر۔ پہنی چیز فرمایا ﴿أَلَّا شَيْءٌ يَرَكُمْ﴾ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ﴿قَاتُوا بَنِيلَهُ﴾ کہاً انہوں نے ہاں ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔

### یہاں انبیاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق ہے

ازل میں عالم مثال اور عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے سب سے یہ وعدہ لیا اور ایک وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے لیا ﴿وَإِذَا أَخْذَ اللَّهُ مِنَ الْمُنَّاسِنَ لَمَّا أَتَيْتَهُمْ قُنْ كَتْبَهُ وَجَعَلْتَهُمْ﴾ اور جب لیا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد کہ جب میں نے تم کو کتاب اور حکمت دے دی ﴿ثُمَّ جَاءَكُمْ رَّأْسُؤُلُ مُصَدِّقٍ لِّمَا أَعْلَمْ﴾ پھر آیا تمہارے پاس رسول تصدیق کرنے والا اس کی جو تمہارے پاس ہے ﴿لَئِنْ مَنَّ يَهُ وَلَئِنْ حَصَرَهُ﴾ [آل عمران: ۸۱] البتہ ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور البتہ ضرور اس کی مدد کرو گے۔ آخری پیغمبر کی مدد کرنا تمہارے فریضہ میں شامل ہے۔ تو یہ وعدہ لیے گئے۔

﴿شَهِدْنَا﴾ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے یہ وعدہ کر لیا کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ وعدہ کیوں لیا ﴿أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ تاکہ نہ کہو تم قیامت والے دن ﴿إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ﴾ کہ بے شک ہم اس سے غافل تھے ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ ہمارے رب ہیں ﴿أَوْ تَقُولُوا إِنَّا أَشْرَكَ إِلَهًا لَّا يَنْعَمُونَ مِنْ قَبْلِنَا﴾ پختہ بات ہے کہ شرک کیا ہمارے باپ دادا نے اس سے پہلے ﴿وَلَئِنْ دُرْتُهُ يَهُ مِنْ بَغْرِيفِهِمْ﴾ اور ہم تو ان کی اولاد تھے ان کے بعد ان کے نقش قدم پر چلتے رہے تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو اس لیے میں نے براور است تم سے اقرار لیا ہے اور تم نے مان لیا ہے کہ میں تمہارا رب ہوں تاکہ تم کل جنت بازی نہ کر سکو۔

### مخدوں کا اعتراض اور اس کا جواب ہے

بعض مخدوں نے اعتراض کیا ہے کہ ہمیں تو وہ وعدہ یاد نہیں ہے اگر ہوتا تو کسی نہ کسی کو تو یاد ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ جن حضرات کے حافظے مضمبوط ہیں ان کو یاد ہے۔ چنانچہ تفسیروں میں حوالے آتے ہیں بہت سارے بزرگوں کے کوہ فرماتے ہیں

۔۔ عبد نہیں یاد ہے۔ ان میں حضرت علی بن ابی طیہ کا نام آتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ وعدہ مجھے یاد ہے حضرت سہل بن عبد اللہ تستری برچین، بہت بڑے ولی ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں مجھے وہ وعدہ یاد ہے۔ شیخ اکبر حجی الدین ابن عربی برطیور فرماتے ہیں کہ مجھے وہ وعدہ یاد ہے۔ اور کسی بزرگ ہیں جن کو وہ وعدہ یاد ہے۔ اگر ماٹھ کو یاد نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وعدہ لیا ہی نہیں گیا۔ نہیں اور کون سی ساری باتیں یاد ہیں۔ مثلاً:

ہمیں ابا، ابی کسی نے سکھایا ہے، روٹی، پانی، آسمان، زمین کسی نے تو سکھایا ہے مگر کوئی نہیں بتاسکتا کہ کس نے کس وقت اور کس جگہ نہیں یہ الفاظ یاد کرائے ہیں۔ ہاں ان کا تیجہ ہمارے ذہن میں ہے کہ جو چیزیں ہمیں بتلائی گئی ہیں حق ہیں۔ اسی طرح وہ وعدہ یاد نہیں ہے لیکن اس کا تیجہ ہمارے ذہن میں ہے کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اور سوائے چند دہریوں کے سارے مابینے ہیں ہندو ہوں یا سکھ ہوں، عیسائی ہوں یا یہودی ہوں، بدھ ہوں یا ذو گرے ہوں سب کے سب رب تعالیٰ کے وجود کے قائل ہیں یا الگ بات ہے کہ ہر ایک اپنے خیال کے مطابق مانتا ہے۔ البته دہریے کہتے ہیں کہ ایک گول سما دادہ ہے جیسے پیڑا ہتا ہے اس نے ساری زمین اور آسمان پیدا کیے ہیں اور خود اس کو کوئی شدید نہیں ہے اور ان کا یہ نظریہ عقل کے خلاف ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تم سے یہ عہد اس لیے لیا کہ کل کو تم یہ کہو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے کیا تھا ہم تو ان کی ارادت تھے ان کے نقش قدم پر چلتے تھے اس میں ہمارا کیا تصور ہے۔ اس لیے رب تعالیٰ نے سب کو ادراک و شعور دے کر افرار کرایا کہ میں تمہارا رب ہوں اور یہ کہہ سکو ﴿أَفَهُمْ لِكُنَّا بِهَا فَعَلَ الْمُجْطَلُونَ﴾ کیا پس آپ ہمیں ہلاک کریں گے اس کا رردہ اپنی کی وجہ سے جو باطل پرستوں نے کی ہے، ہمارے آباؤ اجداد نے اور ہم ان کے نقش قدم پر چلتے رہے ﴿وَكَذَلِكَ نَعِصُ الْأَذْيَاتِ﴾ اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آئتوں کو ﴿وَلَعَلَّهُمْ يَرَجِعُونَ﴾ اور تاکہ یہ لوگ گناہوں سے باز آ جائیں۔ رب تعالیٰ کی بافرمانی سے بازا آ جائیں۔

### ~~~~~

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ﴾ اور آپ پڑھ کر سنائیں ان لوگوں کو ﴿نَبَأَ الظَّمَنِ﴾ خبر اس شخص کی ﴿إِتَّبَعَهُ إِلَيْتَنَا﴾ جس کو ہم نے دی تھیں اپنی کچھ نشانیاں ﴿فَالْسَّلَامُ مِنْهَا﴾ پس وہ نکل گیا ان نشانیوں سے ﴿فَإِنَّمَا يَتَّبِعُهُ الشَّيْطَنُ﴾ پس اس کا پیچھا کیا شیطان نے ﴿فَنَكَاثَ مِنَ الْغُوبَيْنِ﴾ پس ہو گیا وہ گمراہوں میں سے ﴿وَلَوْ شِئْتَنَا﴾ اور اگر ہم چاہتے ﴿لَئِنْ قُتِلَهُ بِهَا﴾ تو البہت ہم اس کو بلند کرتے ان نشانیوں کی وجہ سے ﴿وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَشْرِيفِ﴾ اور لیکن وہ جھک گیا زمین کی طرف ﴿وَاتْبَعَهُ هَوَاهُ﴾ اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی ﴿فَقَتَلَهُ﴾ پس اس کی مثل ﴿كَشَلَ الْكَلِبُ﴾ جیسے مثال ہے کتنے کی ﴿إِنْ تَخْوِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثُ﴾ اگر تو اس پر حملہ کرے تو وہ ہانپتا ہے ﴿لَا شَوَّلَهُ يَلْهَثُ﴾ یا اگر اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپتا ہے ﴿ذِلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ﴾ یہ مثال ہے قوم کی ﴿إِلَيْنِ

**كَذَبُوا إِلَيْتَنَا** جس نے جھلا دیا ہماری آئیوں کو **فِيَقْصِصِ الْقَصَصِ** پس آپ بیان کریں حالات **هَلْعَلْهُمْ** سیفکر ہوئے تاکہ وہ لوگ غور فکر کر پس **سَاءُ** بڑی ہے **مَثَلًا الْقَوْمُ** مثال اس قوم کی **الَّذِينَ كَذَبُوا إِلَيْتَنَا** جنہوں نے جھلا دیا ہماری آئیوں کو **وَأَنَفَسُهُمْ كَانُوا إِنْظَهُونَ** اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے **فَمَنْ يَهْدِي اللَّهُ** جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے **فَهُوَ أَمْهَدٌ** پس وہی ہدایت پانے والا ہے **وَمَنْ يُضْلِلْ** اور جس کو اللہ تعالیٰ گراہ کر دے **فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَيْرُونَ** پس وہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

### مقامِ انبیاء علیہم السلام اور درجات

الله تعالیٰ نے قرآن کریم میں نیک لوگوں کے واقعات بھی بیان فرمائے ہیں اور بڑے لوگوں کے حالات بھی بیان فرمائے ہیں۔ نیکوں کے واقعات اس لیے بیان فرمائے ہیں کہ تم ان کی پیروی کرو، ان کے نقش قدم پر چلو اور بڑے لوگوں کے حالات اس لیے بیان فرمائے ہیں تاکہ تم ان سے پرہیز کرو اور تمہارا جہشان جیسا نہ ہو۔ اس سلسلے کا یہ واقعہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اول العزم پیغیر کا ہے۔ کئی دفعہ آپ حضرات سن پکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خلائق میں سب سے پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ خلیل اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقام ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک ضوئی قسم کا آدمی تھا اس کا نام بلعم اور بآپ کا نام باعورا تھا۔ جنم ابن باعورا کے ہاتھ پر بڑی عجیب و غریب قسم کی چیزیں صادر ہوئی تھیں۔ لوگوں کا اس کی طرف رجوع تھا کوئی کہتا میرے سر میں درد ہے پھونک مارتا درد فوراً نحیک ہو جاتا، کوئی کہتا میرے گھنٹوں میں درد ہے یہ دم کرتا وہ نحیک ہو جاتا، کوئی کہتا میری کمر میں درد ہے کرپہ ہاتھ پھیرتا تکلیف دور ہو جاتی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے۔ یہ تو ایک بہائی تھا وہ تھا درنے والا تو اللہ تعالیٰ تھا۔ کسی کا کام رکا ہوا ہوتا، شادی نہیں ہو زیادی، رقم پھنس گئی ہے، ناحن مقد نے میں متدا ہو گیا ہوتا، زین مکان پر کسی نے قبضہ کر لیا ہے، اس کے پاس آتے بلعم باعورا دعا کرتا اللہ تعالیٰ ان پر کرم فرمادیتا اور مصیبتوں سے چھکاراں جاتا۔ بڑی درود رنگ اس کی شہرت تھی مرد عورتوں کا ہجوم لگا رہتا تھا اور تھا بھی بڑا عابد و زاہد۔ اس کی عورت بھی لوگوں میں مشہور تھی ہیں کا مقبول الدعا ہوتا بھی لوگوں میں معروف تھا۔

فرعون اور ایں کے حواری مہوی علیہ السلام کے معجزات بے شک تھے اور جادوگروں کے ذریعے بھی مقابلہ نہ کر سکے ان کے جادوگر مات ہو گئے ان کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ بڑے پریشان تھے کہ اب کیا کریں؟ مشورے سے ملے ہوا کہ معزز آدمیوں کا ایک وفد بلعم باعورا کو ملے اور اس سے کہے کہ تم مقبول الدعا ہو لوگوں کے حق میں دعا، بد دعا کرتے رہتے ہو موسیٰ علیہ السلام کے حق میں بددعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو (معاذ اللہ تعالیٰ) ختم کر دے کہم اس سے چھکارا پائیں اس نے ہماری ناک میں دم کیا ہوا ہے۔ تعداد میں ہم زیادہ ہیں، اقتدار ہمارے پاس ہے لیکن اس نے ہمارا جینا حرام کیا ہوا ہے۔

چنانچہ یہ وفد علم باعورا کے پاس پہنچا اور اس کو سارے حالات سنائے اور موسیٰ ﷺ کے خلاف بددعا کرنے کی التجا کی۔  
بلعم باعورا اچھلا اور کہنے لگے شیطان ان تم کیا کہتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے خلاف بددعا کروں اور پیغمبر بھی بلند شان والا صاحب شریعت، بھاگ جاؤ یہاں سے۔ وفد کو اس نے ذرا یا وند واپس چلا گیا مگر ان کو اس کا لپی ہونا معلوم تھا اور وہ اس کی اس عادت سے واقف تھے کہ جو شخص اس کی تھوڑی خدمت کرتا تھا اس کی طرف توجہ بھی تھوڑی دیتا تھا اور جوز یادہ خدمت کرتا تھا اس کی طرف توجہ بہت زیادہ کرتا تھا۔

### تعویذ فروشی اور اجرت

ضمی طور پر یہ مسئلہ کچھ لیں کہ چاروں ائمہ کرام علیہم السلام اور رسول صدّیقہ عنہم کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ اور تعویذ پر اجرت لینا جائز ہے اور بخاری وغیرہ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ البتہ ہمارے اکابر کا یہ طریقہ تھا کہ وہ کسی سے مانگتے نہیں تھے اور اشارہ بھی نہیں کرتے تھے کہ اجرت دو اگر کوئی اپنی خوشی سے ذمے دیتا تھا تو لے لیتے تھے کیونکہ معاوضہ حلال ہے حرام نہیں ہے۔ ایسا نہیں کرتے تھے کہ تو نے کتنی رقم کا تعویذ کرانا ہے جیسے آج کل لوگوں نے دکانیں کھولی ہوئی ہیں۔ ہمارے اکابر سب تعویذ کرتے تھے خفارب تعالیٰ کے پاس ہے بندے کے پاس نہیں ہے۔ پیسے مالکنا، لامج کرنا ہمارے اکابر کے طریقے کے خلاف ہے۔

خیر لوگوں کو علم تھا کہ بلعم باعورا لامج ہے اُنھوں نے دوبارہ وفد تشکیل دیا وہ اس کے پاس گیا اور سونے، چاندی اور جواہرات کے ہدیے پیش کیے اور اس کو بددعا کے لیے کہا مگر وہ پھر بھی بددعا پر آمادہ نہ ہوا۔ چنانچہ تیسری مرتبہ وفد آیا اور کافی مقدار میں سونا چاندی، ہیرے موتی اور نقری کے ڈھیر اس کے سامنے لگادیئے۔ اس نے اپنے خاص خاص مریدوں کو مجلس سے اٹھا دیا تاکہ لیتے ہوئے شرم نہ آئے۔ اب صرف وفد تھا اور بلعم باعورا تھا۔ وفد والوں نے کہا حضرت موسیٰ ﷺ نے ہمیں بڑا ٹھنک کیا ہے اس کے حق میں بددعا کرو۔ لامج میں آگیا اور شیطان عدو میں ہے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا ہر مرحلے میں دشمن کرتا ہے اور اس کی دشمنی سے پچنا برا مشکل ہے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے سوا کوئی نہیں فوج سکتا۔

ایک قصہ مشہور ہے اور بعض قصے بھی بڑے معنی خیز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ تھا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا تھا شیطان کے جال میں نہیں آتا تھا مگری کا زمانہ اور وہ پہر کا وقت تھا وہ بزرگ ایک دیوار کے سامنے میں سو گیا۔

وہ لے ہوں اور رات چھوٹی ہو تو قیولہ کے بغیر رات کو جانازرا مشکل ہوتا ہے۔ اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے منْ ذَلِيلٍ الصَّلِيجُونَ قیلوں نیک لوگوں کی عادت میں سے ہے۔ وہ کوئی تھوڑا سا سوتا تاکہ رات کو تجد کے لیے جا گنا آسان ہو جائے اگرچہ تجد مستحب ہے فرض واجب نہیں ہے۔

تو اس بزرگ نے قبولہ کرنے کے لیے تھوڑا سا آرام کیا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک آدمی آیا ہے اچھی وضع قطع والا۔ اس نے عمدہ لباس پہننا ہوا ہے شکل صورت بھی اس کی خوب تھی کہنے لگا جلدی جلدی انہوں یہ دیوار گرنے والی ہے۔ اس بزرگ کا اٹھنا تھا کہ مجھ دیوار گر گئی۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ اس آدمی نے کہا کہ میں شیطان ہوں۔ اللہ والے نے کہا تو تو میرا دشمن ہے میرے ساتھ نیکی کرنے کا کیا مطلب؟ شیطان نے کہا میں نے نیکی نہیں کی میں نے اس لیے اٹھایا ہے کہ کہیں جو مجھے شہادت کا درجہ نہیں جائے۔ تو شیطان دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

### بلعم باعورا کا موسیٰ طیل علیہ السلام کے خلاف بدعہ اکرنا اور اسکا انجام

بلعم باعورالاٹھ میں آگیا کیونکہ اس کے سامنے دنیا کی تینی چیزوں کے ذہر لگئے ہوئے تھے اگرچہ دل سے بدوعاذیں کرنا چاہتا تھا مگر مالہضم کرنے کے لیے ان کے سامنے منہ کھولا۔ مثلاً: کہنا چاہتا تھا کہ اے اللہ! موسیٰ (علیہ السلام) کو تباہ کر دے یا غرق کر دے۔ لیکن جو نبی اس نے منہ سے نکالا۔ اے اللہ! موسیٰ کو۔ تو اس کی زبان یونچ ناف نکل گئی جیسے باولے کتے کی زبان لگی ہوئی ہوتی ہے اور دوز ابھا گتا پھرتا ہے اسی طرح زبان لٹکا کر بھاگنے لگ گیا اور آگے کچھ نہ کہہ سکا اور انتہائی گھشا حرکتیں لوگوں کے سامنے کرنی شروع کر دیں۔ مثلاً: لوگوں کے سامنے گدھیوں سے جھپٹی کرتا رہتا تھا اور مختلف قسم کی خرافات کرتا رہتا تھا۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِمْ بِهِ أَوْرَأَهُمْ بِهِ وَإِنَّ الْأَنْزَلَيَ إِبْرَاهِيمَ إِلَيْهِنَا﴾ خبر اس شخص کی جس کو ہم نے وہی تھیں اپنی کچھ نشانیاں۔ کچھ کرشمے اور عجیب و غریب قسم کی چیزوں جو اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی تھی ﴿فَإِنَّ لَهُمْ مِنْ هُنَّا﴾ پس وہ نکل گیا ان نشانیوں سے ﴿فَأَبْيَحَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمُ الْأَنْوَارَ﴾ اس کا یچھا کیا شیطان تھے ﴿فَكَانَ مِنَ الْفَوْقَنَ﴾ پس ہو گیا وہ مگر اہوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ نیکی پر قائم رکھے اور ہر وقت نیکی پر قائم رہنے کی دعا کرتے رہنا چاہیے کہ انسان کا ذل کسی بھی وقت پلٹ سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ اکثر دعا فرماتے تھے امت کی تعلیم کے لیے ﴿أَللَّهُمَّ ثِبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ﴾ اے پروردگار! میرے دل کو دین پر ثابت رکھنا۔ ایمان قائم رہے گا تو یہیں کام آئیں گی۔

﴿وَلَوْ شِئْتَ لَرَقَّةً بِهَا﴾ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو بلند کرتے ان نشانیوں کی وجہ سے۔ کہ ان کرشموں پر قائم رہتا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے خلاف لب کشائی نہ کرتا اپنی عبادات میں لگا رہتا تو اس کی وجہ سے ہم اس کو اور بلند مقام پر پہنچا دیتے لیکن دو زمین کی چیزوں پر عاشق ہو گیا سونا چاندی جواہرات دیکھ کر ان پر گر پڑا اور گمراہ ہو گیا۔

### جنی جانور

تفسیروں میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اصحاب کہف کے کتنے کو اللہ تعالیٰ بلعم باعورا کی شکل عطا فرمائیں گے جو اس صحبت منہ، خوب صورت بلعم باعورا کی شکل میں داخل ہو گا کیونکہ یہ بھی بُرا خوب صورت، صحبت منہ جوان تھا۔ ابن حبیم

مصری و میثھی جن کا لقب ابو حنیفہ ثانی تھا، وہ اپنی کتاب "الأشباد و النظائر" میں لکھتے ہیں کہ تیرہ [۱۳] قسم کے جانور جنت میں جائیں گے۔ ان میں اصحاب کہف کا کتا، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹی، سليمان علیہ السلام کا بہرہ اور وہ چیزوں جس نے چیزوں کو آگاہ کیا تھا کہ حضرت سليمان علیہ السلام کا شکر آرہا ہے فوراً بلوں میں داخل ہو جاؤ اور اس قسم کے اور بھی کئی جانوروں کا ذکر کیا ہے۔

**﴿وَلَكُلَّةٌ أَخْلَدَ إِلَى الْأَمْرِ﴾** اور لیکن وہ بلمع باعورا جھک گیا زمین کی طرف۔ سونا چاندی، جواہرات دیکھ کر اس کے منہ میں پانی آگیا **﴿وَاتَّبَعَهُمْ هَوَانَةٌ﴾** اور اس نے پیروی کی اپنی خواہش کی **﴿فَقَسَّلَهُ كَسَّلَ الْكَلْبُ﴾** جس اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مثال ہے کتنے کی **﴿إِنْ شَعُّلْ عَلَيْهِ يَلْهَثُ﴾** اگر تو اس پر حملہ کرے تو وہ ہانپتا ہے زبان باہر نکالے گا **﴿أَوْ شَرُّ كَلْبٍ يَلْهَثُ﴾** ایسا اگر تو اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپتا ہے۔ پھر بھی زبان نکالے گا باہل کتا ہر وقت زبان نکالے پھر تارہ تارہ ہے اسی طرح بلمع باعورا بھی پھر تارہ تارہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنی گرفت سے محفوظ فرمائے۔ کبھی کسی بھی نیکی پر تکبر نہ کرو اور کسی برائی کو حقیر نہ سمجھو۔ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عبرت اور ہمیں سمجھانے کے لیے بیان فرمایا ہے۔

فرمایا **﴿إِنَّكَ مُثَلُّ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ كَذَبُوا بِالْيَتَمَّ﴾** یہ مثال ہے اس قوم کی جس نے جھٹا یا ہماری آبتوں کو یعنی جو لوگوں اللہ تعالیٰ کی آبتوں کے خلاف بکتے رہتے ہیں ان کی زبان کتنے کی ہے **﴿فَأَقْصُصُنَ الْعَصَصَ﴾** پس آپ بیان کریں حالات ایسے لوگوں کے **﴿لَا تَعْلَمُنَّ يَعْلَمُونَ﴾** تاکہ وہ لوگ غور و فقر کریں۔ جو آنے والی نسلیں ہیں اور اس سے سبق حاصل کریں **﴿لَا سَاءَ مُتَلَّذِّلٌ﴾** **الْقَوْمُ الظَّالِمِينَ كَذَبُوا بِالْيَتَمَّ﴾** بڑی ہے مثال اس قوم کی جس نے جھٹا یا ہماری آبتوں کو۔ وہ مثال یہ ہے کہ ان کی زبان میں کتنے کی طرح نکلی ہوئی ہیں **﴿وَأَنْفَسُهُمْ كَافُوا بِيَطْلُبُونَ﴾** اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ اس میں رب تعالیٰ کا کیا نقصان ہے؟ آنحضرت سلیمان نے فرمایا کہ اگر ساری دنیا نیک ہو جائے تو اندھ تعالیٰ کی خدائی، اس کے کمالات، اس کی صفات، اس کی خوبیوں میں ایک رتی کا بھی اضافہ نہیں ہو سکتا اور اگر سارے کافر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی کا بھی نقصان نہیں ہو گا رب، رب ہے، جتنا اور بگز بنا تخلوق کا ہے۔ ہر ایک نے اپنا بنا نا اور بگزنا ہے۔ **﴿وَمَنْ يَعْمَلْ أَشْرَكُهُ الْمُهَمَّدُونَ﴾** جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے پس وہی ہدایت پانے والا ہے **﴿وَمَنْ يَعْصِيَ﴾** اور جس کو اللہ تعالیٰ گراہ کر دے **﴿فَإِنَّكَ هُمُ الْخَسِرُونَ﴾** پس وہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

### ایمان اور کفر میں انسان کا اختیار

میں یہ بات کی مرتبہ سمجھا چکا ہوں کہ اس قسم کی آیات جب قرآن کریم میں آتی ہیں تو بعض لوگوں کوشہرات پیدا ہوتے ہیں کہ جب ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور گراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے تو پھر اس میں بندے کا کیا قصور ہے؟ مثلاً یہی آیت کریمہ ہے کہ **﴿مَنْ يَعْمَلْ أَشْرَكُهُ الْمُهَمَّدُونَ﴾** جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے وہی ہدایت پانے والا ہے **﴿وَمَنْ يَعْصِي﴾** **﴿وَأَنْتَ هُمُ الْخَسِرُونَ﴾** اور جس کو اللہ تعالیٰ گراہ کر دے پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اس کے متعلق میں نے قرآن پاک کی آیات نکال کر تصحیح بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے ﴿لَئِنْ شَاءَ قَلِيلٌ فَلَيَعْلُمَ مَنْ ذَقَنَ﴾ ”پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔“ ﴿فَوَلَمْ يَأْتِهِ مَا تَرَى فِي هُدًى﴾ ”جدر کوئی پھرنا چاہے ہم اس کو ادھر پھر دیتے ہیں۔“ جو بہادیت چاہے اللہ تعالیٰ اس کو بہادیت دیتے ہیں ﴿وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنْشَأَهُ﴾ ”اللہ تعالیٰ اپنی طرف اس کی راہنمائی کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔“ اور یہ لفظ بھی قرآن میں ہیں ﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ إِلَيْهِ مَنْ يَنْهَا﴾ ”اللہ تعالیٰ منتخب کرتا ہے اپنے لیے جس کو چاہتا ہے۔“ جس طرح پیغمبروں کو منتخب کر لیا ﴿وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يَنْهَا﴾ ”اور بہادیت اس کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔“ جرا کسی کو بہادیت نہیں دیتا اور گمراہ کس کو کرتا ہے؟ متعدد مقامات پر ہے ﴿يُبَيِّنُ اللَّهُ الْكَفَّارِ﴾ [المومن: ۲۷] [قلَّمَارًا أَغْوَاهُ أَزْمَعَ اللَّهُ تُلُونُهُمْ] [القف: ۵] ”پس جب انہوں نے کچ روی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل نیز ہر کردیے۔“ جرا کسی کو گمراہ نہیں کرتا اس کو گمراہ کرتا ہے جو گمراہی کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔

### ~~~~~

﴿وَلَقَدْ زَرَ أَنَّ الْجَهَنَّمَ﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیے جہنم کے لیے ﴿كَثِيرًا قِنْ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ﴾ بہت سے جنوں میں سے اور انسانوں میں سے ﴿لَهُمْ قُلُوبٌ﴾ ان کے دل ہیں ﴿لَا يَقْعُدُونَ بِهَا﴾ سمجھتے نہیں ہیں ان دلوں کے ساتھ ﴿وَلَهُمْ أَعْذُنْ﴾ اور ان کی آنکھیں ہیں ﴿لَا يُصْرَافُونَ بِهَا﴾ دیکھتے نہیں ہیں ان آنکھوں کے ساتھ ﴿وَلَهُمْ أَذْانٌ﴾ اور ان کے کان ہیں ﴿لَا يَسْمَعُونَ بِهَا﴾ نہیں سنتے ان کانوں کے ساتھ ﴿أَوْلَئِكَ كَلَّا نُعَامِ﴾ یہ لوگ ہیں جانوروں کی طرح ﴿بَلْ فُمْ أَصْلُ﴾ بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں ﴿أَوْلَئِكُمُ الْغَافِلُونَ﴾ یہی لوگ ہیں غافل ﴿وَلَبِلِ الْأَسْمَاءِ الْحُسْنَى﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں نام اچھے ﴿فَإِذْ عُوْدُكُمْ بِهَا﴾ پس پکارو تم اس کو ان ناموں کے ساتھ ﴿وَذَرُواهُ﴾ اور جھوڑو ﴿الَّذِينَ يُلْجُدُونَ فِي أَسْبَابِهِ﴾ ان لوگوں کو جو کچ روی اختیار کرتے ہیں اس کے ناموں میں ﴿سَيْجَرَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ عنقریب ان کو بدله دیا جائے گا اس کا رروائی کا جو وہ کرتے ہیں ﴿وَمَنْ حَلَقَنَا﴾ اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ﴿أَمْمَةٌ﴾ ایک گروہ ہے ﴿يَهْدِي دُونَ بِالْحَقِّ﴾ جو راہنمائی کرتے ہیں حق کے ساتھ ﴿وَيَهْدِي دُونَ﴾ اور وہ اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

### جنستیوں اور دوزخیوں کی محشر میں تقسیم

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کی گمراہی اور ان کے جہنم میں جانے کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا ﴿وَلَقَدْ ذَرَأَنَّ الْجَهَنَّمَ﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا جہنم کے لیے ﴿كَثِيرًا قِنْ الْجِنِّ﴾ بہت سے جنوں میں سے ﴿وَالْإِنْسِ﴾ اور

انسانوں میں سے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے قیامت کا دن ہو گا جلوق ساری جمع ہو گی اللہ تعالیٰ حضرت آدم ﷺ کو فرمائیں گے ﴿إِنَّكُمْ بَعْدَهُ لِتَنْهَا رِدْ دُوزِ خُبُونَ كَوَالِكْ كَرْ دُو۔ تو سوننانوے دوز خی ہوں گے اور ایک جتنی ہو گا جتنی یہ نسبت ہو گی۔ ان میں جلوق میداں حشر میں جمع ہو گی اندازہ لگا لو جنوں اور انسانوں میں سے زیادہ تو دوز خ میں گئے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے تمام محنت کی ہے۔ فرمایا ﴿لَهُمْ قُنُوبُهُمْ﴾ ان کے دل میں جوانہ اللہ تعالیٰ نے سمجھنے کے لیے دیے ہیں ﴿لَا يَعْقِلُونَ بِهَا﴾ سمجھتے نہیں ہیں ان دلوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو دل عطا فرمایا ہے۔ ماں کے پیٹ میں جب بچہ ساڑھے چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو دل کو چلا دیا جاتا ہے اور موت تک باقاعدہ حرکت کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں سمجھ رکھی ہے وہ دن رات دا بیکس گرم سرد وغیرہ جیزروں کو سمجھتا ہے۔

﴿وَ لَهُمْ أَغْفُثُ لَا يُحِمِّلُونَ بِهَا﴾ اور ان کی آنکھیں ہیں دیکھتے نہیں ان آنکھوں کے ساتھ۔ اگر آدمی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں، زمین، آسمان، پہاڑ، دریا وغیرہ نہ دیکھے، حق و باطل کو نہ دیکھے تو آنکھوں کا کیا فائدہ۔ سب کچھ سامنے ہوتے ہوئے آنکھیں بند کر لے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ ﴿وَ لَهُمْ إِذَا أُنْذَنَ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا﴾ اور ان کے کان ہیں نہیں سننے ان کا نوں کے ساتھ۔ حق کی بات اگر کا نوں سے نہ سی تو اور سن ا تو کیا سنا؟ کافروں کے متعلق رب تعالیٰ نے دوسرا جگہ فرمایا ہے ﴿صَمْ بِكُمْ عَمَّنْ﴾ ”کا نوں سے بہرے ہیں، زبان سے گونگے ہیں، آنکھوں سے اندھے ہیں۔“ حالانکہ کافروں کے کان بھی ہیں اور ان سے سنتے بھی اور آنکھوں سے دیکھتے بھی ہیں، زبان میں بھی ان کی چلتی ہیں تو بھر بھرے، گونگے اور اندھے ہونے کا کیا مطلب ہوا؟ تو مطلب یہ ہے کہ حق سنتے سے بہرے ہیں، حق بولنے سے گونگے ہیں، قدرت کی نشانیاں دیکھنے سے اندھے ہیں۔ وہ آنکھیں کس کام کی جو حقیقت کو نہ دیکھیں جو دل حقیقت کو نہ سمجھے اس میں خوف خدا نہ ہو آخرت کی فکر نہ ہو، قبر بھول جائے تو وہ دل پتھر ہے۔

﴿أَوْ تِلْكَ سَكَلَاتُنَا وَمَنْ يَرَهُ لَوْلَغْ هُنَّ جَانُورُوْنَ كَيْ طَرَحَ۔ آنَعَامَمْ بَعْجَ هُنَّ بَعْمَ كَيْ اُرْ بَعْمَ كَيْ مَعْلَى هُنَّ مُوْسَى  
، حَيْوانَ۔ ﴿بَلْ هُمْ أَصْلُ﴾ بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گراہ ہیں۔

### انسانوں کو اپنے مالک حقیقت سے تعلق رکھنا چاہیے ۲۳

جانوروں میں سے گدھا سب سے زیادہ احمق ہے لیکن گدھا بھی اپنے مالک کی آواز کو پہچانتا ہے مالک آواز نے تو چل پڑتا ہے آواز نے تو کھڑا ہو جاتا ہے مالک دا بیکس باسیں موڑتا ہے تو مرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا مالک ہے اس کی آواز پر میں نے لبیک کہی ہے اور کہتا ہے۔ معاف رکھنا! ہم تو گدھے سے بھی گئے گزرے لوگ ہیں کہ رب تعالیٰ ہمارا حقیقتی مالک ہے، ہم اس کی کتنی نافرمانیاں کرتے ہیں اور اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے آپ حضرات دیکھتے ہیں کہ جو جانور انسانوں سے مانوں ہوتے ہیں وہ اپنے مجازی آقا کی بات مانتے ہیں اور ہم اپنے حقیقی آقا کی بات مانتے کے لیے تیار نہیں ہیں اور دنیا میں اکثریت

ایسے گراہ لوگوں کی ہی رہی ہے۔ یہ دوزخ کے بندے ہیں اللہ تعالیٰ، بچائے اور حفظ کئے (۴۰۷۵۷ فُلْكُهُ الْغَوْلُونَ) جسی لوگ ہیں غافل۔ رب تعالیٰ کی توحید سے، رب تعالیٰ کے حکموں سے، رب تعالیٰ کی نعمتوں سے۔

### اسماء الحسنی اور ان کی تاثیر

(۴۰۷۶۰ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى) اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں نام اچھے (فَإِذْ عَذَّبَكُمْ بِهَا يَهُنَّا) لہس پکارو تم اس کو ان ناموں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مشہور ہیں جو قرآن کریم اور دیگر کتابوں کے شروع میں لکھے ہوتے ہیں و یہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار کے قریب نام ہیں جو آسمانی کتابوں، صحیفوں اور وحی الہی میں نازل ہوئے ہیں ان میں سے لفظ "اللہ" یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور باقی صفاتی نام ہیں۔ ان میں سے کسی بھی نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارو وہ سنتا ہے اور فریاد کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر نام میں الگ الگ خاصیت ہے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو رزق کی عنگلی ہو تو وہ اخلاص کے ساتھ ہر نماز کے بعد تن زفع پڑھے یا رَزَّاقٌ یا بَاسِطُ اللَّهِ تَعَالَى رِزْقٌ میں وسعت پیدا فرمادیں گے۔ اگر کسی سے دشمنی اور عداوت کا خوف ہے تو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ پڑھے یا حکیمٰ یا وَدُودُ اللَّهِ تَعَالَى وَشَمِيمٌ ٹال دیں گے۔ اگر کسی کو رشتہ وغیرہ کی پریشانی ہے تو ہر نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھے یا رَجِيمٰ یا كِرِيمٰ یا الطَّيِّفُ اللَّهِ تَعَالَى پریشانی دور فرمادیں گے (لیکن یہ ضبطہ یاد رکھیں کہ جو بھی وظیفہ پڑھیں اول آخر درود شریف تین تین مرتبہ ضرور پڑھیں یہ تبولیت کی شرط ہے۔ محمد نواز بلوج، مرتب)۔ تو ان ناموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت پکارو۔

فرمایا (۴۰۷۶۱ وَذَرُوا الَّذِينَ يَعْدُونَ فِي أَسْنَابِهِمْ) اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو کچھ روی اختیار کرتے ہیں اس کے ناموں میں کہ اس کے نام کسی اور کے لیے استعمال کرتے ہیں، رب کے ناموں میں کسی اور کوشش یا کریک کرتے ہیں۔ مثلاً: عالم الغیب صرف رب تعالیٰ ہے۔ تو جو لوگ کسی اور کو عالم الغیب کہتے ہیں انہوں نے رب کے نام میں کچھ روی اختیار کی ہے۔

### حاضر و ناظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات

ہر جگہ حاضر و ناظر صرف پروردگار ہے اس نے قرآن میں فرمایا ہے (۴۰۷۶۲ وَمُؤْمِنُمُ آئِنَّهُ مَا كُلُّنَّ) ”وہ تمہارے ساتھ بے تم جہاں کہیں بھی ہو۔“ اور کسی کو حاضر ناظر ماننے والا رب تعالیٰ کے نام میں زیادتی کرتا ہے۔ اسی طرح مختار کل سارے جہاں کا مالک متصروف صرف اللہ تعالیٰ ہے جو شخص کسی کو اور مختار کل سمجھے اس نے رب تعالیٰ کے نام میں کچھ روی اور زیادتی کی ہے۔ جو رب تعالیٰ کے نام ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان کا اطلاق کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے۔ فرمایا جو لوگ الحاد اور کچھ روی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں اور وہ کو داخل کرتے ہیں (۴۰۷۶۳ سَيَجْزُونَ مَا كُلُّوا يَعْمَلُونَ) عنقریب ان کو بدل دیا جائے گا اس کا روای کا جو وہ کرتے ہیں۔ نافرمانیوں کا بدل ضرور میں گا۔

اور اپر ذکر ہو چکا ہے کہ اکثریت دوزخ میں جائے گی لیکن اب فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حق والے بھی ہیں (۴۰۷۶۴ وَمَنْ

﴿خَلَقْنَاكُمْ﴾ اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ﴿أَمَّةً﴾ ایک گروہ ہے ﴿يَهُدُونَ بِالْحَقِّ﴾ جو راہنمائی کرتا ہے حق کے ساتھ لوگوں کی کہتی ہے۔ سارے حق نہیں بتاتے صرف ایک گروہ ہے کیوں کہ دوسری طرف کثیر کا لفظ آیا ہے ﴿كَثِيرًا قَوْنِ الْجِنِّ وَالْإِلَائِينَ﴾ اکثریت تو دوزخیوں کی ہے۔

﴿وَبِهِ يَعْلَمُونَ﴾ اور وہ اسی حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ یعنی وہ گروہ خود بھی اسی حق پر عدل و انصاف کے ساتھ چلتا اور عمل کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق "میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر ڈثار ہے گا لایصڑھمْ مَنْ حَالَفَهُمْ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا جو ان کی مخالفت کرے گا وَ لَا مَنْ خَذَلَهُمْ اور وہ ان کا کچھ بگاڑ سکے گا جو ان سے علیحدگی اختیار کرے گا وَ لَا مَنْ كَانَ أَهْمُرْ اور جوان دروںی طور پر ان کے خلاف سازش کرے گا وہ بھی کامیاب نہیں ہو گا۔ آنحضرت ﷺ کی پاک زبان سے لکھا ہوا فرمان ہے لکھا ہوا حق کا گروہ حضرت عیسیٰ ﷺ کی آمد تک ضرور ہے گا۔ تو انہوں نے اعلان اعلاء بر طریقے سے حق کو بیان کرے گا اور حق پر چلے گا۔

### مجزات اور کرامات کی حقیقت

﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا إِيمَانَنَا﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹکایا ہماری آیتوں کو ﴿سَسْتَدِينَ بِرَجْهُمْ﴾ بتا کیا ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے ﴿قِنْ حَيَثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ایسی چکر سے جہاں ان کو علم نہیں ہو گا ﴿وَأَنْعَنَ لَهُمْ﴾ اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں ﴿إِنَّ كَيْدَنِي مَتَّعِنْ﴾ بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے ﴿أَوَ لَمْ يَتَفَكَّرْ فِيهِ﴾ کیا انہوں نے غور و فکر نہیں کیا ﴿مَا يَصْاحِبُهُمْ قِنْ حَلَقَةٍ﴾ کہ نہیں ہے ان کے ساتھی کو کوئی جنون ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا کھول کر ﴿أَوَ لَمْ يَنْظُرْ ذَا﴾ کیا انہوں نے نہیں دیکھا ﴿فِي مَلْكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں ﴿وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ﴾ اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے چیزوں کو ﴿وَأَنْ عَسَى أَنْ يَكُونَ﴾ اور یہ کہ شاید ﴿قَدْ أَقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ﴾ قریب آچکی ہو ان کی میعاد ﴿فَيَأْتِيَ حَدِيبَيْتَ بَعْدَ كَلْيُومُؤْنَونَ﴾ پس کس بات پر اس قرآن کے بعد یہ لوگ ایمان لائیں گے ﴿مَنْ يُؤْتَلِيلَ اللَّهُ فَلَا يَأْدِي لَهُ﴾ جس کو اللہ تعالیٰ گراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے ﴿وَيَدْرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ﴾ اور وہ اللہ ان کو چھوڑتا ہے ان کی سرکشی میں ﴿يَعْمَلُونَ﴾ سرگردان پھرتے ہیں۔

### مجزات اور کرامات کی حقیقت

آیت کا لفظی معنی قرآن کریم یا اور آسمانی کتابوں کی آیت بھی ہے اور آیت کا معنی مججزہ اور نشانی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائیں، صحیفے نازل فرمائے ان میں بے شمار آیات تھیں۔ قرآن کریم کی چھ ہزار چھ سو چھیساں (۶۶۶) کو

آیات ہیں لیکن نہ مانے والوں نے نہیں مانا اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو عجیب و غریب قسم کے مESSAGES بھی حطا فرمائے۔ آنحضرت ﷺ کا ایک مجزہ ہے ﴿فَإِنَّ رَبَّكَ لِيَعْلَمُ الْأَسْرَارَ وَإِنَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ”قیامت قریب آگئی ہے اور چاند دنکڑے ہو گیا ہے۔“ اس مجزے کا مطالبہ خود مشرکین مکنے کیا تھا۔ انہوں نے آنکھوں سے دیکھا چودھویں رات کا چاند آسمان پر دنکڑے ہوا لیکن انہوں نے نہ مانا۔

ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہے ﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْيَتِينَ﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹالا یا ہماری آئیوں کو ﴿فَسَنَّتُهُمْ بِرَجْهُمْ﴾ بتا کیا، تم ان کو آہستہ آہستہ ترقی دینا، آگے بڑھانا۔ آپ حضرات یہاں پر چند ایک اصطلاحات سمجھ لیں جو عمائدے کرام نے بیان فرمائی ہیں۔ وہ یہ کہ جو چیزیں خلاف عادت اور خرق عادت کے طور پر کسی کے ہاتھ پر صادر ہوں تو ان میں تفصیل ہے اگر نبی کے ہاتھ پر نبوت ملنے سے پہلے صادر ہو تو اس کو ”ارہاصل“ کہتے ہیں از ہاصل کا معنی تمہید ہے۔ گویا کہ یہ نبوت کی تمہید ہوتی ہے۔ جیسے آنحضرت ﷺ نبوت کے ملنے سے پہلے مکمل مردم میں راستوں سے گزرتے تھے تو پھر آپ کو سلام کرتے تھے۔ بچپن میں ابو طالب آپ ﷺ کو سفر میں ساتھ لے گئے بڑی سخت گرمی اور دھوپ تھی بادل نے آکر آپ ﷺ کے سر پر سایہ کیا اس کو ارہاصل کہتے ہیں۔

اسی تدریج کا لغوی معنی ہے کسی شے کو آہستہ آہستہ ترقی دینا، آگے بڑھانا۔ آپ حضرات یہاں پر چند ایک اصطلاحات سمجھ لیں جو عمائدے کرام نے بیان فرمائی ہیں۔ وہ یہ کہ جو چیزیں خلاف عادت اور خرق عادت کے طور پر کسی کے ہاتھ پر صادر ہوں تو ان میں تفصیل ہے اگر نبی کے ہاتھ پر نبوت ملنے سے پہلے صادر ہو تو اس کو ”ارہاصل“ کہتے ہیں از ہاصل کا معنی تمہید ہے۔ گویا کہ یہ نبوت کی تمہید ہوتی ہے۔ جیسے آنحضرت ﷺ نبوت کے ملنے سے پہلے مکمل مردم میں راستوں سے گزرتے تھے تو پھر آپ کو سلام کرتے تھے۔ بچپن میں ابو طالب آپ ﷺ کو سفر میں ساتھ لے گئے بڑی سخت گرمی اور دھوپ تھی بادل نے آکر آپ ﷺ کے سر پر سایہ کیا اس کو ارہاصل کہتے ہیں۔

اور جو خلاف عادت چیزیں نبوت ملنے کے بعد ظاہر ہوں ان کو مجزہ کہتے ہیں۔ مجزہ کا معنی ایسی نشانی جو لوگوں کو عاجز کر دے قرآن کریم آپ ﷺ کا مستقل مجزہ ہے۔ آج تک قرآن پاک کے مثل بلکہ اس کی چھوٹی سی آیت کریمہ کے مثل بھی کوئی نہ لاسکا اور نہ لاسکے گا۔ حق تقریباً آپ ﷺ کا مجزہ ہے ان کے علاوہ بے شمار آپ ﷺ کے مESSAGES کے مESSAGES ہیں۔ اور ولی کے ہاتھ پر خلاف عادت جو چیز صادر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اور ولی وہ ہوتا ہے جو تو حید و سنت کا پابند ہو شریعت پر پورا اترتتا ہو۔

اور یاد رکھنا! کہ مجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے مجزے میں نبی کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہوتا اور کرامت میں ولی کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہوتا اور عام آدی کے ہاتھ پر بسا اوقات بھی کوئی چیز خلاف عادت ظاہر ہو جاتی ہے چاہے وہ گنگہ رہی کیوں نہ ہو اس کو ”معونت“ کہتے ہیں۔ معونت کے معنی امداد۔ یہ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی تقویت کے لیے امداد فرماتے ہیں۔

اور اگر کافر کے ہاتھ پر خلاف عادت کوئی چیز ظاہر ہو تو اس کو ”استدراج“ کہتے ہیں۔ دجال عین جب آئے گا تو اس کے ہاتھ پر بہت کچھ ظاہر ہو گا۔ بادلوں کو حکم دے گا وہ اکٹھے ہو کر بارش بر سما نا شروع کر دیں گے، زمین پر پاؤں مارے گا وہ سونا

چاندی اگل دے گی، جو لوگ اس کو خدا نہیں میں گے ان کے گھروں کو دولت سے بھر دے گا اور جو اس کو الہ نہیں مانیں گے ان کے گھروں کا سامان درجہ کے پیچے جل پڑے گا جیسے کسی چیز کو پیسے لگ جاتے ہیں کوئی شے گھر میں نہیں رہے گی۔ عجیب امتحان ہو گا۔ عجیب و غریب چیزیں اس سے صادر ہوں گی۔ یہ استدرج ہے۔

اور اگر کوئی چیز کافر کی مرضی کے خلاف صادر ہو تو اس کو "اہانت" کہتے ہیں۔ تاریخ میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کے ایک ساتھی کا لڑائی کے دوران میں آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا وہ مسیلمہ کذاب کے پاس گیا کہ لڑتے لڑتے تکوار یا نیزہ لگا ہے اور آنکھ کا ڈھیلا باہر آگیا ہے اس کو ٹھیک کر دے۔ اس نے جب اس کو دارے میں رکھا تو دوسرا آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔ تو یہ اہانت ہے۔ دراصل اس نے آنحضرت ﷺ کی نقل اتنا را چاہی۔ وہ اس طرح کہ جنگ احمد میں لڑتے ہوئے ایک صحابی کا ڈھیلا آنکھ ہے باہر نکل آیا تھا حضرت ابو قتادہ رضیؑ این خراش نیٹھو، بڑے خوب صورت اور صحت مندو جوان تھئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ڈھیلا لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے حضرت امیری نئی نئی شادی ہوئی ہے اگر میری آنکھ کی ہیں وضع رہی تو میری بیوی نفرت کرے گی۔ آنحضرت ﷺ نے وہ آنکھ کا ڈھیلا آنکھ کے دارے میں رکھا اور دعا کی کہ اے پروردگار! اتنا کام میرا تھا آگے تیرا کام ہے۔ وہ آنکھ درست ہو گئی اور دوسرا آنکھ کی طرح کام کرتی تھی۔ یہ آپ ﷺ کا مجرزہ تھا۔

حدیبیہ کے مقام پر پندرہ صحابہ تھے اور ان کے ساتھ اونٹ، گھوڑے، نچر بھی تھے۔ پانی سب کی ضرورت تھی لیکن وہاں پانی ختم ہو گیا۔ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا حضرت؟ پانی نہیں ہے۔ وہاں ایک چشمہ تھا اس سے تھوڑا تھوڑا پانی رستا تھا آنحضرت ﷺ کی تشریف لے گئے اس چشمے پر اپنا تھہ مبارک رکھا اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اس سے پانی ایسے چلنے لگ گیا جیسے نہ پھوٹ پڑی ہو۔

اور مسیلمہ کذاب کے دور میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ یہاں کے مقام پر ان کو پانی کی قلت پیش آئی اس کے پاس گئے کہ پانی کی ضرورت ہے۔ وہاں ایک چشمہ تھا جس سے تھوڑا تھوڑا پانی رستا تھا مسیلمہ کذاب نے آنحضرت ﷺ کی نقل اتنا تھے ہوئے چشمے پر با تحرک رکھا اللہ تعالیٰ کی قدرت پانی کا جو قطرہ آرہا تھا وہ بھی بند ہو گیا۔ اس کو اہانت کہتے ہیں اور کافر کی مرضی کے مطابق اگر کوئی شے خلافی عادت ظاہر ہو تو اس کو استدرج کہتے ہیں۔ کافروں کو حکومت و اقتدار ملتا ہے، مال اور اولاد ملتی ہے، عزت ملتی ہے، وزارت ملتی ہے تو یہ نہ سمجھو کر وہ کامیاب ہو گئے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو آہتہ آہتہ عذاب کی طرف چلاتے ہیں جہاں سے وہ جانے نہیں بلکہ وہ خوش ہوتے ہیں کہ نہیں یہ مل گیا وہ مل گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَأُمِّلَتْ نَهَمٌ﴾ اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں ﴿إِنَّ كَيْدَنِي مَتِينٌ﴾ بے شک میری تدبیر بڑی معمبوط ہے۔ رب تعالیٰ کی تدبیر سے بہتر تدبیر کس کی ہو سکتی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ایک شوئے کا جواب دیا ہے کافروں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ یہ جادوگر بھی ہے اور مجنوں بھی ہے۔

فکاری خود فکار ہو گیا

مکمل کردہ سے کافی دور تقریباً تین چاروں کی مسافت پر قبیلہ بنو غفار کا علاقہ تھا وہاں کا ایک آدمی مجنوں اور پاگلوں کو دم کرتا تھا جس کا نام خماد ابن تعلب تھا۔ اس نے سنا کہ کعبۃ اللہ کے متولیوں میں سے ایک کالاوارث بیٹا ہے مال اس کے پاس نہیں ہے اور وہ پاگل ہو گیا ہے۔ چوں کہ لوگوں کو کعبۃ اللہ کے ساتھ بڑی عقیدت تھی اس لیے خماد مکہ کرسی پہنچا آنحضرت ﷺ کا معلوم کر کے آپ ﷺ سے ملاقات کی۔ کہنے لگا حضرت! آپ نے سنا ہو گا کہ از شنوة کے علاقہ میں ایک آدمی ہے جو پاگلوں کو دم کرتا ہے اللہ تعالیٰ شفاریت ہے وہ گنہگار میں ہوں اور خماد میر انہم ہے۔ میں نے آپ سے فیض نہیں لیں صرف انسانی ہم دردی کے تحت میں نے آپ کو دم کرنا ہے۔ آپ ﷺ فس پڑے اور فرمایا دیکھو! ان کافروں نے کتنی دوستک میرے متعلق مشہور کیا ہوا ہے کہ میں پاگل ہوں۔ فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاگل نہیں ہوں۔ خماد نے کہا لوگ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کی زبانیں منہ میں ہیں جو چاہیں کہیں۔ اس نے کہا پھر لوگ آپ کو کس وجہ سے مجنوں کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے وہ خطبہ پڑھا جو جمود میں پڑھا جاتا ہے ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَنَسْتَغْفِرُهُ أَخْرِيْكُمْ﴾ پڑھی۔ خماد کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کہنے لگا میں خود سچ و بلیغ ہوں، شاعر ہوں، مقرر ہوں لیکن یہ کلام انسان کا بتایا ہوا نہیں ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ وہم کرنے کے لیے آیا تقدیمی اور اسیر بن کر گیا، کفر کی حالت میں آیا تھارضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گیا۔

تو کافروں نے آپ ﷺ کے متعلق دور راز تک مشہور کیا ہوا تھا کہ یہ پاگل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَذْلَمُ  
يَسْعَمُ ذَاهِهِ كَيْاَنُهُو نَعْوَرُ وَكُنْرُنِيْسُ كَيْاَهُ مَا يَصْاحِيْمُ وَقَنْ چَنْتُهُهُ كَنْهُيْسُ ہے ان کے ساتھی کو کوئی جزوں۔

پاگل، پاگل ہی ہوتا ہے

پاگل چاہے کتنا ہی سمجھ دار کیوں نہ ہو وہ چھپا نہیں رہتا۔ ہمارے استاد تھے مولانا غلام محمد صاحب لدرھیانی علیہ السلام خوا  
کے امام تھے۔ ۱۹۳۰ء کے قریب کی بات ہے ہم جہانیاں منتظری میں ان کے پاس نجومی کتابیں "عبد الغفور" و "غیرہ" پڑھتے تھے۔  
وہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ہماری برادری کے ایک آدمی کا ذہنی توازن خراب ہو گیا اس کو لاہور میں بیتال داخل کرایا گیا۔ سمجھ  
عرصہ کے بعد میں اس کی تیار داری کے لیے گیا کہ برادری کا آدمی ہے۔ کچھ تخفیف تھا نہ بھی ساتھ لے گیا۔ میں اس سے  
ملاقات کر رہا تھا کہ ایک اوپنچے قد کا موٹا تازہ اور خوب صورت آدمی آ کر میرے ساتھ علیٰ باقیں کرنے لگ گیا۔ کبھی محکمے متعلق،  
کبھی صرف کے متعلق، کبھی منطق کے متعلق، کبھی تفسیر اور کبھی اصول تفسیر کے متعلق باقیں کرتا۔ مولانا بھی بڑے فاضل آدمی تھے  
کچھ دیر کے بعد وہ پیشتاب کرنے کے لیے چلا گیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ آدمی جو میرے ساتھ گفتگو کر رہا تھا کون ہے؟ لوگوں نے  
کہا پاگل ہے۔ مولانا فرماتے ہیں میں بڑا جیران ہوا کہ اتنا فاضل آدمی ہے اور اس کا حافظہ اتنا ہے کہ سارے علوم و فنون اس کو

یاد ہیں یہ کس طرح پاگل ہے؟ یوں لگتا ہے کہ اس کو پاگل کہنے والے خود پاگل ہیں۔  
تحوڑی دیر کے بعد پھر وہ آگیا اور پھر علمی عفتگو شروع کر دی۔ میں نے اجازت مانگی کہ میں نے جانا ہے کیوں کہ اس وقت یہ سڑکیں اور بسیں تو نہیں ہوتی تھیں ریل گاڑی کا سفر ہوتا تھا اور قریب قریب کا سفر لوگ تاگلوں پر کرتے تھے کہ اگر گاڑی چل گئی تو میرے لیے سستہ بن جائے گا۔ کہنے لگا اچھا تم نے جانا ہے۔ میں نے کہا ہاں! میں نے جانا ہے۔ کہنے لگا اچھا پھر ہاتھ آگے کر دے۔ میں نے ہاتھ آگے کیا تو اس نے میرے ہاتھ پر تھوک دیا۔ مولا نافرماتے ہیں کہ پاگل چھپائیں رہتا۔ وہ پروفیسر تھا اور اس کا دماغی تو ازن خراب ہو گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انہوں نے غور و فکر نہیں کیا کہ ان کا جو ساتھی ہے یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، اس کو کوئی جنون نہیں ہے۔ ان جیسا سمجھ دار دنیا میں نہ پیدا ہوا ہے نہ ہو گا (إِنْ هُوَ إِلَّا ذِيْرٌ مُّبِينٌ) نہیں ہے وہ مگر ذرا نے والا کھول کر وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہے کہ قبر کے عذاب سے نج جاؤ دوزخ کے عذاب سے نج جاؤ۔ وہ تو نذیر ہے نہ کاہن ہے، نہ شاعر ہے، نہ مجتوں ہے۔ تم نے غلط پروپیگنڈا کیا ہوا ہے۔

فرمایا رب تعالیٰ کی قدر میں نہیں دیکھتے (أَوْ لَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلْكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) کیا انہوں نے نہیں دیکھا آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں۔ آسمانوں کے عجائب نہیں دیکھے کتنے بلند ہیں اور بغیر ستون کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے قائم ہیں اور زمین نہیں دیکھی کتنی وسیع ہے؟ اس میں پہاڑ ہیں، دریا ہیں، میدان ہیں اور بے شمار مخلوق ہے اور ان کے علاوہ (هُوَ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ) اور جو سمجھ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جیزون کو۔ کسی کا کوئی قد ہے، کسی کا کوئی ہنگامہ ہے، کسی کا کوئی رنگ ہے، بے شمار مخلوقات کی مختلف جیسیں اس کی قدرت پر دلیل ہیں۔

وَ فِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ أَيْةٌ

تَدْلُّلٌ عَلَى اللَّهِ وَاجْدُ

”ہر چیز میں خدا کی وحدانیت کی دلیل موجود ہے۔ کوئی مانے والا ہو تو یقیناً سمجھ آ سکتی ہے۔“

### قیامت برحق ہے

آگے قیامت کے متعلق فرمایا (وَأَنْ عَلَيْنِ أَنْ يَكُونَ قَدْ أَفْتَرَبَ أَجَلُهُمْ) اور یہ کہ شاید قریب آجھی ہوان کی میعاد قیامت جن ہے کائنات پر جب قیامت آئے گی، آئے گی، مگر ہر آدمی کی قیامت ذور نہیں ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ جو مرے گا اس کی قیمت قائم ہو گئی۔ قبر میں جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے، عذاب بھی ہے ثواب بھی ہے، بس آنکھیں بذر ہونے کی دری ہے (فَهَمَّيْتَ حَدِيبَيْتَ بَعْدَ الْأَيْمَنَوْنَ) پس کس بات پر اس قرآن کے بعد یہ لوگ ایمان لا سکیں گے۔ قرآن کریم سے زیادہ وزنی، قطعی اور یقینی اور کوئی سی بات ہے کہ اس کو یہ مانیں گے۔

فرمایا (مَنْ يُصْلِلُ اللَّهُ فَلَا فَادِي لَهُ) جس کو اللہ تعالیٰ گراہ کر دے اس کو کوئی بدایت دینے والا نہیں ہے۔ اور وہ گراہ کن کو کرتا ہے؟ فرمایا (يُصْلِلُ اللَّهُ الظَّالِمِينَ) [ابراهیم: ۲۷] اللہ تعالیٰ ظالموں کو گراہ کرتا ہے (يُفْلِلُ اللَّهُ الظَّالِمِينَ) [الموسی: ۳۷] اور کافروں کو گراہ کرتا ہے۔ جبڑا کسی کو گراہ نہیں کرتا اور یہ جو گراہ ہیں (وَيَدُنُهُمْ) اور اللہ ان کو چھوڑتا ہے (فِي طُغْيَانِهِمْ) ان کو ان کی سرکشی میں (يُعَذِّبُهُمْ) سرگردان پھرتے ہیں۔

### ~~~~~

(يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں (آيَاتُ مُزْسَهَا) وہ کب قائم ہوگی (قُلْ) آپ کہہ دیں (إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنِّنِّي رَبِّي) پختہ بات ہے کہ قیامت کا علم میرے رب کے پاس ہے (لَا يُجَلِّيهَا لَوْقَتُهَا) نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر (إِلَهُهُ) مگر اللہ تعالیٰ ہی (مُتَقْلِثٌ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) وہ قیامت بھاری ہے آسمانوں میں اور زمین میں (لَا تَأْتِيَكُمْ إِلَّا بَعْثَةٌ) نہیں آئے گی تم پر مگر اچانک (يَسْأَلُونَكَ) وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں (كَانَكَ حَقِيقَةً عَشَقًا) گویا کہ آپ اس کے کھون میں لگے ہوئے ہیں (قُلْ) آپ کہہ دیں (إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنِّيَ اللَّهُو) پختہ بات ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ) اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (قُلْ) آپ کہہ دیں (لَا أَمْلِكُ لِتَفْسِينَ الْفَعَاوَلَ لَأَصْرِّا) میں نہیں ہوں ماں ک اپنے نفس کے لیے نفع کا اور نہ نقصان کا (لَا مَا شَاءَ اللَّهُ) مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ (وَتَوَكَّلْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ) اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو (لَا سَتَكْتُزُ مِنَ الْحَمِيرِ) تو میں زیادہ حاصل کر لیتا بھلائی (وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ) اور نہ پہنچتی مجھے کوئی تکلیف (إِنَّمَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ) نہیں ہوں میں مگر رانے والا اور خوش خبری دینے والا (تَعُودُ مُؤْمِنُونَ) اس قوم کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی ہے۔

### توحید و رسالت اور قیامت

أَصْلُ الْأَصْوَلُ تین عقیدے ہیں۔ توحید و رسالت اور قیامت، باقی تمام ان کی فرع ہیں ان کی شاضیں ہیں۔ لیکن قیامت کا وقت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتایا یہ اس کا راز ہے جیسے موت کہ یہ تو ہم سارے جانتے ہیں کہ (فِيْنِ ذَاهِةٍ الْمَوْتِ) ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن مرنے کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہے۔

• آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ہے۔

سامان سو برس کے ہیں کل کی خبر نہیں!

ای طرح قیامت کا آنا حق ہے لیکن وہ کب قائم ہوگی یہ رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آنحضرت مسیح یہاں جب قیامت کا ذکر فرماتے تو لوگ پوچھتے تھے مئی الشاعۃ قیامت کب آئے گی؟ اس کے متعلق ارشاد ہے ﴿يَسْلُكُونَكُمْ عِنِّ الشَّاعِةِ أَيَّانَ مُرْسَلَهَا﴾ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ وہ کب قائم ہوگی؟ ﴿فَلَنَ﴾ اے نبی کریم ﴿عَلَيْهِ السَّلَامُ﴾ کہہ دیں ﴿إِنَّمَا﴾ پختہ اور تین بات ہے ﴿عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي﴾ قیامت کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ مجھے اس کا علم نہیں ہے ﴿لَا يُحِلُّ لِنَفْتَنَابِلَوْلَهُ﴾ نہیں ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر اللہ تعالیٰ ہی۔ رب تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ اس نے اس کو کب قائم کرنا ہے۔ ﴿أَنْقَلَتْ﴾ وہ قیامت بھاری ہے ﴿فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ آسمانوں میں اور زمین میں۔ آسمانوں میں بے شمار مخلوق ہے فرشتے وغیرہ، وہ سب قیامت سے گھبرائے ہوئے ہوں گے ﴿الشَّاعِةُ أَذْهَنُ وَأَمْزَحُ﴾ [اقر: ۲۶] کے لفظ بھی آتے ہیں کہ قیامت بڑی دہشت ناک اور کڑوی ہے۔

تو قیامت کا مسئلہ آسمانوں کی مخلوق پر بھی بھاری ہے اور زمین کی مخلوق پر بھی ﴿لَا تَأْتِيَنَّمُ الْأَبْغَثَةُ﴾ نہیں آئے گی تم پر مگر اچانک اچانک آئے گی؟ حدیث پاک میں آتا ہے ایک شخص اپنے جانور کا دودھ زوہ کر لائے گا یا اے میں ڈال کر اس سے ایک گھونٹ منہ میں ڈالے گا مطلق سے نیچے نہیں اُتار سکے گا نہ منہ سے ہر زکال سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی وہ ڈھیر ہو جائے گا کھانے کا لقہ منہ میں ڈالے گا نگل نہیں سکے گا کہ دہیں ختم ہو جائے گا۔ کوئی آدمی گھر میں داخل ہونے کے لیے دروازے کے اندر قدم رکھے گا ایک قدم اندر اور ایک باہر ہو گا کہ دہیں ڈھیر ہو جائے گا۔ دکان دار گاہک کے لیے تھان کھول کے بکھیرے گا خریداران کے رنگ دیکھتے ہوں گے، ذریلان دیکھتے ہوں گے، بھاؤ طے کرتے ہوں گے وہ تھان بکھرے رہ جائیں گے کاہک بھی مالک بھی ڈھیر ہو جائیں گے۔ ﴿يَسْلُكُونَكُمْ حَقْنَ عَنْهَا﴾ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں گویا کہ آپ اس کے کھونج میں لگے ہوئے ہیں۔ حَقْن کا الفوی معنی ہے کھونج کسی چیز کا کھونج لگانے والا، کھون لگا کر کسی چیز کی تہہ تک پہنچا۔ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ نے کھون لگا کر قیامت کو جان لیا ہے اور حَقْن کا معنی عالم بھی ہے۔ تو پھر ملہوم اس طرح بنے گا یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ قیامت کا علم رکھتے ہیں ﴿فَلَنَ﴾ آپ کہہ دیں ﴿إِنَّا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ پختہ بات ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور کسی کے پاس نہیں ہے۔

### قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

اب اتنی صاف اور صریح آیات کے ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص یہ کہے کہ آنحضرت مسیح یہاں قیامت کا علم رکھتے تھے تو قرآن کریم کی مخالفت اور قرآن کریم کے ساتھ ضد نہیں تو اور کیا ہے؟ انھی آیات کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر جیشیہ نے ایک سمجھ روایت نقل فرمائی ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہو آنحضرت مسیح یہاں سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت سوہنیہ نے فرمایا کہ مراجع کی رات جب انبیاء کرام علیہما السلام کا جماعت ہوا اس میں آنحضرت مسیح یہاں بھی تشریف فرماتھے فَتَدَأْكُرُوا فِينَا

تَبَّأْلُهُ عِلْمُ السَّاعَةِ اسْعَفَرُوں کے اجتماع میں قیامت کا مسئلہ چل پڑا کہ کسی کو معلوم ہے کہ قیامت کب قائم ہوگی فَرَدُوا أَمْرًا هَذَا إِنَّ إِبْرَاهِيمَ سَلَّمَ میں انھوں نے قیامت کا معاملہ ابراہیم ﷺ کی طرف لوٹا یا کہ خلیل اللہ ہیں شاید ان کو معلوم ہو کہ قیامت کس سن میں آئے گی؟ قَالَ لَا عِلْمَ لِي بِهَا حضرت ابراہیم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کے صحیح وقت کا علم نہیں ہے۔ پھر آپس میں مشورہ کر کے کہا کہ موئی ﷺ سے پوچھو کہ کلم اللہ ہیں ممکن ہے کلام کے دوران یہ راز بتا دیا ہو قَالَ لَا عِلْمَ لِي بِهَا موئی ﷺ نے کہا مجھے علم نہیں ہے۔ پھر کہنے لگے حضرت عیسیٰ ﷺ سے پوچھو رَبُّ الْعَالَمِ السَّاعَةِ کہ وہ قیامت کی نشانی ہیں ہو سکتے ہے کہ رب تعالیٰ نے ان کو بتا دیا ہو کہ قیامت کب برپا ہوگی؟ حضرت عیسیٰ ﷺ سے پوچھا گیا تو حضرت عیسیٰ ﷺ نے فرمایا آتنا وَجَبَتْهَا فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ قیامت کے واقع ہونے کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا مجھے صرف اتنا بتا گیا ہے کہ قرب قیامت میں مجھے رب تعالیٰ زمین پر اتاریں گے پھر آگے دھاٹ کے قتل اور یا جوں ماجوں کے ساتھ لڑائی اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ لڑائی کا طویل قصہ ذکر فرہ یا۔

حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کا بھی اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ قیامت کے صحیح وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اب باذ خوش قرآن کریم کے خلاف عقیدہ رکھے اور کہے کہ آنحضرت ملنہ تعلیم کو قیامت کے صحیح وقت کا علم تھا کہ کب برپا ہوئی ہے اور اس کو آنحضرت ملنہ تعلیم کے ساتھ محبت سمجھنا یہ قرآن کریم سے کھلی بغاوت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ بالکل بغاوت ہے۔ ان لوگوں کو اس سے دھوکہ ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبریں پیغمبروں کو بتائی ہیں ﴿هُنَّ تِلْكَ مَنْ أَنْهَا اللَّهُ أَعْلَمُ بِالْغَيْبِ لَوْجِيَّهَا إِنَّكَ﴾ [ہور: ۲۹] یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف دھی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ملنہ تعلیم کو بے شمار غیب کی خبریں بتائی ہیں اس میں پہلے زمانے کی خبریں بھی ہیں، قیامت سے پہلے کی بھی ہیں اور قیامت کے بعد جنت دوزخ کی خبریں بھی ہیں ان کی صحیح تعین معلوم نہیں کہتنی ہیں لیکن وہ غیب کی خبریں ہیں علم غیب نہیں ہے۔

### علم غیب خاصہ خداوندی ہے

علم غیب کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ایک ذرہ بھی خارج نہ ہو۔ تو غیب کی خبریں اور علم غیب میں بڑا فرق ہے علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ملنہ تعلیم کو غیب کی خبریں بتائی ہیں لیکن ان میں قیامت کے صحیح موقع کا علم نہیں ہے جامیں لوگ غیب کی چند خبریں بیان کر کے دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت ملنہ تعلیم سب کچھ جانتے تھے۔ یہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔

مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے قبیلَ أَنْ تَمُوتَ بِشَهْرٍ آپ ملنہ تعلیم کی وفات سے ایک مہینہ پہلے آپ ملنہ تعلیم سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ملنہ تعلیم نے فرمایا: غیب لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ قیامت کا صحیح وقت غیب میں

سے ہے اور غیب اللہ تعالیٰ کے سو اکوئی نہیں جانتا۔ یہ کوئی فرعی مسئلہ نہیں ہے کہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سب کچھ جانتے تھے اور قیامت کے وقوع کا بھی آپ ﷺ کو علم تھا۔ بھی! یہ قرآن کریم سے بقاوت ہے کہ صاف لفظ ہیں ﴿قُلِ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْنَا اللَّهُ۝﴾ آپ کہہ دیں کہ پختہ بات ہے قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ﴿لَكُنَّ أَكْثَرَ الظَّالِمِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے حقیقت کو۔ خواہ تجوہ مغلط عقیدے قائم کیے ہوئے ہیں۔

### نفع، نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے

آگے فرمایا کہ جس طرح غیب صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے نفع، نقصان کا مالک بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ارشادِ ربیٰ ہے ﴿قُلِ إِنَّمَا لِلَّهِ الْأَمْلَكُ لِيَقْبِلَنَّ الْفَعَادَ لَا يَضُرُّهُمْ﴾ میں نہیں ہوں مالک اپنے نفس کے لیے نفع کا اور نقصان کا اور انہیسوں پارے میں امت کو سمجھانے کے لیے اعلان کرو دیا ﴿قُلِ إِنَّمَا لِلَّهِ الْأَمْلَكُ لِلْمَصَرَّادَ لَا يَرْشَدُهُمْ﴾ [جن: ۲۱] (اے لوگو!) میں تمہارے نفع، نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ جب آنحضرت ﷺ نہ اپنے نفع، نقصان کے مالک ہیں اور نہ مخلوق کے نفع، نقصان کے مالک ہیں تو اور کون ہے جو کسی کے نفع، نقصان کا مالک ہو؟ نفع، نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ آیات نہ بھولنا اور گھر جا کر اپنی عورتوں کو، بہنوں کو، بیٹیوں کو، بھائیوں کو اور جتنے بھی گھر کے افراد ہیں سب کو یہ آیات یاد کراؤ، رتاؤ اور سمجھاؤ۔ کیوں کہ عقیدہ بہت بڑی چیز ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اسلام کی روح کے خلاف ہے۔

آگے فرمایا ﴿إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ۝﴾ مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ ﴿وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْعَيْبَ﴾ اور اگر میں غیب جانتا ہوں ﴿لَا نَسْتَكْفُرُ عَنِ الْحَقِيقَةِ﴾ تو میں زیادہ حاصل کر لیتا بھلا کی ﴿وَمَا مَسَنَّى الشَّوَّرُ﴾ اور رہ پہنچتی مجھے کوئی تکیف۔ حالانکہ آپ ﷺ نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔

### یہودی عورت کی دعوت اور علم غیب

ہجرت کا ساتواں سال اور محروم کامبینہ تھا خیر کا علاقوہ فتح ہوا یہ یہود کا گزر تھا یہود کو بڑا صدمہ ہوا اور اس صدمے میں ان کی عورتیں، مرد، بوزھے، بچے، جوان سب شریک تھے اور یہ بھی وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے ساتھ نکر لینا بہت مشکل ہے۔ آپ ﷺ کے خلاف خفیہ طور پر سازش کی۔ زینب نایی ایک یہودی عورت تھی اور اس کے علم میں تھا کہ آپ ﷺ کسی کی دعوت روئیں کرتے۔ آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی حضرت! میں آپ کا کھانا پکانا چاہتی ہوں اگر قبول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھیک ہے۔ اس وقت دو چار ساتھی آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھنے تھے۔ کہنے لگی ان کو بھی ساتھ لے لئے آزاد رہیں اس نے پوچھ دیا کہ آپ ﷺ کو کھانے میں کون ہی چیز مرغوب ہے؟ آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھنے کے شانے کا گوشت پسند فرماتے تھے۔ اس نے بکری ذبح کی اس کا سامن بنایا اور اس میں تیز قسم کا زبردال دیا۔

چنانچہ آپ ﷺ چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے حضرت بشر ایں بڑاء بن معمر در بنی ٹھو نوجوان صحابی تھے

انھوں نے ایک آدھ بولی کھائی اور توپ کر مر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ میں بولی ڈالی داری شریف کی روایت میں ہے کہ بولی نے بول کر بتایا کہ مجھ میں زہر ہے نہ کھانا۔ یہ مجرہ تھا۔ لیکن جوز ہر لعاب کے ساتھ اندر چلا گیا تھا اس کا بھی کافی اثر تھا۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشش! مجھے جوز ہر کھلایا گیا تھا اس کے اثر سے میری جان کٹ رہی ہے۔

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہادت کے مرتبہ پر فائز ہیں

اسی لیے محققین فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہیں کیوں کہ زہر دے کر جس کو مارا جائے وہ شہید ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غائب جانتے ہوتے تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم زہر کھاتے اور ساتھیوں کو کھانے دیتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بلا کر پوچھا اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا زہر ہے۔ فرمایا کیوں ڈالا؟ کہنے لگی اس لیے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو آپ پر اثر نہ ہوگا اور اگر نبی نہیں ہیں تو ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ پھر آگے زوایات مختلف ہیں داری کی روایت میں ہے کہ اس عورت کو سوی پرانک یا گیا تھا کیوں کہ ساتھی شہید ہو گئے تھے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مختلف قبائل کا ایک وفد آیا۔ کہنے لگے حضرت! ہم دور دراز کے رہنے والے ہیں یہ فلاں علاقے کا سردار ہے، یہ فلاں علاقے کا سردار ہے اور ہم لوگوں میں دین کی بڑی توپ ہے بڑے بھوکے اور پیاسے ہیں آپ ایسا کریں کہ جتنے آپ کے ساتھی ہیں ہمارے ساتھ بھیج دیں یہ ہمیں دین سکھلا سیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چاکھ کر سارے تو نہیں ستر صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ بھیج دیا جب وہ اپنے علاقے کے قریب پہنچ تو ان لوگوں کی بولیاں بدل لیں (انداز بدل گئے)۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہر معونہ کے مقام پر ستر کے ستر کو شہید کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا صدمہ ہوا اور تقریباً ایک مہینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر کی نماز میں قتوت نازلہ پڑھی۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا کہ ہمارے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے تو ستر ساتھیوں کو موت کے منہ میں ڈالتے؟ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا ہوتا کہ تقبہ ابن ابی وقاص نے میرے سر اور منہ پر پتھر مارنے ہیں تو پہلے سے اس کا دفاع نہ کر لیتے۔ یہ سارے واقعات اس بات پر شاید عدل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غائب نہیں جانتے تھے۔

فرمایا (إن أنت إلا نذير وَبِسْمِ رَبِّكَ) ہوں میں مگر ذرا نے والا اور خوش خبری وسینے والا۔ فرمائی کرو گے تو دنیا کا عذاب بھی آئے گا اور آخرت کا عذاب بھی آئے گا اور جو فرمان بردار ہیں ان کو بشارت دیتا ہوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں کامیاب کرے گا (لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ) اس قوم کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی ہے۔ اور جو ضدی اور مغلوب ہیں ان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

﴿فَوَالْذِنِي خَلَقْتُمْ﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو ﴿قُنْ أَنْفِسٍ وَاحِدَةٌ﴾ ایک نفس سے ﴿وَجَعَلَ مِنْهَا ذُرَّةً ذُجَاهًا﴾ اور بنا یا اس نفس سے اس کا جوڑا ﴿لَيَسْكُنَ الْبَهَابِ﴾ تاکہ وہ سکون حاصل کرے اس سے ﴿فَلَمَّا تَعَشَّمَا﴾ پس جب مرد نے ڈھانپا اس عورت کو ﴿حَلَثَ حَلَلَ حَنِيفًا﴾ تو حمل بھرہ اس عورت کو ملکا سا ﴿فَتَرَثُتِ بِهِ﴾ پس وہ عورت اس کو لے کر چلتی پھرتی ہے ﴿فَلَمَّا آتَقْلَكَتِ﴾ پس جب وہ بوجھل ہو گئی ﴿دُعَا اللَّهُ رَبَّهُمَا﴾ تو اللہ تعالیٰ کو پکارا دنوں نے جو ہے پروردگار ان کا ﴿لَكُنْ أَتَيْتُنَا صَالِحًا﴾ البتہ اگر تو نے دیا ہمیں اچھا سمجھا بچہ ﴿لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّكِيرِينَ﴾ البتہ ہم ضرور ہوں گے شکر گزاروں میں سے ﴿فَلَمَّا أَتَهُمَا صَالِحًا﴾ پس جب دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے اچھا سمجھا ﴿جَعَلَ اللَّهُ شَرَّ كَاءِ﴾ بنائے ان دنوں نے رب کے شریک ﴿فِيهَا أَشْهَمَا﴾ اس میں جو اللہ نے ان کو دیا تھا ﴿فَتَعَلَّمَ اللَّهُ عَنَّا يُشَرِّبُونَ﴾ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ شریک بناتے ہیں ﴿أَيْلُوْرُونَ﴾ کیا شریک بھرہاتے ہیں ﴿مَا﴾ اس مخلوق کو ﴿لَا يَخْلُقُ شَيْئًا﴾ جو نہیں پیدا کر سکتی کسی چیز کو ﴿وَهُمْ يُخْلُقُونَ﴾ اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں ﴿وَلَا يَسْتَطِعُونَ لَهُمْ نَصْرًا﴾ اور وہ نہیں طاقت رکھتے ان کے لیے مدد کی ﴿وَلَا آتُهُمْ يَمْرُونَ﴾ اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں ﴿وَإِنْ يَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى﴾ اور اگر تم بلا وان کو ہدایت کی طرف ﴿لَا يَتَبَعُونَ﴾ تو نہیں پیروی کریں گے تمہاری ﴿سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ﴾ بجا بارہے تم پر ﴿أَدْعَوْتُهُمْ﴾ یا تم ان کو پکارو ﴿أَمْ أَبْشِّرُهُمْ صَادِقُونَ﴾ یا تم خاموش رہو۔

### جناب آدم و حوا اور نسل انسانی کی تحقیق کا تذکرہ

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتیں کا ذکر تھا ایک یہ کہ قیامت کا صحیح وقت اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا صحیح روایات سے اتنا پتا چلتا ہے کہ جمعہ والے دن قائم ہو گی لیکن اس جمعہ تک کتنی صدیاں باقی ہیں، کتنے سال باقی ہیں، کتنے مہینے باقی ہیں، مہینے میں عموماً چار جمعے ہوتے ہیں ان میں سے کون سا جمعہ ہے؟ اس کے بارے میں کوئی صحیح ثبوت نہیں ہو۔ ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ دس محروم کا جمعہ ہو گا لیکن حد شیخ کرام محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس پر اعتقاد نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ فرع، نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور تیسرا صفت یہ بیان فرمائی کہ غیر صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق کا بیان ہے۔ فرمایا ﴿فَوَالْذِنِي خَلَقْتُمْ قُنْ أَنْفِسٍ وَاحِدَةٌ﴾ اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو ایک نفس سے۔ خالق بھی وہی ہے، ساری کائنات میں تصرف کرنے والا بھی وہی ہے، عالم الغیب

والشهادۃ بھی وہی ہے، فتح دینے والا بھی وہی ہے، اور ضرر دینے والا بھی وہی ہے اسی نے تمیس ایک نفس سے پیدا کیا ہے۔ اس نفس سے حضرت آدم ﷺ کا نفس مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ساری زمین سے تھوڑی تھوڑی مٹی جمع فرمائی اس مٹی کا غیر بنایا۔ خشک مٹی کو عربی میں تراب کہتے ہیں ﴿خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ﴾ [آل عمران: ۵۹] ”اللہ تعالیٰ نے آدم ﷺ کو مٹی سے پیدا فرمایا۔“ خشک مٹی جب گارے کی شکل بن جائے تو اس کو طین کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں طین کا لفظ بھی آیا ہے۔ سشیطان نے جنت بازی کرتے ہوئے کہا تھا ﴿خَلَقْتُنِي مِنْ تُلْأَرَوْ خَلَقْتَنِي مِنْ طِينٍ﴾ [ص: ۶۷] ”مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے۔“ اور جب گاراخشک ہوا جیسے بھکری بھتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے آدم ﷺ کا وجود بنایا۔

ابليس لعین نے بھی ساتھا کہ ایک نئی مخلوق آرہی ہے تو آدم ﷺ کے ذھانچے کے اروگرد پھر نے لگا بھی اس میں روح نہیں پھونکی گئی تھی کہ میں اس بدن میں وسو سے کس طرح ڈالوں گا، خوب گھوما، تانگیں دیکھیں ٹھوس ہیں بازو دیکھیں ٹھوس ہیں منہ اور ہاک دیکھی تو کہنے لگا ہاں میرے خیالات کے داخل کرنے کی جگہ بھی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم ﷺ میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور تمام فرشتوں کو حکم دیا سجدہ کرو، ابلیس کو بھی حکم تھا تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس ضد میں آگیا۔

حضرت آدم ﷺ کی بائیک پسلی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا ﷺ کو پیدا فرمایا اس نے کے بدن میں جو سب سے نیزی پسلی ہے اس سے حوا ﷺ کو پیدا فرمایا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ سورتیں نیزی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اگر تم ان کو سیدھا کرنا چاہو تو تمہارے بس کی بات نہیں ہے وہ نیزی ہی رہیں گی فَاسْتَوْضُوا إِلَيْنَا خَيْرًا پس عورتوں کے بارے میں تم مجھ سے خیر کی وصیت سنو کر برداشت کرو۔ ان کا سیدھا ہونا بہت مشکل ہے کیوں کہ خلقت کا اس میں داخل ہے۔ لیکن عورتوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کا مزاج دیکھیں اور اس کے مزاج کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں۔ یاد رکھنا! زنا بہت بُری ہے لیکن حدیث پاک میں آتا ہے کہ گھر میں بد مزگی پیدا کرنا لا نایزا نہیں تھا سے بھی زیادہ بُری ہے۔ گھر میں حالات کو درست رکھنا بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَجَعَلَ مِنْهَا أَذْوَاجَهَا﴾ اور بنایا اس نفس سے اس کا جوڑا ﷺ لیسْكُنَ إِلَيْهَا تاکہ وہ سکون حاصل کرے اس سے۔ میاں بیوی کا مزاج مل جائے تو گھر سکون اور جنت ہوتا ہے اور اگر خدا نخواست مزاج نہ ملے تو وہ گھر دوزخ ہوتا ہے ﴿نَّا نَأَتَيْنَاهُمْ﴾ پس جب مرد نے ذھان پا اس عورت کو کہ اس کے ساتھ ہم بستری کی ﴿حَكَّتْ حَمَلًا حَتَّيْفَةً﴾ تو حمل نہ ہرا اس عورت کو بلکا نہ۔ ابتدائی دور میں حدیث پاک میں آتا ہے چالیس دن تک رحم میں نصفہ ہی رہتا ہے پھر چالیس دن کے بعد خون کا لو تھڑا ابنتا ہے پھر چالیس دن کے بعد گوشت کا لکڑا ابنتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس میں بذریاں، سر، بازو، تانگیں بناتا ہے چار میسیے سے کچھ دن جب زائد ہو جاتے ہیں تو اس میں روح ڈالی جاتی ہے وہ ماں کے پیٹ میں نقل و حرکت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو تو قریباً پانچ ماہ اس کے بعد ماں کے پیٹ میں رہتا ہے ماں کے پیٹ میں نالی ہوتی ہے جو اس کے ساتھ لگ جاتی ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ خوراک پہنچاتا ہے۔ بندہ اگر رب تعالیٰ کی قدرت سمجھنا چاہے تو فرمایا ﷺ قَدْ أَفْلَمْ شَهَدُونَ ﴿الذاريات: ۲۱﴾ اپنی جانوں کو کیوں نہیں دیکھتے۔

تو ابتداء پہلا کام حمل قرار پاتا ہے ﴿فَتَرَثُ بِهِ﴾ پس وہ عورت اس کو لے کر چلتی پھرتی ہے ﴿نَلَّا أَنْقَلَتْ﴾ پس جب وہ بھمل ہو گئی کہ جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو پیٹ میں شکل اور بوجو محسوس ہوتا ہے ﴿وَدَعَ اللَّهَ تَرَاهُمَا﴾ دونوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا جو رب ہے ان کا ﴿لَيْلَنِ اتَّيَّثَنَا صَالِحًا﴾ البتہ اگر تو نے دیا ہمیں اچھا بھلا بچہ ﴿لَنَّكُنَّنَّ مِنَ الشَّكِيرِينَ﴾ البتہ ہم ضرور ہوں گے شکر گزاروں میں سے قلَّمَانِ اتَّهَمَنَا صَالِحًا﴾ پس جب دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے اچھا بھلا بچہ ﴿جَعَلَ اللَّهُ شَرَّ كَاعِنَ﴾ بنائے ان دونوں نے رب کے شریک ﴿فِيمَا اتَّهَمَنَا﴾ اس میں جو اللہ نے ان کو دیا تھا ﴿فَعَلَ اللَّهُ عَمَّا يُشَرِّكُونَ﴾ پس بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ان چیزوں سے جن کو یہ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔

ان آیات کی ایک تفسیر یہ نقل کی گئی ہے جو بعض حدیث کی کتابوں میں بھی آتی ہے کہ شروع شروع میں حضرت جو ﴿عَلَيْهِ السَّلَامُ﴾ کے پچھے نہیں تھے جو بچہ پیدا ہوتا مر جاتا تھا۔ اب تین لمحیں ایک بڑی اچھی بزرگانہ شکل میں نہ منے آیا اور کہنے لگا ہے بی بی تو پریشان کیوں ہے؟ کہنے لگیں پریشان اس لیے ہوں کہ پچھے پیدا ہوتے ہیں تو مر جاتے ہیں زندہ نہیں رہتے۔ کہنے لگا کوئی بات نہیں اب جو بچہ پیدا ہوا اس کا نام عبد المارث رکھ دینا۔ حارث کاظم مشترک تھا شیطان کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے اور حارث کے معنی جاث، کاشت کاری کرنے والا بھی ہے۔ اب صحیح العقیدہ تو صحیح معنی مراد لے گا اور عبد کے معنی غلام کے ہیں تو حضرت جو ﴿عَلَيْهِ السَّلَامُ﴾ نے سمجھا کہ باپ چوں کے کاشت کاری کرتا ہے تو عبد المارث کے معنی باپ کا غلام ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے عبد المارث نام رکھ دیا اور عبد کاظم مشترک ہے کہ عبد کے معنی غلام کے بھی ہیں اور بندے کے بھی ہیں تو شیطان کے خیال کے مطابق معنی بنے گا اب تین کا بندہ۔

### عبد الرسول، عبد النبی نام رکھنا مکروہ ہے

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ غلام نبی، غلام رسول اچھے نام ہیں لیکن عبد الرسول، عبد النبی، عبد المصطفیٰ ان ناموں میں تفصیل ہے۔ اگر عبد سے مراد غلام ہے تو اچھا نام ہے لیکن اگر اس سے مراد بندہ ہے جیسے عبد اللہ (اللہ کا بندہ) عبد الرحمن (رحمان کا بندہ) تو پھر یہ نام غلط ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کسی کا بندہ نہیں ہے۔ اسی واسطے فقہاء کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ عبد الرسول، عبد النبی نام رکھنے مکروہ ہیں اور اگر عبد سے مراد بندہ ہو تو پھر رکھنے حرام ہیں اور رکھنے والا مشرک ہے۔ تو حضرت جو ﴿عَلَيْهِ السَّلَامُ﴾ کا ذہن چونکہ صاف تھا اس علیے انہوں نے سمجھا کہ عبد المارث کا معنی ہے اپنے باپ کا غلام۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

نام کا بڑا خلل ہوتا ہے۔ کل علی ایک عورت آئی اور کہنے لگی میں قادر کی بیٹی ہوں۔ میں نے کہا لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ قادر کا تونہ چیتا ہے نہ بیٹی ہے یہ تو رب تعالیٰ کا نام ہے تو غلام قادر کی بیٹی ہو گی یا عبد القادر کی بیٹی ہو گی۔ تو نام پورا لینا چاہیے۔ وحید کا بینا، رحمان کا بینا کہنا جائز نہیں ہے۔ عبد الوحید کو عبد الرحمن کہو۔ ان ناموں کے استعمال میں بڑی

احتیاط کی ضرورت ہے کہ کفر نکل نوبت آ جاتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حجر طبری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ آلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ **فُوَالْزَنِي خَلَقْتُمْ** سے لے کر **لِيَسْتَنِي إِلَيْهَا** تک حضرت آدم اور حضرت حوا کا ذکر ہے اور آگے عام جوڑے کا ذکر ہے حضرت آدم، حضرت حوا عَلَيْهَا کا ذکر نہیں ہے کہ عام انسانوں کے جب جوڑے بنتے ہیں شادیاں ہوتی ہیں، میاں بیوی آپس میں لئے ہیں، بیوی امید سے ہوتی ہے اس وقت دونوں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں اچھا بھلا بچہ عطا کرنا ہم تیرا شکر یہ ادا کریں گے۔ مگر جب اچھا بھلا بچہ پیدا ہوتا ہے تو رب تعالیٰ کے ساتھ شریک تھہر ان لگ جاتے ہیں۔ نام رکھ دیا پیراں دت، بھائی دیا تو رب نے ہے یہ پیراں دتے کہاں سے آگیا؟

آج یہ خرافات لوگوں میں بہت پیدا ہو چکی ہیں لہذا ان چیزوں کی احتیاط کرو۔ اور ایک یہ بھی ذہن بن گیا ہے کہ لڑ کے لڑکی کا ایسا نام ہو کہ اور کسی کا نہ ہو۔ اس وجہ سے بڑے بڑے مہل اور بے معنی قسم کے نام بھی رکھتے ہیں جن کا کوئی سرپاڑا نہیں ہوتا۔ تو یہ عام انسانوں کے جوڑے کا ذکر ہے آدم اور حضرت حوا عَلَيْهَا کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی انہوں نے کوئی شرک کیا ہے کسی قسم کا، وہ ہر طرح کے شرک سے پاک تھے۔ یہ عام انسانوں کے جوڑوں کا ذکر ہے کہ ان میں ایسے ہوتے ہیں جو شرک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **أَيْشِرُّ كُنَّ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا** کیا شریک تھہر اتے ہیں اس مخلوق کو جو نہیں پیدا کر سکتی کسی چیز کو۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی کسی چیز کا خالق نہیں ہے خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے **وَهُمْ يُخْلَقُونَ** اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ فرشتے مخلوق، انبیاء کرام صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق، انسان مخلوق، جنت مخلوق، اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے تمام کے تمام مخلوق ہیں۔ **وَلَا يَسْتَطِعُونَ لَهُمْ نَصْرًا** اور وہ نہیں طاقت رکھتے ان کے سے مدد کی۔ ان کی مدد تو کیا کریں گے **وَلَا آنْفَسُهُمْ يَضْرُونَ** اور وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

### عیسائی مسیح علیہ السلام کو منتجی مانتے ہیں

ویکھو! حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیسائی اپنا اللہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمارے مُنتجی ہیں، نجات دینے والے ہیں۔ حالاں کہ چاروں انجیل، انجیل متی، مرقس، لوقا، یوحنا میں یہ آیت موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سولی پر لٹکانے لگتے تو عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ایں ایں اے میرے رب، اے میرے رب! کیوں تو نے مجھے دشمنوں میں پھنسادیا۔ تو بھائی! جو اپنی جان کے بچانے پر قادر نہیں ہے وہ تمہارا مُنتجی کیسے بن گیا؟ یا پھر انجیل سے یہ الفاظ نکال دو۔ عیسائیوں کی عجیب منطق ویکھو! کہتے ہیں کہ ہم جو گناہ کرتے ہیں حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں۔ اوابے ایمانو! گناہ تم کر دا اور سولی پر وہ لکھیں۔ گناہ تم اب کرو اور وہ سولی پر دو ہزار سال پہلے لکھیں۔ یہ کیسی منطق ہے؟ آج بھی اگر آپ عیسائیوں سے پوچھیں تو وہ سیکھیں گے کہ یہ یوں مسیح ہمارے مُنجی ہیں۔ بھی! وہ تمہارے نجات دہنده کس طرح ہیں؟ رب تعالیٰ تو فرماتے ہیں **وَلَا**

أَنفُسَهُمْ يَبْصُرُونَ<sup>۱۰۸</sup> اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ﴾ اور اگر تم بلا و آن کو ہدایت کی طرف ﴿لَا يَبْغُونَ لُكْمَ﴾ تو نہیں پیروی کریں گے تمہاری ﴿سَرَّ آمُّ عَيْنِكُمْ﴾ برابر ہے تم پر ﴿أَدْعَوْنَهُمْ﴾ یا تم ان کو پکارو ﴿أَمْ أَنْتُمْ صَاحُّونَ﴾ یا تم خاموش رہو۔ جن کے نام پر تم نے بت بنائے ہوئے ہیں وہ تمہارا کچھ بھی نہیں کر سکتے ان کے اختیار میں ہی کچھ نہیں ہے وہ کیا کر سکتے ہیں؟

کعبۃ اللہ کی بیرونی دیوار پر مشرکین مکنے تین سو ساٹھ بست نصب کیے ہوئے تھے۔ ان میں ایک بت ہمیں تھا جو حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ کے نام پر تھا اور یہ سب سے بڑا تھا ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام کا تھا، ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نام کا تھا، ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کا تھا، ایک حضرت مریم علیہ السلام کے نام کا تھا۔ ۸۰ میں جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت حضرت علیہ السلام نے اپنے ہاتھ مبارک سے یہ سب مجسم گرانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک لمبی لٹھی تھی ایک ایک کو مارتے اور گراتے تھے اور فرماتے ﴿جَاءَ الْقُلُّ وَرَهْقَ الْبَاطِلِ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ ذُلْكُنَّا﴾ ”حق آگیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل ہے ہی بھاگنے والا۔“ جن بزرگوں کے مجسم تھے بے شک وہ سارے اپنی اپنی جگہ قابل احترام ہیں مگر ان مجسموں اور تصویروں کا کیا معنی ہے اور ان کو خدائی اوصاف کے ساتھ متصف کرنے کا کیا معنی ہے؟ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

### ~~~~~

﴿إِنَّ الَّذِينَ<sup>۱۰۹</sup>﴾ بے شک وہ لوگ ﴿تَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ﴾ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے درے درے ورے ورے ﴿عِبَادٌ﴾ ﴿أَمْثَالُكُمْ﴾ بندے ہیں تمہارے ہیے ﴿فَادْعُوهُمْ﴾ پس تم پکارو ان کو ﴿فَلَيَسْتَجِيبُو لَكُمْ﴾ پس چاہئے کہ وہ تمہاری دعا کیں قبول کریں ﴿إِنَّكُمْ صَدَقْنَ<sup>۱۱۰</sup>

<sup>۱۰۸</sup> اگر ہوتم پچے ﴿أَلَّهُمْ أَنْجُلْ﴾ کیا ان کے لیے یا تھے ہیں ﴿يَبْطِشُونَ بِهَا﴾ جن کے ساتھ وہ پکڑتے ہیں ﴿أَمْ لَهُمْ أَعْنَتْ﴾ کیا ان کی آنکھیں ہیں ﴿يُبْصِرُونَ بِهَا﴾ جن کے ساتھ وہ دیکھتے ہیں ﴿أَمْ لَهُمْ أَذَانْ﴾ کیا ان کے کان ہیں ﴿يَسْمَعُونَ بِهَا﴾ جن کے ساتھ وہ سنتے ہیں ﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿أَذْغَا شَرَّ كَاءَكُمْ﴾ پکارو اپنے شریکوں کو ﴿كَيْدُونَ﴾ پھر تم میرے خلاف تدبیر کرو ﴿فَلَا تُنْظِرُونَ<sup>۱۱۱</sup>
<sup>۱۱۰</sup> پس تم مہلت نہ دو مجھے ﴿إِنَّ وَلِيَ اللَّهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ﴾ بے شک میرا کار ساز اللہ ہے جس نے اتاری ہے کتاب ﴿وَهُوَ يَتَوَلَّ
<sup>۱۱۱</sup> الصَّلِحَيْنَ﴾ اور وہی دوستی کرتا ہے نیک لوگوں کے ساتھ ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُوْنِهِ﴾ اور وہ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا ﴿لَا يَسْتَطِعُونَ نَصْرَكُمْ﴾ وہ نہیں طاقت رکھتے تمہاری مدد کرنے کی ﴿وَلَا أَنفُسُهُمْ يَبْصُرُونَ<sup>۱۱۲</sup>
<sup>۱۱۲</sup> اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں ﴿وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ﴾ اور اگر تم بلا و آن کو ہدایت کی طرف

(لَا يَسْمَعُونَهُ تَوْهِ نَشْئِنْ (وَتَرَبُّهُمْ) اور تو دیکھے گا ان کو (يَنْظَرُونَ إِلَيْكُمْ) کہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں (وَهُمْ لَا يُبَحِّرُونَ) اور وہ حقیقتاً نہیں دیکھ رہے (خُذُوا الْعَفْوَ) اور لے معافی والا معاملہ (وَأَمْرُ بِالْعَرْفِ) اور حکم کرنیکی کا (وَآغْرِضُ عَنِ الْجُهْلِيَّنَ) اور اعراض کر جاہلوں سے (وَإِمَاءَتُرْغَبَكَ مِنَ الظَّمِينَ تَرْغِبُ) اور اگر ابھارے تجوہ کو شیطان کی طرف سے چھیڑ چھاڑ (فَاسْتَعِدْ بِاللَّهِ) پس اللہ تعالیٰ کی پناہ لو (إِنَّهُ سَيِّدُ الْعَالَمِينَ) بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جانے والا ہے۔

### مفہوم توحید

عقیدہ توحید بنیادی عقائد میں سے ہے اور توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات اور افعال میں وحدۃ لا شریک سمجھا جائے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ جیسا کوئی اور اللہ ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات کسی اور میں پائی جاتی ہیں نہ اللہ تعالیٰ جیسے کوئی اور کام کر سکتا ہے اور توحید اس وقت تک سمجھنیں آئے گی جب تک شرک کا مفہوم نہیں سمجھا آئے گا اور اس کو سمجھنے کے لیے میری کتاب ”گلدستہ توحید“ کا مطالعہ کریں اور گلدستہ توحید تمہارے پاس ضرور ہوں یہ چاہیے محض وعظ اور درس سے بات سمجھنیں آئے گی۔ میں نے گلدستہ توحید میں قرآن پاک، احادیث مبارکہ، فقہ ختنی اور دیگر معتمد کتابوں کے حوالوں سے تو حید اور شرک کی دفاحت کی ہے اور بتایا ہے کہ شرک کیا ہے اور توحید کیا ہے۔ یہ اردو زبان میں ہے۔

اتنا یاد رکھیں کہ شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن پاک میں زور دار الفاظ میں شرک کا رد کیا گیا ہے۔ فرمایا (وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَنْفِرُ أَنْ يُشْرِكَ بِهِ وَيَعْفُرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ) [النساء: ۲۸] ”بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشنے گا اس کو جس نے اس کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور بخش دے گا اس کے پیچھے کے گناہ جس کے چاہے گا۔“ شرک کے علاوہ جتنا بڑا گناہ بھی ہو کسی نہ کسی وقت اس کی بخشش ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(إِنَّمَا مَنْ يُشْرِكُ بِاللَّهِ قَدْ حَرَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَمَةُ وَمَا وَرَأَهُ الظَّاهِرُ) [المائدہ: ۷۲]

”بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کا پس حرام کی اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت اور اس کا ملکا نادوزخ ہے۔“  
وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا لہذا شرک سے بچو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ) بے شک وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے۔ مشرکوں میں سے جب کوئی کسی مصیبت میں بدلنا ہوتا ہے تو غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے ”معین الدین چشتی لگا پار میری کشتی“ کوئی کہتا ہے ”یا بہاء الحق بیڑا دھک۔“ کوئی کہتا ہے:

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادر

کوئی کہتا ہے ”داتا علی ہجویری میبوی مذکور۔“ طرح طرح کی شرکیہ بولیاں بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا۔ فرمایا جن کو تم پکارتے ہو ﴿عَنَادُ أَمْثَالُكُمْ﴾ بندے ہیں تمہارے جسے۔ رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں یہ الگ بات ہے کہ انہیاے کرام کا مرتبہ تمام مخلوق میں بلند ہے پھر صدیق ہیں پھر امام اور ولی ہیں۔ ان کے مراتب اپنے مقام پر مگر خدا تو نہیں ہیں۔ تو رب تعالیٰ کے بندوں میں رب تعالیٰ کی صفتیں نہیں آ سکتیں۔

### خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں

آج سے چند سال پہلے امریکہ ظالم نے بغداد پر بمباری کی جس سے سیدنا عبدالقدار جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار کا کافی حصہ متاثر ہوا کیونکہ وہ بھوں کی زد میں آگیا تھا۔ اس کے لیے امریکہ کو معدودت بھی کرنی پڑی کہ مزار ہمارا نشان نہیں تھا غلطی ہو گئی ہے۔ تو اگر خدائی اختیارات ان کے پاس ہوتے تو وہ بھم انھا کرو اپس امریکہ پر نگرانی کر دیتے اور اپنے مزار کو بچا لیتے۔ یاد رکھنا! رب صرف اللہ تعالیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے سوا خدائی اختیارات کسی کے پاس نہیں ہیں۔ فرمایا ﴿فَإِذْ عَوْنَمُ﴾ تم پکارو ان کو ﴿فَلَيْسَتْ جِنِيَّةً وَّ أَنْتُمْ﴾ پس چاہیے کہ وہ تمہاری دعا میں قبول کریں اور تمہارے کام بنا میں ﴿إِنَّ لِلَّهِ مِنْ صِرْقَنَ﴾ اگر ہوتم سچے۔ ان کو تم ساری عمر پکارتے رہو کچھ بھی نہیں ہو گا۔ اس لیے کہ فرع اور ضار صرف رب تعالیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَ إِنَّ رَبَّكَ لَهُ يَصْطَرِفُ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ ”پس اگر پہنچائے تجوہ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے ﴿وَ إِنَّ رَبَّكَ لَيَخْتِرُ فَلَا تَرَأْدَلَصْلَمُ﴾ [یونس: ۷۰] اور اگر پہنچائے تجوہ کو بھلاکی تو کوئی پھیرنے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کو۔“ ساری کائنات اکٹھی ہو کر روک نہیں سکتی۔ وہ بھی رب تعالیٰ کے احکام کے قیدی ہیں یہ بھی قیدی ہیں۔ قیدی، قیدی کو کس طرح چھڑائے گا؟

فرمایا ﴿أَتَهُمْ أَنْجُلُ يَمْثُونَ بِهَا﴾ کیا ان کے لیے پاؤں ہیں جن کے ساتھ وہ چلتے ہیں ﴿أَمْ لَهُمْ آئِدِيَّ يَنْظُونَ بِهَا﴾ کیا ان کے لیے ہاتھ ہیں جن کے ساتھ وہ پکڑتے ہیں ﴿أَمْ لَهُمْ أَعْنَقُ يَبْصِرُونَ بِهَا﴾ کیا ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے ہیں ﴿أَمْ لَهُمْ أَذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا﴾ کیا ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے ہیں۔ ان لوگوں نے جو بت بنائے ہوئے تھے وہ محض پتھرا اور لکڑیاں تو نہیں تھیں بلکہ ان پتھروں کو تراش کر لکڑیوں کو چھیل کر کسی نہ کسی بزرگ کی شکل پر بنایا ہوا تھا۔ اصنام اور اوثان کی مزید تفسیر اور تشریع کے لیے مددستہ توحید کا مطالعہ کرو اور باحوالہ سمجھو۔ محض کسی پتھرا اور درخت کی پوچھا کسی نہیں کی بزرگوں کے نام اور شکلوں پر بت بنائے ہوئے تھے ان کی پوچھا کرتے تھے۔ تو دراصل پوچھا اس بزرگ کی ہوتی تھی جس کی شکل پر وہ بت ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو تم نے بت بنار کئے ہیں کیا ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے ہیں؟ کیا ان کے ہاتھ ہیں کہ ان کے ساتھ وہ پکڑتے ہیں؟ کیا ان کے پاؤں ہیں کہ ان کے ساتھ وہ چلتے ہیں؟ کیا ان کے کان ہیں کہ ان کے ساتھ

وہ سنتے ہیں؟ ظاہر بات ہے کہ جتوں کے پاس ان میں سے کچھ بھی نہیں ہیں تو وہ اندھے بہرے کیا کر سکتے ہیں؟ وہ تحسیں کیا نافع پہنچ سکتے ہیں؟

### صفات خداوندی میں قطعاً کوئی شریک نہیں ہے

اور محققین فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جتوں کے پاس کچھ نہیں ہے لیکن جن کے زم پر بت بنائے گئے ہیں کیا ان کے ایسے پاؤں ہیں کہ تم پکارو تو وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں، اسی آنکھیں ہیں کہ تم پکارو تو وہ تحسیں دیکھ لیں کیا ان کے ایسے ہاتھ ہیں کہ دنیا کے اطراف میں پہنچ جائیں اور تم جہاں پہنچے ہوئے ہو تحسیں چھڑالیں؟ تم جو آواز دیتے ہو پکارتے ہو یا شیعیخ عبد القادر جیلانی شیعی اللہ تو کیا وہ ایسے ہاتھ رکھتے ہیں کہ نظام کا ہاتھ روک لیں، ایسے پاؤں ہیں کہ فوراً چل کر پہنچ جائیں، ایسے کان ہیں کہ تمہاری فریاد سن لیں؟ ہزار ہامیل دور سے۔ یہ تمام صفتیں صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفتیں میں قطعاً کوئی شریک نہیں ہے۔

پھر کافر لوگ آنحضرت ﷺ کو ڈراتے تھے کہ تم ہمارے خداوں کی تردید کرتے ہو، تو ہیں کرتے ہو ہمارے اللہ تحسیں تکلیف پہنچائیں گے۔ آنحضرت ﷺ کو رب تعالیٰ خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿قُل﴾ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں ﴿إِذْ عَوَّلْتُ كَأَرْكَمْ﴾ پکارو اپنے شریکوں کو جن کو تم نے رب تعالیٰ کا شریک بنایا ہوا ہے ان سب کو پکارو، اکھا کرو ﴿فَمَنْ كَيْنَدُون﴾ پھر تم میرے خلاف تدبیر کرو جو کر سکتے ہو ﴿فَلَا تُنْظِرُون﴾۔ پھر تم مہلت نہ دو مجھے۔ ﴿كَيْنَدُون﴾ اصل میں ﴿كَيْنُون﴾ ہے ﴿فَلَا تُنْظِرُون﴾ اصل میں ﴿فَلَا تُنْظِرُونَ﴾ ہے۔ دونوں جگہ یااءِ تکلم کی تحفیقاً حذف ہے کہ تم اپنے محبودوں کو اکھا کر لواز پھر جو تدبیر میرے خلاف کرنا چاہتے ہو کرو اور مجھے ایک لمحہ کی مہلت بھی نہ دو مجھے کسی سے کوئی نظرہ نہیں ہے اور نہ ہی میرا کوئی کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ ہو گا وہی جو میرا رب چاہے گا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ایک تنکا بھی اپنی جگہ سے نہیں مل سکتا۔

﴿إِنَّ وَلِيَّ اللَّهُ﴾ بے خلک میرا کار ساز اور آقا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی میرا سر پرست محافظ اور نگران ہے ﴿فَإِنِّي مُنْذَلٌ إِلَيْهِ﴾ جس نے اتاری ہے کتاب۔ جس میں توحید کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے اور شرک کی جزیں اکھیز کر کھو دیں ﴿فَوَهُوَ يَكُوْلُ الظَّلِيمِ﴾ اور وہی دوستی کرتا ہے نیک لوگوں کے ساتھ اور وہی نیکوں کا سر پرست ہے۔

میرا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی مرد، عورت قرآن پاک کا صرف لفظی ترجمہ پڑھ لے تو وہ شرک اور بدعت کے قریب نہیں جا سکتا۔ یہ قرآن کریم کی ذاتی تاثیر ہے اور شرک و بدعت اور رسومات میں انجھنے کی وجہ قرآن پاک سے ناواقفیت ہے اور یاد رکھنا قرآن کریم صرف مولویوں اور حافظوں کے لیے نہیں ہے اس کا سمجھنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔ ﴿تَلَبُّ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِيمٍ وَمُسْلِمَةٍ﴾ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔ "ضرور یافتہ دین

کا علم حاصل کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَالَّذِينَ شَنَعُونَ مِنْ دُوْنِهِ﴾ اور وہ جن کو تم پکارتے ہو واللہ تعالیٰ کے سو اند رہما سنگئے کے لیے ﴿وَ  
يَسْتَعْوَنَ أَضْرَارًا﴾ وہ نہیں طاقت رکھتے تمہاری مدد کرنے کی ﴿وَلَا أَنْشَأَهُمْ بِنَصْرَوْنَ﴾ اور تھوڑے اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔  
کل میں نے عرض کیا تھا کہ یہ سائیٰ حضرت عیسیٰ ﷺ کو منجیتی مانتے ہیں اور چاروں انجیلوں میں موجود ہے کہ حضرت  
عیسیٰ ﷺ کو جب سولی پر لٹکانے لگے تو انہوں نے کہا: ﴿إِنَّمَا إِنْجِيلَنَا﴾ اے میرے رب اے میرے رب! تو نے مجھے دشمنوں  
میں کیوں پھنسا دیا مجھے بچاؤ۔ تو جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا وہ تھیں کیا بچائے گا، جو خود اپنی مدد نہ کر سکیں وہ تمہاری کیا مدد  
کریں گے۔

یاد رکھن! اللہ تعالیٰ کے سوانح کوئی مدد کار ہے، نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی حاجت روایہ ہے، نہ کوئی فریاد درس ہے،  
نہ کوئی دشمن ہے یہ تمام صفات رب تعالیٰ کی ہیں۔ جو مالکا ہے رب تعالیٰ سے مالگو مگر مشرکوں کو رب تعالیٰ نے انہیں حاکی کیا ہوا ہے۔  
۳۰۔۳۱  
توالی میں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مجاوہ بھی تھے دربار کا دوسرا عملہ بھی تھا ایک انگریز اور میم بھی تھی۔ عجیب عجیب قسم کی قوالیں  
کرتے تھے۔ ایک قوال نے یہ بھی کہا:

خداسے میں نہ مانگوں گا کبھی فردوسِ اعلیٰ کو  
مجھے کافی ہے یہ تربتِ معین الدین چشتی کی

خدا کے ساتھ اس طرح مٹکا لگا کر (مقابلہ کرتے ہوئے) یہاں تک کہہ دیا کہ میں خدا سے جنت الفردوس نہیں مانگوں گا مجھے  
جنت سے کیا واسطہ ہے مجھے یہ قبر ہی کافی ہے۔ جب اس نے یہ شعر کہا تو عجیب سماں تھا لوگ وجد میں آگئے مدد ہوئی تھی لوگ ایک  
دوسرے کے اوپر گر رہے تھے کسی کی پگڑی وہاں پڑی ہے کسی کی نوپی کہیں پڑی ہے۔ پھر دوسرا بھائی اٹھا اور اس نے یوں  
اپنا کمال دکھایا اور کہا:

ذجا مسجد نہ کر سجدہ نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا  
وضو کا توڑ دے کو زہ شراب شوق پیتا جا

### شرک شریعت کی تمام حدود کو ختم کر دیتا ہے ہے

اندازہ لگاؤ کہ شرک کتنی بڑی چیز ہے کہ شریعت کی ساری حدیں ختم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِن  
لَدُنْعُوكُمْ إِلَى الْهُدَى﴾ اور اگر تم ان کو بلا وہدایت کی طرف ﴿لَا يَشْمَعُوا﴾ تو وہ نہ سُنیں۔ ظاہر بات ہے کہ اگر بتاں تو  
انہوں نے کیا سننا ہے؟ اور بت جن کی شکل پر بنائے گئے ہیں اگر ان کو پکارو تو ان کو بھی کیا پتا کہ ہمیں کس نے کہاں سے

پکارا ہے؟ کیوں کہ ہر ایک کی ہر جگہ سے سنا تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ ﴿وَتَذَكَّرُونَ إِلَيْكُمْ﴾ اور آپ دیکھیں گے ان کو کروہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں ﴿وَفُمْ لَا يَتَبَصَّرُونَ﴾ اور وہ حقیقتاً نہیں دیکھ رہے۔ یعنی وہ جو بت ہیں سامنے ان کی آنکھیں ہیں لیکن اندر کچھ بھی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ اور لے لے معافی والا معاملہ کہ ان کو معاف کر دے۔ غالباً انحضرت ملائکہ جسم کو منہ پر کہتے تھے ساحر ہے، کذاب ہے، جادوگر ہے، شاعر ہے، مجنوں ہے، مفتری ہے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ آج اگر ہمیں کوئی ہمارے سامنے کہے تو پھر سارے سمجھتے ہو کہ کیا ہو گا گراللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا کہ آپ ﷺ ان کو معاف کر دیں یعنی ان کو تلک بلک جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر آپ بھی ان کو اسی طرح کہیں گے تو آپ ﷺ اور ان میں کیا فرق رہے گا اور معافی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ اپنا مشن چھوڑ دیں۔ مثمن تو جاری رکھنا ہے ﴿وَأَمْرُ بالغُرْفَ﴾ اور حکم کرنیکی کا۔ توحید بیان کرتے رہیں ﴿وَآغْرِضْ عَنِ الْجَهَلِينَ﴾ اور اعراض کر جاہلوں سے وہ جہالت کی باتیں کرتے ہیں ان کا مقابلہ نہ کرو اعراض کرو یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا ہے ﴿وَإِنَّمَا يَنْهَا عَنِ الْكُفَّارِ مَنِ الظَّنَّ لَهُ زَغْرِفُ﴾ اور اگر ابھارے تجوہ کو شیطان کی طرف سے چھیڑ چھاڑ۔

### مقابلے میں جھوٹے خداوں کو گالیاں نہ دو لیکن تردید بیان کرو یہ

انسان آخر انسان ہے حق بیان کرنا ہے جب حق کی بات کے خلاف کوئی بات کرتا ہے تو غصہ آتا ہے۔ لہذا یہ موقع پر اگر شیطان ابھارے کہ آپ بھی ان کو رو چار سنادیں تو فرمایا تم نے ایسا نہیں کرنا بلکہ ﴿فَإِنْتَعْلَمْ بِأَنَّهُ لَكُوْنُوا مُنْهَمُ﴾ پس اللہ تعالیٰ کی پناہ لو یعنی آنکو ڈالنے پر ہو۔

دیکھو! اگر واعظ اور مبلغ بھی وہی زبان استعمال کرے جو جاہل کرتا ہے تو پھر واعظ، مبلغ، مصلح اور غیر مصلح میں فرق نہ ہوا۔ یہ قرآن کریم کا سبق ہے کہ تحسیں کوئی گالیاں بھی دے تو ان کے جھوٹے خداوں کو گالیاں نہ دو بلکہ چیز کر جاؤ۔ لیکن ان کی تردید بیان کرو کہ یہ خدا نہیں ہیں اور نہ خدائی اوصاف ان میں ہیں ﴿إِنَّهُ سَيِّدُ الْعَالَمِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ سنتے والا جانتے والا ہے۔ سب کچھ اس کے علم میں ہے اس کے مطابق جزازادے گا۔



﴿هَإِنَّ الْأَنْجِنَتَ﴾ بے شک وہ لوگ ﴿إِنَّقُوا﴾ جو ذرتے ہیں ﴿إِذَا مَسَّهُمْ لَطِيفٌ مِّنَ الْشَّيْطَانِ﴾ جب پہنچتا ہے ان کو خیال شیطان کی طرف سے ﴿شَدَّ كُرْفَا﴾ وہ یاد کرتے ہیں ﴿فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾ پس وہ اچانک بصیرت والے ہو جاتے ہیں ﴿وَإِنَّهُمْ﴾ اور شیطانوں کے بھائی ﴿يَسْدُدُونَهُمْ فِي الْعَيْنِ﴾ ان کو چھوٹ لیتے ہیں گر اسی میں ﴿لَمْ يَرْفَعُوا مَؤْنَةَ﴾ پھر وہ کوہا ہی نہیں کرتے ﴿وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِأَيْتَ﴾ اور جب آپ نہ لائیں ان کے پاس کوئی نشانی ہے۔

﴿قَالُوا﴾ تو کہتے ہیں ﴿تَوْلِا جَسْبِيْتَهَا﴾ کیوں نہیں چن کر لایا تو اس نشانی کو ﴿فُل﴾ آپ کہ دیں ﴿أَئَّا هُمْ بُخْتَةٌ﴾ پختہ بات ہے ﴿أَئَيْمَعُ﴾ میں سیدری کرتا ہوں ﴿فَإِنْ يُؤْتَهُ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّيْتَهَا﴾ اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میرے رب کی طرف سے ﴿فَهَذَا بِصَاصَاءُ رَبِّيْتَهَا﴾ یہ قرآن کی باقیں بصیرت کی باقیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے ﴿وَهُدْدِيْتَهَا حَمْدَةً﴾ اور ہدایت ہے اور رحمت ہے ﴿نَفْوَرِيْتَهَا حَمْدَةً﴾ اس قوم کے لیے جو مومن ہے ﴿وَإِذَا تُرَى الْقُرْآنَ﴾ اور جس وقت پڑھا جائے قرآن ﴿فَاقْسِمُوا لَهُ﴾ بس توجہ کے ساتھ تم سنواں کو ﴿وَأَنْصِتُوا﴾ اور خاموش رہو ﴿لَعْلَكُمْ شُرُّ حُوْنَ﴾ تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿وَادْعُوا رَبَّكُمْ فِي تَفْسِيْكَ﴾ اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں ﴿تَضَرَّعْ عَوْنَ خِيْفَةً﴾ عاجزی کرتے ہوئے اور ذرتے ہوئے ﴿وَدُونَ الْجَهْرِ مِنْ الْكَوْلِ﴾ اور نہ اونچی بات کر ﴿بِالْعُدُوْ وَالْأَحَالِ﴾ پہلے پھر اور پھر ﴿وَلَا شَغْلَنَ قَنَ الْغَفِيلِينَ﴾ اور نہ ہوں آپ غفلت کرنے والوں میں سے ﴿إِنَّ الظَّاهِرَ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ بے شک جو تیرے رب کے پاس ہیں ﴿لَا يَسْتَكِيدُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ﴾ وہ تکبر نہیں کرتے اس کی عبادت سے ﴿وَيُسْتَخْوِنَهُ﴾ اور وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ﴿وَلَهُ يَسْجُدُونَ﴾ اور وہ اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔

اس سے پہلی آیت کریمہ میں ہے کہ اے مخاطب! اگر شیطان تھے ابھارے چھپر کر تو تو اعوذ باللہ پڑھ لے شیطان انسان کا کھلاڑی ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے:

((إِنَّ الشَّيْطَنَ مُجْرِيٌّ مِنَ الْإِنْسَانِ فَجُرِيَ الدَّمُ أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ)).

”انسان کے بدن میں جہاں تک خون دورہ کرتا ہے شیطان کا دورہ بھی وہاں تک ہوتا ہے۔“

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ الظَّاهِرَ عِنْ الْقَوْلِ﴾ بے شک وہ لوگ جو ذرتے ہیں ﴿إِذَا مَسَّهُمْ طِيفٌ قَنَ الْغَيْفِينَ﴾ جب پہنچتا ہے ان کو خیال، وہ سرہ شیطان کی طرف سے ﴿تَدْكِرَنَّا﴾ وہ یاد کرتے ہیں یعنی فوراً ان کو بات یاد آ جاتی ہے کہ یہ شیطان کا دوسرا ہے ﴿فَوَدَاهُمْ فَنُصْبَهُونَ﴾ پس وہ اچانک بصیرت والے ہو جاتے ہیں کہ اس برے خیال سے باز آ جاتے ہیں۔

### بُرے خیالات پر گرفت نہیں ہیں

ہر انسان کو اچھے خیالات بھی آتے ہیں اور برے خیالات بھی آتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ برے سے بُراؤ در گندے سے گناہیں بھی آئے تو اس پر کوئی پکڑنیس ہے اگر خیال پر کپڑا ہوتی تو کسی کی بھی خیر نہیں تھی۔ خیال اسے کہتے ہیں کہ

جو بغیر ارادے کے خود بے خود آئے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں، متقیوں کو جب خیال آتے ہیں تو فوراً ان کو یاد آ جاتا ہے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے وہ صاحب بصیرت ہو جاتے ہیں کبھی سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہیں اور باز آ جاتے ہیں۔ ﴿وَإِنْهُوا لَهُمْ﴾ اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں ﴿يَعْدُونَهُمْ فِي الْغَيْرِ﴾ وہ ان کو سخن لیتے ہیں گمراہی میں شیطان اپنے بھائیوں کے دلوں میں بڑے بڑے خیال لاتا ہے وہ ان خیالات پر راضی ہوتے ہیں اور مزید گندے خیالات کا ارادے کرتے ہیں ﴿لَهُمْ لَا يَقْهَّرُونَ﴾ پھر وہ کوتاہی نہیں کرتے شیطان بھی بڑے خیالات کے لانے میں کوتاہی نہیں کرتے وہ ان کو پسند کرتے ہیں اور ان پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں ﴿وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِآيَةٍ﴾ اور جب آپ نہ لائیں ان کے پاس کوئی نشانی ﴿قَالُوا هُنَّا﴾ تو کہتے ہیں ﴿لَوْلَا أَجْعَلْتَهُمْ﴾ کیوں نہیں تو چین کر لایا اس نشانی کو۔ اور یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ کیوں نہ سخن لایا آیت، آج تجھ پر کوئی آیت کیوں نہیں نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلَمْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿إِنَّمَا أَثْئِمُ﴾ بخوبی بات ہے میں پیروی کرتا ہوں ﴿مَا يُؤْتَى إِلَيَّ مِنْ رَءُوفٍ﴾ اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میرے رب کی طرف سے۔ میں خود آیات نہیں بناتا اللہ تعالیٰ کے حکم سے آیات نازل ہوتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہے اور آیت کا معنی مجرہ بھی ہے۔ تو پھر مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ایسا مجرہ ظاہر نہیں ہوتا تھا جو وہ طلب کرتے تھے تو کہتے کہ ہم نے آپ سے نشانی مانگی تھی کیوں نہیں آئی؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ کہہ دیں میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا میں تو وحی کا پابند ہوں ﴿إِنَّمَا إِذَا لَيْلَتْ عَنْدَ اللَّهِ﴾ [العنکبوت: ۵۰] ”بے شک نشانیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں“، رب کی طرف سے ہیں۔ یاد رکھنا! مجرہ اور کرامت حق ہے۔ مجرہ پیغمبر کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ہاتھ پر۔ مجرہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کرامت بھی، مجرے میں نبی کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور کرامت میں ولی کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَهُدَا بَصَارُ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ یہ قرآن کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے۔ بصیرت کا معنی ہے دل میں روشنی پیدا کرنا یہ قرآن پاک ایسی کتاب ہے جو دلوں میں روشنی پیدا کرتی ہے تمہارے رب کی طرف سے اس قرآن کو مخلوق میں سے کسی نے بنایا نہیں ہے ﴿وَهُدُّى وَرَحْمَةٌ﴾ اور ہدایت ہے اور رحمت ہے لیکن کس کے لیے ہدایت ہے اور کس کے لیے رحمت ہے؟ اور کس کے دل میں روشنی پیدا کرتی ہے؟ فرمایا ﴿تَقُوُّهُ نَبِيُّ مُّنْذُنٌ﴾ اس قوم کے لیے جو مومن ہے اور چونکہ قرآن کریم کا ذکر تھا آگے آداب ذکر فرمائے ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ اور جس وقت پڑھا جائے قرآن ﴿فَإِنَّكُمْ عَلَىٰ لَهُمْ بَالْمُحْكَمُونَ﴾ پس توجہ کے ساتھ تم سنواں کو ﴿وَأَتَعْلَمُ شُرُّكَهُمْ﴾ تاکہ تم پر رحم کیا جائے تم پر رحمت نازل کی جائے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں بڑے مفسر قرآن ہیں۔ دیسے تمام صحابہ مسلمانیک تھے، عادل تھے، حق پر تھے، اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے تھے لیکن ان کے آپس میں درجے مختلف تھے۔

## قرأت خلف الامام حکم خداوندی کی صریح مخالفت ہے

قرآن کریم کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا پہلا نمبر ہے ان کے بعد دوسرا نمبر ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا۔ تفسیر قرآن میں باقی تمام صحابہ ان کے بعد ہیں۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ مقتدیوں نے امام کے پیچے قرأت نہیں کرنی۔ نہ فاتحہ پڑھنی ہے اور نہ ہی قرآن کا کوئی اور حصہ پڑھنا ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچے نماز پڑھ رہے تھے کچھ لوگوں نے امام کے پیچے قرأت شروع کی، سورہ فاتحہ پڑھ گی ایسا کچھ اور پڑھا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سخت غصے ہوئے اور فرمایا: آمما آن لَكُمْ أَن تَفْهَمُوا کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم میں دین کا فہم اور بصیرت پیدا ہو آمما آن آن تَعْقِلُوا وہ وقت نہیں آیا کہ تم عقل سے کام لو۔ جس وقت امام قرآن کریم پڑھتے تو خاموش رہو۔

امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ بڑے اونچے درجے کے امام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ أَجْبَعُوا عَلَى أَنْتَهَا نَزَّلَتْ فِي الصَّلَاةِ ”تمام انگر کا اجماع اور اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے“ کہ امام کے پیچے نہ جہری نمازوں میں قرأت ہے اور نہ سرزی نمازوں میں اور حکم خداوندی ہے ﴿فَأَنْشَوْعَا﴾ پس تم توجہ کے ساتھ سنو اگر امام بلند آواز سے پڑھ ﴿وَآتَوْصَثُوا﴾ اور خاموش رہو۔ اگر امام آہستہ پڑھتا ہے تو امام کے پیچے قرأت کرنا قرآن پاک کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے۔ تو یہ آیت کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور جمہور کا بھی مسلک ہے۔

بعض دوستوں کو دو حدیثوں کی وجہ سے ملطہنی ہوئی ہے ان میں ایک حدیث صحیح ہے گروہ ان کی دلیل نہیں بنتی جو کہتے ہیں کہ امام کے پیچے فاتحہ پڑھنی چاہیے اور دوسری صریح ہے گروہ روایت پر لے درج کی کمزور ہے۔ صحیح حدیث ہے لاصلوۃ لِمَنْ لَكُمْ فَرَءُوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ”جس نے نماز میں فاتحہ پڑھی اس کی نمازنہیں ہے۔“ لیکن کس کی نمازنہیں ہے اور کس کے بارے میں ہے؟ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لِمَنْ يُصْلِّي وَخَدَّلَهُ“ یہ روایت اس کے بارے میں ہے جو اکیلانماز پڑھے۔“ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لِمَنْ يُصْلِّي وَخَدَّلَهُ“ یہ روایت اس کے بارے میں ہے جو اکیلانماز پڑھے۔“ امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مقتدی کے بارے میں نہیں ہے اسکی شخص کے بارے میں ہے۔ امام سقیان ابن عینہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ اور تمام محدثین کے استاذ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مقتدیوں کے بارے میں قطعاً نہیں ہے جو اکیلانماز پڑھنے اس کے بارے میں ہے۔

اور مقتدیوں کے بارے میں مسلم شریف وغیرہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ امام جب بکیر کہے تو تم بھی بکیر کہو وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِثُوا ” اور جب امام قرأت شروع کر لے تو تم خاموش ہو جاؤ۔“ اور دوسری روایت جو صریح ہے کہ جس نے امام کے پیچے فاتحہ پڑھی اس کی نمازنہیں ہوتی تو اس حدیث کا ایک راوی ہے محمد ابن اسحاق، اس کے متعلق امام

مالک و شیعہ فرماتے ہیں دَجَّالٌ قِنْ الدَّجَّالِ "وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔" امام تکمیل سعید القطان جو کہ جرج اور تعدل کے امام ہیں وہ فرماتے ہیں آشَهَدُ اللَّهَ أَنَّهُ كَلَّا إِثْ "میں کھلے طور پر گواہی دیتا ہوں کہ وہ بڑا جھوٹا راوی تھا۔" تکمیل ابن حین فرماتے ہیں کہ جھوٹا تھا خالد ابن وہب فرماتے ہیں کہ جھوٹا تھا۔ تو جھوٹے راوی کی روایت پر دارود مدارکہ کرنے والوں کی نمازوں کو باطل قرار دینا کہاں کا دین ہے یا یہ دین کی کون سی خدمت ہے؟

تو یاد رکھنا! جو روایت صحیح ہے وہ مقتدی کے بارے میں نہیں اکیلے کے بارے میں ہے اور جس روایت میں مقتدی کا ذکر ہے اس کا راوی دجال اور کذاب ہے۔ باقی جس آدمی کو تفصیل کا شوق ہو تو اس مسئلے پر میری مستقل کتاب ہے "احسن الكلام في ترك القراءات خلف الإمام" اس کا مطالعہ کرئے جس پر ہندوستان اور پاکستان نے جید علمائے کرام کی تصدیقات ہیں اور حضرت مدینی و شیعہ کی تصدیق بھی ہے۔

تو یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رکھنا کہ امام کے پیچھے نہ جبری نمازوں میں قرات ہے اور نہ سری نمازوں میں۔ باقی تسبیحات وغیرہ صحیح ہیں وہ پڑھنی ہیں ﴿وَإِذْ مُنْذَهُكُ فِي تَسْبِيْخِكُ﴾ اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں نماز کے بعد ﴿تَسْمِعُ عَالَمَ﴾ عاجزی کرتے ہوئے ﴿وَخَيْفَةَ﴾ اور رب سے ڈرتے ہوئے ﴿وَذُنُنَ الْجَهَنَّمِ مِنَ النَّوْلِ﴾ اور نہ اونچی بات کر یعنی نماز سے فارغ ہو کر ذکر کر دو، تسبیحات پڑھو، استغفار کرو لیکن بلند آواز سے نہیں یہ قرآن کی روح کے خلاف ہے ہاں اگر تعلیم کے لیے کسی وقت امام بلند آواز سے دعا کر دے تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے یہ بھی پڑھنی چاہیے تو صحیح ہے ﴿بِالْعَدْوَةِ﴾۔ غُدُوٰ غُدُوٰ کی جمع ہے معنی ہو گا پہلے اوقات میں ﴿وَالأَصَالِ﴾ آصیل کی جمع ہے پچھلے اوقات میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔

﴿وَلَا يَكُنْ قِنْ الْغَفِيلِ﴾ اور نہ ہوں آپ غفلت کرنے والوں میں سے ﴿إِنَّ الَّذِينَ عَنْ دِرَبِّكُ﴾ بے شک وہ لوگ جو خیرے رب کے پاس ہیں معموم فرشتے ﴿لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ﴾ وہ تکبر نہیں کرتے رب کی عبادات سے ﴿وَيَسْتَخْونَهُ﴾ اور وہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ ہر وقت بجان اللہ و محمد پڑھتے رہتے ہیں۔

### تسبیحات کی برکات

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بجان اللہ و محمد کثرت سے پڑھا کرو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور حدیث پاک میں آتا ہے أَفْضُلُ الْكَلَامِ تَسْبِيْخُ اللَّهِ وَمُحَمَّدُهُ هے الہذا یہ کثرت سے پڑھا کرو ﴿وَلَهُ يَسْجُدُونَ﴾ اور وہ اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ سجدے کی ہے کہ جو شخص پڑھے اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے اور جو سے اس پر بھی لازم ہے چاہے سننے کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ یہ آیت کریمہ میں نے پڑھی ہے اور آپ حضرات نے سنی ہے۔ لہذا مردوں، عورتوں سب پر سجدہ واجب ہو گیا ہے۔ سورج کے طلوں ہونے سے پہلے بھی کر سکتے ہو کیوں کہ یہ واجب ہے اور فجر نماز کے بعد سورج طلوں ہونے تک نفل منع ہیں اسی طرح عصر کی نماز کے بعد غروب سے آفتاب تک نفل منع ہیں ان اوقات

میں سجدہ کر سکتے ہو کیوں کہ یہ واجب ہے۔ نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہو کہ فرضِ کفاری ہے قضاۓ نمازیں بھی ادا کر سکتے ہو۔ اور سجدہ تلاوتِ قوری طور پر واجب نہیں ہے، واجب فی الذمہ ہے اگر قوری طور پر کوئی نہیں کرتا تو بعد میں کرنا پڑے گا اور سجدہ اس طرح کرنا ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلے جاؤ اور تمن یا پانچ یا سات مرتبہ تبیحات پڑھو اور اللہ اکبر کہہ کر سراہھا لو۔ اس میں نہ انجیات ہے نہ سلام ہے اور دو سجدے بھی نہیں ہیں صرف ایک سجدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دین سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آن تاریخ ۱۴رمضان المبارک بروز سوموار ۱۴۲۸ھ بہ طابق ۲۲ ربتمبر ۲۰۰۷ء

سورۃ الاعراف کامل ہوئی۔ توفیق اللہ تعالیٰ وعومنہ

مولانا (محمد لواز بلوج)

پھیشم: مدرسہ زیجان المدارس، جناح روڈ گجرانوالا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## روزانہ درس قرآن پاک

تَفْسِير

سُورَةُ الْأَنْفَالِ مَدْرِسَةٌ

سُورَةُ التَّوْبَةِ مَدْرِسَةٌ

پارہ ← قالَ الْمَلَائِكَةُ، وَاعْذُنَا، يَعْتَذِرُونَ

۱۱ ۱۰ ۹

## فہرست عنوانات

### ذخیرہ الجان فی فہم القرآن

#### (حصہ بیستم)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
معز کمر بدر.....	۲۳۷	کو کھب سورت اور غزوہ بدر.....	۲۱۹
رباط آیات.....	۲۳۹	علمائی موسیٰ بن علی.....	۲۲۱
ظفیرہ چہار.....	۲۵۰	طہی خوب سانی ایمان نہیں.....	۲۲۲
ہل نیجت کی تفصیل.....	۲۵۱	ماں سے ربط اور سبب بدر.....	۲۲۳
چین سے ربط.....	۲۵۳	حضرت خداوندی.....	۲۲۵
دار لندوہ میں مشاورت.....	۲۵۴	حضرت خباب ابن منذر ہنچو کا مشورہ.....	۲۲۷
حضرت خباب ابن منذر ہنچو کا مشورہ.....	۲۵۵	فرمہ شرکین .....	۲۲۸
امحضرت ملائکہ کا خواب.....	۲۵۶	پریش ملائکہ کی شرکت .....	۲۲۹
میدان جنگ میں کامیابی کے راز.....	۲۵۶	چارہ میں کامیابی کے درائی.....	۲۳۱
سراقہ انک ماں کا واقعہ.....	۲۵۸	نیکوں کی جنگ عظیم اور کسی پن زیر .....	۲۳۲
ماں سے ربط.....	۲۶۰	ماں سے ربط .....	۲۳۳
مشرکین کے طعنے کا جواب .....	۲۶۰	اقافیم ٹالا ش .....	۲۳۶
خاندان بیہود کی عہد ٹھنی.....	۲۶۳	وبالیقت .....	۲۳۷
محادہ کی پاسداری .....	۲۶۴	صحابہ کرام ٹھنیتی کی کی زندگی .....	۲۳۹
جنگ تیاریاں.....	۲۶۵	آیت کاشان نزول اور غزوہ خندق .....	۲۳۹
دشمنوں سے صلح کی ضرورت .....	۲۶۷	دریہ حبیبہ اہرست کرنے کی عملت اور سبب .....	۲۲۲
حیرت انگیز واقعہ .....	۲۶۷	ماں سے ربط .....	۲۳۶

**ذخیرہ الجہان فی فہم القرآن: حصہ ⑧**

۲۱۰

**فہرست محتوا**

۲۹۹.....	حضرت مدیل کا واقعہ.....	۳۶۹.....	اوں و خروج کی لڑائیاں.....
۳۰۰.....	ماقل سے ربط.....	۳۶۹.....	قاتل پر ایجادنا.....
۳۰۱.....	صلح حدیبیہ کی شراکٹ.....	۳۷۰.....	ایمانی قوت.....
۳۰۲.....	ربیع آیات.....	۳۷۱.....	ایک اور دو کی نسبت.....
۳۰۳.....	چہاد و رتشیخ.....	۳۷۲.....	ہد رکے تہذیب کے بارے میں مشادرت.....
۳۰۴.....	یہاں کی علامت.....	۳۷۵.....	ماقل سے ربط.....
۳۰۵.....	آدابِ مسجد.....	۳۷۶.....	اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وعدہ پورا کرنا.....
۳۰۶.....	ماقل سے ربط.....	۳۷۷.....	شرکیں کی خیانتی.....
۳۰۷.....	ایمان کے بغیر کوئی نیکی قابل قبول نہیں.....	۳۷۸.....	مسے مواہات.....
۳۰۸.....	اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حقوق کی اطاعت نہیں.....	۳۷۹.....	مسے اخلاقی داریں.....
۳۱۰.....	سکت.....	۳۸۰.....	ماقل سے ربط.....
۳۱۱.....	مسلمان کی عزت جہاد کے ساتھ ہے.....	۳۸۱.....	اکابرین کی خدمات.....
۳۱۲.....	فعیل کم.....	۳۸۲.....	شیعوں کے کفر کی وجہ ملاش از بیدار اٹالی ریثی.....
۳۱۳.....	غزوہ حنین.....	۳۸۳.....	سورۃ توبہ کے شروع میں، مم اللہ نہ لکھتے کی وجہ.....
۳۱۴.....	تحصیل غنم حنین.....	۳۸۴.....	اندوں تریش پر قرآن بخی کرنے کی وجہ.....
۳۱۵.....	نیک لوگوں کی محبت.....	۳۸۵.....	خالیوں اور دلیلیں کی تحقیق.....
۳۱۶.....	یہود و نصاریٰ کی سازشیں.....	۳۸۶.....	تریش کے مختلف قبیلوں کے ساتھ معابدوں کی تفصیل.....
۳۱۷.....	جزیوں کی تعریف اور اس کی مقدار.....	۳۸۷.....	جج اکبر کی وضاحت.....
۳۱۸.....	ماقل سے ربط.....	۳۸۸.....	شرکیں کے ساتھ معاهدے ختم کر دیے گئے.....
۳۱۹.....	تخریرات حکم.....	۳۸۹.....	بے نیاز کا حکم اور بعد کے نزدیک.....
۳۲۰.....	شرک کی ایک قسم.....	۳۹۰.....	تھانیمازی پر منے کا مریقہ.....
۳۲۱.....	ایک دفعہ.....	۳۹۱.....	انصمنی ذکوۃ کے خلاف جہاد کا اعلان.....
۳۲۲.....	حد تدینے کا طریقہ.....	۳۹۲.....	حکومتی سطح پر زکوۃ و صوس کرنے کا حکم.....
۳۲۳.....	حد تدینے کا طریقہ.....	۳۹۳.....	سافق کی حلائیں.....
۳۲۴.....	حد تدینے کا طریقہ.....	۳۹۴.....	۳۹۴.....

۳۶۰.....	آشہرہ خود .....
۳۶۲.....	مسک .....
۳۶۳.....	مشرکین مکہ کی خصلتی بد .....
۳۶۴.....	غزوہ توبک .....
۳۶۵.....	دارالنورہ میں مشرکین مکہ کی سیٹ .....
۳۶۶.....	بھرت میت .....
۳۶۷.....	صلیل اکبر بن عویش کی صحابیت کا انکار، قرآن کا
۳۶۸.....	انکار ہے .....
۳۶۹.....	غزوہ توبک کا سفر اور منافقین کی چالاکیاں .....
۳۷۰.....	اقل سے ربط .....
۳۷۱.....	شیعہ عباد، قادری کتاب غیۃ الطالبین کی تحقیق .....
۳۷۲.....	شیرناں منافق کا داعی .....
۳۷۳.....	غزوہ کی تعریف اور ان کی تعداد .....
۳۷۴.....	شہید کا مقام .....
۳۷۵.....	اقل سے ربط .....
۳۷۶.....	قبولیت عمل کی شرائط .....
۳۷۷.....	حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں کوئی رکوہ لینے والیں تھا .....
۳۷۸.....	صرف رکوہ .....
۳۷۹.....	قادریاً، راضی، خارجی، بہائی کو بوجہ مسمان شہونے کے زکوہ نہیں لگت .....
۳۸۰.....	فعیر اور مسکین کی تعریف .....
۳۸۱.....	وَالْمُؤْلَفُ قَلْوَبُهُمْ اور وَلیٰ ایضاً قاب کی تفسیر .....
۳۸۲.....	سید کو زکوہ نہیں لگت .....
۳۸۳.....	منافقین کا آپ ملشیخہ کو ایذا پہنچانا .....

بکھایے منافق جنہوں نے رخصت لینا بھی ضروری نہ سمجھا.....	۳۹۱.
شہادت کی اقسام.....	۳۹۲.
سونا نہیں احمد بن کا واقعہ.....	۳۹۳.
سونوں کے اوصاف.....	۳۹۴.
حضرت عمر بن الخطاب کا بدریوں پر اہل بیت کو ترجیح دینا... شدت پیاس کی وجہ سے صحابی کا بے ہوش ہونا.....	۳۹۵.
پھوپھو کا ساتھ دو.....	۳۹۶.
غزوہ خوب میں شرکت نہ کرنے والوں کو سمجھیے.....	۳۹۷.
مجاہد کا ہر فعل اور حرکت نئی ہوتا ہے.....	۳۹۸.
ہر علی کی توبیت کے لیے تین شرائط.....	۳۹۹.
نقہ مطلوب ہے، تقد کے بغیر چاروں نیں.....	۴۰۰.
تردید متناقضین .....	۴۰۱.
زبولی قرآن سے مناقبت کی گنگی اور زیادہ ہو جائی تھی اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو فیصلت حاصل کرنے کے لیے	۴۰۲.
تکلیف میں جلا کرنا .....	۴۰۳.
جن کی فطرت سخن ہو گئی ہو وہ تو بہ نہیں کرتے .....	۴۰۴.
سلسلہ پڑیتے پیغمبر ضروریات دین میں سے ہے ...	۴۰۵.



## اہل علم سے گزارش

بندہ ناجیہ امام الحدیث بن مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صدر حرمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور سریدھی بھی۔

اور محترم اقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے تخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔  
ہم و تماقونا حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج مجاہد کے سلطے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے شیخوں پر رابطہ کر کے اسکھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھی ہیں اور ہر یا طل کار دیکھا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس ہوئے بعد نمازو خبر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے تھوڑو نہیں کیا کہ اسے کہتے ہے کتابی شکل سے مظہر عالم پر لیا جائے تاکہ عموم الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلطے میں جتنے بھی اخراجات ہوں گے وہ میں برداشت کروں گا اور میرا مقصد صرف رضاۓ الہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب ہو جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقدور فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی الہی کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چلکلے لے کر باہر آ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت بھنگ دے رہیں ہیں ہر بھنگ دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ بھنگ دے دیے اور میں نے باہر پہنچ دیے۔  
پھر کہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی نام ہیں۔ میں نے تو کوہہ بالاخواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو بھی نہیں ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کرو گے۔ چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن "ذخیرہ الحبان" کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں میں نے کہہ اس سلسے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب لکھر حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دوئیں مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور مگر صور منہماں کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ لکھر والوں کے اصرار پر میں یہ درسی قرآن بخوبی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی شکل اور اہم مسئلہ ہے۔  
اس سے دون پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تھواہ سے اخراجات

پورے نہیں، پاست، دو رانی گھنٹوں اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔ اے چجالی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات سمجھے اس وقت یاد آئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے چجالی میں ایم۔ اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرنا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے انھوں کو جسروں منہاں صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش کھلی انھوں نے کیشیں دینے پر آدمی ظاہر کر دی۔ کچھ کیشیں، یکاڑہ کرنے کے بعد اپنے شاگرد ایم۔ اے چجالی کو جایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اس نے کہ کہ میں یہ کام کر دوں گا، میں نے اسے تحریکی طور پر ایک عد کیست دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے نادقی اس کے سے سند رہا ہیں گئی۔ وہ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قصر تھا۔ تو میں نے یہ کام خود فی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیست سنی اور انہوں میں بتعلیٰ کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اتمہارا علمیان فرمایا۔ اس جائزت پر پوچی تھی۔ میں سے عوامی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں جیادہ طور پر دنیاوی قلم کے لحاظ سے صرف پر اکبری پس ہوں۔ ہاتھ سر افیش علیئے ربانیمن سے دو رانی قلم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائش بھی جنگ کا ہوں وہاں کی چجالی اور لیہور، گوجرانواہاکی چجالی میں زمین آسان کا فرق ہے۔ لہذا جمال دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سید احمد صاحب جلال پوری شہید چشتی سے رجوع کرتا یا زیدہ ہی الحسن پیدا ہو جائی تو برلو راست حضرت شیخ چشتی سے رابطہ کر کے تشقی کر لیتا تین حضرت کی وفات اور مولانا جمال پوری چشتی کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جس کی طرف رجوع کر دو۔ اب اگر کہیں مجاہد یا مشکل الفاقا پیش آئیں تو یہ وفسرہ اکٹھا یا باز سر جو صاحب سے رابطہ کر کے تلقی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے الماس ہے کہ اس بات کو بھی مد نظر کہیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی نیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لیے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوپر اسیا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا حوالہ یا گواہ ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبوی کے اسناد اور ظاہر اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لیے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو مخاطر رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیست سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیر طباعت سے آ راست ہونے تک کے تمام مرحل میں اس صورہ کو انتہائی زمداری کے ساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر قدوں کرنے والے اچب مطالعہ اور پروفیشنل کے دوران ٹلیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتیٰ المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کپوزنگ اور اخلاق کی نشاندہی کے بعد میں

ایک مرتبہ دوبارہ سودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد سودہ اشاعت کے کیسے ہیججا جاتا ہے۔ لیکن باس ہندو مسارے انسان ہیں اور انسان نہیں اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہذا اہل علم سے گزارش ہے کہ تمام فاسیوں اور کمزوریوں کی لبست صرف میری طرف تکی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آنکھاں کیا جائے تاکہ آئندہ اینڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

### العارض

محمد نواز بلوج

فارغ التحصیل مدرسہ تصریح العلوم و فاضل وفق المدارس العربیہ، ملتان



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ  
وَعَلٰى اٰلِّيٰ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
عَلٰى اٰبٰا اِصْرَٰئِيلَ وَعَلٰى اٰلِّيٰ اٰبٰا اِبْرَاهِيمَ  
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُحَمِّدٌ  
اللّٰهُمَّ باركْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى  
الْمُحَمَّدِ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى  
ابْرَاهِيمَ وَعَلٰى اٰلِّيٰ اٰبٰا اِبْرَاهِيمَ  
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُحَمِّدٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## روزانہ درس قرآن پاک

تَفْسِير

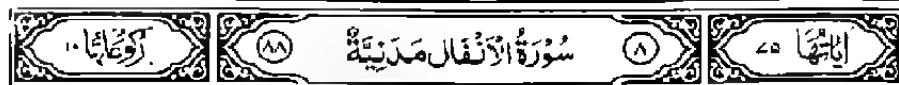
### سُورَةُ الْأَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ



پارہ ← قَالَ الْبَلَاءُ، وَاعْلَمُوا

۱۰

۹



## پسیح اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

(يَسْتَوْنُكُمْ عِنِ الْأَنْفَالِ) سوال کرتے ہیں آپ سے غمیتوں کے بارے میں (فَلِلَّٰهِ الْأَنْفَالُ يَنْهَا وَالرَّسُولُ) آپ کہہ دیں غمیتوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہیں (فَنَاثَرُوا اللَّهُ بِهِمْ) ہیں ذرودم اللہ تعالیٰ ہے (فَأَصْلِحُوا دَّاَثَتَ بَيْتِنَا) اور درست کرو آپس کے معاملات کو (وَآتِيْعُو اللَّهُ وَرَسُولَهُ) اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی (إِنَّمَا تَنْهَا مُؤْمِنِينَ) اگر ہوتم مومن (إِنَّمَا تَنْهَا مُؤْمِنِينَ) پختہ بات ہے مومن (إِنَّمَا تَنْهَا إِذَا ذَكَرَ اللَّهَ فَوْلَادُكُمْ) وہ لوگ ہیں کہ جس وقت ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا (وَجَلَّ لِذُلْكُوْنِ) خوف زدہ ہو جاتے ہیں دل ان کے (وَإِذَا تَبَيَّنَتْ عَلَيْهِمْ إِيمَانُهُ) اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی آسمیں (وَإِذَا تَبَيَّنَ لِإِيمَانِهِ) تو وہ آسمیں ان کے ایمان کو بڑھاتی ہیں (وَعَلَى سَافِرِهِمْ يَتَوَكَّلُونَ) اور وہ مومن اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (إِنَّمَا تَنْهَا نُقْيَّوْنَ الصَّلَاةَ) وہ لوگ قائم کرتے ہیں نماز کو (وَمَعَاهِدَهُمْ يَتَبَيَّنُونَ) اور جو ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں (وَأَوْتِكُمْ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَفَا) یعنی لوگ ہیں مومن کی بات ہے (إِنَّمَا تَنْهَا عِشْدَةَ نَاقِوْنِ) ان کے لیے درجے ہیں ان کے رب کے ہاں (وَمَغْفِرَةً) اور بخشش ہے (وَبِرِزْقٍ كَرِيمٍ) اور رزق ہو گامدہ (كَذَا أَخْرَجَكُمْ رَبُّكُمْ) یعنی نکالا تجوہ کو تیرے پر وردا کرنے (مِنْ بَيْتِكُمْ) تیرے گھر سے (بِالْعَيْنِ) حق کے ساتھ (وَإِنْ فَرِيقَاتُ النَّّوَّمِينَ) اور بے عک ایک گروہ ایمان والوں میں سے (لَكِلِّ هُنْزَ) البت اس کو ناپسند کرتا تھا (يُجَادِلُونَكُمْ فِي الْعِيْنِ) جھگڑتے ہیں وہ آپ کے ساتھ حق کے بارے میں (بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ) بعد اس کے کہ بات واضح ہو چکی ہے (كَذَا يَأْتِيَ الْحَقُونَ إِلَى الْعِيْنِ) گوی کردہ چلاجے جا رہے ہیں صرف کی طرف (وَهُمْ يُظْرَوُنَ) اور وہ دیکھ رہے ہیں۔

کوئی سورت اور غزوہ کا بدلتا ہے؟

اس سورت کا نام انفال ہے اور کل آیت کریمہ میں انفال کا فظ موجوہ ہے اسی سے سورت کا نام انفال ہے۔ سورۃ فاتحہ کے بعد اس کا آٹھواں نمبر ہے اور نزول کے اعتبار سے الحسنیوں [۸۸] نمبر ہے۔ ستائی [۸۷] سورتیں اس سے پہلے نازل ہوں گی۔ یہ سورت مدینہ طیبہ میں بازیل ہوئی ہے اس کے دس رکوع اور زکر [۷۵] آیات ہیں۔ اس سورت میں غزوہ ہجر

کے داعیات کا ذکر ہے۔ چونکہ یہ پہلا غزوہ، وہ خاص لیے بعض مسائل کا علم بعض دعوات تو نبی ﷺ نے یہ سورہ تازل فرمائی ان مسائل سے آگاہ کیا۔ یعنی اس کا شانہ زوال ہے۔

پدر در حمل ایک آدمی کا نام تھا، پدر بن قیس بن صبا۔ اس نے اس مقام پر ایک کنوں کھو دی تھی تو کوئی بھی کاتا م اس شخص کے نام پر بدر پڑ گیا پھر سارے علاقوں کو بدر کا علاقہ کہا جاتا تھا۔ یغزوہ ۲۴ میں رمضان المبارک جمع کے دن پیش آیہ۔ انفال جمع ہے۔ لفظ کے معنی زائد کے ہیں، جو نماز فرضیوں سے زیادہ ہوتی ہے وہ نفل کہلاتی ہے اور مال غیمت کو نفل کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی مقصد سے زائد ہوتا ہے کہ جہار میں اس مقصد پر اعلان کلکت انش ہے۔

نفل کے معنی مال غیمت کے ہیں اور مال غیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں کے ساتھ چاہد کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس مال کے پانچ حصے کیے جاتے ہیں پانچ اس حصے کو کہلاتا ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کے غریب رشتہ داروں کے لیے اور عام سا کہیں اور تمیزوں اور نادار لوگوں کے لیے ہوتا تھا باقی چار حصے جاہدین پر قیامت ہو جاتے تھے اور مسلم نوں کے لیے سب سے بہتر کمال مال غیمت ہے کیونکہ جہاد کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے اور جہاد میں بدلہل ہے۔

یہ لا ای کیوں ہوتی اس کے اسباب کیا تھے؟ ان کا ذکر آگے آرہا ہے اس لا ای میں مسلمان کل میں متیرہ تھے سن سوارہ صحابہ کرام ﷺ اور تیرہ ہوئی آنحضرت ﷺ تھے اور تجھب کی بات یہ ہے کہ تمیں متیرہ کے پاس صرف آٹھ تکواریں چھزریں، تراویث اور دو گھوڑے ہیں اور لباس کی یہ حالت تھی کہ کسی کے پاس پیڑی، بُلپی تھی اور کوئی نگہر تھے اور کسی کے پاس جوتا تھا اور کئی ننگے پاؤں تھے اس گری اور دھوپ میں۔ اور مقابلے میں ایک ہزار آدمی اور ان کے پاس ہر طرح کا اسلی، گواریں، نیزے، تیر کمان، زربیں، خود اور رافر مقدار میں اوتھ گھوڑے اور جگر تھے۔

اور آپ پہلے اللہ تعالیٰ کا رشارڈ پڑھ پکھی ہیں کہ ﴿وَلَقَدْ أَنْتَمْ لِهِنَّاءَ أَنْتُمْ أَذْلَّةٌ﴾ [آل عمران: ۱۲۳] "او بالذات تھیں اللہ تعالیٰ تمہاری دو کرچکا پیدا میں اور تم کھور رہتے۔" ستر کافر اسے گئے، ستر گرفتار ہوئے اور باقی دوڑکا گئے یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی ورنہ تمیں متیرہ کی ایک ہزار کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ آٹھ تکواریں کی ایک ہزار تکوار کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ صرف چندہ مسلمان شہید ہوئے، آٹھ تھا اور چھ افسار میں سے۔ مال غیمت میں اونٹ، گھوڑے، گواریں، خود (لوہے کی فوبی کو کہتے ہیں)، زربیں اور جو کچھ بھی اس زمانے میں ان کے پاس تھا، حاصل ہوا۔ کچھ حضرات لڑائی میں تھے اور کچھ حضرات ان کی خدمت پر خیبوں میں کھانا لپانا کچھ۔ وہونا اور دیگر سامان کی خوفت کر رہے تھے اور یہ کہ جب ان کی باری آئی تھی، نہیں نے بھی لڑنا تھا۔

مال غیمت کے ہارے میں اختلاف ہوا اور جب آدمی زیادہ ہوں تو ترقی طور پر اختلاف رائے ہو جاتا ہے۔ لانے والوں کا نیال یہ تھا کہ چونکہ آدم لڑے ہیں اس لیے مال غیمت ہمارا حق ہتا ہے اور جو حضرات انتظامات پر امامور تھا انہوں نے پرا کر ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں الہذا ہمارا بھی حق ہتا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ اختلاف کی کا ضرورت ہے آنحضرت ﷺ میں یہ مودود میں ان سے پوچھ لیتے ہیں کہ حضرات مال غیمت کس کا حق ہتا ہے؟ صرف لانے والوں کا حق ہے یا جو یچھے اونٹ، گھوڑوں اور

گدھوں کی حفاظت پر مامور تھے اور کھانے پکانے پر مامور تھے اور زخمیوں کی مریم پنی وغیرہ کر رہے تھے ان کا بھی حق جاتا ہے۔ اس کے مقابل اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا (بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ) سوال کرتے ہیں آپ سے غمیتوں کے بارے میں (هُنَّا) آپ کہہ دیں (هُوَ الْأَنْقَالُ بِنِيُّوَ الرَّسُولِ) شعیین اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نکیت اور اس کے رسول کے کثروں میں ہیں (فَإِنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ بِالْأَنْقَالِ) میں اور تم اللہ تعالیٰ سے (فَوَأَضْلِلُوكُمْ إِذَا تَعْبَرُونَ) اور درست رکھو آئیں کے محاٹے کو، اختلاف پیدا نہ کرو۔

مالی غیمت کا کیا کرنا ہے؟ اس کا حکم دویں پارے کی ابتداء میں آئے گا (وَإِنَّكُمْ أَتَيْتُمْ قُنْقُنَ فَأَنَّ يَنْهُوَ حُسْنَةً وَلَمْ يُشْوِلْ وَلَمْ يُؤْمِنْ الْقُنْنِيَّةُ وَالْيَسْنِيَّةُ وَالْمُسْكِنِيَّةُ إِنْ كُلَّتُمْ إِنْتَمْ بِالشُّوْلِ) اور اجتماع طریقے سے جان لو کر بے شک جو تم نے حاصل کیا ہے غیمت میں سے پس بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا پانچواں حصہ ہے اور اس کے رسول کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے قرابت داروں کے لیے اور زخمیوں کے لیے اور سافروں کے لیے ایمان رکھتے ہو اندھائی پر۔ (فَوَأَضْلِلُوكُمْ إِذَا تَعْبَرُونَ) اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول سلیمانیہ کی (إِنْ كُلَّتُمْ مُؤْمِنِينَ) اگر ہو جم موسمن۔

### علامہ سید موسی بن جعفر علیہ السلام

(إِنَّكُمْ أَتَيْتُمْ أُنْزِلَكُمْ إِذَا ذَكَرَكُمُ اللَّهُ وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ) بخدا بات ہے مومن وہ لوگ ہیں کہ جس وقت ذکر کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا خوف زدہ ہو جاتے ہیں دل اتنے کے۔ مومنوں کی چیلی علامت: رب تعالیٰ کی عظمت اور برہائی کی وجہ سے۔

مومنوں کی دوسری علامت: (فَإِذَا ثَبَيَتْ عَلَيْهِمُ الْيَمَةُ نَأْتُكُمْ إِنَّتُكُمْ) اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی آسمیں تو وہ آسمیں ان کے ای ان کو بڑھادیتی ہیں یعنی ان کے ذریعے ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ ایمان والوں کی تیسری علامت: (وَلَلَّهِ تَرَبِّيُّهُمْ بِسُكُونٍ) اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ توکل کا معنی یہ ہے کہ ظاہری اساب انتیار کر کے نیچہ رب تعالیٰ پر جھوڑ دینا اگر ظاہری اساب انتیار کیے جائیں تو اس کو "تَعَظُّلٌ" کہتے ہیں۔ اور اساب کو جھوڑنا جائز نہیں ہے۔

چوتھی علامت: (الْأَنْزَلْنَا عَلَيْهِنَّ الْكُلُوبَ) مومن وہ لوگ ہیں جو قائم کرتے ہیں نمازوں کو۔ شریعت نے نمازوں کا جو طریقہ بتایا ہے اس طرح نمازوں کو قائم کرتے ہیں۔ لیکن شرائط دعوید کے ساتھ وقت پر، جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

پانچمیں علامت: یہ ہے کہ (وَمَا يَرَى ذُكْرُهُمْ يَنْهَا) اور ہم نے جوان کو روزی دی ہے اس میں سے خرج کرتے ہیں اور "ما" سے سراہ پیز لی جائے تو مخفی ہو گا جو حیز ہم نے ان کو دی ہے س میں سے خرج کرتے ہیں۔ علم دیا ہے کہ اس کی دوسریں کاظمیں دیتے ہیں، تو سو بدلتی دی ہے۔ مال دیا ہے اسے خرج کرتے ہیں، عقلی سیم روی ہے اس کے ذریعے لوگوں کے کام کرتے

جس۔ یہ مولیٰ علیت میں پکی جاتی ہے ﴿أَوْ تَيْلَهُمُ الْمَذَمُونُ حَظَاهُمْ كِلَّا لَوْكَ مُؤْمِنٍ هِيْ بُكْ بَاتٍ هے۔ اس کا تبیخ کیا ہوگا؟﴾ (نہمہ تہجیت عذاب نہیں) ان کے لیے درجے میں ان کے رب کے ہاں بہت بلند جنت الفردوس ہے اور جتنیں ہیں ان میں یہ راجحہ درج پہنچنیں گے ﴿وَمُغْرِبَةً كُمَيْمَ﴾ اور جنگل ہے ﴿وَمَدْرَقَ كُمَيْمَ﴾ اور رزق ہو گا مدد۔ جنت میں جو روز قیامت کا سے عمدہ اور کوئی رزق نہیں ہو سکتا۔

### طبعی خوف منافق ایمان نہیں ہے

اس موقع پر کچھ حضرات طبعی طور پر روای کو پسند نہیں کرتے تھے اور طبعی طور پر ایسی بیرون سے گزیر کرنے سے ایمان پر کوئی زوجیں ہوتی۔ کلی دفعہ سن پچھے ہو کہ حضرت مولیٰ علیہ کو نبوت می توائد تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاتھ میں جولاٹھی ہے اس کو دل وہ جب اس کوڈا اکروہ سانپ بن کر دوڑنے لگی مولیٰ علیہ نے دوسری طرف دوڑ لگا دی کیونکہ سانپ مودی شے ہے اور مودی شے سے پچھا بہت ضروری ہے۔ پھر سے بڑھ کر کسی کا ایمان تو فیکس ہوتا مگر طبعاً اس سانپ سے ذرے تو القدعالی نے فرمایا ﴿لَا تَقْتُلْ﴾ خوف یہ کہ اس پر ہاتھ رکھ کر ﴿تَسْيِدِنَا يَنْهِيَ عَنِ الْأَذْلِ﴾ ہم اس کو بیلی حالت میں بدل دیں گے۔ تو طبعاً روای سے ذرنا و ذشتوں سے ذرنا، کتنے سے ذرنا سانپ سے ذرنا، چورڑا کو سے ذرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ تو کچھ حضرات روای کو پسند نہیں کرتے تھے اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿كَمَا أَخْرَجْنَا رَبِّكَ مِنْ بَيْتِكَ﴾ یعنی کالا تجھ کو تیرے پر وو دگارنے تیرے گھر سے خود بدھ سبھ میں تھا مجھہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پیش کا ﴿بِالْغَيْرِ﴾ حن کے ساتھ ﴿وَإِنْ تَرْتَقِيَ الْمُوْمِنِينَ لَكُلُّهُمُونَ﴾ اور بے تحکم ایک گروہ ایمان والوں میں سے لبڑا اس کو پسند کرتا تھا۔ طبعاً چاہتے تھے کہ لڑکی کی نوبت نہ آئے ﴿لِيُعَادُ لَهُنَّكَ لِلْغَيْرِ﴾ بھگرتے ہیں وہ آپ کے ساتھ حق کے بارے میں ﴿لَا تَعْدُ مَا تَبَرَّكَ﴾ بعد اس کے بات و اخراج ہو چکی ہے کہ لڑکی ضرور پیش آئے گی ﴿كَمَنِيَّا تَأْتُنَ إِلَى الْمَوْتِ﴾ گویا کہ وہ چلاعے جا رہے ہیں موت کی طرف یعنی یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کو موت کی طرف چلا ریا جا رہا ہے ﴿وَفِيمَ يُنْظَرُونَ﴾ اور وہ ریکھ رہے ہیں موت کو آنکھوں سے یعنی بعض ایسے گھرائے ہوئے تھے کہ گویا موت مانے کھوئی ہے۔

### مسمومہ علیہ

﴿وَإِذْ يَبْدُلُ اللَّهُ هُوَ أَحْسَنُ وَقْتٍ وَمَدْرَأً كِيَا اللَّهُ تَعَالَى نے تمہارے ساتھ ﴿إِلَهَيَّ أَنْتَ مُبَشِّرٌ﴾ دو گروہوں میں سے ایک کا ﴿أَنَّهَا لَنْمَ﴾ کہ بے تحکم و تمہارا ہے ﴿وَتَوْذِينَ﴾ اور تم پسند کرتے تھے ﴿أَنَّ غَيْرَ دَاتِ الْفَضْلِ﴾ بے تحکم جو کائنات والانسانیں ہے ﴿تَلَوُنَ اللَّهُ﴾ وہ تمہارا ہو جائے ﴿وَيَرِيْ نَعَالَهُ﴾ اور ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے ﴿أَنَّ يُعَلِّمَ الْكُلَّ﴾ پھلیتیہ ہے کہ ثابت کر دے حق کو اپنے فیصلوں کے ساتھ ﴿وَيَقْطَلَهُ أَيْرَ الْكَافِرِ﴾ اور جڑ کا شد و

کافروں کی ﴿لَيَعْلَمُ الظَّالِمُونَ﴾ تاکہ ثابت کر دے حق کو ﴿وَيُبَيِّنُ الظَّالِمُونَ﴾ اور مٹادے باطل کو ﴿وَهُوَ الْكَفِرُ﴾  
الظُّفُرُ مُؤْنَتُه اور اگرچہ مجرم ناپسند کریں ﴿إِذَا تَصْبِطُونَ رَبَّكُمْ﴾ جس وقت مد و طلب کرتے تھے اپنے رب سے  
﴿فَأَنْسَأْجَابَ لَكُمْ﴾ پس اس نے تمہاری دعا تبول کر لی (یہ فرماتے ہوئے) ﴿أَنِّي مُسَدِّدٌ كُمْ بِأَلْفِ فِنَانَ الْمُكَلَّكَةِ﴾  
بے شک میں تمہاری مدد کروں گا ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ ﴿مُزْوَفِينَ﴾ جو آگے بیچپے قطار میں آئیں گے  
﴿وَمَا جَعَلَ اللَّهُ الْأَيْمَنِ﴾ اور نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے یہ فرشتوں کی امداد کو مگر خوش خبری ﴿وَيُظْهِرُنَّ بِهِ قُلُوبَكُمْ﴾  
اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہوں ﴿وَمَا الْقَفْرُ إِلَّا مِنْ عَبْدِ الْمُوْلَاهِ﴾ اور نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿إِنَّ  
اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

### ماقلہ سے ربط اور سبب پورا ہو گا

غزوہ بدر کا ذکر چلا آ رہا ہے مکہ کرمہ میں قابل کاشت زمین نہیں تھی پہاڑی پہاڑیں وہ حالی برکات بہت تحسیں گرفناک ہری  
اسباب نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روزی کا ذریعہ یہ بنایا تھا کہ یہ لوگ سال میں دو ہجرتی سفر کرتے تھے ﴿وَرَحْلَةُ الْيَتَامَاءِ  
وَالشَّيْاطِينِ﴾ ایک گرمیوں میں اور دوسرا سردیوں میں، اگریوں میں شام کا سفر کرتے تھے اور سردیوں میں یہیں کے علاقے کا سفر  
کرتے تھے۔ اگرچہ اکثریت کافروں اور مشکوں کی تھی مگر کعبۃ اللہ کا احرام ان لوگوں کے دلوں میں تھا وہ جب سننے کے کرمہ  
سے آئے ہیں تو کعبۃ اللہ کی نسبت سے ان کا بڑا احرام کرتے، بڑی تدریج کرتے ان کی مہمانی کرتے، کھانا مافت کلاتے،  
چار پانیاں دیتے، رہائش دیتے، ان سے چیزیں بھیگی فریدتے کہ برکت والی ہیں اور ان کو چیزیں سستی دیتے ان دو فروں میں  
ان کا سال کا خرچ پورا ہو جاتا تھا۔

غزوہ بدر کا سبب یہ بنا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کی اکثریت مشرکین مکہ کی سختیوں سے نگل آ کر مدینہ  
منورہ بھرت فرما گئی۔ انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ کافر اب ان کا پیچھا چھوڑ دیتے کہ دہاں سے کافی دور پہنچے گئے ہیں۔ مدینہ منورہ  
مکہ کرمہ سے غمیں سوکی رہ میں دوسرے ہے جو اس زمانے میں انہوں پر وہ دن کا سفر تھا مگر کافروں نے پیچھا چھوڑا وہ شرکتوں سے  
باز نہ آئے۔ مدینہ طیبہ کے قریب چاہا گیا تھا جہاں لوگ اپنے مویشی جانور چڑھاتے تھے۔ ان میں سے ایک چاہا میں  
بیت المال کے اوٹ چر رہے تھے حضرت یہاں شاخو دہاں کے انچارج تھے ان کے ساتھ رہا چار ساتھی اور بھی تھے۔ حضرت  
یہاں پہنچو موقع پر تھے اور دوسرے ساتھی سودا اسٹف لینے مدینہ طیبہ گئے ہوئے تھے۔ گزر این جابر فہری کا فرائکر لے کر آیا اور  
حضرت یہاں پہنچو کو موقع پر قتل کر دی اور اوٹ لے کر چلا گیا۔

مسلمانوں کے پاس یہی سرمایہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اور صحابہ کرام ﷺ نے سنا، بڑے پر شان ہوئے اور

اگھی جہاد کی اجازت بھی نہیں ملی تھی حکم تھا ﴿كُفُوْ آئِيْنَىٰ تِمْ وَ أَقْبِلَهُ الظَّلَّمُ﴾ (النَّاهٰءٌ: ۷۷) ”ماحدہ کے رکھو اور عبادت میں مشغول رہو۔“ تو کافر شرکتوں سے باز نہ آئے اور مسلمانوں کے ظلاف منسوب ہے بناتے رہتے تھے۔

چنانچہ مشرکین مکنے ”دارالخلاف“ جوں کا دارالخلاف۔ یہ جگہ پہلے مسجد حرام سے باہر تھی مگر اب مسجد حرام میں شامل ہو گئی ہے تو دارالخلاف میں امتحوں نے میٹنگ کی اور کہجے لگے کہ محمد پیہاں سے پڑے گئے ہیں اور ہماری آنکھیں نہنہیں ہیں کہ میں نظر نہیں آتے لیکن یہ رکھو! ہم نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا ہے وہ اس کو بھوپن نہیں سمجھتے۔ آج نہیں کل کسی روچار سال تک وہ زندہ رہا تو فوج میع کر کے ہم پر حملہ آور ہونگا اور ہماری پیش کی کروے گا جنم منادے گے۔ یہاں تو ہم رکاوٹیں ڈالتے تھے لوگوں کو اس کے قریب نہیں آنے دیتے تھے وہاں تو رکاوٹ ڈالنے والا بھی کوئی نہیں ہے اور لوگ اس کے ساتھ ملتے جا رہے ہیں۔ لہذا اس پر غور کرو۔

اس کے لیے ایک تجویز ہے اس پر سب لوگ عمل کریں۔ وہ تجویز یہ ہے کہ اس رفعہ شام کا جو تجارتی سفر ہو۔ چاہے کوئی خود جائے یا کسی کو مختاری پر بھیجے دہلی سماں پیچے پر جو فتح شامل ہو اور دہلی سے سماں لا رکر کر سب بیچے پر جو فتح شامل ہو دہلی سماں پیچے کریں کریں گے اور مسلمانوں کے خلاف ہتھیار خریدیں گے۔ جو کہ اسلام کے خلاف ان کے دہلی میں فتحت تھی اپنے اس سبب نے اس تجویز پر اتفاق کیا۔

چنانچہ سانحہ آدمیوں پر مشتمل ایک قالہلہ تاریکی ایسا اس قابلے کے ایمروں سیان تھے کیونکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں ربِ اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے۔ ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا سماں تھا۔ آج کل کے حساب سے یہاں سمجھو کر تین کروڑ کی مایست کا سماں تھا۔ یہ قالہلہ شام پہنچا پناہ سماں پیچا، شمع کیا اور دہلی سے سماں خرید کر دہلی پل پر اے اور مسلمانوں کو ان کے منصوبے کی اطلاع ہو گئی کہ ہمارے خلاف یہ کارروائی کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت جہاد گی اس وقت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو لٹانے کی اجازت دی گئی ہے اُن پیغمبرین پیغمبر نبی ﷺ پیغمبر نبی ﷺ اُن ایجادت کو جن کے ساتھ کا فریزادہ ہیں اس وجہ سے کہ مظلوم ہیں۔“ ربی یہ بات کہ مسلمان تھوڑے ہیں تو فرمایا ہے ﴿وَإِنَّ اللَّهَ فَلَوْلَا هُنَّ مُتَّهِمُونَ لَكُفَّيْرُهُمْ﴾ [۱۳۹] ”بِئْتِ اللَّهِ الْعَالَمِيْنَ اَنْ كَيْ مُدَكَّرْنَے پر تقدار ہے۔“

آنحضرت ﷺ فرمایا ہے فرمایا کہ یہ سرمال ہمارے خلاف خرچ ہوتا ہے اللہ اہن کا راستہ رکنا چاہیے۔ یہ تیاری کرنے کے باہر تحریف لائے اور رکھو والوں کو علم ہو گی کہ ہمارے قابلے پر حملہ کر رہے ہیں وہ بھی تیاری کر کے آگئے۔ ابوسفیان بڑے چالاک اور ہوشیار آدمی تھے۔ اس نے معروف راست پھوڑ کر دوسرا راست اختیار کر لیا اور مجھ ہیکا کہ قالہلہ کے پہنچا پناہ سماں اس وقت تک پہنچ ہی نہ سکے۔ سماں جب لٹک تو رب تعالیٰ نے پہلے ہی فرمادیا کہ دو قابلے ہیں ایک ابوسفیان کا قالد جس میں سانحہ آدمی ہے اور اس کی تھا ایک ہزار تھی۔ فرمایا ان دونیں سے ایک کے ساتھ صورت تمہاری لگر ہو گی۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِنَّهُمْ لَمْ يَنْتَهُوا إِلَّا يَقْتَلُنِي أَنْهَاكُمْ﴾ اور جس وقت وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ دگروں میں سے ایک کا کہ بے شک و تمہارا ہے ہو تو گوئے ان غیرِ ذاتِ الکوہ گوئی تلوں لکھنے ہے اور تم پسند کرتے تھے بے شک جو کائیں ہے والائیں ہے وہ تمہارا ہو جائے۔ ابوحنیان والا تاکلیک کرنا کے پس کوئی ہتھیار نہیں تھے کہ شوک کا مٹی کا ناگی ہوتا ہے اور ہتھیار بھی ہوتا ہے ﴿وَقَبَرِيْنَا لَنَا هُنَّا نَبِيْعُ الْحَقِّ بَلِكَلِّهِمْ﴾ اور ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے کہ ثابت کردے ہیں کوئی فیصلوں کے ساتھ ﴿وَيَقْتَلُهُمُ الظَّفَرُونَ﴾ اور جزو کاٹ دے کافروں کی ﴿هُلِيْعِيْلُ الْعَقِّ﴾ تا کہ ثابت کردے ہیں کو ﴿وَيَنْهِيْلُ الْبَاطِلَ﴾ اور منادے باطل کو ﴿وَلَزِكْرَةُ الْبَهْرِ مُنْهَنَّ﴾ اور اگرچہ مجرم ناپسند کریں اس کو جدید نہ منورہ سے بسوئے کہ مکرمہ اتنی [۸۰]

میل کے فاطلے پر ہے۔

کافروں ہتھیج گئے جعلی و قوع کے اعتبار سے جو اچھی جگہ تھی اور دہان پانی کے ایک وجہتے ہیں تھے اس پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کے لیے بڑی پریشانی تھی کیوں کہ آدمیوں، اونٹوں، گھوڑوں اور خیوروں کے لیے پانی کی ضرورت ہے اس کے بغیر گزارنا نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ماسیوں کے سامنے بھروسات کو دہان پیشے خدا کی نماز پڑھائی حالات دیکھ کر ایک سرخ رنگ کے چڑیے کا نیمیر تھا اس میں رو دکڑا گزرا کر دعا کی کہ اے پروردگار! یہ جو نیمیرے ساتھ ہیں یہ میری پندرہ سال کی محنت ہے اگر آج یہ سارے نہ ختم ہو گئے تو قیامت تک حیران چیز نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اے پروردگار! یہ سہارا میں ان کا سہارا تیرے سوا کوئی نہیں ہے، یہ چوکے پیسے ہیں ان کو کھلانے پلانے والا صرف تو ہی ہے۔

آپ ﷺ رورہے ہیں اور دعا کیں کر رہے تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خیسے سے باہر تھے برداشت نہ کر سکے اندر راٹل ہوئے اور کہنے لگے حضرت اآپ ﷺ نے بڑی آہ و زاری کی ہے اب نہیں کریں۔ آنحضرت ﷺ نے خیسے سے باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ آیت کریمہ ﴿سَلَّمَ الْجَنَّةُ وَيُؤْلَوْنَ الْجَنَّةَ﴾ (قرآن: ۲۵) یہ گلست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر جھائیں گے۔ مجھ کا دن تھا جس کے وقت حزر کہ ہوا۔ مسلمان تک سوتیرہ اور ان کے پاس آٹھویں اسی، چھوڑ ریں، دو گھوڑے، سڑاونٹ تھے اور کافر ایک ہزار کو اور ان کے پاس ایک ہزار تکوار اور دوسرے ہتھیار بھی تھے۔ بظاہر کوئی متبدل نہیں تھا۔ اس موقع پر مسلمانوں نے دعا کیں۔ اس کا ذکر ہے۔

### نصرت خداوندی

﴿إِذَا كُوْنُتُمْ رَبِّكُمْ﴾ جس وقت تم در طلب کرتے تھے اپنے رب سے ﴿فَاسْجَابَ لَكُمْ﴾ جس اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعے قبول کر لی یہ فرماتے ہوئے ﴿أَلَيْ نَبِدُ كُمْ بِأَنِّي قَوْنَ الْكَلْمَةَ مُنْذُولِنَ﴾ بے شک میں تمہاری مد کروں گا ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو آگے پیچھے قوار میں آگیں گے۔

اس مقام پر ایک ہزار کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر تین ہزار اور پانچ ہزار کا ذکر ہے۔ محمد بن عظام اور مفسرین کرام

اس کو اس طرح تھیں وہ یہ ہیں کہ مسلمان تین سوتیرہ تھے اور مقابلے میں ایک ہزار کافر تھے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرنٹ میں نازل کرنے کا وعدہ فرمایا کہ وہ تمہری مدد کرے گا لیکن چونکہ کافر مسلمانوں سے تین گناہ یادہ تھے سے س لیے اللہ تعالیٰ نے ہر یہ مسلمانوں کی تلی کے لیے فرمایا کہ تین ہزار فرنٹ میں ازد کروں گا یعنی کافروں سے تین گناہ یادہ تھے۔

اس میں اختلاف ہے کہ فرنٹ میں ازد کروں گی یہی ہیں یا بعض مسلمانوں کے طبقہ میں کے لیے نازل ہوئے یہ ہت آگئی آیت کریمہ میں آہی ہے کہ فرشتوں نے بھی یہیں یا بعض مسلمانوں کے طبقہ میں کے لیے نازل ہوئے کہ :

فَهَنَّاءَ بِدْرٍ پَيَّداً كَرْ فَرْشَتَةَ تَيْرِي فَهَرِتَ كَوْ

أَتَرْ سَكَّتَهُ بَلِّيْ گَرَوْنَ سَقَطَارَ الْمَدْ قَظَارَ اَسَبَّ بَحِيْ

یعنی ایمان، آنکی، پر ہیز گاری، مخداحی، والے حالات پیدا کر فرنٹ میں کے لیے اب بھی آسمان سے اتنے کے لیے بے تاب ہیں۔ اور اگر صرف نام کا مسلمان ہو، مثلاً مسلمانوں والی، مثلاً خلق دکار اور مسلم توں والا تو فرنٹ میں کیسے کریں گے؟

باتی رہا پائی ہزار کا معاملہ جس کا ذکر بوجو تھے پارے میں ہے : ﴿إِنَّنَّمَا يَنْهَا وَأَنْهَا عَنْ أَنْ يَأْتُهُ الْمُنْ كُمْ فَوْرَاهُمْ خَذْنَادَهُ كُمْ تَرْبِيْلُمْ بَخْسَتَهُ الْفِيْلُ فِيْنَ الْكَلِيلُكُوْمُسْوَيْنَهُ﴾ [آل عمران: ۲۵] "آخر تمہر کرتے رہو گے اور تمہارے دہن تمہارے پاس آ جائیں تو تمہارا پروردگار پائی ہزار فرنٹوں سے تمہری مدد کرے گا جو شہنشہ لگانے والے ہوں گے۔"

یہ وعدہ مشروط تھا کہ گزر بن جابر فہری بڑے اثر و سوچ والا کافر تھا اس کی اور دوسرا سے تباہی اور دوسرا سے تباہی اس کا ثریح۔ میں محرك کے دوران میں سنا کہ گزر بن فہری اپنے قبائلے کر کافروں کی مدد کے لیے آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر فوری طور پر اس کا لٹکر آ گیا تو میں پائی ہزار فرنٹوں کے ساتھ مدد کروں گا۔ لیکن نہ اس کا لٹکر آ یا اور نہ پائی ہزار فرنٹ میں نازل ہوئا مشروط تھا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُ إِلَّا بُشْرَىٰ﴾ اور نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدد اور گھر خوشی فہری ﴿وَلَتَنْهَيَنَّهُ بِهِ قُلُوبُهُمْ﴾ اور تا کہ تمہارے دل مطمئن ہوں ﴿وَلَوْمَا دَفَرَ الْأَمْمَ عَنِ الْبَيْوَهُ﴾ و نہیں ہے مدد گھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ رب تعالیٰ فرنٹوں کا محتاج نہیں ہے وہ ایک آن میں وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ آج سے تقریباً پائی ہزار سال پہلے جاپان میں صرف سات یونین کا از لزا آیا تھا اور صفتی اعتبار سے جاپان یورپ کی گردان پر سوار (غائب) ہے۔ اس لزا سے اتنی تباہی ہوئی تھی کہ حکومت جاپان نے کہا تھا کہ ہم اس نقصان کو دس سال میں بھی پورا نہیں کر سکتے۔ رب، رب ہے وہ کسی جیز کا محتاج نہیں ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ بے تحفہ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

﴿إِذْ يُقَسِّيْلُمُ الْحَسَنَ﴾ جس وقت طاری کی تم پر اللہ تعالیٰ نے اُنکو ﴿أَمْمَةً مُّصَدِّدَةً﴾ اُمن رلانے کے لیے اپنی طرف سے ﴿هُوَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ فِينَ السَّيَّاهِ﴾ اور نازل کیا اس نے تم پر انسان کی طرف سے ﴿مَاء﴾ پانی ﴿لِتَطْهِيْرَهُمْ﴾ ہم کو ہے ۴۶) تاک تم کو پک کرے اس پانی کے ذریعے ﴿وَيُنَزِّلُهُ عَنْهُمْ بِرِجْمِ الشَّيْطَنِ﴾ اور تاک درود کر دے تم سے شیطان کا دوسرا ﴿وَلِيَنْزِلَ عَلَىٰكُمْ﴾ اور تاک مضغوط کر دے تمہرے دلوں کو ﴿وَيُنَزِّلُهُ إِلَىٰ قَدَّامَهُ﴾ اور تاک ثابت رکھے اس کے ذریعے سے تمہارے قدموں کو ﴿إِذْ يُنَزِّلُهُ تَبَّاكَ رَبِّ الْكَوَافِرَ﴾ جس وقت وہی کی تیرے رب نے فرشتوں کو ﴿أَتَيْ مَعَكُمْ﴾ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں ﴿فَتَبَّاعُوا الْأَوْيَانَ أَصْوَاتُهُمْ﴾ پس ثابت قدم رکھو ان لوگوں کو جو ایمان لائے ﴿سَأَلَّقَنَ فِي قُلُوبِ الظَّمَنِ كَفَرَ الرُّغْبَ﴾ عنتریب میں ڈالوں گا ان لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب ﴿فَاقْسِرُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ﴾ میں مارو تم ان کی گردنوں پر ﴿وَإِذَا أَصْرَبُوا مِنْهُمْ كُلُّ هَمَّا يَرِيْدُونَ﴾ اور مارو ان میں سے ہر ہر پر پر ﴿إِذْ لَكُمْ يَنْهَا مَا تَرَكُوا اللَّهُ أَكْثَرُهُمْ شَرُورٌ﴾ اس سے یہ کہ بے شک انہوں نے مخالفت کی ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ اور جو شخص مخالفت کرے گا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ﴿فَإِنَّ اللَّهَ شَرِيفٌ إِلَيْهِ الْمُقَابُ﴾ یہ بے شک اللہ تعالیٰ خاتم سرزاد ہے والا ہے ﴿إِذْ كُنْتُمْ قَدْ ذُوقْنَاهُ﴾ پس جو حتم مردہ اس کا ﴿وَأَنَّ لِلْكُفَّارِ عَذَابَ ثَلَاثَةِ﴾ اور بے شک کافروں کے لیے وزخ کا عذاب ہے۔ غزوہ پر رکاذ کر جلا آرہے ہے۔ کافروں پسے بچنے گئے اور پانی کے پیشوں پر بقدر کیا آنحضرت ﴿لِتَنْهَا إِلَيْهِمْ سَرَّهُمْ﴾ کے ہمراہ جب دہاں پہنچ تو ایک جگہ کا انتخاب فرمایا کہ دہاں پر پڑا اکٹہ لوہیہاں ہم نے اپنا امور جا چکم کرتا ہے۔

### حضرت خباب ابن منذر رضی اللہ عنہ کا مشورہ

حضرت خباب ابن منذر انصاری بن ابو جنگی امور کے بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ جس جگہ کا آپ ﴿لِتَنْهَا إِلَيْهِمْ﴾ نے انتخاب کیا ہے وہ بچنی نقطہ نظر سے مفید نہیں ہے تو عرض کیا کہ حضرت! جس جگہ کا آپ ﴿لِتَنْهَا إِلَيْهِمْ﴾ نے انتخاب فرمایا ہے کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ اس جگہ تم نے اپنا امور چاہا تم کرنا ہے؟ آپ ﴿لِتَنْهَا إِلَيْهِمْ﴾ نے فرمایا نہیں، رب تعالیٰ کا یہ حکم نہیں ہے۔ رب تعالیٰ کا تو یہ حکم ہے کہ تم جہا درکرو آگے ہماری صوابیدی پر ہے کہ ہم نے کیسے لڑنا ہے۔ کہنے لگے حضرت! جگہ بچنی نقطہ نظر سے یہ جگہ مفید نہیں ہے۔ چند قدم ہٹ کر ایک جگہ بتائی۔ وہ اونچا سماں لٹا تھا اور ریست پڑی تھی۔ عرض کیا حضرت! ایہ جگہ بچنی لحاظ سے بڑی مفید ہے۔

کیوں کہ تخلص اور بچرہ کا بحر جنم آنحضرت ﴿لِتَنْهَا إِلَيْهِمْ﴾ نے ان کی بات مان لی اور آنحضرت ﴿لِتَنْهَا إِلَيْهِمْ﴾ لوگوں کی صحیح بات مان لیتے تھے اور باقی صحابہ کرام ﴿لِتَنْهَا إِلَيْهِمْ﴾ نے بھی اتفاق کیا۔ دہاں پہنچنے پر چند پریشانیاں ہیش آئیں کہ پانی پس نہیں تھا، سڑاونٹ دو

گھوڑے تھے اور آنحضرت ﷺ سیست تمدن سوتیرہ آدمی تھے۔ پانی سب کی ضرورت تھی پھر تمام کے قام نمازی تھے، رضو کے لئے بھی پانی درکار تھا اور وہاں جو تھوڑا ابہت پانی تھا اس پر کافروں کا تباہ کا تباہ تھا۔

حدیث پاک میں آتا ہے رَأَيَ الشَّفَطَنَ بَعْدِي مِنَ الْإِنْسَانِ بَعْدِي اللَّهُو۔ ”جہاں تک انسان کے بدن میں خون گزش کرتا ہے شیطان کی گزش بھی وہاں تک ہوتی ہے۔“ تو شیطان نے فراؤں میں وسوسے ڈالنے شروع کیے کہ اگر تم پچھے ہوئے تو پانی سے محروم کیوں ہوئے اور ریت میں تمہارے پاؤں کیوں دھختے؟ بعض کے دلوں میں شیطان نے یہ وسوسے ڈالے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر برحت نازل فرمائی بادشاہ ہوئی انہوں نے خوب بنا کر پانی جمع کر لیا اور ریت جم گئی جیسے مزک میں ہوئی ہے اور کافر پست بجکہ پر تھے وہاں پانی جمع ہو گیا اور بچیر بن گیا کہ ان کا چلانا پھر ناشکل ہو گیا اور کافروں کی غلست کا ایک خاہیری سبب یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اس مشکل گھری میں اوپنگھ طاری کر دی۔

حضرت شیخ العرب والحمد عولانا حسین احمد عدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میدان جنگ میں خنجر جس کی طرف سے ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور پڑھنے پڑھنے وقت میں کا آجا تھا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِذَا يَقْبِلُكُمُ الْعَذَابُ فَمَا أَنْتُمْ بِهِ بَلَامُونَ﴾ وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جس وقت طاری کی اللہ تعالیٰ نے قم پر آنکھ ہمٹنے تھے جس کے لیے اپنی طرف سے ﴿فَوَنَذَلَلَ قَبْلِكُمْ﴾ اور نازل کیا اللہ تعالیٰ نے قم پر ﴿فَنَأَنْتَمْ هَلَامُونَ﴾ آسان کی طرف سے پالی ﴿فَلَمَّا تَرَكُمْ﴾ تاکہ تم کو پاک کرے اس پانی کے ذریعے کہ دشمن کو عسل کر سکو ﴿فَوَنَذَلَلَ هَلَامُونَ﴾ یا ﴿فَنَذَلَلَتِ الْأَقْيَانُ﴾ اور تاکہ دو رکرے قم سے شیطان کا ووسوہ جو شیطان نے ڈالا تھا کہ اگر تم پچھے ہوئے تو پانی سے محروم نہ ہوئے ﴿فَوَلَنْذَلَلَ عَلَى قَلْبِكُمْ﴾ اور تاکہ مبڑا طکر دے تمہارے دلوں کو کہ اللہ تعالیٰ نے تواری خیں مدد فرمائی ﴿فَوَنَذَلَلَتِ الْأَقْيَانُ﴾ اور تاکہ ثابت رکھے اس کے ذریعے سے تمہارے قدموں کو۔ ریت بیچھے مزک کی طرح پکی ہو گئی کہ جس میں تمہارے پاؤں دھنتے تھے۔

﴿إِذَا نَزَلَ عَلَى رَبِّكُمْ إِلَى النَّبِيِّ﴾ جس وقت وہی کی حکم بیجا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ پہلے ایک ہزار فرشتوں کا عدد فرمایا ہے جو تمہارے پیسی فرمایا کہ اگر کافروں کی مرد کے لیے آئے تو پانچ ہزار فرشتے۔ بیچھے دوں گاہ مگر وہ آئے نہ پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ تمہارے ہزار نازل ہوئے ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور فرمایا ﴿إِلَيْهِ الْمُعْلَمُونَ﴾ میں تمہارے ساتھ ہوں، میری مدد تمہارے ساتھ ہے ﴿فَلَمَّا كَتَبْتُ لِلْكُتُبَ الْيَتِيمَاتِ﴾ جس ثابت ندم کھوں گوں کو جواہر ایمان لائے۔ تمہارے سوتھوں کے درمیان رہنا ان کی ثابت قدمی کا ذریعہ ہے ﴿سَاقِينَ فِي الْلُّؤْبِ الْيَتِيمَاتِ كَفَرَتِ الْأَرْغَبَاتِ﴾ غفریب میں ڈالوں گا ان کے دلوں میں جو کافر ہیں رعب۔

### وزام مشرکین ہے

مشرکین جب کہ کمر مدد سے چلے تھے تو گانے والی عمر تھی ساتھ لے کر آئے تھے۔ دھول بھارتے، بھگڑے ڈالنے

ہوئے اور اوقتوں پر شراب کی بولٹیں لادی ہوئی جیس کہ تم مسلمانوں کو گستاخ کرنے کے بعد شراب پینے گے اور آس پاس کے قبائل کی شراب سے دعوت کریں گے اور ان کو ادھت ذبح کر کے کھلائیں گے کہ ادھت بھی وافر مقدار میں لے کر آتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی بدر کے مقام پر خوب درست بنا لی فرشتوں کو حکم دیا ﴿فَإِنَّهُ لِقَاطِنِيْنَ فَوْقَ الْأَعْنَاقِ﴾، آغٹانی عُنُقی کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے گردن۔ یہ مار قوم ان کا فردوں کی گردوں پر ﴿وَالْمُرْبُّوْنَ أَمْنَهُمْ كُلُّ هَنَاءٍ﴾ ”ہناء“ ہناء کی جمع ہے معنی پورت۔ اور مار قوم ان میں سے سے ہر ہر پور پر کہ ان کی الگیوں کی پوریں شریون تاکہ نہ کوار جل سکیں نہ تیر جل سکیں، بے کار رہ جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں نےڑائی میں باقاعدہ شرکت کی تھی۔

### پدر میں ملا نکہ کی شرکت

حضرت سعد ابن ابی و قاص بن شعبہ رشیتے میں آنحضرت ﷺ کے ماموں لگتے تھے اور مسلمان ہونے میں ان کا تیسرا نمبر ہے وہ خود فرماتے ہیں آتا ائلیٰتُ الْإِسْلَامَ ”میں اسلام میں تیسرا ہوں۔“ ہماری شریف کی روایت کا خلاصہ ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک جبریل تھے اور وہ سرے میکاٹل تھے۔

اور یا رکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور جنات کو اختیار دیا ہے کہ یتَّسْعَى إِلَى شَكَلٍ مُّخْتَلِفٍ ”وَهُنَّاكِلُّنَّ“ اور مخالف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ ”انسانی شکل اختیار کر لیں، سانپ کی شکل اختیار کر لیں، گھوڑے بھیں وغیرہ کی شکل اختیار کر لیں۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ انسانی شکل میں آکتے ہیں۔

چنانچہ ایک موقع پر حضرت جبریل ﷺ کے پاس ایک عام آدمی کی شکل میں آئے اور آپ ﷺ کے گھettoں کے ساتھ گھetto مل کر بیٹھ گئے اور سوالات شروع کر دیے۔ جس وقت وہ چے گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”وَالَّذِيْنَ لَهُوَيْ بِيْهِ ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبیلے میں میری جان ہے جب بھی جبریل ﷺ میرے پاس آتے میں ان کو یہاں لیتا لاؤں تکون هذِهِ الْمَرْءَةُ مگر اس وجہ میں ان کو نہیں پہچان سکا۔“ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سوال کرنے والے جبراٹل ﷺ تھے۔

آنحضرت ﷺ کی زوج مطہرہ حضرت ام سلمہ بنت عوف فرماتی ہیں کہ وہی اہن خلیفہ کبھی بیٹھو آنحضرت ﷺ کے ساتھ کافی دیر تک باشیں کرتے رہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ن کو تا بھی خیال تھیں آرہا کہ آپ ﷺ کو قید کر کے (پابند کر کے) بیٹھا ہے۔ جب وہ چے گئے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت ادھیسے آپ کا برا اوت لیا ہے۔ آپ ﷺ نہیں پڑے اور فرمایا تو نے دیکھا تھا؟ عرض کیا تھی ہاں افرمایا وہ دھیر نہیں تھے وہ جبراٹل ﷺ تھے۔ حضرت دھیر اہن خلیفہ کبھی بیٹھو ایک نوجوان اور خوب صورت سماں تھے۔ حضرت جبراٹل ﷺ کبھی کبھی ان کی شکل میں آتے تھے۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اختیار دیا ہے انسانی شکل اختیار کرنے کا۔ حضرت سعد بن عوف فرماتے ہیں کہ میں

نے جریل میں کو بدہ میں گھوڑے پر سوار دیکھا انہوں نے ایک کافر کے کندھے پر کوڑا اسراہہ اٹھ کر نیچے گر پڑا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جریل میں ہے جس گھوڑے پر سوار تھے اس کا نام ”بیزوم“ تھا۔

ایک صحابی نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ امیں نے ایک بندے کو دیکھا کہ وہ جس کو چاہک مارتا تھا وہ نیچے گرتے ہی سرمایا تھا، وہ سوار کہتا تھا: اقْيَدْهُ حَيْرُونَهُ ”بیزوم آگے بڑھ۔“ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جس کو دیکھا تھا۔ یہاں جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ بدر کے موقع پر فرشتوں نے باقاعدہ جنگ میں حصہ لیا تھا وہ صحیح کہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تیرے رے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھوں گے اور قریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جس قسم کافروں کی گردیں مارو۔

**﴿فَإِنَّكُمْ يَا أَيُّهُمْ شَاءْفُوا اللَّهَ ذَرَّهُ مُؤْمِنَةً﴾** یہ اس لیے کہ انہوں نے خلافت کی ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی **﴿فَإِنَّكُمْ يَا أَيُّهُمْ شَاءْفُوا اللَّهَ ذَرَّهُ مُؤْمِنَةً﴾** اور جو شخص خلافت کرے گا اللہ تعالیٰ کی . وہ اس کے رسول ﷺ کی **﴿لِهِ قُوَّةُ اللَّهِ شَهِيدٌ﴾** اعیق پھیپھیں بے شک اللہ تعالیٰ حق سزاد ہیں والا ہے۔ بدر کے موقع پر کسی سزا دی کہ ستر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے اور ان میں سے ایسے بھی تھے جو چھاہک گھر سے باہر نہیں لٹکے شرم کے مارے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **﴿فَإِذَا كُنْتُمْ فَارِثُوْنَهُمْ بِهِمْ يَحْكُمُمُ اللَّهُ إِنَّ زَلَّتْ كَأَنَّهُمْ دَخَلُوا الْمَنَّ...** اس زلت کا جو اللہ تعالیٰ نے کمزوروں کے ہاتھوں دکھائی ہے اور اس پر نہیں ہے یاد رکھو **﴿فَوَآتَنَّا الظَّفَرَيْنِ عِذَابَ الْقَابِرِ﴾** اور بے شک کافروں کے لیے دوزخ کا مذکوب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

### سچے حکم و حکایت

**﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا مُتُّمَا﴾** اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو **﴿فَإِذَا الْقِيَمُ الْأَنْبِيَّنَ كَفَرُوا﴾** جس وقت تم مقابلہ کرو ان لوگوں سے جو کافر ہیں **﴿فَرَأَهُمْ﴾** میدان جنگ میں **﴿فَلَمَّا تُؤْتُوهُمُ الْأَدْبَارِ﴾** پس نہ پھیرو تم ان کی طرف پشتیں **﴿وَمَنْ يُؤْتُ لِيْمَنْ يَرُؤُ مُؤْنَدِبَرَةً﴾** اور جس نے پھیری اس دلن اپنی پشت **﴿إِلَامَتَهُ فَالْقِيَّالِ﴾** مگر یہ کوہہ بیٹر اپلنا ہے لارائی کے لیے **﴿أَوْ مُسَحَّرِيَّاً فِيْمَةً﴾** یا ملے والا کسی جماعت کے ساتھ **﴿فَقَدْ بَأْرَعَ يَعْصِيَ فِيْنَ اللَّهِ﴾** پس تھیق وہ لوٹا ہے اللہ تعالیٰ کا غصب لے کر **﴿فَوَزَّعَهُمْ جَهَنَّمَ﴾** اور شکانا اس کا دوزخ ہے **﴿فَوَبَشَّسَ الْجَنَّةَ﴾** اور وہ برائھکانا ہے **﴿فَلَمَّا تَقْسَمُوْنَهُمْ بَيْنَهُمْ نَّاهِيَّا إِنَّ كُلَّنَّ أَنَّهُمْ قَاتَلُهُمْ﴾** اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا **﴿فَوَلَكُنَ اللَّهُ قَاتَلُهُمْ﴾** اور لیکن اس کا دوزخ ہے **﴿كَيْفَ هُوَ مَا تَفْهَمْتَ إِذْ تَرَهُمْ﴾** اور نہیں پھٹکی آپ نے ریت جس وقت آپ نے ریت پھٹکی **﴿فَوَلَكُنَ اللَّهُ تَرَهُمْ﴾** اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھٹکی **﴿فَوَلَيَّنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مُشَهِّدَهُ﴾** اور تاکہ انعام دے مومنوں کو اپنی طرف سے **﴿فَهَلَّا﴾**

خستاً لَهُ أَجْحَا الْعَامِ ﴿إِنَّ اللَّهَ سَيِّدُ الْعَالَمِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ سُنْنَةُ الْأَجْحَاءِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ ﴿إِنَّمَا يَعْلَمُ﴾ یہ بات تو ہو چکی ﴿فَإِنَّ اللَّهَ مُؤْمِنُ نَبِيُّهُ الْكَافِرُونَ﴾ اور بے شک اللہ تعالیٰ کسر در کرنے والے کافروں کی تدبیر کو ﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ﴾ اگر تم فصلہ چاہتے ہو ﴿فَقَدْ جَاءَكُمُ الْقَطْعَمُ﴾ یعنی تحقیق تمہارے پس نجح آجھی ہے ﴿إِنَّمَا يَعْلَمُ﴾ اور اگر تم باز آجائو ﴿فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ﴾ تو وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے ﴿فَإِنَّمَا يَعْلَمُ دُونَكُمْ﴾ اگر تم پلت کراؤ گے تو ہم بھی پلت کراؤ گیں گے ﴿فَوَلَئِنْ لَعْنَى عَنْكُمْ مَا شَعِلْمْتُمْ قَيْمَتُهُ﴾ اور ہر گز نہ کام دے گا تم کو تمہارا گروہ کچھ بھی ﴿فَوَلَئِنْ كُثُرْتُ﴾ اور اگر چوہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اور بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے۔

### جنہاد میں کامیابی کے ذریعے

عالم اسباب میں جو چیزیں جہاوکی کامیابی کا ذریعہ ہیں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام چیزیں قرآن پاک میں بیان فرمائی ہیں۔  
مشاعر کے کامیابی کے لیے مجاہدین کا متحمدونا ضروری ہے انسلاف کا بہت برائیجہ لکھتا ہے۔ چوتھے پارے میں ہے ﴿وَاعْتَصُمُوا بِجَنَاحِ الْفَوْجَيْنِ﴾ [آل عمران: ۱۰۳] اور مضبوطی سے پکڑ لو اللہ تعالیٰ کی رہی کو سارے کے سارے۔  
اور دوسری چیز الحکم کی تیاری ہے اس کا ذکر کران آیت میں ہے ﴿وَأَعْذُّ ذَلِيلَهُمْ عَلَى شَعْلَمْتُمْ مِنْ قُوَّتِهِ﴾ [الانفال: ۶۰].  
پارہ: ۱۰۰: ] "اور پیار کر کر قوم دشمن کے مقابلے میں تھیار بھیت تمہارے پاس طاقت ہے۔"  
تیسرا چیز میدان میں ڈٹ کر روانہ ہے پشت نہیں بھیرنی۔ اس کا ذکر کر آج کی آیات میں ہے۔ مسلمانوں نے جس قدر جہاد کیا ہے اور لا ایکاں اڑی ہیں الحمد للہ! انہیات بہادری کے ساتھ لڑی ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کافروں کی تعداد تم سے دُگنی ہے کہ مسلمان ایک ہزار ہیں اور کافروں ہزار ہیں تو پشت پھیرنا کبیرہ گناہ ہے اور اگر دو گناہے کافروں زیادہ ہوں تو پشت پھیرنا گناہ تو نہیں ہے لیکن اگر بہت کر کے لڑتے رہیں تو بہادری اور عزیمت ہے۔ مودت کے مقام پر تین ہزار مسلمانوں نے ایک راکھ کافروں سے مقابلہ کیا اور قادیہ کے مقام پر صرف سانچھے مسلمانوں نے سانچھے ہزار کا مقابلہ کیا۔ حدیثۃ الموت کے مقام پر صفرت ابو جانش بنی ٹھوف نے تھا چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ ایمان بڑی قوت ہے اگر مون کچھ معنی میں مون کر۔

افغانستان میں جہاد کے لیے ہمارے ساتھی یہاں سے لائیں گے۔ کر جاتے تھے۔ افغان جہاد لامبیوں سے شروع ہوا ہے۔ پہنچ اور گز اس تھیا اور گز اور افغانستان جہاد کے لیے جل پڑے۔ شروع شروع میں ان کے پاس بندوقیں بھی نہیں تھیں لیکن آج دنیا ان کا سک ما تی ہے اور دنیا کے کفران سے خوف زدہ ہے۔ جنیں اور امریکہ پر یہاں ہیں کہ یہ طالبان ہم پر نہ چھو جائیں۔ ایمان بڑی قوت ہے۔ اور جہاد کے لیے ضروری ہے صفوں میں اتحاد، الحکم کی تیاری طاقت کے مطابق اور سیدان

میں ڈٹ کر لڑتا۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّهُمْ لَأَنَّهَا لِنَسْكَنَةٍ أَمْتَوَاهُمْ﴾ اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو ﴿إِنَّا لِلّٰهِ مِمَّا يُنْفِدُ وَإِنَّهُمْ لَكُلَّٰهُمْ لِنَسْكَنَةٍ أَمْتَوَاهُمْ﴾ بھی شیخیرو تمدن کی طرف پشنس ہوئے نہیں ﴿لَيَوْمٍ يُوكَلُونَهُمْ﴾ اور جس لے پھیری اس دن اپنی پشت۔ اس کا حکم آگئے آ رہا ہے کہ ﴿لَقَدْ نَذَرَ اللّٰهُ عَزَّ ذَلِيقَتِهِ لِنَفْسِهِ هُنَّ عَمِّلٰنَ﴾ دو لوگوں اللہ تعالیٰ کا غصب لے کر ﴿وَمَآؤِلُهُمْ جَهَنَّمُ﴾ اور علاج کانا اس کا دردخ ہے ﴿وَمَنْ أَعْصَمْ﴾ اور وہ برا لمحکنا ہے۔ میدان جنگ سے پشت پھیرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے لیکن اگر پچ دل سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ محافظ فرمادے گا۔ اسی طرح طاقت کے ہوتے ہوئے حق بیان نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ جیسے: شراب پینا کبیرہ گناہ ہے لیکن اگر پچ دل سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ معااف کر دے گا۔

تو میدان جنگ سے پشت پھیرنا کبیرہ گناہ ہے مگر و صورتِ مشتبہ ہیں ﴿أَذْنَحَتِكُلَّا إِلَيْكُلَّا﴾ مگر یہ کہ وہ پیشتر ابدان ہے لاہی کے لیے۔ داؤ لگاتے ہوئے کہ کوئی سیکھ رہا، ان میں آئی ہے پیچے ہٹاہے تو جائز ہے۔ خلا: کافروں کا مور چاہراً مغضوب ہے اور وہ جب تک اس مور پچے میں تین کامیابی مشکل ہے تو جایہ بن آہیں میں مشورہ کرتے ہیں کہ اس طرح کریں کہ ہم اپنے مور پچے سے نکل کر دوڑ گا دیں تاکہ وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ مقابلے سے عاجز آ کر دوڑ رہے ہیں اپنے مور پچے سے نکل کر ہمارے پیچے دوڑیں اور جوئیں اور مور پچے سے باہر لٹکیں تو مزکران پر حملہ کر دو۔

اب دیکھوا جب بجاہرین اپنے مور پچے سے نکل کر دوڑیں تو کافروں کی طرف پشت ہو گی مگر یہ پشت کرنا میدان جنگ سے بجاگئے کے لیے نہیں ہے بلکہ لاہی کے لیے ایک داؤ اور زبردی سے بچنے والی جائز ہے۔

﴿أَذْنَحَتِكُلَّا إِلَيْكُلَّا﴾ میلے والا ہے کسی جماعت کے ساتھ۔ اس کا اس طرح سمجھو کر کسی علاج پر بجاہرین کی حالت کمزور ہو اور فوجی تعلیط گناہ سے وہاں نقصان کا ذرا بارہ خطرو ہو اور دوسرے ساتھی دوسرے حاذر پر جیسے تو کمزور جایا کوچھو کر دو مرے ساتھیوں کے ساتھ جا لیں تو یہ بھی جائز ہے۔ اگرچہ بظاہر انہوں نے پشت پھیری ہے لیکن بجاگئے کے لیے نہیں، پشت اس لیے پھیری ہے کہ یہاں نقصان زیادہ تھا اور دوسرے مور پچے میں جا کر ساتھیوں کی مدد کی ہے۔ ان وصولوں کے علاوہ پشت پھیرنا کبیرہ گناہ ہے اور اس کے لیے وید ہے جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ کا غصب لے کر لوگا اور علاج کانا اس کا جنم ہے اور وہ برا لمحکنا ہے۔

### میکلوں کی جنگِ عظیم اور کیشیں زیرِ ہم

میکلوں کی سب سے بڑی جنگِ ہتلر کے زمانے میں عالمیں کے مقام پر ہوئی تھی اور اس کے بعد ۱۹۶۵ء میں چونہ کے مقام پر ہوئی تھی۔ چونہ کے علاج پر کیشیں ایس۔ ایس زیری تھا۔ اس کے پاس سو [۱۰۰] جوان اور تین چھوٹے بیک تھے اور مقابلے میں میکلوں کی قواریں تھیں۔ کیشیں ایس۔ ایس زیری نے مرکز سے رابطہ کیا اور صورت حال سے آگاہ کیا اور پوچھا کہ

بیرے یے کیا حکم ہے؟ مرکزے کہا کہ جوانوں کو نہ مرو، وابس آج۔ اس نے کہا کہ بیشیت مسلمان مراد اس کو گوارا نہیں کرنا کہ میں پشت پھر و اور بیآیت پڑھی ﴿لَمْ يَنْفُتْهُ عِلْمٌ لَّوْ كَيْفَ يَعْلَمُ فِي الْأَنْوَارِ﴾ [آل عمران: ۲۲۹]۔ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ جوئی جماحتیں بڑی جماعتیں پر غالب آئیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ مرکزے حملہ کرنے کی اجازت دے دی۔ چونہیں گھنے لا ای ہوئی۔ سو جوانوں نے تمیں ہزار کا مقابلہ کیا، ہزاروں نیک اڑائے اور خود بھی شہید ہو گئے لیکن فتح پائی۔ تو پوس کی گرج سے بیان ہماری کھڑکیاں ہاتھ تھیں۔ ایمان کی بڑی طاقت ہے۔

بدر کے مقام پر جب مسلمان اور کافر آئنے سامنے ہوئے، مخدومت ملکیتیہ نے ایک مٹھی ریت کی بھر کر شاہقبو الوجوہ کی قبیحیت الوجوہ "اے اللہ" کافروں کے چروں کو برپا کر دے، یہ کہ کافروں کی طرف پھیکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اقدامت سے سب کافروں کی آنکھوں میں رہت پھیپھی جاہے وہ آگے تھے یا چھپے، رائیں تھے، بائیں تھے، وہ آنکھیں تھے رہے اور مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلَمَّا تَقْتَلُواكُمْ وَلَكُنَ اللَّهُ قَتَلَهُمْ﴾ جس قم نے ان کو قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا ہے کہ آنکھ تکواریں ایک ہزار پر غلب آئیں تھیں تو تمہارے ایک ہزار پر غالب آئے تصویر میں بھی نہیں آسکا ہو، فاتحہ و فاتحہ میٹھا اور نہیں پھیکیں آپ نے ریت جب، آپ نے ریت پھیکی اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھیکی۔ آپ کا اتنا کام تھا کہ ریت کی مٹھی کافروں کی طرف پھیکیں باقی سب کی آنکھوں میں پہنچانا کہور ہوں یا زدیک، آگے ہوں یا چھپے، وہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔ کیوں کہ ظاہر بات ہے ایک مٹھی ریت کی کہاں تک جا سکتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کام تھا کہ اس نے سب کی آنکھوں تک پہنچا۔ ﴿وَلَيَهُنَّ الْمُؤْمِنُونَ مُصْلَحٌ بِلَا إِحْسَانٍ﴾ اور تاکہ انعام دے اللہ تعالیٰ مونوں کو اچھا انعام، آہنی آزمائش، اچھا احسان پھیکی ﴿إِنَّ اللَّهَ سَيِّدُ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ سنتے والا جانے والے ہے۔ ﴿ذلِكُمْ﴾ یہ جو کچھ ہم نے کیا یہ اس طرح ہوا۔ یہ بات تو ہو چکی ﴿وَإِنَّ اللَّهَ فَوْهُنَّ كَيْدُ الظُّفَرِيَّةِ﴾ اور بے شک اللہ تعالیٰ کمزور کرنے والا ہے کافروں کی تدبیر کو کافروں کی تدبیر کی تھیں مضبوط کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو کمزور کر دیتا ہے۔

غزوہ بدر سے پہلے کافروں کی قیادت الجمل کے پاس تھی وہ ان کا قاتم تھا۔ مکہ مکرمہ سے نکلتے سے پہلے رات کو اس نے دعا کی ﴿أَللَّهُمَّ أَهْبِنِنَّ مِنْ قَطْعِ الرَّاجِحَ﴾ اے اللہ! جو قطع رجی کرتا ہے اس کو قم کر دے، مالک کو بلاک کر دے۔ وہ اپنے زخم میں یہ سمجھتے تھے کہ کلہ پڑھنے والے لقطع رجی کرتے ہیں اور بے روف یہ شے کہجے کہ ہم جو کلہ کی مخالفت کرنے والے ہیں ہم قطع رجی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی رعایا قبول فرمائی اور وہ ہلاک ہوا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ شَفَاعَيَ الْعَالَمَيْنَ لَا يَعْلَمُ الشَّفَاعَهُ﴾ اے کافروں! اگر تم فیصلہ چاہتے ہو فتح کی دعا کرتے ہو ہیں تمہارے پاس فتح آجھی ہے۔ یہ ہزار استبراء ہے ﴿وَإِنَّ شَفَاعَهُمْ﴾ اور اگر تم مسلمانوں کے مقابلے سے باز آجائے گے ﴿فَلَمَّا  
خَرَقُوكُمْ﴾ تو وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے ﴿وَإِنَّ شَفَاعَهُمْ﴾ اگر تم پڑت کراؤ گے مسلمانوں کے ساتھ للانے کے لیے تو تم

بھی پلٹ کر آئیں گے ان کی مدد کے بیے کفر شے شہیڈ گے اور یاد رکوا ہو (۱۰۷:۱۰) عَلَيْكُمْ فِيمَا مَنَعْتُمْ ۝ اور ہر گز نہ کام دے ۝ تم کو تمہارا اگر وہ کچھ بھی ۝ ۹۷:۶ ۝ کفر شے ۝ اور اگر جو وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔ جس کثرت پر تحسین گھمند ہے یہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گی۔ س لیے کہ (۹۷:۷) اَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ اور بے شک اللہ تعالیٰ خونوں کے ساتھ اور اس کی مدد اور فہرست خونوں کے شامل حال ہوگی۔

### ~~~~~

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّمَا۝ اَسَدَ وَلَوْ جَوَابِنَ لَا يَأْتِي هُوَ أَطْبَعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ۝ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كُمْ كُمْ لَا تَوْلُوا أَعْلَمَهُ۝ اور نہ اعراض کرو اس سے ﴿لَوْ أَنْتُمْ تَسْخُنُونَ۝ حالانکہ تم سنتے ہو ﴿لَوْلَا تَلَوُنُوا كَالْيَنِينَ قَاتُوا۝ نہ ہو جاؤ تم ان لوگوں کی طرح جو کہتے ہیں ﴿تَسْعَثُهُمْ ۝ ہم نے سن لی ﴿لَوْلَا فِمْ لَا يَسْتَقْوِنُ۝ حالانکہ وہ نہیں سنتے ﴿إِنَّ اللَّهَ أَتْعِنَ اللَّهَ۝ بے شک بدترین جانور اندہ تعالیٰ کے ہاں ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ۝ ہبھرے ہیں گو گئے ہیں ﴿إِنَّمَا يَنْهَا لَا يَتَقْلِبُونَ۝ وہ جو عقل سے کام نہیں لیتے ﴿لَوْلَا عَلِمَ اللَّهُ بِفِيمْ خَيْرًا۝ اور اگر اللہ تعالیٰ جانتا ان کے اندر خیر ﴿لَأَنْسَعْتُمْ ۝ یہ تو ان کو سارے ﴿لَوْلَا أَنْسَعْتُمْ ۝ اور اگر اب ان کو سائے گا ﴿لَتَوَلَّا۝ تو البتہ وہ روگرانی کریں گے ﴿لَوْلَا مَغْرُرُونَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّمَا۝ اے لوگو جوابِن لایے ہو ﴿شَجَنَّبُوا يَلْوُ وَلِمَأْسُولٍ۝ حکم مانو! اللہ تعالیٰ اور رسول ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ کا ﴿إِذَا دَعَاهُمُ ۝ جس وقت وہ تحسیں بلا کس ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ ۝ اس جیز کی طرف جو تم کو زندگی دے رہے ہیں ﴿لَوْلَا عَلِمُوا۝ اور جان لو ﴿إِنَّ اللَّهَ يَخْوُلُ بَيْنَ النَّبِيِّ وَقَلْبِهِ۝ بے شک اللہ تعالیٰ رکاوٹ ڈال دیتا ہے آدمی اور اس کے دل کے درمیان ﴿لَوْلَا إِنَّمَا يُحَمِّرُونَ۝ اور بے شک تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿لَوْلَا إِنَّهُ ۝ اور بچوں اس قتنے سے ﴿لَا شَيْءَ إِنَّمَا يُحَمِّرُونَ۝ کلئے اسکم حاصل ہے نہ پہنچے گا ان لوگوں کو تم میں سے جو ظالم ایس خاص طور پر ﴿لَوْلَا عَلِمُوا۝ اور جان لو ﴿إِنَّ اللَّهَ شَوِيدُ الْعِقَابِ۝ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

### ماقبل سے ربط ۲

اس سے پہلے رکوئیں میں غزوہ ہدرا ذکر تھا اور یہ غزوہ ہدرا اور اسلام کے درمیان بہل مقابلہ تھا۔ مسلمان جب مدینہ طیبہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے تو یہود و نصاریٰ اور منافقین ان کا مذاق اڑاتے تھے اور آوازیں کہتے اور ایک، وہ رے کی طرف اشارہ کر کے کہتا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ وہ را کہتا ہے خونوں کا سر اسدار نے کے لیے جا رہے ہیں، یا ان کو قیدی بننا کر لائیں گے۔ پہنچ طرح سے تحریر کرتے اور کہتے ﴿غُصَّةً لَا وَيَلْهُمْ۝ [الانفال: ۲۹] ان کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈالا ہے۔ مگر

جب اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی تو ان کے ہوش دھواس اُزگئے۔ کامیابی کا بنیادی ریاضۃ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول میں پیش ہوا۔ کی اطاعت اور فرمایاں برداری تھی کہ اس کے صلی میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب عطا فرمائی اور آئندہ بھی کامیاب طاعت اور فرمایاں برداری سے ہی ہوگی۔

لہذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿هَلْ يَأْتِيَ الْأَيَّلَةُ إِذَا أَنْذَرْنَاكُمْ﴾ اسے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو ﴿أَطْبَقْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی کرب تھالی جو فرمائیں وہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﴿أَطْبَقْنَا﴾ کی اطاعت کرو۔ تمہاری کامیابی اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط تعلق اور فرمایاں برداری ہو اور آنحضرت ﴿أَطْبَقْنَا﴾ کی فرمایاں برداری ہو ﴿مَنْ يُطِيمُ الرَّسُولَ فَقُدْلَ أَطْلَعَنَّهُ﴾ [انعام: ۸۰] ”جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔“ ﴿وَلَا تَكُونُوا أَعْنَةً﴾ اور نہ اعرض کرو اس سے ﴿وَإِنْتُمْ تَسْتَغْوِنُونَ﴾ حالانکہ تم سنتے ہو۔ تھیں انہیں طرح خصم ہے کہ جمادات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے۔ ﴿وَلَا تَثْلُثُنَا﴾ اور تھیں انہیں طرح خصم ہے کہ جمادات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے۔ ان نے ہری کافنوں سے سنا تو کیا سنانہ کو دل کے کافنوں سے نہ سنانا کہ قول نہ کیا اور ظاہری کافنوں سے نہ سننا کیا فا کہہ؟

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق فرمایا ہے ﴿صَمْ لَكُمْ عَنِ﴾ ”بھرے ہیں، گوگئے ہیں، نہ مسے ہیں۔“ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ سارے کافروں بھرے، گوگئے نہ مسے ہیں، کوئی نہیں بولتا، کوئی نہیں سنا، کوئی نہیں دیکھتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ ﴿صَمْ﴾ کا مطلب ہے کہ حق کی بات نہیں سنتے ﴿بَلْمُ﴾ کا مطلب ہے کہ حق کی بات ان کی زبان سے نہیں نہلی ﴿هُنَّ﴾ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدست کی نشانیاں دیکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں ویسے ان کو آسان، زیمن، پہاڑ وغیرہ سب کو مکمل نظر آتا ہے۔

فرمایا ﴿إِنَّمَّا اللَّهُ أَنْتَ عَذَّلَانُّ﴾ ”تَوَابَتْ“ ”ذَاهِبَةً“ کی جمع ہے، زشن پر چلنے پھرنے والی چیز۔ انسان پر بھی بور جاتا ہے کہ وہ بھی زمین پر نقل و حرکت کرتا ہے۔ یعنی ہو گا بے شک برترین جانور اللہ تعالیٰ کے ہاں ﴿الْأَصْمَ الْمُكْلَمُ﴾ جو بھرے ہیں حق کو نہیں سنتے، گوگئے ہیں حق بات نہیں کہتے ﴿أَلَذِينَ لَا يَتَقْدِمُونَ﴾ وہ لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ میں عقل اور مت ان کی ماری ہوئی ہے۔

اس وقت یہودی اور عیسائی دنیا کی عقل مدد قوم کمی جاتی ہے اور ان کا بھی خیال ہے کہ تم سے زیادہ عقل مدد اور کوئی نہیں ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑا ہے تو قوف بھی کوئی نہیں ہے۔ مثلاً: عیسائیوں سے کہو کیا ایک دوہو تا ہے اور دو ایک ہوتے ہیں تو کہیں میں کے نہیں ایسا نہیں ہوتا، اچھا ایک چار ہوتا ہے اور چار ایک ہوتا ہے، کہیں میں کے نہیں ایسا نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی کیا ایک تین اور تین ایک میں جاتا ہے تو کہیں میں کے اس میں جاتا ہے۔

اقامِ علائیہ

بیساں جوں کا نظر ہے کہ خدا تعالیٰ نظامِ عین سے چلتا ہے۔

①.....الله تعالیٰ ②... جبرئیل یا یہ ③... حضرت مسیح یا یہ

ان کو وہ اقامِ علائیہ کرتے ہیں۔ اقامِ عین یعنی افکار و کامیں کا متعلق ہے رکن، یہ تم خدا تعالیٰ کے ارکان ہیں۔ ان سے کہو کہ اس سے شرک لازم آتا ہے اور یہ نظریہ عقیدہ توحید کے خلاف ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں تم ان ایک ہاتھے ہیں۔ بے وقوفاً عقل کی بات کرو۔ جب ایک دو نہیں ہو سکتا، ایک چار نہیں ہو سکتا، دو ایک نہیں ہو سکتے، چار ایک نہیں ہو سکتے تو تم ان ایک کیے ہو سکتے ہیں؟ عقل ماری گئی ہے۔

پھر ان سے پوچھو کہ جبرئیل یا یہ اور حضرت مسیح یا یہ مخلوق ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جب تک جبرئیل یا یہ اور اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا تھا، میں کیا تھا؟ زمین و آسمان بنائے، چاند، سورج، ستارے وغیرہ ایکی پروردگاری نے بنائے تو جبرئیل یا یہ در میان میں کیسے آگئے؟ حضرت مسیح یا یہ کی پیدائش سے پہلے تمام کامیات چلاتا تھا یا نہیں؟ چلاتا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ میں کون سی کمی آگئی ہے کہ اب دو اکیلا نہیں چلا سکتا اور ان کا مقام جو ہو گی ہے؟ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور ان کا ایک گروہ حضرت جبرئیل یا یہ کی جگہ تیر ارکن حضرت مریم یا یہ کو مانتا ہے۔ تو تم ان کے نزدیک ایک ہیں اور ایک تم ہے اور توحید میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ کون ہی مطلق ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ جب لوگوں کی عقل ماری جائے تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔

اور ان کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ مسیح یا یہ اور اللہ تعالیٰ آپس میں گذشتہ ہیں۔ ظاہری طور پر مسیح یا یہ اور اندر اللہ تعالیٰ ہے۔ تم ان سے پوچھتے ہیں کہ یقیناً تھا ہے جب میں یا یہ کوئی پر لکھا گیا تو ان کے اندر اللہ تعالیٰ تھا اس کو بھی سولی پر لکھا دیا گی اسی ہوا تو جبرئیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی ختم ہو گیا، معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس وقت اندر سے نکل گیا تو پھر گذشتہ نہ ہوئے لیکن ہو یا نہیں ہو یا۔ عقل سے کام نہیں لیتے۔

﴿وَلَوْلَا قِيلَمَ اللَّهُ نَفِيْهِ مُخْدِيْهِ﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ جاتا ان کے اندر خیر۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا کرن کے دلوں میں خیر ہے جو لا استقہم ہے تو ان کو ساد جان ایسا نہ کہا کہ اس کے بعد وہ قبول کر لیتے لیکن ان کے دلوں میں خیر ہی نہیں ہے کہ انہوں نے خیر اور سیکھ کا ارادہ ہی نہیں کیا کہ ایمان قبول کر لیں ہو لا استقہم ہے اور اگر اب ان کو تھاے گا ﴿لَتَؤْنَاهُ الْبَيْدَةُ وَرَدَرَانِيُّ﴾ کریں گے حق کی بات سے ہو ذمہ لمعروف ہے اور وہ اعترض کرنے والے ہیں حق کو قبول کرنے سے۔ جب ان کے دلوں میں مغلی نہیں تو رب تعالیٰ جبراً تو کسی کو ہدایت نہیں دیتا ایمان کے لیے تو صاف دس چاہیے اور اس دوست کے لیے ہفت چاہیے کہ ایمان بہت بڑی دوست ہے۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا نَحْنُ نَحْنُ أَنْشَأْنَا إِنَّا لَنَا بِمَا نَعْمَلُ حُكْمٌ بَلَى اللَّهُ تَعَالَى كَا

**﴿وَلَلَّهُ أَعْلَم﴾ اور رسول ﷺ کا ہدایہ ادا دعائے جس وقت وہ تھیں بلائے ﴿لِنَّا يُعْلَمُ بِمَا فِي أَنفُسِهِمْ﴾ اس چیز کی طرف جو تمہیں زندگی دے۔ وہ دین اسلام اور شریعت بے جو حیات بلشی ہے۔ اس کے ذریعے تم دنیا میں کامیاب حاصل کرو گے اور آخرت میں بھی شکری زندگی پاؤ گے۔ اس چیز کی تھیں دعوت دیتے ہیں جو تمہاری حقیقتی زندگی کا باعث ہے۔ ﴿وَإِنَّمَا يَنْهَا عَنِ الْأَنْفُسِ بِأَنَّهُمْ يَرَوْنَهُ وَيَنْهَا عَنِ الْمُحْسِنِينَ﴾ بے شکر اللہ تعالیٰ رکاوٹ ڈال رجاء ہے آدمی اور اس کے دل کے درمیان۔**

اللہ تعالیٰ رکاوٹ کس طرح ڈالتا ہے؟ ابھی طرح سمجھ لیں اور تمہری یادِ اتم تفسیر دل میں منتقل ہے کہ آدمی چچے دل سے ایمان قبول کرے اور نیک اعمال سے برائی اللہ تعالیٰ ایمان اور نیک اعمال کی برکت سے کفر اور محضیت کے درمیان رکاوٹ پیدا فرمادیتے ہیں کہ آدمی کفر کی طرف مائل نہیں ہو گا اور اگر کوئی بد بخت کفر اور گناہ پڑھت گیا کہ ان کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کفر اور ایمان کے درمیان رکاوٹ پیدا فرمادیتے ہیں، محضیت اور نیکی کے درمیان رکاوٹ پیدا فرمادیتے ہیں کہ وہ کفر اور گنہ ہوں کلِ محنت کے وجہ سے ایمان اور نیکی کے ترقیب نہیں آئے گا، نیک اعمال اور ایمان کی توفیق نہیں ہو گی۔

حضرت نافتوی سے کسی نے سوال کیا حضرت ایزدہ میں کہ تم جو نمازیں پڑھتے ہیں وہ زیر رکھتے ہیں ان کے قول ہونے کی کوئی علامت ہے کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ہماری نماز اور ورزہ قبول ہو گئے ہیں؟ حضرت نے فرمایا ایک نماز پڑھنے کے بعد خلاص کے ساتھ دوسری نماز کے پڑھنے کی توفیق ہو گئی تو سمجھو کر پہلی قبول ہو گئی۔ ایک روزہ رکھنے کے بعد دوسرا روزہ رکھنے کی توفیق ہو گئی تو سمجھا لوک بیہار روزہ قبول ہو گیا ہے۔ ﴿وَآتَهُمُ الْأَنْتِهَا مُخْتَلِفُونَ﴾ اور بے شکر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

### باب فتنہ

آگرہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَالْقُوَافِلَةَ﴾ اور بچھو تم اس فتنے سے کہ اس فتنے کا دبابل ﴿لِنَّا يُعْلَمُ بِمَا فِي أَنفُسِهِمْ﴾ خاص ہے نہ پہنچ گا ان لوگوں کو جو تم میں سے ظالم ہیں خاص طور پر بلکہ دوسروں کو بھی پہنچ گا۔ کرنے والوں پر اس وجہ سے کہ انہوں نے گناہ کیا ہے اور دوسروں پر اس وجہ سے کہ انہوں نے گناہ سے روکا ہیں ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت ﷺ نے مثال کے ذریعے اس بات کو سمجھایا جس کا مطہریم یہ ہے کہ مثلاً: ایک جہاز ہے جس کی تین منزلیں ہیں۔ نیچے والی منزل والوں کو پانی کی ضرورت پیش آئی انہوں نے پرواتی منزل والوں سے پانی مانگا انہوں نے انکار کیا اور اپر جا کر ذوال کے ذریعے بھی پانی پیش کیا تو غلے صبغ والوں نے اپنی کاپھر، تمہارا جگہ کر کے پانی حاصل کریں گے کیوں کہ ہری ضرورت ہے لیکن انہوں نے نہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ نچلے طبقے والے سوراخ کر کے سمندر کا پانی انہوں نے دیں اور دوسرا سے ان کو شدید کین اتو صرف وہ طبقہ تباہ ہو گا یا سارا جہاڑ؟ عرض کی گی اس اسرا جہاڑ تباہ ہو گا۔

فرہایا اسی طرح سمجھو کر دین کی کشی میں ایک شخص گناہ کے ذریعے سوراخ کرتا ہے اور درسے اس کو نہیں روکتے تو سرے غرق ہوں گے صرف گناہ کرنے والا عی غرق نہیں ہو گا۔ اس کے گناہ کا دبالت سب پر پڑے گا۔ اس لیے آخرت سے پہنچنے کے لئے فرمایا کہ تم میں سے جو بدل کو دیکھے اس کو ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی حادثت ہے اگر ہاتھ سے روکنے کی حادثت نہیں ہے تو زہان سے روکے اور اگر زہان سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو دل سے برائجھے۔

﴿وَإِذْ أَخْلَقْتُهُمْ أَوْ جَانِرَهُمْ أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابٍ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے والاس ہے۔ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی دیتا گا۔

### ~~~~~

﴿وَإِذْ أَكْرَوْتُهُمْ إِذْ أَنْتُمْ قَيْنِيلٌ﴾ جس وقت تم تحوزے تھے ﴿فَسَتَضَعُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ کمزور سمجھے جاتے تھے زمین میں ﴿شَخَافُونَ﴾ تم ذرتے تھے ﴿أَنْ يَتَظَاهَرُوكُمُ الْأَنْشَاءُ﴾ اس بات سے کہ تھیں اپک لیں گے لوگ ﴿فَأَوْسَكْنُمْ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو محکما دیا ﴿وَأَيْدِكُمْ يُنْصِبُونَ﴾ اور تمہاری تائید کی جنی مدد کے ساتھ ﴿وَهَرَزَقْنُمْ فِي الظَّلَمَاتِ﴾ اور تھیں رزق دیا پا کیڑہ چیزوں کا ﴿تَعْذِيمُ شَعْرُونَ﴾ تاکہ تم غلریہ ادا کرو ﴿أَيْنَا الَّذِينَ نَذَرُوا﴾ اسے لوگو! جو ایمان رائے ہو ﴿لَتَحْكُمُوا اللَّهُ وَالرَّسُولُ﴾ نہ خیانت کرو اللہ سے اور رسول سے ﴿لَوْلَمْ يَحْكُمُوا﴾ اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں سے ﴿وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ حالانکہ تم جانتے ہو ﴿وَأَعْلَمُوا﴾ اور تم جان لو ﴿أَنَّمَا أَنْوَالُكُمْ وَذَلِكُمْ فُسْطَةٌ﴾ بچت بات ہے تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں ﴿لَوْلَمْ أَنَّهُ عَذَّبَهُ أَجْزَءٌ﴾ عظیم ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے ﴿أَيْنَا الَّذِينَ أَمْوَالُهُمْ﴾ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ﴿لَنْ تَشْعُرُوا﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ذرتے رہو گے ﴿يَجْعَلُ لَكُمْ فِرْقَانًا﴾ بنادے گا تمہارے لیے قیملہ کن بات ﴿وَتَرَهُنُ عَنْمَنْ سَيِّلَكُمْ﴾ اور مثارے گا تمہاری خطاؤں کو ﴿زِيَّفِنَّكُمْ﴾ اور بخش دے گا تمہارے گناہ ﴿وَاللَّهُ كَوَافِلُ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ اے وہ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

انسان پر غتفت حاجتیں آتی رہتی ہیں۔ کبھی ٹینی کی حاجت ہوتی ہے کبھی خوشی کی کبھی بیماری اور کبھی تمدنی کی کبھی مالی فرائی اور کبھی بغل دتی کی حاجت ہوتی ہے۔ صحیح محتی میں انسان وہ سے کہ جو کسی حاجت کو نہ بھولے۔ فرائی آئی ہے تو بغل دتی کا زمانہ نہ بھوکے کہ اللہ تعالیٰ کا ٹکرے کہ جس نے بغل دتی کے بعد فرائی عطا فرمائی ہے۔ بیماری کے بعد تمدنی آئی ہے تو بیماری کے زمانے کو نہ بھولے اور یاد کرے کہ ایک دت تھا کہ میں ہم پھر نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے سخت عطا فرمائی ہے اب میں ہم پھر سکتا ہوں۔ توجیح سعلی میں انسان وہ ہے جو ہر حال میں خدا کا ٹکرادر کرے۔ دلی کا آخری پادشاہ ہمار شاہ ٹکرہ

مِرْوَمْ كَبَّاشْ هَيْنَ:

ظَفَرَ آذِي اَسْ كُونْ جَانِيْ گَا<sup>۱</sup>  
ہُو دِہ کیسا ہی صاحبِ فَنِمْ وَ ذَکَا<sup>۲</sup>  
جِیْسِ میں یادِ خدا نہ رہی<sup>۳</sup>  
جِیْسِ طَشِ میں خوفِ خدا شَرِہا<sup>۴</sup>  
”جو آذِی بَعْشِ میں خدا کو بھول جائے اور طَشِ میں آپ سے بَہْرَہ جائے وہ انسان نہیں جیوان ہے بلکہ جیوان سے بھی<sup>۵</sup>  
ہُر تر ہے۔“

### صحابہ کرام ﷺ کی کمی زندگی

صحابہ کرام ﷺ کی جو کمی زندگی تھی نبوت کے پہلے تیرہ سال، وہ بڑی آزمائش والی زندگی تھی۔ اللہ تعالیٰ وہ زندگی یاد کرتے ہیں۔

فرما یا (إِذْ أَكْرَدْتَ إِذْ أَنْتُمْ قَنِيلْ) اور یادِ کرمِ جس وقت تم قبورے تھے مکہ مکرمہ میں (فَمَنْ صَلَّى عَلَى قَوْنَى فِي الْأَنْرَضِ) کر رہے تھے جاتے تھے زمان میں (فَخَلَقْنَاهُنَّ أَنْ يَعْلَمُنَّ إِلَيْهِنَّ إِلَيْهِنَّ) تم ذرتے تھے اس بات سے کہ مکرمہ میں اچک لیں گے لوگ۔ ہر وقت خدا ہوتا تھا کہ کافر لوگ ہمیں قُلْ کروں گے اور کئی صحابی شہید بھی کیے گئے۔ مردوں میں حضرت حارث ابن ابی حعل (رض) جو حضرت خدیجہؓ اکبریہ و بیٹی کے میئے تھے پہلے خاوند سے۔ ایک موقع پر کافرولے آنحضرت ملینیجہؓ کو شہید کرنے کے لیے گھیرا ہوا تھا، ان میں جو ان خون تھامیداں میں کُلَّ آئے اور کہنے لگوں ہوتا ہے ہمارے باجان سے کہر لینے والا؟ کافرولے آنحضرت ملینیجہؓ کو چھوڑ دیا اور ان کو اسی مقام پر شہید کر دیا اور موتوں میں حضرت سیہنیجہؓ حضرت یا سرینجہؓ کی زینتی اور حضرت عمار بنی خوشیؓ والدہ، ابو جعل نے نازک مقام پر بریجہؓ مار کر ان کو شہید کر دیا اور دوسرا سے حصحابہ کے ساتھ بڑی بڑی زیادتیاں ہوئیں۔

رب تعالیٰ وہ حالت یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں (فَلَوْلَكُمْ) پس اللہ تعالیٰ نے تم کو ملکا نادیا مدد یہ منورہ میں کہ اب تمہاری پوزیشن مسکھا گئی ہے (وَأَنْذِلْتَ كُمْ بَخْرَهْ) اور تمہاری تائیکی اپنی مدد کے ساتھ (وَرَزَقْتُمْ بَنَى الْقَبْرَيْتِ) اور رزق دیا تھیں پا کنکڑہ بیڑوں سے۔ مکہ مکرمہ میں دو حالی برکات تو بہت ہیں بیت اللہ کی وجہ سے اور آنحضرت ملینیجہؓ کے مظلہ (جائے پیدائش) ہونے کی وجہ سے لیکن غایر ا تو پہاڑ تپہاڑ میں اور مدینہ صیہون کا علاقہ زرخیز ہے۔ جو شے ہیں، کوئی میں بیانات ہیں، الحیت ہیں۔ لوگ بڑے آسودہ تھے۔ فرمایا (لَعْنَتُمْ شَكْرُونَ) تاکہ تم شکریہ ادا کر دے رب تعالیٰ کا کہ ہم پہلے کسی حالت میں تھے اور رب تعالیٰ نے ہم پر کتنا کرم فرمایا ہے۔

### آیت کاشان نزول اور غزوہ نہجق

۵ ۵ میں غزوہ خدقہ نیش آیا۔ حمد آور کافروں کی تعداد تقریباً چوپیں ہزار تھیں اور مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی کافی

ذوں تک محاصرہ رہا تکن کافروں کی دال نہ گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی سندوختیز ہوا مسلط فرمائی کہ ان کو زیر وزیر کے کرکھدیں۔ پہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی۔ غزوہ کھنڈق میں یہود بوقریظ کا بھی بڑا دل تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں بڑا طاقت درگرد تھا۔ مدینہ سورہ شہر اور اس کے اطراف میں ان کے بڑے مطبوط قلعے تھے۔ جب مشرکین ہزاریت اٹھ کر بھاگ کر ٹوی کئے گئے کہاب ہم مسلمانوں کے ساتھ لڑیں گے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ غزوہ خندق سے فارغ ہوئے تو تمہیار، زرہ اور ندو اسما را تو حضرت جرجشل ملٹیپلیٹ نے آکر کہا حضرت! آپ نے تمہیار اسرا دیے ہیں ہم نے تو بھی نہیں اتنا رے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی لڑائی باقی ہے؟ فرمایا ہاں! بوقریظ کا نیصل کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اعدان فرمایا کہ جلو بوقریظ کا محاصرہ کرو۔ چنانچہ ان کے ساتھ مقابلے کے لیے لٹکے۔ اسکی دن تک محاصرہ رہا جب اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں کے شامل حال ہوئی اور یہودیوں کی مہب پست ہوئی تو انہوں نے صلح کا پیمانہ متعال۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے محلن جو فیصلہ سعد بن معاذ بن عیاض نے توڑ کرے گا وہ تھیں قول کرنا پڑے گا۔

حضرت ابوالبکر بن عثیمین کا یہود کے ساتھ تجارتی لیعن رین تھا اور انہی کے محل میں رہتے تھے۔ یہود ان پر اعتماد کرتے تھے۔ یہودیوں نے مشورہ کے لیے ان کو بدلایا کہ یہیں بناؤ کہ سعد بن معاذ بن عثیمین کا فیصلہ قبول کر لینا چاہئے یا نہیں؟ تو انہوں نے زبان سے تو گھنہ کہا تھا سے گرد کی طرف اشارہ کیا کہ تمہارے عشق پر فیصلہ ہاگا کہ تھیں قل کی وجہے گا اور یہ تو ریت کا لیعل تھا اور آج بھی تو ریت میں موجود ہے کہ کوئی قوم تمہارے ساتھ ہوئے اور تھیں ان پر قشیح حاصل ہو جائے تو نوجوانوں کو قتل کر دا اور غورتوں اور بیویوں کو قید کرو۔ حضرت ابوالبکر بن عثیمین اشارہ کرنے کے بعد پریشان ہو گئے کہ میں نے خیانت کی ہے قبائل از وقت ان کو بدلایا کہ تمہارے محلن کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ دہاں سے گھر آئے اور بیوی سے کہا مجھے اس سخون سے بالکھ دو۔ مسجد نوی میں آج بھی وہ سخون موجود ہے اور "اشتواء" تو بر کے نام سے مشہور ہے۔ بیوی نماز کے وقت کھول دیا کرتی اور پھر باندھ دیا کرتی۔ حضرت ابوالبکر بن عثیمین کے لامتحابی میری تو پر قبول نہیں فرمائیں گے میں نہ کھاؤں گا نہ بیویوں گا۔ روایات میں چوداں کا ذکر بھی آتا ہے اور سوت دن کا بھی، انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ جب تک آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھے نہیں کھولیں گے اس وقت تک میں نہیں رہوں گا کہ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ اس موقع پر پیاس آیات نازل ہو گیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّمَا الظَّمَآنُ لِأَنْتُمْ أَنْتُمْ أَنْتُمْ﴾ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ﴿لَا تَخُنُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ﴾ نہ خیانت کردا اللہ سے اور رسول ﷺ سے ہو ﴿لَا تَخُنُوا النَّبِيَّ﴾ اے جملہ بھی ما کے تحت داخل ہے۔ اور نہ خیانت کرو اپنی امامتوں سے تم امن اور آپ ﷺ کے لامتحابی سے ہو ﴿لَا تَخُنُوا النَّبِيَّ﴾ یہ جملہ کی تھی خیانت کی ہے ﴿وَلَا إِنَّمَا تَنْكِحُونَ﴾ حاصل کہ تم جانتے ہو کہ خیانت بہت بڑی چیز ہے پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت اور بھی بڑی ہے ﴿وَلَا إِنَّمَا تَنْكِحُونَ﴾ اور جان لو ﴿لَا إِنَّمَا تَنْكِحُونَ﴾ اور لاؤ گئی بھی ہے بل بات ہے تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ بے قنک تمہارا اگھر ان کے محلے میں بے تمہارے اہل و عیال وہاں ہیں اور

الشتعال اور اس کے رسول ملئیکت کے سماجی خیارات بہت بڑا جرم ہے۔

سات دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھ مبارک سے کھولا۔ جس تون کے سماجی انحصار نے اپنے آپ کو باندھا تھا تو کثری کا حق آج اس کی جگہ سنگ مرمر کا بنایا ہوا تون ہے۔ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ يُعْلِمُ أَنَّكُمْ عَظِيمُهُمْ﴾ وہ بے شک اللہ تعالیٰ کے یاس بڑا جرم ہے۔

بدر کے موقع پر قتوی، پرہیز گاری اعلیٰ درج کی تھی، احاطت اور فرمان برداری انتہائی بہرہ داری کا جذب تھا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حق نصیب فرمائی۔ اب آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَإِنَّمَا الظَّنِّ إِلَّا مَوْضِعٌ﴾ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ إِذَا قَاتَلُوكُمْ﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اس کی نافرمانی اور عذاب سے ڈرتے رہے ﴿فَيَحْلُّ لَكُمْ مِّنْ فِرْقَاتِنَا﴾ بنا رے گا اللہ تعالیٰ تمہارے لیے فیصلہ کن بات کر فیصلہ تمہارے حق میں کرے گا جیسے بدر میں فیصلہ تمہارے حق میں کیا ﴿وَقَاتَلُوكُمْ﴾ اور مطادے گا تمہاری خطا میں یعنی صیغہ گناہ ﴿وَيَقْتُلُوكُمْ﴾ اور بخش دے گا تمہارے گناہ جو کبیرہ ہیں مگر وہ نہیں جو حقوق انجام دیں اور وہ گناہ جن کی قضاصر درکی ہے کہ توہ سے معاف نہیں ہوتے۔ مثلاً: نمازوں سے کاچھوڑنا گناہ کبیرہ ہے، توبہ سے معاف نہیں ہوں گے جب تک ان کی قضائیں لوٹائی جائے گی۔ زکوٰۃ ادا کرنا گناہ کبیرہ ہے توہ سے معاف نہیں ہوگی جب تک اونہیں کی جائے گی۔ ہاں! شراب لی لی، میدان جنگ سے چونچ بھر دن غیرہ جو گناہ ہیں توہ سے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ ﴿وَإِنَّ اللَّهَ حَوَّلَ الْقُصْلَ الْعَظِيمَ﴾ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے، بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔ سب رحمتیں اور مہربانیاں اس کے پاس ہیں۔

### سورة العنكبوت حصہ ۸

﴿وَإِذَا دَيْنَكُمْ هُنَّ﴾ اور جس وقت خفیہ تدبیر کی آپ کے متعلق ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ان لوگوں نے جو کافر تھے ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ تاکہ آپ کو گرفتار کریں ﴿أَوْ يَقْتُلُوكُمْ﴾ یا آپ کو قتل کریں ﴿أَذْيَلُوكُمْ﴾ پا آپ کو جلاوطن کر دیں ﴿وَيَسْكُنُونَ وَيَسْكُنُ اللَّهُ﴾ اور وہ تدبیریں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کبھی تدبیر کرتا ہے ﴿وَاللَّهُ خَيْرُ الْكَوَافِرِ﴾ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے ﴿وَإِذَا أُتْشَلِلَ عَلَيْهِمُ الْيَتَمَّ﴾ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آئینی ﴿قَاتُلُوا﴾ کہتے ہیں ﴿قَدْ سَمِعْنَا﴾ تھیں ہم نے سن لیا ﴿تَوْسِعَنَا﴾ اگر ہم چاہیں ﴿لَقَدْ أَيْمَلَ هُنَّا﴾ تو ہم بھی اس جیسی آیات کہہ سکتے ہیں ﴿إِنْ هُنَّا إِلَّا أَتَ طَلَبُ الْأَوْلَيْنَ﴾ نہیں ہے یہ قرآن مگر پہلو لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں ﴿وَإِذَا قَالُوا﴾ اور جس وقت کہا انھوں نے ﴿الَّهُمَّ﴾ اے اللہ ﴿إِنَّكَ هُنَّا الْأَعْلَى﴾ اگر یہ قرآن حق ہے ﴿وَمَنْ عَدَدَكَ﴾ تیری طرف سے ﴿لَا نِطْرَاعَ لِيَمِنَ﴾ چاہتا ہے میں برسادے پھر ہم پر آسمان کی طرف سے ﴿أَوْ أَنْتَأَمَدَّ أَلَيْمَ﴾ یا لے آہارے پاس دردناک عذاب ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَعْلَمُ بِهِمْ وَأَنَّكَ

فَتَهِمُهُ اور نیکس بے اللہ تعالیٰ کے سزادے ان کو کہا پ ان میں موجود ہوں ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعْلِمًا لَهُمْ وَقُلْمُ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ اور نیکس بے اللہ تعالیٰ ان کو زادے نینے والا جب کہ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔

اس سے پہلے ذکر ہوا تھا کہ ﴿وَإِذَا كُرِنَّا إِذَا أَنْتُمْ قَيْمِنُونَ﴾ اور اس وقت کو دکھل جب تم خود کے ساتھ سے تھے، کہ زر سمجھ جاتے تھے زمین پر اور زد تھے کہ لوگ تھیں اچک لیں گے اللہ تعالیٰ نے تھیں شکا، دیا میں طیبہ میں اور تمہاری تائید کی ابھی نہرست کے ساتھ۔

### مدینہ طیبہ پر ہجرت کرنے کی علت اور سبب ۹

آج کی آیات میں مدینہ طیبہ جانے کی علت اور سبب بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ میں کہہ دیں ہوں تشریف لے گئے؟ آنحضرت ﷺ کو نبوت ملے تیرہ سال ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے مکہ کرہ میں جس بہت اور بہادری کے ساتھ جنپن کی دنیا میں اس کی مثال ملا بہت مشکل ہے۔ مولانا حامی مرحوم نے کیا ہے خوب کہا ہے:-  
وہ بُكْلٌ کا کڑکا تھٰ یا صوت ہادی  
عرب کی نیں جس نے ساری ہد دی

آپ ﷺ کی جنپن کی جنپن کے اثرات دو درجے پہنچ چکے تھے۔ مکہ کرہ میں پہنچے سعادت مند اسلام سے مستفید ہوئے، آس پاس جو قبیلہ آباد تھے ان میں اسلام پھیلا، جس طرف سے لوگ آتے وہ چلاتے کہ فلاں جگہ کلہ پڑھتے، لے موجود ہیں، فلاں جگہ موجود ہیں۔ اس پیروز نے کافروں کو انتہائی پر بیشان کیا کہ ان نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو تکالیف بھی بڑی پہنچائی ہیں براستہ بھی بڑا رکا ہے، آئنے جانے والوں کو بھی اس کے قریب نہیں جانے دیا۔ تین سال تک شعب الی طالب میں نظر بند بھی رکھا اور اس کے باوجود اس کے نظریات پھیلتے جا رہے ہیں اور اس کی جماعت بڑھتی جوڑتی ہے لہذا اس کے تحقیق سوچا جائے۔ الیومیں اور نذر ابن حارث پیش پیش تھے۔ انھوں نے ایک رات تھیں کی کہ فلاں رات کو تمام قبیلوں کے سردار اور المددہ میں گناہوں ہوں۔ ”وَأَرْسَلَهُ مُشَوِّرَےٰ كَمْ كَرِمَ كَمْ كَرِمَ“ ترمذ مکہدے ہوں جو کہ مشورہ کرتے تھے۔

اس دفعہ کا ایجاد ای تھا کہ تمام قبیلوں کے صرف سردار مشورے میں شریک ہوں اور کوئی اس دعوت نامے کی خلاف ورزی نہ کرے سب حاضر ہوں۔ سب کے نام لکھ کر چوکیدار کے حوالے کر دیے گئے کہ ان کے علاوہ کوئی شخص المددہ آئے۔ چوکیدار سب کو جانتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے وقت پر آتے رہے اور یہ نام دیکھ کر اندر پھیجتا رہا۔ جس وقت سارے آگئے اور دروازہ بند کرنے کا تو ایک بڑی بزرگ حفل اور میزبضوض قطع والا، اچھے قدم و چامت والا، شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں بھی اندر جانا چاہتا ہوں۔ چوکیدار نے کہا کہم اپنا تعارف کراؤتا کہ میں اندر سے پوچھ لوں۔ اس نے کہا کہ میں مجھ کا سردار ہوں اور تمہارا بھی خیال ہوں۔ چوکیدار نے اندر جا کر بتایا کہ مجھ کا سردار آیا ہے اور اندر آنا چاہتا ہے اس کے بارے میں کیا ہدایت ہے؟ انھوں

نے کہا کہ اس کو آنے والوں کی خطرہ نہیں ہے۔ وہ اندھہ آکر فاموٹی کے ساتھ بیٹھ گیا، دروازہ بند کر دیا گیا اور مشورہ شروع ہو گیا۔ ابو جہل نے کھڑے ہو کر کہا۔ سردار ان قریش اتم سب اس بات کو سمجھتے ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو طریقہ ہے اس نے ہمارے سینے جلا کر رکھ دیے ہیں اس کے متعلق ہم نے آج آخری فیصلہ کر کے اٹھا ہے کہ ہم نے کیا کرنا ہے؟ اس نے پر جوش تقریر کر کے لوگوں کے جذبات اپنے تو پچھے لا لی کھڑے ہو گئے کہ ہماری رائے یہ ہے کہ اس کو نظر بند کر دے کچھ نے ان کی تائید کی۔ ابو جہل کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں تمہاری رائے کی قدر کرتا ہوں مگر یہ حربہ تو ہم استعمال کر چکے ہیں۔ تین سال قم نے ان کو نظر بند کھانا گر ان تین سالوں میں بھی لوگ اس کے پاس آتے رہے اور اس کی تسبیح جاری رہی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ان نظر بندی کے دنوں میں مسلمان ہوئے۔ لہذا جس چیز کا ایک مرتبہ تجربہ ہو جائے تو اس کو دوبارہ آزمائے کا کیا فائدہ؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنی رائے واہیں لیتے ہیں میں سمجھ آگئی ہے کہ نظر بندی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

کچھ اور لوگ ائمے اور سکنے لگے ان کو جلاوطن کر دوں ہمیں نظر آئیں اور نہ ہم ان کو نظر آئیں جہاں چاہیں اپنا کام کروں۔ کچھ لوگوں نے ان کی بھی تائید کی کہ یہ ائمے سمجھے ہیں۔ ابو جہل نے کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے سمجھنیں آ رہا کہ تمہارے جو شہزادوں کہاں چل گئے ہیں یہاں تم نے ذات کو مقابلہ کیا اس کے باوجود ان کا دین پھیلا کر یہسان محمد ﷺ میں اتحال میں الغسل "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان شہر سے زیادہ سمجھی ہے۔" تادا الف لوگوں میں جا کر تسبیح کریں گے وہاں فوراً اثر ہو گا۔ وہاں ان کا مقابلہ کر نے والا بھی کوئی نہیں ہو گا جماعتِ اکٹھی کر کے قم پر تحلہ کرے گا اور تمہاری کھوبڑیاں پیس دے گا۔ تحریک پیش کرنے والوں نے کہا کہ میں بات سمجھ آگئی ہے ہم اپنی تحریک و اپنی لیتے ہیں۔ کچھ اور لوگ سمجھے اور سکنے لگے کہ اب آخری صورت ہی ہے کہ ان کو قتل کر داول قل کی صورت یہ ہو کہ ہر قبیلے کا ایک آدمی قل میں شریک ہوتا کہ ہونا شام مقابلہ نہ کر سکیں اور اگر بالغرض دیت دینی پر سے نو سب پر قسم ہو جائے کسی ایک پر جو جنہیں ہو گا (دیت سوادن تھی)۔ اس تجویز پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ وہ آدمی جو خدہ سے آیا تھا کہنے کا تم نے جو کچھ تجویز کیا ہے خبیک ہے میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں ہم نے بھی سنا ہے کہ آدمی بڑا خطرناک ہے۔ یہ ایسیں لمحن تھا جو اسی نکل میں ان کی حوصلہ فرائی کے بیٹے آیا تھا۔

چنانچہ حضرت ﷺ کو شہید کرنے کے لیے رات بھی متین ہو گئی اور روز بھی متین ہو گئے اور انہوں نے اس رات کو انحضرت ﷺ کے گھر کا حاصہ کر لیا۔ تکواریں، نیڑے، تیر کمان ان کے پاس تھے کہ جو نبی دروازہ کھولے گا یہ بارگی حلہ کرنا ہے جب سحری کا وقت ہوا تو جبر نکل بلطف تحریف لائے اور فرمایا کہ دشمنوں نے آپ کے گھر کا حاصہ کیا ہوا ہے اور قل کے در پیے ہیں آپ ان کی پرواہ کریں رب تعالیٰ آپ کا حافظ ہے۔ حضرت ﷺ نے آہست سے دروازہ کھولا اور باہر تحریف لائے۔

سریتِ ہشام وغیرہ کتابوں میں ہے کہ اشتعالی نے ان پر اٹکھ مسلط فرمادی۔ کوئی کھڑا سورہ ہا ہے، کوئی بیٹھا سورہ ہا ہے۔ انحضرت ﷺ نے ان کے سروں پر تھوڑی تھوڑی مٹی فال اور تحریف لے گئے جبکہ وقت بخوبی نے اندر جا کر تلاشی لی

تو آپ ملکِ الکلّ وہاں موجود تھے۔ حضرت ملیٰ نبیو اور دیگر اہل خانہ موجود تھے۔ افراتیزی پھیل گئی کہ ہوا کیا؟ بعد میں صحیح کی تو معلوم ہوا ابو بکر بھی گھر سے غائب ہیں۔ مشکین مکن مکنے احمد کیا کہ جو شخص ان کو زندہ لائے یا سرکش کر لائے ایک ایک کے بدلے سو سو اونٹ دیا جائے گا۔

یہ حضرات غابرثوں میں جا کر چھپ گئے۔ مجھ ہوئی تو کافروں پر عجیب قسم کی قیامت برپا تھی۔ اور ادھر بھی گئے جلاش کی، دادیاں اکیا، ماہر کھوئی جلوش کر کے لائے۔ جن پنج کھوئی کھون گا کر قدوں کے نشان و یکجنتے غاروں کے پس پہنچے اور کہنے لگ کہ یہاں تک ان کے نشان ہیں خیال ہے کہ اسی غار میں ہوں گے۔ اندھائی کی تدرست کہ س نے تکڑی کو حکم دی کہ غار کے من پر جالا بن دیے اس نے جالا بن دیا۔ سب کھوئی کے پیچھے پڑ گئے کہ تمیری عقل، دری گئی ہے اگر اس کے اندر جاتے تو جالا اس طرح ہوتا؟ اللہ تعالیٰ کی شان کر کرکوئی کا جالا جس کے متعلق فرمایا: ﴿أَوْعَنَ الْبَيْتَ تَبَيَّنَتِ الْمُتَّبَعُونَ﴾ [الکعبۃ: ۲۱] تمام گھروں سے بودا گھر کڑی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے مضبوط تلقی کا کام لے لیا۔

تمن دن تین راتیں آخرہ حضرت ملکِ الکلّ غار میں رہے اور حضرت صدیق اکبر جلوش کے غلام حضرت عاصم ان اکبر و جلوش ان کو رو دھو دغیرہ پہنچاتے رہے اور حضرت صدیق اکبر جلوش کے بیٹے عبد القادر جلوش رات کو کے والوں کی ساری رو روت اور خبریں پہنچاتے تھے کہ آج یہ دادیاں جلوش نے یہ کہا اور فلان نے یہ کہہ۔ پھر واپس آگھر سوئے تھے۔

الشیارک و تعالیٰ اس کا ذکر فرماتے ہیں ﴿وَإِذْ يَكُونُ لَكُمْ إِنْ كَفَرُوا بِهِ﴾ اور جس وقت خفیہ تیر کی آپ کے متعلق ان لوگوں نے جو کافر تھے ﴿لِمُنْتَهِيَاتِ﴾ تاکہ آپ کو گزار کریں، نظر بند کر دیں ﴿أَوْ يَنْتَلُوكُهُ﴾ یا آپ کو قتل کر دیں ﴿أَوْ يُنْظِمُوهُ﴾ یا آپ کو جلاوطن کر دیں مکہ کرسی سے نکال دیں۔ یہ تجویز ہیں سامنے آگئیں مگر یہیں آخری فصل قتل کا ہوا ہے وہ تنہی زندگی پیغمبر اللہ ﴿أَوْ رَدَّهُ تَدْبِيرُهِ﴾ اور وہ تدبیر ہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کرتا تھا ﴿وَاللَّهُ خَيْرُ الْمُتَكَبِّرِ﴾ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے کہ کڑی سے جالا جاؤ کر، بکوتی کو حکم دیا کہ تو اپنے دے دے۔ ایک انشاء کا ذکر بھی آتا ہے اور دادیوں کا ذکر بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی تدبیر کی کہ سب کی مقتل ماری گئی اور والوں چھے گئے۔

فرمایا ﴿وَإِذَا شُئِلَ عَلَيْهِمْ إِلِيَّا﴾ اور جب پڑی گی جاتی ہیں ان پر ہماری آئین ﴿قَاتُلُوا﴾ کہتے ہیں ﴿فَقُدْ تَبَشَّرُوا﴾ صحیح ہم نے سن لی آیات کو ﴿إِنَّ شَاءَ اللَّهُ فَلْيَعْلَمْ هُنَّا﴾ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس جیسی آیات کہ سکتے ہیں ﴿إِنَّ اللَّهَ أَلَّا إِسَاطِةَ الْأَذْلِينَ﴾ نہیں ہے یہ تر آن مگر پہلے لوگوں کے قصے اور کہہ جیسا ہے۔ بے شک تر آن کریم میں قصے ذکر کیے گئے ہیں، پیغمبروں کے، بادشاہوں کے، نیکوں اور بدیوں کے، بگروہ محض قصہ نہیں ہیں ان میں عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَالْأَنْصَارُ الْقَصْصُ لَعَنْهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [آل عمران: ۱۷۶] ان کے سامنے قصہ بیان کروتا کہ وہ غور و فکر کریں۔ اچھے لوگوں کے لئے قدم پر جیں اور بہرے لوگوں کی کارروائی سے بچیں۔

﴿وَإِذَا قَاتَلُوا﴾ اور جب کہ کافروں نے ﴿اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَنْتَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ﴾ اے اللہ! اگر یہ قرآن حق ہے ﴿فَمَنِ عَلِمَ﴾

تیری طرف سے، ہم تو مگر ہیں ﴿فَإِنْطَلَقُوكُمْ عَلَيْكُمْ جَاءَهُمْ قَوْنُ الْسَّيْلَةِ﴾ ہیں برسادے پتھر، ہم پر آسان کی طرف سے ﴿أَوَالنَّبِيَا  
بَلَّا يَبْلُّ أَلَيْهِمْ يَأْتِي لَهُ آبَارَ نَسْرَنَكَ عَذَابٌ﴾ اس سے اندازہ لگاؤ کر وہ اپنے کفر پر کتنے بخشن اور مضبوط تھے کہ اگر یہ  
قرآن چاہے تو ہم تو مگر ہیں ہم پر آسان سے پتھر کیوں نہیں گرتا؟ عذاب کیوں نہیں پہنچتا؟  
الله تعالیٰ نے حواب دیا ہے ﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيَعْلَمُ بِهِمْ﴾ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ مسزادے ان کو اے نبی کریم ﴿لِمَنْ يَعْلَمُ إِذَا  
أَئْتَهُمْ﴾ کہ آپ ان میں موجود ہوں۔ کہ آپ ﴿لِمَنْ يَعْلَمُ﴾ جسی رحمت بھی ان میں موجود ہے اور خدا کا عذاب بھی آئے ایسا نہیں  
ہو گا۔ اس سے معلوم ہو کہ جس جگہ تغیر موجو ہو باہ عذاب نہیں آتا ہے ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَعْلَمُ بِهِمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ ورنجیں ہے اللہ  
 تعالیٰ ان کو مسزادے والا جب کہ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔ یہ معافی کافروں سے دنیا کا عذاب تو ہائل سکتی ہے لیکن  
آخر دنیا عذاب نہیں ٹسل کچل چوں کہ آخرت کے عذاب کی علت کفر موجود ہے۔ کافروں کا جب طواف کرتے تھے تو کہتے تھے  
غُفرانِک ہم تجھ سے معافی مانگتے ہیں تو ہمیں معاف کر دے۔ یہ ان کا معافی مانگنے کیوںی عذاب کے مٹنے کا سبب اور زیرِ عطا۔

### ~~~~~

﴿وَمَا لَهُمْ﴾ اور کیا وجہ ہے ان کے لیے ﴿أَلَا يَعْلَمُ بِهِمُ اللَّهُ﴾ کہ اللہ تعالیٰ ان کو مسزادے ﴿وَهُمْ يَصْنَدُونَ عَنِ  
السُّبُّجَةِ الْعَرَابِ﴾ حالانکہ وہ روکتے ہیں مسجدِ حرام سے ﴿وَمَا كَانُوا أُولَئِيَّاً﴾ اور نہیں ہیں وہ مسجدِ حرام کے متولی  
﴿إِنَّ أُولَئِيَّاً ذَلِكُمْ لَا يَنْتَقِدونَ﴾ نہیں ہیں اس کے متولی مگر تم تھی ﴿وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ اور لیکن اکثر ان میں  
سے جانتے نہیں ﴿وَذُمَّا كَانَ صَلَّاهُمْ﴾ اور نہیں ہے ان کی نماز ﴿عَذَابَ النَّبِيِّتِ﴾ بیت اللہ شریف کے پاس ﴿أَلَا  
مُكَافَأَةً تَضَرِّبُهُمْ﴾ مگر سیلیاں بجانا اور تالیاں بجانا ﴿فَمَذُؤُوا عَذَابًا﴾ پس چکھوم عذاب ﴿إِنَّمَا تُنَذَّمُ تُغْرِيْبُونَ﴾  
اس سبب سے کتم کفر کرتے رہے ﴿إِنَّ الْأَيْمَنَ كَفَرَ ذَلِكُمْ﴾ بے تحک وہ لوگ جھوٹوں نے کھراختیار کیا ہے ﴿يَتَبَقَّى  
أَمْوَالُهُمْ﴾ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو ﴿لِيَصْدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ تاکہ روکیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے  
سے ﴿قَسَّمُوْنَهَا﴾ بتا کید وہ مال خرچ کریں گے ﴿فَتُمْتَأْلِفُونَ عَلَيْكُمْ حَسْنَاتُكُمْ﴾ پھر ہوں گے وہ اموال ان پر  
حرست اور انسوں کا ذریعہ ﴿لِمَ يَعْلَمُونَ﴾ پھر وہ مغلوب ہوں گے ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُنَّا أُولَئِكَ وَهُنَّا  
فِي الْجَهَنَّمَ يُخْسِرُونَ﴾ جنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا ﴿لِمَ يَوْمَ الْحِسْبَرِ هُنَّ الظَّالِمُونَ﴾ تاکہ جدا کر دے  
اللہ تعالیٰ ہا ہا کو پاک سے ﴿وَيَعْلَمُ الْمُجْنَحَةَ بِخَصَّةٍ عَلَيْهِنَّ﴾ اور تاکہ کردے خبیث کے بعض کو بعض پر  
﴿لِئَذْكُرَهُ جَهَنَّمَ﴾ یہ یہ یہ اکٹھا کر دے گا ان سب کو ﴿فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ﴾ جس کردے گا ان کو جنم میں ﴿أَوْلَئِكُمْ  
الْفَارِسُونَ﴾ یہی لوگ ہیں نقصانِ اٹھانے والے۔

### ماقل سے ربط

گوشنہ درس میں آپ نے ساک کافروں نے کہا (إنَّكُمْ هُنَّ الظَّاغِنُونَ عَنْ أَنْعُلَمْ) "اگر یہ تر آن حق ہے تو یہی طرف سے ہے ہم تو مکر ہیں۔ ہم پر بخیر سایا کوئی دردناک عذاب لاد۔" اس کے جواب میں الل تعالیٰ نے فرمایا عذاب نہ آنے کی وجہات لیں۔ ایک یہ کہ الل تعالیٰ کا بخیر ہر میں موجود ہے اور بخیر کی موجودگی میں عذاب نہیں آتا۔ اور دوسرا یہ کہ وہ استغفار کرتے ہیں اور معاملی مانگنے سے بھی دینوی عذاب اُلٹ جاتا ہے ورنہ وہ عذاب کے سخت ہے۔

الل تعالیٰ فرماتے ہیں (فَإِنَّمَا يَعْلَمُ اللَّهُ أَنَّكُمْ تَأْمَنُونَ) اور کیا وجہ ہے ان کے یہے (إِنَّمَا يَعْلَمُ اللَّهُ أَنَّكُمْ تَأْمَنُونَ) کہ الل تعالیٰ ان کو مزید اور سچے (فَوَمَنْ يَعْلَمُ عَنِ السُّجُودِ إِلَّا كُلُّ ذَوِ الْحِلْمَةِ) میں مسجد حرام سے ان کو جسم مجھی میں عبادت کرتے ہیں۔ وجہت کے پیشے سال ذوالقعدہ کے میئے میں آنحضرت ﷺ پندرہ مساجد کے ساتھ عمرہ کے بیس روانہ ہوئے اس وقت تک مجھ فرض نہیں ہوا تھا۔ مجھ میں فرض ہوا ہے۔ عمرہ پہنچ بھی تھا۔

مدینہ صہیبہ سے چھ میل دریا کی مسافت میں ہے جس کا نام ذوالخیثہ ہے آج تک اس کا نام بتریلی ہے ذوالخیند کوئی نہیں جانتا۔ سوائے علماء کے۔ یہاں سے آپ ﷺ نے احرام باندھا اور مکہ مکرمہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر تکمیل گئے آج تک حدیبیہ کا نام نہیں ہے اور حدود دیکھ میں آچکا ہے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ صہیبہ سے اُنگریزی میل کے حساب سے تقریباً تین سو گیارہ میل ہے۔

جب آپ ﷺ حدیبیہ پہنچنے کا فروس کو علم ہوا کہ آپ من میں ہیں لیکن کہ کرم میں راضی ہونے کے لیے آئے ہیں تو ان کے چند باتیں بھرپُر اٹھے اور وہ لانے کے لیے تیار ہو گئے۔ وند پر وڈا رہے ہیں اور فخرے لگ رہے ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں نے احرام باندھے ہوئے ہیں اور لبیکاں آئہمُ لبیکاں یعنی قریب پڑھ رہے ہیں تو ان کو تھین ہو گی کہ یہ لوگ لانے کے لیے نہیں آئے کیون کہ وہ اتنی بات جانتے اور بکھتے تھے کہ احرام باندھے کے بعد لاری جھٹڑ احرام ہو جاتا ہے۔ حرم سر نہیں دھاپ سکتا، ناخ اور لسین نہیں کاٹ سکتا، سلے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتا، خوبیوں نہیں لگ سکتا، اگر جسم کے کسی حصے جوں نکلے تو نہیں پار سکتا۔ لبست نیچے گرا سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے مکہ کرم میں داخل نہیں ہوئے دیا حالانکہ مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکنا بڑا گناہ تھا۔ مکہ کرم میں داخل ہنے کے شرائط ہو گئیں کہ اس سال وہیں جاؤ آئندہ سال آکر عمرہ کرنا اور تین دن سے زیادہ نہیں رہ سکو گے۔

اور دوسرا گناہ (فَمَا كَانُوا أَذْلِلَةً لَّهُ) اور نہیں ہیں وہ مسجد حرام کے سوری (إِنَّمَا يَأْذِلُ اللَّهَ الظُّفَرُونَ) یہ نہیں ہیں اس کے سوری مجرم تھے اور تقویٰ میں بکلی بات شرک سے بچنے ہے اور اس غلاموں نے تو مسجد حرام کو شرک کا ادا بنا یا ہوا تھا۔ بہت اللہ کی بیرونی دیوار پر تین سو مانچہ بت نصب کیے ہوئے تھے یہ مسجد حرام کے سوری کس طرح ہو سکتے ہیں؟ زبردستی کرنے سے تو کوئی سوری نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کے حقیقی سوری ہے ہیں جو موعد ہیں۔ شرک کرنے والے مخالفات کرنے والے مسجد سے متولی نہیں ہو سکتے کیوں کہ (فَإِنَّ السَّجُودَ لِلَّهِ مُؤْمِنُونَ) [آل عمرہ: ۱۸] الل تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ بے شرک

مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں پس تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔ ”لہذا مسجدوں کے متولی مشرک نہیں ہو سکتے ہو، لیکن اکثر فرم لایتھیوں ہے اور لیکن اکثر ان میں سے جانے نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس کا قبضہ ہو گیا وہ متولی ہے حالانکہ مشرک کا مسجد سے کیا تعلق ہے؟ مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہیں بیہاں اور وہ سے، غیر انصار مدد و نکاح بالکل قرآن کریم کی روح کے خلاف ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی عبادت کا ذکر فرمایا ہے ﴿وَهَا كَانَ عَلَيْهِنَّ حُدًداً الْجِبَرِيتُ إِلَامِ حَمَّاءٍ وَضَبِيبَةَ ۚ﴾ اور یہیں ہے ان کی نماز بیت اللہ شریف کے پاس مگر سیماں بیہاں اور سالیاں بجا بھی تو ای کرن۔ یہ لوگ مسجد حرام کے باہر جمع ہو جاتے تھے اور تو ای کرتے تھے۔ تو ہالیاں بجا بھیاں بجا بھیاں، ہنگلاؤ اذالا یا ان کی عبادت تھی۔

آن کل بھی کئی جاہل حرم کے لوگ تو ای کو عبادت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ گناہ اور اسلام کی روح کے خلاف ہے بھرگانوں اور باجوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام اور آنحضرت ﷺ کا نام بھی ہو اور بزرگوں کا ذکر بھی ہو یہ تو یہیں در تو یہیں ہے۔ حکم ہوا ہے ﴿فَلَذُّكُورُ الْعَذَابِ بِمَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ ۚ﴾ پس پچھوچم عذاب اس سبب سے کہم کر کرتے رہے۔

### صرکہ بدرو

بدرو کے صرکہ میں قریش مکہ نے جرمال خرج کیا۔ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے مشرکوں نے بڑا چندہ دیا تقدیبی، اسلحہ بھی اور سواریاں، اونٹ اور گھوڑے بھی۔ لوگوں کے جذبات انجامانے کے لیے کہ کمر میں ڈھول بجائے گئے، شاعروں نے اشعار بکھرے، مقررین نے تقریریں لکھی، ہوتوں نے وف بھایا کہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے جانا ہے۔ ایک ہزار تعداد تھی اتوں پر سوار تھے اس کے علاوہ وافر مقدار میں اونٹ اور شراب کی یوں تھیں اور گانے والی عورتیں ساتھ تھیں کہ مسلمانوں کو ختم کر کے اور گرد کے قبائل کی اونٹ کریں گے جس نہائیں گے، شراب چیزیں گی، ہوڑیں فتح کے گیت گائیں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیت کہ آٹھ تکواروں نے بڑا تکواروں کو ٹکست دی، ستر کافراوے کے لئے ستر گرفتار ہوئے مسلمان صرف چورہ شہید ہوئے، آٹھ انصر اور چھوپ جرین میں سے۔ مشرک جو اونٹ لے کر آئے تھے وہ مسلمانوں کے لیے بال نیمت ہے۔ شراب تو ان کو بینی نصیب نہ ہوئی البتہ مسلمانوں کے ہاتھوں سوت کے پیالے بھر بھر کے پیے اور جو عورتیں گیت گانے کے لیے ساتھ لائے تھے وہ بدرو سے لے کر کئے تک ماتم کرتی تھیں کہ فلاں سردار مار گیا۔ تو ہاتھوں نے اسلام کے خلاف جرمال خرج کیاں کا ذکر ہے۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا هُنَّ بَشَّرٌ وَلَوْكٌ جَنُوُنٌ لَكُفَّارٌ خَيْرٌ لَهُمْ ۖ إِنَّمَا يَنْهَا مَنْ خَرَجَ ۗ﴾ کرنے ہیں اپنے ماں کو ہے لیتھنڈاً اعن سپیل اللہ ہے تاکہ روکیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے درستے سے ﴿فَقَسَبُنُوْنَهَا ۖ﴾ ہے تاکہ وہ مال خرج کریں گے ﴿لَمْ يَلْتَوْنَ عَذَابَنَمْ سَرْزَهَا ۖ﴾ بھر ہوں گے وہ احوال ان پر حسرت اور افسوس کا ذریمہ ہے لام یلٹیوں ہے پھر وہ

مغلوب ہوں گے، ان کو نکست دی جائے گی۔ جن کافروں کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق عطا فرمائی انہوں نے کہا کہم لے کیا نادلی کی کہ اسلام کا مقابلہ کیا، چند دینے او، اسلام کے خلاف ہر منے بڑا مال خرچ کیا ہے افسوس!

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُنَّ أَكْثَرُهُمْ يُمْسِكُونَ بِهَا جَنَّمَ كِيرٌ طَرِفُ انَّكُمْ كَمْ جَاءَتْكُمْ﴾  
 ﴿لَيَعْلَمُ اللَّهُ أَكْثَرُهُمْ مِنَ الظَّفِيفِ﴾ تاک جدا کر دے اللہ تعالیٰ تاپاک کو پاک سے اللہ تعالیٰ نے تاپاک اور پاک کو اگلے الگ کر دیا ہے یعنی خصوصیت خصوصیت علی یعنی پاک اور تاک کو دے خصوصیت خصوصیت کے جھن کو بعض ہے۔ ایک دوسرے کے اپر ذہر لگارے ﴿لَقِيلَةُ الْكَلَّةِ جَيْنَتِهِ﴾ پھر اٹھا کرے گا ان سب کو۔ بدتر میں ستر کافر مارے گئے اور چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ ان کو دُن کرنے کے لیے اور زمین پتھر یا تھی۔ ایک قبری کھو دنے پر ایک دن اگ جاتا تھا سب کے لیے قبری کھو دنا مخلک تھا۔ مسلمانوں کے لیے تو ایک مردی جگہ میں قبری کھو دی گئیں اور سب کافر بدر کے کتوں میں ڈال دیے گئے اور پریخ۔ البتہ امیر بن خف بجا گئا ہوا جا رہا تھا جب اس کو مار کر کتوں میں ڈالنے کے لیے کھینچا گیا تو اس کی ٹانگیں وجود سے الگ ہو گئیں اور ہر کوئی الگ ہو گئے۔ اس کا بدن بڑا بھاری تھا تو اس کو دیں درست میں دُن کر دیا گیا۔

اور یہ دو ہے کہ بدر کا یہ کوں ویران تھا میں پانی نہیں تھا۔ دوسرے دن آنحضرت ﷺ کوئی پر تشریف لے گئے اور کتابارے پر کھڑے ہو کر فرمایا: "اسے تعالیٰ نے جو وعدہ ہمارے ساتھ فرمایا تھا ہم نے تو پالی اور جو وعدہ رب تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا تھام نے پالا ہے یا نہیں؟" حضرت عمر بن ابی اور بعض دیگر صحابہ کرام نے عرض کیا حضرت افرادوں کے ساتھ کیا لٹک کرتے ہیں کیا یہ سنتے ہیں؟ بنواری اور مسلم کی روایت ہے فرمایا: "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ يَتَقَبَّعُ إِلَيْهَا أَقْوَلُ وَيَنْهَا" اس پر درگاری حسین کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے تم س گھٹکو جو میں ان سے کہدا ہوں ان سے زیاد نہیں سنتے۔ یعنی جس طرح تم سن رہے ہو وہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں لیکن میں جواب نہیں دے سکتے۔

یہ مطلب کہ کروئے خبیث کے بعض کو بعض پر ﴿لَقِيلَةُ الْكَلَّةِ جَيْنَتِهِ﴾ پھر اٹھا کرے گا ان سب کو ﴿لَيَعْلَمُ اللَّهُ أَكْثَرُهُمْ﴾ پس کروئے گا ان کو دوزخ میں۔ دلیں سے سیدھے دوزخ کی طرف گئے ﴿وَإِلَيْكُمُ الْمُطَهَّرُونَ﴾ سب لوگ ہیں لیں تو انسان الحانے والے دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی۔

### مِنْهُمْ مُنْكَرٌ

﴿فَقُلْ يَهُ آپ کہہ دیں ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُنَّ أَكْثَرُهُمْ يُمْسِكُونَ بِهَا جَنَّمَ كِيرٌ طَرِفُ انَّكُمْ كَمْ جَاءَتْكُمْ﴾ اگر وہ باز آجائیں تو بخش دیا جائے گا ﴿فَأَئْذِنْ سَقَ﴾ جو پہیے ہو چکا ﴿وَإِنْ يَقُوْذَا﴾ اور اگر وہ لوٹیں گے ﴿لَقَدْ مَضَتْ سَكُتْ الْأَوَّلَيْنِ﴾ ہیں حقیقت گز رچکا ہے طریقہ پہلے لوگوں کا ﴿وَقَاتَلُوكُمْ﴾ اور تم بڑا ان سے ﴿حَتَّى لَا تَلْوَنَ فَسَهِ﴾ بیہاں تک کہہ رہے فتنہ ﴿وَيَلْوَذُنَ الْمُبَرِّئُنَ مُلْهَةً لَوْهُ﴾ اور ہو جائے دین سارہ اللہ تعالیٰ کے لیے ﴿لَوْلَنَ اشْهَدُوا﴾ ہیں

اگر وہ باز آ جائیں ۝فَقَاتَ اللَّهُ بِسَيْئِهِمْ۝ پس بے شک اللہ تعالیٰ جو دھم کرتے ہیں وہ کہتا ہے ۝وَرَبِّنَا۝ کو کلوا ہے اور اگر وہ اعراض کریں ۝فَلَا غَلَبَنَا۝ پس تم جان لو ۝أَنَّ اللَّهَ مُؤْلِكُ الْحُكْمِ۝ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارا آقا ہے ۝هُنَّمُ الْمُؤْمِنِ۝ وہ بہتر آقا ہے ۝وَرَبِّنَمُ الْمُؤْمِنِ۝ اور اچھا مددگار ہے ۝فَلَا غَلَبَنَا۝ اور تم جان لو ۝أَتَيْنَا عَمَّا كُنَّا۝ قن شنی ۝بَعْدَ۝ بے شک جو تم نے خدمت حاصل کی کوئی شے بھی ہو ۝فَقَاتَ يَوْمَهُ خُسْنَةً۝ پس بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اس کا پانچواں حصہ ۝وَلِلَّهِ الْفَرْضُ۝ اور رسول ملکیت ہے کے لیے ۝وَلِلَّهِ الْفَرْضُ۝ اور اللہ کے رسول کے قرابت داروں کے لیے ۝وَالْيَتِيمُ۝ اور تیتوں کے لیے ۝وَالْمَسِكِينُ۝ اور سکینوں کے لیے ۝وَإِنِّي أَشَفِيلُ۝ اور مسافروں کے لیے ۝إِنَّكُمْ أَمْسَنْتُ بِاللَّهِ۝ اگر ہر قوم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ۝وَمَا أَثْرَأْنَا عَلَىٰ تَقْبِيَنَا۝ اور اس چیز پر جو ہم نے نازل کی اپنے بندے پر ۝يَوْمَ الْفَرْقَانِ۝ فیصلے والے دن ۝يَوْمَ الْقِيَامَةِ۝ جس دن آئے سامنے ہو گیں دو جما عنتیں ۝وَإِنَّهُ عَلَىٰ مُغْنِيٍّ قَرِيبٌ۝ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

### روبط آیات

اس سے پہلے کئی رکو گوں میں غزوہ بدتر تھیں کے ساتھ یہاں ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے عبور اور غزوہ کو خاک میں ملا یا اور مسلمانوں کو قلیل تعداد اور بے سرو سامانی میں فتح عطا فرمائی۔

ای سلطب کو آگے بڑھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۝فَلَمْ۝ اے نبی کرم ملکیت ہم اکبر دیں ۝هُنَّدِينَ كُلُّهُمْ۝ ان لوگوں کو جو کافر ہیں ۝إِنَّهُمْ۝ یعنی ہم اکبر دیں اے نبی کرم ملکیت ہم اکبر دیں ۝كُلُّهُمْ۝ جو پہلے ہو چکا۔ حدیث پاک میں آتا ہے الیٰ سلامہ نبی ہم ماتکان قبیلہ "اسلام اپنے سے پہلے کے گناہ منادیتا ہے۔" کفر و شرک، شراب لوثی وغیرہ سب گناہ اللہ تعالیٰ سحاف کر دیتا ہے اگر کوئی پچھلے سے مسلمان ہو اور وہ اس طرح ہو جاتا ہے یہ مولودت اللہ "جیسے مار کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔"

۝ذَرْنَ يَقْوِدُهُم۝ اور اگر وہ الوٹیں گے کہ بلٹ کر دیا بارہ مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کا ارادہ کریں ۝فَقَدْ مَسْتَكْثَرُوا۝ الْأَوْلَيْنَ ۝بِسْ تَحْقِيرٍ گزر چکا ہے طریقہ پہبے لوگوں کا کہتیں کے مقابلے میں کفر کو کھلی ۝تَحْقِيرٍ نصیب نہیں سو سکتی کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبادوں اور موسیوں کی نصرت فرماتے ہیں۔ اور سورۃ مون میں ہے ۝إِنَّ اللَّهَ۝ مُسْلِمُوْنَ الَّذِينَ آتُوهُمْ۝ پاہد: ۲۳] "بے شک البر ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے۔" ۝هُوَ لَقَدْ بَيِّنَ ۝کیا مُسْلِمُوْنَ الَّذِينَ آتُوهُمْ۝ الْمُتَّقُوْنَ ۝فَرَأَيْنَ جُنَاحَنَّ الْفَلَقَوْنَ ۝[۴۷] سورۃ صافات پاہد: ۱۰۳] "الْبَرُّ ۝تَحْقِيرٍ چکیں پہلے ہو جکی ہے اور بی بست اپنے بندوں کے لیے ہو رسول ہیں کہ بے شک البر وہی مدد دیے جو کیسی گے اور بے شک البر ہماری شکر غائب ہو گا۔"

### فقہ جہاد

آگے اللہ تعالیٰ جہاد کا للبغہ اور حکمت بیان فرماتے ہیں کہ جہاد مقصود ملک حاصل کرنا ہے، نقل و غارت مقصود ہے اور شہادت مالی نیت مقصود ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کو فدا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بذریعہ مقصود ہے۔

فَرِماَهُنَا قَاتِلُوكُمْ حَتَّى لَا تَلُونَ وَقَاتَلُوكُمْ هُوَ أَوْ تُمُّلُوكُمْ سَبَبَتْ كَذَرْ ہے کوئی ختنہ سب سے بڑا نہ کفر اور شرک ہے۔ کفر شرک باتی تدریس ہے اور اس کے علاوہ جتنے نئے ہیں سب ختم ہو جائیں کوئی بھی باتی تدریس ہے ﴿فَيُنذِنُ النَّاسَ كُلَّمَا يَتَوَلَّ﴾ اور ہو جائے دین ساز اللہ تعالیٰ کے دین کو ناذن کرنے کے لیے اور اعلاء کلبة اللہ کے لیے جو شخص لوتا ہے وہ کجا ہے۔ جیسے: افغانستان کے طالبان ہیں۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے تقریباً بیچین ملک ہیں ان میں سے صرف طالبان کا ملک ہے جس سے قرآن و سنت کا قانون نافذ ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کا علیم ہے۔ ان کا فیصلہ آن، حدیث اور فقہ اسلامی کے مطابق ہوتا ہے۔ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے، بدکار کو شرمی ہزاہی ہے، چور کا ہاتھ کا تاجا جاتا ہے، قرآن کے احکام پر پورا پورا عمل ہو رہا ہے۔ ہر طرف سکون ہے اور کسی کو کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ جمن سے قدھار جو بھر تیل کی صفت ہے۔ اس سڑک پر جو لوگ سفر کرتے تھے وہاں کے قابلی اتفاقی جگائیں وصول کرتے تھے۔ مختلف جگہوں پر اغنوں نے اڈے بنے ہوئے تھے جھوٹی ہزاری ہزاری بڑک، بس، وغیرہ جوئیں گزرتی تھیں اور کر کے جائی اور مجھوں ان کو دینا پڑتا تھا۔ طالبان نے وہ سارے اڈے ختم کر دیے ہیں۔ اب وہاں کوئی کسی کوئی پوچھ سکتا نہیں دشمنان دین ان کو برداشت نہیں کر رہے۔ دنیا کے یورپ نے ان کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھانیں رکھی۔ کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ طالبان کو ان کا مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرائے۔

﴿فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَنْهَا مِنْ أَكْرَدِ مَا بَأْسَاهُ كُفُرُ شَرِكَ تَنْزِهُ وَغَيْرَهُ سَهِّلَ بَنْكَ اللَّهِ تَعَالَى جَوَدَ عَلَى كُرْكَتَتِيَّةِ بَنْكَ اللَّهِ تَعَالَى﴾ اور اگر دعا ارض کریں کہ تمہاری باتوں نہ مانیں ﴿فَإِنَّمَا تُنَزَّلُ إِلَيْكُمْ بَنْكَ اللَّهِ تَعَالَى نَعْمَلُ الْأَصْبَرِ﴾ وہ بہتر آقا ہے اور اچھا دکار ہے۔ لہذا کافروں کی پردانہ کر واللہ تعالیٰ کی مدحہ بھارے ساتھ ہے۔

المقدہ اس وقت افغانستان کی آبادی ڈیڑھ کروڑ سے زائد ہے اور آس پاس کی باطل قوتوں نے طالبان مخالف قوتوں کو بڑی قوت پہنچائی ہے امن یا بھی اس میں شامل ہے اور ایران سب سے زیادہ بیش ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے طالبان کو مت دی ہے اور وہ حق پر قائم ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ضرورت مدد فرمائے گا۔

آپ حضرات کو یاد ہو گا کہ اس سوت کے شروع میں یہ مسئلہ بیان ہوا تھا کہ بدکی نیت کے بارے میں اختلاف ہوا تھا۔ بعض نے کہ کہ جزو ای میں شرک تھے یہ ان کا حصہ ہے۔ دوسروں نے کہا کہ جو بیان آئے ہیں چاہے وہ لاء ہے یا نے والوں کی خدمت میں صروف تھے سب کا حق ہے۔ ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ﴾ یہ آپ سے نیت کے بارے

میں پرچھتے ہیں ﴿فَقُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿إِنَّ الْقَوْلَ إِنْفَوْزُ الْمُسْؤُل﴾ ثیمت اللہ تعالیٰ اور رسول ملٹیلہم کے لئے ہے:-

### مالی ثیمت کی تفصیل

تو وہاں اجتماعی طور پر جواب دیا تھا اس کی تفصیل بیان فرماتے ہیں ﴿وَإِنَّكَ لِغَنِيمَةَ مَنْ عَنْهُ﴾ بے شک جو تم نے غیمت حاصل کی کوئی شے بھی ہو۔ غیمت اس مال کو کہتے ہیں جو شخصی جہاد کے نتیجے میں آئے۔ مسلمانوں کی کمائی میں سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی مالی ثیمت ہے کیونکہ جہاد بہت اوجیاں ہے اور یہاں کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَقَاتَ لِيَهُ خُسْلَةً﴾ بیس بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اس کا پنجواں حصہ۔ کل مالی ثیمت کو جمع کرنے کے بعد اس کے پانچ حصے کیے جائیں گے اس کا پانچواں حصہ خس کہلاتا ہے۔ چار حصے مجاہدین پر تقسیم ہوں گے اور پہنچاں، امیر لشکر یعنی کڈڑا اگر اپنی صوابہ پر کسی مجاہد کو بہادری کی وجہ سے زیادہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے کہاں نے بہادری کے جو ہر بہ نسبت دوسروں کے زیادہ دکھلے ہیں۔ اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے مس کے صرف بیان فرمائے ہیں کہ وہ کہاں کہاں خرچ کیا جائے گا ﴿وَلِلَّهِ الْمُسْؤُل﴾ اور رسول ملٹیلہم کے لیے۔ مس میں سے بقدر ضرورت اُنحضرت میں شریعت اپنے لیے گئی ہے کیونکہ حقیقی انسانی ضروریات ہیں وہ پیغمبروں کو کسی ہوتی ہیں۔ ﴿وَلِنَبْعَدِ الْقُرْبَى﴾ اور اللہ کے رسول کے قربت داروں کے لیے۔ آپ ملٹیلہم کے جو قدر ہی رشد درست ہے نہ ہاشم، بن عبد المطلب جنہوں نے اہم اول دور میں آپ ملٹیلہم کا ساتھ دیا ہے وہی مختیاں اور تکفیلیں برداشت کیں ہیں وجد اس کے کوئی دین میں آپ ملٹیلہم کے موافق نہیں تھے۔

ایک ایسا وقت بھی آیا کہ کافروں نے خیف میں کتابوں کے مخاہم پر اعتماد کیا اور تھقائیہ کی اور تھقائیہ کی اسیں کھاکیں پیالے میں پائی ڈال کر ہاتھ ڈبوئے۔ ان کا رواج تھا کہ اس قسم کو یہ مضبوط سمجھتے تھے جو پیالے میں یا ان ڈال کر اس میں ہاتھ ڈکر اتحادی پائی ڈال کر تھی۔ تو انہوں نے کپی تھیں کہ یہی کہ ان لا یعنیَا کیخوہم و لا یعنیَا یغُوہم نہ ہاشم کو رشد دینا اور دن سے رشتہ لینا، دن ان کے لامگے کوئی چیز تجھی ہے اور نہ ان سے کوئی چیز خریدی ہے۔ ان کے ساتھ ہر طرح کا بایکاٹ کرو۔ اس مشکل گھری میں کہیں آپ ملٹیلہم کے رشد داروں نے آپ ملٹیلہم کا ساتھ دیا اور تکفیلیں برداشت کیں۔ آپ ملٹیلہم کا چچا ابو طالب دین میں آپ ملٹیلہم کی موافق نہیں کرتا تھا اگر دنیاوی طور پر خوب مدد کرتا تھا۔ اسی طرح آپ ملٹیلہم کا چچا حارث ابن عبد المطلب مسلمان نہیں ہوا تھا مگر خاندانی عصیت کی وجہ سے آپ ملٹیلہم کی پوری معادنست کرتا تھا۔ لہذا آپ ملٹیلہم کے رشد داروں کا بھی مس میں حق ہے۔

﴿لِهُوَ الْمُسْتَحْسِنُ﴾ اور یہمیں کے لیے۔ تم چاہے کسی بھی خاندان سے تعلق رکھتا ہو وہ مس کے مال کا مستحق ہے ﴿وَالْمُكْرِمُونَ﴾ اور مکرمیوں کے لیے۔ ممکنہ اسے کہتے ہیں کہ اس کے پاس بقدر نصاب سامان نہ ہو۔ بقدر نصاب سامان کا مطلب یہ

ہے کہ گھر کی عام ضرورت سے زائد سامان کے پاس اتنا سامان ہو کہ اگر اس کو بیچا جائے تو ساروں میں باون تو لے چاہدی کی قیمت کو تکمیل  
جائے۔ آج کل سارے سامان کی قیمت سامنے ہے پہنچ بزار ہے۔ وہ برت جور و رانہ استعمال میں نہیں آتے، وہ چار  
پانچ سال جور و رانہ استعمال میں نہیں آتیں، وہ بستر جور و رانہ استعمال میں نہیں آتے کبھی کھار بھان۔ سب کی تو استعمال ہوتے ہیں یہ  
زادہ سامان شاہرا ہوتا ہے۔ اگر یہ اتنا ہے کہ اس کو بیچا جائے تو اس کی قیمت ساروں میں باون تو لے چاہدی کو پہنچ جاتی ہے تو پہنچ  
صاحب نصاب ہے اس پر قربانی آئے گی اور پیغاطرانہ بھی رے گا اور یہ سکھن بنیں ہے۔

(وَابِنَ الْثَّيْلِ) اور ساندوں کے لیے۔ سافر کا بھی قس میں ہے اور باقی چور حصے مجاہدین میں تقسیم ہوں گے  
﴿إِنَّ اللَّهَمَا أَسْأَمْتَنِي بِالظُّلُمَّ أَكُرْهُمُ الْمَقْتُولَ إِنِّي بِرَبِّيَّنِي مُأْنِفٌ قَاتِلٌ إِنَّمَا أَنْزَلَنَا عَلَى عَبْدِنَا لِيَعْلَمَ مَا فِي الْقُرْآنِ﴾ اور وہ صرف جو ہم نے نازل کی  
اپنے بندے پر فصلے والے دن۔ جس دن حق اور باطل کا فیصلہ ہوا اس پر ایمان رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تمدن بزار  
فرستے نازل کیے تو بھر کجھ لوک کی قیمت کے سختی یہ لوگ ہیں جو ہم نے بیان کیے ہیں۔ یہ مدد کس دن ہوئی؟ فرمایا ہے (يَوْمَ الْقِيَامَةِ)  
القیام ہے جس دن آسمانے سامنے ہو گئی دو جنم تھیں حق اور باطل کی۔ ایک طرف تم سوچیں، اور دوسری طرف ایک ہزار اور تیسیم  
تفصیل کے ساتھ پڑھا دو سن چکے ہو ہے اللہ علی گنی شکر (قُوَّتِيْرَ) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ جو چیز ہے کہ سکتا ہے اور جو کچھ  
وہ کہ سکتا ہے وہ اور کوئی نہیں کہ سکتا اور رب تعالیٰ نے جو فرمایا جس فرمایا ہے۔

### .....

(وَإِذَا أَنْتُمْ بِالْعَذْنَوْةِ لَدُنْنَا) اور جس وقت تھم ادھر والے کنارے پر (وَهُمْ بِالْمَنْدَوَةِ الشَّطْوَى) اور وہ کافر  
پر لے کنارے پر تھے (وَالرَّأْكُبُ أَسْفَلُ وِنْكُلُمْ) اور تھارہ والا تھارہ تھام سے تیجے کی طرف تھا (وَلَوْ تَرَأَعْذَمْ)۔  
اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے (لَا حَشْكَنْتُمْ فِي الْبَيْعِ) تو بتہ اختلاف کرتے وعدہ پورا کرنے میں ہو لکن  
لیسفیضی اللہ امیراً کان مَفْعُولًا ہے اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ قیصلہ کرے اس محاذے کا جو طریقہ ہے (لِيَقْبِلَكُمْ مِنْ  
هَذِهِ الْعُمُرِ بِيَمِنَتِكُمْ) تاکہ ہلاک ہونا چاہتا ہے کھلی دلیل کے ساتھ (وَذِيَخْلِی مِنْ عَنْ سَبِیْلِكُمْ) اور جو  
زندہ رہنا چاہتا ہے زندہ رہے کھلی دلیل کے ساتھ (وَإِنَّ اللَّهَ لَسْبِيْرٌ عَنِّيْمٌ) اور بے شک بتہ اللہ تعالیٰ سنے والا  
ہے، جانے والا ہے (إِذْبَرِيْتُمُ اللَّهَ فِي مَسَامِكَ تَلِيلًا) جس وقت اللہ تعالیٰ دکھانا تھا تجھے وہ کافر آپ کے خواب  
میں تھوڑے (وَلَوْ أَنْرَكْتُمْ كَيْمَرًا) اور اگر اللہ تعالیٰ دکھانا وہ کافر آپ کو زیادہ (لَقْشِلَمْ) الیہ تم بزدی کر  
جاتے (وَلَتَكَازَ عَمَّمْ فِي الْأَمْرِ) اور بتہ تم جھکڑا کرتے معلم میں (وَلَكَنْ اللَّهَ سَلَمَ) اور لیکن اللہ تعالیٰ نے  
سلام میں رکھا (إِنَّ اللَّهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصَّدُوْرِ) یہ تک دہ سینے کے رازوں کو جانے والا ہے (وَإِذْبَرِيْتُمْ فِيمْ)

اور تم کو دکھائی وہ نوٹ ﴿إِذَا تَقْبِلُهُمْ فِي أَغْيَرِهِمْ قَلِيلًا﴾ جب تم آئے سامنے ہوئے تمہاری آنکھوں میں تھوڑی  
 ﴿فَتَسْتَأْلِمُونَ فِي أَغْيَرِهِمْ﴾ اور تم کو تھوڑا کر کے دکھایا ان کی آنکھوں میں ﴿لِتَقْضِي اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا﴾ تاکہ  
 قیصلہ کرے اللہ تعالیٰ اس معاملہ کا جو طے شدہ ہے ﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَشَّابِعٌ بِالْأُمُورِ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے  
 جاتے ہیں سب کام۔

### ماقبل سے ربط ہے

یہ بات آپ حضرات پہلے سن پکے ہیں کہ کہ کرمہ میں باغات، بحیثیت وغیرہ نہیں تھے کیونکہ وہ زمین زراعت والی نہیں  
 تھی۔ وہ لوگ اپنی بودباش خوارک کا انتظام بجارت کے ذریعے سے کرتے ہے اور ان کے لیے وہ وسیع کرتے ہے۔ گریوں  
 میں شام کا اور سردویں میں سکن کا ﴿وَرَحْلَةُ الْمُسْتَأْذِنِ عَوْنَادُ الصَّفَوْنِ﴾ سورہ قریش میں اسی کا ذکر ہے۔

### دارالسندوہ میں مشاہدہ

غزوہ بدر سے پہلے قریش کے نے دارالسندوہ میں بھی ہو کر مشورہ کیا کہ یہ لوگ جب کہ کرمہ میں تھے ہم لوگوں کو مسلمان  
 ہونے سے دو کے تھے اور ختنیں کرتے تھے اب یہاں سے اترے گئے ہیں اور ہاں ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے  
 اور یہ طاقتور ہوتے جا رہے ہیں الہذا جب تک ان کا ذات مقابلہ نہیں کریں گے اور ان کے وجود کو ختم نہیں کریں گے یہاں سے لے  
 فتحہ ہیں۔ الہذا سارے لوگ اچھا کرو۔ اس وفحہ شام کا جو تجارتی سفر ہواں کا سارا لفظ جو شام میں حاصل ہوا دیکھ آ کر سامان  
 ہیاں پک کر حاصل ہو وہ سارے کا سارا مسلمانوں کے خلاف خرچ ہوا چاہیے۔ اس سے احتی و خریدے جا سکیں اور دیگر جگہی  
 ضروریات اور صلی قبضہ تمہاری رہے گی۔ اس بات پر سارے راضی ہو گئے اور کسی نے اختلاف نہ کیا۔

چنانچہ ایک ہزار اونٹ سامان سے لدے ہوئے، سامنہ آدمیوں کا تاذہ جس کے ایری الاسفاریان تھے جو اس وقت  
 رضی اللہ عنہیں ہوئے تھے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس میٹنگ اور اجتہاد کے تی خبر مددیہ طبیبہ پہنچ تو مسلمانوں نے پروگرام  
 بنایا کہ وہ ایک پرستکر روتا کہناں کے پاس ہاں رہے اور نہ لڑائی کی نہ بڑھتے آئے۔ سے لاوں کو بھی اطلاع ہو گئی کہ وہ ہاں سے  
 تا فہر کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ وہ دہاں سے چل پڑے اور یہ ہاں سے چل پڑے۔ تمہاری تا فہر تو راست بدلت کر بیچ کی طرف ہو گیا  
 اور یہ دلوں گردہ بدر میں اکٹھ ہو گئے۔ بدر مددیہ مورہ سے آئی [۸۰] میل کی صافت پر ہے۔ کافر بدر میں پہلے بیچ گئے اور  
 پال کے جسموں پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ حضرات پہنچو آنحضرت ملکہ نبیت نے ایک جگہ کے متعلق فرمایا کہ تم یہاں مورچہ قائم کرو۔

### حضرت خباب ابن منذر رضی اللہ عنہ کا مشورہ

حضرت خباب ابن منذر انصاری ٹیٹھو جگی اسرو میں بڑا تجربہ رکھتے تھے۔ انہوں نے آنحضرت ملکہ نبیت کی خدمت

میں عرض کیا کہ حضرت! اس جگہ سورچہ ہنانے کا حکم رب تعالیٰ کی صرف سے ہے یا آپ ملینہ لیم کی ذاتی رائے ہے؟ اگر رب تعنی کا حکم ہے تو پھر جس قتل و قاتل کا حق نہیں پہنچتا اور اگر ذاتی ہے تو پھر میں تجویز کی ہنا پر اپنی رائے عرض کرتا ہوں۔ اُمحضرت ملینہ لیم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کی طرف سے صرف لڑنے کا حکم ہے سورچہ، ہماری صوابہ پیدا ہے۔ کہنے لگے حضرت اُجلی نقشبند نظر سے یہ جگہ ہمارے لیے منیشیں ہے آگے والی جگہ محبک رہے گی۔ رائے ان کی درست تھی آگے رہیت کا نیلا خدا ہاں جا کر سورچہ، نایا گی۔ وہاں پائیں تھیں تھا اُنہوں تعالیٰ نے باشنازی نہیں کی دیت۔ جم کر سرک بیں گئی اور پائی کا انتظام بھی ہو گیا کافر پست جگہ پر تھے وہاں پائی جمع ہو گی۔ ان کی شکست کے ظاہری اسباب میں سے ایک یہ بھی تھا۔

الله تعالیٰ اس کا ذکر فرماتے ہیں ﴿إِذَا أَنْتُمْ بِالْعُذُولِ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهُ مِنْ طَبِيبِ كَيْفِيَتِكُمْ﴾ اور جس دوہرے کے کنارے پر تھے جو مدینہ طیبہ سے درختا۔ ﴿وَالْأَرْجُبُ﴾ اور حباری طرف قریب تھا ﴿فِيمَا تَنْدُوُ اللَّفُوْدُ﴾ اور وہ کافر پرے کنارے پر تھے جو مدینہ طیبہ سے درختا۔ ﴿وَالْأَرْجُبُ﴾ اور حباری تافل جس کی قیادت ابو حیان کرنے ہے تھے ﴿أَنْقَلَ مِنْهُمْ﴾ تم سے یئچے کی طرف تھا۔ محلِ سمندر پر وہ جگہ بدر سے پست تھی۔ غرہہ بدر کوئی پہلے سے طے شدہ نہیں تھا کہ تم نے فلاں جگہ پہنچا ہے اور ہم نے بھی اور لڑائی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَمْ يَلْزُمْ أَعْذُنْهُمْ﴾ اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے پہلے سے کہ فلاں وقت فلاں جگہ پر پہنچنا ہے ﴿لَا خَلْقَنِيَّةِ الْمُؤْمِنِ﴾ تو البتہ اختلاف کرتے وعدہ پورا کرنے میں ممکن ہے تم بروقت نہ پہنچتے یا وہ نہ پہنچتے ﴿لَكُنْ لَّيَقُولُونَ إِنَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا﴾ اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے اس حوالے کا جو طے شد ہے ﴿لِحَمْلِكَ﴾ تاکہ بہاک ہو ﴿مَنْ هَلَكَ﴾ جو بہاک ہوتا چاہتا ہے ﴿عَنْ بَيْتِهِ﴾ کھلی دلک کے ساتھ کہ ان کو کثرت تعداد اور قوت پر گھٹھن و غیرہ رہا۔ اسلوک ان کے پاس پہنچات تھی، سارا عرب ان کے ساتھ تھا اور دوسری طرف صرف تین سو تیرہ تھے اور لڑائی کے قابل ہی تھے۔ پہنچے ناپہنا، الگڑے، بوڑھے، معدود رئے، مورشیں اور بچے تھے۔

﴿وَيَعْلَمُونَ عَنْ عَيْنِي بَيْتِي﴾ اور جزو نہ رہنا چاہتا ہے زندہ رہے کھلی دلک کیا تھا۔ آئندہ تواروں کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار کواروں پر غلبہ عطا فرمایا ﴿إِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ بَيْتِي﴾ اور سب تک البتہ اللہ تعالیٰ سخن والا، جانے والا ہے۔

﴿وَإِذْ يَرْبِطُهُمُ اللَّهُ بِهِ تَأْمُلُكُ قَبْلَ لَهُ﴾ جس وقت اللہ تعالیٰ دکھانا تھا آپ کو وہ کافر کے خواب میں تھوڑے۔ غرہہ بدر سے چند دن پہلے اُمحضرت ملینہ لیم نے ایک خواب دیکھا کہ، ما کافر و مسلموں سے مقابلہ ہو رہا ہے اور ان کی تعداد کم ہے۔ یخواب آپ ملینہ لیم نے صحابہ کریم تھا کہ مسلموں کے سامنے بیان کیا تھا جس سے مسلمانوں کی مت بڑھ گئی۔ حالانکہ ظاہری طور پر معاملہ اس کے برکس تھا کہ مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی اور کافروں کی تعداد زیاد تھی۔

### ۳۔ اُمحضرت ملینہ لیم کا خواب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ملینہ لیم کا خواب ہوا اور خلاف حقیقت ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ پیغمبر کی بات

بیداری کی ہو یا خواب کی وہ حقیقت ہوتی ہے۔ امام خیر الدین رازی وغیرہ فرماتے ہیں کہ خواب کی ایسے صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت جس کو تعبیر بھی کہتے ہیں۔ صورت اور ہوتی ہے اور حقیقت اور ہوتی ہے۔ یہ تھوڑے نظر آنے کی حقیقت اور تعبیر ان کی مinctست کی طرف اشارہ تھا کیونکہ عادۃ تھوڑی کوچکت ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پچھلی نصیحت کی پچھلی نصیحت امام فضل بن العثیمین نے ایک خواب دیکھا اور وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئی اور عرض کیا یہ، رسول اللہ! آج رات میں نے ایک برخواب دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ بہت سی بخت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے، یا بتا کیس تو کسی وہ کیا ہے؟ حضرت امام فضل بن العثیمین نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے چشم مبارک سے ایک ٹکوک کات کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میری بخوبی جگر میں سیدہ ناظرہ بنی اسرائیل کے ہاں لڑکا پیدا ہو گا جو تمہاری گود میں کھیتے گا۔ چنانچہ سیدنا حسین بن علی پیدا ہو گئے۔ ظاہراً وہ کھو تو خواب کی صورت کتنی خوفناک تھی اور وہ بڑی پریشان ہو گی کیونکہ ان دونوں افواہ شہر تھیں کہ یہ وہی آپ ﷺ کو شہید کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا ذہن اس طرف گیا کہ آپ ﷺ کی شہادت کی طرف اشارہ ہے لیکن حقیقت اور تعبیر کسی خوب صورت تھی۔

ای طرح یہاں خواب میں کافروں کا تھوڑا نظر آنا ان کی مinctست کی طرف اشارہ تھا اور ایسا ہی ہوا۔ ﴿وَلَوْ أَنْهَا كُلُّهُمْ كُفِيرٌ قَاتَلُوكُمْ﴾ اور اگر اشد تعالیٰ دھماواہ کافر آپ کو زیادہ البتہ تم بزوال کر جاتے ﴿وَلَكُنَّا لَأَنْعَثْمُ فِي الْأَمْرِ﴾ وہ البتہ تم جھلوک کرتے اس معاملہ میں۔ اگر خواب میں کافر زیادہ نظر آتے اور آپ خواب بیان فرماتے تو ایسے لوگ بھی تھے جو کہتے ہیں نہیں لڑا چاہیے ہم تھوڑے ہیں اور کوئی کہہ رہا چاہیے۔ کیوں کہ ذہن مختلف ہوتے ہیں حالات جدا جدا ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک جیسا مزارج اور ایک جیسی بھجنیں دی ﴿وَلِكُنَ اللَّهُ سَلَّمَ﴾ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے سلامتی میں رکھا ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ بلاتِ الصُّدُوْرِ ہے تھے وہ میتے کے رازوں کو مج نے نہ دالا ہے۔

جس وقت آپ ﷺ مقام بدر میں آنچھے گئے آگے اس کا ذکر ہے۔ فرمایا ﴿وَإِذْ يُبَثُّنُوْهُمْ﴾ اور تم کو دکھائی وہ فوج ﴿وَإِذَا تَقْتَلُنَّمْ﴾ جب تم آئنے سامنے ہوئے ﴿فَقَاتِلُوكُمْ قَاتِلُوكُمْ﴾ تمہاری آنکھوں میں تھوڑی۔ جو سامنے نظر آتے تھے وہ تھوڑے تھے باقی پیچھے تھے وہ تکریں آتے تھے ان کو کم سمجھ کر سماںوں کی بہت بڑی گئی کہا رے مقابلے میں تھوڑے ہیں۔ پھر جب پچھلے بھی آگئے اور اکٹھے ہو گئے تو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ریت کی سمجھی بھر کر شاہیت الوجوہ پڑھ کر ان کی طرف سمجھی۔ وہ ان کی آنکھوں میں پڑ گئی۔ انگلوں پچھلوں، دائیں بائیں، سب کی آنکھوں میں۔ ریت کی سمجھیں پھیلانا آپ ﷺ کا کام تھا اور سب کی آنکھوں میں والر رب کا کام تھا۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَوْ أَنْتَ مُهْتَاجٌ إِذْ تَقْتَلُنَّمْ﴾ اے نبی کریم ﷺ نے اسے تھارے کی ملکی جو آپ ﷺ نے سمجھکی تھی وہ آپ ﷺ نے نہیں سمجھکی تھی وہ رب تعالیٰ نے پہنچائی تھی۔ ﴿وَلَمَّا قُتِلُوكُمْ﴾ اور تم کو قورا کر کے دھمایا ان کی آنکھوں میں۔ مسلمان تو واقعی تھوڑے تھے

﴿بِسْمِ اللَّهِ الْأَمَرِ كَانَ مَفْتُولًا لَهُ﴾ تاکہ فیصلہ کے اللہ تعالیٰ اس معاطلے کا جو طے شدہ ہے کہ باد جو تمہارے کمزور ہونے کے اللہ تعالیٰ نصرت و مدحرا کر کا میابی نصیب کرے گا ﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَعْمَلُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ اسی کی طرف لوٹاے جاتے ہیں سب کام۔ ظاہری، باطنی، روحانی، جسمانی، گھومنی اور غریبی، سب پر کنڑوں اسی کا ہے۔

~~~~~

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ اے دلوگ! جو ایمان لائے ہو ﴿إِذَا لَقُنْتُمْ فِتْنَةً﴾ جب تم ملوثی کرنے کرہو کافروں کے گردہ سے ﴿فَأَشْبُعُوا﴾ پس ثابت تدم رہو ﴿فَوَإِذَا كُرِّزَوا إِلَى اللَّهِ كَفِيرُوا﴾ اور ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا کفرت سے ﴿أَعْلَمُمْ شُفَعَوْنَ﴾ تاکہ تم فلاج پا جاؤ ﴿وَأَطْهِمُ اللَّهَ ذَرَّاسُولَهُ﴾ اور احاطت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول میں پھر جنم کی ﴿وَلَا تَنَالُ أَعْزَمُكُمْ﴾ اور آپس میں بھگرانے کرو ﴿فَقَسْلَوْا﴾ پس تم کمزور ہو جاؤ گے ﴿وَلَذِكْرَ بِرِبِّكُمْ﴾ اور تمہاری ہوا اکھر جائے گی ﴿وَأَصْبِرْدَا﴾ اور صبر کرو ﴿وَإِنَّ اللَّهَ حَمْمَمُ الشَّيْرِيَّ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿وَلَا تَنَلُّنَّا﴾ اور سہ ہوتم ﴿كَلَّمَنْ شَنَّ حَرَجَ حَوَّا يَنْ وَيَسِّرْهُمْ بَطْرَا﴾ ان لوگوں کی طرح جو لٹکے اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے ﴿فَوَيْرَثَأَتُّهُمْ﴾ اور لوگوں کو کھانے کے کیے ﴿وَيَهْدِنَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور وہ روکتے تھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے ﴿وَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْصِمُونَ مُحِيطٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں احاطہ کرنے والا ہے ﴿فَوَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَنُ أَعْمَالَهُمْ﴾ اور جس وقت مزین کیا ان کے لیے شیطان نے ان کے انہاں کو ﴿فَوَقَالَ﴾ اور کہا ﴿وَإِذَا خَالَبَ لَكُمْ لَيْلَمُومَ مِنَ النَّاسِ﴾ نہیں غالب آئے گا تم پر آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی ﴿وَإِنْ جَاءَكُمْ﴾ اور بے شک میں تمہارا ہمدردگار ہوں ﴿فَلَسَاطَرَ آءَتَ الْفَئَثِنِ﴾ پس جب آئنے سامنے ہوں گیں دو جماعتیں ﴿يَجْضَعُ عَلَى عَقِيبَتِهِ﴾ پھر گیادہ ایروں کے میں ﴿فَوَقَالَ﴾ اور کہا ﴿إِنَّ بَرِّيَّةَ مُؤْمِنِينَ﴾ بے شک میں بے زار ہوں تم سے ﴿إِنَّ الْأَمْرِيَّ هَلَالَ كَرَزَنَ﴾ بے شک میں دیکھتا ہوں وہ مغلوق جو تم نہیں دیکھتے ﴿إِنَّ أَخَافَ اللَّهَ﴾ بے شک میں ذرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ﴿وَإِنَّ اللَّهَ شَوِيهِنَّ الْوَقَابِ﴾ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے واما ہے۔

غمزدہ بد رکاذ کر چلا آ رہا ہے۔ اس غمزدہ میں جو چیزوں مسلمانوں کی کامیابی کا سبب نہیں اور قیامت تک مسلمانوں کی کامیابی کا ذریعہ ان میں سے بعض اہم چیزوں کا اللہ تعالیٰ ذکر فرماتے ہیں۔

### میدانِ جنگ میں کامیابی کے راز

اہل چیز: ﴿فَرِبَا يَا يَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ اے دلوگ! جو ایمان لائے ہو ﴿إِذَا لَقُنْتُمْ فِتْنَةً﴾ جب ملوتم یعنی کمزور

کافروں کے گروہ سے، مقابلہ ہو کافروں کے ساتھ ﴿فَلَمَّا نَبَغَتِ الْأَرْضُ﴾ پس ثابت قدم رہو۔ اور پہلے اسی سورت میں گزر چکا ہے کہ میدان جنگ میں پشت و کھانا جب سو شن کا لٹکا پنے سے اگنا بھی ہو، گناہ کبیر ہے۔

درسترا کام: ﴿هُوَ ذُو الْكِبِيرِ﴾ اور ذکر اللہ تعالیٰ کا کثرت سے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی برکت سے مومن کے دل کو قوت و حمل ہوتی ہے۔ لیکن میدان جنگ میں نفرہ بکیر کے علاوہ دوسرے اذکار آہستہ کرے اور ضرورت پیش آئے تو نفرہ بکیر بلند آواز سے لگائے۔

تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں روایت ہے کہ تم موقوعوں پر اللہ تعالیٰ آواز بلنڈ کرتا پنڈنگیں کرتے ایک چہاد کے موقع پر کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر آہستہ کرو۔ درسترا جنگ سے کے ساتھ جاتے ہوئے جوڑ کر بھی کرو آہستہ کرو۔ تم رانمازوں کے بعد جوڑ کرنا ہے آہستہ کرنا ہے۔ اور سبھ کے صحیح یہ مسئلہ کی مرتبہ ان پچھے ہو کہ جب مسجد میں ایک نمازی بھی نماز پڑھ رہا ہو بند آواز سے تر آن شریف پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ امام کو اجازت ہے کہ تعلیم کے میں ذکر بند آواز سے بتا سکتا ہے کہ اس طرح کرو اور اس طرح پڑھو اور ذکر کے میں بڑی ہوئیں کہ خوش رائیں، قیل کی طرف رخ کرنا شرعاً نہیں ہے، بینچہ کہ کتاب شرعاً نہیں ہے، صحن بھرتے کر سکتے ہو، لیئے ہوئے کر سکتے ہو۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو یہ تمہاری کامیابی کا بہت بڑا ذریعہ ہے ﴿الْعَلَمُ لِلْمُؤْمِنِونَ﴾ تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

فسر استرا کام: ﴿هُوَ أَعْلَمُ الْمَوْلَى﴾ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے اس کی تعلیل ضروری ہے۔ اور آپس میں جھگڑا نہ کرو

چھوپھا کام: ﴿وَلَا تَشَانُوا﴾ وہ آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ اس لیے کہ اگر تم نے جھگڑا کیا تو ﴿لَفَتَّلُوك﴾ کمزور ہو جاؤ گے، بزدل ہو جو گئے تمہاری قوت بکھر جائے گی ﴿وَلَمْ يَرَهُ بِرَيْنَهُمْ﴾ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اتحاد اتفاق میں جو برکت ہے وہ انتشار میں نہیں ہے۔ اگر نظریاتی باتیں ہیں تو ایک درسے کو گوارا کرو یہ کامیابی کا گر رب تعالیٰ نے بتایا ہے ﴿إِذَا خِذْلَةُ الْمُؤْمِنِ﴾ اور صبر کرو۔ راہ حق میں تلکیش آئیں گی، رنجی ہو گے، شہید بھی ہو گے، طرح طرح کی چیزیں ہوں گی صبر کرو۔ یہ اصول ہیں کہ ان پر عمل کرنے والا ان شاء اللہ تعالیٰ کا سیاہ ہو گا۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ مَمْضِيُّ الصَّابِرِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے اور اس کا یہ بھی حکم ہے کہ تکبیر اور غرور نہ کرو تکبیر بہت بڑی چیز ہے۔ تکبیر کا مطلب ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور دوسروں کو تھیر اور گھنیا سمجھے اور یہ کبیرہ مکاہوں میں سے ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دائے کے برار بھی تکبیر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اگر وہ تکبیر کو حلال سمجھتا ہے تو پھر تو وہ کافر ہے اور کافر جنت میں کبھی نہیں جائے گا اور اگر حرام اور گناہ سمجھتے ہوئے کرتا ہے تو اس کو جنت میں دخول اول نصیب نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ بہتر جاتا ہے کہ کتنے سالوں کے بعد جنت کا دخول نصیب ہو گا۔ لہذا تکبیر سے بچوں کی تھیر نہ کھو اور کسی کی سمجھ بات کو نہ مظہراً۔

﴿وَلَا تُنْهِنُوا كَاتِنَيْنِ﴾ اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح ھر خوش چوایں دیکا را ہم بھٹکا لیں جو لکھے اپنے گھروں سے یعنی مکہ مکرمہ سے اکٹتے ہوئے، تکبیر کرتے ہوئے اپنی قوت کے نئے میں ھر ذریعاً تائید اثابیں ہیں اور لوگوں کو دکھانے کے لیے۔ دھول بخار ہے تھے، بھروسہ ناجاری تھیں، بھگڑا ذاتے ہوئے کہ کرمہ سے لٹک بڑا محیب مظہر تھا۔ ھو ھمیں ہون عَنْ سَبِّیْلِ اللّٰہِ اور وہ روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ یہ سب یکجہتیوں نے اسلام کے مقابلے کے لیے کیا۔ پھر ان کا جو حشر ہوا وہ آپ تھیں سن چکے ہیں کہ سڑ بارے گئے، ہر تر گرفتار ہوئے اور باقیوں کو زجاجتے کے لیے راستہ نہ طاھر (وَاللّٰہُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُبِينٌ) اور اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔ علم کے لحاظ سے بھی اور قدرت کے لحاظ سے بھی۔

### سراقہ ابن مالک کا واقعہ

اگلی آیت کریمہ میں ایک و تعداد کرہے کہ قریش بکہ جب بدر کے لیے نکلنے لگتے تو انہیں یہ خیال آیا کہ سراقہ ابن مالک کتابی سے ہمارا اختلاف ہے۔ سراقہ ابن مالک قبیلہ بنو بکر جو عرب کے قبائل میں سے برا اشہور اور اراکا قبیلہ تھا اور اس کی شاخیں دور و راز تک پہنچیں ہوئی تھیں یہ اس قبیلے کا سردار تھا اور کے والوں کو وہ کمی دفعہ حکمیں دے پکا تھا کہ میں تمہارے ساتھ نہ لوں گا۔ تو مشرکین کے پریشان ہوئے کہ ہم سارے بخار ہے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم رے چلے جانے کے بعد سراقہ ہماری موتوں اور بچوں کو قید کر کے لے جائے۔ کیوں کہ ہم ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ جب سولہ سو ساتھیوں کے ہمراہ غزہ وہ خبر کے لیے تشریف لے گئے تو قبیلہ بنو اسد اور قبیلہ بنو غطفان جو مشرکوں کے قبیلے تھے انہوں نے یہ بدویوں کے ساتھ مل کر مشورہ کیا کہ لڑنے والے مسلمان تو سارے جا چکے ہیں لہذا دینہ طیبہ پر عمل کر کے مسلمانوں کی موتوں کو قید اور بچوں کو فتح کرو۔ ان میں جو بوڑھے تھے ان میں سے بعض نے کہا کہ یکمou اغم (ملہنیہ)

بڑے دانا اور کچھ دار وی ہیں اور اس بات کو تم سب تسلیم کر تھے ہو۔ وہ خیر گئے ہیں تو بچوں کا کوئی انتقام کر کے گئے ہوں گے یعنیں ہو سکتا کہ وہ موتوں اور بچوں کو بے آسرا چوڑا کر چلے جائیں۔ اتنی بات سنتے ہی اس بات کی ہمت پست ہو گئی۔

اسی طرح کے والے اس بات سے پریشان ہوئے اور ان کے بڑے بڑے حضرات دارالتدوہ میں اکٹھے ہوئے۔ اسی موقع پھر میں تھے کہ طیبیں میں سرقاہ ابن مالک کی ٹکل میں آیا اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ جو عکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ ان ان کی مدد ہے کی اور ملی وغیرہ کی۔ یہ جو بعض میاں نے لوگ کہتے ہیں کہ میں نے پیدا وہ دیکھا ہے وہ حقیقت میں نہ ہوتا ہے۔ تو طیبیں سرقاہ ابن مالک کی ٹکل اختیار کر کے یا اور اس کے ساتھ اور کافی شیاطین انسانوں کی ٹکل میں آئے۔ کہنے لگا وہ کیوں بھے معلوم ہوا ہے کہ تم میری وجہ سے پریشان ہو۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری ہماری گھر کی ٹوایاں ہیں یہ بھلی رہیں اور ہوتی رہیں گی۔ اس وقت تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلے میں بخار ہے ہو وہ تمہارا اور امشتہ کر دیں گے۔ میں بہت خوش ہوں میرے ساتھ ملکف برادر یوں کے لوگ ہیں جنم سب تمہارے ساتھ لانے کے لیے جائیں گے۔

نفرے شروع ہو گئے سراقتہ زندہ باد، سراقتہ زندہ باد، سراقتہ زندہ باد۔  
 کسے والے خوش ہوئے کہ بخڑھہ مل گیا ہے بلکہ وہ ہمارا معادن بن گیا ہے۔ یہ جعلی سراقتہ بدرستک اپنی فوج سیست ساتھ  
 گیلان تفسیر اور حدیث کی کتب میں آتا ہے کہ بوجمل قیادت کر رہا تھا اور سراقتہ (المیں) کا ایک ہاتھ ابو جہل نکے ہاتھ میں تھا اور  
 ایک روایت میں آتا ہے اس کا ہاتھ ابو جہل کے بھائی هارٹ امن رشام کے ہاتھ میں تھا۔ یہ ۸ میں مسلمان ہو گئے تھے۔  
 جس وقت بدر میں تمیں ہزار فرشتے، زل ہوئے اور جمل سراقتہ المیں یعنی اور اس کے فوجوں نے دیکھے تو ہاتھ چھڑا اور  
 بھی گاہوں کی بینے لگا تم جاؤ اور تمہارا کام مجھے دے ٹلوخ نظر آری ہے جو تھیس نظر نہیں آرہی۔ المیں کو پتا تھا کہ جبریل اور میکا کل میری  
 بھی ٹھکانی کریں گے لہذا بھاگ گیا۔ اس کا ذکر ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِذَا زَيَّنَ لَهُمُ الظَّبَابُينَ أَهْمَالَهُمْ﴾ ذر جس وقت مزین کیا ان کے لیے شیطان نے ان کے  
 اعمال کو کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں ﴿وَقَالُوا﴾ اور کہنے لگا ﴿لَهُمَا إِلَيْكُمْ تَبِعُونَ مِنْ أَنَّا سَهِّلَ آنَّهُمْ أَنْجَمْتُمْ﴾  
 آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی خود تمیں کاہل ہو ﴿فَوَإِنَّى جَاءَنَا لَكُمْ﴾ اور بے تحکم میں تمہارا مدعاگار ہوں ﴿فَلَنَّا تَرَأَوْتُمْ﴾  
 الفاظ یہی پس جب آئنے سامنے ہوں گے دو جماعتیں۔ مونوں کی اور کافروں کی بدر کے مقام پر ﴿لَهُمَا إِنَّ عَيْنَيْكُمْ﴾ پھر گیا وہ  
 ایزوں کے کل۔ اتنے پاؤں ہما گا ﴿وَقَالُوا إِنَّنَا نَرَيْنَا مُصْنَعَنَّا﴾ بے تحکم میں بے زار ہوں تم سے ﴿إِنَّا لَمَنِّا حَمَّا  
 لَا نَكُونُونَ﴾ بے تحکم میں دیکھتا ہوں وہ مخلوق جو تم فیکر دیکھتے۔ مجھے فرشتے نظر آرے ہے یہ ﴿إِنَّا أَخَافُ اللَّهَ﴾ بے تحکم میں ذرتا  
 ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ اس کے فرشتے مجھے ماریں گے۔ پہنچی کریں گے۔ لوگوں نے بہت کچھ کہا تیکن۔ سے کسی کی کوئی بات نہیں۔ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ شَوِّيْنَ  
 الرِّقَابَ﴾ اور اندھوںی سخت سزا دینے والا ہے۔ آج میری پناہ ہو جائے گی یہ کہہ کر شیطان بھاگ گیا۔ شیطان، شیطان ہے۔  
 اللہ تعالیٰ اس کے پحمدوں سے سب کو بچائے اور حکومت رکھے۔

﴿إِنَّمَا يَنْهَا عَنِ الْمُنْفَعَنَ﴾ جب کہنے لگے منافق ﴿فَإِنَّمَا يَنْهَا عَنِ الْمُنْفَعَنَ﴾ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری  
 ہے ﴿غَرَّهُوَلَّا وَدِيْنُهُمْ﴾ وہو کے میں ڈالا ہے ان کو ان کے دین نے ﴿وَمَنْ يَنْتَهِ عَنْ حُكْمِ اللَّهِ﴾ اور جو بھروسہ  
 کرے اللہ تعالیٰ پر ﴿فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ میں بے تحکم اللہ تعالیٰ غالب ہے ملکت والا ہے ﴿وَكَوْنَتِي﴾ اور  
 اگر اے مخاطب! تو دیکھے ﴿إِنَّمَا يَنْهَا عَنِ الْمُنْفَعَنَ كُفَّرُ دِيْنَهُمْ﴾ جس وقت جان لکاتے ہیں ان لوگوں کی جو کافر  
 ہیں فرشتے ﴿لَهُمْ يُؤْنَى وَلَهُمْ دُؤْلَهُمْ﴾ اُذہب اُتھم ہمہ مارتے ہیں ان کے مونبوں پر اور ان کی بیٹوں پر ﴿وَلَهُمْ دُؤْلَهُمْ﴾  
 المعنی یہ اور جکسو جلانے والا عذاب ﴿وَذَلِكَ بِمَا كَفَرُتُمْ﴾ یہ اس سب سے جو آگے بھیجا ہے تمہارے

ہاؤں نے ﴿وَأَنَّ اللَّهَ رَبِّنِيْسِ بَلَّا مِنْ لِتَهْبِيْهِ﴾ اور بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہے ظلم کرنے والا اپنے بندوں پر ﴿كَذَابُ الْفُرْعَوْنَ﴾ ان لوگوں کی عادت ہے جیسے عادت تھی فرعونیوں کی ﴿وَالَّذِيْنَ مِنْ قَوْمِهِمْ﴾ اور ان لوگوں کی جوان سے پہلے تھے ﴿كَفَرُوا بِإِلَيْتِ اللَّهِ أَكْثَارُهُمْ﴾ ان کا اخوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا ﴿فَاتَّخَذُهُمْ أَنَّهُمْ بِلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ پس کچھ اُن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدے ﴿إِنَّ اللَّهَ قَوْمٌ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ توی ہے ﴿شَوَّهُهُمْ أَعْقَابُهُمْ﴾ سخت سزادیے والا ہے ﴿ذَلِكَ﴾ یہ سزا اس لیے دیتا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُنْ مُغَيِّبًا﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتے والا ﴿أَعْلَمُهُمْ﴾ نعمت کو ﴿أَعْلَمُهُمْ عَلَىٰ خَوْرَهُمْ﴾ جو نعمت دی ہے اس نے کسی قوم کو ﴿حَتَّىٰ يَعْتَزِزُ ذَلِكَ﴾ یہاں سک کر وہ خود بدل دیں ﴿فَالِّيْلَيْلُ نَقْرِبُهُمْ﴾ اس کو جوان کے غصوں میں ہے ﴿وَأَنَّ اللَّهَ سَيِّدُ الْعَالَمِينَ﴾ اور بے شک اللہ تعالیٰ سنتے والے جانے والے ہے ﴿كَذَابُ الْفُرْعَوْنَ﴾ ان کی عادت ہے جیسے فرعونیوں کی تھی ﴿وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ اور ان لوگوں میں جوان سے پہلے تھے ﴿كَلَّمَنَا لِيَلِيْلَتْ تَاهِيْمَ﴾ جھٹایا اُنھوں نے اپنے رب کی آیتوں کو ﴿فَأَهْلَكْتُهُمْ﴾ پس ہم نے ان کو بلاک کیا ﴿بِلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ ان کے گناہوں کے بدے میں ﴿وَأَغْرَقْتُمْ أَلْفَرْعَوْنَ﴾ اور ہم نے غرق کیا فرعونیوں کو ﴿وَكُلْيَ كَلْوَنَ الطَّلَبِيْفِ﴾ اور یہ سب کے سب طلسم کرنے والے تھے۔

### ماقبل سے ربط ہے

غزدہ بدر کا ذکر چلا آرہے۔ مدینہ طیبہ میں یہودی، بھی آباد تھے عیسائی اور مشکن بھی رہتے تھے۔ یہود یہاں میں سے بہت سے لوگ بظاہر بھی زبانی طور پر بکر پڑھ کر مسلم نوں میں شامل ہو گئے مگر دل سے اسلام کو قبول نہ کیا۔ یہ منافقین بھی موجود تھے۔ بجاہر ان کا لکھر جب بدر کے بیان ہوا تو بجاہر ان کی یہ حالت تھی کہ کوئی ننگے یا اوس تھا، کسی کے سر پر ٹوپی پگڑی نہیں تھی، خوت گری کا زمانہ تھا اور عجیب یہ کہ صرف آٹھ ٹکواریں ہیں۔ حالانکہ اس وقت عرب کا عام دستور تھا کہ لوگ تکوار ہاتھ میں رکھتے تھے۔ جیسے: یہاں لوگ لاٹھی ہاتھ میں رکھتے ہیں مگر، داری اور مفسس کی وجہ سے تکواریں بھی نہیں تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے رواگی کے وقت دعا فرمائی۔ یہ بھوکے، ننگے، نستے جب وہاں سے روانہ ہوئے تو یہود یہاں، مشکوں اور منافقوں نے آوازیں کیں، ملنے دیے کہ یہ کسی کوچ کرنے کے لیے چارہ ہے ہیں، یہ بجاہر ہیں ان کی گرد نیم اتاریں گے اور ان کو گرتا رکر کے لامیں گے اور ان کا ایں کھا بھیں گے۔ ان کی طرف اشارہ کرتے اور عجیب عجیب حشم کے مٹھے دیتے اور اتنی بہت تو ظاہر تھی کہ ایک طرف ساری دنیوں کے عرب تھی اور دوسری طرف یہ منافقین تھے بظاہر کوئی نسبت نہیں تھی۔

### مشکین کے طمع کا جواب ہے

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے طمع کا جواب دیا ہے اور منافقین کی تردید فرمائی ہے۔ فرمایا ﷺ اذ یہاں

الشَّفِقُونَ۝) جب کہتے گئے مثال ﴿وَالنَّبِيَّنَ فِي قَلْوَاهُهُمْ قَرْبَتِي﴾ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں یادی ہے کفر شرک کی ﴿غَزَّلَاةُ دِينِهِمْ﴾ وہ کے میں ڈالا ہے ان کو ان کے دین نے۔ یہ چند سمجھی بھروسہ عرب کو فتح کرنے کے لیے جاری ہے جس قدرش کم پر غصہ پانے کے لیے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا برا مختصر سارا جواب دیا ﴿مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَىٰ إِنْهِ﴾ اور جو بھروسہ اس کے لیے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ﴿لَوْلَا اللَّهُ عَزَّ ذِي قُوَّةٍ حَكَمَ﴾ پس بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ جانے والوں کا رب تعالیٰ پر بھروسہ ہے جو کچھ سیسر تھا وہ لے لیا ہے، آگے رب تعالیٰ کا کام ہے تجویں اس کے ہاتھ میں ہے۔ توکل کا سمجھی ہے ظاہری اساب اختیار کرنے کے جد تیجربہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا۔ اگر ظاہری سبب اختیار نہ کیے جائیں تو اس کو خفظ کہتے ہیں یہ توکل نہیں ہے۔ شاعر نے توکل کا ضمیم بیان کیا ہے کہ۔

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خبر تیز رکھا اپنا

بھروسہ خبر کی تیزی کو مقدر کے حوالے کر

تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو دین نے دھوکے میں نہیں؛ الیکل ان کا رب تعالیٰ کی ذات پر توکل ہے۔ فرمایا آج تو یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ خصیح رہے ہیں اور کرتے ہیں گے ﴿وَتَوَكَّلْتُ﴾ اور اگر اسے خاطب اور کہئے ﴿إِذَا تَرَكَ الْأَنْشَاءَ﴾ گفرو ﴿الْأَنْكَلَةَ﴾ جس وقت جان لکاتے ہیں ان لوگوں کی جو کافر ہیں، فرشتے جس دستے جان لکھ ل کرتے ہیں ﴿فَتَسْبِيحُونَ ذُبُوكَمْ ذَادِيَّةَ نَفْسِنَ﴾ مارتے ہیں ان کے مونہوں پر اور ان کی پیٹھوں پر۔ قفسروں میں لکھا ہے مقایعہ من خبیدپ کو ہے کے، قزوں سے مارتے ہیں مونہوں پر بھی اور پیٹھوں پر بھی۔ سیکن ساتھ کھڑے ہوئے ڈاکنوں، چیکوں اور گھر کے افراد کو کچھ پتا نہیں چلا کر مرنے والے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ یہ چونس اللہ تعالیٰ نے غیب میں رکھی ہیں ان کو اس طرح مانے کا نام ایمان بالغیب ہے۔ گراند تعالیٰ ہمیں دکھانے تو پھر ایمان بالغیب تو رہا۔

تو یاد رکھنا: جوں لکاتے وقت فرشتے سوال جواب کرتے ہیں، اُنکو ہولی ہے، مار پڑتی ہے، یہ سب کچھ حق ہے اور کہتے ہیں ﴿وَذُو قُوَّةِ عَذَابٍ أَنْعَوْتُنِي﴾ اور بچھو جلانے والا عذاب۔ قبر میں جانے کے بعد ورزخ جنت سامنے آ جاتی ہے، حساب و کتاب شروع ہو جاتا ہے۔ لوگ قیامت کو درست ہیں حالاں کہ امیر حضرت ﴿لَهُ الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ نے فرمایا: ((عَنْ مَا تَفَدَّقَ أَقْتَلْتُ قَيْنَاقَهُ)) ”جہوت ہوا تحقیق اس کی قیامت برپا ہو گئی۔“

فرمایا ﴿لِكَ﴾ یہ جو ساتھ کوہری ہے ﴿لِهِ لَمَّا كَلَمَتَ أَيْرَبِيَّمْ﴾ یہ اس سبب سے جو آگے بیجا ہے تمہارے ہاتھوں نے اعمال سے جو تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے ﴿وَأَئِنَّ اللَّهَ لَيَسْ بِعَلَامٍ لَّمْ يَعْلَمْ﴾ اور بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہے علم کرنے والا پسندوں پر ذرہ برا بھی۔ بدلتو تحسیں ملے گا کفر شرک کا اور جس کے ساتھ کرانے کا۔

﴿كَذَابًا لِلْفُوزُونَ﴾ ان لوگوں کی عادت ہے ہیسے عادت تھی فزعونیوں کی ﴿وَالنَّبِيَّنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ اور ان لوگوں کی جوان سے پہلے تھے۔ ہیسے: خرود، قوم صالح، قوم شود، قوم نوح ان کی عادت بھی ایسے ہی تھی کہ ﴿كَفَرُوا بِآيَاتِنِّي﴾ انکار کیا

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا۔ آیت سے مراد آسمانی سکایں اور بخشی بھی ہو سکتے ہیں اور بجزے بھی ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابیوں کو بھی جھپٹا یا درجہرات کو جادو کہہ کر رد کر دیا حالانکہ خاص مجرمات ان کے مطابق پر غافر کیے گے۔ قرآن پاک میں تعدد صفات پر آتا ہے کہ حضرت صالح علیہ کی قوم نے ان سے کہا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے فاطمہ ہیں تو جس چنان پر ہم باحترم کسی وہ پوچھ جائے اور اس سے اونچی نکل آئے اور بعض قصیروں میں ہے کہ اس کے ساتھ ایک بچہ بھی ہو۔ فرمایا ہے ﴿إِنَّمَا الْأَذِلُّ عَذَّلَ اللَّهُ عَلَيْهِ﴾ [اصحیحت: ۵۰] یہ مجرمات رب کے اختیار میں ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ میری تائید کے لیے غافر کر دے تو مان لو گے؟ کہنے لگے کہوس نہیں نہیں گے۔ وقت مقرر ہوا، جنگ شروع اے سب مرد، عورتیں، بچے، بیوی، جوان بھگڑا، ذاتیت، تناقضیت کو دے اور مذاق اڑاتے ہوئے جمع ہوئے کہ آج چنان سے اونچی بھنی ہے۔ انہوں نے جس چنان پر باحترم کھا ایسی سے اونچی نکل آئی۔ فرمایا ہے ﴿هُوَ مَنْ أَقْرَأَ شَوَّلَمَ إِلَيْكُمْ﴾ [العزاف: ۲۷] یہ اللہ تعالیٰ کی اونچی تمہارے سے نشانی ہے۔ لیکن ایمان کوئی بھی نہ لایا کہنے لگے جو دو ہے اور انہا کر دیا۔

﴿فَأَخْذَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا يَعْمَلُونَ﴾ پس پکڑ ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدالے ﴿إِنَّ اللَّهَ كَوْنُ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ قوی ہے سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ سزا کیوں دینا ہے؟ ﴿فَإِنَّكَ﴾ یہ اس لیے ہے ﴿بِإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُنْ مُغْنِيًّا﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہے لئے والا ﴿أَنَّعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمَهُ﴾ جو سوت دی ہے اس نے کسی قوم کو ﴿عَلَىٰ يَعْتَدُونَ﴾ مانا ہائیشہنہیں ہیاں نکل کر وہ خود بدل دیں اس کو جو ان کے نہیں میں ہے۔ اسی کا ترجمہ مولانا نظری خاں مردوم نے کیا ہے۔

خدالے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدنے کا

انہوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی، جھڈی، بخیروں کا مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے ضواب کا فکار ہوئے

﴿فَذَأَلِلَّهُ سَيِّدُ الْعَالَمِينَ﴾ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے دالا ہے جانتے والا ہے۔

﴿كَذَابُ إِلَلَّهُ فَرَعُونَ وَالْأَزْتَادُ مِنْ قَوْمِهِمْ﴾ ان کی عادت ہے جیسے فرعونیوں کی تھی اور ان لوگوں کی جوان سے پہلے تھے کہ ﴿كَذَابُوا بِالْيَتِيمَ وَأَنْهَوْنَ مَنْ فَرَعَوْنَ﴾ جھٹلا یا انہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو فرعون کا رہا رہا کہا اور فرعون بہت اونچ سخت پر کری کے اوپر بیٹھا تھا تھا جس پہنچے ہوئے۔ داسیں پہنچیں س کے وزیر، مشیر و عملے کے لوگ پہنچے تھے۔ حضرت موسیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کفر فرعون نے کہا اگر آپ پہنچے ہیں تو نشانی لاو۔ موسیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے جس وقت عصازِ الادہ اڑاہیں گیا اور فرعون کی طرف بڑھا فرعون بڑھاوس ہو کر پہنچ گر پڑا اور کری اس کے اد پر۔ عجیب منظر تھا فرعون کے ذر کے بارے وہاں سے کوئی باہر نہیں گیا کیوں کہ فرعون بڑا عالم جا برنا ﴿كَانَ قَالِيَّا قَنْ الْتَّرْفِندَ﴾ [الدقائق: ۲۱] کہا گرہم بہر گئے تو بعد میں ہم سے پوچھ گا کہ مجھ پر بحقی کا ولت آیا تھا تو بھاگ گئے تھے۔ لیکن فرعون یہ سب کھو دیکر کہنے لگا ﴿هُوَ بَخْرُ شَمِينَ﴾ یہ کھلا جادو ہے۔ میں بھی موقع دے اہم اس مقابلہ جاری کے ساتھ کریں گے۔

تو فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب کی آئیں کو جھٹا یا ہلکا ہلکا نہیں کیا تو یوم ہے پس ہم نے ان کو بلاک کیا ان کے لیے انہوں کے بدلے میں ہے اُنکو خدا تعالیٰ فرخون ہے وہم نے غرق کیا فرمودیں کہ فرعون، ہامان اور ان کا شکر بھر قلم میں غرق کر دیا۔ حضرت موسیٰ یعنی حضرت ہارون پریسا اور ان کے ساتھی بنی اسرائیل کے لیے خلکرستے ہیں کہ دریا عبور کر دیا اور فرمودیں جس وقت داخل ہوئے تو رب تعالیٰ نے پانی کو حلم دیا وہ جل پر ایسے غرق ہو کر سیدھے جنم بر سیدھے فرعون کی لاش کے علاوہ کوئی راش باہر نہیں نکلی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے بطور شفیقی کے بارہ کلا اور باتیں رکھا کر لوگ دیکھیں کہ یہ وہ تھا جو کہتا تھا ہے اُنہاں پر یعنی الاعلیٰ سب کے سب قلم کرنے والے تھے۔ رب تعالیٰ نے سب کو تباہ اور بر باد کیا۔

### سچے اعلیٰ ملک کی تحریک

﴿إِنَّ اللَّهَ أَكْثَرُ عَبْدَهُمْ كُفَّارٌ﴾ بے شک بدترین جانور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں ﴿أُنْفَمُ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ پس وہ ایمان نہیں لاتے ﴿أَلَّا يَنْفَعَنَّ ثَمَنَهُمْ﴾ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے آپ نے معاهدہ کیا ﴿لَا يَسْعَفُونَ عَهْدَهُمْ﴾ پھر وہ توڑتے ہیں اپنے عہد کو ﴿فِي كُلِّ مَرْءَةٍ﴾ ہر مرتبہ ﴿لَا يَسْعَفُونَ﴾ اور وہ ذرے نہیں عہد ٹکنے سے ﴿وَمَا أَتَتَقْفِيَنَّ فِي الْأَرْضِ﴾ بیس اگر آپ پا سکیں ان کو لارائی کے موقع پر ﴿فَقَسَرَ زِيَّهُمْ عَنْ خَلْقِهِمْ﴾ پس بھگا دیں ان کی وجہ سے ان کو جوان کے پیچھے ہیں ﴿لَعَلَّهُمْ يَرَى كُلُّ ذُنُونَ﴾ تاکہ وہ صحیح حاصل کریں ﴿وَإِنَّ أَنَّهَا كُنْتَ مِنْ قَوْمٍ خَمَّانَةً﴾ اور اگر آپ خوف محسوس کریں کسی قوم سے خیانت کا ﴿فَاقْتُلُ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ﴾ پس پھینک دیں ان کی طرف برابری پر ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُتَّبَعِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا خیانت کرنے والوں کو ﴿لَا يُحِبُّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ اور نہ خیال کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ﴿سَبَقُوا﴾ کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئے ہیں ﴿إِنَّهُمْ لَا يَعْجِزُونَ﴾ بے شک وہ عاجز نہیں کر سکتے ﴿لَا يَعْلَمُونَ﴾ اور بتاریکوں ان کے لیے ﴿مَا اسْتَطَعْتُمْ إِنْ قُوَّةٍ﴾ جو تم طاقت رکھتے ہو تو تم ﴿وَمَنْ تَرْبَاطُ الْخَيْرَنَ﴾ اور باندھے ہوئے گھوڑوں سے ﴿لَا تَرْهِبُونَ بِهِ﴾ ذرا خود تم اس قوت کے ذریعے ﴿لَا عَذَّلُونَ وَلَا عَذَّلُوكُمْ﴾ اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو ﴿لَا يَحْمِلُنَّ مِنْ ذُنُوبِهِمْ﴾ اور دشمنوں کو جوان کے علاوہ ہیں ﴿لَا يَكْلُمُونَهُمْ﴾ تم ان کو نہیں جانتے ﴿أَلَّا يَعْلَمُونَ﴾ اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے ﴿وَمَا يَنْفَقُوا مِنْ شَيْءٍ﴾ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿يَوْلِي الْيَمِنَ﴾ اس کا پورا پورا بدل دیا جائے گا تم کو ﴿لَا أَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ اور تم پر قلم نہیں کیا جائے گا۔

### خاندان یہود کی عہد سفکی یا

مدینہ طیبہ میں مختلف فرقے رہتے تھے۔ مگر اکثریت دراقدار یہودیوں کے پاس تھا تجارت اور سیاست پر انہی کا کنٹرول تھا ان کے مقابلہ میں اوس اور خرچ مشرک قیلے تھے گزیر یہودیوں کے گھر میں اپنے بچے بھی کی شادی بھی اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے تھے جب تک اپنے گھلے کے یہودی رجسٹر سے اجازت نہیں ملے لیتے تھے، وہ یہودیوں سے قرض لے کر کھاتے تھے۔ یہودیوں کے تم خاندان تھے نویقہاں، بونصیر اور بونتریٹ۔ بونتریٹ نے اپنی وفات آنحضرت ﷺ سے معاہدہ کیا کہ ہم آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے اور کافروں کا ساتھ دیں دینے کے آپ جانس اور وہ جانس ہم غیر جاندار زین گئے گرد و یہ مودہ غاہری طور پر کرتے اور اندر اندر سے جزاں کاٹتے تھے۔ انہی لوگوں کا اس مقام پر ڈکھ رہے۔

فَرَأَيَهُ إِنَّ شَعَرَ الدَّوْدَ آتٍ عَذَّابَ اللَّهِ هُوَ دَوَابٌ مَّعِنْ هُوَ ذَاهِبٌ كَمَعِنْ هُوَ زَمِنٌ پَرْ چَلَى بَحْرَنَ دَالَا  
جا نور۔ اور جانور کا معنی ہے جان والا اور طاقتور کا معنی ہے طاقت والا، نامور کا معنی ہے نام والا، شہرت والا، انسان بھی جانور ہے۔  
معنی ہو گا بے شک بدترین جانور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا هُوَ الَّذِي جَاءَهُمْ وَلَا يُؤْمِنُونَ﴾ جو کافر ہیں۔ زمین پر نقل و حرکت کرتے،  
چلتے پھرتے ایں ﴿لَا يَنْهَمُ لَا يَنْهَمُ مِنْهُمْ﴾ پس وہ ایسے نہیں لاتے ﴿لَا يَنْهَمُ لَا يَنْهَمُ مِنْهُمْ﴾ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کیا ﴿لَمْ يَمْكُثُوا نَعْهَدَهُمْ فِي كُلِّ مَرْأَةٍ﴾ پھر و توڑتے ہیں اپنے عہد کو ہر مرتبہ ﴿لَمْ يَنْهَمُ لَا يَنْهَمُ مِنْهُمْ﴾ اور وہ ذرستے نہیں ہمہ ہمیں  
سے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا ہے ﴿إِنَّمَا أَشَأَتْنَاهُ فَعَفَّنَاهُ فِي التَّنْبِيَّ﴾ ہیں اگر آپ پا گیں ان کو ایسی کے  
 موقع پر ﴿لَشَرِذَدِهِمْ فَنَزَّلَنَّهُمْ﴾ پس سمجھا ریں اس کی وجہ سے ان کو جوان کے پیچھے ہیں لیکن ان کو ایسی سکھلے  
بھی بھاگ جائیں۔ بوائی کے موقع پر ان سے نزی نہ کروتا کرنی سے یہ غلط فائدہ نہ اٹھ سکیں خوب سمجھی کرو ﴿لَعَلَّهُمْ يَلِدُ كُلُّ ذُنُونَ﴾  
تاکہ وہ بصحت حاصل کریں کہ بوائی کا یہ مزہ ہے۔ گزرنی کی جائے گی تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا ﴿وَإِنَّمَا يَأْتِي فَانْتِيَرْ بِيْنَ قَوْبَةِ  
خَيْأَةِ هُنَّا﴾ اور اگر آپ خوف ہجوس کریں کسی قوم سے خیانت کا معاہدہ میں کرو وہ مودہ سے کی خلاف ورزی کریں گے ﴿فَهُنَّا مُؤْمِنُوْا  
إِنَّهُمْ عَلَى سُرَآةِ هُنَّا﴾ ہیں جیسا کہ دیں ان کی طرف ان کے عہد کو برا بری پر۔ ان کو اطلاع بخیج دو کہ ہمارے تمہارے درمیان معاہدہ  
نہیں رہا میں معاہدہ کی شفوتی کا ملن کر دیں۔ غیر طریقے سے ان کے خلاف کارروائی نہ کرو۔

### معاہدہ کی پاسداری یا

رومیوں کے ساتھ ملک ہوئی اور معاہدہ طے پایا تھا کہ اتنی مدت تک ہم آپس میں نہیں لڑیں گے۔ ابھی معاہدہ کی مدت  
کے پہنچنے بالی تھے کہ حضرت امیر معاہدہ میں ہوئے اپنی فوج کو سرحد کی طرف مارچ کرنے کا حکم دے دیا کہ جب وقت فتح ہو گا  
ملک کر دیں گے حضرت امیر معاہدہ یہ بھو خود لفکر کیں کرنا کر رہے تھے۔ ابوداؤ شریف میں روایت ہے حضرت عمر و ابن عباس نے  
چوتھے پانچ سو نمبر کے صحابی ہیں یہ مژون تر کی گھوڑے پر سوار ہو ہوتے ہوئے پیچھے گئے اور، واز دی اللہ و فاتحہ لامعنة

”اللہ تعالیٰ سے ذرہ، وعدہ پورا کرو، غداری نہ کرو۔“ لوگوں نے بھیچے دیکھا فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے ان کا لوس سے تھا کہ معابرے کے وقت جو پوزیشن کسی فریق کی ہو وہ معابرے کے ختم ہونے تک س پوزیشن کو بدل نہیں سکتا۔ جہاں پہلے فوجیں تھیں معابرے کے ختم ہونے تک وہیں رہیں گی تم نے سارچ کیا کیا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوجیں کو حکم دیا کہ فوراً وہیں پہلے جاؤ آنحضرت ﷺ کا حکم سرا آنھوں پر۔

لہذا اگر تمہارے کسی قوم کے ساتھ معابرے ہے تو ان کو باقاعدہ اطلاع دو کہ تم نے چونکہ خیانت کی ہے الہا ہم نے معابرہ ختم کر دیا ہے۔ (إِنَّ اللَّهَ لَا يُجْبِبُ الْخَاطِئَنَّ) بے شک انش تعالیٰ پسند نہیں کرتا خیانت کرنے والوں کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (فَلَا يَحْكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا هُنَّ أُولَئِكَ الَّذِينَ نَهَى اللَّهُ عَنِ الْمُحْكَمِ) کہ وہ ہمارے ہاتھ سے کل گئے ہیں۔ اگر ان کو فوری سزا نہیں ملی تو وہ یہ سمجھیں کہ وہ ہماری تدرست سے کل گئے ہیں مہست سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں (فَإِنَّمَا لَا يَعْجُزُونَ) یہ بے شک و دعا جزو نہیں کر سکتے رب تعالیٰ کو اپنے فیصلوں سے۔ جو فیصلہ کرے گا وہی ہو گا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے (فَإِذَا عَذَّ الظَّمَنْ فَأَسْتَكْعِنُمْ بِنَفْوَهُ) اور تیر کو کافروں کے لیے جو تم طاقت رکھتے ہو تو۔

### جنگی تیاریاں

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ڈس کے خلاف تکمیلی تیاری کرو۔ مسلمانوں کو جس طرح نماز پڑھنے کا اور زکاہ دینے کا حکم ہے اسی طرح تھیمار کرنے اور ڈس کے خلاف پوری تیاری کرنے کا حکم ہے اسلامی حکومت میں اسلوک کا کوئی لاستھن نہیں ہے یہ سب اگر بڑی سزا ہے۔ قرآن کریم کے کسی حکم پر عمل کرنے کے لیے لاستھن نہیں ہے ہاں اگر کوئی شرارتی ہے، ذاکوہ ہے، رہشت گرد، فتنہ اگزیز ہے تو اس کی تحریکی کرو جو جرم ثابت ہو جائے تو سزا دو اور اس پر پابندی لگا دو۔ وہ جس سے کسی حکم کا کوئی خطر نہیں ہے اس پر قطعاً کوئی پابندی نہیں ہے۔

(وَوَيْسِنْ تَرْجِمَةَ الْمُشَيْلِ) اور باندھ سے ہوئے گھوڑوں سے۔ جہاد کے آلات میں سے ایک گھوڑا بھی ہے آج بھی باوجود اس ترقی کے پہاڑی علاقوں میں سامان پہنچنے اور بیویوں کے آنے جانے کے لیے گھوڑا ایک ضرورت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کی پیچائی کے ساتھ قیامت کے دن تک خیر باندھی ہوئی ہے۔“ تو تکمیلی تیاری رکھنا، گھوڑوں کی سکتنا، تھیماروں کو چلانا اور سکھنا مسلمان کے فرائض میں داخل ہے۔ مسیح پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تیر نمازی سمجھی اور پھر بھوسی گلیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس زمانے میں تیر نمازی بر انتھیا رخا آج کل دوسرے تھیمار ہیں گاڑیاں ہیں ان کا چلانا سکھنا اور تیرا کی وجہ پر سکھنا مسلمان کے فرائض میں سے ہے اور یہ اسلام ہے۔

(وَتَرْبِيَتُونَ بِهِ عَذَّابَ اللَّهِ عَذَّابَ أَنْوَلِمْ) ارادتم اس قوت کے اور یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو ہڈا اخْرِیْمِ جنِ دُؤْلَمِ ہے اور دسوں کو جوان کے علاوہ جیسے (لَا تَلْكُلُونَهُمْ) تم ان کو نہیں جانتے۔ چورا کو ہیں کہ ان کو معلوم ہو کے فلاں گھر

میں سلوک ہے تو بہت کم ہوتے ہیں اس گھر میں داخل ہونے کی اور بینے گھروں پر بے باکی کے ساتھ حل کرتے ہیں اور لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ حکومت کا فریضہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے ہجتیاروں کی اچازت رے دے اور لا تنس کی پابندی ختم کر دے۔ ہاں! چوروں ڈاکوؤں پر پابندی لگائے۔ مگر یہاں تو مصیبت یہ ہے کہ شرفاء پر پابندی ہے اور شریروں کی اجازت ہے۔ فرمایا تم ان کوئی جانتے ہو اللہ نشلهم ۴۷۰ اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔

اب رہب سوال کر سلوک اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اس یہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۴۷۱ وَ عَنِ الْقُوَّاتِ مُنْهَىٰ هُنَّا ۚ اَوْ رَجُوں کو مجھی تم خرج کرو گے ۖ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الْعَالٰيٰ کے راستے میں ۴۷۲ وَلَكُمْ ۗ اِنَّمَا ۚ اس کا پورا پورا بدلاد یا جائے کام کم کو۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی خواضت کے لیے بنو قبائل شکوف فرید تا ہے تو یہ بینے پی خرج کے ہیں یعنی مکمل اللہ کی عدالت ہیں ان کا اس کو اجر لے گا۔ یعنی جانو کہ انسان کا ایمان، اعتقاد و رست ہو اور وہ نماز و روزے کا پابند ہو تو اس کا ہر کام عبادت ہے۔ یہاں تک کہ سوچا بھی عمارت ہے، جاگنا بھی عمارت ہے اور کھانا پینا بھی عبادت ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ یہودی کے منہ میں جو لفڑی دلتے ہو اس پر سہیں بالاتر صدقے کا ثواب ملے گا حالانکہ یہوں کا خرچ تم پر فرض ہے۔ چھوٹے ہیں بھائیوں، اس اپ، بہنوں کو کھلانے پر ثواب ہے۔ اور اگر بوجہ بکھر کر دنیا کی یہوں بچھا کر کر دے تو بھر کر کوئی ثواب نہیں ہے۔ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْقِيَمَةِ ۗ عمال کا دار و دار ریتوں پر ہے۔ ۴۷۳ وَ اَنَّمَا ۗ مَا تَنْهَىٰنَۗ اَوْ تَرْكَمَّا ۗ کیا جائے گا کام تکی کہ را اور بدلتے ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرج کرو اور بدرنہ طے ایسا نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی و سچی ہے اللہ تعالیٰ کے خزانے پر سچی ہیں تھیں پورا پورا بدلاد یا جائے گا۔

### وَإِنْ جَعَلُوا اللّٰهَ مِنْ عَبْدَهُمْ

۴۷۴ وَإِنْ جَعَلُوا اللّٰهَ مِنْ عَبْدَهُمْ ۗ اُولُو الْحِلْمَةِ ۗ کا فتح جمیل ۷۷۷ تو آپ بھی مائل ہو جائیں اس کے لیے ۴۷۵ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اور بھروسا کریں اللہ تعالیٰ پر ۴۷۶ وَلَرَبِّهِ مُوْلَى الشَّيْطَنِ الْعَلِيِّمِ ۗ ۷۷۸ بے شک رہی سنتے والا جانے والا ہے ۴۷۷ وَإِنْ يُرِينَنَّ ذَٰلِكَ ۗ اور اگر وہ کافر ارادہ کریں آنے یہ مخدوشون ۷۷۹ کہ آپ کو دھوکا دیں ۴۷۸ لَكُنْ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۗ ۷۷۹ پس بے شک کافی ہے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ ۴۷۹ مُؤْمِنُ النَّبَيِّ أَيَّدَكَ بِهُصْرَهُ ۷۸۰ وہی ہے جس نے آپ کی تاسیکی اپنی عد کے ساتھ ۴۸۰ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۷۸۰ اور مونوں کے ساتھ ۴۸۱ وَأَنَّكَ بَنَنَ قَلْوَبَهُمْ ۷۸۱ اور الفت ڈال دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ۴۸۲ وَالْكَفَّتَ مَالِ الْأَمْرِ ۷۸۲ جیسا ہے اگر آپ خرج کرتے جو کچھ زمین میں ہے سارا ۷۸۳ مَا الْكَفَّ بَنَنَ قَلْوَبَهُمْ ۷۸۴ تو الفت ڈال سکتے ان کے دلوں میں ۴۸۵ وَلِكَنَ اللّٰهُ أَنْكَبَهُمْ ۷۸۵ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت ڈال دی ان کے درمیان ۴۸۶ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۷۸۶ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے ۴۸۷ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ ۷۸۷ اے نبی کریم

سُلَيْلِهِمَا هُوَ حَسِّيْكَ اللَّهُ هُوَ كَافِيْهُ بَلْ هُوَ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ (وَعِنِ الْجَحَدِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) اور ان کے لیے جھونوں نے جزوی کی آپ کی مومنوں میں سے (لَيْلَةِ الثَّئِيْلِ تَزَوَّجُ الْمُؤْمِنَاتِ) اے نبی کریم ﷺ! آپ ابھاریں ایمان والوں کو (عَلَى النِّقَالِ) ہے لوتا پر (إِنَّ يَلْتَمِّ صَلَامَةً) اگر ہوں گے تم میں سے (عَشْرُونَ صَلَامَةً) ہے میں صبر کرنے والے (يَعْتَبِرُوا أَصْلَاثَنِ) غالب آجیں گے دوسرا پر (إِنَّ يَلْتَمِّ صَلَامَةً) اور اگر ہوں گے تم میں ایک سو (يَغْلِبُوا الْأَفَالَ) غالب آجیں گے ایک ہزار پر (فَقِنَ الْأَلْيَنَ كَفَرَ زَادَهُ الْأَوْكَلُ مِنْ مَنْ سے جھونوں نے کفر کیا (إِنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَقْتَلُونَ) بے شک وہ ایسی قوم ہے جو نہیں بحق۔

### رضویوں سے صلح کی ضرورت ۴۱

اس سے قبل کافروں کے خلاف جہاد کی تیاری کا حکم تھا کہ اپنی حالت کے مطابق السلاح اور سواریوں کا بنڈو رست کرو۔ بعض رضویوں سے صلح کی ضرورت بھی تھیں آجاتی ہے اس لیے اب صلح کا خاطر بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا (وَإِنْ جَنَّوْا لِلَّهِمْ) اور اگر وہ کافر ناکیں ہوں، آمادہ ہوں صلح کے لیے (فَاجْتَنَمْ لَهُمْ) تو آپ بھی ماں ہو جائیں صلح کے لیے نہ آن کریم کی پیاریت کریمہ بتلاری ہے کسی میں بیکل تم نے نہیں کرنی کافر پہل کریں تو صلح کرو۔ کیوں کہ اگر تم صلح کی پیش کش کر دے گے تو اس میں تمہاری کمزوری کا احساس ہو گا۔ کافر یہ بھیں گے کہ کمزور ہیں اس لیے صلح کا پیغمدے رہے ہیں حالانکہ مسلمان کو کسی بھی مقام پر کمزوری نہیں رکھا جائے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جہاد کے میدان میں کوئی بجاہ اکڑ کر چھپنے اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتے ہیں چاہے وہ جسمان طور پر کمزور ہی کیوں نہ ہوتا کہ کافروں کو احساس ہو کر یہ بڑا ہیملوں ہے۔ صحابہ کرام علیہما السلام طواف کے دوران میں مسجد حرام کا ادب کرتے ہوئے آہستا آہستہ چلتے ہے اس وقت سجداتی و سمع نہیں تھی لوگ اطراف میں اوپر گلے گلے ہیٹھے ہوئے آہس میں باشیں کر رہے تھے۔ کہنے لگے (وَقَنْوَاعِشِيْلَيْلَبْ) ان کو شیرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ ”کریمؑ سے بھی رہ گئے ہیں ان کے اس طبع پر اللہ تعالیٰ نے بھکر دیا کہ طواف کرتے ہوئے اکڑ کر چوہمیں کوول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا دشمنوں کے سامنے اکڑ کر چلانا اتنا پسند آیا کہ پسلے تین چکروں میں اکڑ کر چلانا ضروری فرمادیا۔ یہ حکم مردوں کے لیے ہے۔ بہر حال کسی بھی مقام پر کافروں کے سامنے کمزوری کا انعام ہیں اونا چاہیے۔

### حیرت انگیز واقعہ ۴۲

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اخیرت سال ۶۳۰ھ نے حضرت عمر و ابن العاص رضی اللہ عنہم کی میان میں ایک لٹکر رواۃ فرمایا اور مجاہدین کو حکم دیا کہ اپنے کمالہ رکی بات ادا۔ جھونوں نے کافی کر پڑا ادا۔ حشت بردی کا موسم تھا ان بے چاروں نے لٹکر یاں

اکٹھی کیں کہ جلا کر سیکھتے ہیں۔ حضرت ابن العاص بن ثابتؓ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا تھا برادر! اگر کسی نے آگ جلائی تو میں اس کو تیر بدم کر خود حتم کر دوں گا اور وجہت نہ بتائی۔ کیا نہ رکھم تھا آگ نہ جلائی ساری رات سردی میں گزاری اور سردی کی وجہ سے دامت بجھ رہے۔ ٹھیک ہوئی تو اُن دو پہاڑوں کے درمیان درسے سے تیزی کے ساتھ بجا گا جہاں دین ان کے پیچھے بھاگنے لگے۔ حضرت عمر و ابن العاص بن ثابتؓ نے منع فرمادیا اور ایک لکھر کھنچ کر فرمایا کہ جو جہاں اس لکھر کو عبور کرے گا میں اس کو تیر بار دوں گا۔ جہاں دین والیں آگئے اور ان کو یہ بات بھی سمجھنا ہے کہ یہیں بھاگنے و میں کا تعاقب کیوں نہیں کرنے دیا۔

خر جب والپیں آئے تو جہاں دین نے دلوں با تول کل شکایت آنحضرت ﷺ کو پیش کی کہ حضرت اہمارے کا مذہر نے ہمارے ساتھ یادتی کی ہے کہ سردی کی رات میں آگ نہیں جلانے والی اور دن کو ہمدردی پر غلبہ پا پکھے تھے اس کا تھا قبضہ نہیں کر نے دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عمر و ابن العاص بن ثابتؓ اس کو جدار آؤی ہے اس کی بات میں ضرور کوئی حکمت ہو گی۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر و ابن العاص بن ثابتؓ کو قاعص مصر کو بلا بیا اور فرمایا کہ تمیرے جہاں تیر ٹکھوہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت ایات یہ ہے کہ میراں براویت اور کھلاؤ اور دشمن بالکل ہمارے قریب اور تعداد میں ہم سے کمی گمازیدہ تھا۔ اگر ہمارے ساتھی آگ جلاتے تو ان کو ہماری تحددا کا پیچا جل جاتا۔ کیونکہ رات کی تاریکی کے سوا ہمارے اور ان کے درمیان کوئی رکاوادت نہیں تھی اس لیے میں نے ان کو منع کیا کہ آگ نہ جلاو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے جڑی دنائی سے کام لیا۔

حضرت اور سری بات یہ تھی کہ دن کو وہ ہمارے آگے بڑی تیزی سے دڑے کی طرف بھاگے حالانکہ وہ میں اتنی تیزی سے نہیں بھاگتا کہ تھوڑے تھوڑے توہمارتا ہے۔ توجہ دہ بھاگے تو ہمارے ساتھی خوش ہو کر ان کے پیچھے بھاگے کہ ہم ان کو قابو کر لیں حالانکہ ان کی یہ سیکم تھی کہ جب ہم ان کے تھا قبضہ میں وہ عبور کر لیں تو ان کے دوسرا ساتھی درسے پر آ جائیں اور بھاگنے والے رک کر ہم پر حملہ آور ہوں اور پیچھے والے بھی ہم پر حملہ کروں اور ہم درمیان میں قابو آ جائیں۔ اس لیے میں نے ان کوں کے پیچھے نہیں جانے دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جسے جزاً نے خیر عطا فرمائے کرتونے اپنے ساتھیوں کو ضائع نہیں ہونے دیا۔

تو مسلمان کو کسی بھی مقام پر اپنی کمزوری کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ اور صلح کا خاطر قرآن کریم نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر کافر سے کی طرف بالکل ہوں تو تم کمی صلح کی طرف بالکل ہو جاؤ ۖ وَ تَرْكُ عَلَى إِنْشَاعِ الْأَيْمَانِ  
الْعَلَقُمُ ۝ بے تحک و ہی سنت والا جانتے والا ہے ۖ وَ قَوْنَتُ الْيُمَنَ ۝ ایکھے اور اگر وہ کافر را وہ کریں ۖ هُوَ أَنْ يَخْلُمُ عَزْكَ ۝ کہ آپ کو وہ کا دیں ۝ کے ذریعے کہ شام کہتا ہے۔

صلح کیا ہے مہلت سامن جنگ۔

کہ صلح اس لیے کرتے ہیں کہ اپنی حماری کر لیں۔ تو یاد رکھو ۖ لَا إِنْكِبَتِ اللَّهُ ۝ تو بے تحک کافی ہے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ  
۝ مَوْلَانِيَ أَنَّكَ تَخْرُجُ ۝ وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی حد کے ساتھ ہر دو رکھر مقامات یہ ۖ وَ قَبْلَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ اور

سونوں کے ساتھ وَاللَّهُ يَعْلَمْ بِمَا تَفْعَلُونَ اور الفت ڈال دی اللہ تعالیٰ نے سونوں کے دلوں میں ﴿مَا أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَنْفُسِ جَبَّابِهِ﴾ اگر آپ خرچ کرتے جو کچھوں میں میں ہے سارا یعنی ذمہ کے سارے خواستے خرچ کرتے ﴿مَا أَنْفَقْتَ تَلْوِيْهُنَّ﴾ تو الفت ڈال کئے ان کے دلوں میں ﴿وَلَكُمْ اللَّهُ أَنْفَقْتُمْ﴾ اور لکھی اللہ تعالیٰ نے الفت ڈال دی ان کے دلوں میں۔

### اوں و خزرع کی لڑائیاں ۲۱

مدینہ طیبیہ میں اوں اور خزرع قبیلہ صدیوں سے ایک دوسرے کے جانی و محن تھے معموں سعوی باتوں پر جنگ پھر جاتی تھی اور کسی کسی سال سکے لئے رہتے تھے۔ ایک ڈال ان کی جس کو حرب بیکاش کہتے ہیں ایک سو سی سال تک رہی۔ ایک لوائی تھی ” داخل ” ہوتا نوے (۹۳) سلیک رہی، ایک تھی ” حرب بکوس ” تریٹھ مال رہی۔ قربت بیکوب گھر تھے گھر سے لکھتے ایک دوسرے کو گھوکر کر کیجھتے اور جنگ شروع ہو چکی۔ ان کا آپس میں اتفاق ممکن نہیں تھا۔ جیسے آج کل امریکہ، فرانس اور برطانیہ نے مسماں ممالک کے درمیان نفرت ڈالی ہوئی ہے۔ شام، مصر، یمنان، اردن، سعودیہ کوہت، یہ کافروں کے مذاہلے کے ہیں آپس میں نہیں مل سکتے ایسا ڈال بنادیا گیا ہے۔ یہی حال اوس و خزرع کا تھا۔

اسلام آیا تو یہ لوگ اکٹھے بیٹھ کر فنازیں چڑھتے، کھاتے پیتے، اخنتے بیٹھتے۔ یہودی اور عیسائی حیران ہوتے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے جانی و محن تھے آج بھائی بھائی بن گئے ہیں، آپس میں رشتے نہیں کرتے تھے آج رشتے بھی کر رہے ہیں، آپس میں شیر و ٹکر رہے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے دلوں میں یہ محبت اور الفت میں نے ڈال ہے۔ آپ سے یہی لیلہ ساری زمین کے خواستے ہیں خرچ کر دلتے تو ان کے دلوں میں محبت نہیں ڈال سکتے تھے ﴿إِنَّ اللَّهَ غَنِيمٌ مَّا كُنْتُ مَعِيْمٌ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَمِّلْنَا اللَّهُ﴾ اے نبی کریم ﷺ کیلئے ﴿كَانَ هُنَّا بَلَى﴾ اور ان کے لیے ہی ﴿لَيْسَ اللَّهُ عَلَيْهِ بُشَّارٌ﴾ اے نبی کریم ﷺ کی آپ کے لیے اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ﴾ اور عالم اسہاب میں ﴿أَشَدَّ عَلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ جنہوں نے یہ روی کی آپ کی سونوں میں سے۔ حقیقی درگار تورب تعالیٰ ہے اور عالم اسہاب میں ظاہری طور پر دکرنے والے نہیں ہیں۔ اس لیے کافروں کی محبانت اور بدیانیت سے نگہرا یہیں البت اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لیے تیار رکھیں۔

### ڈال پر ابھارنا ۲۲

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ اے نبی کریم ﷺ ﴿إِنَّمَا مُنْهَى الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْوَقْتِ﴾ آپ ابھاریں، آمادہ کریں، رغبت دیں ایمان والوں کو جہاد پر۔ کیوں کہ جب تک جہاد کیسی ہوگا اس وقت تک یہ کافر تباہرے قابوں میں آئیں گے۔ جہاد ہی ایک ایسی چیز ہے جس کا کافروں پر رعب ہے۔ اس وقت امریکہ سمیت پوری دنیا کے کافر طالبان سے خوف زده ہیں اللہ تعالیٰ کے فعل و کرم سے کہ مسلمان موت سے نہیں ڈرتے بلکہ موت کو اپنی حقیقتی زندگی کجھتے ہیں اور ان کوہ نام کرنے کے لیے

کبھی کولی اور کبھی کوئی شوہر پھوڑتے ہیں۔

- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّمَا قَنْطَمُ عَمَادَنَ لِصَلِيفَنَ﴾ اگر ہوں گے تم میں سے میں صبر کرنے والے ﴿يَنْلِيلُوا﴾ رائشی غائب آئیں گے دوسرا پر یعنی ایک اور دس کی نسبت ہے۔ ایک مسلمان دس کافروں پر غالب آئے گارب تعالیٰ کے حکم سے ﴿إِنَّمَا قَنْطَمُ زَمَانَةَ﴾ اور اگر ہوں گے تم میں سو ﴿يَعْلَمُوا أَلْفَاقَنَ الْيَوْنَ كَفَرَنَا﴾ غالباً آئیں گے ایک ہزار پر ان لوگوں میں سے جھوٹوں نے کفر کی۔ گویا یہاں بھی نسبت ایک اور دس کی ہے۔ یہ حکم پہلے تھا بعد میں تخفیف ہو گئی جس کا ذکر اگلی آیت میں آرہا ہے۔ تو حکم تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کرے مسلمان تحوزے تھے اور صحیح معنی میں مسلمان تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو نونق دی تھی۔

### ایمانی قوت

تاریخ میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں ایک ایک مسلمان نے ہزار ہزار کافروں کا مقابلہ کیا ہے۔ چنانچہ جنگ قادریہ میں صرف ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار کافروں کا مقابلہ کیا اور ان کو بکھست دی۔ دس مسلمان شہید ہوئے اور کافروں کی دس ہزار ناسیں میران میں پڑی تھیں باقی سب بھاگ گئے۔ حدیثۃ الرحمۃ کے مقام پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں حضرت بودجانہ شیخ نے تن تھاچا لیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ ایمان کی قوت بہت بڑی قوت ہے کاش کر کریں یہ قوت سمجھو آجائے۔ کیوں کہ ایمان کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور جس کا رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو گیا تو رب تعالیٰ کتنے قوی ہے۔ دیکھو! لاست جمل رہی ہے اس نے لیے کہ اس کا لکش نہ انفارمر کے ساتھ ہے اگر لکش نہ ہم ہو جائے تو یہ بھی بند ہو جائے گی۔ رب تعالیٰ کے ساتھ تعلق قوی ہو جائے تو سب کچھ ہو جائے گا۔

تو فرمایا کہ تم میں سے ایک سو ہوں تو ایک ہزار پر غالب آئیں گے ﴿إِنَّمَا قَوْمٌ لَا يُفْلِهُنَ﴾ بے شک وہ قوم ہے اسنا جو بھتی نہیں ہے۔ وہ اپنی ناک کی خاطروں میں ملک و قوم کی خاطروں میں گے اور تمہاری لڑائی رب تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھ کے تو غازی اور اگر مر گئے تو شہید اور جنت کے دارث ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس وقت شہید کا خون زمین پر گرتا ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو سچی دیتے ہیں کہ اس کو قمر فراہست میں لے جاؤ۔ آگے گزیدہ حکم آئے گا۔

### ~~~~~

﴿أَلَّنْ خَلَقَ اللَّهُ خَلْقَنَ﴾ اب تھیف کر دی اللہ تعالیٰ نے تم سے ﴿وَعْلَمَ﴾ اور وہ جانتا ہے ﴿إِنَّنِيَّمُضْعِفُكَ﴾ بے خلک تمہارے اندر کمزوری ہے ﴿كَانَ يَأْتِيُّنِيَّمُ قَلْمَنَ﴾ میں اگر ہوں گے تم میں سے ﴿فَيَأْتِيُّنِيَّمُ صَلِيزَةَ﴾ ایک سو ہر کرنے والے ﴿يَأْتِيُّنِيَّمُوا وَيَأْتِيُّنِيَّمُ﴾ غالباً آئیں گے دوسرا پر ﴿إِنَّمَا قَنْطَمُ الْفَ﴾ اور اگر ہوں گے تم میں

سے ایک ہزار ﴿يَعْلَمُوا أَلْقَنِينَ بِرَادِنَ اللَّهِ﴾ غالب آئیں گے وہ ہزار پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ﴿وَاللَّهُ قَدْ  
صَبَرَ لَنِّي﴾ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿مَا كَانَ لَنِّي﴾ تین لاٹ نبی موسیٰؑ کے لیے ﴿أَن  
يَكُونَ لَكَ أَتْهَمِي﴾ یہ کہ ہوں ان کے پاس قیدی ﴿خَلِيلُ شَخْنَ فِي الْأَنْهَى﴾ یہاں تک کہ وہ ان کا خون بہار عطا  
زش میں ﴿مُرِيدُونَ عَرَضَنَ اللَّهِ﴾ تم ارادہ کرتے ہو دنیا کے سامان کا ﴿وَاللَّهُ يُرِيدُ الْأَخْرَةَ﴾ اور اللہ تعالیٰ ارادہ  
کرتا ہے آخرت کا ﴿وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے ﴿لَوْلَا كَتَبَ رَبُّنَا كَتَبَ لَنِّي﴾ اگر نہ ہوتا کھا  
ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿سَبِقَ﴾ چوپلے سے طے ہے ﴿لَكُمْ﴾ البتہ پہنچا تم کو ﴿فَيَا أَخْذُلُمْ﴾ اس جیز  
کی وجہ سے جو تم نے لی ہے ﴿فَنَذَابَ عَظِيمٌ﴾ عذاب بردا ﴿فَلَمَّا هُبَطَ﴾ پس کھاؤ تم ﴿مِنَ الْغَفْوَرِ﴾ اس میں سے جو تم  
نے غیبت میں حاصل کیا ہے ﴿خَلَالًا مُكْثَرٍ﴾ حالاں پا کیزہ ﴿وَأَنْتُمُ اللَّهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ سے اڑو ﴿إِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ  
ثُجْحِيْم﴾ بے شک اللہ تعالیٰ بخشش والا ہمراں ہے۔

کافروں کے ساتھ جو رکاذ کر چکا رہا ہے اس سے پہلے یہ حکم تھا کہ ایک مسلمان وہ کافروں کا مقابلہ کرے۔ اللہ تعالیٰ  
کے فضل و کرم سے اخوب نے کر کے دکھایا کیونکہ ان کے ایمان قوی تھا اگرچہ تعداد میں تھوڑے تھے۔ یہ حکم کنی سل سک رہا۔

### ایک اور ووکی نسبت

اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا ﴿إِنَّ اللَّهَ حَكَفَ إِنَّهُ عَلِمُ﴾ اب تخفیف کردی اللہ تعالیٰ نے تم سے ﴿وَعِلْمَ أَنَّ فِيْنِمْ صَفَّاً﴾  
اور رب تعالیٰ جانتا ہے کہ ہے شکرے اندر کمزوری ہے۔ وہ پہلی ہی توٹ تمہارے اندر نہیں ہے ﴿فَإِنَّمَا شَفَّاَهُمْ  
صَلَوةُ اللَّهِ﴾ پس اگر ہوں گے تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ﴿يَعْلَمُوا أَلْقَنِينَ﴾ غالب آئیں گے وہ سپر ﴿وَإِنَّمَا شَفَّاَهُمْ  
الْفَ﴾ اور اگر ہوں گے تم میں سے ایک ہزار ﴿يَعْلَمُوا أَلْقَنِينَ﴾ غالب آئیں گے وہ ہزار پر۔ پہلے قسم ایک اور دوں کی نسبت  
اد راب ہو گئی ایک اور دو کی نسبت۔ یہ حکم اب تک بات ہے اور قیامت تک باتی رہے گا۔

اور اسی سورت میں یہ حکم تفصیل کے ساتھ میں پچھے ہو کر اگر کافر مسلمانوں سے دگنا ہوں اور مسلمان کافروں کی طرف  
پیغامبریں تو کبیرہ کہاں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ جس کو تقویٰ یوْمَ الرَّحْفَ کہتے ہیں۔ اور اگر کافر دگنا سے زیادہ  
ہوں تو پھر پشت پھیرا گناہ نہیں لیکن اگر زست کرتے جو کہ کرے تو عزیمت اور بہادری ہے۔ اور ایسے ظائز موجود ہیں کہ تھوڑے سے  
مسلمانوں نے اپنے سے کئی گناہ یادہ کے ساتھ مقابلہ کیا۔ پہلے گزر چکا ہے کہ قاریہ میں ساتھ مسلمانوں نے ساتھ ہزار کا مقابلہ کیا  
اور فتح پائی۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مولانا شمس الدین عثمانی ریاضی نے جنہوں نے پاکستان بننے کے بعد مغربی پاکستان میں جمنڈا

لہرایا تھا اور مشترق پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثیانی جوڑپتیہ نے جھنڈ لہرایا تھا۔ یہ دونوں حضرات مولانا اشرف علی تھانوی کے سعفہ بین میں سے تھے۔

مولانا شیر احمد عثیانی نے سورۃ آمل عمران سے لے کر آخر کم حضرت شیخ البہد کے ترجیہ پر حاشیہ لکھا ہے جسے "تفسیر عثمانی" کہا جاتا ہے اس وقت یادوں کی تفسیروں میں بڑی جامع مانع تفسیر ہے اور تفصیلی تفسیروں میں "معارف القرآن" میں تفسیر شیخ رشید کی تفسیر جو آنحضرت جلدیوں میں ہے، بہت صدھہ تفسیر ہے۔ تو اس آیت کریمی تفسیر میں مولانا عثمانی فرماتے ہیں کہ مودت کے مقام پر تمدن ہزار نے دلا کھکا مقابہ کیا۔ وہ اس طرح کہ جھرت کے آنھوں سال جدودی الاولی کے سینے میں آخر ہدست منہج ہم نے تمدن حربیں منتخب فرائیے۔ حضرت زید ابن حارث، حضرت جعفر ابن ابی طالب، حضرت عبد اللہ ابن رواحہ شافعی۔ ان کی قیادت میں تین ہزار فوج روانہ فرمائی کیونکہ اس وقت معلومات کے مطابق کافروں کی فوج سات آنھے ہزار تھی مگر وہاں تھائی کر مسحوم ہوا کہ کافروں کی فوج دوں کھلے۔

اور حدیقتہ الموت کے مقام پر حضرت ابو جہاں نے تھا جاں پس ہزار کا مقابلہ کیا۔ مسلم نوں کی تاریخ بڑی سہری تاریخ ہے۔ فرمایا تھا ہزار ہوں تو دو ہزار پر غائب آگئی گے (بِإِذْنِ اللَّهِ) اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ (وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِفُصُولِنَّ) اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ جس دور میں بھی سماںوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا اللہ تعالیٰ کے نصل و کرم سے نصرت پائی۔

۱۹۶۵ء میں چونڈہ کے محاذ پر کپٹیں ایں، اے زیری کے پاس صرف ایک سو جوان اور تین نیکت تھے اور مقدمہ میں تین ہزار فوج اور ہزاروں نیکت تھے۔ ایک سو جوانوں نے تین ہزار کا مقابلہ کیا، ان کے نیکت ادائے، جانیں دے دیں مگر الحمد للہ! اسلام اور ملک پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔ دنیا کی تاریخ میں پہلے بھر پر بیکنوں کی لا ایں؛ بظر کے زمانے میں عالمیں کے مقام پر ہوئی اور دوسرے بھر پر چونڈہ کے مقام پر ہوئی۔ جب گوئے پڑتے تھے ہزاری الماریاں کھڑکی تھیں اور رات کے وقت غسل نظر آتے تھے اور اب اس وقت بھی مقبوضہ کشیر میں اندیا کی سات لاکھ فوج کا مقابلہ چند ہزار مجاهدین کر رہے ہیں۔ سات لاکھ فوج ان کو نکست نہیں دے سکی مجاهدین اسی ان کو مارتے ہیں مگر مسلمانوں کی بدعتی یہ ہے کہ آپس میں بے ہوئے ہیں، بلکہ علیحدہ جماعتیں بنی ہوئی ہیں۔ حالانکہ اتفاق اور تھاد میں بڑی برکت ہے۔

### بدر کے قیدیوں کے ہارے میں مشاورت

آگے اللہ تعالیٰ بیک اور بات بیان نہ رہتے ہیں۔ وہ یہ کہ بدر کے مقام پر ستر کافر ہارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ گرفتار ہونے والوں میں آخر ہدست منہج ہم کے چچا بن حضرت عباس بن جہو اور حضرت صدیق اکبر جہو کے بیٹے عبد الرحمن اور آخر ہدست منہج ہم کے دادا ابوالخاص، ششم بن راشی اور حضرت مغربی جہو کے بھائی زید ابن خطاب شامل تھے۔

آنحضرت ﷺ نے ان قیدیوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا کہ ان کے ساتھ کیا کرنا جائے؟ تمن سو تینہ میں سے چودہ صحابہ کرام ﷺ تو شہید ہو گئے تھے باقی آنحضرت ﷺ کے علاوہ دوسرا خانوں [۲۹۸] تھے۔ حضرت عمر بن الخطوب نے عرض کیا کہ پہلے سیری رائے نہیں بعد میں دوسرے حضرات کی رائے سنبھالنے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا حماری کیا رائے ہے؟ کہنے لگے حضرت ایسا اسلام کے خلاف قرآن کے خلاف اور آپ ﷺ کے خلاف رہنے کے لیے آئے ہیں ان کو زندہ نہیں چھوڑتا ہے اور قتل بھی اس طرح کرنا چاہیے کہ ہر آدمی اپنے عزیز بوقت کرے۔ سیرے بھائی کویرے حوالے کرو اس کو میں قتل کر دیں گا، آپ ﷺ اپنے بھائی کو ماریں، ابوکہر کو کبھی کرو وہ اپنے بیٹے عبد الرحمن کا گلہ کا نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اور کوئی رائے دے۔ حضرت سعد ابن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے حضرت امیر رائے بھی واقع ہے جو حضرت عمر بن الخطوب کی رائے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اور رائے دینے والا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابو بکر اتم بھی اپنی رائے دے۔ عرض کیا حضرت امیر بن الخطوب کی رائے بھی غلط نہیں ہے کیونکہ اور اسلام کے خلاف لڑنے آئے ہیں۔ لیکن حضرت ایسا قیدی ہیں اگر ہم ان کو قتل کر دیں تو کافر کیس گے یہ ائمۃ مظلوم الغصب ہیں کہ قیدیوں کو بھی نہیں چھوڑا اور دسری بات یہ ہے کہ ان کو قتل کرنے کے بعد کفر کے جدہات اور بھرکیس گے اور کافر مقابله کے لیے زیادہ تیار ہوں گے۔ حضرت عمر بن الخطوب نے کہا کہ تم پر بیٹے کی محبت غالب آئی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خدا کی ششمین بیان کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ ہمارے پاس قیدی ہیں زنجیروں اور چھکروں میں چڑے ہوئے ہیں ان کو قتل کرو گے تو بدنامی ہو گی کہ یہ رحمة لل تعالیٰ یعنی ہیں کہ قیدیوں کو بھی نہیں چھوڑ۔ حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے سواب نے دوست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا۔ فیصلہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہوا اور ہر قیدی سے چار چار سورہم جانوی کے لئے کر رہا کرو یا گلیا اور جس کے پاس درہ تمثیل تھے ان کو کہا گیا کہ تم ہمارے دو دو، تمن سماں ساہیوں کو لکھت پڑھنا کہا دو۔ بڑے ذہین لوگ تھے چددوں میں لکھا پڑھنا یکجگہے اور ان کو بھی رہا کر دیا گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیجا جان! اپناندیہ بھی دیں اور عقیل کا بھی کہ آپ کا بھیجا ہے۔ کہنے لگے سیرے پاس تو رقم نہیں ہے۔ فرمایا اس وقت آپ کے پاس نہیں ہے بلکہ گھر کے قلاں کونے میں تو رکھی ہے کیونکہ ہوئیں ہے؟ چنانچہ حضرت عباس ﷺ نے اپناندیہ بھی دیا اور عقیل کا بھی رہا۔

اور علم حس سے بھی میں حصل کرو۔ یہودی زیادہ تر عربی بولتے تھے اور عبرانی زبان بھی جانتے اور بولتے تھے۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کو خط بھیجتے تو عبرانی زبان میں لکھت۔ آنحضرت ﷺ نے عبرانی زبان نہیں جانتے تھے مجبوراً کسی مترجم کو بلاکر ان کا خط پڑھایا جاتا تھا اور اس کا جواب عبرانی زبان میں لکھوا یا جاتا تھا۔

آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا (جو کہ انصار مدینہ میں سے تھے) کہ عبرانی زبان لکھتا اور بولنا سمجھو۔ جب ان کا خط آئے تو پڑھ کر سنایا کرو اور جواب بھی لکھا کرو۔ پڑھنے لکھنے آدمی تھے صرف توجہ کی ضرورت تھی چنانچہ

اخوں نے صرف پندرہ دلوں میں عبران زبان میں بوسنا اور کھانا سیکھ لیا۔

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَعَا كَانَ لِتُرَيْهِ﴾ نہیں لائق مجی سلیمانیہ کے سے ﴿أَنْ يَكُونَ لَكُمْ أَنْشَاءٍ﴾۔ اسرائیلیوں کی تجھ۔ ہے۔ آئیہ کا معنی ہے قیدی، تو عملی ہاگا، کہ ہوں ان کے پاس قیدی ہوئے شخصین فی الامر ضرور یہاں تک کہ وہ ان کا خون بھار جائز میں میں۔ یعنی حضرت عمر بن الخطابؓ کی رائے اللہ تعالیٰ کو پسند آئی۔ ﴿فَتَبَرَّدُوا نَعْرَفُ اللَّهَ تَعَالَى كَمْ ارادَهُ كَرَّتْ هُوَ دِنَارَ كَسَادَنَ كَمَا كَيْدَ چَارَ سُورَهُ بِمِنْ تَحْسِينٍ﴾ اگر دنارے کا تبارے لیے آخرت کا رادا کرتا ہے ﴿وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ﴾ اور اللہ تعالیٰ غلب حکمت دلا ہے ﴿لَوْلَا كَتَبَ عَزَّ وَجَلَّ عَزَّ وَجَلَّ عَزَّ وَجَلَّ﴾ اگر دنارے کا تھا بہراللہ تعالیٰ تمہارے لیے جو تم نے لی ہے عذاب بڑا۔ لیکن پہلے سے لکھا ہوا تھا کہ ایسا فصل کریں گے میں وہ برقرار ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی موجودگی میں عذاب نہیں آئے گا۔ اور اگر مجہد سے اجتماعی غلطی ہو تو مجہد پر بھی کوئی کٹاہ نہیں ہے۔ اور بدربیوں سے اگر کوئی کٹاہ ہو جائے تو رب تعالیٰ معاف کر دے گا اور ان قیدیوں میں سے کچھ مسلمان ہونے والے بھی تھے اگر یہاں قتل کر دیے جاتے تو وہ مسلمان کس طرح ہوتے؟ یہ سب حکمتیں اس میں آئیں۔ ﴿لَمَّا وَمَنَّا هُنْقَمْ﴾ یہ اس کھاڑا تم اس میں سے جو تم نے غیبت میں حاصل کیا ہے ﴿خَلَّا هُنْقَمْ﴾ طلاق پا کریں۔ یعنی کھانے کی دوسری طیبیں ہیں علاں اور طیب۔

حلال کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے اس کو حلال کیا ہے جیسے گندم، جو، گائے، بکری، مرغی، غیرہ یہ سب جیزیں حلال ہیں اور طیب کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سامنے کسی کا حق مخفی لئے۔ مثلاً: گندم حلال ہے لیکن کسی سے بھینی ہوئی نہ ہو اگر کسی سے بھینی ہوئی ہے تو طیب نہیں ہے، اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ مرغی حلال ہے لیکن اگر کسی کی چوری کی ہوئی ہے یا بھینی ہوئی ہے تو طیب نہیں ہے، اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بھی پورا اپر اور بندے کا حق بھی پورا پورا ہو اس میں کسی کے حق کی مادوٹ نہ ہو حلال اور طیب ہے۔ امت کے لیے بھی سیکھ ہے اور رسولوں کے لیے بھی سیکھ ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿لَا إِيمَانَ لِلْأُرْسَلِ مَلَّوْا مِنَ الظَّلَمَاتِ﴾ [المومنون: ۵۰]۔ رسولو! پا کریں جیزوں سے کھاؤ۔ ﴿هُوَ أَنْقَعُ اللَّهَ تَعَالَى﴾ اور اللہ تعالیٰ سے ذروہ اس لئے حفظ ہوئے جو ہے بلکہ اللہ تعالیٰ بخششے والا ہم بیان ہے۔

### ~~~~~

﴿لَا إِيمَانَ لِلْأُرْسَلِ﴾ اے نبی! ﴿فُل﴾ کہہ دیں ﴿لَيْسَ لِيْ إِنْ يُؤْتَمْ فِنَ الْأَسْرَى﴾ ان کو جو تمہارے ہاتھ میں قیدی ہیں ﴿أَنْ يَقْعِلُمَ إِنَّهُمْ خَبَرُوا﴾ اگر جان لیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں بہتری کو ﴿لَيْسَ لِيْ تَلَمَّ خَبَرُوا﴾ دے گا تم کو بہتر ﴿مَنَا أَخْذَ مِنْهُمْ﴾ اس سے جو تم سے لیا گیا ہے ﴿وَلَيَعْلَمَ لَكُمْ﴾ اور تحسیں بخش دے گا ﴿وَلَهُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ﴾ اور اللہ تعالیٰ بخششے والا ہم بیان ہے ﴿وَلَمْ يُؤْتِنَدُوا فِي الْأَنْكَار﴾ اور اگر وہ ارادہ کریں تمہارے ساتھو دیانت

کرنے کا ﴿لَئِذْ خَالُو اللَّهُ مِنْ عَنْنٍ﴾ توجیہت انسوں نے حیات کی ہے اللہ تعالیٰ سے پہلے گھنی ﴿فَأَمْكَنْ وَنَفِّهُ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر قدرت دی ہے تم کو ﴿قَالَهُ عَيْنِهِمْ حَكِيمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ جانے والا ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے ﴿فَوَهَاجِدُوا﴾ اور جنہوں نے بھرت کی ﴿وَجَهَدُوا﴾ اور جہاد کی انسوں نے ﴿إِنَّمَا يَلْهُمُهُمْ وَأَنْقِسِهِمْ﴾ اپنے ماں سے اور اپنی جانوں سے ﴿فَقَسَبِلَ اللَّوْهُ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿وَالَّذِينَ أَذْقَلُوا صَرْفًا﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے گھروں میں ٹکانا دیا اور مدد کی ﴿إِذْ لَكَ بَعْصُهُمْ أَذْلِيَّةُ﴾ تعصی ہے کبھی لوگ ہیں جو بعض ان کے وارثت ایں بعض کے ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ﴿وَلَمْ يَعْجِزُوا﴾ اور انسوں نے بھرت نہیں کی ﴿فَمَانِكُمْ بِنِ ذَلِيلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ نہیں ہے تمہارے لیے ان کی دراثت میں سے کچھ بھی ﴿لَخَلِقِ لَيْلَاجِدُوا﴾ یہاں تک کہ وہ بھرت کریں ﴿وَإِنْ أَنْشَصَنُوا كُمْ فِي الْقِرْبَيْنِ﴾ اور اگر وہ مدد طلب کریں تم سے دین کے پڑے میں ﴿فَمَنِيَّكُمْ لَكَفِرُ﴾ پس تم پر ضروری ہے ان کی مدد کرنا ﴿إِلَّا عَلَى قُوَّتِهِ﴾ تینِ کلم و بیتِ قم ہے۔ مگر اس قوم کے مقابلے میں کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان معابدہ ہو ﴿وَإِنَّهُمْ بِنَتَّمْلُونَ بِصَفْرِهِ﴾ اور اللہ تعالیٰ جو عمل تم کرتے ہو دیکھ دے۔

### ماقبل سے ربط

چکھلے بیت میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ بدر کے مقام پر ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ گرفتارشدگان کے سعیت آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام نہایت سے مشورہ کیا کہ ان کے بارے میں کیا کرنا چاہیے؟ اور قرآن کریم کا حکم ہے کہ ﴿وَشَارِعُهُمْ لِيَوْنَصِرُهُم﴾ [آل عمران: ۱۵۶] ”جن جیزوں کے بارے میں شریعت کا صریح حکم نازل نہیں ہوا ان کے متعلق آپس میں مشورہ کرو۔“ یعنی مشورہ بھی شریعت کا ایک حکم ہے۔ حضرت عمر بن عثمان اور حضرت سعد ابن معاذ بنی خثیف کی رائے تھی کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہیے۔ حضرت صدیق اکبر بن عثمان اور باقی تمام حضرات میں تھیں کہ رائے تھی کہ ان سے فدیے لے کر چھوڑ دیا جائے اور اسی رائے پر عمل کیا گی اور فی کس چار سورہ تم چاندی فدی یا لیا گیو۔ ایک درہ مسدھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ اور جن کے پاس درہ میں تھے ان سے کہا گیا کہ تم دورو، تین میں آدمیوں کو لکھن پڑھنا سکھا دو۔

انی قیدیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿يَا أَيُّهَا الَّهُمَّ إِنِّي أَنْبَأْتُكُمْ أَنَّمِنْ أَنْبَأْتُكُمْ﴾ کہہ دیں ﴿الَّذِينَ قُلْتُ لَهُمْ قُولَنَّ لَمْ نَرَهُ﴾ ان کو جو تمہارے ہاتھ میں قیدی ہیں جنگ بدر کے ﴿إِنَّمَا يَعْلَمُ اللَّهُ مَا يُلْهِمُهُمْ حِلْمًا﴾ اگر جان لیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں بھتی کو کتم کفر چھوڑ کر ایمان لائے اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت چھوڑ کر آپ سے ﷺ کا ساتھ دیں ﴿لَئِذْنِهِ مُخْرِجًا مِّنْ أَخْلَاقِهِ﴾ دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم سے لیا گیا ہے فی کس چار سورہ تم۔ تم ایمان لاوے گے، تک

کرتے رہے گے اللہ تعالیٰ اس سے کئی گناہ بیختر عطا فرمائیں گے (وَلَيُغَفرُ لِّكُلِّ ذَنبٍ) اور تحسین بخش دے گا۔ کفر و شرک جواب بخیں کیا جائے اور حق کا جو مقابلہ کرتے رہے ہو وہ بھی معاف کر دے گا۔ اسلام اتنے کے بعد یہ سارے گندہ مufو ہو جو بخیں کے۔

### اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وعدہ پورا کرنا ہے

۸۔ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علاء بن حضری بن ٹھو کی تیاری میں چار ہزار کا لٹکر بھر کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ بھر کرنے کا علاقہ قصیر ہوا جہاں کپڑوں اور اچانس کے علاوہ ایک لاکھ درہم نقد رسول ہوا۔ بھر کے وقت مسجد میں درہموں کا لاکھ رہا ہوا تھا افسار و مدینے بھی سنائے گئے۔ بھر کرنے سے کافی رقم آئی ہے میں بھی طلبگی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے۔ نماز کے بعد جو دن کی بائیں ہوتی تھیں ان سے فارغ ہوئے تو حضرت عباس ٹھو جبدر کے قیدیوں میں سے تھے اور اپنے فدیی بھی دیا تھا اور اپنے کتبجھ عقل کا بھی، کئی لگہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے (وَلَيُؤْتَمُ خَيْرًا إِذَا أَخْذَ مِثْلَمْ) اللہ تعالیٰ تحسین اس سے بیخترے گا جو تم سے لیا گیا ہے۔ حضرت آنچہ وہ موقع ہے مجھے دیں۔

حضرت عباس ٹھو بڑے تقدیر آباد اور موٹے آؤتی تھے۔ ان پر ایک بڑا مضمبوط کمل تھا آپ ﷺ نے فرمایا جاہان جتنا اٹھ کتے ہو اٹھا لو۔ کمبل بچایا اس میں اتنے درہم ۱۵ لے کر خود اٹھا نہ سکے۔ کہنے لگے حضرت امیرے کندھے پر رکھاویں۔ فرمایا بچا جان اس طرح نہیں کرنا۔ کہنے لگے ساتھیوں میں سے کسی کو کہہ دیں میرا ہاتھ بٹائے۔ فرمایا پھر بھی نہیں ہو گا خود جتنا اٹھ سکتے ہو اٹھا لو ان میں سے۔ انھوں نے پکھ کم کیے بھر بھی نہ اٹھا سکے۔ عرض کیا حضرت اب تو تھا ہبادیں فرمایا جائیں۔ انھوں نے اور کم کیے اور جب انھا کر چل پڑے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا بچا جان کی حوصلہ دیکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ جو وعدہ فرماتے ہیں پورا کرتے ہیں۔ چنانچہ بھر کے موقع پر سراقد اہن مالک (جو براہمیں میلوان حضیر کا آدمی تھا) نے سنا کہ کہداں نے دارالدرودہ میں اعلان کیا ہے کہ ان کو جزو نہ کرو کر لائے یادوں کے سرکات کر لائے دوسرا وقت انعام دیا جائے گا۔ جب آپ ﷺ غاروڑ سے آگئے بھر کے وقت کے لیے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اور ان کے شلام عاصراہن اُبیر (رضی اللہ عنہ) اور عبد اللہ بن اُریق خط ٹھو جو بعد میں سر تھے ملے تھے۔ سراقد اہن مالک نے انعام کے لیے میں پہچا کیا جس وقت آپ ﷺ کے قریب آیا تو گھوڑا اگر اور سی پیچے گر پڑا پھر اٹھا سوار ہوا تو گھوڑا از میں میں دھنس کیا بڑی کوشش کے بعد گھوڑا اٹکل آیا اس نے تین دفعہ یہ حرکت کی تو کچھ گیا کہ میں ان پر قابو نہیں پاسکتا۔ کہنے لگا مجھے معاف کرو اور معوال کا ایک پرداز لکھو۔ پھرے کے ایک لکھے پر حضرت عاصراہن فہرہ ٹھو نے معوال کا پرداز لکھ دیا۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا گئی بیک ادا الْهَمَسَى السَّوَادِيَّ کیسری "وہ وقت کیسا ہو گا جب تو کمری اہن کے لکھن پہنے گا۔"

حضرت سعد اہن و قاص ٹھو کی تیاری میں جب اہن پہن ہوا۔ کمری کے خزانے اور لکھن مسجد بیوی میں لاے گئے

حضرت عمر بن جعفر کا درود خلافت تھا۔ آنحضرت مولیٰ نبی کام ارشاد گرائی پورا کرنے کے لیے ان کو تھوڑی دری رکے لیے سونے کے لئے پہنائے گئے۔ گیا کہ آپ مولیٰ نبی کے ارشاد سے اس طرف اشارہ تھا کہ آج تو دوسرا وقت کی خاطر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں سے، بہتر خصیت کے قتل کے در پڑے ہے وہ وقت کی آئے گا کہ تم مسلمان ہو گے اور کمری کے لئے تیرے ہاتھ میں ہوں گے۔ ﴿وَلَئِكَ الْأَيْمَنُ نَدَا وَلَهَا يَقْتَلُنَّ أَقْرَاسَهُ﴾ (آل عمران: ۱۳۰) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ دن یہ دن ہم لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔

﴿وَاللَّهُ هُوَ عَلَيْنَا بَرَّٰجِنَمُ﴾ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہمارا ہے۔ ﴿وَإِنَّ رُبَّنَا يُؤْتِنَا خَيْرًا كَثِيرًا﴾ اور اگر یہ قیدی ارادہ کریں تمہارے ساتھ خیانت کرنے کا کفر پڑنے رہیں اور اسلام کی خلافت پر مجے رہیں ﴿فَلَئِكَ الْأَيْمَنُ نَدَا وَلَهَا يَقْتَلُنَّ أَقْرَاسَهُ﴾ تو حقیقت انہوں نے خیانت کی ہے اللہ تعالیٰ سے پہلے گئی ﴿فَأَمْكَنْنَاهُمْ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر قدرت دی ہے تم کو۔ وہ پہلی خیانت کیا تھی؟

### مشرکین کی خیانتیں ہیں

فسریں کرام نبی کام کا ایک گروہ پر کہتا ہے کہ اس جہاں یعنی عالمِ وجود میں، نے سے پہلے عرفات کے میدان میں دادی مسزة النعمان میں تمام اس توں کی ارواح کو حاضر کر کے رب تعالیٰ نے وحدہ لی پر تھا۔ ﴿كَثُرَ يَرَبُّنَاهُمْ﴾ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ﴿فَلَئِكَ الْأَيْمَنُ نَدَا﴾ (العرف: ۲۱) اسپ نے کہا ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مدد و کم و جد میں آئے کے بعد دلات، منات، عزی، ہمیں وغیرہ کو رب بنا کر اس عہد میں خیانت کی ہے۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ابوطالب کے مکان میں تمام نو ہاشم اکٹھے ہوئے اور آپ میں عہد کیا کہ اگرچہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سر تھیں مذہبی اعتبار سے اختلاف ہے میکن ہے تو ہماری برادری کا۔ لہذا برادری ستم کے مطابق ہم نے اس کی خلافت نہیں کرنی۔ لیکن ابو جہل ہوشیطان قسم کا آدمی خدا نے معاہدہ نہ چھپے دیا اور بنو ہاشم کو مجبور کر کے بدر میں گئی لے آیا اور احمد میں بھی آپ مولیٰ نبی کی خلافت میں آئے۔ تو انہوں نے پہلے بھی عہد ٹھنی کر کے خلافت کی اگر اب بھی کریں گے تو آپ مولیٰ نبی کی پرواہ کریں ﴿وَلَهُمْ عَلِيهِ حُكْمُنَا﴾ اور اللہ تعالیٰ جانے والہ حکمت والا ہے۔

### مسئلہ مواعات ہے

آئے ایک مسئلے کا ذکر ہے۔ شروع شروع میں مہاجرین برادری کے اعتبار سے سارے کے سارے مسلمان ہوئے تھے۔ انصار۔ بلکہ کچھ مسلمان اور کچھ کافر تھے۔ آنحضرت مولیٰ نبی نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواعات قائم کی کہ ایک مہاجر کو ایک انصاری نا بھائی بنایا۔ اگر انصاری قوت ہوتا تو اس کی دراثت مہاجر بھائی کو ملتی اور اگر بہ جزو قوت ہوتا تو اس کی دراثت انصاری کو ملتی تھی۔ اس کو دراثت مواعات بھی بھائی چارے کی دراثت کہتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا اور مہاجرین کی سری بہری مسلمان ہو گئی اور انصار بھی برادری کے وظیفے سارے مسلمان ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گی۔ اسی

بُرْتَ كَآخْرِ مِنْ آتَى كَابْ مُرْنَهْ وَالْيَهْ دَرْشَدَارْ وَارْثَ هِنْ۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا﴾ بے غل وہ لوگ جو ایمان لائے اور جھوٹ نے ہجرت کی ﴿وَ جَهَنَّمَ إِلَيْهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾ اور جادکیاں جھوٹ نے اپنے بلوں سے اور اپنی جانوں سے۔ اپنے مال خیچ کیے اور اپنی جانیں لے کر کافروں کے مقامے میں گئے ﴿فِي سَيِّلِ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ ان مهاجرین، مجاهدین کا ذکر ہے ﴿وَ الَّذِينَ أَقْتَلُواْ قَضْيَةً ذَلِكَهُ﴾ اور وہ لوگ جھوٹ نے اپنے گھر دل میں نمکانا دیا اور مدد کی۔ یہ انصار ہیں جھوٹ نے بڑی قربانی دی کہ جھوٹ چھوٹے مکان ہوتے ہوئے مهاجرین مرد بھی تھے، عورتیں بھی تھیں، بچے بھی تھے اور رہائش کا کوئی اختیام نہیں تھا ان کو اپنے مکان رہائش کے لیے دیتے۔ اپنی زیستیوں اور باغات میں سے ان کو حصہ دی۔ وہ اس طرح کہ جب آنحضرت ﷺ نے جنگ میں نہیں پڑا تو انصار نے جمع ہو کر آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ سب لوگ اس بات کا عہد کرو کہ زمینیں اور کھجوروں کے درخت آدھے ہمارے ہادر آدھے مهاجرین بھاگتیوں کے۔

اس فضیلے کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس آئے کہ آپ ﷺ کی رائے لے لیں۔ چنانچہ انصار نے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں مگر یہ مهاجرین تو سارے ہیں ان کو کہ معلوم کرد لص کب یوتے ہیں اور کب کائیں اور کب گولی کرتے ہیں۔ کیوں کہ کوئی مسیں کھینچ پڑی نہیں کہی۔ انصار بیدار ہے تھا اچھا حضرت اس طرح کرتے ہیں کھینچ پڑی ہم کریں گے، فصلیں بھی ہم کا میں گے، کھجوریں بھی ہم اتاریں گے تیار کھتی اور تیار پھل آدھا ان کا اور آدھا ہم لیں گے۔ یہ کتنی بڑی قربانی ہے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”لوگو یا درکھنا یوں یقانی ہے میں دنیا سے جانے والا ہے انصار کا خیال رکھنا (الْحُبُّ الْأَنْصَارِ مِنِ الْإِيمَانِ)“ انصار کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَ إِنَّكُمْ بَصَّرُهُمْ أَذْلَى إِذَا يَغْتَبُونَ﴾ میں لوگ ہیں جو بعض ان کے وارث ہیں بعض کے۔ مهاجر انصاری کا اور انصاری مهاجر کا ﴿وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَهْجُرُوا﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جھوٹ نے ہجرت نہیں کی ﴿فَإِنَّمَا قِنْ دَلَّا يَتَّبِعُهُمْ شَيْءٌ﴾ نہیں ہے تمہارے لیے ان کو راثت میں سے کچھ بھی ﴿خَلِّيْنَاهُجَرُوا﴾ یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں۔

### مسئلہ اخلاقی دارین ॥

مسئلہ ہے کہ اخلاقی دارین اور اخلاقی دین دار اس سے محروم کہ سب ہیں کہ باپ کا فرہے اور میاں مسلمان ہے ہا اس کے بریگز بننے والی ایک درسے کے وارث نہیں بن سکتے۔ ایک جانی کا فرہے اور ایک مسلمان ہے تو یہ بھی ایک درسے کے وارث نہیں بن سکتے، ماقول کوئی متول کی ورث نہیں ملے گی۔ مثلاً: کوئی شخص اپنے باپ یا جانی کو قتل کر دیتا ہے تو شریعت اس کو وراثت سے بالکل محروم کر دیتی ہے۔ اور اخلاقی دارین کا مطلب یہ ہے کہ باپ بیانداروں مسلمان ہیں یا در بھائی مسلمان ہیں لیکن ایک دارالامان، دارالاسلام میں رہتا ہے یعنی مسلمان ملک میں رہتا ہے اور دوسرا دارالحرب، دارالکفر میں رہتا ہے

کافروں کے ملک میں رہتا ہے تو ایک کو دوسرا کی دراخت نہیں ملے گی بے تکبِ دنیوں سملان ہیں۔ اس وقت صحیح معنی میں دارالاسلام کا اطلاق طابن کی حکومت پر ہوتا ہے جہاں سونپھر قرآن و سنت کے مطابق قانون نافذ ہے۔ دنیا کے کفار ان کو خواہ بخواہ بدنام کرنے لگی ہوئی ہے۔ کبھی دہشت گرد، کبھی خالم اور خدا جانے ان کے متعلق کیا کیا کہتے رہتے ہیں۔ حالانکہ وہاں صحیح معنی میں میں اسامم نافذ ہے۔ کل کے اخبار میں تھا کہ ایک خالم نے اپنی ماں، بیوی، بہنوں اور بھائیوں، پانچ چھوٹے کو ذبح کر دیا تھا وہ گرفتار ہوا تو قاتل کے باپ کو کہا گیا کہ قرآن مجھے اختیار رہتا ہے چہ ہو تو اس کو معاف کر دو چاہو تو قصاص میں اس کو قتل کر دو۔ چنانچہ باپ نے اپنے بیٹے کی گرفتاری پر چھبڑی چلا کر قصاص لیا۔ قرآن کریم کا حکم تھا جنہوں نے ہبھینہ اس پر عمل کیا اور کہنے بھی ایسے ہو چاہیے کہ قرآن و سنت پر عمل کرو۔ چہ ہے ظالم، دہشت گرد کہیں، وحشیانہ سزا کیں کہیں، کچھ بھی کہیں اس کی پرواہ کرو۔

ہاں اگر ہبھار کا بھائی بھرت کر کے مدینہ منورہ آجائے تو پھر وہ اپنے بھائی کا وارث ہو گا ﴿وَإِن أَنْتَصَرْتُ فَلَمْ فِي  
الْقَوْنِيْنِ بِهِ﴾ اور اگر وہ تم سے مدظلہ کریں دین کے برے میں۔ حکما، کے علاقوں میں رہتے ہیں ﴿فَتَبَيَّنُكُمُ اللَّهُزُورُ﴾ پس تم پر  
لزم اور ضروری ہے ان کی مدد کرنا ﴿إِنَّ عَلَىٰكُمْ تَعْوِيْدَنِيْمٍ وَبِيَتَّقْمِيْمٍ وَبِيَتَّقْمِيْمٍ وَبِيَتَّقْمِيْمٍ﴾ مگر اس قوم کے مقابله میں کہتہ ہمارے درمیان اور ان  
کے درمیان معاہدہ ہو تو اس قوم کے خلاف تم مدد نہیں کر سکتے یعنی عہدو بیان کی پہنچی کرنی ہے۔ آج کل کی حکومتوں کی طرح  
نہیں کہ بیظاہر کچھ اور اندر سے کچھ۔ مثلاً یہ راپا کستان ہے کہ کھل کر تو انڈا یا کے خلاف ہڑنے کی اجازت نہیں دیتا مگر اندر اس  
کچھ کر رہا ہے سبی حال اٹھا کا کا ہے۔ اسلام اس دورگی کی اجازت نہیں دیتا جو کرنا ہے کھل کر کر دو ﴿وَلَئِنْ يَأْتُكُمْ مُّغَيْرَةً فَلَا  
الشَّعْلَ جُوْلَ تَمْ كَرْتَهُ ہو دیکھ رہا ہے اس کے علم سے کوئی جیزا ہریں نہیں ہے۔

﴿إِذَا لَبِيْنَ كَفَرُوا﴾ اور وہ لوگ جو کافر ہیں ﴿بَعْصُهُمْ أُولَئِيَّا لِّتَضْعِفُ﴾ ان میں سے بعض جنہیں کے وارث ہیں  
﴿إِلَّا إِنْ تَعْلَمُوهُ﴾ اگر تم ان کی مدد نہیں کر دے گے ﴿لِئَنَّ فَتَّاهَ فِي الْأَرْضِ﴾ تو ہو گا فتنہ میں میں ﴿وَفَادُ كُلُّ يَوْمٍ﴾ اور  
نساء بہت بڑا ﴿إِذَا لَبِيْنَ اصْنَوُا﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ﴿ذَفَاجُرُوا﴾ اور انہوں نے بھرت کی ﴿ذَهَبَهُ دَافِي  
سَبِيلِ الْتَّهِ﴾ اور جنہوں نے جہاد کیا اند تعالیٰ کے دراستے میں ﴿وَإِذَا لَبِيْنَ اؤْذَاقُهُمْ وَأُذْقُهُمْ﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے مکانا  
دیا اور مدد کی ﴿إِذَا لَبِيْنَ كُلُّهُمُ الْمُؤْمِنُونَ سَطاَهُمْ بَكْ لَوْگِيْمِيْنِ ایمانِ دالے پکی بات ہے ﴿لَهُمْ عَفْرَوَةٌ وَبِرْدَنِيْ گُرْبَيْمِ﴾  
ان کے لیے بخشن ہے اور رزق ہے عمدہ ﴿إِذَا لَبِيْنَ اصْنَوُا مِنْ بَعْدِهِ﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس کے بعد  
﴿ذَفَاجُرُوا﴾ اور انہوں نے بھرت کی ﴿ذَهَبَهُ دَافِيْمَكَلَهُ﴾ اور انہوں نے جہاد کیا تمہارے ساتھیں کہ ﴿ذَهَبَهُ دَافِيْنَ  
مِنْهُمْ﴾ پس یہ لوگ تم میں سے ہیں ﴿وَأُولُو الْأَذْنَافُ هُمْ﴾ اور قریبی رشتہ دار ﴿بَعْصُهُمْ أَذْلِيْبَتْهُنَّ﴾ بعض ان

کے زیادہ حق دار ہیں بعض سے ﴿لَئِنْ كَتَبَ اللَّهُ هُوَ الْمُعَزِّى بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

### ماطل سے ربط یہ

اس سے تکلیف آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں انصار اور مہاجرین کے درمیان مذاہدات قائم فرمائی اور یہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے کیونکہ مہاجرین کی ساری برادری مسلمان ہیں ہوئی تھی اور انصار کی ساری برادری بھی مسلمان ہیں ہوئی تھی یعنی ایک دوسرے کی برادری تھے۔ اور اختلاف دارین کی وجہ سے کہ دوسرے مسلمان ہدیثے والے مسلمانوں کے اور ہدیثے والے مسلمان کے والے مسلمانوں کے وارث نہیں بن سکتے تھے کہ ایک دارالاسلام اور دوسرا دارالکفر میں تھا اور یہ بھی دراثت سے مردی کا سبب ہے۔

دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریف میں فقہی طور پر کافی اختلاف ہے۔ اکثر کے خود یہ دارالاسلام کی تعریف یہ ہے کہ وہاں سو فیصد اسلامی قوانین نافذ ہوں۔ اس معنی میں اس وقت طلبان کی حکومت کے علاوہ دنیا میں کوئی ملک سو یہ سیاست دارالاسلام نہیں ہے۔ اور دارالحرب اسے کہتے ہیں کہ جہاں مسلمان اسلام کا کوئی کامن کر سکتی اور دنیا میں ایسا ملک بھی کوئی نہیں ہے کہ جہاں مسلمانوں کو کوئی نماز، وضو سے رکے اور حج سے بھی نہیں روکتے۔ تو صحیح معنی میں دارالحرب بھی کوئی ملک نہیں ہے۔ ایسے ملکوں کو دارالاسلام کہلو یا دارالکفر کہہ لو۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد تمام ملکوں سے زیادہ ہے۔ انہوں نیشاں مسلمانوں کی تعداد بیش کروڑ ہے اور ہندوستان میں ائمہ نہیں کروڑ ہے۔ ہندوستان کی حکومت مسلم نوں کو نماز و روزے سے منع نہیں کرتی البتہ قربانی کے مسئلہ پر جھکڑا کرتی ہے تگرہ تو حصر پارک کے علاقے میں بھی جھکڑا ہوتا ہے جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ حالانکہ وہ پاکستان کا حصہ ہے۔ دہلی بھی قربانی نہیں کرنے دیتے وہاں بڑا گوشہ نہیں میں سے کا بے شک بھی جا کر دیکھ لو۔ باقی دراثت کس کو سطیحی؟ تو مون کو مون کا وارث ہو گا اور کافر کا فرکا فرکا وارث ہو گا۔ عدم قانون ہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ الظَّالِمِينَ كَفَرُوا بِهِ﴾ اور وہ لوگ جو کافر ہیں ﴿لَهُمْ أَعْلَمُ بِآعْنَابِنِهِمْ﴾ بعض ان میں سے بعض کے وارث ہیں۔ کافر کی دراثت کا نزد کوٹے گئے ﴿إِلَّا لِئَلَّا ظَلَمُوا﴾۔ فہیم کا مرتع نظر ہے جس کا ادب اُنکر ہوا ہے کہ اگر تم ان مسلمانوں کی مدد نہیں کر دے گے ﴿لَئِنْ فَشَّطْتُ إِلَيْهِمْ﴾ تو ہو گا نقصہ میں میں کہ کافر کا فرکا فرکا وارثہ مسلمانوں پر۔ ظلم کریں گے ﴿وَقَاتَ الظَّالِمِينَ﴾ اور فساد ہو گا بہت بڑا۔ اللہ اعظم مظلوم مسلم نوں کی مدد کرنا تمہارا فریضہ ہے۔ اس وقت کو وہ مسلمانوں پر اتنا ظلم ہو رہا ہے کہ جس کا کوئی حساب نہیں ہے لیکن تمام حرب ممالک گئے ہو چکے ہیں ان کو تو نہیں تو نہیں ہے کہ انہیں بھی بیان میں دیں کہ یہ ظلم ہو رہا ہے۔ پس امریکہ، برطانیہ، فرانس کے پھوپھیں، ان کے اشارے کا انتشار کرنے لیں کر دیں کیا کہتے ہیں۔

بھی ہتم علی طور پر مظلوموں کی مدد نہیں کر سکتے، مالی مدد نہیں کر سکتے تو بیان ہی دے دو کہ مسلمانوں پر ظلم اور زیارتی نہ کرو۔ لیکن مسلمان آج اتنا بے خس ہو چکا ہے کہ اتنی توفیق بھی نہیں ہے۔ حالانکہ رب تعالیٰ کا حکم ہے کہ جس علاقے میں کمزور مسلمان تم سے مد طلب کریں تو ان کی مدد کرو وہ روز میں میں برا اقتدار و نادہ بہگا اور مسلمانوں پر عمر صدی جیات تغلق کر دیا جائے گا۔ فرمایا ہے ﴿وَإِنْ شَاءَ اللَّهُ أَسْأَلْهُ أَوْرُوهُ لَوْلَغْ جَوَاهِمَ لَا يَلْعَمْ﴾ اور انہوں نے اہمتر کہ ﴿وَجَهَدُوا هُوَ أَوْرُجَوْهُ﴾ اور جھونوں نے چہار کیا ہے ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ یہ مہاجرین کا ذکر ہے ﴿وَالَّذِينَ اذْهَبُوا نَصْرَهُ﴾ اور وہ لوگ جھونوں نے بھکانا دیا اپنے گھروں میں، زیموں میں، باغات میں اور بد و کی۔ یہ انصار کا ذکر ہے۔ صحابہ کرام ﷺ کے وہی طبقے تھے ایک مہاجرین کا اور دوسرا انصار کا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں طبقوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے ﴿وَلَئِنْ كُنْتُمْ حَلَفاً لَهُمْ﴾ سبی لوگ ہیں ایمان والے کچی بات ہے۔ یعنی مہاجرین اور انصار ﴿لَهُمْ مُغْفِرَةٌ﴾ ان کے لیے کخشش ہے ﴿وَلَمْ يَدْعُنَ كُنْيَتَهُ﴾ اور مدد و رزق ہے۔ کتنی صاف آیات ہیں کہ مدد و رزق بھی موسیٰ ہیں اور انصار بھی موسیٰ ہیں جس حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علیؓؑ میں مدد و رزق مہاجرین ہیں۔ حضرت عائشہ صدریۃ، حضرت حفصہ بن عیاذ مہاجر است ہیں۔ ان کو اگر کوئی کافر کے گا تو وہ خود کافر ہو جائے گا۔ انصار میں سے کسی کو کافر کہے گا تو وہ خود کافر ہے۔

### اکابرین کی خدمات

ہندوستان میں اکابر بادشاہ نے ایک اپنا دین کیا تھا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو خلط ملٹ کیا کہ مسلمان عورت ہندو کے گھر اور سکھ کے گھر ہے۔ عیجہ قسم کا ایک ملغوب ایسا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا محافظ ہے شیخ احمد رہندری مجدد الف ثانی روحانی نے اپنی جان حلقی پر رکھ کر حکومت کا مقابلہ کیا، کئی سال گولیار کے تلعیں میں نظر بند رہے گرفق پر قائم رہے۔ انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ ان کے بعد شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے، پھر شاد ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور ان کے بیٹوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ پھر علاعے دیوبند اور حاصلی اور سہاران پور کے علماء نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ اگر ان لوگوں کی تلقیمیں اور کوششیں نہ ہوتیں تو سچی بات یہ ہے کہ سچی طور پر مسلمان نہ رہ سکتے۔ بہر حال ان حضرات کی بڑی خدمات ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کے تکوہات شریف خلائق، عسکر اور رہنما انتباہ سے عسکری ذخیرہ ہے۔ یہ فارسی زبان میں اور اب اور ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ حضرت کی اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت! راٹھیوں کے ہارے میں ہم کیا نظریہ رکھیں؟ اس پر حضرت نے کتب لکھی جس کا نام ”رُدُّ رَوْافِضَ“ ہے۔ اس کا اور ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں کہ راٹھی مسلمان نہیں ہیں اور ان کے مسلمان نہ ہونے کی تین وجہات بیان فرمائی ہیں۔

### شیعوں کے کفر کی وجہوں میں مدد الف ثانی

ایک یہ کہ اس قرآن کو اصلی قرآن نہیں مانتے اور ظاہر بات ہے کہ جو شخص موجودہ قرآن کو اصلی قرآن نہ مانتے وہ کیسے۔

مسلمان ہو سکتا ہے اس پر انہوں نے کافی روایات لفظ کی ہیں۔

دوسری وہ بیان فرمائی ہے کہ یہ مہاجرین و انصار صحابہ کرام شاہزادی کو کافر کہتے ہیں جب کہ رب تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے ﴿لَهُ أَكْلِمُكُلُّ مُؤْمِنٍ حَتَّىٰ يَكُونَ مُؤْمِنًا﴾ ”بیکی کے موسن ہیں۔“ اور حبیبیوں پارے میں فرمایا ﴿لَقَدْ نَعْلَمُ إِنَّ اللَّهَ عَنِ الْمُكَوَّنِينَ إِذَا يَأْتِيَنَّكَ تَثْتَثُّ الشَّجَرَةَ﴾ ”البَيْتُ تَحْقِيقٌ رَاضٍ ہو گی اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے جھنوں نے آپ کی بیت کی درخت کے پیچے۔

۶۔ حشیبیہ کے مقام پر پدرہ سو صحابہ کرام شاہزادی نے آپ ﷺ کی بیت کی اس میں حضرت ابو بکر صدیق بن عثیمین، حضرت عمر بن عثیمین، حضرت عثمان بن عثیمین، حضرت علی بن عثیمین شامل تھے۔ واقعہ اس طرح ہیش آیا تھا کہ حضرت عثمان بن عثیمین کو آپ شاہزادی نے تاصدیق کر دیجاتا تھا لیکن کرم کہ ان کو بتاؤ ہم مرد کرنے کے لیے آئے ہیں لانے کے لیے نہیں آئے۔ اور حضرت عثمان بن عثیمین کی شہادت کی خبر شہروں لوگی۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عثیمین کے بدالے کے لیے تمام صحابہ کرام شاہزادی سے بیت نی فرمایا میرا دیاں ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”یہ سب موسن ہیں اور میں ان سے راضی ہوں۔“ اور یہ ان کی عکیفی کرتے ہیں۔

اور تیسرا وجہان کے کفر کیا یہ ہے کہ یہ اس کو مخصوص مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اماموں پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جب امام مخصوص ہوئے اور ان پر وحی بھی نہیں ہوئی ہے تو نبی اور امام میں کیا فرق ہوا؟ گویا آنحضرت ﷺ کے بعد باہر نبی مانتے ہیں یہ فتح نبوت کا انکار ہوا۔ بلکہ یہ ماموں کو وہ درج دیتے ہیں جو وہم نبیوں کو بھی نہیں دیتے۔ کیوں کہ انہیں دست و اجماعت کا یہ مسلک ہے کہ حلال و حرام کا اختیار صرف رب تعالیٰ کوئے بنی کو حل و حرام کا اختیار نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر صرف پنی ذات کے لیے شہر حرم بنا تھا اس پر پوری سورت تحریم نازل ہوئی ﴿لَيَا نَبِعَهَا اللَّهُ أَنْ لَمْ يَعْتَزِفْ مَا أَخْلَلَ اللَّهُ لَكَ﴾ اے نبی کریم ﷺ! آپ نے اس چیز کو کیوں حرام فرار دیا جس کو رب تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال فرار دیا ہے۔“ وہ یہ کہتے ہیں کہ اماموں کو حل و حرام کا اختیار ہے۔ ﴿إِنَّمَا يُحِلُّونَ مَا يَشَاءُونَ وَ مَا يُنْهِيُونَ قَاتِلَشَاءُونَ﴾ ”اماں جس چیز کو چاہیں حلال کریں اور جس چیز کو چاہیں حرام کریں۔“ اور حضرت شاہ ولی اللہ نے جب ”إِذْ لَهُ الْجِفَاءُ اور قُرْطَةُ الْعَيْدِينَ“ لکھیں تو راضی حاکم نے ان کی انکھیں کاٹ دیں لکھی ہیں۔ ان خیڑیں کا جہاں بھی اقتدار ہو معااف نہیں کرتے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث راوی کو سنگھے پاؤں جلا دیتے کیا۔ وہ امام پور جا کر علمبرے کے انہوں نے ”حود اثنا عشریہ“ لکھا تھی۔ ایران کی وجہ سے راضی پورے ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن عزیز دہ برجور را درکشی سے بھجزانہ کرنا، کافر کا فر کہنا یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کافر تو کافر ہوتا ہے۔ مگر چنانے کے لیے جس طرح جدہ، ایں سماجی کرتے ہیں کافر کافر غیب کافر کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ کافر ہیں اور ان کے کفر میں کوئی عکس نہیں ہے لیکن جزاً بری بات ہے۔ ہندو کافر ہیں، ہنکہ کافر ہیں، یہ مسائی کافر ہیں، یہ یہودی کافر ہیں، پارسی کافر ہیں، ذکری کافر ہیں اور یہ سارے

پاکستان میں موجود ہیں راضی ہمیں کافر ہیں پاکستان کافروں سے بھرا ہوا ہے۔ مسلمان تو نام کے ہیں کام کا مسلمان تو کوئی نہیں ہے صرف چند گنگی کے ہیں۔

تو حضرت مہر الدلف تانی نے راضیوں کے کفر پر اس آیت کا بھی جواب دیا ہے۔ اب انہوں نے قلص (چھکارے کا راست) کیا جلاش کیا؟ ایک یہ کہم اس قرآن کو اصل نہیں مانتے تم بے شک کافر ہم براتے رہو اور روسرا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہدایت ہے کہ رب تعالیٰ نے جب ان کے موکن ہونے کا فرمایا تھا اس کو علم نہیں تھا کہ آپ ملکہ نہیں کی وفات کے بعد یہ سرقة ہو جائیں گے تو نے دوچار کے، (معاذ اللہ تعالیٰ)۔ بھائی! وہ رب ہی کیا ہے کہ جس کو علم نہیں ہے۔

میری ایک کتاب ہے ”ارشاد الشیعہ“ اس میں میں نے ان کا مسلک دران کے عقیدے دلائل کے ساتھ بیان کیے ہیں اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ مگر کافر کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اور مکر مدد فتح ہونے کے بعد کی لوگ مسلمان ہو گئے ان میں حضرت ابوسفیان ہبیش، حضرت امیر معاویہ بن عوف، حبیبی، اور مکر مدد فتح ہونے کے بعد کی لوگ مسلمان ہو گئے ان میں حضرت ابوسفیان ہبیش، حضرت امیر معاویہ بن عوف، حبیبی، اور مکر مدد فتح ہونے کے بعد ہے۔ اندھال فرماتے ہیں ﴿وَالنَّبِيُّ أَنْتُمْ أَوْعَى بِتَهْذِيبِكُمْ﴾ اور انہوں نے چور کیا تمہارے ساتھ مل کر ﴿فَأُولَئِكَ هُنَّ الظَّاهِرُونَ﴾ اور انہوں نے بھرت کی ﴿وَجَهَدُكُمْ لَا يَمْعَلُكُمْ﴾ اور مکر مدد فتح ہونے کے بعد ہے۔ جیسے: ابوسفیان، امیر معاویہ، حارث ابن حشام، حبیبی، اور مکر مدد فتح ہونے کے بعد ہے۔ میں یہ لوگ تم میں سے ہیں۔ جیسے: ابوسفیان، امیر معاویہ، حارث ابن حشام، حبیبی، اور مکر مدد فتح ہونے کے بعد ہے۔ ﴿وَأُولُو الْأَنْهَارِ﴾ اور قریبی رشتے وارہ برادری والے ﴿بَعْصُهُمْ أَوْلَى بِتَهْذِيبِهِنَّ﴾ بعض ان کے زیادہ خدا رہیں بعض سے درافت میں ﴿فَيَكْتُبُ اللَّوَّهُ الشَّهِيدُونَ﴾ کی کتاب میں۔ لیکن اب مواختات والی درافت کا مسئلہ فتح ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پہلی نوشت ہی تھی کہ مواختات کے ذریعے درافت میں گی اور اب حکم یہ ہے کہ رشتہ دار، عزیز ایک درستے کے دراثت ہیں گے۔ کیوں کہاب ساری برادریاں مسلمان ہو گئیں لیں الہذا باب باپ کی درافت یعنی کو اور میٹے کی باپ کو، بھائی کی بھائی کو، پیچے کی تائے کو، ان کی اولاد کو درافت میں گی۔ کتاب اللہ میں ہیکیں کھما ہوا تھا کہ پہلا حکم منسوخ ہو جائے گا مواختات والا اور دوسرا حکم برادری والا نافذ ہو جائے گا ﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ بِمَا يَعْمَلُونَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ بر جیز کو جانتا ہے۔ اس کے حکم سے کوئی مشکل نہیں ہے۔

آج چدارخی شوال بر ذہن ۱۴۲۸ھ بہ طالبین ۲۰ اکتوبر ۲۰۰۷ء

سورہ الانفال مکمل ہوئی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(مولانا) محمد نواز بلوچ

سمیت: مدرسہ بیان الدین، جناح روڈ گوجرانوالہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## روزانہ درس قرآن پاک

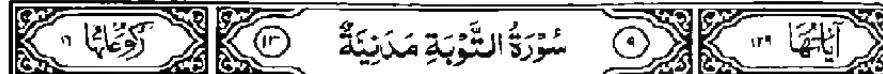
تَفْسِير

### سُورَةُ التَّوْبَةِ مَدْرِسَةٌ

پارہ ← وَاعْلَمُوا ، يَعْتَذِرُونَ

۱۰ ۱۱

## سُورَةُ التَّوْبَةِ مَدِينَةٌ



﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ﴾ بے زاری کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے ﴿إِنَّ الَّذِينَ عَاهَدُوكُمْ قِنْ أَنْتُمْ رَسُولُهُ﴾ ان لوگوں کی طرف جن کے ساتھ تم نے معاهدہ کیا مشرکوں میں سے ﴿فَقَبِيلُوا فِي الْأَرْضِ﴾ (ان سے کہدو) چوبھروز میں ﴿أَشْرَعْتُهُمْ﴾ چار سینے ﴿وَأَعْلَمُوا﴾ اور تم جان لو ﴿أَنَّكُمْ عَبْرَ مُخْجِزِي النَّوْمِ﴾ بے شک تم نہیں عاجز کرنے کے اللہ تعالیٰ کو ﴿وَأَنَّ اللَّهَ مُحْزِي الظُّفَرِيَنِ﴾ اور بے شک اللہ تعالیٰ رسول کرنے والا ہے کافروں کو ﴿وَأَذَانْ قِنْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ اور اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور س کے رسول ﴿إِنَّمَا يَنْهَا﴾ کی طرف سے ﴿إِنَّ الَّذِينَ﴾ لوگوں کو ﴿يَوْمَ الْعِدْجِ الْأَكْبَرِ﴾ بڑے حج کے دن ﴿أَنَّ اللَّهَ يَرَى مَنْ قِنْ الشَّرِّ﴾ کینہ<sup>۱</sup> ﴿وَرَسُولُهُ﴾ کر بے شک بیزار ہے اللہ تعالیٰ مشرکوں سے دراس کا رسول بھی ﴿وَكَانَ يَتَّمِمُ قِنْ وَبِرَبِّكُمْ﴾ پس اگرم تو بہ کرلو پس وہ تمہارے حق میں بہتر ہے ﴿وَإِنَّ تَوْلِيهِمْ﴾ اور اگر تم اعراض کرو گے ﴿وَنَالْغَلَمَوْا﴾ تو جان لو ﴿أَنَّكُمْ يَنْهَا مُخْجِزِي النَّوْمِ﴾ بے شک تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے ﴿وَبِرَبِّ الْأَنْبَيْتِ كَفِرْنَا﴾ اور آپ خوشخبری سن دیں ان لوگوں کو جو کافر ہیں ﴿يَعْذَابُ الْيَتِيمِ﴾ وردناک عذاب کی ﴿إِلَّا الْأَنْبَيْتِ﴾ مگر وہ لوگ ﴿عَاهَدُوكُمْ قِنْ الشَّرِّ﴾ جن سے تم نے معاهدہ کی ہے مشرکوں میں سے ﴿فَإِنَّمَا يَعْقِلُونَ كَذَبَيْتُمْ﴾ پھر انہوں نے کی نہیں کی تمہارے ساتھ کسی شے میں ﴿وَتَمَّ يَنْكَاهُرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا﴾ اور شاداکی تمہارے خلاف کس کی ﴿فَأَيْتُمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ﴾ پس تم تکمل کرو ان کے ساتھ ان کا عہد ﴿إِنَّمَّا يَدَعُونَ﴾ ان کی دعت تک ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں پر بیزگاروں کے ساتھ۔

سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ تعالیٰ لکھنے کی وجہ

قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں اور سورت توبہ کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ تعالیٰ ہوئی ہے۔ سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ تعالیٰ لکھنے کی کیا وجہ ہے؟ جامع قرآن حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا حضرت ابی سرتوں کے شروع میں بسم اللہ ہے اور سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا باتی سورتوں کے شروع میں اہم نے اخھدرت ملکہ قرآن سے بسم اللہ تعالیٰ بسی ابتداء میں بسم اللہ نہیں ہے۔ یعنی اخھدرت ملکہ قرآن جب اس سورۃ کو پڑھتے تھے تو بسم اللہ سے نہیں پڑھتے تھے لہذا ابھی طرف سے بسم اللہ نہیں لکھ سکتے۔

اور مفسرین کرام بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اس کی حکمت یہ یہاں فرماتے ہیں کہ سُمُّ اللَّهِ میں رب تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہے اور سودۃ نبیوَة کے شروع ہی میں کافروں اور مشرکوں سے بیزاری کا اعلان ہے کہ کافروں اور مشرکوں سے رب بیزار ہے۔ تو جن سے رب بیزار ہے وہ رحمت کے سُقُّت ٹوپیں ہو سکتے ہیں لیے اس کے شروع میں سُمُّ اللَّهِ میں کی گئی۔

### الخت قریش پر قرآن مجعع کرنے کی وجہ یہاں

حضرت عثمان بن عفیؑ جامع القرآن ہیں۔ انہوں نے ایک کام یہ بھی کیا کہ لوگوں کو لفت قریش پر قرآن پڑھنے کا پابند فرمایا۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت عثمان بن عفیؑ کے دور میں آذربائیجان اور آرمینیہ کے علاقوں جو اس وقت رویں کے علاقوں میں ہیں، یہاں جنگلیں ہو رہی تھیں لہاری کے دوران میں دو مسلمان خویں آبیں میں جھگڑا پڑے اس وجہ سے کہ ایک نے پڑھا پُغَّمْبُونَ اور دوسرے نے اصرار کیا کہ پُغَّمْبُونَ ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ قرآن الخت قریش میں نازل ہوا ہے اور اس وقت جو ہمارے سے قرآن کریم ہے یہ لفت قریش ہی میں ہے۔ عرب میں اور لوگ بھی رہتے تھے ان کی زبانوں میں اور قریش کی زبان میں کچھ فرق تھا۔ جس طرح عموماً علاقوں کی زبانوں میں فرق ہوتا ہے۔ تو قریش کے علاوہ جو اور خالد ان سچان کو اپنی زبان میں پڑھنے کی اجازت تھی۔ تو ایک فویں نے اپنی لغت کے مطابق پُغَّمْبُونَ پڑھا۔ دوسرے نے کہا اُنہیں پُغَّمْبُونَ ہے تو جھگڑا ہو گیا۔ لوگ کافی پریشان ہوئے کہ عین جنگ کے موقع پر آپس میں جھگڑا۔ حضرت عثمان بن عفیؑ کو اس واقعے سے آگاہ کیا گیا انہوں نے محضوں کیا کہ ہر آدمی اپنی لغت پر اصرار کرے گا اور جھگڑے ہوتے رہیں گے۔ بخاری شریف کی روایت کا ملخصہ عرض کرتا ہوں حضرت عثمان بن عفیؑ نے فرمایا کہ قرآن کریم الخت قریش میں نازل ہوا ہے اور لوگوں کو اپنی لغتوں کے مطابق پڑھنے کی اجازت تھی اب میں اس اجازت پر بندی لگاتا ہوں۔ اب قرآن کریم صرف قریش کی لغت کے مطابق پڑھا جائے گا۔ قریش کی غلت باقی رہے گی۔ آج تک ماری دنیا الخت قریش ہی کے مطابق قرآن شریف پڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاۓ خیر عطا فرمائے کہ امت کے لیے اختلاف اور افتراق کا درد ازہن دکر دیا۔ اور حضرت عثمان بن عفیؑ کی بات مانے، ان کا حکم ماننا ہم پر لازم ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: ((عَلَيْكُمْ يَسْتَعْنُونَ وَسَلَّمُوا إلَى الْخَلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِيِّينَ)) "میری سنت گل تھم پر لازم ہے اور ظفہ راشدین کی سنت بھی لازم ہے۔" اور جو آدمی ظفہ راشدین کی سنت کو بیس مانتا وہ آپ سلسلہ پیغمبر کو بھی نہیں مانتا۔ کیوں کہ یہ آپ منہاجِ الہ کا حکم ہے کہ ان کی سنت کو لازم ہے اور حضرت عثمان بن عفیؑ بالاتفاق طلبہ راشد ہیں۔ انہوں نے یہ حکم جاری کر کے امت کو لازمی جھگڑوں سے بچا لیا۔ ورنہ لوگ قرآن کریم کے سلسلے میں ایک دوسرے کا سر پر پھوڑنے نہیں۔

### ضالین اور دالین کی حقیقت یہاں

جس طرح آج کل کئی لوگ اُک پر پختے ہیں کہ مولوی صاحب **وَلَا الضَّالِّينَ هُوَ نَاهِيْ يَا وَلَا الدَّالِّينَ** ہے۔ حالانکہ

وہ روزمرہ میں یہ لفظ "ضاد" بولتے ہیں "والا" نہیں بولتے۔ مثلاً: جملہ کہتے ہیں دفع نہیں بولتے، وہ مدنan کہتے ہیں رہمان نہیں کہتے، وضو کہتے ہیں وڈو نہیں کہتے۔ کہتے ہیں آپس میں راضی ہو نہیں کہتے کہ آپس میں رادی ہو، عرضی نہیں کہتے ہیں عردی نہیں نہیں کہتے اسی طرح **وَلَا الظالِمُونَ** کا لفظ ہے **وَلَا الدَّالِمُونَ** نہیں ہے مگر یہ لوگ نامعلوم ہیاں آکر بگز جاتے ہیں۔ تو مسئلہ یاد رکھنا! لفظ "ضاد" ہے۔ سب نہت کی کتابوں میں اور تجوید کی کتابوں میں۔ اور فرقہ کی کتابوں میں تھا ہے کہ اگر **وَلَا الدَّالِمُونَ** پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی۔

**اللیفہ:**۔ (ایک دفعہ خی محض میں اسی موضوع پر بات ہو ری تھی تو حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کوئی آری گھر جائے اور اس کی بیوی بیمار ہوتے ہیں کرتے وقت کبھی کس نے نہیں کہا کہ میں گھر گی تو میری بیوی کو مرد لگا ہوا تھا، یہ کہے گا کہ مرشد کا ہوا تھا۔ محمد نور زبوج)

تو بات جملہ ری تھی بسم اللہ کی کہ سورت برأت کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی؟ تو آپ سنن تہذیب نے چون کہ اس سورت کے شروع میں پڑھی نہیں مسحیہ کرام نہیں لکھی ہے۔ لکھی نہیں ہے۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی اوپر سے پڑھتا ہو آئے اور سورۃ برأت شروع کر دے تو پھر بسم اللہ نہیں پڑھن۔ مثلاً: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ شَفَاعَةَ عَبْدِكُمْ إِنَّمَا أَعْلَمُ بِقُوَّتِ الْجُنُوبِ وَمَنْسُولِهِ﴾۔ یعنی اگر پڑھاں تو اسی سورت سے شروع کرے تو پھر اعوذ بالله بھی پڑھنا ہے اور بسم اللہ بھی پڑھنی ہے۔ اسی طرح اگر آگے کسی جگہ سے تلوٹ شروع کرے تو اعوذ بالله بھی پڑھنا ہے اور بسم اللہ بھی پڑھنی ہے۔ اس لیے کہ قرآن حکیم کا حکم ہے **فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِدْ بِاللَّهِ** "جب تم قرآن کریم پڑھو تو اعوذ بالله پڑھو۔" اور حدیث پاک میں آتا ہے: **كُلُّ أَخْرِيَّ ذَيْ تَلَى سَخَّرَيْتَ لِيَسْمَعَ اللَّهُ فَهُوَ أَكْبَرُ** "ہر ذی شن کام جو رسول اللہ شروع نہ کیا جائے وہ دم کا ہوتا ہے، بے برکت ہوتا ہے۔" پڑاک باقی سورتوں کے کہ جب ایک سورت شتم ہوئی اور وہ سری شروع کرنی ہے تو درمیان میں **إِنَّمَا يَنْهَا اللَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ** ہے۔ بعض لوگوں نے یہاں ایک مجیبی دعا بنائی ہے کہ سورت تو بے پہلے پڑھے ہے میں آئو نہیں لافلو من غضیب العجیب اس کا پڑھنا بدعت ہے۔

**فَبِرَبِّ آءَهُ فِي النَّهَارِ وَلَا سُؤْلَةَ** یہ بے زاری کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مسنن تہذیب کی طرف سے ﴿إِنَّ الْأَئِمَّةَ عَهْدُهُمُ اللَّهُ كَفِيرُهُمْ﴾ یہ ان لوگوں کی طرف جن کے ساتھ تم نے معاهدہ کیا تھا۔ مشکوکوں میں سے عرب قبائل کے ساتھ آپ سنن تہذیب کے کئی قسم کے معاملات تھے۔

### قریش کے علف قبیلوں کے ساتھ معاهدوں کی تفصیل

- ۱) قریش کے ساتھ صلح حدیث کے مقام پر ۱۷ میں دس سال کا معاهدہ ہوا مگر نہیں نے تھوڑی دست کے بعد عہد ٹھکنی کی۔ کیوں کہ معاهدے کی ایک شرط یہ تھی کہ جو دارے حلیف اور دوست ہیں وہ بھی اس معاهدے میں شریک ہیں ان کے

خلاف تم کوئی کارروائی نہیں کر دے گے اور جو تمہارے دوست اور حلیف ہیں، ہم ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔ قبیلہ بنو کبریٰ یہ قریش کا حلیف تھا اور قبیلہ بنو خزاع اور چکا فرقہ ایک ان سلطنت میں کے ہمدردوں میں سے تھا اور مسلمانوں کا حلیف تھا۔

اس معاهدے سے کچھ مدت بعد قبیلہ بنو کبریٰ اور بنو خزاع کی آپس میں لڑائی ہوئی۔ یہ بنو کبریٰ کی زیادتی تھی ورکے والوں نے ان کی ہر طرح کی مدد کی۔ بزرے بھیجے، اسلحہ دیا، مالی امداد کی۔ حالانکہ معاهدے کے مطابق یہ سب ناجائز اور معاهدے کی خلاف ورزی تھی۔ قبیلہ بنو خزاع کا تھام ہوا آدمی بارے گئے وہ لوگ اُنحضرت میں پہنچنے کے پاس آئے۔ کہنے لگے مضرت امام آپ کے حلیف ہیں، ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے جاہری مدد کی جائے۔

آپ ﷺ نے تحقیق کی معلوم ہو کر واقعی یہ سچے ہیں آپ ﷺ نے کہ کرم نہ کرنے کے لئے کہ کرم نہ کرنے سمجھے کہ ہمارے حلیف دوست پر تمہارے حلیف نے زیادتی کی ہے اور تم نے ان کی مدد کی ہے جس میں، ان کے آدمیوں نے ہذا تم ان آدمیوں کی قاعدے کے مطابق دیت ادا کر دیت ہے۔ بھجو کہ معاهدہ قائم ہے۔ کے والوں نے جذبات میں آگز کر دیا کوئی خیک ہے معاهدہ نوٹ گیا، ہم کسی معاهدے کے پہنچنے ہیں۔ آپ ﷺ نے کہ کرم نہ کرنے کے لئے کوئی تو مشرکین داراللہ وہ میں سچ ہوئے اور کہنے لگے ان کے مدد پر تو نہیں کہنا چاہیے تھا کہ معاهدہ قائم ہے اگرچہ ہم نے پہنچی نہیں کرتی۔ اب اس طرح کرو کہا پسے آدمی بھجو جو جا کر ان کو تسلی دیں کہ معاهدہ قائم ہے۔ کیوں کہ اگر معاهدہ پوتی نہ رہا تو ہم نہیں باقی نہیں رہیں گے۔

چنانچہ ابو عیان اس وقت تک کافر قہار اس کی بیانیہ میں آپ ﷺ نے کتاب میں تھیں اس کی سربراہی میں کے والوں کا دعا اُنحضرت میں پہنچنے کی خدمت میں آیا آپ ﷺ نے اس وقت سجدہ نبوی میں تحریف فرماتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جائی کیسے آئے ہوئے ہے؟ ابو عیان نے کہا آپ کے آدمی گئے تھے کہ بنو کرنے بنو خزاع کے ساتھ زیادتی کی ہے ان کے آدمی مارے گئے ہیں لیا کی دیت ادا کر دیت معاهدہ قائم کھو۔ ہم میں سے کچھ جذباتی لوگوں نے کہ کہاں بھیک ہے معاهدہ قائم ہے۔ میں آیا ہوں کہ معاهدہ ہمارا ہے تو نہیں ہوا۔ اُنحضرت میں پہنچنے نے فرمایا کہ آپ اسی کریں کہ ہمارے طیفون کے بو آدمی مارے گئے ہیں قائدے کے مطابق ان کی دیت ادا کریں۔ کہنے لگا دیت کی بات نہ کریں لس میں آگی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا گول مول بات سے معاهدے کی تجدید نہیں ہوگی اگر واقعی معاهدہ رکھنا ہے تو وعدے کے مطابق دیت ادا کرو۔ ہر حال شروع میں بات قائم ہوگی۔ تو ایک تو یہ تھے جن کے ساتھ دس سال کا معاهدہ تھا۔

۲ ان کے علاوہ دو قبیلے تھے بنو هنفیر اور بنو مذلیخ ان کے ساتھ بھی معاهدہ تھا اور اس اعلان برأت کے وقت ان کے حابدے کے لومیتے باتی تھے اور انہوں نے کوئی خلاف ورزی بھی نہیں کی تھی۔ ان کا ذکر آگئے ہے کہ تمہارے ساتھ معاهدہ برقرار ہے اپنی مدت تک اسے پورا کرو۔

۳ تم اگر وہ دو تھا کہ من کے ساتھ کوئی معاهدہ نہیں تھا۔ جو کے دلوں میں اُنحضرت میں پہنچنے نے اعلان کر دیا (بپر آفہ فتن

### حج اکبر کی وضاحت ۱)

عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جمع کے دن حج ہوتا ہے حج اکبر ہے۔ حالانکہ اس بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج اکبر کہتے ہیں عمرہ کے مقابلہ میں کہ عمرہ کو حج اصر کہتے ہیں۔ چنانچہ میں، مزدلفہ میں، عرفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کرنے والوں نے اعلان کر کے سنا یہ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُعْلَمُ بِمُعْلَمَةِ الْكُفَّارِ﴾ کہ بے عکم بیزار ہے الشیعیانی شرکوں سے اور اس کا رسول صحی (صلی اللہ علیہ وسلم) اب ہمارا تھماں کوئی معاہدہ نہیں چار سینے تم کو مہلت ہے ﴿فَإِنْ شَاءَمْلِحْمَةً فَهُوَ حِلْمَنُ﴾ پس اگر تم توبہ کر لو کفر، شرک سے اور مسلمان ہو جاؤ تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے ﴿فَوَإِنْ تَوْلِيَنَّهُ﴾ لہو اگر تم اعراض کرو گے ایران سے اور کفر و شرک پر راستہ رہو گے ﴿فَلَا يَعْلَمُوا إِنَّهُ بِهِمْ أَنَّمَا يَعْلَمُ مُعْلَمَةِ الْكُفَّارِ﴾ بے عکم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے ﴿وَذَبَّشُوا الْأَذْنَافَ كَفَرُوا بِالْأَقْدَابِ الْأَنْبِيَاءِ﴾ اور آپ خوشخبری سنا دیں ان لوگوں کو جو کافر ہیں ورنہ اک عذاب کی۔ یہاں پر خوب چوت ہے کہوں کے عذاب کی تو خوشخبری نہیں ہوئی بھر بندا بھی ﴿أَلَيْسَ﴾ ہے، ان کے ساتھ طنز اور استہزا ہے۔

اس اعلان کا اطلاق حج کے دن فوتاری سے شروع ہوا چار ماہ کی ان کو مہلت دی گئی۔ ہاں! صرف ان لوگوں کے ساتھ معاہدہ برقرار رہے گا ﴿إِنَّ الَّذِينَ خَهْدَمُوا فِيَنْ أَنْتَرُكُنَّ﴾ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے شرکوں میں سے ﴿إِنَّمَا يَعْلَمُ اللَّهُ أَنَّمَا يَعْلَمُ بِمَا يَعْلَمُ﴾ پھر انہوں نے کیوں کی تعبیر سے ساتھ کی شے میں۔ قبیلہ بنو قثیرہ اور قبیلہ بنو مددراج۔ ان کے ساتھ معاہدہ تھا اور معاہدے کی بیعاد ختم ہوتے میں ابھی نہ میںے، تھے انہوں نے کوئی خلاف ورزی نہیں کی معاہدے میں کوئی کی نہیں کی ﴿وَلَمْ يَكُنْهُوا رُؤْسَ أَقْبَابِكُمْ أَحَدًا﴾ اور شاد و بکی تباہ رے خلاف کسی کی۔ جیسے: کہ والوں نے قبیلہ بنو فراہ کے خلاف نوکر کی کھل کر لدار کی تھی ﴿فَلَا يَكُنُوا إِلَيْهِ عَنْهُمْ بَهِمْ﴾ پس تم کھل کرو ان کے ساتھ ان کا عہد ﴿إِنَّمَّا يَعْلَمُ اللَّهُ أَنَّمَا يَعْلَمُ بِمَا يَعْلَمُ﴾ ان کی حدت تک نو ماہ جو باقی ہیں ان تک معاہد پورا کرو اس کے بعد پھر وہ خود دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم پہرا کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عرب کے رہنے والے

تقریباً تقریباً سارے مسلمان ہیں کوئی سوائے یہود و نصاریٰ کے اور ان کے متعلق "حضرت مسیح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے تھے: ((آخر جو الیٰ یہود و النصاریٰ من چڑیۃ العرب)) "یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دیتا۔" یہ بڑے سازشی اور بے امان ہیں تھیں اسلام پر نہیں چھین دیں گے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ عرب میں اسلام کے علاوہ کوئی اور دوسری بُلی نہ ہے۔ مگر اب جویں مصیبیت یہ ہے شہزادوں نے امریکہ کی فوج را کروہاں بخواہی ہے کہ امریکہ در بر طائی نے ان کا ذمہ بن دیا ہے اور یہ ہٹوڑا ڈالا ہے کہ عراق تھیں بڑپ کر جائے گا ہماری فوج یہاں پہنچیں پناہ ملے گی۔ ان کی سوچ میں ساری بدمعاشی کے خرچے ان پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزاے علامہ عبد الرحمن حنبلی کو جو مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے خطیب تھے انہوں نے وہ باقیں کہیں جو بر مسلمان کے گھر ہوئی چاہیں کہ آخر حضرت مسیح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو اور تم نے انہیں یہاں بخواہ کر ہے اور ان کا خرچ بھی برداشت کرتے ہو۔ انہوں نے اپنا فریضہ ادا کیا اور یہ بھی صاف لفظوں میں کہ کہ یہ شیعہ بھی مسلمان نہیں ہیں اور بڑی محب بات یقینی کہ ایران کا ذمہ بخوار جس سامنے بیٹھا تھا۔ ان کی یہ بڑی تفصیلی تقریر ہے۔ پھر بے چارے کو نورا دہاں سے ہنادیا گی آج کل معلوم نہیں کہ جمل میں یہیں یا کہیں اور جیسے۔ اقتدار کی خاطر شہزادوں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ اپنے عہد سے پر بحال ہو چکے ہیں اور پیسے کی طرح مسجد نبوی میں خطابت کا فرضہ سرانجام ہو رہے ہیں۔ محمد نواز بلحق مرتب)۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ الْمُتَقْبِلِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں پر بیزگاروں کے ساتھ۔ لہذا تم پر ہیز کاری کا ثبوت دو۔

### ٦٠٠٣٢

﴿فَقَد أَسْكَنَهُ اللَّهُ شَهْرَ الْحَرَمَ﴾ یہیں جس وقت گزر جائیں عزت والے میں یعنی ﴿فَاقْتُلُوا الشَّرِكَةِ﴾ پس تم قتل کرو مشرکوں کو ﴿وَحَيْثُ وَجَدُوكُمْ﴾ جہاں بھی تم ان کو پاڑو ﴿وَخُذُوهُمْ﴾ اور ان کو پکڑو ﴿وَأَنْهُمْ وَهُمْ﴾ اور ان کا گھیراؤ کرو ﴿وَاقْعُذُوا اللَّهَمَّ﴾ اور بیٹھو ان کے لیے ﴿مَلَكَ مَرْصُدِهِ﴾ ہر گھات میں ﴿فَإِنْ تَأْبِنَا﴾ پس اگر وہ کفر د شرک سے توہ کر میں ﴿وَأَقْاتِلُوا الصَّلِوةَ﴾ اور نماز قائم کریں ﴿وَأَتُوا الرِّزْكَوَةَ﴾ اور زکوہ ادا کریں ﴿فَخَلُوا سِيقَلَهُمْ﴾ تو چھوڑ دو ان کا راستہ ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَى رَبِّهِ مُوْلَى﴾ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہمیان ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ أَحَدٌ فِي الْإِلَهِ إِنَّ الْمُشْرِكِينَ﴾ اور اگر کوئی ایک بھی مشرکوں میں سے ﴿إِنْسَجَاتِكَ﴾ بناہ مانگے آپ سے ﴿فَاقْبِضْهُ﴾ پس آپ بناہ دیں اس کو ﴿حَتَّى يَسْتَعْلَمَ كَلَمَّا شَوَّهُ﴾ یہاں تک کہ وہ کن لے اللہ تعالیٰ کا کلام ﴿لَمَّا آتَيْتَهُ مَاصَمَّهُ﴾ پھر پہنچا دیں اس کو امن کی جگہ تک ﴿إِنَّكَ هَا لَكَمْ بِمَمْلَكَتِكَ وَمَمْلَكَةُ الْمُتَعَذِّتِونَ﴾ یہ اس لیے کہ بے شک یہ قوم ہے جو نہیں جانتی۔

چھٹے سبق میں یہ بات گزرا ہے کہ قریش نکلنے آنحضرت ﷺ کے سخنواروں سے سخنوار کیا تھا مگر وہ اس پر قائم شرہبے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی زبانی کلائی معاہدے کیے تھے لیکن کسی نے بھی معاہدے کی پاسداری نہ کی سو ائمیں کے بقیہ نہ مدد لی اور قبیلہ بنو حمیرہ کو دی معاہدے کے پابند رہے۔

### مشرکین کے ساتھ معاہدے غوث کر دیے گئے ہیں

۹ میں حج کے دلوں میں آنحضرت ﷺ نے کہ کرم، سُنی، حمد و فخر اور عرفات میں اعلان کر دیا کہ اب ہمارے تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے کوئی مصالحتے میں نہ رہے صرف چار ماہ کی قم کو مہلت ہے سوچ کمبو جا رہا، بعد پھر اگلی کارروائی ہو گی۔ اس کا ذکر ہے ﴿فَإِذَا أَنْتُمْ لِأَشْرَكِ الْمُغْرِبِ﴾ میں جس وقت گزر جائیں عزت دالے ہیں۔ ذوالحجہ، ذوالعید، ذوالطبہ، محروم اور چوتھا حجہ کا نہیں ہے۔

جب ہر مضریں کرام وَلَمْ يَنْهَا مُنْهَى فرماتے ہیں کہ زمانہ ہبہت میں بھی لوگ ان چار ماہ کا بڑا احترام کرتے تھے اور کسی سے لوتے نہیں تھے۔ اسلام میں بھی ابتداءً لا اپنی ان ہمیں میں منوع تھی۔ دوسرے پارے میں آتا ہے ﴿يَسْأَلُونَكُمْ عَنِ الظُّفَرِ﴾ العزاۃ قبائل فیہو ہے ”آپ سے حرمت والے ہمیں میں لا اپنی متعلق سوال کرتے ہیں ﴿فَلَمَّا كَانَ الظُّفَرُ﴾ آپ کہہ دیں حرمت والے ہمیں میں لا اپنی بڑا گناہ ہے۔ لیکن ان ہمیں میں اگر کوئی قم پر حملہ کر دے تو قم اس کا مقابلہ کرو یعنی ابتداء کرو لیں ﴿فَلَمَّا كَانَ الظُّفَرُ لَمْ يَأْتِنَكُمْ بِنَاقْلَتِهِمْ﴾ اور اگر وہ تمہارے ساتھ لا اپنی قم ان کو مارو۔“ یہ تمہارا حق ہے۔ لیکن بعد میں ان ہمیں میں کی حرمت اٹھادی گئی۔ اسی سورت میں آگے آئے گا کہ تمہیں ان ہمیں میں لازمی کی اجازت ہے۔

ذوالحجہ کے سینے میں اعلان ہوا تھا یہ بھی اصل حرمت میں سے تھا اس کے بعد محروم بھی گزر جائے ﴿لَا يَقْتُلُوا النَّشُرِ كَيْنَ حَيْثُ وَجَهَتُونَ فِيْنَ﴾ یہی قم کرو مشرکوں کو جہاں بھی ان کو پاؤ کہ معاہدہ قم ہو گیا ہے۔ یہ ان مشرکوں کی بات ہے جو عرب میں رہتے تھے اور ان کے ساتھ معاہدے ہوئے تھے۔ وہ انہوں نے معاہدے توڑ دیے تھے ان کو قتل کرو ہو ﴿وَلَا يُذْقِهُمْ﴾ اور ان کو ہر گھات پکڑو، گرفتار کرو ﴿وَلَا يُخْضِرُهُمْ﴾ اور ان کا محاصرہ اور گھیراؤ کرو ﴿وَلَا يُقْدِرُوا إِلَيْهِمْ بَلْ هُمْ يَقْدِرُونَ﴾ اور بیٹھو ان کے لیے ہر گھات میں جھپوں نے معاہدے کیے اور ان کی پاسداری نہیں کی ﴿لَمَّا كَانَ الظُّفَرُ﴾ یہیں اگر وہ تو پر کر لیں کفر و مشرک سے ﴿وَإِنَّهُمْ

أَصْلُوُا﴾ اور قائم کریں نماز ﴿وَإِنَّهُمْ كُوَافِر﴾ اور اداکریں زکوٰۃ ﴿فَلَمَّا كَانَ الظُّفَرُ﴾ تو پھر وہ دو ان کا راست۔ کہاب انہوں نے کفر و مشرک سے تو پر کر کے اسلام قبول کر لیا ہے، انہوں کا معاملہ رب تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے ”حضرت ﷺ نے فرمایا: ایمروٹ اُن اُنعامیتیں اللہ انس مجھے حکم دیا گی ہے کہ میں مشرکوں کے ساتھ لاوں حتیٰ یہ نہیں لاؤ اللہ، یہاں تک کہ وہ کس پڑھ لیں لاؤ اللہ، اللہ کا اقرار کر لیں تو ان کی جان، مال، محفوظ، نرست محفوظ و چسانہ ہم علی اللہ ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ بالطفی معاملان کا رب تعالیٰ کے ساتھ ہے، ہم غائب کے مکلف

بیں۔ خاہری طور پر وہ احکامِ اسلام کو قبول کریں اور ان پر عمل کریں تو انہیں مسلمان سمجھیں گے۔ ہاں! اگر وہ کوئی ایسے فعل کریں یہ کوئی بات کریں جو کفریہ ہو تو پھر کافر سمجھیں گے۔

ادبیہ بات میں اسکی دفعہ بین کر چکا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کوئی ایسی مشائیں ملتی کہ کسی مسلمان نے دیہ و داشت نماز چھوڑ دی ہو۔ آپ ﷺ کے بعد تین سالہ خلافتِ راشدہ کا دور گزر ابے اس دور میں بھی کوئی مشائیں ملتی کہ کسی مسلمان نے نماز چھوڑ دی تھی اور اس کو فلاں مزا اعلیٰ تھی۔ پھر ایک سو دن ہجری تک صحابہ کرام ﷺ کا دور ہے۔ آخری صحابی حضرت ابو الحضیل عاصم ابن امیل میثاق کے کمر میں میتوت ہوتے ہوئے ہیں۔ گویا آپ ﷺ کی وفات کے بعد پورا سال صحابہ کرام ﷺ کا دور تھا اس دور میں بھی کوئی نظریہ نہیں تھی کہ نماز کو زادی گئی ہو۔ نماز چھوڑنے کا کوئی واقعہ پیش آتا تو سراہ ملی۔

### بے نماز کا حکم احمد ارجمند کے نزدیک ہے

حضرت امام احمد ابن حبیل کافی صدیقی سے کہ جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ایک نماز چھوڑے مروہ ہو یا عورت یہ مردہ گیا ہے اس کو قتل کر دیا جائے گا، کیون کہ مردہ کی مزا اقل ہے۔ حضرت امام، لیکن اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر نماز کو اللہ تعالیٰ کا حکم اور فرضِ سمعتی سے گرفتار کوئی نہیں پڑھی تو وہ کافر تو نہیں ہے لیکن نماز ایک بڑا فیصلہ ہے اس کے چھوڑنے کی وجہ سے قصر اس کو قتل کیا جائے گا۔ صرف ایک نماز کی بات ہو رہی ہے پائی گئی نہیں، بخت، سینے اور سال کی نمازوں کی بات نہیں۔ یہ اتنی پاپی اور گنہوار ہے کہ زمین اس کے وجود کو گوار نہیں کرتی۔ تین امام اس بات پر تلقن ہیں کہ بے نماز کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت امام ابو حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ غیر مشرود طور پر توبہ کر لے اور آنکہ کے لیے نماز پڑھنے کی تسلی کرائے اور عمل نماز پڑھنے تواں کو چھوڑ دو اور اگر قیل و قال کرے تو اس کو بیش میں بند کر دو دہاں توبہ کرے یا مرجاۓ، اس کے وجود سے زمین کو پاک رکھو۔ الحمد للہ افغانستان میں طالبان کے پاس جو علاقہ ہے اس میں باقاعدہ یہ حکم جاری ہے دہاں تھیں کوئی بے نمازی نہیں ملتا۔

مسئلہ اچھی طرح سمجھیں کہ جب سے مروہ یا عورت بالغ ہوئے ہیں اگر ان کے ذمہ ایک نماز بھی ہے تو وہ توبے سعاف نہیں ہو گی چاہے کہ اُنہی توبہ کریں جب تک اس کی قضا نہیں ہو ٹھیک گئے۔ بہت سارے پڑھنے لکھنے لوگوں نے مخالفت کا شکار ہیں۔ وہی سمجھتے ہیں کہ توبہ ایسا چوری ہے کہ جس سے سارے گناہات ہضم ہو جاتے ہیں۔ لہذا اچھی طرح سمجھ لیں اور نیاست والے دن پڑھ کر نہیں کی نے جلا یا نہیں تھا نماز، روزہ، رکوۃ، عرضہ، توبہ سے محاذ نہیں ہوتے اگر کوئی کوئی ہوں ہے تو اس کی قضا کرو۔ نماز میں فراغت اور وہ واجب کی قضا ہے سنتوں اور ائمتوں کی قضا نہیں ہے۔

### قضا نمازیں پڑھنے کا طریقہ ۲

اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جس طرح واقعی نمازوں میں ترتیب ضروری ہے۔ اس لیے ہر آدی سوچ کے میں کب بائیش ہوا جوں اور میں نے کتنی نمازوں پڑھی ہیں اور کتنی میرے ذمہ ہیں۔ ان کو باقاعدہ کاپی پر نوٹ کرے۔ ور قضا نمازوں کی ترتیب اس طرح ہو گی کہ ۱۔ ایک ہزار نماز اس کے ذمہ میں ہے جس کی اور ہزار نماز ہے ظہر کی اور ہزار نماز ہے ظہر کی، قضا کرتے وقت یوں نیت کرے گا کہ میں ان میں سے پہلی فجر یا پہلی ظہر پڑھتا ہوں۔ پہلی بھلی کہتا ہوئے گا تو ترتیب تمام ہو جائے گی یا آخر سے شروع کرے کہ میرے ذمہ جو ظہر کی ہزار نمازوں میں اس سے آخری پڑھتا ہوں۔ آخری، آخری کہ کر نیت کرتا جائے اس طرح ترتیب تمام رہے گی۔

اور میں اوقات کے ملاوہ جس وقت چاہے پڑھے۔ ۱۔ سورج کے طوع ہونے کے وقت ۲۔ زوال کے وقت ۳۔ اور غروب ہونے کے وقت نہیں پڑھ سکتا اور صبح صادرق سے لے کر طوع آفتاب تک نفلی عبادات بھی جائز نہیں ہے۔ قضا نماز پڑھ سکتا ہے، جوہ حلاوت واجب ہے وہ بھی کر سکتا ہے، نماز جذبہ فرض کا نیا ہے پڑھ سکتا ہے۔ صدر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک نفلی عبادات نہیں کر سکتا۔

اہل قوام اور غیر مقلدین کا ایک طبق کہتا ہے کہ قضا نمازوں کو توبے سے معاف ہو جائی ہیں۔ ان کا مقولہ بھی صحیح اور اس کا جواب بھی ذہن میں رکھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بندہ نے جب یہ نماز چھوڑ دی تو وہ کافر ہو گیا اور کفر کے زمانے کی نمازوں کی قضا نہیں ہے کیوں کہ کافر پر کوئی نماز ہی نہیں ہے قضا کس چیز کی کرے گا؟ گراندھوں نے اس نظریہ پر چلنے سے تو پھر سوال یہ ہے کہ ایک شخص شادی شدہ ہے اس نے ایک نماز چھوڑ دی اور نماز چھوڑنے کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا۔ لہذا نمازوں کے قضا کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن کافر ہونے کی وجہ سے نکاح بھی ثبوت گیا آئندہ اولاد حرامی ہو گی اگر اس حالت میں مرگیا تو اس کا جزا بھی نہیں ہے اور اگر اس کا باب یا بھائی نوٹ ہو گیا تو ان کی درثمت س کوئی نہیں ہے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن نہیں کیا جائے گا۔

یہ تو براحتی مسئلہ ہے صرف اتنی بات نہیں ہے کہ کافر پر کر نمازوں کی قضا ختم کر دیں۔ اس سے یہ آسان ہے کہ بے نماز کو کافر نہ بنائیں، بفتادہ بفتے یا اس سے کم یا زیادہ وقت لگے گا قضا نمازوں ادا ہو جائیں گی اور نہ مردوں والے سارے احکام نالغ ہو جائیں گے۔ لہذا حساب لگا کر نمازوں کو قضا کرو۔ لبیت عورتوں کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ جن دنوں میں شریعت نے ان کو رخصت دی ہے جیسی اور نقاوس کے دنوں میں، ان دنوں کی نمازوں کی قضا ان کے ذمہ نہیں ہے۔ باقی جو نمازوں میں اس سے رہ گئی تھیں ان کی قضا انہوں نے کرنی ہے۔

اور جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح صحبہ نصاب پر زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ حضرت ابو یکبر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں کچھ لوگ جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے وہ علماء نبھی کا عکار ہو گئے کہ زکوٰۃ لینا صرف امحض نہیں بلکہ کام تھا آپ سے مرضیہ

کے بعد زکوٰۃ وصول کرنے کا کسی کوئی شکن ہے کہ اشتعالی نے آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا ہے (خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِ مَذَدَّةً فَلْيَقْرَبْ لِهِمْ فَتَرْكِيهِمْ أَوْ صَلِ عَلَيْهِمْ رَأْثَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) (الزوب: ۱۰۳) اے نبی کریم ﷺ آپ صولی کریں ان کے اموال میں سے زکوٰۃ، پاک کر دیں ان کو اور ترک کریں ان کا اس زکوٰۃ کے ساتھ اور ان کے لیے دعا کریں آپ کی دعا ان کے لیے باعث تسلیم ہوں گی۔ لوگ آپ ﷺ کو آکر زکوٰۃ دیتے تھے۔ آپ ﷺ جمع کرنے کے بعد ضرورت مندوں میں قسم کر دیتے تھے۔

### ما نعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا اعلان ہے

آپ ﷺ کے دعا کے بعد کچھ لوگ کہنے لگے کہ ترآن نے آپ ﷺ کو زکوٰۃ لینے کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ چونکہ نبی ہیں الہذا ہم کسی اور کو زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بنے فرمایا کہ جو زکوٰۃ دینے کا اثار کرے گا میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔ حضرت عمر بن الخطبو نے عرض کیا کہ وہ فمابین زیست ہے تھا، روزے رکھتے ہیں، رج کے قائل ہیں، ان کے ساتھ کیسے لاوے؟ حضرت عمر بن الخطبو کی طبیعت حالی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت بڑی بخششی تھی لیکن اس موقع پر وہ بھی جلال میں آگئے اور فرماتے گئے ہیں اے اخیٰتُلَّا فِي الْجَاهِ وَلَا فِي الْحُجَّةِ وَلَا فِي الْإِلَامِ ”کیا یہا در اور دلیر حق جس کا فخر خدا اور اسلام میں اب کمزود کر دیا تھا ملت کرتے ہو؟ آئینہ شخص دینکو اور اکائیع کیا ہے، جس کم ہوتا جائے گا اور میں زندگی ناٹھ دیکھتا ہوں گا۔“ خدا کی حسم اچان تو جانور پر جو جانور کی رہی ہوتی ہے اگر وہ بھی زکوٰۃ میں نہ دیں گے تو میں اس کے خلاف لڑوں گا اور واقعیت لارے، بعض نے تو سب کی اور بہت سے آدمی مارنے لگے۔ تو جو زکوٰۃ ناٹھ کا امداد گئے گا اس کے خلاف جہاد ہو گا جو نماز کا، نکار کرنے گا اس کے خلاف بھی جہاد ہو گا۔

### حکومتی سطح پر زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم ہے

جزل خیاء نے بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ ان میں سے ایک غلطی بھی تھی کہ اس نے حکومتی سطح پر زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا تھا۔ ہم نے اس وقت بھی اگرفت کی تھی کہ حکومت اس کی خوازیوں سے حکومت صرف جانوروں کی زکوٰۃ اور زمین کی پیداوار سے عرض وصول کرنے کا اختیار رکھتی ہے لفڑی پیے اور سامان تجارت کی زکوٰۃ خرد ما لک اپنی مرضی سے دے گا۔ اور ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ حکومتی سطح پر وصول کی جانے والی زکوٰۃ اپنے صرف میں خرچ نہیں ہوگی۔ کوئی اس قم سے گلیاں بخوائے گا، کوئی ایکشن لے گا کوئی کچھ کرے گا اور ہمارے خدشات درست ثابت ہوئے اور اب حکومت بھی اس بات کو تسلیم کرنی ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ شیا، الحنفی، شیعی، احمدی، اور ابتدائی بات کو نہیں سمجھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ زکوٰۃ حکومت وصول کرنے کی وجہ سے دینی مدارس جو زکوٰۃ پر مبنی رہے ہیں بند ہو جائیں گے لیکن الحمد للہ اکوئی بھی بند نہیں ہوا بلکہ مزید بڑھے ہیں۔ ان شریروں کا پالیسی کامیاب نہ ہوئی۔

ہای طرح بزرل نیاں سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وفاق المدارس سے فارغ ہونے والے طلباء کو ایم۔ اے کی ڈگری دیں لیکن اس کے مشیر نہ مانے۔ علامہ کو آئے نہیں آئے دیتے بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ علاوہ کو اپنے تابع کر لیں۔ اس کے لیے جو کوشش کرتے اور منصوبے بناتے رہتے ہیں اصرت العلوم میں الحدیث اس وقت المدارس، مسٹری اور طالباء و طالبات زیر تعلیم ہیں اور اس افراد پر مشتمل علم ہے اور ان کا صدر درس اور مکار ان تعلیم میں ہوں۔ ہمیں حکومت نے پیش کش کی کہ آپ کے مدرسے میں دوسرہ حدیث بھی ہوتا ہے لہذا ہمیں چار لاکھ روپیہ سالانہ ملے گا منصوبے سے بھی و مرکز سے بھی پیغام آیا۔ ہم نے انکار کر دیا کہ ہم حکومتی اہم انجینیئرنگ ہیں گے۔ انہوں نے دھمکی دی کہ حکومت تمہیں گرفتار کرے گی ہم نے کہا کہے گرفتار یہ کون ہی نئی بات ہے ہم نے پہلے بھی قیدیں بھیجنی ہیں۔ یہاں ہمارے صدر پوہری اپنے صاحب نے پہلے سال غلطی کی اور میری لاعلی میں ایک سال کی زکوٰۃ وصول کری۔ میں ناراض ہو اکتم نے کیوں وصول کی؟ تبھی کامیابی ملی تھیں تھا۔ اس کے بعد آج تک حکومت سے ایک پہر بھی وصول نہیں کی۔ تو ان کے سارے حریتے ناکام ہوئے اور ہوں گے اسلام کو مٹانے والے خود مٹ جائیں گے ان سے انتقامی۔ فرمایا (فَإِنَّ اللَّهَ يَخْلُقُ مَا شَاءُ وَيَتَحْكِيمُ مَا أَنْتَ تَحْكِيمُهُ) یہ بے شک اللہ تعالیٰ سختے والہم رہا۔

آئے اور حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (وَإِنْ أَحَدٌ مِنْ الْمُشْرِكِينَ) یہ اور اگر کوئی ایک بھی مشرکوں میں سے (فَإِنَّهُمْ لَغُلَامٌ لَا يَحْتَلُّ بَيْتَهُمْ كَلَمَةَ الشَّوَّافِ) یہں آپ سے ہونا چاہیے احتیل بستہ کلمہ الشواف ہے اس کو یہاں تک کر دہ سن لے اللہ تعالیٰ کا کلام۔ جتنی اگر کوئی کافر کہے کہ میں تمہارا دین کبھیجا جاتا ہوں مجھے اپنے دین کبھیوا، کبھی آگئی تو قول کروں گا تو ایسے آدمی کو پناہ دو اور کبھیوا، اس کے شہادت زور کرو (فَلَمَّا آتَيْنَاهُمْ مَا أَنْهَا مُنْتَهِيَةً) یہ پھر سچنے دیں اس کو اس کی جگہ تک۔ کوہ سوچے کہ جو باقی مجھے کی گئی ہیں وہ جن ہیں اگر قبول کر لے تو فتحا درد وہ بھی دوسرا کی طرح ہے (فَذَلِكُمْ آتُهُمْ قُوَّةً لَا يَنْتَهُونَ) یہ اس لیے کہ یہ قوم ہے جو نہیں جانتی۔ لہذا اس کو تم پہلے دینی علم سکھا دو۔ یہ دینی نظرت ہے اسلام ایسا نہ ہب ہے جو فطرت کے مطابق ہے اگر کسی میں شدید ہو تو فوراً قول کر لے گا اور ضم کا دینی میں کوئی علاج نہیں ہے۔

### مسموعہ حجۃۃ الرؤوف

(كَيْفَ يَعْلَمُونَ لِمَسْتَرِيْ كُنْ عَهْدٌ) یہ کیسے ہو سکتا ہے مشرکوں کے لیے مجدد (عَنْدَ اللَّهِ وَعْدٌ لَا سُولَيْهُ) اللہ تعالیٰ کے ہاں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے ہاں (إِنَّ الَّذِيْنَ عَلَمْهُمْ عَنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجد حرام کے پاس (فَمَا اسْتَقَمُوا لَكُمْ) یہں جس وقت تک وہ قائم رہیں تمہارے لیے (فَإِنَّكُمْ فَلَمْ تَقْتُلُوا لَهُمْ إِلَّا ذَمَّةٌ) یہ نہیں لمحاظ کریں گے رشتہ داری کا اور شہادت دین کا (فَلَمْ يُؤْمِنُو لَهُمْ بِأَنَّهُمْ هُمُ الظَّالِمُونَ) تمہیں راضی

کرتے ہیں اپنے منہوں کی بات سے ﴿وَتَأْلِی قُلُّهُمْ﴾ اور انکا کرتے ہیں دل ان کے ﴿وَأَكْثُرُهُمْ فِی سُقُونَ﴾ اور ان کے تافر میں ہیں ﴿إِشْتَرَدَا الْبَلَیْتُ الشُّوَقَتَا قَیْلَهُ﴾ خرید انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ہدایت میں تھوڑی قیمت کو ﴿فَصَدُّ ذَا عَنْ سَوِیْلِهِ﴾ پس روکا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے ﴿إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَالُوا يَعْتَدُونَ﴾ بے تک بڑی بے وہ کارروائی جو وہ کرتے ہیں۔

پہلے احوالاً بیان ہوا ہے کہ ۶ حداۃ التعدہ کے میانے میں آنحضرت ﷺ نے پدرہ سو صحابہ کرام شہادت کے ہمراہ ذوالطیف (جس کو آج کل بزرگی کہتے ہیں) کے مقام پر عمرے کا احرام باندھا اور لبکیک اللہمَّ لَتَبِعِّدَنِي بِمُنْهَرَةِ كَبِيْرٍ ہوئے جل پڑے۔ اس وقت تک مجذوجہ نہیں ہوا تھا جب کہ کمزورہ کے تریب حدیبیہ کے قدم پر پہنچ جس کو آج کل شہید کہتے ہیں اور وہ کمزورہ میں شامل ہو گیا ہے بلکہ کمزورہ پھیل کر اس سے آگئے نکل گیا ہے۔ قریش نکل کر ٹوٹ ہو تو انہوں نے ہنگامی طور پر اعلان کر دیا کہ اسکے ہو جاؤ ہم پر حملہ ہونے والا ہے۔ چونکہ اس سے قبل تمدن لا ایمان ہو، مکنی خیس بدر، احد، خندق، اس لیے ان کو شہید ہوا کہ ہم پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ تو عمرہ کی اور نیک کے لیے تشریف رکھتے تھے۔

انہوں نے بڑی تحقیق کی، ایک تماشہ بھیج، دوسرا بھیجا، تیسرا بھیجا، پھر ان کو یقین ہو گیا کہ واقعی عمرہ کے لیے آئے ہیں، احرام باندھے ہوئے ہیں اور احرام کی وہ بھی عزت کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ آجی احرام کی حالت میں بھی، پھر بھی نہیں درستا پہ جائیکہ وہ لایا کرے گا۔ یہ جانتے ہوئے بھی صد میں آگئے اور کہنے لگے کہ یعنی تھیں ہم عمرے کے یہ آئے وہ لانے کے لیے نہیں بلکہ اس سال اجازت نہیں دیں گے کہ ہماری کمزوری بھی جائے گی۔ اگلے سال آدم عمرہ کرو، طواف کرو۔ صد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

اس موقع پر ان کے ساتھ دس سال کا معابدہ ہوا تھا لیکن مشرکوں نے معابدے کی پاسداری نہ کی۔ اس معابدے کی ایک شخصی کہ عرب میں جو خدمان قریش کے ساتھ ملتا چاہیے اول جائے اور جو مسلمانوں کے ساتھ ملتا چاہیے اول جائے اور وہ بھی اس معابدے کے پاسند ہوں گے۔

چنانچہ قبیلہ بنو بکر جو کافی بر قبیلہ تھا قریش کے ساتھ ملتا گیا اور قبیلہ بنو خواص اگرچہ کافر قبیلہ تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے کافر قبیلہ بنو بکر کو اسکی دیواری کی اور آدمی بھی کی دیسے اور معابدہ ہو اور حرم کے میانے میں بنو بکر نے بنو خواص پر حملہ کر دیا۔ قریش نے بنو بکر کو اسکی دیواری کی اور آدمی بھی کی دیسے اور معابدہ ہو تو دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب میں بھی اس کی پابندی کرنے کی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿كَيْفَ يَلْتَهُ لِلشَّرِّ كَيْنَ عَنْهُ﴾ کیسے ہو سکتا ہے شرکوں کے لیے عہد ﴿عَدَّا إِنَّهُ وَهُنَّا تَهْمُلُهُ﴾ اللہ تعالیٰ کے ہاں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے ہاں۔ کیونکہ وعدے کا پاس تو اس کو ہوتا ہے کہ جس کا یہ ہن ہو کہ اگر اس

کی خلاف ورزی کروں گا تو گنہگار ہو جاؤں گا اور قیامت دالے دن مجھ سے پوچھا جائے گا اور جو شخص قیامت ہی کا قائل نہیں ہے،  
ثواب، عقاب کا قائل نہیں ہے وہ دعہ کے لئے کیا خیال رکھے گا۔

### منافق کی علامتیں ۲

حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافق کی چار علامتیں ہیں:

منافق کی پہلی علامت یہ ہے کہ إذا احْدَثَتْ كُذَبَ جَبَتْ كَرَتْهَا بِهِ تو جَهُوتَ بُولَتْ ہے اور دوسرا میں حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو وہ فرشتہ جو جھوٹ کے پاس ہوتا ہے درود شریف پہنچانے کے لیے تسبیحات پہنچانے کے لیے، وہ ایک میں درجہ اگر جاتا ہے جھوٹ کی بدیوں کے لیے میں تو بدبوئیں آتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے نشوونما ہی جھوٹ میں پائی ہے اس لیے میں بدبوئیں آتی۔ جس طرح گندے ناہلے پر بننے والوں کی جس ختم ہو جاتی ہے اور ان کو بدبوئیں ہوتی اور جو باہر سے ملنے کے لیے ان کے پاس جائے تو اس کو جھوٹی ہوتی ہے۔ اور فرشتے پوچکہ پاک نوں اور مخصوص میں اس لیے ان کو بولتا ہے۔

منافق کی دوسری علامت: إذا عَاهَدَتْ غَدَرَةً جَبَكَسِي سَلَطَ پَرْسِی ہوتا ہے۔ معاهدہ شخص اور انفرادی بھی ہوتا ہے اور جماعتی قوی اور حکومتی سلط پر بھی ہوتا ہے۔ یہ منافق کسی سے انفرادی طور پر معاهدہ کرتا ہے تو اس کی بھی خلافت کرتا ہے اور جماعتی سلسلہ میں ہوتا ہے اس کی بھی خلافت کرتا ہے۔

منافق کی تیسرا علامت: إذا أَلْتَهَنَ خَانَ جَبَ اسَ كَرَتْهَا بِهِ تو خِيَانَتَ كَرَتْهَا بِهِ اور بَاتَ كَلَّبِي ایمانت ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی آدمی تم سے گھٹکوڑ رہا اور دیکھا ہو تو کھجور کوکہ اس کی بات تمہارے پاس ایمانت ہے۔ اور علم کی بھی ایمانت ہوتی ہے، مشورے کی بھی ایمانت ہوتی ہے الْمُشَتَّشَازُ أَمْيَنْ "جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔"

اللہ اجربات اس کے حق میں صحیح سمجھتا ہے وہ بتائے اگر قسط بتائے گا تو خائن ہو گا اور نتیجہ بھی اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ بعض دفعہ آری اپنی سوچ کے مطابق اپنی صواب دیے کے مطابق ایک بات کا فیصلہ کرتا ہے لیکن اس کا نتیجہ بالآخر نکلتا ہے۔

اللہ اجرب مشورہ دے تو اس میں خیانت نہ کرے۔

منافق کی چوتھی علامت: إذا حَاصَمَ قَبْرَهُ جَبَكَسِي سَلَطَ کَرَتْهَا بِهِ تو گالیاں دیتا ہے۔ معاف رکھنا آج ہم نے گالیوں میں منافقوں کو بھی چار قدم پہنچے چھوڑ دیا ہے کہ ہم تو پہنچی اور نہ آتی میں گالیاں نکالتے ہیں گالیاں ہمارے اور وظیفہ ہے۔ جس سے یہ چار علامتیں ہوں گی وہ پاک منافق ہے اور جس میں ایک علامت پائی جائے وہ ایک درجے کا اور جس میں دو علامتیں پائی جائیں گی وہ دو درجے کا اور جس میں تین پائی جائیں گی وہ تین درجوں کا منافق ہو گا۔

تو وحدتے کی خلاف ورزی یہ منافقوں کا کام ہے الہذا وحدتہ جس سے کروہی مجھ کر کر وفع الوقت نہ کر کے اب تو وقت گز روکروہ جد میں دیکھا جائے گا، یہ لگنا ہے۔ جب دل اور زبان نہ ملش تو گناہ ہے۔ وحدتہ کرد پورا کرنے کے لیے کروۃ اللہ تعالیٰ بھی اسیاب بیدار فرمادیتے ہیں۔ ہاں اگر کارپت یعنی تفتریر اپورانہ ہو سکے، پیارہ ہو گیا کوئی اور عذر پیش آگیا تو وہ الگ بات ہے۔ بلا خدر و خدہ خلائی منافقوں اور کافروں کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا اعتبار ہے شرکوں کے وحدتے کا **هَلْ إِلَّا لِنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ عَذَابَ النَّصِيرِ الْعَزِيزِ** ۴۷ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجد حرام کے پاس۔ اس سے مراد معاہدہ وحدتی ہے کہ حدیث مسجد حرام سے چھٹیں کے قاطل پر ہے **فَلَا إِنْسَانٌ مُّكْفُرٌ** ۴۸ جس وقت تک وہ قاتم رہیں گے تمہارے لیے **فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ** ۴۹ پس تم بھی قاتم رہوان کے لیے۔ یعنی اگر وہ پابندی کریں تو تم بھی پابندی کرو اگر وہ معاہدہ کو توڑا ہے تو تم بھی اس کے پابند ہیں ہو۔ چنانچہ ہوا یہ کہ بنو بکر جو قبریش مکا طلیف تھا اس نے زیادتی کی قیلیہ بخواہ پر جو صیف تھا مسلانوں کا۔ قبیله بنو بکر افراد اور اسرار کے اعتبار سے بڑا طاقور تھا اور بزرگزادہ ان کی پسخت کمزور تھا۔ قبیله بخواہ کا وفد فریاد لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگے حضرت ابہم آپ کے طلیف اور روسٹ ہیں بنو بکر نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے اور ہمارے آدمی مارڈا لے ہیں اور قریش نے ان کی معاہدت کی ہے۔ اور عکرہ میا جھل کا لڑکا معاہدت کرنے والوں کا سر غرض تھا۔

آنحضرت ﷺ نے تحقیق کرائی تو سلیمان ہوا کہ بخرا احمد دلے پچے ہیں۔ آپ سے **لِمَ** ۵۰ نے لکھ کر مودودیہ بھیجا کرم نے ہمارے دستوں کے ساتھ زیادتی کی ہے لہذا یا تو مقتولین کی دیت ادا کرو یا پھر یہ سمجھو کر ہمارے تھمارے درمیان جو معاہدہ تھا وہ ختم ہو گیا ہے۔ قربیش کہنے کے باہم شیک ہے ہمیں سمجھو کر معاہدہ لوٹ گیا ہے۔ وہ داہل آگیا تو بعد میں مکر مند ہوئے کہ ہم نے ہذبات میں آگر کیا کہہ دیا ہے۔ شورے میں یہ طے ہوا کہ زہلی کی معاہدہ برقرار کو اور دل سے ختم سمجھو۔

چنانچہ اس کے لیے انہوں نے ابوحسین جو اس وقت تک رضی اللہ عنہ نہیں ہوئے تھے کو مدیرہ طبیبہ سمجھا۔ ۵۱ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور بڑے مشتعل اداز میں کہنے لگے کہ ۵۲ رے تھمارے درمیان معاہدہ برقرار ہے یہے ہی بخہ ہذباتی آدمیوں نے کہہ دیا تھا کہ معاہدہ لوٹ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چچا جان ۵۳ اگر معاہدہ وقاوم ہے تو مقتولین کی دیت ادا کرو۔ کہنے والا دیت کی بات نہ کروں میں آگیا ہوں یہرے آئے کو سب کچھ سمجھو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے ضبط کے مطابق ہے۔ کہ وہ باتیں کرتا ہوا انہوں کرچا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ پابندی کریں تم بھی پابندی کرو وہ باتیں **فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الظَّفَرِينَ** ۵۴ ہے جنک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پر بیزگاروں کے ساتھ **فَإِنَّ قَاتِلَنَّ قَاتِلَنَّ** ۵۵ کیسے ان کے وحدوں کا اعتبار ہو سکتا ہے اور اگر وہ تم پر غلبہ پا سیں **فَلَا يُرِيدُونَ** ۵۶ نہیں لفاظ کریں گے رشتداری کا اور نہ مہدو بیان کا۔ یہ ”إِلَّا“ استثنائی نہیں ہے۔ اس ہے پہنچنا تراہت داری۔ **فَإِنَّمَا مُوْلَاهُمْ هُوَ أَهْوَانُهُمْ** ۵۷ یہ تھیں راضی کرتے ہیں اپنے مذہبوں کی بات سے **فَإِنَّمَا قَلُوبُهُمْ** ۵۸ اور انکا

کرتے ہیں دل ان کے۔ اس لیے کہ مشرک آخرت کا قائل نہیں ہے کہ قیامت آئی ہے اور مجھ سے باز پس ہوگی اور میں نے جواب دینا ہے۔ لہذا مشرک کے کسی وعدے کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ کہ مخالف ہے کہ قیامت قائم ہوئی ہے اور قیامت والے دن مجھ سے سوال ہو گا اور میں جواب دے سکوں گا کہ اے پروردگار! میں نے وعدہ بھانسے کی پوری کوشش کی تھی۔

### حضرت مدینی کا واقعہ

حضرت مدینی کے ہارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک جگہ میں پہنچنے کا وعدہ کر لیا ہے اتفاق کے گزاری لیت ہو گئی اور  
وقت پہنچنے کے تھے دوسری سواری کا اتفاق نہیں ہوا۔ حضرت نے جب سے گھری نکال کر کبھی وقت کم تھا حضرت پیلوان  
حتم کے آدمی تھے ساتھی سے فرمایا کہ دوڑو۔ ساتھی نے کہ حضرت ادوزیں کیسے؟ فرمایا دوڑ کر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اگر  
راتستے میں تھک کر گر پڑے تو قیامت والے دن کہہ سکیں گے کہ پروردگار اہم نے وعدہ پورا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن  
ہمارا حال یہ ہے کہ ہم وعدے کو کچھ کھٹکتے ہیں نہیں۔ ہمارے ہاں وعدہ تاریخی محکومت یعنی ہکڑی کا جانا ہے۔ یاد رکھنا! کسی سے ذمہ  
نہ کرنا اگر کروں اس کو نہیں۔ کسی کو مدد لٹے میں نہ رکھو یہ مناقصوں اور مشرکوں کی علامت ہے۔

﴿وَإِنَّكُمْ لِمُسْتَقْبَلِنَّ﴾ اور اکثر آن کے نافرمان ہیں۔ ہمیشہ اکثریت نافرانوں کی رہی ہے ﴿إِنَّكُمْ لِمُسْتَقْبَلِنَّ﴾  
کہ شما قیلیں لے گئے خرید انصووں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بد لے میں تھوڑی قیمت کو۔ آیات سے مرا اقرآن کریم ہے۔ قرآن کریم  
تک کرم میں بازیل ہو ناشردی ہو اور کے والوں کی زبان میں نازیں ہو اور اس کی فضاحت و بلاشت کو کھجتے اور جنت سے تھے اور  
قرآن کریم کے اڑ کو بھی مانتے تھے۔ اسی لیے کہتے تھے ﴿لَا تَسْتَهِنُ الْمُهْلَكَةَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [ام جدہ: ۲۶]،  
پاہنہ: ۲۳] نہ سنو اس قرآن کو اور شور چاہی اس میں تاکہ تم غائب آ جاؤ۔ کہ شور جی و گے تو دمرے میں گئے نہیں اور ان پر اڑ  
نہیں ہو گا یہ کافروں کا مشن تھا اور وہ قرآن کریم کا اتنا اڑ مانتے تھے کہ اس کو تحریم میں سے تحریر کرتے تھے۔ قرآن پاک کے  
ہمے میں دنیا کی حیری چیزیں حاصل کرتے تھے۔ جادہ، اقتدار، پروردگاری، دولت یہ تمام چیزوں میں قابل ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کی تدریجی سر کے پڑ کے ہے اور ہوتی تو  
اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔ اگر وہ لوگ اس حقیر دنیاوی مقادی کی وجایے آخوت کی فکر کرتے تو کامیاب ہو  
جائے مگر انہوں نے حیری چیز کو پسند کی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے راستے سے خود بھی بچک گئے۔ ﴿فَلَمَّا دَعَنْتَهُمْ﴾  
رسول کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھکایا ہے ﴿إِنَّهُمْ شَاءُوا مَا كَانُوا يَتَّقَلَّبُونَ﴾ بے شک بڑی ہے وہ کارروائی جو وہ کرتے ہیں۔  
اللہ تعالیٰ ان سے بھی اور ان کی کارروائی سے بھی بچائے اور بخوبی فرمائے۔

﴿لَا يَرْجِعُونَ تِيْمُونَ إِلَّا وَلَا ذَمَّهُ﴾ تُسْكِنُ لِحَاظَ كَرْتَهُ وَكُسْكُونَ كَبَارَے مِنْ قِرَابَتِ دَارِيٍّ كَأَوْرَدَ عَهْدَوْبَیانَ  
كَبَلَهُ وَأَلْقَاهُمُ الْمُعَذَّبُونَ﴾ اور یہی لوگ ہیں تجاوز کرنے والے ﴿فَإِنْ تَابُوا﴾ پس وہ اگر توبہ کر لیں ﴿لَا أَكَانُوا  
الصَّلُوَّا﴾ اور قائم کریں تماز ﴿وَإِنَّ الْأَرْضَ لَكُوْنَةُ اداَكَرِيْسَ﴾ فَالْخَوَافِلُمُ فِي التَّنَبِيْنَ﴾ پس تمہارے بھائی ہیں  
وہ دین میں ﴿وَلَعِصَلُ الْأَذِيْتَ﴾ اور ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیات ﴿لَقَوْمٍ يَقْسِمُونَ﴾ ایسی قوم کے لیے جو  
جانشی ہے ﴿وَرَاثَنَ شَكَّوْتُوا آتِيَّاتِهِمْ﴾ اور اگر وہ توڑوں اپنے وعدے کو ﴿فَيُنَعِّذُهُمْ﴾ اپنے عہد کرنے کے  
بعد ﴿وَكَفُوا فِي دِيْنِكُمْ﴾ اور طعن کریں تمہارے دین میں ﴿لَقَاتَلُوكَوْنَ آتِيَّاتِهِمْ﴾ پس لڑوں کے سرداروں کے  
ساتھ ﴿إِنَّهُمْ لَا أَكَانُوا لَهُمْ﴾ بے شک ان کا کوئی وحدہ نہیں ہے ﴿لَعَلَّمُ يَسْتَكْوُنُ﴾ یہ تاکہ وہ باز آ جائیں  
﴿أَلَا تَقْاتِلُونَ قُوَّمًا﴾ کیوں نہیں لڑتے تم اس قوم سے ﴿شَكَّوْتُوا آتِيَّاتِهِمْ﴾ جھوٹوں نے اپنے وعدے توڑوئے  
﴿وَقَهُوا بِأَحْرَاجِ الرَّسُولِ﴾ اور انہوں نے تصدیکیا رسول کو نکالنے کا ﴿وَهُمْ بَدَنَظُوكُمْ أَوْلَى مَرَّةً﴾ اور انہوں نے  
ابتداء کی تمہارے ساتھ بکلی مرتبہ ﴿أَنْتُمُوهُمْ﴾ کیا تم ان سے ذرتے ہو ﴿فَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنْ تَحْكُمُ﴾ ہیں  
اللہ تعالیٰ زیادہ حق رارہے کہ تم اس سے ذرہ ﴿إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ اگر ہم موسمن ﴿قَاتَلُوكُمْ﴾ لڑوں ان کے  
ساتھ ﴿يَقْتَلُوكُمُ اللَّهُ﴾ اللہ تعالیٰ ان کو زادے کا ﴿أَلْهَبِيَّا بِيَدِيَّا﴾ تمہارے ہاتھوں سے ﴿وَيُحَرِّزُهُمْ﴾ اور ان کو رسوا  
کرے گا ﴿وَيُبَصِّرُكُمُ عَيْنِيهِمْ﴾ اور تمہاری مدد کرے گا ان کے خلاف ﴿وَيُشَفِّعُ صُدُورَكُوْرَقُوْرَمُؤْمِنِينَ﴾ اور شفا  
دے گا موسمنوں کے دلوں کو ﴿وَيُنَذِّهُنَّ بِغَيْرِ ظُنُونِهِمْ﴾ اور دوڑ کرے گا ان کے دلوں کے غصے کو ﴿وَيُنَوِّبُ اللَّهُ عَلَى  
مَنْ يَشَاءُ﴾ اور اللہ تعالیٰ رجوع فرمائے گا جس پر چاہے گا ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ جانے والا حکمت  
دلاء ہے۔

### بائل سے ربط ہے

پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ کافر، مشرک اور منافق کے وعدے کا کوئی اعتباً نہیں ہے ﴿لَا يَرْجِعُونَ تِيْمُونَ بِآتِيَّهِمْ﴾ یہ اپنے  
موسمن سے تم کو رخصی کرتے ہیں اور دل ان کے عکبر ہیں۔ حالانکہ بت توہہ ہوئی ہے جو دل سے لٹکے۔ یہ لوگ وحدہ کرتے ہیں  
دنیٰ کا وقت کے لیے اور حال ان کا یہ ہے کہ ﴿لَا يَرْجِعُونَ تِيْمُونَ إِلَّا وَلَا ذَمَّهُ﴾ تُسْكِنُ لِحَاظَ کرْتَهُ وَكُسْكُونَ کَبَارَے مِنْ  
قِرَابَتِ دَارِيٍّ کَأَوْرَدَ عَهْدَوْبَیانَ کا۔ پہلے بھی اس مضمون کی آیت گزری ہے بیان جو ﴿إِنَّهُ﴾ ہے یہ جو فی اشتہ نہیں ہے  
بلکہ یہ اسم ہے اور اس کا مغلی قرابت داری ہے۔ یہ کفر میں اتنے بختہ ہیں کہ رشت داری کا بھی خیال نہیں کرتے۔ حالانکہ عربوں میں

عمر بزر و اقارب کا بڑا لحاظ ہوتا تھا لیکن مومنوں تمہارے لیے قطعاً کوئی رعایت کرنے کے لیے تیار نہیں تھیں ہلکہ فاؤنڈیشن ہے اور سبکی لوگوں میں حد سے تجاوز کرنے والے۔

﴿قُوَّانِ تَابِيَّة﴾ پس اگر وہ تو بے کفر شرک سے ﴿وَأَقْوَى مُوَالِيَّة﴾ اور وہ قائم کریں نماز کو۔ کیونکہ نماز تمام عبادات میں سے ایک اہم عبادت ہے۔ قیامت والے دن حضرت اللہ میں سے سب سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہو گا اول مائیخانسیۃ العبد یوْمِ الْقِیَمَۃِ الْكُلُوَّۃِ ”پہلی دن چیز کہ بندرے کا حساب لیا جائے گا قیامت والے دن و نماز ہے“ پہلا پر چنماز کا ہو گا۔ اگر نماز صحیح نکلی تو اسید ہے ان شاء اللہ العزیز باقی کام بھی ٹھیک ٹھیں گے اور اگر پہلے پر پیسے ہی میں رہ گیا تو بعد و لے پر چون میں اس کا کیا حال ہو گا؟ اور قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو شرعاً کے ساتھ ادا کرتے ہیں، وقت پر پڑھتے ہیں، فرق اپنے، واجبات، سخن، و مستحبات کے ساتھ۔

﴿وَإِذَا الظُّلُمَاتُ كُوَّتْهُ﴾ اور زکوٰۃ ادا کریں۔ ان عبادات میں زکوٰۃ بڑی عبادت ہے جس طرح بدین عبادتوں میں نماز بڑی عبادت ہے۔ ان دوں بڑی عبادتوں کا ذکر کر کے فرمایا ﴿فَأَخْرُجُوا إِلَّمَنَ فِي الْوَيْنِ﴾ جس وہ تمہارے بھبھی ہیں دین میں۔ یعنی تم نے دین قول کیا اور مسلمان ہو گئے اب وہ بھی مسلمان ہیں ﴿وَنَتَّصِلُ الْأَيْتَ﴾ اور ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیات ﴿لِلَّهِ مُرْسَلٰتٌ﴾ الہی قوم کے یہے جو جانتی ہے۔ علم کے ساتھ تعلق رکھتی ہے ان کے لیے ہم نے کوئی خناجیں چور بڑی تفصیل سے باتیں بیان کروں ہیں۔

اور اگر وہ توبہ نہ کریں ﴿وَإِن تَكُنُوا أَنْتُمْ فِي رُغْبَةٍ عَنِ الْعِبُودِ﴾ اور اگر وہ تو ادیں اپنے وعدے کو اپنے عہد کرنے کے بعد ﴿وَتَكُنُوا فِي وِتْيَلَمْ﴾ اور صعن کریں تمہارے دین میں ﴿فَنَقْبَلُوا أَيْتَهُ اللَّهُ﴾ جس بروم کفر کے سرداروں کے ساتھ۔ ان کے پیشواؤں، اماموں، لیئروں اور وڈیروں سے مقابلہ کرو اور لڑو۔

### صلح حدیثیہ کی شرائط

یہ بات پہلے بھی بیان ہوئی ہے کہ حدیثیہ کے مقام پر قریش کم کے ساتھ معاهدہ ہوا تھا جس کی تفصیل آج بھی حدیث تاریخ اور سیرت کی ستائیوں میں موجود ہے کہ:

① مسلمان اس سال و اپنے چھپے جائیں۔

② اگلے سال آجیں تو صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

③ تمہارا کرنا آجیں صرف تکو اساتھ لا جائیں وہ بھی پیام میں۔

④ کم میں جو مسلمان پہلے سے تھیم ہیں ان میں سے کسی کو ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی کہہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو شرک کیں۔

۶... کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جانے تو وابس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسماں کے میں جانے تو وابس نہیں جائے گا۔

۷ قبائل عرب کو اختیار ہو گا کہ فریضیں میں سے جس کی ساتھ چالیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔  
لیکن معاہدہ کو ذیہ ہے سال بھی نہ لگز را کہ انہوں نے عہدِ علیٰ کی کہ قبیلہ بنو بکر (جو قریش کا حلف تھا) نے قبیلہ بنو خاصہ پر حملہ کر دیا جو آخری صلح کا دوست اور حلف تھا اور کہ والوں نے بنو بکر کو اسلوب بھی دیا، مال بھی دی اور آدمی بھی دیجے اور ان وہ اُس کے سایا اور ابھارا بھی۔ جو شریروں اور قادیوں کا طریقہ ہوتا ہے وہ انہوں نے سارا اختیار کیا عہدِ علیٰ کی اور دین کا مذاق بھی اڑاتے تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ اپنا وعدہ توڑ دیں عہد کرنے کے بعد اور طعن کریں تمہارے دین کے بارے میں اور چھٹے بارے میں تم پڑھ پچھے ہو کہ مسلمان جب اذان رسیتے اور نماز پڑھتے تو ﴿اَنْتَذِدُّ عَاهِزًا﴾ [الحاکم: ۵۸] یہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ نماز کی نفل اُمارتے، رکوع کی، سجے کی، سلام پھیرنے کی، کبھی موزون کی طرح اذن کی آواز کلتے غیرہ غیرہ۔ اور سستے یاد رکھنا اور بین کی کسی چیز کے ساتھ مذہر کرنا کفر ہے۔

ذخیرے کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں قرآن کریم اور حدیث حوثیت سے ثابت نہیں یعنی قطعی ثبوت نہیں ہیں لیکن خبر وحدت سے ثابت ہیں اور جو چیز خبر وحدت سے ثابت ہوتی ہے وہ تھی ہوتی ہے اس کا کارکرنے والا کافر نہیں ہے مگر اس کے ساتھ مذاق کرنے والا کافر ہے۔ اور جو چیز قرآن سے ثابت ہے یہ حدیث متواتر سے ثابت ہے اس کا مذکور کا فر ہے۔

ایک آدمی نے اُترے کے ساتھ موجہ بھیں صاف کیں تو دررے نے اس کے ساتھ مذاق کیا کہ تو نے یہ کیا چاہا تک بنا یا ہے۔ تو اس نے اس آدمی کے خلاف قاضی القسطہ امام ابو یوسف کی اعادت میں مقدمہ و از کیا کہ اس نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے تو قاضی وقت نے اس کے سرہ نہ کے کافی لے دیا کہ اس نے آخری صلح کی ایک سنت کے ساتھ مذاق کیا ہے بلکہ اسے مسلمان نہیں رہا۔

سوچوں کے سلطنت مسئلہ ہے کہ انھیں فتحی کے ساتھ کہا تباہی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اُترے سے حال کی جاگیں۔ امام ابو حیین اور ان کے ساتھ امام ابو یوسف اور امام محمد بن حنبل اسی کے قابل ہیں کہ اُترے کے ساتھ مونڈنے میں زیادہ فضیلت ہے۔

تو مسئلہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ جو چیز خبر وحدت سے ثابت ہے اس کا کارکرنا کفر نہیں ہے لیکن اسہر اور کرنا کفر ہے۔ امام ابو یوسف کے درمیں ایک شخص نے یہ حدیث پیش کی کہ حکایۃ الرئیس ﷺ مجھے المُرْتَعَ عَوْنَی رَوَاتِی اللہُ تَعَالَیٰ "آخری صلح" کو دیہ پسند فرماتے تھے خوش ہو کر کھاتے تھے۔ بھلی میں ایک آدمی نے کہا تھا "اکافلًا أَجِبُّ الْقَرْعَ" مہر حال میں کدو کو پسند نہیں کرتا۔ "ان القاعظ پر مقدمہ درج ہوا اور قاضی صاحب نے اس کے سرہ نہ کے کافی لے دیا۔ اگر جتنے پسند نہیں ہے تو کھا

شریعت صحیحے مجور نہیں کرتی لیکن آخرت میں فہرست کی پہنچ کے مقابلہ میں اسکی چیز ہانا کفر ہے۔ یاد رکھنا! دین کی کسی بات کا مذاق ادا نہ انکار کرنے سے بھی خست جرم ہے اور ہم سے اسکی باتیں غیر شوری طور پر نکل جاتی ہیں جو کفر کے زمرے میں آئیں اور نکاح فوت جاتا ہے۔ اسی وجہ سے عدالتی فرمائیے ہیں کہ مریعینے کا حکم کی تجدید کرنی چاہیے تاکہ اولاد حلال ہو۔

تو فرمایا کہ یہ تمہارے دین میں طعن کرتے ہیں یہ لوگوں کے سرخون کے ساتھ ﴿إِنَّمَا لَا أَكْثَانَ لَنَّمُ﴾ بے شک ان کا کوئی وعدہ نہیں ہے ان کی کوئی صدمہ نہیں ہے۔ کیوں لڑو؟ ﴿فَلَمَّا قَاتَهُمْ يَنْتَهُونَ﴾ تاکہ وہ بازا آ جائیں کفر، شرک سے، بھی سے ﴿أَكُوكُنَّا تُنَاهُونَ﴾ کیوں نہیں بڑتے تم اس قوم سے ﴿لَنَّكُنَّا إِنَّا لَنَّمُ﴾ جنہوں نے اپنے وعدے توڑ دیے ﴿وَقَنَّا بِأُخْرَةِ الْرَّسُولِ﴾ اور انہوں نے قصد کیا رسول کو نکالنے کا مکہ کرسی سے۔ یہ امت پہلے پڑھ چکے ہو کہ صرف نکالنے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ شہید کرنے کا ارادہ کیا اور قتل کرنے کے لیے آری میتھیں کردیے گے، وقت منیں کردیا گیا آپ ملک ہبھیم کے گمراہ حاضرہ کر لیا گیا مگر جس کو رب رکھے اس کو کون پچھلے اور ان کا قتل کرنے کا مقصود ہی آپ ملک ہبھیم کے نکلنے کا سبب بنائے کا اسپ ہبھیم ہے اب کو صدقہ این ہبھیم کے ساتھ دہان سے نکلے اور تم دن غاریبوں میں رہے پھر دہان سے جل کر مدینہ منورہ پہنچی۔

﴿وَلَمْ يَنْدُعُ كُمْ أَذْلَى مَذْلَمَةً﴾ اور انہوں نے ابتداء کی تھمارے ساتھ پہلی مرتبہ کہ بنو بکر نے چڑھائی کی بنو نزار پر اور قریش کرنے ان کی موکی اور مسلمانوں کے حیف پر عملہ مسلم نوں ہی پر عملہ تھا اور آخرت میں جب مدینہ طیبہ تشریف سے آئے تو کرزابن چہرہ بھری جو عرب کا بڑا نیک تھا اپنی فوج لے کر آیا اور چاگاہ سے بیت المال کے اونٹ لے کر بجا گا۔ یہ بھی بنیادی ان کی شررت کی۔ اس کے بعد بدرو، أحد اور درس سے غزوت پیش آئے۔ ﴿أَتَنْهَا نَهَى﴾ کیا تم ان سے ڈرتے ہو ﴿فَلَمَّا أَكَلَ أَنْتَشَنَّا بَنِي إِنَّسٍ عَلَى زِيَادَةِ حَنْقَلٍ دَارَهُ﴾ کرم اس سے ذر و هن ان گلنم مذمۇنین ﴿﴾ اگر ہو تم مومن۔ رب سے ذر و کافروں سے نذر و هن قاتلذوق ﴿﴾ اور تم ان کے ساتھ ﴿لَمَّا يَعْلَمُنَّا بِمُؤْمِنِينَ﴾ انتہائی ان کو سزادے گما تھارے ہاںوں سے ﴿وَذُئْفِرَمُ﴾ اور ان کو سوا کرے گا۔ اس طرح کو تھوڑے اور سمجھو اس طحہ والے زیادہ تحد اور زیادہ اسلحہ والوں کو مارڈاں یہ تھوڑی ذلت ہے۔ ہدر میں مسلمانوں کے پاس آنکھ تواریں تھیں اور مقابلے میں ہزار تلوار تھی اور ان کے سڑ مارے گئے متر گرفتار ہوئے اور باقیوں کو بھائی کا راستہ نہ ملا۔ جب گھر گئے تو عرونوں نے طمع دیئے کہ تھمارا بیپ سرگیا، بھائی سرگیا تم کوں آئے ہوئم بھی سرچوتے۔ اور کسی کمی مانگ پھیتے پھرتے رہے۔

فرمایا ﴿وَيَصْرِئُهُمْ عَلَيْهِمْ﴾ اور تھماری مدد کرنے کا ان کے خلاف ﴿وَيُلَيِّفُ صُدُّدَنَّمُؤْمِنِينَ﴾ اور شفاذے گا مومنوں کے دلوں کو۔ اس طرح کہ کافروں کے خلاف جو بغض و کیشہے مومنوں کے دلوں میں تو بہ مومن اپنے ہاںوں سے ان کو ماریں گے تو مومنوں کو شفا ہو گی ﴿وَذِيلَهُنَّ مُلْهُظٌ لَّذُؤْبُهُمْ﴾ اور دور کر دے گا ان کے دلوں کے غصے کو جو تھارے خلاف ہے۔ آخرت ملک ہبھیم کی مخالفت کر دیں، قرآن کے باقی میں پروردہ ہو جائے گا ﴿وَذِئْبُهُنَّ عَلَى عِنْ يَئِلَّا لَهُمْ﴾ اور اللہ تعالیٰ رجوع فرمائے گا جس پر چاہے گا کہ اس کو توبہ کی توفیق ہو جائے۔ چنانچہ ان میں سے بہت سے لوگ اپنے کفر پر نادم ہوئے اور

مسلمان ہوئے۔ کفر کے زمانے کی کارروائیوں پر افسوس کرتے تھے کہ ہم کیا کیا کرتے رہے یعنی الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی توفیق دی ہے ﴿وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ جانے والا حکمت والا ہے۔ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے وراس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔

### ~~~~~

﴿أَفَحَسِّنْتُمْ﴾ کیا تم گمان کرتے ہو ﴿أَنْ شَرَكْتُمْ﴾ اس بات کا کتم چھوڑ دیئے جاؤ گے ﴿وَإِنْ يَقْلِمَ اللَّهُ الْأَنْدَبَ لِجَهَنَّمَ إِلَيْكُمْ﴾ حالاً کہ ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خصوصی نے جہاد کیا تم میں سے ﴿وَلَمْ يَشْكُرُوا مِنْ ذُرْتِ اللَّهِ﴾ اور انکی بنا پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا ﴿وَلَا تَرْسُولَهُ﴾ اور نہ اس کے سوں کے سو ﴿وَلَا إِلَهَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ﴾ اور مومنوں کے سوار از دالن ﴿وَاللَّهُ حَمِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ خبر وار ہے اس کا دروائی سے جو تم کرتے ہو ﴿فَاكَانَ لِلشَّرِكِينَ هُنَّ بَلَّغَتْ شُرُكَرَنَّهُمْ بِالْأَنْتِقْبَلَةِ﴾ کہاں دیتے ہوئے اپنے فضول پر انہوں ہے کہ وہ آباد کریں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو ﴿لَهُ شَهْرٌ يَنْعَلَى أَنْقِبَتِهِ بِالْكُفَّارِ﴾ گواہی دیتے ہوئے اس کے سو کے سو ﴿وَلَمْ يَقْبَرُوا مَسْجِدًا﴾ کفر کی ﴿أَوْ لَيْكَ حَيْطَتْ أَغْنَالَتْهُ﴾ یہ لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو چکے ہیں ﴿وَنِيَّا لَكَرْهُمْ طَلَبَذُونَ﴾ اور وہ دوڑھ میں رہیں گے ہمیشہ ﴿إِنَّمَا يَعْمَلُ مَسْجِدٌ لِنَوْهُ﴾ پختہ بات ہے کہ آباد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو ﴿مَنْ أَعْنَقَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمَ بِالْأَخْرَ﴾ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رئے اور آخرت کے دن پر ایمان رائے ﴿وَأَقْلَمَ الصُّلُوْجَ﴾ اور نماز قائم کی ﴿وَأَقْلَمَ الرَّكْوَةَ﴾ اور زکوٰۃ ادا کی ﴿وَلَمْ يَحْشُرْ إِلَيْهِ اللَّهُ﴾ اور شذرے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ﴿فَقَسَى أَوْلَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَشَمِينَ﴾ پس قریب ہے کہ یہی لوگ ہوں گے ہدایت پانے والوں میں سے۔

### ربط آیات ۷۲

اس سے بھی آیت میں کفار اور شرکتیں کے ساتھ جہاد کرنے کے اس سب بیان فرمائے تھے کہ انہوں نے عہد ٹکنی کی۔ رسول ملیک یعنی کونکا، جنگ میں ابتداء کی اور اب ایک درس بیان فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی آزمائش ہی مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَفَحَسِّنْتُمْ﴾ کیا تم گمان کرتے ہو کہ ﴿لَمْ يَرَهُمْ أَنْ شَرَكْتُمْ﴾ اس بات کا کتم چھوڑ دیئے جاؤ گے اسی حالت پر ﴿وَلَئِنْ شِلْمَ الْأَنْدَبَ لِجَهَنَّمَ إِلَيْكُمْ﴾ حالاً کہ ابھی تک ظاہر نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو خصوصی نے جہاد کیا تم میں سے۔ تقلیخ کا لفظی معنی تو ہے جانا اور رب تعالیٰ چیز کو سب چیزوں کو جہا تباہے اس لیے مغلی کرتے ہیں ظاہر کرنے کا کتم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ کلمہ پڑھ بیا اور موسن ہو گئے اور اس کے بعد تم پر کوئی اسخان اور تکلیف نہیں آئے گی جہاد کے بغیر تم کیسے مژن کہلا سکتے ہو؟ الہذا کافروں کے ساتھ لڑو۔

اور جہاد کی قسمیں ہیں۔ سب سے بڑا جہاد قرآن کریم پر صنایپر حادثا اور اس کو بحث کیجھا ہے اور اس کی تبلیغ کرنا ہے اور اس کی نشر و اشاعت کرنا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو وکیروں کیا ہے ﴿وَجَاهُهُمْ بِهِ وَهَلَّا ذَكْرُهُمَا﴾ (القرآن: ۵۲) ”وَجَاهُكُرَانَ كَسَاطِحَهِ اس قرآن کے ذریعے بڑا جہاد“ تو قرآن کریم کی تعلیم سے بڑا جہاد کوئی نہیں ہے۔ پر کافروں کے مقام پر میں لزماً بھی جو دیتے کہ اس کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے۔ لئے اسے مجاہدین اور جوڑنے کی طاقت نہیں رکھتے اور لڑنے والوں کی مالی امداد کرتے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں، جو مجاہدین کو اسلحہ اور خرچ دیتے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں اور جو مجاہدین کے بھجوں کا خرچ اٹھاتے ہیں اور ان کے گھردار کرتے ہیں وہ بھی مجاہد ہیں اور اسلام کا دفاع کرنا تحریر اور تحریر کے ذریعے یہ بھی جہاد ہے۔ تو جہاد کے مختلف شعبے ہیں۔ سب سے بڑا شعبہ تواریخ کی تعلیم ہے پھر لوگوں کو دین کی دعوت دینا تحریر کے ذریعے اور تحریر کے ذریعے اور تبلیغ کے لیے مالی امداد کرنا بھی تبلیغ ہے۔

### جہاد اور تبلیغ

بعض سارہ تسلیم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ صرف وہ ہے جو تبلیغی جماعت والے کرتے ہیں اور کوئی تبلیغ نہیں کرتا۔ نہرط العلوم میں ایک بزرگ بابائی نیک آدمی تھے میرے پاس پڑھ کر قرآن کا درس سنتے تھے۔ طلبہ کی بھی کافی تعداد ہوئی تھی۔ کافی عرصہ کے بعد مجھے کہنے لگے مولانا! آپ بہت بڑا کام کر رہے ہیں گھر دین کا کام نہیں کرتے۔ میں نے کہا بابائی! دین کا کیا کام کروں؟ کہنے لگا آپ نے کوئی چل تو دینا نہیں۔ میں نے کہا اگر میں چل دے دوں تو ان کو کون پڑھاتے گا؟ کہنے لگا ان کو خدا پڑھاے گا۔ بھتی اتنی سارگی بھی نہیں ہوئی چاہیے خدا ہر ایک کو خوبی پر حادثا اس نے پڑھانے کے اسباب بننے ہیں۔ جو وقت نکال کر باہر جاتے ہیں وہ بھی مبلغ ہیں جو اپنی جگہ کو اصلاح کرتے ہیں وہ بھی مبلغ ہیں اور اصل جہاد اور تبلیغ قرآن پاک کی تعلیم اور اس کے میئے مدارس قائم کرتا ہے باقی ان کے شبے ہیں۔

﴿وَلَمْ يَعْثُدُوا مِنْ دُونِ إِلَهٖ إِلَيْهِمْ أُنْهُوْلَ نَعْلَمُ اللَّهَ عَالِمِ الْأَفْلَامِ وَلَا تَرَسُّلُ لَهُمْ﴾ اور نہ اس کے رسول کے سوا ﴿وَلَا إِلَهَ إِلَّا وَنَحْنُ نَعْلَمُ وَلِنَجْعَلَهُ﴾ اور مسلموں کے سواراز دان۔ وَلِنَجْعَلَهُ کا معنی راز دن، بھیدی، انجیت۔ مطلب یہ ہے کہ پہاڑ سچا مسلمان کسی غیر مسلم کو پہاڑی دوست نہیں بنا سکتا۔ کیوں کہ دوستی کے ذریعے راز کے افشاہ نے کا خطرہ ہوتا ہے۔ شریعت نے کافروں کے ساتھ معاملات سے منع نہیں کیا ان کے ساتھ خرید و فروخت کر کئے ہو، گلنگوکر کر کئے ہو لیکن اگر ان کے ساتھ معاملات کرنے میں یا کاروبار کا ایسا طریق اختیار کرنا جس سے کلمے پر زد پڑے، اسلام پر زد پڑے یہ حرام ہے۔ وہ کیا مسلمان ہے جو مومن بھی ہوا اور کافروں کا انجیت بھی ہو۔ باقی ہزار نے میں لوگ ہوئے ہیں جو بظاہر مسلمان اور اندر سے کافروں کے انجیت تھے اور اب بھی کی نہیں ہے۔ کلمہ پڑھتے ہیں، مسلمان کہلاتے ہیں، اسلام کے کام بھی کرتے ہیں اور اندر سے کافروں کے انجیت نہیں۔ اس وقت مسلمانوں کے تمام حکام الاما مشاہد اللہ طالبان کے علاوہ سعودیہ سمیت مگر امریکہ کے انجیت ہیں اور اس کی ہم

نوئی کرتے ہیں جو وہ کہتا ہے وہ کرتے ہیں۔

تو فرمایا کیا سمجھتے ہو تم کہ مجھے دیتے جاؤ گے اور ابھی تک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے مجاہدوں کو ظاہر نہیں کیا اور ان کو ظاہر اور اس کے رسول ملئی ہے اور مونوں کے سوا کسی کو رازِ دن نہیں بناتے اور وہ کیسے مسلمان ہیں اور مونیں ہیں جنہوں نے نہ علیٰ جہاد کیا ہے اور نہ زبانیٰ جہاد کیا ہے ۴۷۵۷ ﴿وَإِنَّهُ حَمِيمٌ بَّلَّقَتْكُنَّ﴾ اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس کا دروازی سے جو تم کرتے ہو۔ رب تعالیٰ کھارے ظاہرِ باطن سے واقف ہے اس سے کوئی شےٰ علیٰ نہیں ہے۔

شرکیں کہتے تھے کہ تم ہمارے ساتھ لئے کام کریں اور ۴۷۵۸ ﴿تَلَوَّثُوا إِلَيْكُمْ﴾ حالانکہ ہم تو صدیوں سے مسجدِ حرام کی خدمت کرتے ہیں، اس کو آباد کرتے ہیں اور یہ بات حقیقت تھی کہ ان کے بڑے بڑے سردار آکر مسجدِ حرام میں جمازو دیتے تھے اور صفائی کرتے تھے، مسجدِ حرام کا بڑا نیال رکھتے تھے اور جو غریب آجاتا اس کو کہنا بھی کھلاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۴۷۵۹ ﴿أَلَمْ يَرَوْا مَا فِي الْمَسَاجِدِ﴾ ان شرک کرنے والوں کے کوہہ آباد کریں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو ۴۷۶۰ ﴿شَهْرِيْنَ أَعْلَمُ﴾ اللہ ۴۷۶۱ ﴿أَلَمْ يَرَوْا مَا فِي الْمَسَاجِدِ﴾ اپنے فنوس پر کفر کی۔ یہ مسجدِ حرام کی کیا خدمت ہوئی کہ مسجدِ حرام کی خدمت بھی کرتے ہو اور ۴۷۶۲ ﴿أَوْ رَوْسَرَےٰ بَنَوْنَ کَمَسَاجِدَ هُنَّا بَنَوْنَ﴾ خال نکسے ۴۷۶۳ ﴿وَإِنَّ الْمَسَاجِدَ تَبْوَإُ لِلَّاتِيْنَ مُؤْمِنَاتُهُنَّا أَحَدًا﴾ [جن: ۱۸] اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں یعنی نہ پاکِ راہِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو۔ تو مسجد میں صرف اللہ تعالیٰ کی عزادت ہوتی چاہیے۔ ایسا نہیں کہ نماز پر مگر پھر کہنا شروع کر دیا ہے گیر، یا غوثِ عظیم، یہ مسجد کی آبادی ہے یا برآمدی ہے؟

۴۷۶۴ ﴿أَوْ إِنَّكُمْ حَمِيمٌ أَخْنَاثُ اللَّهِ﴾ یہ لوگ ہیں جن کے اعمالِ ضلائی ہو چکے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو ظاہر نیک عمل کرتے ہیں مسجد کی صفائی کرتے ہیں، بیکی میں پانی بھرتے ہیں، مسجد میں روشنی کا نظام کرتے ہیں اور اگر مسجد میں کوئی مسافر ہمان آجائے تو اس کو کہنا بھی کھلاتے ہیں مگر ساتھ ساتھ شرک کی افعال بھی کرتے ہیں تو ان کے نیک اعمالِ ضائع ہو گئے ان کا کوئی ناکہہ آخرت میں نہیں ہو گا ۴۷۶۵ ﴿أَلَّا يَرَوْا مَا فِي الْمَسَاجِدِ﴾ اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ شرک کرنے والوں کی بھی بخشش نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۴۷۶۶ ﴿إِنَّهُ مِنْ يُشْرِكُهُ مِنْهُ لَقَدْ حَرَمَ نِسْتَرَيْهُ الْجَنَّةَ وَمَارَهُ الْأَرْضَ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَاصٍ﴾ [اسلام: ۲۷] یہ بے شک جس نے شرک کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھیں جس کو رام کر دی اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت اور اس کا مٹکانا دوزخ ہے اور نہیں ہے ظلم کرنے والوں کا کوئی مردگار۔ اور شرک کی حالت میں نیک اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لوگ نیک اعمال کر کے خوش ہوتے ہیں کہم نے سچ کیا ہے، مگرہ کہا ہے وغیرہ اور نیکی پر خوش ہونا کہا بھی نہیں ہے۔

### ایمان کی علامت ۴۷۶۷

آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت ایمان کی کوئی اسکی علامت ہے کہ جس سے ہم بھیس کر ہم مومن ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ((إِذَا سَمِعَ الْمُؤْمِنُونَ خَسْنَاتِكَ وَسَاءَتِكَ سَيْئَاتِكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ)). (رواہ مسلم) جب نیک سے

خُرُّیٰ اور برائی پر افسوس ہو تو بھی لوگ تم مومن ہو۔ یہ لیکن نیکی کے پھولنا اور تکبیر نہیں کرنا چاہیے یہ بُری چیز ہے اور اس کے ساتھ سُر تھیہ بھی ریکھنا چاہیے کہ میرا عقیدہ بھی ورست ہے کہ نہیں، قرآن و سنت کے معابق ہے کہ نہیں کیوں کہ اگر عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق نہ ہو تو کوئی نہیں آئے گی۔

### آدابِ مسجد

فرمایا ﴿إِنَّمَا يَنْهَا مُؤْمِنُونَ مُكْفِرُوْنَ الَّذِي هُوَ بَلِّغَهُ مِنَ الْأَذْوَادِ إِنَّمَا يَنْهَا مُؤْمِنُونَ مُكْفِرُوْنَ الَّذِي هُوَ بَلِّغَهُ مِنَ الْأَذْوَادِ﴾ بخت بات ہے آباد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو ﴿مِنْ أَنْهَىٰ بَلِّغَهُ مِنَ الْأَذْوَادِ﴾ و لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔ مسجدوں کی آبادی ان کے سرحد ہے شور و غل چانے سے مسجدیں آباد نہیں ہوتیں لیکن لوگوں نے آج کل اس کو دین بحالیا ہے حالانکہ ﴿رَفْعَ الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ﴾ مسجدوں میں خور کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ تمدنی شریف کی روایت ہے کہ لوگ مسجدوں میں شور کریں گے، آواز بلند کریں گے۔ یہ لا ذکر سیکھ کے ذریعے شور اور اس کے علاوہ شور کرنا سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔

مسجد اکن اور احترام کی بُلگہ ہے جب مسجد میں آذُنَّوَارَام او راضیان کے ساتھ پہل کراؤ، اوب کلخوار کرک، دوز کر اور چلا گئیں لگاتے ہوئے نہ آؤ۔ پچھا تم بھی یاد رکھو مسجد میں دوز کر نہیں آنا البتہ تیری کے ساتھ تقدم تو رکھ کر ہو لیکن دوز نہیں سکتے۔ یہاں سک کہ اگر امام کوئی میں چلا گیا ہے اور تم رکعت میں شامل ہو نہ چاہیے ہو تو دوز کرنہ ضریبی ہو۔ اگرچہ محسوس ارادہ ہے کہ رکعت میں چلا گردوڑ نے میں چوں کہ مسجد کی ہے جسی ہے ہندا آہستہ بچل کر آؤ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَا تَأْتِيَنَّهَا وَ  
النَّسْمُ تَسْعَوْنَ دُوْزَكَرَنَّهَا وَمَا آكَذَنَكُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَانَكُمْ فَاقْضُوْا وَمَا جَنَّتْنَمْ لَمْ اَمَّ كَمْ ساتھ پڑا، پڑھ لوا اور بُرُوت میں نوت ہو گئی ہے بعد میں پڑھ لوا۔ کیوں کہ مسجد کا ادب داحترام ضروری ہے۔ مسجد میں دوز زور کرنا، بلند آواز سے ذکر کرنا سب گناہ ہے مگر آج لوگوں نے اس کو ثواب سمجھا ہوا ہے۔

پہلے زمانے میں سیکھ تو نہیں ہوتے تھے مگر بعض صوفی صشم کے لوگ گری کے سوسم میں اپنے گھروں کی چھوٹوں پر بلند آواز سے ذکر کرتے تھے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ یہ گناہ ہے۔ سسلہ یہ ہے کہ اگر قرآن کریم بھی بلند آواز سے پڑھنے میں لوگوں کے آرام اور سکون میں خلل آئے تو یہ بھی گناہ ہے۔ سلام بر الامن اور داد ری رکھنے والا دین ہے۔

تو فرمایا پہنچدی بات ہے مسجدوں کو آبادو کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آخرت پر ایمان لائے ہو اُنما  
الصَّلَاةُ الْمُكَفَّرُوْنَ لَا کُوْنُوا وَالَّذِي هُوَ بَلِّغَهُ مِنَ الْأَذْوَادِ﴾ اور نہ ذرے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ہے۔ حق کے بیان کرنے میں کسی کی پرواہ کرو جو نہ ہے اس کو بیان کرو ﴿فَقَسَّى اُنَّهُنَّ لَذُوا مِنَ النَّعْدَانِ﴾ ہیں قریب ہے کہ سکی لوگ ہوں گے ہدایت پانے والوں میں سے۔ جو نماز پڑھتے ہیں، زکوہ دیجے ہیں رب تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ذرتے اللہ تعالیٰ کی عبادات کرتے ہیں بھی لوگ کامیاب ہیں اور کمیں رب تعالیٰ اُنھی لوگوں میں سے بناتے۔

﴿أَجْعَلْنُّمْ سَقَايَةً لِلْحَاجِ﴾ کیا بنادیا ہے تم نے حاجیوں کو پانی بلانا ﴿وَ حَسَانَةً الْمُسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ اور مسجد حرام کی خدمت کرتا ہے (گعن) اس شخص کی طرح ﴿أَفَنْ يَأْتُهُ وَالْيَوْمُ الْآخِرُ﴾ جو ایمان لا یا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ﴿وَ جَهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور اس نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿لَا يَسْتَوْنَ عَنْ دِينِ اللَّهِ﴾ نہیں برابر اللہ تعالیٰ کے ہاں ﴿وَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْهَا الرُّغْوَمَ الظَّلَمِيَّنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت رتنا قالم قوم کو ﴿أَلَّا يَنْتَ أَمْوَالَ

فَاجْرًا﴾ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے تحریک کی ﴿وَ جَهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور انہوں نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿بِإِيمَانِهِمْ وَأَنْشُرَهُمْ﴾ اپنے ماں اور جانوں کے ساتھ ﴿أَعْظَمُ دَرَجَةً عَنْ دِينِ اللَّهِ﴾ بڑے درجے والے بیان اللہ تعالیٰ کے ہاں ﴿وَ أُولَئِكُمُ الظَّافِرُونَ﴾ اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ﴿لَا يَكْثُرُونَ فِيمَا يَهْبِطُونَ﴾ خوش خبری دیتا ہے ان کو ان کا رب ﴿وَرَبُّهُمْ فَسَدِّرَ صَوَانَ﴾ اپنی رحمت اور رضا کی ﴿وَ جَنَّتِي

نَهُمْ﴾ اور ایسے باشیں جس ان کے لیے ﴿فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ﴾ جس کے اندر دوائی چھیتیں ہوں گی ﴿خَلِيلُنَّ فِيهَا آبَدُ﴾ رکریں گے ان میں ہمیشہ ﴿رَبُّ اللَّهِ عَزَّ ذِيْلَهُ أَجْزَعَ عَظِيمٍ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے ﴿يَا أَيُّهَا

الْأَيُّوبَ أَمْوَالَهُ اسے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو ﴿وَ لَا شَعْلَهُ أَبَاءُكُمْ وَ إِخْرَجَنَّهُمْ﴾ نہ بنا تو تم اپنے باپ داد کو اور اپنے بھائیوں کو ﴿أَذْلِيَّاً﴾ دوست ﴿إِنَّ اسْتَحْيُوا الْكُفَّارَ عَلَى الْإِيمَانِ﴾ اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان کے مقابلے میں ﴿وَ مَنْ يَسْتَوْنَهُمْ فَقْتَلُمْ﴾ اور جو کوئی دوستی کرے گا ان کے ساتھ تم میں سے ﴿لَا أُولَئِكُمُ الظَّالِمُونَ﴾ پس یہی لوگ ہیں ظلم کرنے والے۔

### ماں سے ربط

اس سے قبل مساجد کی تعمیر کا ذکر تھا کہ مشرکین نکلے مسجد حرام کے آباد کرنے اور حاجیوں کو پانی پانے پر بڑا لکھ رکھتے تھے اور جب کافروں کے ساتھ لانے کا وقت آیا تو بعض کافروں نے یہ بھی کہا کہ تم ہمارے ساتھ کیوں لوتتے ہو ہم بھی تو یہ کام کرے یہی مسجد حرام کو آباد رکھنے ہیں حاجیوں کو پانی پانے ہیں اور سبیطہ ظاہر سے واقعی دنیا کام کرتے تھے کہ اس زمانے میں کہ سکرمه میں پانی کی بڑی قلت تھی ایک رزم زم کا پانی تھا اور چند گھنٹوں پر معمول معمول خشے تھے کنوں اور نہر وہاں کوئی نہیں تھی۔ اس زمانے میں کہ سکرمه میں داخل ہونے کے سلسلہ راستے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچا حضرت عمار رضی اللہ عنہ پانی کے سکرمه کے نظم تھے۔ ان کے سید رحمہ کے سلسلہ راستوں پر انہوں نے پانی کی سنبھیں لکانی ہوئی تھیں۔ ٹھوڑی میل تک پانی کی سنبھیں ہوتی تھیں اور ساتھ پانی پینے کے برتن پیالے و لمیرہ رکھتے ہوئے تھے اور ان کی تعاون دہنگرائی ہوئی تھی کہ پانی لانے والے پانی لا کر بیلوں

میں ڈال رہے ہیں یا نہیں۔

تو اس زمانے میں اتنی بڑی خدمت کوئی معمولی شخص نہیں تھی اور پانی بھی مفت اور پانی بھی حاجیوں کو۔ حالانکہ ایمان کی حالت میں اگر کوئی کتبے کو پانی پلا رہے تو اس کی بحاجت کا سبب بن جاتا ہے حالانکہ کتابتگھر میں رکھنا جائز نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے اور دلوں روشنیں بخاری شریف میں موجود ہیں کہ ایک آدمی نے پیاسے کے کو پانی پلا پا بارب تعالیٰ نے اس کی بخشش کر دی۔ ایک عورت نے پیاسے کے کو پانی پلا دیا اور ایمان کے بغیر حاجیوں کو پانی پلا نہیں کسی کام کا نہیں ہے۔

تو مشرکین نکدی کہا کہ ہم کتنی بڑی بیکل کرتے ہیں کہ حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور پس مسجد حرام کی خدمت۔ وہ مسجد حرام اور رکبۃ اللہ کی بڑی خدمت کرتے تھے اس کی طالبی کا خیال رکھتے روشنی کا انتظام شیبہ تا آدمی کے پسروخت۔ کچھ لوگوں کی ذمہ بولتی تھی کہ جس کے پاس اپنے کھانے کا انتظام نہ ہواں کے کھانے کا بندوبست کریں اور اس کام کے لیے انہوں نے کافی چندہ بحق کیا ہوتا تھا اور مسافروں اور بیماروں کے علاقے کے لیے ایک مستقل محلہ تھا جو اس زمانے کے مطابق جو مناسب علاج ہوا کرتا تھا کرتے تھے۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَعْلَمُنَا بِعَيْنَيْهِ الْعَالَمَ﴾ کہ یاد رکھے ہے تم نے حاجیوں کو پانی پلانا ﴿وَعَلَمَنَا اللَّهُجَارُ  
الْعَذَابُ وَهُوَ أَمْسِكُ حِرَامَ كَمْ خَدَمَتْ كَرَنَ﴾ ﴿كَمْ أَهْنَى بِالنَّوْهِ﴾ اس شخص کی طرح جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر ﴿وَالْكَوْرُ الأَخْرَ﴾ اور  
آفرست کے دن پر۔

### ایمان کے بغیر کوئی تسلیق قابل قبول نہیں

ایمان کے بغیر کوئی تسلیق نہیں ہے چاہے تم حاجیوں کو پانی پلاتے رہو یا مسجد حرام کی خدمت کرتے رہو یہ تمہارے کام ایک موہن کی طرح نہیں ہو سکتے حاشا و کلام بالکل نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ ایمان تمام عبادتوں کی جزو ہے۔ سورت ابراءہم میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿مَثَلُ الظَّنِينَ كَمَرْدَنَا يُرَوُّهُمْ أَعْغَلَنَمْ كَمْ تَعَاهَدَتْ بِهِ الظَّنِينَ فَلَمَرْعَجِهِمْ﴾ ”مشل ان لوگوں کی جھوٹوں نے کفر کیا اپنے رب کے ساتھ ان کے اموال مشل را کھ کے ہیں کہ سخت ہو گئی ہے اس کے ساتھ ہوا شدید آندھی کے دن۔“ کافروں کے اعمال را کھ کے؛ صیری طرح ہیں کہ نظر تو برا آتا ہے مگر وزن کوئی نہیں ہے، آندھی چل، جوفان آیا سب کچھ لے گیا۔ کیوں کہ اعمال میں وزن پہنچتا ہے ایمان، اخلاص اور اجتماعی سلت سے اور شرک ان تینوں چیزوں سے بگرد جوتا ہے۔

﴿وَلَمَّا هَبَطَتِ النُّجُومُ﴾ اور اس نے جو ایما اللہ تعالیٰ کے درستے میں اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لیے اور ایک جہد ہائنس ہے اپنے نفس کے ساتھ جہاد۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((أَلَا أَنْجِزَ كُفَّارَ الْجَاهِدِ  
كَمْ حَصِّسَ نَبْلَاؤْنَ كَمْ جَاهَدَ كُونَ ہے؟ فَرَمَيَ جَاهِدَهُ ہے مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي حَمَّةِ اللَّهِ﴾ جس نے اپنے نفس کے ساتھ

جہاد کیا کہ نفس کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں رکایا اس کی خواہشات پر نہ چلا۔

تو فرمایا تمہارے یہ کام حجاجوں کو پائی پڑانا، مسجد حرام کی خدمت کرنا یہ مومن جاہد کے عمل کی طرح نہیں ہو سکتے (لَا يَتَبَتَّأُنَّ عَذَابَ اللَّهِ إِنَّمَا يَنْهَا الظُّلُمُونَ الظَّالِمُونَ) یہ اور اللہ تعالیٰ نہیں بدایت و بتایا لام قمر کر جرا۔ ہر ایت اس شخص کو دیتا ہے متن یعنی (بَرَجَوْعَ كَرْتَاهُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَيْفَيَةُ الظُّلُمُونَ) زبردست کسی کو مومن بناتا ہے نہ کافر بناتا ہے اس نے اس ان کو اختیار دیا ہے (فَإِنْ شَاءَ قَاتَلُوهُمْ وَإِنْ شَاءَ قَاتَلُوهُمْ) ہیں جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔

فرمایا (أَلَيْكُمْ أَمْلَأْتُهُمْ وَلَوْلَجُ جَوَاهِيْرَ) اور انہوں نے ہجرت کی ایمان کو بچانے کے لیے (لَا يَنْهَا وَلِيْلَةَ سَبِيلَ اللَّهِ) ورنہوں نے جہاد کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں (لَا يَأْمُولُهُمْ وَلَا يَئْلِمُهُمْ) اپنے ماں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جانیں بیٹھ کیں، اپنے ماں پیش کیے (أَغْلَظُمُ دَمَّاجِهِ عَذَابُ اللَّهِ) بڑے درجے والے بیان اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ اور اگر ایمان نہیں ہے تو کسی نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے چاہے حجاجوں کو پائی پائیں با مسجد حرام کی خدمت کریں۔

کافر بڑی بڑی نیکیاں کرتے ہیں ان کے ملکوں میں جا کر آدمی جیان ہو جاتا ہے۔ میں انگستان گیا تھا باہم نہیں (۲۳) دون وہاں رہا ساتھی مختلف علاقوں میں مجھے لے گئے ان کے کام و کار کر جانی ہوں۔ اگر ان لوگوں میں ایمان ہو اور شراب اور زنا سے بچ جائیں تو جنت میں چھپے جائیں۔ ان کے پاس ہاتھی سب کچھ ہے ایمان نہیں ہے اور ہمارے پاس سب دھوکا اور فراڈ ہے اور کامیاب وہ لوگ ہیں جن کا عقیبہ درست ہو اور ایصال گنج ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (لَا أُوتِكُنْ فِيمُ الْفَدَوْنِ) اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں (لَا يَبْتَهِنُونَ مَنْ هُنْ يُؤْمِنُونَ) خوش خبری سناتا ہے ان کو ان کا رب (لَا يُؤْخُذُهُمْ ذُرْرَةٌ مِّنْ حَسَنَاتِهِ) اپنی رحمت اور رضا کی۔ اللہ تعالیٰ کی رضاہیت بڑا پروانہ ہے (لَا يَنْجِنُونَ) نہیں ہے اور ایسے باغی ہیں ان کے لیے (لَا يُؤْخُذُهُمْ مُّقْتَمِلَةً) جن کے اندر وائی نعمتیں ہوں گی (لَا يُخْلِبُنَّ لِنَفْعِ أَنْفَاسِهِ) رہ کریں گے ان میں بیٹھ۔ اس بیٹھ کی زندگی کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ سو، ہزار سال نہیں، ارب، کھرب سال نہیں بلکہ ختم ہونے وال زندگی ہے (إِنَّ اللَّهَ عَزَّ ذَلِّهُ أَجْزَعَ عَظِيمَهِ) بے قُل اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو حق کو بخخت آئے ہے ہجرت نہ کر سکے کیوں کہ ماں باپ و دکار و بار و بھیرا جھوڑنا آسان کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (لَا يَأْتِيهَا الْنِّيَنَ أَمْلَأْتُهُمْ) اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو جاؤ (لَا يَنْجِنُونَ) رُحْمَةُ اللَّمَّا أَذْلَّتَهُمْ نہ بناو تم اپنے باپ دادا کو اور اپنے بھاجوں کو دوست۔ ان کے سر تھوڑے دوستی نہ کر دیگر کب؟ (لَا يَنْسَبُوا اللَّهَ عَلَى الْإِيْتَمَانِ) اگر وہ پسند کریں کنکر ایمان کے مقابے میں۔ کیوں کہ گھاری دوستی رب تعالیٰ کی رض کے لیے ہوئی چاہیے اگر تمہارے باپ دادا، بھائی، عزیز رشتہ دار، کافر کو پسند کرتے ہیں تو اے ایمان واو! ان کے ساتھ بالکل دوستی نہ کر داوسی خدا!

رسول کے مقابلے میں ان کی بات منی ہے چاہے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔

### اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں جلوگار کی اطاعت نہیں ۲

سورہ لقون میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ﴿فَلَا يُحِلُّ لِهِنَّا﴾ پس تم ان کی بات نہ انو۔ لاظاعنة لِتَخْلُقِ فِي مَغْصِبَةِ  
الْعَالَمِيْقَوْنَ ”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں جلوگار کی اطاعت نہیں ہے۔“ ہاں اگر ماں باپ تکی کا حکم دیں انکا رکرے گا تو ذلیل (ذہرا) گنہ ہوگا، ایک رب تعالیٰ کی نافرمانی اور ایک والدین کی نافرمانی۔ ﴿وَمَن يَسْتَوْ تَهْمَمْ قِسْنَمْ﴾ اور جو کوئی دوستی کرے گا ان کے ساتھ تم میں سے کوہ کفر کو پسند نہ رتے ہیں، کفر کو ترجیح دیتے ہیں اور تم ان کے ساتھ دوستی کرتے ہو ہی تو یہ کوئی دوستی کی طرف بھی ہے پس بھی لوگ یہی ظلم کرنے والے۔ کرب کے حکم کے خلاف ہیں تو یہ بات اچھی طرح بھجو لا کہ رب تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں نہ ماں باپ کی پرواکرو اور نہ بھوئی اور دیگر عزیز رشید روں کی پرواکرو۔

### سورة توبہ ۹

﴿يُقْلِلُ هُنَّا آپ کہہ دیں﴾ ان کان ابَا وَلَمْ ﴿اگر ہوں تمہارے باپ دادا﴾ وَأَبْنَاءَ وَلَمْ ﴿اور تمہارے بیٹے﴾ وَأَخْوَانَكُمْ ﴾اور تمہارے بھائی﴾ اور تمہاری بیویاں ﴿وَأَزْوَاجَكُمْ﴾ اور تمہاری بڑا دیڑی ﴿وَأَمْوَالَ أَقْرَبَ قُسْمُواهُمْ﴾ اور مال جو تم نے مشقت کے ساتھ کیا ہے ﴿وَتِجَارَةً بَعْضُونَ كَسَادَهَا﴾ اور تجارت جس کے ماند پڑ جانے سے تم ذرتے ہو ﴿وَمَسْكِنَ ثَرَصَوْهَا﴾ و تمہارے مکانات جو تمہیں پسندیدہ ہیں ﴿وَأَحَبَّ إِلَيْكُمْ قِرْنَةَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ زیدہ پسندیدہ ہوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مسیح ﴿وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ﴾ اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے ﴿فَتَرَبَضُوا﴾ تو پھر تم انتخار کرو ﴿كَثُرَى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ﴾ یہاں سک کر لائے اللہ تعالیٰ اپنا حکم ﴿وَاللَّهُ لَا يَنْهَا الْقَوْمُ الظِّيقَقَ﴾ اور اللہ تعالیٰ نہیں بدایت دیتا نافرمان تو مم کو ﴿لَقَدْ﴾ البت تحقیق ﴿لَقَدْ صَرَكَمُ اللَّهُ﴾ مدد کی تمہاری اللہ تعالیٰ نے ﴿فِي مَرَايَنِ كَثِيرَةٍ﴾ بہت سی بھروس میں ﴿وَيَرَمُ حُصْنَ﴾ اور حشین والے دن ﴿إِذَا أَعْجَبَتْهُمْ﴾ جس وقت تحسیں تجوب میں ڈالا ﴿كَثُرَتْهُمْ﴾ تمہاری کثرت نے ﴿فَلَمْ شُفِعُنَ﴾ عَلَيْهِمْ شَيْئًا ﴿پس شکایت کی اس کثرت نے تم سے کچھ بھی ﴿وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ﴾ اور رنگ ہو گئی تم پر زمین ﴿بِسَارَحَتْهُ﴾ باوجو کشادہ ہونے کے ﴿شَّدَّهُ وَلَيْتُمْ﴾ پھر تم پھرے ﴿مُذَبَّرَتْهُ﴾ پشت پھیرتے ہوئے ﴿شَّهُ﴾ الْزَّلَلِ اللَّهِ ﴿پھر بعد تعالیٰ نے نازل کی ﴿سَكِينَةً عَلَى رَسُولِهِ﴾ تسلی اپنے رسول پر ﴿وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ اور ایمان والوں پر ﴿وَالْزَلَلُ جُنُودًا﴾ اور نازل کیے اس نے ایسے لشکر ﴿لَمْ شَرُذَهَا﴾ جن کو تم نے ندویکھا وَعَذَابٌ

النَّبِيِّنَ ﷺ اور سزا دی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ھُوکُرْتُهُمْ ﷺ جھوپ نے کفر کیا ھے وَذَلِكَ جَزَّ آئُلِّ الْكُفَّارِينَ ﷺ اور یہی بدلہ ہے کافر دل کا ھُوكُمْ يَسْوَبُ اللَّهُ ﷺ بھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا ھے وَمَنْ يَعْدِ ذَلِكَ ﷺ اس کے بعد ھُو عَلَى مَنْ يَكْسِبُهُ ﷺ جس پر چاہا ھے وَاللَّهُ عَلَيْهِ تَحِيلٌ ﷺ اور اللہ تعالیٰ سُبْحَانَهُ وَاللَّهُمَّ بِسْمِكَ ﷺ اور الامیر یا ان ہے۔

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان جیزوں کا ذکر کیا ہے جن کی محبت کی وجہ سے لوگ جہاد سے گریز کرتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے ھُو قُلْ ﷺ آپ کہہ دیں ہو اُنْ كَانَ إِيمَانُكُمْ ﷺ اگر ہوں تمہارے باپ دادا ھے وَأَبْتَأْءُ أُكُلُّمْ ﷺ اور تمہارے بیٹے ھُو وَإِيمَانُكُمْ ﷺ اور تمہارے بھائی ھُو إِلَّا إِيمَانُكُمْ ﷺ اور تمہاری بیویاں ھے وَحَشِيشَتُهُمْ ﷺ اور تمہاری بیوی ھُو وَأَمْوَالُ اُنْ شَرْكَسْتُهُمْ ﷺ اور وہ مال جو تم نے مشقت کے ساتھ کیا ہے۔ اُنْكَافُ کامنی ہے مشقت کے ساتھ کیا تا اور اکتساب عام کمال کر سکتے ہیں اور وہ پہلے کوئی آسانی کے ساتھ تو نہیں کرے جاتے اگر ایسا ہوتا تو لوگ جاپاں، جرمی، امریکہ اور انگلینڈ جیسے ملکوں کی خاک کیوں چھانتے پھرتے۔ بیویوں اور بیویوں سے جدا ہوئے، ماں باپ، عزیز رشتہ داروں سے جدا ہوئے، بعض علاتے محنتوں سے اور بعض بہت گرم لیما یہ سب کچھ مال ہی کے لیے برداشت کیا۔

### نکتہ

کلمہ وَكَمْ حَبَرْتِی مُجِیبِی بات ہے کہ رزق کا وحدہ اللہ تعالیٰ کا سب کے ساتھ ہے ھُو فَاهِنْ دَأَتَقِنِی الْأَمْرُ فِی الْأَعْلَى  
الثُّوْبَدْ قَهْنَاهُمْ [بود:] "اور نہیں ہے کوئی چلے گھرنے والا زمین میں سُکر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی روزی۔" اور سورہ الفاریات  
پاہِ ستائیں [۷۲] ہے فرمایا ھے إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّبُّ الْعَالَمُ وَالْحَقُوقُ الْمُبِينُ ھے "بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتے والا ضبط طاقت کا  
مالک ہے۔" اور سفترت سب کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نہیں لی۔ تو جس چیز کا ذمہ دار رب تعالیٰ نے لی ہے اس کے لیے تو دنیا ماری  
ماری پھرتی ہے اور جس چیز کا ذمہ دار رب تعالیٰ نے نہیں لیا اس کی پرواہ بہت تھوڑے لوگوں کو ہے۔ جو کی عربت کی بات ہے۔ حالانکہ  
اس کی طرف توجہ زیادہ ہوئی چاہیے اور رزق کی طرف کم ہوئی چاہیے کیونکہ روزی کا وحدہ تو رب تعالیٰ نے کیا ہے۔

فَرِمَا يَاهُو وَتَجَاهِرُهُ تَلَقَّوْنَ گَسَادَهُمْ اور وہ تجارت جس کے ماند پڑ جانے سے قم ڈرتے ہو کہاں میں ذکان پر رہ کیا تو  
کامِ محنت اہو جائے گا، کا کہ رخ دوسرا طرف کر لیں گے اور میری تجارت پر زد پڑے گی ھُو وَتَكِنْ تَرْضُونَهُمْ ھے اور تمہارے  
مکانات، بلندگیں، کوئی صیاں جو تھیں پسندیدہ ہیں۔ اگر یہ ساری چیزیں جن کا اور یہ ذکر ہوا ہے ھُو أَحَبَّ إِلَيْكُمْ ھے زیادہ پسندیدہ اور  
ٹیوب ہوں ھُو بَنَنَ اللَّوْقَهُ مَسْوِلَهُ اللَّهُ تعالیٰ اور اس کے رسول ملکہ لکھتے سے ھُو وَجْهَهُو نَسْنَهُمْ ھے اور اللہ تعالیٰ کے راستے مگر  
چلا کرنے سے ھُو نَتَرْبَصُونَ ھے تو ہر قم اتفاقاً کرو ھُو خَلِیٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَسْمَوْهُ ھے یہاں تک کہ لائے اللہ تعالیٰ اپنا حکم۔

رب تعالیٰ نے کون سا حکم لانا ہے؟ اس کے متعلق سنائی شریف اور ابو داؤد شریف میں اصحابِ ملکہ لکھتے کا فرمان موجود  
ہے۔ یعنی اس آیت کی تصریح میں آصحابِ ملکہ لکھتے نے فرمایا: ((إِنَّمَا تَبَانِيَغُثْرَهُ بِالْعِيْنَةِ وَ أَخْدُلُهُ بِالْبَقْرَةِ

**رَهْبَيْنُهُمْ بِالنَّدْرَعِ وَتَرْكُثُ الْجِهَادِ يُسْلِطُ اللَّهُ عَلَيْنَكُمْ دَلَالًا لَيَرْغَعُهُ عَنْكُمْ خَلْقٌ تَرْجُحُوا إِلَى دِينِكُمْ أَوْ كُنَّا قَاتِلَ**  
**صَنْنَى اللَّهُ عَلَيْنَهُ وَسَلَّمَ»۔** جب تم غرید فروخت کو اپنا دنیا میں مقصد بنالو گے کہ ہم دنیا میں آئے ہیں غرید فروخت کے لیے ہیں اور جانوروں کی دمیں پکڑ لو گے ہیں کی فارم ہا لو گے، دودھ پیچے کے لیے نسل کی افزائش کے لیے، گوشہ فراہم کرنے کے لیے اور اسی کو تم زندگی کا مقصد سمجھو گے اور بھتی ہاڑی پر تم راضی ہو جو دمے کے تھیں۔ سب تعالیٰ نے بھتی باڑی کے لیے پیدا کیا ہے **وَتَرْكُثُ الْجِهَادِ اورْ جَهَادِ كُوْتُومْ جَهَادِ دَمَّ** کی قوم اسی دلت کے چکر سے نہیں نکل سکو گے۔  
**خَلْقٌ تَرْجُحُوا إِلَى دِينِكُمْ** یہاں تک کہ تم دین کی طرف، جہاد کی طرف لوٹ آؤ۔ یعنی جب تک تم جانشیں کرو گے دلت سے نہیں نکل سکو گے۔ دلت سے عزت نہیں ہوتی اگر ہوتی تو تکمیر دنیا میں بڑے عزت والے ہوتے کہ ان سے زیادہ دلات کس کے پاس ہے۔

### مسلمان کی عزت جہاد کے ساتھ ہے یا

مسلمان کی عزت، ایمان، ہمیں صاحب اور جہاد کے ساتھ ہے۔ آج جموہی حیثیت سے مسلمانوں کی کوئی عزت نہیں ہے وہ ساری دنیا میں ذلیل ہیں۔ ویکھو! امریکہ پھرہ توں رہا ہے عراق پر حملہ کرنے کے لیے اس کے ہیال کے مقابل عراق ابھی بھک کر رہا ہے، ہوا کیونکہ جب تک عراق کمزور نہیں ہو گا اس کا محظی اسرائیل خوف زدہ رہے گا۔ اسرائیل امریکہ اور برطانیہ کا متنہ ہے: ان ملکوں میں جو بے بڑے تاجر سب یہودی ہیں یہود یوں کی مدد اور ساتھ ہے بخیر یہ ملک نہیں پل کئے تو یہود یوں کی مدد ان کی مجبوری ہے ان کے بغیر ان کا کلی خام نہیں جل سکتے فوجی مقامات معاف نہ سب بہانے ہیں انہوں نے عراق کو تباہ کر کے اسرائیل کو راضی کرتا ہے اور اسرائیل رہے گا تو ان کے ملکوں کے یہودی راضی ہوں گے اور ان کا کام چلے گا۔

یہود یوں کی سازشیں بڑی گہری ہوتی ہیں۔ یہود کو اگر کسی نے سمجھا تھا تو وہ، ملڑھا اس کے سوا ان کوئی نہیں سمجھ سکا اس نے ان کا خوب علاج کیا تھا لہکوں کی تعداد میں یہودی ذمہ دارے تھے۔ یہودی اگرچہ تعداد میں کم ہیں اگر ہیں بڑے مضمون اور مالدار۔ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں تھارت کے ذمہ دارے، ملازمت کے ذمہ دارے، بھتی کسی کی بہانے اور کوئی کسی بہانے اور دنیا کو فتحیں ملیا ہوا ہے۔ اس وقت اسرائیل کی کل آبادی ستر لاکھ بھی نہیں ہے اور ان کے آس پاس مسلمان گھوتوں میں پذرہ کروڑ سے ستمان ہیں اور یہود یوں نے سب کو آگے لکایا ہوا ہے، کبھی لبنان پر، سب ساری، کبھی شام پر، کبھی سری اور دن پر، کبھی کسی پر، نہیں لا کھ کر قریب قریب فلسطینی مہاجر گھروں سے نکالے ہوئے ہیں ان پر حملہ کر دیتے ہیں کہوں سے گولی کی آواز آتی ہے۔

تو جب تک مسلمان جہاد کا راستہ نہیں اپناۓ گا اور دلت کے چکر سے نہیں نکل سکے گا جب تک دین کی طرف نہیں لوئے گا عزت نہیں حاصل ہو گی **فَوَاللَّهِ لَا تَقْبَدِ الْقَوْمَ الظَّفِيقَنَ** اور انش تعالیٰ نہیں بدایت دینما فرمان قوم کو زبردستی۔ اگر چہ زبردستی بھی بدایت دے سکتا ہے مگر اس نے قانون بنایا ہے **فَلَمَّا نَسْأَلَهُمْ مَا فِي أَعْنَانِهِمْ قَوْمٌ شَكَّلَهُمْ فَلَمَّا لَمَّا لَذَّلُّهُمْ** ”پس جس کا جی چاہے ایمان لائے

اور جس کا بتی چاہے کفر اختیار کرے۔ اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بہت سمجھائی ہے کہ فتنہ و خلکت کا حل کش تدبیر تقدیر اور تلتہ پر نہیں اس کا تعقیل اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَئِنْ قَدْ صَرَرْتُ لِمُنْهَاجَنِي مِنَ الْمَرْأَةِ فَإِنَّمَا أَنْهَاكُمْ عَنِ الْبَرَّ﴾ مدد کی تدبیر ای اللہ تعالیٰ نے بہت سی جھوپیں میں، بدر میں خیر میں وغیرہ وغیرہ۔

### فعیل مکہ

آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک کے مہینے میں دس ہزار صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے فتح مکہ کے لیے چلے اور تورات کی پیش گوئی پوری ہوئی کہ وہ نبی جب دار الخلاف فتح کرے گا تو اس کے ساتھ دس ہزار تدی یعنی پاک داسن لوگ ہوں گے جب آپ ﷺ دس ہزار قدیسیوں کے ہمراہ مکہ پہنچو تو کافروں نے ہجیارہ وال دینے کچھ مسلمان ہو گئے اور کچھ بھاگ گئے۔ بھاگنے والوں میں ابو جہل کا بیٹا عکرمہ، رہاں کا بڑا اسرار صفویان ابن امیہ جو کافروں کو اسلحہ پائی کرتا تھا، مبارا ابن اسود جس نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زیب بن شعیب کی نائگ پکڑ کر اونٹ سے پیچ گرا یا تھا جب وہ ہجرت کر کے جا رہی تھیں، پہیت میں بچھ تھا وہ بھی ضائع ہو گی اور کافی مدت تک یہ رہ گئی رہیں اور وحشی این حرب (جس نے حضرت حمزہ بن ثابت کو احادیث کے مقام پر شہید کیا تھا) شامل تھا کیونکہ ان لوگوں کو اپنے جرأۃ اچھی طرح یاد تھے اس لیے یہ سارے بھاگ گئے کہ والوں نے تو ہجیارہ وال دینے مگر عرب کے دو بڑے قبیلے ہوازن اور شفیق نے کہ کہ والوں نے بہت برا کیا ہے کہ ہجیارہ وال دینے میں ہم نہیں ذالیں گے اور جنگ کا اعلان کر دیا۔

### غزہ و حسین بن علی

حسین بن کفرس اور طائف کے درمیان میں ہے اور طائف کے کفرس سے بھر میل کے قسطے پر واقع ہے تین کے میدان میں ہوازن اور شفیق کے چار ہزار لڑکے جن ہوئے یہ لوگ جیز اندرازی کے انتہی ماہر تھے کہ سو فیصد تیر اپنے نٹا نے پر لگتے تھے اور ان کی کمان کرنے والا نہ ہے ایں انصارہ نامی تھا اس وقت اس کی عمر ایک سو سیس سال تھی۔ اس کو پچھل پر انھا نے بھرتے تھے اس نے موڑوں پیچوں دراٹوں، بھیڑ، بکروں کی آوازیں میں تو کہنے کا یہ آوازیں کیسی آری ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہم سب کچھ سنا چاندی سیست میدان میں میں سے آئے ہیں تاکہ جم کر لویں کہ ہمارا سب کچھ بیکیں ہے یہ چھپے کچھ نہیں ہے۔ اندازہ لگاؤ کس ارادے سے آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ جب حسین پہنچو تو آیہ ﴿لَمْ يَنْظِمْ إِيمَانَكُمْ كَمْ يَرَى مُهَاجِرُهُمْ﴾ تھے۔ دس ہزار تو میں طیبہ سے آپ ﷺ کے ہمراہ آئے تھے اور دس ہزار تو سلم تھے جو کہ کفرس سے ساتھ آئے تھے اور صحابہ کرام ﷺ کو معلوم ہو گی تھا کہ آج ڈسن کی تعداد چار ہزار ہے۔ بعض مسلمانوں کو اپنی کفرت پر گھمنڈ ہوا کہ ہم حمروں سے ہو کر شست نہیں کھاتے تھے آج تو ہم یارہ ہزار ہیں اور دسیں چار ہزار ہے اور اللہ تعالیٰ وہ نیت اور محمدؐ کو کسی موقع پر بھی پسند نہیں کرتا۔

لڑائی شروع ہوئی ابتداء مسلمانوں کو علی پر حاصل ہوا۔ کافروں نے زربیں پھینکیں، خود پھینکیے، تواریں پھینکیں، سامان پھینکوڑا اور بھی گناہ شروع کیا۔ مسلمان مالی محنت اٹھا کرنے میں مگر لگئے۔ اس دوران میں انہوں نے اسی تیر اندازی شروع کی کہ بہت سارے میدان میں رنگی رنگی اور باتی میدان بے پہاگ لگئے۔ میدان میں آنحضرت ﷺ نے پیغمبر ﷺ کے پیچا حضرت عباس علیہ السلام اور آپ کے چیاز اور بھائی ابو سخیان ابن حارث بن عبدالمطلب شیخو کے سوا کوئی نہ رہا۔ آپ ﷺ نے اس وقت خفیدر لگکے ایک خیر پر سورتھ۔ پیغمبر ﷺ اپ ﷺ کو دعوتہ ایجاد کے یک سروار (جس کا نام اگید رہا) نے بدیہی دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس وقت آپ ﷺ کی کارڈنیلی کی زبان مبارک پر یہ بملے تھا۔

آکا لائچی

كما يُعنَى عَبْدُ الْمُظْلِّب

"میں اللہ تعالیٰ کا سچائی ہوں۔ عبد المطلب کا بٹا ہوں۔"

اپنے آپ کو ادا کی طرف منسوب کیا۔ یوسفین لگام پرچھ کہ پختہ تھے اور آپ سلسلہ سواری کو اگے چلاتے تھے۔ جس وقت آپ سلسلہ سواری نے فرمایا: یا آنحضرت الشَّجَرَةِ "اور رفت کے نیچے بیعت کرنے والوں احصیں کیوں ہیں؟" تو فوراً سارے میدان میں مجع ہو گئے اور جس نے کہا تھا کہ آج تو ہم بہت بیساں نے کان پکڑنے کی وجہ سے راپکھی بیری و جب سے ہوا ہے۔ چوں کروہ بڑے بخت مسلمان تھے غلطی کا اساس جلدی کرتے تھے اور پہلے دل سے کرتے اور میں پہلے تو اپنی غلطی کا احساس کرنے لگتا اور ہونگی تو بڑی دبر سے ہوتا اور وہ بھی خالص دل سے نہیں ہوتا۔ ان کو فوراً احساس ہوا اور تو سکی۔

لکھ دیکھو ایک آدمی نے ایک جملہ کا حس کی سزا ساری قوم کو بھختا پڑی اور عجیب بات یہ ہے کہ مکان آخرضرت سنبھلیتے کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے تم پر کچھ لا کر ایک مسلمان کی کوتاہی کا اثر صرف اس کی زادتی تک نہیں رہتا بلکہ اس کا اثر دروس پر بھی پڑتا ہے۔ صحابہ کرام شیخوں نے دیکھا کہ آخرضرت ملکیت اللہ کا فرد کی طرف بڑھے ٹھے جا رہے ہیں تو سارے آپ سنبھلیتے کے پاس پہنچ گئے پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا۔ وہ چار ہزار بیکوں بھی قیدی ہے اور عورتیں اور بچے بھی قیدی ہوئے جائیں تھے اور پھر بکریاں، جو ٹھیک نہ رکھ سکتے اور متون کے حساب سے سو تا چالیس مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

تکمیل غنائم خشی

بخاری شریف کی روایت می ہے کہ پطخ عفتر یوچا چودہ پندرہ دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غیرت تقسیم کیا اس اتفاق میں کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہو جائیں تو ان کی ہر چیز واپس کر دی جائے۔ لیکن اتنے دن جب وہ نہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی بھی اور مال بھی اور اونٹ بھی تقسیم کر دیئے۔ کسی کوس، کسی کو دوس، کسی کو پچاس، کسی کو اک اور کسی کو زیادہ دیئے۔ اسی طرح بھیرے بکار ہو جی کہ کوکم اور کسی کو کوڑا داد دیں۔

جب یہ سر اصحابہ ہو گیا تو وہ لوگ آپ ملکہ نبیلہ کے پاس آئے کہ حضرت ابیم مسلمان ہو گئے ہیں تھیں ہمارا مال بھی اور قیدی بھی دے رہے جائیں۔ آنحضرت ملکہ نبیلہ نے فرمایا کہ میں نے تقریباً چندوہ چندوہ دن تمہارا انتظار کیا لیکن تم نے آکر لے کے کوئی ثبوت نہیں دیا اور اب تو میں مال بھی تھیم کر چکا ہوں اور قیدی بھی۔ آپ میں ساتھیوں سے سفارش کرتا ہوں کہ تمہیں ایک چیز مل جائے مال یہ قیدی۔ کہنے لگے حضرت ابیم مال بے شک نہ ملے ہمارے حضرت ابیم مال کے پیچے مل جائیں۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ملکہ نبیلہ نے تقریر فرمائی اور فرمایا کہ ائمۃ المؤمنین گھنے جامزو گھنے تالیفین بے شک یہ تمہارے بھائی تو یہ کر کے مسلمان ہو گئے ہیں مگرور سے۔ میں نے ان کا انتظار کیا کہ اگر یہ مسلمان ہو جائیں تو ان کے قیدی بھی ان کو دے دوں اور ان کا مال بھی مگراب میں تھیم کر چکا ہوں۔ میں نے ان کو کہا ہے کہ ایک چیز لے لو۔ انہوں نے قیدیوں کا مطالبہ کیا ہے ہمہ اجنبی کو قیدی سلطے ہیں اگر وہ بخوبی درخواستی کی مطالبے کے دے دیں تو ان کی نوازش ہے اور اگر اس شرط پر دیتا چاہیں کہ آئندہ جنگ ہو گی تو انہیں اتنے قیدی دیے جائیں تو ہم یہ شرط بھی قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ سب حضرات نے کہا حضرت از ہیئتہ اہم راضی ہیں اور ہر اکوئی مطالبہ نہیں ہے ہم نے سارے قیدی واپس کر دیے۔

چون کہ رش زیادہ تھا آپ ملکہ نبیلہ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ملہرا تمہارے خانہ الوں کے سر برہ تمام حضرات سے پوچھ کر مجھے بتا گیں۔ چنانچہ سربراہوں نے پوچھنے کے بعد آج کریتا یا کہ حضرت اہم نے ایک ایک سے دریافت کیا ہے مارے اس پر راضی ہیں کہ مرد گورنمنس اور بچے ان کو واپس کر دیے جائیں لہذا سب قیدی ان کو واپس کر دیے گئے۔ چون کہ یہ مال آپ ملکہ نبیلہ نے کہ الوں میں تھیم کیا تھا تو بعض انصار نے یہ جملہ کہا کہ اس طرح ملت ہے کہ آنحضرت ملکہ نبیلہ پر اپنی برادری کی محبت غالب آگئی ہے کہ خون ہماری گواروں سے پیکر رہا ہے اور نہیں کہ بھی نہیں ملا۔

جب یہ بات آنحضرت ملکہ نبیلہ نے کہنی تو آپ ملکہ نبیلہ نے انصار کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا انصار کے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔ بخاری شریف کی روایت ہے آپ ملکہ نبیلہ نے فرمایا کہ تو اسی اور نزدیک آجیں میں لڑتے رہتے تھے زمانہ جالمیت تمام اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے لکھ لصیب فرمایا اور اب تم میں اتفاق و اتحاد ہے، محبت ہے۔ کہنے لگے حضرت اہم یہ باتیں تھیم کرتے ہیں یہ جملہ جاؤ کے پاس پہنچا ہے وہم نے نہیں کہا نہ ہو انوں میں سے بعض نے یہ الفاظ کہے ہیں۔ آپ ملکہ نبیلہ نے فرمایا سنو بھی! میں نے ان کو مال اس لیے نہیں دیا کہ ان کی دلی خدمات زیادہ ہیں بلکہ اس لیے دیا ہے کہ یہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں ان کی تالیف قلب ہو جائے۔ ان کی دل جوئی کے لیے میں نے دیا ہے اور تم تو پکے مسلمان ہو کیا تم اس ہت پر ارضی نہیں ہو کر یہ لوگ گھروں میں اونٹ، بھیڑ، بکریوں لے جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول (ملکہ نبیلہ) کو ساتھ لے جاؤ کیوں کہ میں ان کے ساتھ تو نہیں جا سکتا کیون کہ میں ہمارے ہوں اور ہمارے جس کے میں نہیں رہ سکتے۔ عارضی طور پر جانا اور بہت ہے۔ اب بنے کہا حضرت ابیم بات کہہ آگئی ہیں اس ستم کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَقَوْمٌ خَنْقَنُوا إِذَا نَعَمَتْ لَهُمْ سُكُونٌ بَلَّهُمْ يَعْجَبُ مِنْ ذَلِكُمْ هَذِهِ رِبَّنِيَّةٍ﴾ اور جسیں واپسے دن جب تمھیں تعجب میں ڈالا تھا باری کرتے نے کہ تم نے کہا کہ آج تو ہم ہمارے ہزار ہیں اور کافر چار ہزار ہیں، ہم ضرور فتح حاصل کریں گے ﴿فَلَمَّا مُنْعَنِ عَلَيْهِمْ قَاتَلُوكُمْ بِهِمْ﴾ اور جو کو کشادہ ہو نے کے ﴿فَلَمَّا وَلَيَّنُوكُمْ مُنْذَرًا بَلَّهُمْ يَعْجَبُ مِنْ ذَلِكُمْ هَذِهِ رِبَّنِيَّةٍ﴾ بھر لہ تعالیٰ نے نازل کی اپنی طرف سے تکشیں جس سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنی فتح عطا فرمائے گا ﴿عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ اپنے رسول ﷺ پر اور ایمان والوں پر ﴿وَأَنَّلَّ بِهِمْ رَبُّ الْأَنْتَرَافَةِ﴾ اور نازل کیے اس نے ایسے لغکر جن کو تم نے نہ کیا۔ بد کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا لغکر نازل فرمایا تھا تاکہ ایمان والوں کے رلوں کو تسلی ہو اور یہاں پر بھی فرشتے نازل ہوئے اور ان کے اتر نے کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے دل قدم ہو گئے۔ فرشتے مخصوص ہیں اور ہر وقت بیکی میں مشکوں رہتے ہیں اور بیکی کے اثرات درمود پر بھی پڑتے ہیں اسی طرح آدمی اونچے آدیوں میں بیٹھتے تو ان کی بیکی کا اثر ہوتا ہے۔

### بیک لوگوں کی صحبت ۲۱

بانی راز العلوم دیوبندی حضرت مولانا محمد قاسم ناٹوی تشریف اے تو ایک عقیدت مند نے دی چکھا کر ناشروع کر دیا۔ اس زمانے میں بیکی والے بیکھے ہیں ہوتے تھے بیکھا کرتے ہوئے سوں کیا حضرت! ایک بیکھا را دی شکوں کے ساتھ دفن ہوا اور بیک لوگ جہاں دن بیس دن بیس دن بیس تھاں کی جتیں ناہیں تو کیا اس بیکھا کو کی کوئی فائدہ ہوگا؟ حضرت نے فرمایا تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا حضرت! میں بیکھا کر رہا ہوں کہ آپ گرمی میں آئے ہیں آپ کا پہنچنے فشک ہو جائے اور آپ کو سکون پہنچے۔ فرمایا یہ بتا کہ تیرے بیکھے کی ہوا تیرے دیگیں با میں والوں کو بھی لگ رہی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا حضرت لگ رہی ہے۔ فرمایا تیرے بیکھے کی ہوا کا فائدہ میری وجہ سے ان کو ہو رہا ہے۔ تو رب کی رحمت تو بڑی وکیح ہے جہاں وہ برستی ہے آس پاس والوں کو ضرور فائدہ ہوتا ہے۔

بخاری تشریف کی حدیث میں آتا ہے کہ اچھی مجلس میں بیٹھنے والے کی مثال لسی ہے جیسے کوئی عطر فروش کی دکان میں بیٹھا ہو کہ وہ اس عطر کو تجھیہ دے گا یا یہ خود خریدے گا اگر یہ نہ ہو تو وہاں بیٹھے ہوئے خوشبو تو آری ہے اور بری مجلس میں بیٹھنے والے کی مثال بوہاری بھٹی کی ہے کہ چنگاریاں اڑیں گی، دھوان آئے گا جراحت پہنچنے گی اور یہ بھی یاد رکھنا اکر جو بیک مجلس کا اثر جلدی ہوتا ہے اور اچھی مجلس کا اثر دیر سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ انسان کے ساتھ دوقسمیں ہیں ایک شیطان اور ایک نفس ائمۂ ائمۂ کی۔ نفس اما رہبری چیزوں کی طرف اچھل کے جاتا ہے لہذا رہبری مجلس اور برے لوگوں کی صحبت سے پچاچا ہے۔ فارسی کا مقولہ ہے۔

"بُرَيْا يَارَبِّ سَهَنْپَ سَهَنْپَ سَهَنْپَ سَهَنْپَ بَرَاهِنْتَابَهَ"

آن کل لوگ رہتے ہیں کہ ہمارے پنجشی ہو گئے ہیں، جواری بن گئے ہیں۔ بھی اقصور تو تمہارا بھی ہے تم نے ان کو بڑی مخلوس سے کیوں نہیں روکا۔ پچھے کو جب بڑی تکس میں ایک مردی بھی دیکھ تو وہاں سے کان پکڑ کے لے آؤ۔ اگر تم نے بھی دے رہی بڑی مخلوس میں پیٹھے کی تو پھر وہ نئے بازیں گے، جواری بھیں گے، بدمعاشریں کریں گے۔ مقولہ ہے کہ: "تکلی جیونی کی چال چلتی ہے اور بدی کی رفتار گھوڑے کی ہے۔" تو ابھی بڑی صحت کا اثر ہوتا ہے۔

فرمایا (وَعَذَابَ الظَّالِمِينَ كَفَرُهُمْ) اور سزادی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جھوٹوں نے کفر کی، بگرفتار ہوئے قیدی بنے ہو ذلیک جزا الظالمن (وَعَذَابَ الظَّالِمِينَ) اور سہن بدلہ ہے کافروں کا (كُفَّارُهُمْ شَهُودُ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ذَلَّتْ) بگرفتار ہوئے ذلیک جزا اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا اس کے بعد (عَلَى هُنَّهُ شَاهِدُهُمْ جَسْرٌ پَرْ چَاهَكَ كَچَنْ میں سے مسلمان ہو گئے اور پھر سارے ہی مسلمان ہو گئے (وَإِلَهُمْ لَغُوثَهُمْ رَبُّهُمْ) اور اللہ تعالیٰ بھائی دلائلہ بران ہے۔

### مدد و مدد و مدد

(لَا إِلَهَ إِلَّا إِنَّمَا يُشْرِكُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو (إِنَّمَا يُشْرِكُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا) بخشن بات ہے کہ مشرک زری پلیدی ہیں (لَا إِلَهَ إِلَّا إِنَّمَا يُشْرِكُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا) پس نہ قریب آئیں مسجد حرام کے (بَعْدَ عَامِهِمْ هُدًى) اس سال کے بعد (وَإِنْ خَطِئُمْ خَيْلَتُهُمْ) اور اگر تم خوف کر لفڑ کا (فَكُنْتُمْ يُغَيْرُنِّمُ اللَّهُ) پس عنقریب تحسین اللہ تعالیٰ غنی کر دے گا (مِنْ قَصْلِهِ) اپنے لھل سے (إِنْ شَاءَ) اگر اس نے چاہا (إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ حِكْمَةٌ) بے عک اللہ تعالیٰ جانتے والا حکمت والا ہے (قَاتَلُوا إِنَّمَا) لا و ان لوگوں سے (لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ) جو نہیں ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ آخرت کے دن پر (وَلَا يُحِرِّمُونَ مَا حَرَمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ) اور نہیں حرام قرار دیتے اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے اور س کے رسول ملائیلیم نے (وَلَا يَدْعُونَ دِينَ الْمُقْرِبِ) اور نہیں قبول کرتے پچھے دین کو (مِنَ الْأَيْنَ أَوْ تُوا لِكَبِيَّ) ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی اس وقت تک لاد (حَتَّى يُعْطُوا الْجَزِيَّةَ) یہاں تک کہ وہ جزیدیں (عَنْ يَوْمٍ) اپنے ہاتھ سے (وَهُمْ لَخِرُّونَ) اور وہ ذلیل اور عک جزو کر دیں۔

ابتدائی سورت میں ذکر تھا (بِرَآءَةٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ملائیلیم کی طرف سے بے ذاری کا اعلان ہے۔ اور اب یہ حکم ہے کہ مشرک آنکھ دنچ کر سکتے ہیں اور نہ حرم میں آسکتے ہیں۔ فرمایا (لَا إِلَهَ إِلَّا إِنَّمَا) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو (إِنَّمَا يُشْرِكُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا) بخشن بات ہے کہ مشرک بالکل پیدا ہیں (لَا إِلَهَ إِلَّا إِنَّمَا يُشْرِكُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا)

العزام ۷۶) میں نزیرب آئیں مسجد حرام کے (بَعْدَهُمْ هُدَا) اس سماں کے بعد۔ یک ہوتا ہے پیداوار ایک ہوتی ہے بلیدی۔ بخش کے صلی زی بیدی کے ہیں۔ شرک اگر سات سندروں میں بھی عمل کرے پاک نہیں ہو سکتا۔ پھر باک کس سے ہوتا ہے؟ پاک حکما پچے دل سے، پڑھے آءا إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ جو فرم شرک کے زمانے میں گناہ کیے ہیں وہ سب معاف ہو جائیں گے اس طرح ہو جائے گا جیسے اب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور لکھ کے بغیر کوئی پاک نہیں ہوتا۔ مسلم قوموں کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر شرک حج، عمرے کے لیے شاء تو ہم سامان کس کے آگے بیٹھیں گے اور کس سے خریدیں گے؟ کیوں کہ ان لوگوں میں تجارت انہی لوگوں سے ہوتی تھی تو اس دہم دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَإِنْ خَفِتُمْ عَنِّيْلَةً﴾ اور اگر تم خوف کرو قرار دھتائی کا، غربت کا ﴿فَقُسُّوْيْ يَقْبِلُكُمُ اللَّهُ مِنْ قُصْبَةِ إِنْ شَاءَ﴾ پس عذریب تحسین اللہ تعالیٰ عنی کر دے گا اپنے نفس سے اگر اس نے چاہا۔ کہ زمان اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تمہارے لیے سب پیدا کر دے گا ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ عِلْمٌ عَكِيلٌ﴾ بے قل اللہ تعالیٰ جانے والا حکمت والا ہے۔

ابتدائی سورت سے ﴿لَيْتَ هُبَّ آتَاهُ قُنْ أَنْوَهُ﴾ سے کراپ تک معاون شرکوں کے غلف تھا اور سرزین عرب پر الی کتاب لمحی سیدوی اور عیسائی بھی آباد تھے کچھ صائم اور کچھ گوئی بھی تھے لیکن اکثر بیہود یوں کی تھی آگے ان کے متعلق ارشاد ہے۔ فرمایا ﴿قَاتَلُوا الْأَنْجِلَةَ﴾ ہر دن لوگوں سے ﴿لَا يُؤْمِنُونَ بِالنَّجَلَةِ﴾ جو بھیں ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر ﴿لَا يَأْتِيَنَّهُمْ﴾ اور ت آخرت کے دن پر ﴿لَا يُحِبُّهُمْ مَا حَازُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ اور بھیں حرام قرار دیتے اس جیز کو جو اللہ تعالیٰ نے حرام الا خوب ۷۷) اور اس کے رسول سے منتقل ہیں۔ ان کو حرام نہیں سمجھتے جس چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، جس کی حرمت آنحضرت ﴿لَيْلَةَ الْقَدْرِ﴾ نے بیان فرمائی ہے ﴿لَا يَعْلَمُونَ وَيَنْهَا الْعَنْقَ﴾ اور بھیں قول کرتے تھے رین کو ﴿لَا يَعْلَمُونَ وَيَنْهَا الْكَلَبَ﴾ ان لوگوں میں سے جس کو کتاب دی گئی۔ یہودی اور عیسائی کو یہ بھی اسلام کے ختن مختلف ہیں۔ سورۃ العنكبوت پارہ چھ [۲] میں آتا ہے ﴿أَتَهُدَّى أَشَدَّ أَقْوَاعِنَّهُ﴾ ﴿أَشَوَّالَقَبَوْدَ وَالْأَنْشَرَ﴾ اشتر گھوٹا ہے۔ البت پاؤ گتم زیادہ شدید صداقت کے اعتبار سے سوہنے کے حق میں یہود کو اور ان لوگوں کو جھوٹوں نے شرک کیا۔ یعنی مومنوں کے زیادہ ختن مختلف یہودی ہیں پھر شرک ہیں۔

### یہود و نصاریٰ کی سازشیں ۲)

اس وقت دنیا میں جتنے لفڑے ہوئے ہیں چہے کسی علاقے میں ہوں حقین کرو گئے تو اس کی کڑی یہود کے ساتھ ملے گی ہر جگہ ان کی سازش کا فرمایا ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﴿لَيْلَةَ الْقَدْرِ﴾ نے دفاتر سے پہلے اعلان کیا تھا آنحضرت ﴿لَا يَأْتِيَنَّهُمْ﴾ اللھزاری و من جزیزۃ انتقت "یہود و نصاریٰ کو یہ زیر کا عرب سے نکال دو۔" مگر اس وقت عرب کے شہزادوں نے بھٹن اپنے وہی دفع کے لیے امریکی فوج تیوک کے مقابل پڑھا لائی ہوئی ہے اور ان کی تجوہ ایں اور تمام اخراجات خود اٹھائے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ امریکہ نے ان کے داغنوں میں یہ ڈانھیا ہوا ہے کہ اگر ہم یہاں نہیں گئے تو کوئی تحسین کھا جائے گا اور اس تحسین

کھا جائے گا اور ہم تمہارے چوکی دار ہیں۔ تمل کے کنوں پر بھی ان کا قبضہ ہے اور مزے سے کھا رہے ہیں۔ ان سے بھی لزو  
﴿عَلَىٰ يَقْطُولُ الْجِزْيَةَ عَنْ يَبْرِ﴾ یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے۔

### جزیہ کی تعریف اور اس کی مقدار

جزیہ اس مال اور رقم کو کہتے ہیں جو لوگی مصروف اور دفاع کے لیے ان کا فروں سے لی جاتی ہے جو مومنوں کے رعایت  
بن کر رہتے ہیں اور ان میں سے جو بڑھے اور بچے ہیں ان پر کوئی جزیہ نہیں ہے، غرتوں پر کوئی جزیہ نہیں ہے، لکڑے، لوٹے،  
اندھے پر کوئی جزیہ نہیں ہے صرف بوان پر ہے اور اگر وہ فوج میں بھری ہو جائے تو اس پر بھی کوئی جزیہ نہیں ہے۔ اور جزیہ کی  
مقدار کیا ہے؟ خلافت راشدہ کے دور میں مال دار سے انتہا نہیں درہم اور متوسط سے چمیں درہم اور اونی کمائی واالے سے باہر  
درہم سالانہ تھے۔ ظاہر ہاتھ سے کملک میں وہ بھی رہتے ہیں ان کی زمیں ہیں، کارخانے ہیں، باغات ہیں ملکی دفاع ان کے بھی  
ذمہ ہے اس میں کوئی نافذی نہیں ہے اور اس وقت حکومت نے جو ملکی دفعے ہیں جو ملکی دفعے ہیں ان کو کوئی ظلم نہیں کرتا۔

شیخ محمد يوسف صاحب راہوںی والے۔ نبھوں نے حفظ قرآن اور تجوید کے بارے میں بڑا کام کیا ہے۔ میرے  
ساتھ ان کی بے تکلفی تحریکی اور میرے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا شیخ صاحب اپنے جو تمہارا  
گئے کا کارخانہ ہے اس میں سے حکومت بھی تم سے کچھ سیکھے؟ تو سکراپٹے اور کہنے لگے تو میں سے ترانوے [۹۳] روپے  
لندے ہے۔ میں نے جی ان ہو کر پوچھا کہ پھر تمہارے پاس کیا ہاتھ رہا؟ کہنے لگے باقی جو مسات روپے ہیں ان میں فلاں فلاں ملکی  
ملکہ ہے۔

آج حکومت اتنا کچھ لے تو ظلم نہیں ہے اور اسلام ملکی دفاع کے لیے تعزیزی رقم لے تو لوگ اس کو ظلم کہتے ہیں۔ بھی ایہ  
بات ہی ظلم ہے۔ کوئی کہا رہا وہ تم تشریپا دو سورو پے بنتے ہیں، متوسط سے چار سورو پے اور مال دار سے آٹھ سورو پے سالانہ  
اس کو ظلم کہنا کتنا بڑا ظلم ہے؟ ﴿وَقُلْلُمْ صَبِرْذُونَ﴾ اور دو لیں اور عاجز ہو کر رہیں۔ اسلامی احکامات کے نتائج ہو جائیں اور کہیں کہ  
ہم تمہارے فرمادیں ہو دو کہ جزیہ نہیں دیتے تو پھر ان سے لڑو۔

### مکالمہ علیہ

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ﴾ اور کہا یہودیوں نے ﴿عَزِيزُ الْلَّهِ عَزِيزُ﴾ عزیز (اللہ) اللہ تعالیٰ کا مینا ہے ﴿وَقَالَتِ الْأَصْحَارُ﴾  
اور کہا انصاری نے ﴿الْأَصْحَارُ﴾ کی اللہ تعالیٰ کے مینے ہیں ﴿ذلِكَ قَوْلُهُمْ يَا تَوَاهِمُ﴾ یہ یا تھیں ہیں ان کے  
پسے مونہوں کی ﴿يَصَاهِذُونَ قَوْلُ الْأَنْبِيَاءِ﴾ مشہت کرتے ہیں ان لوگوں کی بات کی ﴿كَلْرُ ذَامِنَ مَيْنَ﴾ جھوٹی  
کفر کیا اس سے پہلے ﴿لِمَنْهُمُ اللَّهُ﴾ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے ﴿أَنْ يُؤْمِنُونَ﴾ کہ رائٹے پھرے جا رہے

ہیں ﴿إِنَّهُمْ لَا يَحْبَلُونَ بِأَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ يَحْبَلُونَ﴾ بنا لیا نہیں نے اپنے مولویوں کو اور پیروں کو ﴿أَنْتَ أَعْلَمُ بِأَقْرَبِ دُرُّبِ النَّاسِ﴾ رب، اللہ تعالیٰ کے سوا ﴿وَالسَّيِّئَاتِ أَنْتَ مَرْءُومٌ﴾ اور سچ این سرمیم کو ﴿وَمَا أَهْوَنُ﴾ حالانکہ ان کو نہیں حکم دیا گیا تھا ﴿إِلَّا لِيَغْهِدُ ذَرَاللَّهُ أَوَّلَادَهُ﴾ مگر اس بات کا کہ عبادت کریں ایک سی خدا کی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ نہیں کوئی معبد مگر صرف وای ﴿سَبَّحَتْهُ عَمَّا يُشَرِّكُونَ﴾ پاک ہے ذات اس کی ان چیزوں سے جن کو یہ اس کا شریک بناتے ہیں ﴿يُرِيدُونَ﴾ وہ ارادہ کرتے ہیں ﴿لَا إِنْ يَقْنُوتُ مُؤْمِنُوا اللَّهُ﴾ کہ مذاہی اللہ تعالیٰ کے نور کو ﴿يَا أَنْوَاعُهُمْ﴾ اپنے سنبھوں کے ساتھ ﴿وَيَأْبَى اللَّهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے ﴿إِلَّا أَنْ يُتَعَمَّمَ نُورُهُ﴾ مگر یہ کہو پورا کرے اپنے نور کو ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ اگرچہ کافر لوگ اس کو پسند نہ کریں ﴿مَوْلَانِيَّة﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے ﴿أَنَّهُ سَلَّمَ﴾ رسول اللہ ﴿بِالْهَدْيِ﴾ جس نے بھیجو اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ ﴿وَدِينُ الْحَقِّ﴾ اور سچ دین کے ساتھ ﴿لِيُنَهِّيَ الرُّعَيْدَيْنِ مِنْ فِلَقِهِ﴾ تاک غائب کر دے اس دین کو تمام و بینوں پر ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ اور اگرچہ پسند نہ کریں اس کو شرک کرنے والے۔

### مافل سے ربط ۹

چھلی آیت کریمہ میں حکم تقدیم کاں کتاب میں سے ان لوگوں کے ساتھ لا دجوہ بیان نہیں لائے۔ کیوں کہ سر زمین عرب میں بیوہ بھی آب رستے اور عصائی بھی اور صائیں بھی۔ ان کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے تو جب اس کتاب کے ساتھ لڑنے کا حکم ہوا تو عظیٰ حسم کے ذہنوں میں یہ افکار پیدا ہوا کہ ان سے کیوں لڑتا ہے لڑائی کی وجہ اور سبب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ لڑنے کی وجہ بیان نہیں کی ہے کہ اس لئے ان سے لڑو۔

ارشاد ربانی ہے ﴿وَقَاتَتِ الْيَقْدَدَ خَلَقَنِي أَنِّي اللَّهُ﴾ اور کہا یہودیوں نے عزیز (یا اللہ) اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔<sup>۹</sup> اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے پیغمبر کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہنا ہر اکثر ہے۔ رب تعالیٰ کے لیے بیٹا ثابت کرنا معمولی بات نہیں ہے ﴿وَلَئِلَيَ الظَّاهِرَى، لَتَبِعِيهِ أَنِّي اللَّهُ﴾ اور کہا نصاریٰ نے تج میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا سہت ہے اگرناہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ﴿نَمْ يَلِدُ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو جانا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا ہوا ہے۔

حدیث قدیم میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، یَعْلَمُنِي بَنِي آنَّهُمْ وَلَهُ يَكُنْ لَّهُ جَائِزٌ، میں آدم مجھے کامیاب نکالتا ہے حالانکہ اس کو کامیاب نہ کوئی حق نہیں ہے۔ کامیاب کیسے نکالتا ہے؟ یَدْعُونِي وَلَنَا "سیر ک طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا رب نعمی کو کامیاب نکالتا ہے اور کامی کے بعد تو لڑائی ہوتی

ہے۔ دیکھو! ہماری تمہاری کیا حیثیت ہے ہمیں کوئی گالی نہ کا لے تو ہمارے جنہات کیا ہوتے ہیں؟ تو جو اللہ تعالیٰ کو گالی کا لے پھر اس کے خلاف لٹونا ہی ہے گریہ بات یا درکھنا کہ لڑانا افراد کا کام نہیں ہے کہ ہر آدمی اپنے طور پر اٹھ کر لڑانا شروع کر دے۔ یہوں سے اور عیسائی سے لڑانا اقتدار اور حکومتی سلسلہ پر ہے۔

### تغیرات کا حکم

حدود و تغیرات کے مبنے ہی احکام ہیں یہ افراد کے لیے نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے ﴿وَ إِذَا هُوَ ذُكْرٌ فَإِذَا  
أَشَارَ بِهِ فَلَظْفُرُوا أَنْبِيَاءَهُمْ﴾ [آلہ العزیز: ۳۸] ”چور مرد اور بچہ گورت بیس تم ہاتھ کاٹ دوان کے۔“ عام آدمی میں سے کسی کو یہ  
حق صلی نہیں ہے کہ چور کو پکڑ کر اس کے ہاتھ کاٹ دے۔ غیر شدید مرد گورت دنا کریں تو ان کو کوڑے۔ رنے کا حکم  
قرآن حکیم میں مذکور ہے مگر حکومت کے بغیر کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ کوڑے مارے یہ حکومت کا کام ہے۔ اسی طرح یہودو  
ضاری اور دیگر کافروں سے لڑنا افرادی کام نہیں ہے یہ جتنی طور پر حکومت کا کام ہے۔ گویا کہ مسلمانوں کے پاس اتنا  
اقتدار ہے تاچ چیز کہ جس اقتدار کے ذریعے کافروں کی سر کوبی کریں، یہود سے لڑیں، ضاری سے لڑیں کہ انہوں نے کہہ ہے  
کہ غریب ملکیہ اور صحیح بیویہ اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

فرمایا ﴿إِذْ أَذْكُرْتُ قَوْلَهُمْ بِأَنْقُوفِهِمْ﴾ یہ باتیں لیں ان کے اپنے مونہوں کی۔ آدمی منہ سے جو کچھ کہنا چاہے کہہ سکتا ہے  
﴿فَنَصَّابُوْنَ﴾ یہ مشاہدت رکھتے ہیں، لیل اتارتے ہیں ﴿قُولُ الْنَّبِيِّنَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ان لوگوں کی بات کی جھنوں نے کفر  
کیا اس سے پہلے۔ وہ کافر اور مشرک جوان سے پہلے تھے، وہ کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی پیشیاں لیں ﴿وَ يَعْقُلُونَ يَوْمَ  
الْحِسْنَاتِ﴾ [آلہ: ۵۶] کسی نے رب تعالیٰ کا بینا بنا دیا کیا نے پیشیاں بنادیں۔ حالاں کرب تعلیٰ کا نہ بینا، نہ میں، نہ ماں، نہ باپ،  
رب تعالیٰ کی ذات ان سب سے پاک ہے۔

﴿فَلَمَّا قَاتَهُمُ اللَّهُ﴾ تباہ کرے ان کو اللہ تعالیٰ، برباد کرے، نارت کرے، لخت سمجھے ﴿أَنِ يُؤْفَكُونَ﴾ کہہ رائے  
بھروسے جا رہے ہیں۔ تو ان کے ساتھ لڑنے کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ انہوں نے حضرت عزیز بیلہ، حضرت سعید بیلہ، حضرت عاصم بیلہ کو رب تعالیٰ کا  
بینا بنا لی۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ ﴿إِنَّمَا يَأْتِي أَهْمَانَهُمْ ذُرْتُمْ لَهُمْ آتَيْتُمْ أَنْتُمْ فُوقَهُمْ﴾ اخبار جمع ہے جیزی کی اور جیز کا متن  
ہے عالم، مولوی۔ اور ذہنیان جمع سے راہب کی، راہب کا معنی ہے بیر۔ آیت کا متعلق ہو گا بنالی انہوں نے اپنے مولویوں اور  
بیروں کو رب اللہ تعالیٰ کے سوا، اس لیے ان کے ساتھ لڑو۔

حضرت عذری ابن حاتم فیتو پہلے عیسائیوں کے پادری تھے بڑے بڑے لکھ کھو دار آدمی تھے۔ لوہبری کے آخر میں،  
دوسری سال کی ابتداء میں یہ مسلمان ہوئے۔ جب یہ آیت کریمہ سامنے آئی تو کہنے لگے حضرت امیں خود عیسائیوں کا مولوی،  
پادری اور سلطنت تھامیرے علم میں تو نہیں ہے کہ انہوں نے مولویوں اور بیروں کو رب بنایا ہوا اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّمَا يَأْتِي﴾

آجنباتِ ہم و مُرْجَبَاتِ ہم آن باباً لِفَيَهُ دُونَ اللَّوْهِ کر انہوں نے اپنے مسوویوں درجیروں کو رب بنا لی اللہ تعالیٰ کے سواد۔ تمذیل شریف صحاح ستر کی کتاب ہے اس میں اور بہندہ احمد میں روایت ہے آنحضرت مسیح یسوع نے فرمایا کہ ان کے مولوی بخیر کی شرعی ثبوت کے کوئی حکم دیتے تھے تو وہ لوگ مانتے تھے؟ عرض کیا یہ تو ہوتا تھا۔ آپ مسیح یسوع نے فرمایا شرعی ثبوت کے بخیر کی مولوی اور بخیر کی بات ماننا کہیں اس کو رب بناتا ہے کیوں کہ یہ صفت رب تعالیٰ کی ہے۔ اس اگر مولوی اور بخیر مسلم شریعت کے مطابق ہلا کی تو تھیک ہے اور اگر وہ مسلمۃ قرآن کے مطابق ہے، بدھ حدیث کے مطابق ہے، نفقہ اسلامی کے مطابق ہے اور پھر بھی لوگ اس کی بخیری کریں تو یہ ان کو رب بناتا ہے۔ آج اس کی کوئی گلہ پڑھنے والے مسلمانوں میں بھی نہیں ہے۔

### شرک کی ایک قسم ہے

یہ عام توحیدیات والے عموماً کہتے ہیں کہ لذas چیزوؤ دو خلائق جو نہیں کھاتی چاہیے۔ یہ شرک کی ایک قسم ہے۔ تم کون ہوتے ہو حلال چیزوؤ کو حرام نہ والے؟ ہاں اگر یہ ملاحظہ سے کوئی چیز کی کوئی تقصیٰ دیتی ہے کہ بعض چیزوں بعض کے مزاج کے موافق ہوتی ہیں اور بعض چیزوں مزاج کے موافق نہیں ہوتی۔ اگر حکمت اور اکثری اعتبار سے ان کوئی کھانے تو کھانے پر اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا لیکن ان کو حرام کھینچ کا جائز نہیں ہے۔ اکثر توحیدی تکھنے والے شرکاء ان رکھتے ہیں اور لوگوں کو کوئی شرک بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو نے نہیں ترنا و نہیں کرنا، ولادت والے گھر نہیں جانا، یہ سب خرافات ہیں اور ان کی باتوں کو ماننا ان کو رب بناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَمْ يَكُنْ لِّهِ أَنْ مُّزِيدٌ﴾ اور سعیج ابنی مریم کو انہوں نے رب بنا لیا ان کی عبادت کی ﴿وَلَا مَا  
أَمْرَقَ إِلَّا لِيَقْدِرَهُ إِنَّا أَعْلَمُ بِأَعْلَمٍ﴾ حالانکہ ان کوئی حکم دیا گیا تھا مگر اس بات کا کہ عبادت کریں ایک ہی خدا کی۔ کسی کا حکم ماننا بلا شرعی ثبوت کے یہ کہی عبادت تھا ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ نہیں کوئی معبود مگر صرف وہی اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی معبود و رہال نہیں ہے ﴿لَا يُشْبَهُهُ خَلْقٌ يُطْلُبُ لَوْنُهُ﴾ پاک ہے ذات اس کی ان چیزوں سے جو کویا اس کا شریک ہے اسے لہی۔ نہ اس کا پیارا نہیں، نہ کوئی شریک، نہ اس کے سوا کوئی حکم دینے والا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَمَّ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ﴾ [یوسف: ۲۰] حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ بخیری یہی اس چیز کے جائز نہیں ہیں کہ اپنی طرف سے کسی چیز کا حکم یا کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھرا کیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر۔  
فرمایا ﴿لَمْ يَرِدْ ذُنُونَ﴾ وہ ارادہ کرتے ہیں ﴿لَمْ يَظْفَغُ الْوَرَءَةَ﴾ کہ خالدیں اللہ تعالیٰ کے نور کو نور ایمان اور توحید، نور سنت، نور اسلام کو ﴿بِالْوَاهِدَةِ﴾ اپنے سوہنہوں کے ساتھ پھوکیں اور کریے چاہیے ہیں کہ حق کی باتیں دبی رہیں ﴿لَمْ يَأْتِيَنَا اللَّهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ افکار کرتا ہے ﴿إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِنُورٍ﴾ مگر یہ کہ وہ پورا کرے اپنے نور کو۔ یہ لوگ اسلام توحید و سنت کو مٹا چاہیے ہیں، رب غالی اس کو راثن کرے گا۔

مولانا ظفر علی خان مرحوم کیا خوب نہایا ہے۔

نوی خدا ہے کفر کی رکت پر خندہ زن

پھونگوں سے یہ پرانی بھجیا نہ جائے گا

چیز کوئی سارا دن سورج کو پھونگیں، وہ تاریخے کے سورج بھجو جائے اس کا منہ تھک جائے گا اگر دن نیز گی ہو جائے گی مگر سورج چلتا رہے گا۔ اسلام کو مٹانے کی بڑی کوششیں ہوئیں مگر کوئی نیزیں منہ سکا آج حیرت انہیں ہوتی ہے کہ کوسوو میں البانی مسلمان لاکھوں کی تعداد میں تھے یوگوسلوویہ میں ان کو کالا دیا گیا ہے۔ کافر بنے ہم ٹلیں گھوں سے مٹی جھاڑنے کی طرح ساتھ دے رہے تھا ہیں برطانیہ، امریکہ اور نیپوڈ والے اور مسلمان بادشاہ ایسے بے ایمان ہیں کہ یہی نے بھی ساتھ نہیں دی۔ بعض سعودی اور کویت کے سارے گوکنگ ہو چکے ہیں۔ کم از کم زبانی طور پر ہی کہہ دو اعظم الموالی قلم بند کر دیو، جو کچھ ہو رہے ہے یہ ظلم ہے۔ بڑے انسوں کی بات ہے ان کو شرم آئی چاہے۔

فَرِیْلِ اللَّهِ تَعَالَیٰ اپنے نور کو چکائے گا، مکمل کرے گا ﴿وَلَوْ كُوْنَةَ الْكَلِيفُونَ﴾ اگرچہ کافر اس کو پسند نہ کریں ﴿لَهُوَ الْوَقِيْعَ﴾ اُنہ سلَّمَ نہ نہیں کی ذات وہ ہے جس نے بھجا اپنے رسول کو ﴿بِالْفُدُوْیِ﴾ دہانت کے ساتھ ﴿لَهُوَ وَدِيْنُ النَّبِيْعِ﴾ اور بچ دین کے ساتھ ﴿لِيَنْتَهِ الْأَغْنَى الْوَتِيْنِ﴾ تاکہ غالب کر دے اس دین کو تمام دنیوں پر۔ الحمد للہ! اجتنب دلیل اور برہان کے انتہی سے اسلام بھیشہ قالب رہا ہے اور رہے گا۔

### ایک داعمہ

آج سے تقریباً آٹھو سال پہلے کا واقعہ ہے کہ احمد دیدات گجرات کا مصیہ درکار بہنے والا عالم ہے دیوبندی مسکن کا آدمی ہے اور اگر بڑی زبان کا بڑا ماہر ہے۔ پادریوں کے ساتھ اس کا مناظرہ ملے ہوا۔ اس نے کہا کہ مناظرہ میں اس شرط پر کروں گا کہ مناظرہ وہی پر ہو باقاعدہ تھے مقرر کیا جائے وہ میرے دلائل بھی نہیں۔ وہ تمہارے دلائل بھی نہیں اور پھر فصلہ دے کہ کون ہاڑا اور کون جیتا۔ چنانچہ وہی پر منظمہ ہوا اور نجف نیز مسلم انگریز تھے انہوں نے فصلہ دیا کہ احمد دیدات بیت گیا اور پادری ہر گیا۔ میرے خیال کے مطابق یہ مناظرہ وہی پر دو ارب آمویں تے دلکھا کافرنے نے فصلہ سنایا اور غلبہ کس طرح ہو گا؟ اللہ تعالیٰ دین کو غالب کرے گا ﴿وَلَزَلَ كُوْنَةَ النَّسْرِ طُونَ﴾ اور اگرچہ اس کو پسند نہ کریں شرک کرنے والے مگر اللہ تعالیٰ اس دین کو چکائے گا۔

الله تعالیٰ سے دعا کرو کہ حق تعالیٰ اہل حق کی امداد فرمائے۔ اس وقت ایران نے خمائنی کے بامیں کے کچھ سچے پر قبضہ کریا ہے اور یہ مزید کمبو شرارتمی کرے گا۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ حالہ بان کو قیح نصیب فرمائے اور کوسوو اور قرقائی کے مسلمانوں کی بھی اعادہ فرمائے اور جہاں جہاں مسلمان مظلوم ہیں وہاں نہ کی مدد فرمائے اور ان حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ

دنیا میں تجہ کرے۔

### دین و دینا

﴿لَيَاكُبُرُهُ الْأَنْوَارُ أَمْ أَنْوَارُهُ أَنْوَارٌ﴾ اے وہ لوگوں جیمان لائے ہو ﴿إِنَّ كَبُورًا﴾ بے شک بہت سارے ﴿فِينَ الْأَنْوَارِ﴾ اے وہ لوگوں کا مال ﴿بِالْأَنْوَارِ﴾ باطل طریقے سے مولوی اور بیر ﴿لَيَا كَلُونَ أَمْوَالَ ثَانِسٍ﴾ البتہ کھاتے ہیں لوگوں کا مال ﴿بِالْأَنْوَارِ﴾ باطل طریقے سے ﴿لَوْ يَصْدُونَ عَنْ سَبِيلِ الْأَنْوَارِ﴾ اور وہ کستے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے ﴿لَوْ أَنْزَلْتُهُمْ﴾ اور وہ لوگ ﴿لَيَكْثُرُونَ الْأَذْهَبَ وَالْفَضَّةَ﴾ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی ﴿لَوْ لَا يَقْتُلُوهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور نہیں خرچ کرتے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿لَقَبْرِ فِيمَا يَعْمَلُونَ أَلَيْهِمْ﴾ ان کو خوش خبری سنادیں دردناک عذاب کی ﴿لَيَوْمَ يُحْكَمُ عَلَيْهَا فِي نَارِ الْجَهَنَّمِ﴾ جس دن گرم کیا جائے گا ان کو جنم کی آگ میں ﴿لَفَتَّالُوْيِ بِهِمْ﴾ پس داغا جائے گا اس کے ساتھ ﴿لَجَهَنَّمُهُمْ﴾ ان کی پیشانیوں کو ﴿لَوْ جَهَنَّمُهُمْ﴾ اور ان کے پیشوؤں کو ﴿لَوْ جَهَنَّمُهُمْ﴾ اور ان کی پیشوؤں کو (اور کہا جائے گا) ﴿لَهُذَا هَا كَذَرْتُمْ﴾ وہ جیز ہے جس کو تم خزانہ بناتے تھے ﴿لَا لَفْسِكُمْ﴾ اپنے نفوں کے لیے ﴿لَفْذُوْفُوا﴾ پس چکھوم ﴿لَمَّا لَئِنْ شَيْءَ مَلَكُوْزُونَ﴾ وہ جیز جس کو تم خزانہ بناتے تھے۔

### صدقہ دینے کا طریقہ

الله تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بہت سارے مولوی اور بیر لوگوں کا مذاہلہ طریقے سے کمائے ہیں۔ ریکھو! صدقہ خیرات بڑی اچھی چیز ہے مگر اس کے لیے شریعت نے بڑی شرائط مقرر فرمائی ہیں۔

① ایک شرط یہ ہے کہ صدقہ کرنے والا مومن ہو بخیر ایمان کے صدقے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

② اور صدقہ خیرات جس کے لیے کیا گیا ہے یعنی جس کو صدقہ خیرات کا ثواب پہنچانا ہے وہ بھی مومن ہو چاہے گھنگاری کیوں نہ ہو۔

③ تیسرا شرط یہ ہے کہ صدقۃ طلاق اور طبیب مال سے ہو جام مال سے صدقہ کرے گا تو تسلیم نہیں ہوگا۔

پھر یہ کہ صدقے کے لیے دن کی قسمیں ہیں کہ کفاس دن صدقہ ہو سکتا ہے اور کفاس دن نہیں ہو سکتا۔ صدقہ جب اور جس وقت چاہے کرے، ہو جائے گا اور صدقہ اس طریقے سے کرے کہدا کیمی ہاتھ سے کرے تو باسیں کو پیٹاں چلے۔ اب ان شرائط کے ساتھ صدقہ کون کرتا ہے پھر صدقہ جس کو دیا ہے وہ مُتح بھی ہو۔ اب تم فیدلہ کرو کہ تجا، ساتا، دسوال، چالیسوال، عرس، بری، گیارہویں یہ صدقے کی مدیں آتے ہیں؟ یہ تمام باطل طریقے ہیں اور ان باطل طریقوں سے مولوی اور بیر لوگوں کا مال کھاتے ہیں حالانکہ ان کو کھانے کا حق بھی نہیں پہنچتا۔ صدقہ خیرات تو غریبین کا حق ہے جو مولوی، بیر، مال دار ہیں خود صدقہ فطرہ اندیختے تھا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بولوں کے بارے میں ہے گرخطاب تو اللہ تعالیٰ نے موسوی کو کیا ہے ﴿لَا تَنْهَا إِلَيْنَ﴾ اسے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو سنو! بہت سارے مولوی اور پیر لوگوں کا مال ناچڑھڑیتے ہے کہا تے ہیں تم ایمان کرنے سمجھنا مستحکم ہے۔ تو صدق خیرات کو دشراکٹ کے ساتھ رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اور یہاں تواتر یہ ہے کہ جب تک میں میں دیکھ کر کھڑکے ہمارا ولی مطہن نہیں ہوتا۔ یہ سارا کچھ اپنی ناک کے لیے ہے رب تعالیٰ کی رضا کے لیے تونہیں ہے۔ پھر دگوں کا مال اس طرح بھی کھاتے ہیں کہ جو لوگ تعریف لینے کے لیے آتے ہیں ان سے کہتے ہیں دس روپے والا لینا ہے یا بھاں دال یا سورپے والا یا پانچ سو روپے والا لینا ہے۔ بے شک تعریف کی اجرت حرام نہیں ہے گرچہ خوش سے کوئی رکے تو ہے وہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَا تَنْهَا إِلَيْنَ أَئُمَّةَ أَئُمَّةٍ﴾ اسے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ﴿إِنَّ أَئِمَّةَ إِقْرَانَ الْأَخْيَارِ وَالْأُفْقَانَ﴾ بے شک بہت سارے مولوی اور جد ﴿لَا تَنْهَا إِلَيْنَ أَفْوَالَ أَفْوَالِ إِلَيْلِيَّلِيَّلِيَّ﴾ البت کہا تے ہیں لوگوں کا مال باطل طریقے سے ﴿وَمَصْدُورُونَ عَنْ سَيِّئِنَ اللَّوْ﴾ اور دوستے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو۔ جو صحیح مسئلہ ہتا ہے اس سے روکتے ہیں کہ اس کے پاس نہ جاؤ وہ بھی ہے۔ صدق خیرات کا تو ہم بھی اکابر نہیں کرتے گریم یہ کہتے ہیں کہ وغیرہ بیوں کی تینیں نہ کرو غریبوں کو دوغل طریقے سے دوام نہ مودو کرو، شہرت پسندی سے پچو، حقیقت کو دو خود نہ کھاؤ، ماسوں اور چچا کھائے، سر کھائے، داما کھائے، یہ صہوت ہے۔ ہاں تحریر کر کے دیکھو تجاویز ساتھ دوں الوگ خود کھا جاتے ہیں اور غریبوں کو دیکھے پڑتے ہیں۔

یاد رکھتے! جو واجب قسم کا صدق ہے وہ ایسے شخص کو دینا جو خود فطرانہ رہتا ہے حرام ہے اور ظالی صدقہ کر دہ تھیں ہی ہے۔ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص ابی یعنی پرتموک کرچوت لے اور تجیے ساتھ کے موقع پر جو لوگ آتے ہیں میرے خیال کے مطابق کوئی ہو جو فریب ہو باقی سب صاحبِ جیشت ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے مجھ فرمایا ہے کہ دا اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں حق بیان کرنے والے کے پاس جانے سے منع کرتے ہیں اس کے تربیت نہیں جانے دیتے۔

حافظ اللہ داد صاحب مرحوم ٹھیکلہ گھر مکاتب کرنے والے تھے اور ہر سے جیسا ہائی تھے۔ جیالی زبان کے بڑے بہترین مقرر تھے بڑا بہترین و معلم فرماتے تھے۔ کئی کئی دن وہ میرے پاس نظر تھے۔ کوٹ وارث صدر کے واپس آرہے تھے پہلی والے راستے سے اور مطابد کے لیے کتابوں کی گھنٹی ان کے پاس ہوتی تھی کہ کئی کئی دن گھر سے باہر رہتے تھے۔ اس راستے پر گھسے آرہے تھے حافظ صاحب نے گدھے والے کوہاہائی جان! اگر اجازت ہو تو میں کتابوں کی گھنٹی تمہارے گدھے پر رکھوں۔ میں نے کہا کہ دو اور پچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آرہے ہو؟ حافظ صاحب نے کہا کوٹ وارث جلسہ جلسہ نعم کر کے اب میں گھنٹی بارہاںوں۔ اس نے کہا کس کے پاس جاتا ہے؟ حافظ صاحب نے میرا زام بیا (حضرت مولا نامہ) مرفرزاد خان صاحب مفتخر کے پاس جاتا ہے۔ کہا رہے کہا اس کے پاس نہ جانا وہ تو لے کا مسکر ہے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ وہ تو کل لوگوں کو پڑھاتا ہوتا ہے وہ لئے کا کیسے مسکر ہے؟ کہا رہے کہا میں مولویوں نے کہا ہے کہ وہ لئے کا مسکر ہے۔ پھر کہا کہ وہ مراج کا مسکر ہے۔ حافظ صاحب نے میرا سارے "ضوء المسار" یعنی چارائی کی روشنی جو مراج کے سلسلے پر لکھا ہوا ہے اور تمام

باعظ اعترافات کا، اس میں رد ہے جو معراج کے متعلق کیے گئے ہیں احمد بن ابراء مقبول ہے، گھری سے ناس کو کہا رکو پڑھ کے سنایا کہ اس نے تو معراج کے بڑے ثبوت دیے ہیں اور دلائل کے ساتھ معراج کو ثابت کیا ہے وہ کیسے ملکر ہوا؟ پھر کہا رے کہا نہیں، مگر وہ آنحضرت ﷺ کی توبین کرتا ہے۔ اس طرح یہکہ بیرونی سے اتنا دوسرا پر جزء صادق دوسری سے اتنا تیسرا پر جزء حاصل استغفار اللہ، ثُمَّ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، بِتَغْفِيرِ تُورِبَتِي ذَاتَيْ سَاحِبِيَّ نظری تم خود بارس پچھے ہو کر اللہ تعالیٰ کے کسی ولی، کسی فیک بند کے کاتام جس مغلک میں لیا جائے تو وہاں رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں مگر ہم بد بال طالوں کا کیا کر سکتے ہیں کہ خود حرام کھاتے ہیں اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا دین صحیح طریقہ سے بیان کرنے والوں کے پاس جو بنے سے روکتے ہیں۔

### صدقہ وغیرات نہ دینے پر دعید ۶۱

آگے اور مسئلہ بیان فرمایا ہے ﴿إِذْ لَزِدْنَا تَلَذُّزَنَ الْأَهْبَةَ وَالْفَقَّاهَةَ﴾ اور وہ لوگ جو صحیح کرتے ہیں سونا اور چاندی۔ اس زمانے میں کاغذ کے نوٹ نہیں ہوتے تھے سونا چندی ہوتا تھا ﴿وَ لَا يُؤْتُنَّهُمَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور نہیں خرچ کرتے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں سے زکوٰۃ دیتے ہیں، نظر ان، نیزہ اور نظری صدقہ بھی نہیں کرتے حالانکہ غرب آدمی کی امداد اخلاقی طور پر اسلام کا فریضہ ہے ﴿لَيَسْرُّهُمْ بِعِصَابِ الْأَيْمَنِ﴾ ان کو خوش خبری سن رہیں دردناک عذاب کی۔ یہ نظر اور استہراہ کے طور پر فرمایا ہے وہ خوش خبری تو اچھی جیزی کی ہوئی ہے عذاب کی خوش خبری کیا ہوئی؟ پھر عذاب کی معمولی نہیں بلکہ دردناک عذاب ہے۔ ﴿لَيَقُولُونَ لَهُمْ يَوْمَ جَهَنَّمَ﴾ جس دن تباہی جائے گا، اگر کہا جائے گا سونے چاندی کو جنم کی آگ میں نکلوے گلوے بن کر ﴿لَقَاتُوكُلَّا يَوْمًا جَنَاحَهُمْ﴾ پس راغما جائے گا اس کے ساتھ ان کی پیشاترسیں کو ﴿وَ جَهَنَّمُ وَ لَهُدْرُهُمْ﴾ اور ان کے پہلوں کو اور پیشوں کو کلوا اگرم کر کے پیشانی پر رکھیں گے پیچھے سے نکل جائے گا۔ اس نے چاندی کا کلوا اگرم کر کے ایک طرف پہلو پر رکھیں گے آگے چھاتی سے نکل جائے گا۔

کیوں کہ صحیح عمل میں سختی ہے مانگدا اس کی عادت نہیں ہے بھور ہے جب وہ سامنے آکر کھڑا ہتا ہے گر آدمی نے نہ دیتا تو من پھیر لیتا ہے پھر پہلو پھیر لیتا ہے اگر مزید دہ اصرار کرتے تو پہنچ پھیر لیتا ہے تو پہلے پیشانی رافی جائے گی اور کہا جائے گا ﴿فَلَمَّا قَاتَكُلَّا لَنَّ لِلَّهِ الْكَلِمَ﴾ یہ دیجیز ہے جس کو تم خرچ نہ بیلتے تھے اپنے نغوں کے لیے۔ پخلاف اس کے جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، نظر ان دلتے ہیں، نیزہ اور اس کے ملاوہ غربیوں کی امداد کرتے ہیں ان پر کوئی حرق نہیں آئے گا۔ سزا وہ پاکیں میں جو مال کا حق ادا نہیں کرتے، غرب کی امداد نہیں کرتے چاہے مانگدار ہے اس کی پردا نہیں کرتے اور آج تو یہ بھی بڑی مصیبت ہے کہ بعض لوگوں نے مانگنا پیشہ بنالیا ہے چاہے اس کے پاس بزرگوں لاکھوں روپے کیوں نہ ہوں حالانکہ یہ گناہ اور حرام ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بلا اشد ضرورت کے جو شخص سوال کرے گا قیامت والے دن س کے پر گوش نہیں ہو گا بہرہ یعنی ڈھانچہ ہو گا۔ یہ نشانی ہو گی اس شخص کی جو بلا ضرورت و سورود کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ تو بغیر ضرورت کے انگل حرام ہے اور مسخر کرنے والا بھی کتاب ہے۔

**﴿فَقَدْ نُوقِعَ أَهْلَكُوكُمْ تَلَاقِيَتُكُمْ﴾** میں چکوتم وہ چیز جس کو تم خزانہ بناتے تھے۔ یعنی اس کا وہ لچکھو۔ اللہ تعالیٰ نے ہرے رائج الفاظ میں سمجھا دار یا ہے تا کہ تم آثرت میں پر بیان شہادہ اور آرجنی جو کچھ کھانے لیے کرنا ہے کرو۔

~~~~~

**﴿إِنَّ عَدَّةَ الْكُفَّارِ﴾** بے شک گنتی ہمیں کی **﴿عَدَّ اللَّهُ﴾** اللہ تعالیٰ کے باں **﴿أَنْشَأَ عَصْرَ شَهِيرًا﴾** بارہ میسینے میں **﴿فِي كِتْبِهِ﴾** اللہ تعالیٰ کی کتاب میں **﴿هُنَّ مِنْهُمْ خَلَقَ السَّلَوَاتِ وَالآتَاهُنَّ﴾** جس دن اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمینوں کو **﴿وَهُنَّا آتَاهُنَّهُ حُكْمُهُ﴾** ان میں سے چار میسینے عزت والے ہیں **﴿ذَلِكَ الظَّيْنَ الْقَيْمُ﴾** یہ معمبوط دیں ہے **﴿فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ الْفَسْكُمْ﴾** پس نزیاری کرو تم ان ہمیں میں ابھی جاؤں پر **﴿وَتَابُوا إِلَيْهِ﴾** اور لوتھم شرک کرنے والوں کے ساتھ اکٹھے ہو کر **﴿كَمَا يَقَاتِلُونَ لَكُمْ كَافِرُهُمْ﴾** جیسا کہ وہ تم سے لڑتے ہیں اکٹھے ہو کر **﴿وَأَغْلَمُوهُ﴾** اور جان لو **﴿أَنَّ اللَّهَ فَمِنَ الشَّقِيقِ﴾** کہ بے شک اللہ تعالیٰ پر بیزگاروں کے سر تھے **﴿إِنَّمَا الْحَقِيقَ مُرْبَدٌ فِي الْكُفُرِ﴾** بہت بات ہے مذکورہ بنا کفر میں زیادتی ہے **﴿يَنْصُلُوهُ﴾** گمراہ کیے جاتے ہیں اس مذکورہ کے ساتھ **﴿إِنَّمَا كَفَرُوا كَفَرُوا﴾** وہ لوگ جو کافر ہیں **﴿يُجْلِلُونَهُ عَمَّا هُمْ﴾** حال بھتے ہیں اس میسینے کو ایک سال **﴿وَقِيَّ حِمْزَةُ عَلَمًا﴾** اور حرام قرار دیتے ہیں ایک سال **﴿لِيَوَالِّيَّ عَدَّةَ﴾** تاکہ پوری کر لیں گنتی **﴿فَمَا حَزَمَ اللَّهُ﴾** اس کی جو اللہ تعالیٰ نے حرام تحریر ہے **﴿فَنِجِلُوا فَإِذَا حَزَمَ اللَّهُ﴾** پس حل س کر لیتے ہیں اس پر کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام تحریر ہے **﴿لَيْلَنَ لَهُمْ شَوَّعَ آتَهَمَ﴾** مزین کیے گئے ان کے لیے برے اعمال **﴿وَاللَّهُ لَا يَنْهَا﴾** **الْقَوْمَ الْكَافِرِ﴾** اور اللہ تعالیٰ بدایت نہیں دیتا کافر قوم کو۔

### ہمیں کی تسبیح ہے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص حکم بیان فرمایا ہے جس حکم کے بارے میں مشرکین عرب بہت زیارتی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **﴿إِنَّ الْكُفَّارَ هُنَّ الظَّوَّابُ﴾** بے شک گنتی ہمیں کی اللہ تعالیٰ کے ہیں **﴿أَنْشَأَ عَصْرَ شَهِيرًا﴾** بہت سیئے ہیں سال کے **﴿فِي كِتْبِهِ﴾** اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بوج محفوظ میں۔ نوشت میں یہ سال کے بارہ میسینے اللہ تعالیٰ نے اس

وقت سے مقرر کیے ہوئے ہیں ھر یہ مخلوق انسان و الا نار خلیل ہے جس دن پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو۔ اس لیے کہ ان کے بغیر نظام نہیں چلتا۔ سارے کام بیرون کے ساتھ اور تاریخ کے ساتھ اتعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہے۔ اور بھی جستے دینی کام ہیں بلکہ دنیاہ کام بھی بغیر تعلیم تاریخ کے نہیں ہوتے کہ فلاں سال، فلاں میں یہ پیدا ہوا، فلاں سال، فلاں تاریخ کو کاخ ہوا اور فلاں تاریخ کو گفت ہوا، کس سن اور تاریخ کو ملازم ہوا اور کب ریاضت ہوتا ہے، کب یہ حاملہ کرتا ہے، فلاں تاریخ کو وعدہ کیا اور فلاں تاریخ کو پورا کرتا ہے۔ غرضیکہ جاتین سال، میں یہ اور دن کے ظلم نہیں چل سکتا۔ اسلامی قاعدے کے مطابق سالِ حرم کے میں سے شروع ہوتا ہے۔ یعنی حرم اسلامی سال کا پیدا مہینہ ہے اور دل بھپر جا کر قائم ہوتا ہے۔

### أشہفہ حُرُمہ

تو سال کے اللہ تعالیٰ نے بارہ میں بنائے ھوئے ہیں آربعہ حُرمہ ہے ان میں سے چار میں عزت والے ہیں۔ ان چار میں میں لا رائی وغیرہ مضرت ابراہیم ﷺ سے لے کر آخرت میں پیغمبر ﷺ کے زمانے تک منع تھی آخر میں اس کی حرمت منسوخ ہو گئی۔ وہ چار میں یہ ہیں ذی قعده، ذو الحجه، ذو المیہ و ذی الحجه۔ لوگ ان میں میں کا خاص احراام کرتے تھے۔ ۶ میں آخرت میں پیغمبر ﷺ اور صحابہؓؑ نے عمرے کا احراام پا نہ حاذہ و القعدہ کے میں میں۔ تو صحابہؓؑ کرام خدا تعالیٰ کو اشغال پیش آیا کہ تم تو عمرہ کے لیے آئے ہیں، احراام پا نہ حاذہ اور پیغمبرؐ کی حرمت کا بے اگر کافر ہم پر حملہ کر دیں تو ہم کیا کریں گے؟ ایک تو مہینہ حرم ہے اس میں لا رائی منسوخ ہے اور حرم کے علاقوں میں بھی لا رائی منسوخ ہے۔ بلکہ حرم کے علاقوں میں درخت کا بنا، اکھڑنا، گھاس اکھڑنا سوائے اذخر کے اور شکار کرنا ائمہ ہے، حرام ہے۔

تو ایک یہ کہ مہینہ حرم دوسرا یہ کہ علاقہ حرم اور تیسرا یہ کہ ہم ہیں احراام ہیں۔ احراام بادھتے کے بعد آدمیوں نہیں بلکہ نہ نہیں کاٹ سکتے، نہیں صاف کر سکتے، سر کو کھاپ نہیں سکتے، سلاہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، کسی جیز کو مار نہیں سکتا، یہ سب منوعات احراام ہیں۔ ہم پر تو پابندیاں ہیں اگر کافروں نے ہم پر حملہ کر دیا تو پھر ہم کیا کریں گے؟ وہ سے پارے میں اس کا ذکر ہے ھوئے تونک عنی اللہ عزوجلہ و علیہ السلام وآله وآلہ واصحیہ و مولیٰ کوہ دیں حرم میں شرمناہ اگناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم پہنچانا کرو لیکن اگر وہ تم پر حملہ کر دیں تو تم رفاقت کر سکتے ہو لیکن بعد میں یہ حرمت منسوخ ہو گئی اب ان میں میں کافروں کے ساتھ لا رائی میں ایسا کوئی ناجی جائز ہے۔

فرمایا ہے ڈیلک الہیش الفقیم ہے یہ دین مضبوط ہے، سیدھا ہے ھو لکھ قلیل نو فیہوئ اللہ سکھ یہ بھی ہیں نہ زیادتی کرو تم ان نہیں میں ایسی جانوں پر یعنی لا رائی کرو لیکن ھو قلیل و الکثیر بکن کمال ہے اور لذت مشرک کرنے والوں کے ساتھ اکٹھے ہو کر ہے کیا لہیا تبلو ظالم کمال ہے یہ چیز اک دھم لے لاتے ہیں اسکے ہو کر۔ ویسے لا رائی تو بر بگس میں بڑی ہے لیکن حرم میں اور زیادتی دو بری ہے اور سجد حرم میں اور زیادہ بری ہے اور سجد نبوی میں اور زیادہ بری ہے جیسے لڑا اور میں میں منسوخ ہے گھر رمضان المبارک میں

اور زیادہ مخلوق بے لین دفعہ کی اجازت ہے۔

### مسئلہ ۱۱

وقت اور جگہ کا خیال رکھو۔ مسجد قبیل جگہ ہے کہ یہاں دو ذکر تابعی سمع ہے یہاں تک کہ اگر نام و کوئی میں چلا گی تو تمیں دو ذکر ساتھ ملے کی اجازت نہیں ہے۔ حالانکہ تمہارا مقصد یہ ہے کہ جلدی سے امام کے ساتھ رکوع میں میں جاؤں کہ مسکنہ یہ ہے کہ جس نے رکوع میں شرکت کر لی اس کی دو رکعت ہو گئی لیکن شرکت یہ ہے کہ رکوع میں جانے سے پہلے اپنی دریقہ کرے کہ جس میں بھیتر تحریر یہ یعنی اللہ اکبر کہہ سکے اور اگر بھیتر تحریر میں جا کر کی تو نماز نہیں ہو گی۔ کیوں کہ بھیتر اولیٰ قیام نماز میں فرض ہے شرطیکہ مخدود ہے ہو گر قام کرنے سے مخدود ہے تو اس کا مسئلہ جدا ہے۔  
بہر حال مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ بھیتر تحریر کھڑے ہو کر بھی ہے۔ بھر اگر امام کے ساتھ رکوع میں مل گیا تو اس نے رکعت پائی۔ ﴿هُوَ الْغَنِيُّ عَنِ الْأَنْشَاءِ هُمُّ الْمُشْتَقِينَ﴾ کہ بے شک اللہ تعالیٰ پر بھیز گارہ اس کے ساتھ ہے۔

### شرکیں مکمل کی خصلت بدیں

حرمت والے میتوں کا تقدیس اور احترام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس خدائی کا ذکر فرمایا ہے جو وہ اس سلسلے میں کرتے تھے۔ وہ اس طرح کہ چار میئے حرمت و عزت والے تھے ان میں لڑنا حرام تھا لیکن مشرکین مکمل کو ان میں سے کسی میئے میں لڑنے کی ضرورت نہیں آجائی تو اس کی حرمت اگلے میئے کی طرف منتقل کروئیتے اور اس میں لڑائی کر لیتے۔ مثلاً رجب کا مہینہ حرمت والا مہینہ تھا اس میں لڑائی منوع تھی لیکن ان کو اگر دشمن کے مقابلے میں لڑائی پہنچ آجائی تو رجب میں لڑائی نہیں اور اس کی حرمت شعبان کی طرف منتقل کروئیتے کہ اس سال شعبان کا مہینہ محروم ہے۔ اسی طرح محروم کے میئے میں لڑنا حرام تھا مگر ان کو اگر کسی کے ساتھ لڑنے کی ضرورت نہیں آجائی تو رجیت اور کہتے کہ اس میئے کی حرمت ہم نے صفر کی طرف منتقل کر دی ہے کہ مفریں نہیں لدیں گے۔

بعاً! سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرمت محروم کوہ صل ہے تم نے اپنی طرف سے وہ حرمت صفر کو دے دی رب تعالیٰ کی طرف سے تو حرمت رجب کے میئے کو حاصل ہے تم نے وہ حرمت شعبان کی طرف منتقل کر دی۔ کسی چیز کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا الجنی مرشد سے یہ کفر میں ریادتی ہے۔ لیکن کفر تو پہلے ہے اس سے کفر اور زیادہ ہو گا کہ تم نے رب تعالیٰ کے حکم کو اپنی جگہ سے پھیردیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ اللَّهَ الَّذِي أَنْزَلَكُمْ مِّنَ الْكُفُرِ﴾ پنٹے بات ہے موخر کر دیا، اپنی جگہ سے ہٹا دینا کفر میں زیادتی ہے ﴿لَا يُنْهَىٰ بِهِ الَّذِنْ نَهَىٰ فَلَمَّا هُوَ مُؤْخَرٌ كَرِمٌ﴾ گراہ کیے جاتے ہیں اس موخر کرنے کے ساتھ وہ لوگ جو کافر ہیں ﴿يُجْنِيُونَهُ غَنَمًا﴾ حالی سمجھتے ہیں اس میئے کو ایک سال۔ کہ جب ان کو اس میں لڑائی کی ضرورت پہنچ آتی ہے تو لا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میئے کی

حرمت، ہم اگلے میئن کو دے دیں گے ﴿وَيُحِرِّمُونَهُ فَلَا يَهْبِطُهُ﴾ اور حرام قرار دیتے ہیں ایک سال۔ یعنی درسے سال پھر اس کی حرمت کو برقرار رکھتے ہیں کیونکہ حرمت والا مہینہ ہے اس میں ہم نہیں لزیں گے۔ اسی طرح کیوں کرتے ہیں؟ ﴿إِنَّمَا أَفْشَاعُهُمْ فَعَلَّةً فَلَهُمْ أَنْتَهُمْ﴾ تاکہ پوری کریں مگر اس کی جو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کی حرمت بیان فرمائی ہے تو چار کا عدد اس طرح پورا کر لیتے کہ، جب کی وجہے شعبان کو حرم شمار کر لیتے یا مثلاً: حرم کو حلال کھولنا اور صفر کو عزت والا مہینہ ٹھہرا لیتے حالانکہ یہ خطأ تھا۔ حرام تو وہی مہینہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے محترم ٹھہرایا ہے تھسیں تو اس کی تھیں کا اختیار کسی نے نہیں دیا کہ جس کو چاہو محترم نہالو اور جس کو چاہو حلال کیجھ لو۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کر روزے اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں فرض فرمائے ہیں لیکن کوئی یوں کہہ کر اس سال روزے شوال میں رکھیں گے تو اس کا کوئی جو نہیں ہے یا مثلاً: حج کا مہینہ ذوالحجہ ہے تو کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ یہ کہنے لے گے کہ اس سال ذوالحجہ گری میں آرہا ہے لہذا حج راتی اثنالی میں کریں گے کہ سروری ہو جائے گی۔ تو ایسا کوئی نہیں کر سکتا۔ جو چیز رب تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے ہم، اس میں ہیر پھر نہیں کر سکتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی حرف سے انکی چیز کی تھیں کہ ناجاہد تعالیٰ نے تھیں نہیں فرمائی، ناجرمی ہے۔ جو تھیں ہے اس کو ہٹاؤ نہیں اور جو تھیں نہیں اس کو تھیں نہ کرو۔

تو وہ مہینوں کو آگے پیچھے کر کے لگتی پوری کر لیتے ہوئے ﴿أَنْتَهُمْ أَنْتَهُمْ﴾ اس کی جو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے ﴿فَتَبَلُّو إِعْنَاءً حَرَمَ اللَّهُ مِنْهُمْ﴾ میں حلال کر لیتے ہیں۔ سچیر کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ اور اس کی حرمت درسے میئن کو دے دیتے یہ ان کی دریقی کفر میں ﴿كُفَّارٌ نَّمَّا يُؤْتُونَهُمْ مِّنْ أَغْنِيَاتِنَّمْ﴾ میں کیے گئے ان کے لیے بڑے اعمال۔ اور مزین کیے کس نے؟ اس کے متعلق قرآن پاک میں درسی جگہ تابے ﴿كُفَّارٌ نَّمَّا يُؤْتُونَهُمْ مِّنْ أَغْنِيَاتِنَّمْ﴾ [انفال: ۳۸] "شیطان نے ان کے لیے اعمال مزین کیے۔ خوب صورت تابیلوں کے ساتھ اور ہیر پھری کے ساتھ ان کے زہنوں میں ڈالتے ہے کہ کوئی حرن نہیں ہے۔ ﴿وَذَلِلَ الْهَمَّ لَهُمْ لَقُومٌ شَّاكِرُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو جراہ دھکے کے ساتھ۔ بلکہ اس نے اختیار دیا ہے ﴿فَعَنْ شَكَاهِ اللَّهِ مِنْ ذَمِينَ شَكَاهِ اللَّهِ﴾ ہم جس کا جن جا بے ایمان لے آئے اور جس کا جن چاہے کافر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو ایمان لانے پر ورکفر اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرتا باوجود وہ اس کے کہ قادر ہے، کر سکتا ہے۔ لیکن اس نے انسان کو تکلی بھی کرنے کا اختیار دیا ہے۔ مرضی سے نیکی کرے، مرضی سے برائی کرے س میں انسان مجبور نہیں۔

### \* \* \* \* \*

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا لَعْنَهُمْ هُوَ هُمْ عَالَمُونُ﴾ تھسیں کیا ہو گیا ہے ﴿إِنَّمَا تُقْتَلُ إِنْ كُمْ﴾ کہ جب تھسیں کہا جاتا ہے ﴿إِنَّمَا تُقْتَلُ إِنْ سَبَبَتِ اللَّهَ﴾ کوچ کر اللہ تعالیٰ کے راست میں ﴿إِنَّمَا تُقْتَلُ إِنْ إِلَّا مَرْضٌ﴾ تو تم بیکمل ہونے جاتے ہو زمین کی طرف ﴿أَتَرْجِينَنَّمُ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ کیا تم راضی ہو چکے ہو ریا کی زندگی پر ﴿وَمَنْ﴾

الْأَخْرَةِ) آخِرَتْ كَيْ بَدَلَتْ مِنْ (فَقَاتَ أَمْتَاحُ الْحَلِيلِ وَالْأَدْبَارِ فِي الْأَخْرَةِ) بِسْ نَبَشَتْ بِهِ فَانْكَدَهُ وَنَبَشَتْ كَيْ زَندَگَى كَأَخْرَتْ كَيْ مَقَابِلَتْ مِنْ (الْأَقْرَبَيْنِ) مَعْنَى بَهْتَ تَحْوِزَ، (إِلَّا إِنَّهُمْ فِي ذَلِكَ) أَكْرَمَتْ كَوْنَجَى نَبَشَتْ كَيْ رَوَى گَيْ (يَعْلَمُ بِكُلِّمَا عَذَابَ الْأَنْسَاءِ) اللَّهُ تَعَالَى تَحْسِنَ سَرَادَتْ كَأَوْرَدَنَكَ سَرَادَهُ (وَيُسْتَبِيلُ كُوْمَانَغَى گَمْ) اُورَتَهْ دَلَلَ كَرَدَتْ كَيْ تَحْمِلَرِي جَنْدَ وَسَرِي قَوْمَ كَوْ (وَلَا تَصْرِهُ بِهَشِيشَيْنِ) اُورَتَمَ اسْ كَأَكْچَنْ نَبَشَتْ بِكَارَسْ كَوْ گَيْ (وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عَلِيهِ) اُورَاللَّهُ تَعَالَى هِرْجِيزَ پِرْ قَادِرَتْ بِهِ (الْأَنْظَرَيْنِ) أَكْرَمَتْ مَدَنَسْ كَرَوَ گَيْ اسْ كَأَسْ كَرَوَ گَيْ (فَلَمَّا نَصَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ) بِسْ تَعْتَقَنَ اللَّهُ تَعَالَى نَسْ اسْ كَيْ مَدَرَكِي بِهِ (إِذَا جَعَرَجَةَ الْأَنْبَيْنَ كَفَرُوا) جَبَ نَكَالَا اسْ كَوَانَ لَوْگُونَ نَسْ جَوْ كَافَرَتْ بِهِ (ثَانِيَ الْأَنْبَيْنِ) دَوْمِسْ سَدَرَتْ بِهِ (لَا إِذَا مَنَّا فِي الْعَالَمِ) جَسَ وَقَتَ كَوَهُ دَوْنُونَ غَارَتْ سَتَهِيَتْ بِهِ (لَا إِذَا قُولَّ أَصَاحِبِهِ) جَبَ كَهَا سَتَهِيَتْ بِهِ اپَنَے سَحَابِيَ كَوْ تَحْتَهُ (لَا إِذَا حَرَقَنَ إِنَّ اللَّهَ مَصَنَّعُهُ) تَعْمَلَنَسْ نَهْ بَوَبَتْ تَكَ اللَّهُ تَعَالَى هَارَتْ سَاتَهُتْ بِهِ (فَالَّذِي لَلَّهُ سَكَنَتْتَهُ) بِسْ نَازِلَ كَيْ اللَّهُ تَعَالَى نَسْ اپَنَیَتْ بِهِ (عَلَيْنَهُ) انْ پَرَ (وَآتَيْنَا كَمْ جُنُونَهُ) اُورَاللَّهُ تَعَالَى نَسْ انَّ كَيْ تَاسِيرَكِي ایَّيْ لَكْفُونَ كَيْ سَاتَهُ (هَلْمَنْ شَرُوْفَهَا) جَنَ كَوْتَمَ نَبَشَتْ دِيكَهَا (وَجَعَلَ كَلِمَةَ الْأَنْبَيْنَ كَفَرُوا الشَّفَلَ) اُورَكَرِيَالَلَّهُ تَعَالَى نَسْ لَوْگُونَ كَافِيلَهُ جَخْنُونَ نَسْ كَفَرَتْ كَيَا تَهَابَتْ (وَكَلِمَةُ الْوَهْنِ الْعَلِيِّ) اُورَاللَّهُ تَعَالَى كَافِيلَهُ غَالِبَ رَا (وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَلِيقِيْمِ) اُورَاللَّهُ تَعَالَى غَالِبَ بِهِ حَكْسَتَ وَالَّا بِهِ۔

چچے رکونَتْ مَنْ بَيْوَوَنَسَارِيَ کَيْ غَلَطَ عَقِيْدَتْ کَيْ ذَكَرَتْ تَهَا کَهِ (وَقَاتَتِ الْكَوَهُ بَحْرَيْزَ إِنَّ اللَّهَ بِهِ) اُورَكَبَرَوَنَسَنَے کَهِ عَزِيزَ بِاللَّهِ تَعَالَى کَيْ بَيْتَهِنْ (وَقَاتَتِ النَّمَاءِ الْجَنَّاءِ مَهَاجَنَ اللَّهُ بِهِ) اُورَنَصَرَلَیَ نَسْ کَهَا کَسَنَهِ بِاللَّهِ تَعَالَى کَيْ بَيْتَهِنْ۔

### غَرْدَهُ تَهَوكَ

آئِي سَلَلَ کَيْ رکونَتْ غَرْدَهُ سَبُوكَ کَيْ بَارَسَے مَيْں بَيْنِ۔ جَسَ کَيْ مَخْتَرَتْ ضَيْلَ يَبَيْے کَيْ مدِينَ طَيْبَهُ مَيْں بَيْوَدَیُونَ کَا ایَک نَهِيَ اُورِسَيِي پِيشَوَا تَهَا بِلَوْعَامِ رَاهِبَ بِرَا هُوشِيارَ اُورَ جَالَاكَ آدَيَ تَحَّـ۔ تَجَّـ کَلَ کَلَ بِلَهِرَوَدَلَ کَيْ طَرَحَ کَجَبُولَتْ ہَوَتَے ہُوَئَے گَيْ اپَنَے آپَ کَوَچَا ثَابَتَ کَرَتَے ہُيَں۔ ابِعَامِ رَاهِبِ اسلامَ کَا اُورَآنْجَضَرَتْ بِلَهِرَوَدَلَ کَسَخَتَ دَسَنَ تَحَّـ۔ بَدرَسَے لَے کَرَغَرَهُ بَهْدَنَ تَكَ کَنِ شَامَ لِرَاجِيُونَ مَيْں اسَ کَا تَحَّـ تَهَا۔ آکَے اسِ سَورَتَ مَيْں مَسْجِدَ ضَرَارَ کَازَ کَرَآئَے گَاوَهُ بَهْيَ ایَ کَی کَوَشُونَ سَے ہَيْ تَحَّـ۔ جَسَ وَقَتَ کَهِ مَكْرَسِقَ ہُوَکِي اُورَهُرَبَ کَاسَارَ اعْلَاقَ اسلامَ کَجَنْدَتْ سَلَے آگِيَاتَوَسَ کَوَبِيتَ مَيْں سَرَوْزَ اَخْدَهُ اسَ کَوَبِرَتِيَ تَكَلِيفَ ہُوَلَ یَرَوَمَ کَے بَادِشَاهَ ہِرَلَ رَوَمَ کَے پَاسَ روَتَهَا گِيَا اُرسَ کَوَبِرَتِيَ هُرَبَ کَيْ سَرَنَشَنَ پَرَ اَنْھُونَ نَسْ قَبَضَ کَرَلَا ہَيْ اُورَبَ وَهَ کَبَرَ ہَيْ بَيْ ہُمَنَ نَسْ دَهْمَ بَهِيَ قَبَضَ کَرَنَے اُورَبَهِ بَاتَ مَيْں نَسْ اپَنَے کَلَنَسَ سَے ہَنِیَ ہَيْ اُورَبَلَ رَوَمَ اسَ سَے پَسَے بَهِيَ بَهْجَوَهُ بَيْنِ مَسَلَانَوَرَ کَيْ چَکَاعَ اسَ نَسْ گَويَا هِرَبَهِ سَمَگَ پَرَتَلَ چَمَرا کَوَهُ تَمَ پَرَ حَمَلَ کَرَنَے وَالَّے لَيْسَ الْهَنَامَ اسَ کَا بَرَدَقَتَ دَفَاعَ کَرَدَ۔ اُورَجَسَ وَقَتَ کَسَ کَيْ کَيْ اَقْدَارَكَوَهُ

خطرہ لاجن ہوتو وہ پریشان ہوتا ہے اور اس کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔  
ہر قل روم نے اپنے کمانڈروں کے ساتھ مشورہ کیا تو انھوں نے چاہیے بالکل ٹھیک کہدا ہے اور کچھ باتیں تم پہلے بھی سن  
چکے ہو کر کہ وہ راجح چاہئیں پھر وہیں گئے لہذا ان کا علاج کرنہ چاہیے۔ چنانچہ اس نے ہجرت کے نویں سال رجب کے سینے میں  
لاکھوں کی تعداد میں اپنی فویس ہجور کے مقام پر پہنچا دیں۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر می تو آپ ﷺ نے اس کی تحقیق  
فرمائی۔ یہاں کہاں اپنے چھینٹ کی سرخیر پر تھیں تھیں کہ جب تک اس کی تحقیق نہ فرمائیے اور قرآن کریم کا بھی بھی حرم ہے کہ  
جب تمہارے پاس کوئی خر پہنچ 『فَتَبَيَّنَا』 تو تحقیق کر لیا کرو۔

تحقیق کے بعد حکومت ہوا کر اپنی فوجیں جوک کے مقام پر بھیگی گئی ہیں۔ ترکوں کے زمانے میں سودا یہ نے جب لاکن بیجا ہی تھی تو مدیریتی سے تبرک پندرہ حوالہ اٹھیں تھا اور ہمارے ہاں تو اٹھیں تربیت قریب ہیں وہاں آبادی نہ ہونے کی وجہ سے دور دور ہیں۔ تم پوس سمجھو کر پندرہ دن کی مسافت تھی لہاسا سفر چکا اور رخت گرمی کے دن تھا اسی سرفت میں آگے کا گمانناقوں نے ایک دسرے سے کیا ہے (اللہیم فاتی الحکم) ہذا گزی ہے ترجماً۔ اشتعلانی نے فرمایا (فُل شارجہم اَشْدَحَ حَرَّه) آپ کہہ دیں کہ جنم کی اگ بہت گرم ہے۔ پھر فصلہ کی ہوئی تھیں، سمجھو مر آئانے کا وقت تھا فصلوں کی سنائی کے وقت تصلی والوں کو فرماتے تھیں ہوتی۔ کہا وہ مشہور ہے کہ ان دونوں میں جاؤں کی، ان مرگی تھی تو شخص نے کہا تھا کہ اس کو بھڑو لے میں ڈال دو فصل سے فارغ ہونے کے بعد دفن کر لیں گے۔ یعنی وہ اچھے مصروف ہوتے ہیں۔ تو وہ موقع تھا نصل کی سنائی کا اس وجوہ سے پکھوگوں سے کمزوری سامنے آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تسبیح فرمائی اگر کم اپنے نبی کے ساتھ چہا میں شریک نہیں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ اس کی بڑا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں فرمادے گا۔

ارشادِ ربانی ہے (بَيْنَهُمَا الْأَنْتَهِيَّةُ أَمْ أَنْتُوا) اے دلوگو! جو ایمان لائے ہو (فَالْأَنْتَهِيَّةُ تَحْسِينٌ كَيْا ہو گیا ہے؟ (إذ أَعْقِلُ  
لَهُمْ) جب تحسین کہا جاتا ہے (الْمُهُدُّدُ إِذْ سَمِّيَ اللَّوْبَنَهُ كَوْجَ كَرْ وَالْمُعْتَالُ كَرَاسَتَهُ كَرَاسَتَهُ مِنْ مِنْ)  
اوے جاتے ہو زمین کی طرف، بوچھاں، کر زمین پر گر پڑتے ہوں (لَيْتَ زمِينَ سَعَى جَهْتَ كَرْ جَاهَتْ هُو)۔ ہمارا خوبیتم بالکلیوڑ  
الْكَلِيَّاَهُ کیا تم راضی ہو پچکے ہو دنیا کی زندگی پر (مِنَ الْأَخْرَى) آخرت کے مقابلہ میں (فَنَسَأَلَنَا الْمُغَبِّرُ وَالثَّابِيُّ الْأَخْرَى إِلَّا  
فَيَقُولُونَهُمْ نَهْنَسْ ہے قامہ دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا۔ آخرت کی زندگی نہ ختم ہونے والی ہے، آج  
ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ دنیا کی زندگی کتنی ہے؟ دس سال، تیس سال، چالیس سال، پچاس سال، سو سال، پانچ سو سال  
با آن ختم ہونے والی ہے۔

تو یہ آخرت کے مقابلے میں بیچے ہے تم اس زندگی پر راضی ہو چکے ہو اور آخرت کو نظر انداز کر رہے ہو (الاٹھنی فاہد) اگر تم کوچ نہیں کرو گے (فیض اللہ علیہ السلام) ایسا نہیں کہ تم اسے گاردن ناک سزا ہو ویسٹرنیوں کو تماعینہ نہیں کرو گے اور تمہیں کر دے گا تمہاری جگہ دوسرا فہم کو۔ یہ سمجھو کر تم ہی موالی تعالیٰ قدر مطلق ہے وہ دین حق اور تو زیدی کی امداد کے لیے کوئی اور قوم

لے گا جو دین حق کی ادا کرے گل ﴿وَلَا تَتَمَرَّدُ فَإِنَّمَا يَعْمَلُونَ﴾ اور تم اس کا کچھ بھی سکوئے۔ اور اگر ۰۰۰ ضمیر کا مرتع آنحضرت سلطنتی نہ کو بنایا جائے تو پھر مطلب یہ ہو گا اگر تم جہار کے لیے نہیں بلکہ تو چشمہ کا کچھ بھی سکوئے اللہ تعالیٰ ان کے اندادی اور بنادیساً کے ﴿وَإِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تو جن لوگوں نے غزوہ تہوک کے موقع پر کچھ سستی و کھلائی تھی کہ نصی کی کثی کا موسم تھا، سفر ربانی، گرفتاری کا موسم تھا ان کو اللہ تعالیٰ نے تعبیر فرمائی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِنَّمَا يَمْرُدُ الظَّاهِرُ إِنَّمَا يَمْرُدُ الظَّاهِرُ﴾ اگر تم مد نہیں کرو گے اس کے رسول ﷺ کی پیش تھیں اس کی مدد کے ﴿إِذَا خَوَجَهُ الظَّاهِرُ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِ إِنَّمَا يَمْرُدُ الظَّاهِرُ﴾ جب تک اس کو ان لوگوں نے جکافر تھے ﴿ثَانِيَ شَيْئَنَ﴾ دو میں سے دوسرے تھے ﴿إِذَا فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِ إِنَّمَا يَمْرُدُ الظَّاهِرُ﴾ جس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔ تو اس پارے میں اس کی تفصیل سن چکے ہو۔

### دارالمسنودہ میں مشرکین مکمل یہٹنگ

قریش مکمل آنحضرت سلطنتی کے خلاف دارالشکوٰۃ میں اکٹھے ہوئے اس وقت یہ جگہ مسجدِ م میں شامل ہو گئی ہے۔ اس مسجدے کے لیے ہر قبیلے کے ایک آدمی کو دعوت تھی اور مدغوبین کے علاوہ کسی اور کو اندر جانے کی اجازت جیسی تھی۔ دروازے پر ہر سے دارالخلافہ کی ایک کوئی غیر معقولة آدمی داخل نہ ہو سکے دا گیں جن کے نام مدغوبین میں شامل ہیں۔

چنانچہ وہ لوگ آئے دروازہ بند ہونے والا تھا ایک نادقاف آدمی بزرگانہ ٹکل میں آیا اور کہنے گا کہ میں نے بھی اس یہٹنگ میں شریک ہوتا ہے۔ پھر سے دارے پوچھا کر تو ہاں سے آیا ہے؟ کہنے لگا مجہد سے آیا ہوں چوکی دارے اور جا کر بتا یہ کہ ایک مسز زورہ حاجد سے آیا ہے اور اندر آنا چاہتا ہے۔ مجلس والوں نے کہا کہ آئے دو کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ یہ الحرج کر جائے گیا۔

ابو جہل نے اٹھ کر کہا کہ والوں میں علم معلوم ہے کہ محمد ﷺ کا معاملہ روز بروز دن بدن بڑھتا چاہرہ ہے۔ اس کا کلمہ پڑھتے والوں کو تم نے مارا ہے، شہید کیا ہے، مردوں کی بھی اور عورتوں کی بھی مگر اس کے ساتھیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور پڑھتے تو جاہر ہے میں اگر معلم اسی طرح رہا تو تمہارے سارے پنج گمراہ ہو جائیں گے اور تمہارے باپ وادا کا دین مست جائے گا۔ لہذا آج کی مجلس میں آخری قیصلہ کر کے اٹھنا ہے۔ یہ رائے جب سامنے آئی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ اس کو نظر بند کر دیا جائے تاگوں اس کو بھی اور سوہنہ کو بھی۔ چنانہ ہیوں نے ان کی رائے کی تائید کی کہ یہی طبک کہہ رہے ہیں ایسا کہ لو اور دنیا میں ملک سے ملک بات کی تائید کرنے والے بھی موجود ہوتے ہیں۔ ان کی رائے کے بعد ابو جہل اور کہنے کا من جھٹ المُحَاجَّات فَقَدْ خَلَقْتَ بِهِ اللَّهُ أَكْبَرُ "تجھیہ شدہ بات کا تجھیہ کرنا دلوں کا کام ہے۔" تین ممالیم نے اس کو شعب ابی طالب میں بذرکا بتاؤ ان تین سالوں میں اسلام کم ہوا یا زیاد ہوا ہے؟ کہنے لگے طبک ہے، ہم اپنے الفاظ و ایس لیتے ہیں۔ اور چند لوگ کھڑے ہو

کر کہنے لگے کہ اس کو جلاوطن کر دو۔ تم اس کو دیکھو گے نہ یہ تم کو دیکھے گا۔ ان کی بھی کچھ وو گوں نے کھڑے ہو کر تائیپی کی کریٹریکریکی کہد رہے ہیں۔ ابو جمل بنے کھڑے ہو کر کہ تم عجیب لوگ ہو کیسی ہت کر رہے ہو؟ تم معلوم ہے کہ اس کی زبان کتنی بیٹھی ہے کہ ہماری اس شدید بخلاقت کے باوجود اور کاوش زدنے کے پروگرام میں کوئی فرق نہیں آیا اور سچی اس کے بڑھتے جا رہے ہیں۔ جب یہ کسی بخی جگہ جائے گا تو اس کا مقابلہ کون کرے گا وہاں یہ دونوں میں فوج بننے لے گا اور تم پر حملہ کر کے تمیں پکل کر کہ دے گا کچھ سوچ کبھی کہا بات کرو۔ ان لوگوں نے بھی کہ کہم اپنی جو زیدا بیس لیچے ہیں۔ ابو جمل نے کہا کہاب آخری بات بتاؤ۔ لوگوں نے کہا پھر بیکی ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ وہ مجدی بہادر صلی میں شیطان میں تھا کہنے والا یہ بات بڑی اچھی ہے مگر قتل اس صریح کردہ ہبرادری کا ایک یک آدمی اس کے قتل میں شریک ہوتا کہ بنہاشم انتقام نہ لے سکتیں اور دیت دینا آسان ہو۔

### اجربت مدینہ

چہرٹل بیہقی تعریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سارے مشوروں کی احلاع دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلی چوہنگوں میں جا کر بیٹھ گئے۔ جمل شور کہ مکرمے جنوب شرق کی طرف کافی بلند پہاڑ ہے۔ سچھے یاد ہے کہ میں پونے دلخنوں میں غار تک پہنچتا تھا کھڑے ہوئے کی جگہ نہیں تھی بیٹھ کر میں نے دلخی پڑھتے۔ کافر دوں کو جب پا چلا دوہا تھے نکل گئے ہیں تو ان میں کھلی بیچی کھو جوں کو بدل دیا سراغ لگانے کے لیے کوئی ادھر بجا گا کوئی ادھر بھاگا بڑ کھوئی تھی تو ان کو لے کر غار کے منہ پر بیٹھ گئی اور کہنے لگا یہاں تک ان کا نشان پہنچا ہے۔ ادھر یہاں کے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکابر میانہو غار کے اندر چل گئے تو غار کے منہ پر بکڑی نے جال بیٹی دیا اور اس پر جمل کی بوڑوں نے گھولساتی رکر کے انڈے دے دیئے۔ جب یہ چیز دیکھی تو شرکیں نے کھوئی کی بات پر اعتبار کیا۔ ورکہنے لگئے جو جلال الدین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش سے بھی پہلے کام معلوم ہوتا ہے وہ اسی نر میں کہڑے جاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو بکڑی کے چلے سے قلتے کام لے لے۔ غار کے اندر سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہر بیٹھو نے شرکیں کے پاؤں دیکھے تو آپ بیٹھو کو سخت پریشانی ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اگر یہ لوگ اپنے پاؤں کی طرف جلک کر دیکھیں تو ہمیں پا لیں گے۔ اس موقع کا ذکر ہے ﴿إِذْ يَقُولُ لِهَا جِهَنَّمُ لَا تَخْرُنْ إِنَّ اللَّهَ عَمَّا يَعْمَلُ يَعْلَمُ﴾ جب ہمارا نے اپنے صحابی کو تو فرمایا کہ ربے جلک انتقال ہو رے ساتھ ہے۔

### صلی اللہ علیہ وسلم اکابر میانہ کی صحابیت کا انکار ہے یا

مسنون کرام محدثین نے فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوتا نص سے ثابت ہے۔ بزرگوں میں ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا انکار کرتا ہے وہ تہ آن کا مکر ہے۔ اور یہاں علم یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ سب سے بڑا کافر ہی ابو بکر ہے (سماں اللہ تعالیٰ)۔ میں نے کشف الاسرار میں لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن پاک کا پہلا مکر

ابو بکر ہے اور دوسرا نبی پرتر آن کا مسکر، طہارہ زندگی میر قہا (بیان)۔ بڑے جھوٹ کی بات ہے کہ یہ بات جب حکومت کے سامنے آئی تھیں تو ان کے کافوں پر جوں بھی نہیں رکھتی۔ اتنا حکومت دوسروں کو بچتی ہے کہ تم نے یہ جو اے ظاہر کر کے تو ہیں کی ہے۔ تو ہیں تو انہوں نے کی ہے جھوٹ نے یہ کہا ہیں کہیں اور شہین کہ فرقہ آن کا مسکر لکھنے سے بڑی توہین اور کیا ہے؟ ان کا ہیں پر یا بدی کیوں نہیں لکھتا ہے؟ بے شک سپاہ صحابہ کے ساتھی چد باتیں جذبات میں غلوتیں کرنا چاہیے مگر وہ مجبور ہیں جب وہ حالات دیکھتے ہیں کہ یک طرف کارروائی اور ہی ہے تو ان کے جذبات ابھرتے ہیں۔

**﴿فَالْيَوْمَ يُبَطِّلُونَ مَا كَسَبُوا هُنَّ الظَّالِمُونَ﴾** پس نازل کی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی ان پر۔ آپ سلطنتیہ پر اور ابو بکر صدیق بن میم خوش پر بھی **﴿وَإِنَّهُمْ بِمَا يُحِبُّونَ لَشَوَّهُونَ﴾** اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کی ویسے انکروں کے ساتھ جس کو تم نے نہیں دیکھا۔ فرشتوں کا عکس اُتراء جو نظر نہیں آیا لیکن اس کے آترے کے بعد کافروں کے دلوں میں رعب پیدا ہو گیا اور اپنے کھوچی کو دانتا اور کھنے لے گئی میں داری گئی ہے، وغیرہ کے اندر جاتے تو یہ اندھے ضرور تو ہے تو نے خواہ تجوہ اسی میں تھکاری ہیں اور ما یوں ہو کر اپس پلے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی حادثت فرمائی۔

**﴿وَجَعَلَ كُلِّيَّةَ الْأَنْبِيَاءَ كُفَّارًا الشُّفَلَ﴾** اور کردار اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا فیصلہ جھوٹ نے کفر کیا تھا پس اور ناکام۔ ان کا فیصلہ یہ تھا کہ معاذ اللہ آپ سلطنتیہ کو شہید کر دیتے ہیں لیکن وہ شہید نہ کر سکے **﴿وَكُلِّيَّةَ مُشَاهِدِيْنَ الْعَلِيِّيَّةِ﴾** اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی غالب ہے۔ کہ آنحضرت سلطنتیہ کی جان محفوظ رہی، حضرت ابو بکر صدیق بن میم کی جان محفوظ رہی اور تم راتیں اسرا تین دن غار ثور میں رہنے کے بعد منزل بہ منزل جل کر دینہ سورہ محلہ قیامت پہنچ۔ چودہ دن وہاں رہنے پر بھر مددیہ سورہ تشریف لے گئے **﴿وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾** اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، حکمت والا ہے۔ تو اے لوگو! اگر تم اس وقت آپ سلطنتیہ کی مدد نہیں کر دے تو اللہ تعالیٰ اپنے بیغیر کی مدد کے گا جس نے اس موقع پر آپ سلطنتیہ کی مدد کی۔

### مدد و مدد

**﴿إِنَّفِرُوا خِلْقَانَا وَ إِيقْلَالَا﴾** کوچ کرو بلکے ہونے کی حالت میں اور بوجھل ہونے کی حالت میں **﴿وَجَاهِدُوا** بامداد الکم و آفسنگہ اور چادر کر اپنے ماں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ **﴿فِي سَيِّئِنَ اللَّهُ هُوَ اللَّهُ الْعَالِمُ** کے راستے میں **﴿ذَلِكُمْ خَدْرُوكُمْ﴾** میں تمہارے لیے بہتر ہے **﴿إِنْ كُلُّكُمْ تَعْلَمُونَ﴾** اگر تم جانتے ہو تو کان عرصاً غیرہماں ہے اگر ہوتا سامان قریب **﴿وَسَلِّمُوا إِلَيْهَا﴾** اور سفر در میانہ **﴿لَا تَبْعُدُوكُمْ﴾** البتہ یہ ضرور تمہلی کی ہو گئی کرتے **﴿وَلَا يَنْبَذِ عَلَيْهِمْ لَكَلَّةُ﴾** اور لیکن بعدی ہو گئی ان پر مسافت **﴿وَسَيَخْلُقُونَ بِاللَّهِ هُوَ الْعَزِيزُ﴾** اور عذریب = تمہارے ساتھ **﴿لَكَلَّةُ﴾** اگر ہم طاقت رکھتے **﴿لَكَلَّةُ﴾** تو البتہ ضرور لکھنے تمہارے ساتھ گے اللہ کے نام کی **﴿لَكَلَّةُ﴾** اگر ہم طاقت رکھتے **﴿لَكَلَّةُ﴾** تو البتہ ضرور لکھنے

اللہ تعالیٰ جانتا ہے بے شک یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں ﴿لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَىٰ هُنَّاٰكُمْ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ لَنْ يَعْلَمْ لَنْكُمْ إِنَّمَاٰ تَعْلَمُ لَنْكُمْ إِنَّمَاٰ تَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾ آپ نے کیوں جائز دی ان کو ﴿إِنَّمَاٰ تَعْلَمُ لَنْكُمْ إِنَّمَاٰ تَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾ یہاں تک کہ واضح ہو جاتے آپ کے لیے ﴿إِنَّمَاٰ تَعْلَمُ صَدَقَوْا﴾ دلوگ جس پر ہیں ﴿وَتَعْلَمُ الْكُفَّارُ هُنَّاٰكُمْ إِنَّمَاٰ تَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾ اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو ﴿لَا يَعْلَمُونَ ذُنُوكُهُمْ﴾ نہیں رخصت طلب کرتے آپ سے ﴿إِنَّمَاٰ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمَ الْآخِرِ﴾ وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ﴿أَنَّ يُعَذَّبُ مَنْ أَنْهَا مَوْلَاهُمْ وَأَنْفَلُهُمْ﴾ اس بات کی کہود جہاد کریں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ ﴿لَهُوَ اللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا تَفْعَلُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ خوب جانے والا ہے پر ایزگاروں کو۔ پچھلے درس میں نے بیان کیا تھا کہ آسے سلسلہ کئی رکوع خروجہ توک کے بارے میں باز ہوئے ہیں۔ جوک سودی عرب میں ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تقریباً آٹھ سو [۸۰۰] کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ توک کے مقام پر آج کل امریکہ کی نوچیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان کو شہزادوں نے اپنے تحفظ کے لیے بھیجا ہوا ہے کہ امریکہ نے ان کے داغوں پر یہ ہو اسوار کی ہوا ہے کہ اگر ہماری نوچیں نہیں ہوں گی تو تمہیں کویت کھا جائے گا، عراق کھا جائے گا اور ان کا سارا خرچ سعودیہ برداشت کرتا ہے۔ حالانکہ ان کی نوجوان کو سڑیں عرب میں رکھنا آنحضرت ﴿لَهُوَ اللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا تَفْعَلُونَ﴾ کے صریح ارشاد کے ظلاف ہے۔

آنحضرت ﴿لَهُوَ اللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا تَفْعَلُونَ﴾ نے فرمایا ﴿إِنَّمَاٰ يُؤْمِنُونَ ذُنُوكُهُمْ وَأَنَّمَاٰ يَرْجِعُونَ إِلَيْهِمْ﴾ یہود و نصاریٰ کو عرب کی سر زمین سے نال و دو۔ یہ آپ ﴿لَهُوَ اللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا تَفْعَلُونَ﴾ کی وفات ہوئی ہے۔ اور آپ ﴿لَهُوَ اللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا تَفْعَلُونَ﴾ نے یہی فرمایا کہ ان عنشت اگر آئندہ سال تک میں زندہ رہا تو کوئی یہودی اور نیسیٰ کی بیان نہیں رہے دوں گا عرب میں صرف مسلمان رہیں گے۔ لئے صاف اور صریح حکم ہے لیکن سعودی شہزادے اپنے دفاع کے لیے اس کی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اپنے ذاتی تحفظ کے لیے تو اتنا کچھ کر رہے ہیں اور دھر کوڈ میں مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہے خدا کی پناہ پوری نہیں آتیں اور جو آئی ہیں وہ انسان کے دل کو ہلا دیتی ہیں۔

کسو، یو گوملا و یہ کی ایک ریاست ہے وہاں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ہیں ان کو وہاں سے کافی نکل کی کوشش کی گئی چار اکھے قریب مسلمان بے دردی کے سر جھشید کر دیئے، کچھ نکال دیئے ہیں اور باقیوں کے پیچے پڑے ہوئے ہیں۔ یہیں تم مسلمان حکومتوں کے سر برہا گئے، انہی ہے بننے ہوئے ہیں۔ ہر دوے ذریعہ اعظم صاحب ٹھیکوں سے مٹی جمازنے کے لیے کئے تھے جس طرح احمد اور ہوئی چاہیے اس طرح نہیں ہوئی۔ حقیقت میں مسلمان ملک خاموش تماشائی بننے ہوئے ہیں اور اپنے مزے اور عیش میں ہیں۔ حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے ”مسلمان کی مثال ایسے ہے جیسے انسان کے اعضاء ہوتے ہیں ایک عضو کو تکلیف ہو تو باتی سارے اعضاء بے قرار ہو جاتے ہیں۔“ ایسا نہیں کہ آنکہ کو درد ہو تو دسرے اعضاء کہیں کہ ہمیں سیا کان میں درد ہو، دانت میں درد ہو، جسم کے کسی بھی حصہ میں تکلیف ہو تو سارے اعضاء کے لیے بے قرار ہو جاتے ہیں مگر آج ہم اتنے بے حس

ہو پچھے ہیں کہ اس درد سے غافل ہیں۔

تو خیر توک کے مقام پر ہر قل روم کی خوبیں پہنچ گئیں تو آنحضرت مصلحتیہ نے وہاں پہنچنے کا اعلان فرمادیا۔ اور کل میں نے بیان کیا تھا کہ گرم کا موسم تھا جیسے بہاں جو الٰٰ کے میں میں ہوئی ہوئی ہے۔ فصلیں کبی ہوئی تھیں، گندم، جوہر، سُکھوریں، وغیرہ اور سفر بھی لمبا تھا سواریوں کی کی تھی۔ وہ آدمیوں کے لیے ایک ایک سواری تھی ایسے آدمی ایک سیل سوار ہوتا پھر دوسرا پھر تیسرا یوں سمجھو سارے اسٹریٹی چیزیں تھیں۔ مخلص ساتھ رہے اور مناقوں نے جان پھرانے کے لیے خوب بہانے بنائے۔ بڑے مکار تھے وہ جسے تھے کہ مقابلہ دویسوں کے ساتھ ہے وہاں سے کچھ فیضت ملے کی تھیں تو قع نہیں تھی۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّهُ زَانَهُمْ دَعْوَاتُ الْأَوَّلِ﴾ کوئی کرو بلکہ ہونے کی حالت میں اور بچھل ہونے کی دلت میں۔

بلکہ پچھلے ہونے کی صحتی ہے؟ تو اس کی تفسیر یہ ہے کہ تم غریب ہو تو ہمارے پاس زیادہ سامان نہیں ہے پھر بھی جاؤ۔ غریب آدمی کا کیا ہے چادر، کندھے پرڈا، ٹلوار سیدھی اسی پکڑی اور جل پڑا۔ اور تفسیر بھی کرتے ہیں کہ اس نے تند رست ہوتا اس کا جہن بلکہ چکا ہوتا ہے۔ اور بھول کا سختی ہے کہ اسی مردوں کا اسی آدمی اپنی سہولت کے لیے سامان رکھ کر بچھل ہو جاتا ہے اور ایک سختی یہ ہے کہ بیمار ہو تو بیمار یوں کبی وجہ سے بدن پہنچل ہو جاتا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ غریب ہو یا اسی ہو تو تند رست ہو یا بیمار ہو گرائیں یا اسی کہ جس کے ساتھ سفر کر سکتے ہو تو کوچ کرو۔

**﴿وَزَجَاهُنَا بِأَنَّا لَمْ وَأَنْقُلْنَا﴾** اور جہاد کرو اپنے والوں کے ساتھ اور اپنی جانوں سے ساتھ ہوئی تھی سیمیل انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿وَذَلِكَمْ خَيْرٌ لَّمَّا كُلَّتِ شَعْلَوْنَ﴾ میں تمہارے لیے بھر جانے ہو۔ کہ جب آنکھیں بند ہو جائیں گی تب بڑنے کا معاملہ ہو گا، جدت دوزخ کی منزل آئی ہے اس وقت ان چیزوں کے در بیج کا باتا پڑے گا کہ کتنا ہے۔ فرمایا ﴿لَكُمْ كَعْرَضًا قَرِيبًا﴾ اگر ہوتا سامان قریب۔ کہ ان کا خیال ہوتا کہ اسیں وہاں سامان ملے گا مار غیبت کا ﴿وَسَفَرٌ أَقْاصِدًا﴾ اور سفر ہوتا دیسانہ ﴿لَا يَبْثُونَ﴾ البدیل یہ ضرور تمہاری جیزوی کرتے جان چانے والے منافق ہو تو لذکر بعدت علیہم المفتکہ اور لیکن بعد ہو گئی ان پر مسافت۔ **شَفَةٌ** کا سختی ہے سافت، کہ مسافت لک ہے، دویسوں کے ساتھ مقابلہ ہے، پکھہ ملنے کی اسید نہیں ہے۔ آگے اسی سورت میں آئے گا ﴿لَا تَتَقْرِبُوا إِلَى الْحَرَقِ﴾ منافقوں نے یہ دسرے سے کبی بڑی گری بے دجالا۔

**﴿وَنَسِيجُهُنَّ بِالنَّوْبِ﴾** اور غریب یہ قسمیں اخواکیں گے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جب تم واپس آؤ گے ہے تو اس تھنکناہے اگر ہم طاقت رکھتے ہیں ﴿لَمَخْرَجَنَا مَعَلَمٌ﴾ تو البتہ ہم ضرور لٹکتے تمہارے ساتھ لیکن ہم مجدر تھے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَمَنْ يَنْهَا كُنَّ﴾ اللشہم ہے یہ بلاس کرتے ہیں اپنی جانوں کو جھوٹ بول کر ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَلَّدُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہے کہ بے شک یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کا کوئی عذر نہیں تھا سو اس کے کمری تھی، سفر لامحاوہاں سے کچھ ملنے کی قع نہیں تھی۔

### غزوہ توک کا سفر اور منافقین کی چالاکیاں یا

بعض منافق بڑے بو شمار تھے جب غریر وغیرہ ہوئے لگا تو آپ ﴿وَنَذِلَّهُمْ﴾ کے پاس پہنچ گئے۔ کسی نے کہا حضرت امیر ق

مال پیر ہے اور بالکل قریب المرگ سے اودیرا کوئی بھی نہیں کہ سو کوہن تی کر دے۔ حضرت اُبیر کھودنی ہے، کھن کا انعام کرنا ہے، یہ بھروسی ہے درست میں تو بالکل تیار رہا۔ آپ سنتیجہ نے فرمایا اپنا جھے جھٹی ہے۔ ایک اور آیاں نے تلاحت اسے افغان جو کام کرتا تھا جاگ گیا ہے (اور خود بھکار کے آیا) بکریوں بھیڑیں ہیں، اونٹیں ہیں، اصل کی سوتی کرنی ہے کوئی اور آدمی نہیں ہے اگر میں چلا گیا تو چاہ تو رہ جو رہ میں گے ورکھتی ہو جاتے گی۔ آپ علی ہمیں ہے وہ جھے بھی جھٹی ہے۔ اس قسم سے بہاتے بہاتے رہے اور آپ نے اجازت دیتے رہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے سینتیہ کو تحریر فرمائی ہے ﴿عَلَيْهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾۔ آپ کو معاف کر دیا ہے ﴿إِنَّمَا أَنْذَلْنَاكُمْ هُنَّا مُؤْمِنُونَ بِالْآيٰتِ الْأُخْرَى﴾ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آنحضرت کے دن پر ﴿إِنَّمَا أَنْذَلْنَا إِلَيْكُمْ ذِي الْقُرْبَاءِ﴾ اس بات کی کروہ جادو کریں اچے الولے ساتھ اور ایسی جانوں کے ساتھ۔ مخلصوں میں سے کسی نے اجازت نہیں مالی چبے وہ آسانی میں تھے یا تنگی میں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ نے ﴿وَتَلَمَّلَ الْكَلْبُ لِيَنْتَهِ﴾ اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو۔ کہ انہوں نے جو ہی نہیں تھا سی بھی قیمت پر۔ اب انہوں نے آپ سے سینتیہ کی اجازت کو سہارا بنا لیا ہے کہ حضرت نے اجازت دی تھی اس لیے نہیں گئے۔ یہ ان کے ہاتھ سندھ آگئی۔

**﴿لَلَّٰهُ يَسْمَعُ مَا تَفْعَلُونَ﴾** نہیں اجازت طلب کرنے آپ سے ﴿لَلَّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَنْهَا وَالْيَوْمَ الْآخِرُ﴾ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آنحضرت کے دن پر ﴿لَنْ يُنْهَا هُنْدُدًا يَأْتُو الْهُمَّ فَلَا تُنْهِيْهُمْ﴾ اس بات کی کروہ جادو کریں اچے الولے ساتھ۔ مخلصوں میں سے کسی نے اجازت نہیں مالی چبے وہ آسانی میں تھے یا تنگی میں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ نے ﴿لَلَّٰهُ يَعْلَمُ كَا سَاحَدَرْ يَا اور جھوٹے من نقوٹوں نے تکلف بہاتے بنا کر اپنی جان پھرائی۔ سو اے چند من نقوٹوں کے جو آپ سینتیہ ملے ساتھ گئے جن کی تعداد کوئی دس بیڑاتا ہے، کوئی بارہ اور کوئی چودہ بیڑاتا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی منافق اس سفر میں شریک نہیں ہوا۔ آئے ذکر آئے گا کہ اس سفر میں ایسے حالات بھی پیش آئے کہ کچھ ساتھی پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گزپڑے۔ آزادی گئی ہل متعکفہ میں مقام کسی کے پاس کچھ بانی سے۔ کسی کے پاس پانی نہ ملا۔ داسیں باسیں دوڑے شاید کہیں سے پانی مل جائے، جب نہ ملاؤ ذہن میں یہ بات آئی کہ اجازت ذرع کرو اس کی او جھڑی سے پانی پھوڑ کر ان لوگوں کے مدرس میں دا لوکلن کل جائیں فوج جائیں۔

بھروسی کی حالت میں شریعت ان چیزوں کی اجازت دیتی ہے۔ شراب حرام ہے، مراد حرام ہے، خمر حرام ہے لیکن قرآن پاک میں فتن اضطرار کا اثنی سو جو دہے کہ اگر کوئی شخص اتنا بھروسی ہے کہ ان کے کھانے پیجے بغیر جان نہیں فیکن تو ان کو کھانی کر جان بچا لے ﴿عَذَابٌ بَارِزٌ لَا غَاءٌ﴾ نہ لذت تلاش کرنے والا ہو کہ ان کا خڑہ کیسا ہوتا ہے اور نہ ضرورت سے زیادہ کھائے۔ اگر ایسی بھروسی کی حالت میں ان کو کھانے کا نہیں، پیجے گا نہیں اور مر جائے تو گھنہار موت مرے گا کیونکہ رب تعالیٰ نے اس کو اجازت دی ہے اور رب تعالیٰ کی اجازت کو نہ مانا بھی گناہ ہے ﴿لَهُ الْحُكْمُ إِلَيْهِ الْمُشْفِقُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ خوب جانے والا ہے پھر بیزگاروں کو۔ درست ان لوگوں نے چمنی، اگر ہے وہ منافت بے ایمان ہے۔

﴿إِنَّا يَسْتَأْذِنُكُمْ﴾ پختہ بات ہے آپ سے اجازت مانگتے ہیں ﴿إِنَّ الَّذِينَ﴾ وہ لوگ ﴿لَا يَرْجِعُ صَنْوَنَ بِإِلَهٍ وَالْيَوْمَ بِالْآخِرِ﴾ جو نہیں ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ﴿وَإِنَّا بَشَّرْتُ قَوْنِيهِمْ﴾ اور شک میں پڑے ہوئے ہیں دل ان کے ﴿فَقُمْ فِي سَبِيلِهِمْ يَمْرَدُونَ﴾ جس وہاپنے شک میں ہی متددیں ﴿وَتَوَآتَهُمُ الْحُرَادِجَ﴾ اور اگر وہ ارادہ کرتے تھے کہ جہاد کے لیے ﴿لَا عَذَابُ اللَّهِ عَذَابٌ﴾ تو خود تیار کرتے اس کے لیے سامان ﴿وَلِكُنْ كُرْفَاهَةً أَنْجَعَتْهُمْ﴾ اور یہیں اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ان کا انھ کھرا ہوا ہے ﴿فَكَلَمْبُمْ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو روک ریا ﴿وَقَتَلَنَ أَعْذَابًا مِّنَ الظَّيْرِينَ﴾ اور کہا گیا (تکوین) بیٹھ جاؤ تم بیٹھے والوں کے ساتھ ﴿لَا خَرْجُوا فِي ظُلْمٍ﴾ اور اگر وہ تھے تمہارے درمیان ﴿مَا زَادُكُمْ إِلَّا لَهُ﴾ تو شریڈا کرتے تمہارے لیے مگر فاد ﴿لَا أَوْضَعُوا خَلْلَكُمْ﴾ اور البتہ شرارب کے گھوڑے دوڑاتے تمہارے درمیان ﴿يَعْلَمُونَ ثُمَّ الْفَتَنَةَ﴾ اور حلاش کرتے تمہارے لیے فتنہ ﴿وَلَمْ يَلْمِمْ سَعْوَنَ لَهُمْ﴾ اور تمہارے اندر ان کی باشی سنتے والے ہیں ﴿وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ﴾ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو ﴿لَقَدْ أَبَغَوا لِفَتَنَةً مِّنْ قَبْلِهِ﴾ البتہ تحقیق وہ حلاش کرچے ہیں فتنے کو اس سے پہلے ﴿وَقَلَّوْا إِنَّ الْأَخْوَنَ﴾ اور ایک دیا آنھوں نے معاملات کو آپ کے سامنے ﴿أَخْنَى جَاءَ الْحَقُّ﴾ یہاں تک کہ حق آگیا ﴿لَهُمْ لَهُمْ أَمْرُ الْفَلَوْنَ﴾ اور طاہر ہو گی اللہ تعالیٰ کا حکم ﴿وَقُمْ مُكْرِهُونَ﴾ اور وہ ناپسند کرتے تھے۔

### ماہی سے ربط

بچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا شیوه بیان فرمایا کہ وہ اپنے ماں اور جان کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور ان معاملے میں وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ملائیکم سے رخصت طلب کریں کرتے انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو بھی تکمیل پہنچا سے وہ برداشت کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف منافقوں کا حوصلہ یہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّا يَسْتَأْذِنُكُمْ إِنَّ الَّذِينَ﴾ پختہ بات ہے آپ سے اجازت مانگتے ہیں جہاد پر شجاعت کی وہ لوگ ﴿لَا يَرْجِعُ صَنْوَنَ بِإِلَهٍ وَالْيَوْمَ بِالْآخِرِ﴾ جو نہیں ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر۔ ناکا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور ستر خرت پر ان کا ایمان ہے ﴿وَإِنَّا بَشَّرْتُ قَوْنِيهِمْ﴾ اور شک میں پڑے ہوئے ہیں دس ن کے اسلام کے بارے میں ﴿فَقُمْ فِي سَبِيلِهِمْ يَمْرَدُونَ﴾ جس وہاپنے شک میں ہی متددیں۔ ان کے دل ایمان والے نہیں ہیں اس لیے کہی کوئی بہانہ بناتے ہیں اور کہی کوئی بہانہ بناتے ہیں۔ فرمایا ہم ایک نشانی بتاریجے ہیں ان کے جھوٹے ہونے کی وجہ کے سمجھرتے ہیں جو کسی سفر پر وہاگی سے چند دن قبل اعلان فرمایا کہ ہم نے اس طرح جوکہ اسے مقام پر پہنچا ہے۔ اپنا ایمان تیار کرلو، اپنے لیے گھوڑے، تھج، اوثت وغیرہ سواریوں کا انتظام کرو اور جو کچھ تمہارے پاس اسلی ہے گواریں، نیزے، تیرکان وغیرہ کا سامان کرو۔ آپ ملائیکہ نے یہ اعلان نہر کے بعد فرمایا کہ میری بات سن کر جاؤ۔

سب لوگ نمازی تھے ہر ایک کی خواہش ہوتی تھی کہ مسجد بنویں میں آپ ﷺ اقتداء میں نماز پڑھئے۔ ان زمانے میں اس بات کا تصویر بھی نہیں ہوتا تھا کہ مسلمان ہو، مخدود رکھیں ہو اور مسجد میں حاضر نہ ہو۔ ازان کے ساتھ ہی مسجد میں بھروسی تھیں۔ تو آپ ﷺ نے نماز کے بعد اعلان فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ میرا اعلان جیسا تک پہنچائے ہو پہنچا۔ مدینہ طیبیہ اور اردوگی آبادیوں کا کوئی شخص اسیں ہو گا جس تک یہ جب دکا اعلان نہ پہنچا ہو۔ اور عین جب جانے کا وقت ہوا تو یہ منافق آگے اور مختلف بہانے بنا کر اجازت طلب کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَوْلَا أَنَّهُ دُلْمَعْدُوٌ لَّهُ مُعْذَّبٌ﴾ اور اگر وہ ارادہ کرتے تکنے کا جہاد کے لیے ﴿لَا غُلَامَةُ اللَّهُ مُعَذَّبٌ﴾ تو ضرور پر کرتے اس کے لیے اپنا سامان۔ سفر کے لیے جو سامان تیر کرنا تھا وہ تو کی نہیں اور ماں بیمار ہے، مرنے والی ہے اور کسی نے کہا کہ میرا کام کرنے والا کوئی نہیں، بہانے بنا کر رخصت حدب کرنے کے لیے آگے ہیں۔ ان کا جانے کا رادہ ہی نہیں تھا ﴿وَكِنْ كُرْفَةُ اللَّهِ الْمُجْتَمِعِ﴾ اور لیکن اللہ تعالیٰ نے تاپسند کی ان کا دل کھرا ہوتا۔ جہاد کے لیے ان کا جانارب تعالیٰ کو پسند ہی نہیں تھا ﴿فَقَتَلُوكُمْ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو روک دیا۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے ﴿أُنْتُمْ خَاتَمُونِي﴾ [آلہ: ۱۵۵] ۱۵۵) ہم بھی رہے ہیں جو دل کوئی پھر رے۔“ کیوں کہ ان کا ارادہ اور نیت ہی جسد کے لیے جانے کی نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو روک دیا کہ جانے کی توفیق ہی نہیں دی۔ ﴿لَوْلَا قَبِيلَ أَصْدَمْنَا فَقَمْ الظُّبُرِ بَعْثَتْ﴾ اور کہا گیا (تکوینی طور پر) یعنی جاؤ تم بیٹھ جانے والوں کے ساتھ۔ تمہارا جنگ میں چنان سودمند تباہت نہیں ہو گا کیوں کہ ﴿لَوْلَا خَرَقْتُهُمْ﴾ اور اگر وہ تکنے تمہارے درمیان۔ یعنی تمہارے ساتھ جہاد کے لیے جاتے ﴿فَإِذَا دُلْمَعْدُونَ لَا يَخْلَالُهُمْ﴾ تو نہ زیادہ کرتے تمہارے لیے گرفدار۔ مقصود یہ ہے کہ اگر بادل خواتستہ آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑتے تو آپ کے لیے مخلکات میں اخذ ذکا باعث بننے لہذا ان کا راجبانی یافتہ تھا۔ ﴿لَا أَذْصَغُوا خَلَّتْمُ﴾ اور البتہ شرارت کے گھوڑے دوڑاتے تمہارے درمیان۔“یعنی” گھوڑے اور ادھر کے تیز دروازے کو کہتے ہیں مگر ہو رہے کے طور پر اس سے یہ مرادی جاتی ہے کہ ادھر کی باتیں ادھر کی باتیں ادھر کی جائیں جس سے فتنہ دار کا بازار گرم ہو۔ منافقین کی ایک خصلت یہ بھی ہیں فرمائی ﴿لَيَقُولُونَ لَهُمُ الْفَشَّةُ﴾ اور علاش کرتے تمہارے لیے قدر۔

جب سے آنحضرت ﷺ کو کہ کرم سے بھرت کر کے میدھریاف مائے تھے یہ لوگ ہیشہ سازوں میں مصروف رہے اور فتنہ فساد کی آگ بھڑکاتے رہے۔ کبھی سیودیوں کے ساتھ کر اہل ایمان کے خلاف سازش کی اور کبھی مشرکین کو کو بلاؤں کے خلاف مددوی۔ اب کبھی اگر یہ لوگ جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوئے تو کوئی نہ کوئی نشویں کھرا کرتے لہذا چھاہوا کر آپ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں رہیں نہیں بنے۔

﴿وَلَيَقُولُونَ سَهْنَ لِلَّهِ﴾ اور تمہارے اندر ان کی باتیں سنتے والے ہیں۔ یعنی تمہارے اندر ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کی اتوں کو سنتے ہیں یعنی ان کی کالی بھائی سے مٹاڑ ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ یہ موسیٰ دل کے کھرے ہیں ان کوئی وہ کھرے کہتے لہیں۔ جب چھے مومن منافقین کی چال میں آجائیں گے تو فتنہ ای برپا ہو گا۔ جیسے: محمد بن کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ جو اللہ تعالیٰ

کے نیک بندے ہیں مثلاً شیخ عبدالقدوس رحلانی یہ بڑے بزرگ ہیں ہم ن کے تھقین امیدر کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں باہر ہیں ملکا نے بتائے ہیں لیکن ہم ان کی بیان کروہ ہر حدیث نہیں میں گے۔ کیونکہ یہ بڑے صاف دل اور پچھے لوگ نہیں یہ دوسرے کے بارے میں بھی سیکھ بیان کرتے ہیں کہ وہ بھی حق کہرے ہے ہیں اور تحقیق نہیں کرتے جو ان کے سامنے حدیث کہہ کر بیان کرے ملے لیتے ہیں۔ حالانکہ بڑے بڑے حدیث کے ذفایع اور کذاب بھی گزارے ہیں جو بعض احادیث بتاتے رہے ہیں۔ یہ نیک وگ گھوٹے کھرے کی تحریکیں کر سکتے۔

### شیخ عبدالقدوس کی کتاب فتحۃ الطالبین کی تحقیق ہے؟

فتحۃ الطالبین مسخرت شیخ عبدالقدوس رحلانی کی کتاب ہے جو بعض احادیث کا اس میں اشارہ ہے اس وجہ سے بعض محدثین نے انکا کرد گرد ہا ہے کہ یہ کتاب ان کی تحریک ہے۔ نقدیں رجاس عاصمہ و محبی وغیرہ فرماتے ہیں کہ کتاب انکی کی ہے مگر پڑکہ بزرگ تحریر ایت بیان کرنے والوں نے بیان کیں انہوں نے لکھ کر تحقیق نہیں کی۔ خود پچھے تھے دوسرے دوں کو بھی پچھتے تھے۔ اور محدثین کرام ہمہ تو ادیوں کے بدل کی کھال آتا رہتے ہیں کہ یہ راوی کتب پڑھا ہوا، کس تدوں سے پڑھا، کس سے سناؤ کس وقت سن؟ وہ جب حدیث سننے تیس تراویٰ فی تحقیق کر کے پاؤں سے زمین نکال دیتے ہیں۔ جیسے: آج کل وکیل گواہ پر جوشن کرتے ہیں وہ ابی ہاتھ پوچھتے ہیں کہ گواہ چوڑا جیسا ہو جاتا ہے۔

تو فرمایا تمہارے اندر ان کی باتیں سننے والے بھی ہیں جو نیک ہیں، پچھے ہیں وہ بحثتے ہیں یہ بھی حق کہتے ہیں۔ اچھا ہوا کہ یہ شیطان ماتکہ نہیں گئے کہ اُری یہ جات تو تمہارے لیے فرماو۔ اور شر ترس تداش کرتے «وَإِنَّهُ عَلَيْهِمْ بِالظَّلَمِ لَذِكْرٌ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى النَّاسِ بِالْحِسَابِ» اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے خالموں کو «لَئِنْهَا بِنَحْنُ أَنْشَأْنَا إِنَّمَا مَنْهَا مَنْهَا» اور اللہ تعالیٰ انکا الذمہ نہ اور انس دی انہوں نے معاملت کو آپ کے سامنے «خُلُقُ جَاءَ الْعَقْدُ» بیساں نکل کر حق، آگیا «وَقَعَنَ أَمْرُهُنَّهُ إِنَّهُ خَيْرٌ بِهِ» جس طرح کے بہت سرے واقعہت آن پاک میں تیس کے اتفاق پہنچا۔ اور منافقوں نے پشت کر کچھ دو بنا کر رکھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تحقیقت کو خوب برقرار رہا اور صاحب صاف ہوا۔ ایسے واقعہ میں عرض کرہا ہے جس کا پانچ بارے میں ذکر ہے۔

### بیرونی مخالف کا واقعہ ہے؟

بیرونی یہ مخالف نے مسخرت رفقاء میں ہو کے گھر قب لاکی اور آئے کی بوری، گلوار، زرہ اور خود چوری کر کے لے گیا۔ بوری میں تھوڑا اس اسور نے قابس راستے سے جاتا رہا تھوڑا تھوڑا آنکھ کرتا رہا۔ تھا بڑا ہوشیار اور چال کر بوری اپنے چھپے کھنکی مجاہے دو، سچے میں لبیک اتنی لامسہ تھے چڑھا رہی۔ اور ہر چیز کو جب گھر واپس اٹھے دیکھا دیج اور چھپی ہوئی ہے اور اس سے مردشی اندر آ رہی ہے تو توں نے شور بھایا کہ بوری ہو گئی ہے۔ آئے کی بوری نہیں، گلوار نہیں، زرہ نہیں اور خود نہیں، اس وقت

یہ حقیقت بھی ہوئی تھی۔ حضرت رسول اللہ نبی مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں کوئی دن نہیں تھا کوئی بات ان کی بحاجت آتی تھی کوئی بھائیں آتی تھی۔ انہوں نے اپنے بھتیجے حضرت ابو القادیلہ بن شعیب کو پہاڑیا اور فرمایا یہ مودودی ہو گیا ہے اور جو یہ معلوم ہے کہ میں ہوڑھا ہوں میری کوئی بات بحاجت آتی ہے اور کوئی بھائیں آتی وہ جو بھائیں ملکہ نہاد اتم میری طرف سے تھیں حضرت مسیح نبی کے سامنے مقدمہ پیش کرو کہ اس طرح ہماری پوری ہو گئی ہے اور قرآن سے ہمیں فرمان آتی پڑھے ہے۔

وہاں منافق ہیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمان آپس میں سینگ کی اور حضرت مسیح نبی کے پاس آئے کہ جس نوجوان کا رہنمائی کرتے ہیں وہ بڑا پارسا، نیک آدمی ہے، یہ آئشی اور پرہیزگار آدمی ہے بلاوجہ اس پر الازام لگا رہے ہیں ان کے پاس کوئی گواہ ہے؟ بھائی ارات کو کون گواہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے اس انداز سے لگنگوکی کہ حضرت مسیح نبی نے ان کی ہاتوں کو چاہیجہا اور حضرت ابو القادیلہ بن شعیب کو جھک دیا کہ بغیر بحوث کے تم ایک آدمی پر چوری کا الازام لگاتے ہوئے آدمی اس کی صفائی پیش کر رہے ہیں۔

حضرت ابو القادیلہ بن شعیب فرماتے ہیں کہ میں بڑا جمیں ان ہوا اور درستہ ہوا تا پوری کے پاس آیا اور ان کو بتایا کہ یہ پست ہوئی ہے۔ فرماتے گئے یہاں کوئی بہت نہیں دیکھا اسی سوتا رہتا ہے لیکن حق حق ہے ان شاء اللہ حق ہو کر رہے گا۔ تو اس سلطے میں دو روچے زل ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے سینگ کو فرمایا ہے «لَا تَجْأَوْلْ عَنِ النَّبِيِّ شَاتُونَ أَفْلَقْمُ» [السیدنے]۔ ان کی طرف سے جھڑانہ کریں جھڑنے اسلی جو نس کے سامنے جیات کی۔ یہائق جھوٹے ہیں، چوریں۔ اب دکھو! منافقوں نے موعد کوں طرح پلانا کا آپ سینگ نے جھوٹوں وچا اور یہوں کو جھوٹا سمجھا۔ حق آیا، وہی آئی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہوا۔

تو فرمایا کہ آپ سینگ نے کے سامنے پہلے بھی معاملہ پلٹ پکھے ہیں جسماں تک کہتے ہیں آگیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہوا۔  
﴿وَقُومٌ لَّمْ يُطُونُ﴾ اور وہ پسند کرتے تھے حقیقت کے کھلے کو یہیں اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی۔

### مدد و مدد

﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ﴾ اور بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا إِنَّمَا يُلَوِّحُ فِي الظُّرُفَةِ﴾ کہ آپ مجھے رخصت دے دیں اور مجھے فتنے میں نہ دالیں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا إِنَّمَا يُلَوِّحُ فِي الظُّرُفَةِ﴾ خبردار فتنے میں تو یہ کرے ہوئے ہیں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا إِنَّمَا يُلَوِّحُ فِي الظُّرُفَةِ﴾ اور بھائی کہنے والے کافروں کو ﴿إِنَّ ثُبُكَ حَسَنَةٌ إِنْ كَوَافِرَ أَنْ يَكُونَ أَنْجَحَآپَ﴾ کو کوئی بجا بیلی ﴿إِنْ تَعْوِذُ﴾ ان وہری لگتی ہے ﴿لَا إِنَّ ثُبُكَ مُؤْمِنَةٌ﴾ اور اگر پہنچ آپ کوئی صیخت ﴿لَقَنْوَاهُ﴾ تو کہتے ہیں ﴿لَا إِنَّدَ أَخْدُنَا أَمْرَنَا مِنْ قُبْلِهِ﴾ تھیں انہم نے اپنا سامانہ سنبھال لیا تھا اس سے پہلے ﴿لَا إِنَّ سُلَوَّا وَهُمْ لَمْ يُخْرُنُ﴾ اور پھر تے ہیں وہ اس حل میں کہہ دخوش ہوتے ہیں ﴿لَقَنْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿لَا إِنَّ صَيْبَدَ﴾ ہمیں ہرگز نہیں پہنچے گی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا إِنَّمَا يُلَوِّحُ فِي الظُّرُفَةِ﴾ مگر وہی چیز جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے ہمارے لیے ﴿لَا إِنَّ مُؤْلَسَهُ وَهی

ہمارا آقا ہے ﴿وَعَلَى اللَّهِ فَلْيُبَشِّرُ مُؤْمِنُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے کہ بھروسہ سا کریں ایمان والے ﴿فَلَمَّا  
آپ کہہ دیں ﴿فَلَمَّا شَرَأَكُمْ بِئْنَامَ﴾ تم نہیں انتظار کرتے ہمارے ہرے میں ﴿إِنَّا إِنَّدِي الْمُحْسِنِينَ﴾ مگر وہ  
بھلاکیوں میں سے ایک کی ﴿وَيَنْهَا تَكْرِيْصُ بِكُمْ﴾ اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے بارے میں ﴿أَنْ يُصْبِّتُمْ  
اللَّهُ أَعْلَمُ﴾ اپا ﴿كَمْ يَنْجَأَ عَنِ الْمُعْذَابِ﴾ تم کو عذاب ﴿وَمَنْ عَذَّبَهُ﴾ اپنی طرف سے ﴿أُوْيَأْيُونَ﴾ یا ہمارے ہاتھوں  
کے ساتھ ﴿فَتَرَكَهُوا﴾ ہیں تم انتظار کرو ﴿إِنَّا نَعْلَمُ مُتَنَبِّهَوْنَ﴾ بے شک ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے  
والے ہیں ﴿فَلَمَّا آتَيْنَاهُمْ مَا كَسَبُوا﴾ آپ کہہ دیں خرچ کر تو تم خوشی سے یا جراہ ﴿أَلَّا لَنْ يُتَقْبَلَ مِنْهُمْ﴾ ہرگز نہیں  
قبول کیا جائے گا تم سے ﴿إِنَّمَا لَنْتَمْ قَوْمًا مُّلْسِنِينَ﴾ بے شک تم نافرمان قوم ہو۔

### غزوہ کی تعریف اور ان کی تعداد

آنحضرت ﷺ کی زندگی میں جو جہ دشیں آئے ہیں ان میں آپ ﷺ نے شرکت کی یا حکم دیا اس کو غزوہ کہتے  
ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی میں تباہی (۱) غزوہات ہوئے ہیں اور جو دہشت کے وہرے سال غرض ہوا ہے۔ گویا [۱۹]  
سالوں میں تباہی [۲۰] غزوہات ہوئے تو اوسطانی سال میں غزوہ ہے۔ ان میں سے پہلے جہاد غزوہ بدلتا جو بالکل  
بے سرو ساری کا معاملہ تھا لیکن رب تعالیٰ نے اپنی قدرت سے غلبہ عطا کیا۔ اس کے بعد غزوہ احادیث، بھروسہ حزادہ، اس کے بعد  
بوقریب وظاد و بھروسہ خیر ہوا اس کے بعد کم کر مردی فتح ہوا۔

اور یہ جو کوئی چیز آرہے ہیں ان میں غزوہ تجوہ کا ذکر ہے۔ یہ دہشت کے تو یہ سال پیش آیا اور پہلے میں نے بتایا تھا  
کہ یہ جتنے غزوہات ہوئے ہیں ان میں یہودیوں کے نہ ہی اور سیاسی پیشوں ابوی مرکا ہاتھ تھا۔ عرب کی ساری زمین ۸ ہلک جب  
اسلام کے چھندے کے بیچ آگئی تو یہ بہت زیادہ پریشان ہوا کہ عرب تو سارا ان کے ہاتھ آگئی ہے اب انہوں نے وہرے  
ملکوں پر بھی حملہ کر دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے غرب مسلمانوں! ایک وقت آئے گا کہ تم قیصر و کسری کی  
حکومتوں پر بھی فتح پاؤ گے۔ یہ فنا بھی اس نے اقدامہ موت کیے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس نے ہر قل روم کو جا کر اسکا سیا۔ اس کو کہا  
کہ میں مدینہ طیبہ سے آیا ہوں اور قسم پچے ہو کر حمد (سلیلۃ الرحمۃ) نامی فتح نے عرب کی ساری زمین فتح کر لی ہے اور اب وہ نہ  
حملہ کرنے والا ہے اس کے متعلق کچھ کفر کر دو۔ وہ جڑاٹا ہتا کچھ بٹیں اس نے بھی سنی ہوئی تھیں اس نے اور تیز کر دیا۔ اس نے  
کماڑوں کے ساتھ مشورے کے بعد فوجیں جوک کے مقام پر پہنچا دیں کہ یک بارگی حملہ کر کے سارے عرب سے مسلمانوں کا  
ناموں ناٹھان مداریں گے۔

آنحضرت ﷺ کو قیمن کے بعد معلوم ہوا کہ داشت جوک کے مقام پر ہر قل کی فوجیں بھی چکی ہیں۔ آپ ﷺ نے

اپنے ساتھیوں کو توبکی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ مغلیں ساتھی سارے تیار ہو گئے، وہ بودیہ سخت گری اور افسوس کی کلائی کا موسم تھا اور بے سرو سامانی کاء لم تھا۔ لیکن منافقوں نے طرح طرح کے بھائے تراش کر جان پھڑائی سوائے چند منافقین کے جو مجرماں سر تھوڑے گئے۔ جیسے: عبد اللہ ابن ابی۔ لیکن وہ بھی اپنی سازشوں سے باز بیٹیں آیا۔ ان منافقوں میں ایک جڈاً بیرونی قیس بھی تھا۔ یہ برا صحت مند، خوب صورت اور مال دار آدمی تھا۔ اس کی شکل و شماہت دیکھ کر آدمی مرغوب ہو جاتا تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا حضرت امیر اول چاہتا ہے کہ میں آپ کے ساتھ جاؤں اور اس غزوے میں ضرور شرکت کروں لیکن میرے اندر ایک سفر ہو رہی ہے، لفڑی ہے کہ میں ہر جانی ہوں (اور وہی اصطلاح میں ہر جانی آدمی کو کہتے ہیں جو ہر سنید گوری محورت کو دیکھ کر اس پر عشق ہو جائے)۔ اور سنابے کہ وہ کمی خور تیس بڑی گوری یاں ہیں پھر تیس تو ان کو دیکھ کر وہیں کا ہو جاؤں گا۔ اور ازہ لگاؤ کہیں لٹکو کر رہا ہے یہ بات کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آئی، اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمِنْهُمْ قَمِنْ يَكُوْلُ﴾ اور بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں، جڈاً بیرونی قیس دیگرہ ہلائیں نیں ذلات قیقیں ﴿کہ آپ مجھے رخصت دے دیں اور مجھے فتنے میں شذائیں﴾ کہ میں دہاں گیا تو وہاں کا ہو کر رہ جاؤں گا کہ میرے اندر عیب ہے میں گوری محورت دیکھ کر اس پر فریاد ہو جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اکوئی الفشنۃ سُقْطَہ ایکھے خبردار فتنے میں تو یہ گرے ہوئے ہیں﴾ اسی جہنم تھیتھے بالظہرین ﴿اوے علک جہنم البتھ گھرنے والی ہے کافروں کو۔﴾

منافقین کی اور برائی ﴿إِنْ شُعْبَنَكَ حَسَنَةٌ﴾ اگر پہنچ آپ کو کوئی بھلاکی ﴿تَرْكُهُمْ﴾ ان کو بری لگتی ہے۔ کسی جگہ لجھو جسے، مال نیمت مل جائے، کافر و ہر ادھر مسماں ہو جائیں جو بات بھی آپ کے لیے خوشی اور بھلاکی ہوں کو بری لگتی ہے ﴿وَإِنْ شُعْبَنَكَ مُؤْمِنَةٌ﴾ اور اگر پہنچ آپ کو کوئی صیبیت ﴿يَكُوْلُوا﴾ کہتے ہیں ﴿قَدْ أَخْذَنَا آمِنَةَ نَاهِنَ قَبْلَ﴾ حقیقت ہم نے اپنا معاملہ سنجال یا تھا اس سے پہلے۔ یعنی ہم نے اپنے بچاؤ کا سامان کر لایا تھا کہ شریک ہی نہیں ہوئے اور وہ سرے مقام پر آتا ہے کہ اگر آپ ﷺ کو تکیف پہنچتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔ ﴿وَيَسْأَلُوا أَهُمْ كُوْرُحُونَ﴾ اور وہ پھر تے ہیں اس حال میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں۔ اچھی ہواں کو تکلیف پہنچ اور ہماری جان لئی گئی۔

احد کے مقام پر آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا، چہرہ اقدس رحمی ہو اتحا مسلمانوں کے صدے کی کوئی حد نہیں تھی حضرت عمر بن الخطابؓ جیسے بہادر قدم اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے ایک جان کے ساتھ تیک لٹا کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت اس ابن نصر میں ٹھوٹے کہا عمر کیا ہاتھ ہے؟ فرمایا تانگ توٹ گئی ہے۔ عرض کیا کہ کوئی مرہم پی کی ہے؟ فرمایا اس طرح نہیں بوٹی تو نہیں سن کر حضرت میں ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کیا تمہارے لیے جنت کا دروازہ بند ہو گیا ہے؟ فرمایا نہیں؛ مگر پاؤں آسے پھیں تو میں چھوں۔ اتنے بہادر آدمی کے صدے کا یہ عالم تھا کہ قدم اٹھانے کی سخت نہیں اور منافق خوش تھے کہ اچھا ہوا۔

**(فُلْ)** آپ کہدیں «لَئِنْ يُحِبُّنَا إِلَّا مَا كَسِّبَ اللَّهُ لَنَا» میں ہرگز نہیں پہنچے گل مگر وہی بیچ جو اسے تدبی نے ہمارے سے لکھ دی ہے «فَوَعَلَ الْوَقَيْتُوَقْلَ الْمُؤْمِنُونَ» اور اللہ تعالیٰ پر ہی چاہیے کہ بھروس کریں ایمان والے۔ کہہ ہمارا رب ہے اس نے جو ہمارے یہی کھاہو گا وہی ہو گا۔ «قُلْ بِهِ آپ کہدیں «فُلْ شَرِّصُونَ بِهَا إِلَّا إِحْدَى الْحُكْمَيْنِ» تم نہیں انتظار کرتے ہمارے ہمارے میں مگر وہ بھل بیوں میں سے ایک کی۔ ایک بھلانی ہے ہمارا شہید ہو جانا اور ایک بھلی ہے ہمارا فتنہ پر یعنی ۷۲ سے یہی وہ بھیٹک ہے اور یہ بھیٹک ہے۔

### شہید کا مقام

کافر دل پر فتح ہو جائے تو یہ بھی ہمارے لیے خوش ہے اور اگر شہادت میں جائے تو یہ بھی ہمارے لیے خوش ہے کیا یہ شہید کو ستر بھر کر بھاڑ دل کی سفارش کا موقع می گا۔ شہید سے قبر میں ۷۲ ان جواب نہیں ہوتے، قبر کے ضاب سے بالکل فارغ ہو چاتا ہے حالانکہ قبر کا ضاب بر انتہت اور مشکل ہے لہ تعلیٰ حجتوظ فرمائے۔ اس کے بعد سے خون کے قطرے بے حد میں زمین پر گرتے ہیں اور جو ریں پہنچتے تھے جاتی ہیں۔ کوئی سعوی درجہ ہے؟ اور جنت میں سورج سے اپنی بلندگ شہید کو ملے گی اور رب تعالیٰ کی رضا ہوگی۔ تو ہمارے لیے شہادت بھی اچھی ہے اور کافر دل پر فتح اور غلبہ بھی چھا بے «وَتَحْنَنَ تَحْرَثُشِ یَكُنْ» وہ رہم انتہار کرتے ہیں ہمارے بارے میں «إِنَّ الْجَهَنَّمَ أَنْدَادُهُمْ وَهُنَّ عَنْهُمْ بَعْدَ» کہ پہنچے اندھا تعالیٰ حساب تم کو اپنی طرف سے کر رہا درستہ سزادے «أَوَلَيْوَيْتُ بِهِمْ بَارَے ہمُوں سے کہ ہمیں حکم دے ہمارے خلف ہڑنے کا۔ ہمارے ہمُوں سے تھیں سزدے ہم رب تعالیٰ کے حکم کے خفڑتھیں۔ کافر دل کے ساتھ جہ دکوار کے ساتھ تھا اور منافقوں کے ساتھ تھوڑا کافی تھا۔

ایک موقع پر حضرت عمر جہنم نے عرض کی حضرت! کافر دل کے خلاف ہم ڑاتے ہیں یہ منافق ان سے زیادہ دخت نہیں ان کے ساتھ کیوں نہ ڑائیں؟ آپ ملکیتیہ نے فرمایا:

((أَذْعَزَنَ النَّاسَ بِتَحْكِيدِنَّ أَنَّ مُحَمَّداً (صلواتُهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) يَقْتَلُ أَخْصَابَهُ)).

”چھوڑو! لوگ کہیں میں کہ بے شک محمد بن نبی نہیں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔“

پونکہ یہ لوگ زبانی کل پڑھتے تھیں فمازیں پڑھتے تھیں عام لوگ مولود ہمُوں میں ہوتے وہ بھیں میں کہ کل پڑھتے والوں کو قتل کر دیا ہے۔ وہ کہ سے بیزار ہو جائیں گے اور بدناہی ہو گئی۔

فرمایا «لَتَرَهُوا إِنَّا نَفْعَلُمُ شَرِّهُنَّ» یہیں تم انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں کہ رب تعالیٰ کا حکم کیا آتا ہے؟ یہ منافقین چندہ بھی دینے تھے لیکن چندہ دینے کا انداز جزا ٹیک ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام نہیں بڑے غلط تھے رہا کاری سے بچتے تھے۔ وہ کوشش کرتے تھے کہ جب آپ صلواتُہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ کیلئے ہوں اس وقت چندہ دیں یا ایسے موقع پر کو لوگ کو کم کے حکم تھیں۔ لیکن یہ منافق بڑے ہو شیار تھے۔ یہ انتظار کرتے تھے کہ لوگ زیادہ جمع ہو جائیں اور ہزار مجھیں من

جائے۔ پھر آکر کہتے کہ حضرت ایہ ہر طرف سے چندہ ہے تاکہ لوگ دیکھیں وہ کچھیں کہ یہ بھی سلمان میں اور بھیں کچھیں کہیں اور ڈھونکے میں بھی رہتے۔

اسے تعالیٰ غرماتے ہیں ॥ قل ॥ آپ کہو دیں ॥ آئیقونا کو گواہ کرنے ॥ خرچ کر تم خوشی سے یا جبرا ॥ لف  
یتھل ملکم ॥ ہر گز بھیں قوس کی جائے کام سے یہ ماں اور چندہ۔ کیوں کہ تو یہ کسی بیداری شرط ایمان ہے اور ایمان تو دل  
کے ساتھ تحقیق رکھتا ہے ॥ قلبیہ مُصْبَحٌ بِالْأَنْبَیْنِ ॥ ۱۰۰۔ ۱۱۰ ॥ اس کا قلب علمیں ہو، دیوان کے ساتھ۔ ایمان کا مرزاد دل  
ہے۔ اگر دل میں ایمان نہیں تو زبان سے کلمہ پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور منافق اسے کہتے ہیں جو زبان سے کلمہ پڑھتے  
ہے دل سے نہیں ہے۔ لئکن اللہ تعالیٰ فرمایا ہے یعنی تم ناافران قوم ہو۔ تم در سے ایمان نہیں رئے تمہارے چندے  
رب تعالیٰ کیوں قبول کرے ॥

﴿وَمَا مَنَعَهُمْ﴾ اور نکیں روکا ان کو ﴿أَنْ تُقْبَلَ شَفَاعَتُهُمْ﴾ کہ قبول کیے جائیں ان سے ﴿أَنْفَشُهُمْ﴾ ان کے چندے ﴿إِلَّا أَمِمٌ كُفَّارٌ فَلَا يَدْخُلُونَ بَرْزَقَنَا﴾ مگر اس بات نے کہ بے شک انھوں نے کفر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ﴿وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ﴾ اور وہ نہیں ادا کرتے نماز کو ﴿إِلَّا وَفِيمْ كُسَانَ﴾ مگر اس حال میں کہ وہ سوت ہوتے ہیں ﴿وَلَا يَنْقُضُونَ﴾ اور نہیں خرچ کرتے وہ ﴿إِلَّا وَهُمْ لُكُھُونَ﴾ مگر اس حال میں کہ پسند کرتے ہیں ﴿فَلَا تُعْجِنُكَ أَمْوَالُهُمْ﴾ پس سمجھ بیس ڈائیس آپ کو ان کے ماں ﴿وَلَا أُذْلِدُهُمْ﴾ اور زنان کی اولاد ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ﴾ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے ﴿لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا﴾ کہ ان کو سزا دے ان کی وجہ سے ﴿لِيَعِيشُوا الدُّنْيَا﴾ دنیا کی زندگی میں ﴿وَتَرْهِقُ أَنْفَسَهُمْ﴾ اور نکیں ان کی جائیں ﴿وَلَا هُنَّ كُفَّارٌ﴾ اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں ﴿وَيَخْلُقُونَ بِالْأَنْوَافِ﴾ اور وہ تمہیں اعتماد کئے جائیں ﴿إِنَّهُمْ لَكُفَّارٌ﴾ کہ بے شک وہ تم میں سے ہیں ﴿وَمَا هُمْ بِهِمْ قُوَّمٌ﴾ حال نکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں ﴿وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَتَفَرَّقُونَ﴾ اور لیکن وہ قوم ہے ذر نے والی ﴿لِلَّهِ يَعِيشُونَ مَلْبُأً﴾ اگر وہ پسیں کوئی جائے بنے ہوں ﴿أَذْمَغَتِي مِيَانِي﴾ اسیں کی طرف ﴿وَهُمْ يَنْجُونَ﴾ اسیں کی طرف ہی جائے جائیں کی جگہ ﴿لَوْلَا إِلَيْهِ﴾ البتہ بھر جائیں اس کی طرف ﴿وَهُمْ يَنْجُونَ﴾ اور وہ بڑی تحریکی سے جائیں ﴿وَمَنْ هُمْ مِنْ يَأْمُرُكُمْ بِمَا نَهَا﴾ اور ان میں سے بعض وہ تین جو آپ پر عیوب لگاتے تھیں ہے فی اضداد فی ﴿صَدْقَتِهِمْ﴾ صدقت کی تقبیح سے میں ﴿قَلَّ أَغْرِيَهُمْ بِهَا﴾ پس اگر یا جائے ان کو اس میں سے ﴿بَرَثُوا﴾ راضی ہو جائے ہیں ﴿فَوَمَنْ لَمْ يَتَطَهَّرْ مِنْهَا﴾ اور اگر ان کو شدید یا جائے اس میں سے ﴿إِذْ لَمْ يَسْتَقِمُوا﴾ اجا نک وہ راضی

ہو جاتے ہیں ﴿وَلَوْاَنَّمَّا تَحْصُوا﴾ اور اگر وہ بے شک راضی ہو جاتے ہیں ﴿مَا أَنْتُمْ إِلَّا مَسْؤُلُونَ﴾ اس جیز پر جو دلی ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول سلیمان بن نوح نے ﴿وَقَالُوا حَسْبًا لِّهُ﴾ اور کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہیں ﴿سَيْئَةَ الَّهِ مِنْ فَضْلِهِ﴾ عذریب دے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ﴿وَرَسُولُهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کا رسول ﴿وَرَأَى إِلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ بے شک ہم انتہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

### ماں سے ربط

گذشتہ درس میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ منافقین مختلف ملکوں پر چدہ بھی پیش کرتے رکھا دے کے لیے اور ایسے موقع پر پیش کرتے تھے کہ لوگوں کی حاضری زیادہ ہوتا کہ لوگ دیکھیں کہ فلاں نے اتنا چندہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ چندہ خوشی سے رہی یا بھروسی ہے اگر تو سنسکار کیا جائے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ عدم قبولیت کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔ ارشاد باتی ہے: ﴿وَمَا أَنْتَ بِهِمْ أَعْلَمُ مِمَّا هُمْ يَفْعَلُونَ﴾ اور جیسیں روکا ان کو کہ قول کیے جائیں ان سے چندے اور خرچ (مالی امداد) ﴿إِلَّا أَنَّمَّا كُفَّرُوا بِأَنَّلَّوْقَرِبَوْلَهُمْ﴾ مگر اس بات کے تھوڑے کفر کی ہے انتہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ۔

### قویٰ عمل کی شرائط

کفر کی حدت میں چندہ ہے اور امداد کرنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے کوئک اعمال کی قبولیت کا مدار تنہ چیزوں پر ہے۔

① ایمان۔ اگر کسی میں ایمان نہیں ہے اس کی کوئی تائی قبول نہیں ہوگی۔ وہ قوی، مہفوظ، شمام، نہ بدفنی، چھپے ہو وہ کتنی خوب صورت ہتی کیوں نہ ہو۔

② ایمان کے بعد وہ سری چیز ہے اتحاد کیلی خالص اللہ تعالیٰ کے ہے ہر یا کاری اور حکاواتی ہو، نام اور شہرت مقصودہ ہو۔ اگر کسی عمل میں عمود آگئی تو کہا لازم اور ثواب کچھ بھی نہیں ملے گا۔

③ اور تیسرا چیز اجتماع سنت ہے۔ سنت کی پیدائی میں جو عمل کیا جائے گا وہ قبول ہوگا۔ بدعت و رسومات کا کوئی ثواب نہیں ہے بلکہ اس پر گرفت ہوگی۔ توجہ کرد ان میں ایمان نہیں ہے اس لیے ان کے چندے قبول نہیں ہیں۔

﴿وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَقْمَ كُسَالٍ﴾ اور وہ نہیں ادا کرتے نماز کو گمراہ حال میں کہ وہ سنت ہوتے ہیں۔ نماز میں سستی کرنا منافقوں کا کام ہے اللہ تعالیٰ نہیں اس عادت سے بچائے۔ حدیث پاک میں بتا ہے: ((اتَّقُلُ الصَّلَاةَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ)) منافقوں پر بھاری نمازیں دو ہیں عشاء اور غیری۔ مومن مسلمے کام جھوٹ کر نماز کی طرف آتا ہے اور منافق بھانے بھاتا ہے۔ ﴿وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَقْمَ كُسَالٍ﴾ وہ نہیں خرچ کرتے وہ گمراہ حال میں کہ وہ ناپسند کرتے ہیں۔ خوشی سے چندہ نہیں دیتے بلکہ کھلا دے کے طور پر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلَا تُنْهِجْكُ أَمْوَالَهُمْ وَلَا أَذْكُرْنُهُمْ﴾ نبی نوحؐ میں ذاں پر آپ کو اے بھی کرم میں لے جائیں! ان کے ماں اور شاہزادی کو اول د۔ کہ ان کو اتنا مال کیجوان مارے ہو، اتنی ادا کیوں ملی ہے؟ تعجب نہ کریں کیوں؟ ﴿إِنَّا لَيَرَدُّنَا لَهُمْ﴾ بخشنے بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے ﴿لِيَعْلَمَنَّهُمْ هُنَّا بِالْحَلْوَةِ الْأَنْتِيَابِ﴾ کہ ان کو سزادے ان اہواں اور اولاد کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں ﴿هُوَ ذُرَّتُهُنَّ أَنْشَهُمْ وَفِيهِنَّ لِيُنْهَى﴾ اور لکھیں ان کی جانیں اس حال میں کہ کفر رئے والے ہوں۔ مال مشقت سے کرتے ہیں پھر اس کی خلاعات کرتے ہیں سی طرح اولاد کے پانے کی مشقت برداشت کرتے ہیں لیکن ایمان نہیں ہے تو یہ مشقیں آخوند میں کام نہیں آجیں گی۔ تو ان کے پیے دینی کی زندگی میں عذاب ہی ہے کہ جس کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مومن بھی مال کھاتے ہوئے مشقت برداشت کرتا ہے لیکن چونکہ بران ہے تو یہ مشقت اس کے گناہوں کا کفرہ بنے گی اور کمائے پر ثواب بھی میں گا ورنہ گناہوں کا کفارہ بھی ہو گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن جو اللہ کا کریبی کے منہ میں دالا ہے ان سے اس کو صدقة کے برابر ثواب ملتا ہے۔ حادثہ کیوں کا خرچ اس پر فرض ہے اسی طرح اولاد کو ثوراً اک اور لباس مہیا کرتا ہے تو اس پر بھی اس کو ثواب ملتا ہے حالانکہ یہ بھی اس کے ذمے ہیں۔

فرمایا ﴿وَيَنْهَا لَهُنَّ بِاللَّهِ﴾ اور وہ تمیں اخھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی ﴿إِنَّمَا نَنْهَمُ﴾ کربے شک و تم میں سے ہیں۔ منافقین اللہ تعالیٰ کی تمیں اٹھ کر مہتوں کو کہتے تھے کہ تم تم میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَا لَهُمْ فَشِلَّمُ﴾ حالاکدہ وہ منافق تم میں سے نہیں ہیں ﴿وَلَكُلُّهُمْ قُوَّمٌ يَنْهَا لَهُنَّ﴾ اور لکھیں وہ قوم ہے ذرنشے والی، ذر پوک قوم۔ پیغمبیرؐ سے ذرنشے ہیں کہ اگر ان کو پا جل جیا ہماری منافقت کا توہم پر جھی کریں گے اس لیے جان بچانے کے لیے تھارے سامنے تمیں اخھاتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں۔

فرمایا ان کی حالت یہ ہے ﴿أَتُوَجِّهُنَّ مُّلْجَأً﴾۔ ”ملجاؤ“ کا معنی ہے جائے پناہ۔ اگر وہ پسکیں کوئی جائے پناہ ہاؤ افغانستان کی مغارہ کی جیج ہے مغارہ کا معنی ہے رنگ جو پہاڑوں میں ہوتی ہیں۔ بہت سارے علاقوں میں ہیں کہ وہاں کے لوگ اس وقت بھی سرگزتوں میں گذرا کرتے ہیں۔ عالم اساب میں افغانستان میں جنگ جیتنے کا ایک سبب یہ ہے کہ جو بہرین کی بڑے بڑے پروں میں سرگزیں ہیں جہاں وہ رہتے ہیں۔ وہ اپنے پہاڑ درکاچا ہے تاہم ان پہاڑوں کو اڑا کا ہے۔ وہ سرگزیں ختم کر سکا ہے۔

تو فرمایا ان کو سرگزیں مل جائیں ﴿أَذْمَلَ خَلَقَهُ يَا كُلَّ وَاحْدَةٍ كَيْ نَكِّي جَنَّهُ﴾ البتہ پھر جائیں اس کی طرف ﴿وَقُمْ بِيَصْنُونَ﴾ وردہ بڑی تیزی سے جائیں۔ جس کا معنی ہے گھوڑا گام کی پرواکیے بغیر تیزی کے ساتھ چل۔ مطلب یہ ہے کہ بے گام گھوڑے کی طرح سراغاۓ چلے جائیں مگر اب صیحت یہ ہے کہ سارا عرب اسلام کے جنڈے تسلی آگیا ہے ان کوئی جنڈہیں ملنی سرچھائے کو اس لیے اللہ تعالیٰ کے نام کی تمیں اٹھ کر تمیں اعتماد میں لجئے ہیں اور ایسی سیدھی نمازیں بھی ہو لیتے ہیں مگر اندر سے دل صاف نہیں ہیں۔ زبانی طور پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں حقیقت میں مومن نہیں ہیں۔

﴿وَمُؤْمِنُهُمْ مُؤْتَبِلُوْلٍ فِي الاضْفَافِ﴾ اور ان میں سے بعض دیں جو آپ پر عیب گاتے ہیں صدقات کی تفہیم میں۔  
۷۔ سرت سی پیٹل کے پاس مل آیا آپ سلیمانیہ سی تفہیم فرما رہے تھے اور آپ منیٹلہ کی خدمت میں کافی لوگ تھے۔ آپ سی پیٹلہ گھر کے افراد اور لوگوں کی مشیت کو سامنے رکھ کر مل تھیں فرما رہے تھے۔ خدا جس آدمی کے گھرے افرادوں نے سی کو اس کے مطابق دیا اور یہ بھی انصاف کا تقاضا ہے۔ اور جو مقرض سی کو قرض کی ادا تیگی کے لیے کچھ زیادہ دے دیا، ہر سے کوئی بخوبی زیادہ دے دیا، جو کوئی کھوئے اور کھوئے دیا اور ظاہر برپات ہے کہ بڑے کا خرچ اور ہوتے ہے بھوٹے کا خرچ اور ہوتے ہے فقہاء کرام نے تکھاہے کہ اگر کوئی شخص ملک کا بادشاہ ہے، ان کے گھر کے افراد چار میں لیکن اس کے ان میں اچھے ای ہے، اردوی ہے تو اس کو خرچ صرف چار افراد کے حساب سے نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کے باقی علیکے کوں سے رکھ کر خرچ دیا جائے گا یہ ساری باتیں انصاف و مرثیت کے مطابق ہیں لیکن دنیا نہیں کھجھی۔ تو آنحضرت ﷺ صدقات تفہیم فرمادے تھے جو صد  
من زہیر قبیلہ بخوبی کا بڑا منہ بچھت آدمی تھا اس نے اعزاز پیش کیا۔ کئے گا ماعذلۃ فی الْقِسْمَةِ یَا مُحَمَّدًۢ آپ نے تفہیم میں انصاف تیس کیا کی کوئی زیادہ اور کسی کو کم دیے۔ اس کا ذکر ہے کہ ان میں وہ بھی جو آپ سی پیٹلہ پر عیب گاتے ہیں صدقات کی تفہیم کے سلسلہ میں ﴿فَإِنْ أَخْلَقُوا وَمُهَاجَرُوا﴾ پس اگر دیا جائے ان کو اس میں سے تو راضی ہو جاتے ہیں پھر زبان نہیں ھو لتے ﴿فَإِنْ لَمْ يَهْتَكُوا إِيمَانَهُمْ﴾ اور اگر ان کو نہ دی جائے صدقات میں سے اور صرف سیکھیں کو دی جائے تو ﴿إِنَّهُمْ يَخْلُونَ﴾ اچاکف وہ راضی ہے جاتے ہیں کہ بھیں نہیں دیا ۚ وَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَفْضُوا ۖ﴾ اور اگر بے شک وہ راضی ہو جاتے ہیں ﴿مَا لِلَّهِ مِنْ شَئْرٍ﴾ وَرَسُولُهُ ۖ﴾ اس چیز پر جان کو دیے آئندہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول سی پیٹلہ نے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے صدقات، عشر درز کوہ آئسی ہوتی ہے اور آنحضرت سی پیٹلہ نے کو اپنے ہاتھوں سے تفہیم کر دیتے تھے۔ یہ مطلب ہے کہ جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اور رسول سی پیٹلہ نے دیا ﴿وَقَاتُوا﴾ اور کہتے تھے ﴿بَهَبَتِ اللَّهِ﴾ یہیں اللہ کوئی نہیں ﴿سَيْئَاتِ اللَّهِ مِنْ فَضْلِهِ﴾ عذریب نہیں دے گا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آئندہ بھی ایسے موقع آئیں گے جن میں بالغ تھیت، بال فقی، صدقات آئیں گے ان میں سے اللہ تعالیٰ اسیں دے گا ﴿وَرَسُولُهُ ۖ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے رسول سی پیٹلہ تفہیم کر دیں گے۔ آپ سی پیٹلہ کے دور میں فطران وغیرہ سیدھے جویں میں جمع ہوتا تھا اور آپ سی پیٹلہ اپنی گلگانی میں تفہیم کرتے تھے اور آپ سی پیٹلہ صوروف ہوتے تو کسی کو مقرر کر دیتے۔ زکوٰۃ صدقات سیکھیں میں تفہیم ہوتے تھے اور اگر کوئی حق نہیں ہوتا تو وہ کوہ دیتا تھا کہ میں اس کا سیکھن نہیں ہوں۔

### حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں تھا ۶

اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں لوگ زکوٰۃ دیتے وقت پر شان ہوتے تھے کہ ہم زکوٰۃ کس کو دیں؟ رات کو ایک تجھے میں سونے کے دینا اور ایک تجھے میں چاندی کے درسمیں دال کر کھا دیتے۔ سچ کی نماز اور اشراق پڑھ کر ہاشمیت کے ۷۱

تھیلے لیتے اور بازاروں، چوکوں اور گلیوں میں پھرنا شروع کر دیتے۔ جو ملت آس سے پوچھتے کہ بھائی یہ زکوٰۃ کی قسم ہے گراپ مصروف اور سختی ہیں تو ے لیں۔ وہ کہتا ہاں خدا کی میں تو خود رہنے والا ہوں۔ سارا در بھرتے، لینے والا کوئی نہ ملتا تھا شام کو لا کر کھرو کھا جتے تھے پھر دوسرے دن اسی طرح پھرتے۔

امدادہ مگاہی ایک دوسری تھی اور ایک آج کار ماٹھے ہے کہ صحیح ہونے کو کہتا ہے سارا معرفت میں ہی ہوں بھیتے رہے۔ نہ دینے والے کو زکوٰۃ کے معرف کاظم اور نہ لینے والے کو معرف کاظم۔ اکثریت تو زکوٰۃ دینی شہری اور جو دینے ہیں ان میں بہت تجویز سے ایسے ہیں جو صحیح مستحقین کے خواہیں کریں۔

حکومت پاکستان نے جب زکوٰۃ اور عرضہ صول کرنا شروع کی تو ہم نے اس پر تقدیم کی کہ یہ مصرف پر خرچ نہیں ہوگی اور ہمارا خدشہ درست ثابت ہوا اگر نے زکوٰۃ سے نالیں بخواہیں اور اپنے نلے اور یہ تم آج تک خبروں میں آرسی تھیں بہت کم لوگ ایں جو اسی معاملات میں دیانت و رہی سے کام لیتے ہوں ﴿إِنَّ اللَّهَ لِرَءُوفٌ بِكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَقْرَبُ إِلَيْكُمْ﴾ طرف رہوں کرنے والے ہیں۔ اگر اس طرح وہ کرتے تو یہی اچھی بات ہوتی مگر انہوں نے ایسا سمجھ کر۔

## 卷之三

**السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَبِّكُمْ مَنِيرٌ**

پہنچتی بات ہے صدقات فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور جو س پر عمل کرتے ہیں ان کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہیں جن کے دوں میں ألفت زانی جائے اور گردنوں کو آزاد کرنے میں اور جوتا و ان میں ابے ہوئے ہیں ان کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور مسافروں کے لیے، یہ فریضہ ہے غیرہ رایا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ چلتے و مامے حکمت والی ہے۔

مصارف زکوٰۃ

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نکوہ کے مصارف بیان فرمائے ہیں کہ نکوہ کس کو دی جا سکتی ہے ورنہ مجی یا رکھنا کہ جو کوم نکوہ کا ہے سو حکم صدقات و ایجاد کا ہے۔ صدقات و ایجاد سے مراد فطرات، نذر، منت، قسم کے کفرے کی رقم، کفارہ، ظہار، پیتمام صدقات و ایجاد ہیں۔ ان کے انکام امتحنی طرح یجھے ہیں تاکہ نہ دینے والے غلطی کا شکار ہوں اور نہ لینے والے غلطی میں رہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ایجاد حتم کے صدقات کی غیر حرم کوںیں لگتے یعنی اگر تم غیر مسلم کو نکوہ، عشر فطرات و غیرہ دو گئے تو وہ اونٹیں ہوں گے یعنی کہ باوجود تمہارے ذمہ اسی حرج رہیں گے۔ اور یہ ایسا غلط مسلمان ہیں

ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔

### تاد باتی، بر افضلی، خارجی، بہائی کو نوجہ مسلمان نہ ہونے کے زکوٰۃ نہیں لگتی ہے

مسلمان وہ ہے جس کو شریعت مسلمان کہے اور وہ نفس الامر میں صحیح معلیٰ میں مسلمان ہو۔ یہ سب لیے کہہ رہا ہوں کہ کہنے کو تو قاً یا نیٰ بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، مگر یہ حدیث اور افضلی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں خارجی، بہائی اور ذکری بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔ لہذا صدقہ کر کے مسلمان ہے یا نہیں۔

بہر حال جب قسم کا صدقہ دو تو پہلی بندی شرط یہ ہے کہ مسلم ہو اگر عقیدے کا کچا ہے تو چاہے وہ کتنا بھوکا اور محانا کیوں نہ ہو اس کو واجب قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں ہے باقی قسم کا صدقہ سنتے ہو۔

دوسرا شرط یہ ہے کہ وہ مدادات میں سے نہ ہو۔ سید کو صدقہ واجب دینا جائز نہیں ہے۔ حضرت علی بن ابی ذئب کا فرمان ہے:

((إِنَّمَا هُنَّ أُوْسَاطُ النَّاسِ لَا يُحِلُّ لِيَعْتَدِيُوا لَا لَهُمْ فَحْشَةٌ لِّهُمْ)). (بخاری غریب)

یہ صدقات زکوٰۃ وغیرہ یہ یوگوں کے مالوں کی میں بھیں ہے نہیں ہے۔ یہ حال ہے اور نہیں بیری آل کے لیے طال ہے۔ (بخاری غریب)

اب رہایہ وال کے سید کوں ہیں؟ تو پانچ بزرگوں کی اولاد سید ہے۔

① حضرت علی بن ابی ذئب کی اولاد چاہے وہ حضرت فاطمہ الزہرا (رض) ہے ہو چاہے کس اور سے ہو۔ یہ براہوں برادری سے کہتے ہیں کہ تم ہوں ابین علی بن ابی ذئب کی اولاد ہیں اگر واقعی ان کی بستی ہے تو یہ بھی مدادات ہیں ان کوئی زکوٰۃ وغیرہ صدقہ واجب دینا جائز نہیں ہے۔

② حضرت عمار بن حوشج کی اولاد۔

③ حضرت جعفر بن ابی ذئب کی اولاد، جو اپنے آپ کو بعفری کہتے ہیں۔

④ حضرت حفیل بن ابی ذئب کی اولاد، جو حفیل ہلاتے ہیں۔

⑤ آپ منہاجیہم کے بچا حارث کی اولاد، یہ خود مسلمان نہیں ہوئے تھے الجہان کے بیٹے ابوسفیان ہیں حارث مسلمان تھے۔ تو ان پانچ بزرگوں کی اولاد کو شریعت مدادات کہتی ہے۔ یعنی طوی، عربی، عوام، جعفری، عقیل، حارثی حضرات، یہ نہ تو دوسروں سے زکوٰۃ وغیرہ لے سکتے ہیں اور نہ آنکھ میں ایک دارے کو دے سکتے ہیں۔

اور تیسرا شرط یہ ہے کہ مال دار اور غنی نہ ہو۔ اور شریعت مال دار کے کہتی ہے؟ شریعت مال دار سے کہتی ہے کہ جس پر قرض نہ ہو نقدہ دی پیسے۔ درستہ چاہی بھی اس کے پاس نہیں ہے مگر اس کے گھر میں ضرورت سے زائد تناہاں ہے کہ اگر اس کو فروخت کیا جائے گا تو ساز میں باون تولے چاندی کو بھی جاتا ہے تو یہ شخص شریعت کے نزدیک مال دار ہے۔ زائد مسامان سے ۱۰

سماں مزاد ہے جو عموماً استعمال میں نہیں ہوتا۔ مثلاً: گھر میں درجن برتن ہیں ایک درجن استعمال میں ہیں اور ایک درجن دیے ہیں پڑے ہیں۔ کبھی کوئی مہمان آئے تو استعمال ہوتے ہیں۔ ایک درجن بترے ہیں جو چھسات استعمال میں ہیں اور باقی کبھی کھار استعمال ہوتے ہیں۔ کچھ چار پائیاں اس تعلیم میں ہیں اور کچھ دیے ہیں کبھی کھار استعمال ہوتی ہیں یہ سب زائد سماں کھلاتا ہے۔ اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ کوئی عورت یہہ پر گھر اس کے پاس آتا ہے کہ وہ نصاب کوئی جانتا ہے تو اس کو زکوٰۃ کو رصدقات و اجہہ میں سے رقم و بنا جائز نہیں ہے۔ لوگ شخص یہہ بھجو کر دے دینے ہیں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح بعض لوگ خیم پر بھجو کر زکوٰۃ دے دینے ہیں اگر وہ واقعہ مخفی ہیں تو محیک ہے اور آگران کے باپ نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ بر سچے کے حصے میں اتنا آتا ہے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون توے چاندی کو کوئی جاتی ہے تو وہ بھی زکوٰۃ، صدقات و اجہہ نہیں لے سکتے۔ مال کا محتی یہیں ہے کہ نقدر پرے یا سوتا چاندی اسی ہو بلکہ کریاں، پلٹ، بیٹھ، بستہ، برتن یہ تمام جیسے مال ہیں۔ ان مسائل کو اچھی صرح سمجھ لیں یہ جیسے ہمارے عمل کی ہیں اور اکثر حضرات زکوٰۃ دینے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بجائے اور کچھ لینے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾۔ «فُقَرَاءُ» فقیر کی جمع ہے۔ پختہ بات ہے صدقات فقیروں کے لیے ہیں ﴿وَالْمَسَاكِينُ﴾ اور مسکینوں کے لیے ہیں۔

### فقیر اور مسکین کی تعریف

فقیر اور مسکین کی تعریف میں فرقہ کے کرام و مکالم انتلاف کرتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ فقیر ہے کہ جس کے پاس ایک وقت کی خواراک بھی نہ ہو اور وہ اس کے پاس زائد سماں اور سوتا چاندی ہے۔ اور مسکین وہ ہے کہ جس کے پاس ضرورت سے زائد بچھے چیزیں ہیں مگر اتنی نہیں ہیں کہ سارے ہے باون تو لے چاندی کی، لیت کوئی جائیں تو یہ مسکین ہے۔ اور سید چاہے فقیر مسکین ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سید کو اگر زکوٰۃ نہ دی تو وہ بھوکا مر جائے گا یہ لوگوں کے ذکر میں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا شریعت نے تم سے سارا مال لے لیا ہے اور تمہارے پاس کچھ نہیں چھوڑ؟ اگر اسی ہے تو پھر تو تمہارا کہنا ہجاتا ہے لیکن شریعت نے تو چالیس میں سے ایک روپے لیا ہے باقی اسی لیس روپے تمہارے پاس ہیں ان اسیں پاکیزہ میں سے سید بادشاہ کو دتم نے ضرور سید کو ملک ملک لھانا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے: زانِ فی الْأَنْوَالِ حَقُّ بَوْيَ الزَّكُوٰۃِ مَالُ مَنْ زَكَوَہُ بھی حق ہیں۔ صرف یہیں کہ زکوٰۃ، فطران، عشرہ کے قائم فارغ ہو گئے بھی، مل بھی تھیوں، مسکینوں اور ناداروں پر فریض کرو اور مال کے پورے حقوق ادا کرو۔

اور تیرا معرف: ﴿وَالْمُبِينُ فَلَهُمْ﴾ اور جو اس پر عمل کرتے ہیں، وصول کرنے اور تعمیر کرنے کے لیے حکومی سطح پر مقرر ہیں کہ فلاں ملاتے کی زکوٰۃ تم نے وصول کرنی ہے اور فلاں ملاتے کی اس نے وصول کرنی ہے۔ تو ان وصول کرنے والوں کو

بھی زکوٰۃ میں سے محاوضہ یا جاہل کے کام کی دیوبنی لگائی ہے کہ تم یہ زکوٰۃ کی رقم دیانت داری سے تقسیم کرو اور وہ غریب ہے تو اس کو بھی اس میں سے محاوضہ یا جاہل کے کام کی دیوبنی لگائی ہے اس کو بھی محاوضہ اس سے دیا جا سکتا ہے۔ لیکن روح المحتال میں تصریح ہے کہ کوئی عالم مادا بہ میں سے نہیں ہو سکتا۔ ان سرسک کو اچھی طرح سمجھو بہت سارے لوگ ان سائل میں پہلا ہیں۔

آج کل مانگنے والے بیجوہ حشم کے آدمی ہوتے ہیں جچھائیں جھوڑتے۔ وہ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ دینے والا احکم ہے کہ واقعی یہ سخت ہیں۔ اول تحقیق کر دیا یہ پہنچنے غالب کردہ قابل گدن کا بھی اعتبار ہے۔ اگر تم نے کسی شخص کو غالباً مان سے سخت سمجھ کر زکوٰۃ دے دی پھر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ صرف نہیں تھا تو زکوٰۃ ادھر گئی کہ ﴿وَيَكْتَفِ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا ذَنْبَهُ﴾ (البقرة: ۲۸۶) یعنی تکلیف دی اللہ تعالیٰ نے کسی غص بوجراں کی حالت کے مطابق۔ آگے ان شاء اللہ تریں تفصیل آئے گی۔

### ~~~~~

﴿إِنَّ اللَّهَ لَذُلتُ لِلْفَقَرَاءِ﴾ پختہ بات ہے کہ صدقات فقراء کے لیے ہیں ﴿وَالسَّكِينَ﴾ اور سکینوں کے لیے ﴿وَالْمُبَلِّيَنَ﴾ در جریز زکوٰۃ وصول کرنے کا کام کرتے ہیں ان کے لیے ہیں ﴿وَالْمُؤْلَفَةِ قُلُوبُهُمْ﴾ اور ان لوگوں کے لیے ہیں جن کے دلوں میں الفت ذاتی جائے ﴿وَلِلِّتَّاقَابِ﴾ اور گرفتوں کو آزاد کرنے میں ﴿وَالظَّرِيفَةِ﴾ اور جوتاوان میں دبے ہوئے ہیں ان کے لیے ﴿وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿وَابْنِ الشَّبِيلِ﴾ اور سافروں کے لیے ﴿فِي رَبِيعَةِ أَبْرَاجِ اللَّهِ﴾ یہ فرض ہے ٹھہرایا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿وَأَنَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ جانے والا ہے ﴿وَوَقِيمُ الْأَزْيَانِ﴾ اور ان منافقوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں ﴿لَيُؤْذُنُ اللَّهُ﴾ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نبی ملائیل کو ﴿وَيَقُولُونَ هُوَ أَنْتَ﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ کان ہی کان ہے ﴿فَقُلْ أَنْتَ خَنْثُنَ﴾ آپ کہہ دیں وہ کان ہیں تھری بھتری کے لیے ﴿لَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ﴾ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے ﴿وَلَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ اور قدریت کرتا ہے ایمان والوں کی ﴿وَذَاهِنَةِ الْكَذَّابَةِ أَمْؤْمِنُ اشْتَهِمُ﴾ اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے تم میں سے ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذَنُونَ رَسُولُ اللَّهِ﴾ اور وہ لوگ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول کو ﴿وَاللَّهُمَّ عَذَابَ الْيَمِنِ﴾ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

کل کے سبق میں کچھ مصارف کے متعلق بیان ہوا تھا اور میں نے تفصیل کے ساتھ سمجھا یا تھا کہ فقیر کے کہتے ہیں اور سکین کے کہتے ہیں۔ تاکہ اس سلسلہ کو اچھی طرح سمجھ لیں، دینے والے بھی دریجے والے بھی۔ کہ اگر کسی نے ما پردازی میں دی کر وہ صرف پر خرچ نہ ہوئی تو دینے والا فارغ النہاد ہو گا۔ اس کو اس طرح سمجھو کر ایک آدمی ہاپاک کپڑوں کے ساتھ نماز

پڑھتا ہے تو اس کی نماز نہیں ہوگی چاہے پورے اطمینان کے ساتھ رکوع و بجود وغیرہ کرے۔ کیوں کہ شرط نہیں پائی گئی کہ کبھی پاک نہیں ہیں یا جگہ پاک نہ ہو باقی ساری شرطیں پائی جائیں یا قبلے کی طرف رخص نہیں کیا، نماز نہیں ہوگی چاہے کتنے خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنے نماز نہیں ہوگی۔ تو جس طرح تمہاری شرطوں کے نہیں ہوتی اسی صرح زکوٰۃ بھی شرطوں کے بغیر اونہیں ہوگی۔ و مُسْتَحْقِق کی بھی دعاضت کی تھی تاکہ لینے والے بھی حرام خوری کے مرکب نہ ہوں۔  
تو مُسْتَحْقِق کی پہلی شرط یہ ہے کہ رہ مسلمان ہو اور مسلمان کی وجہ کو شریعت مسلمان کے اذخون اپنے کو مسلمان کہنے والا ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نمازو روزے کا پابند ہو، برے کامنہ کرتا ہو۔ اگر شرابی، زبانی، جواہیلے والے کو ممکن ہو تو ہوئے زکوٰۃ دو گے تو زکوٰۃ اونہیں ہوگی۔ اس لیے کہ وہ تمہاری زکوٰۃ و اسی رقم سے شراب پہنچنے گا، جو اکھیلے گا، برے کام کرے گا۔ ہاں! اُتر تھیں علم نہیں تھا اور مصرف سمجھ کر زکوٰۃ دے دی تو تمہارا فریضہ ادا ہو گیا غیب الشکایتی ہے۔  
تیسرا شرط یہ ہے کہ سادات میں سے نہ، اور سادات کی تفصیل پہلے سبق میں بیان ہو چکی ہے۔

### وَالْمُؤْمِنَةُ قَاتِلَتْهُمْ اُولَئِكَ الظَّالِمُونَ کی تفسیر

﴿وَالْمُؤْمِنَةُ قَاتِلَتْهُمْ﴾ اور ان لوگوں کے لیے یہی جن کے دلوں میں الافت ڈالی جائے۔ اس کی دو طرح سے تفسیر کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ ابتداء میں جب مسلمان تھوڑے تھے اور اسلام کمزور تھا بعض اثر و سو وغیرہ کافروں کو زکوٰۃ دینا جائز تھی جن کے ایمان لانے کی توجیہ ہوئی تھی تاکہ ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہوں۔ یعنی تمام کے نزدیک منسوخ ہے کسی کافر کو تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جوئے مسلمان ہوئے تھے کافر برادری ان سے تعادن ختم کر دیتی تھی تو ایسے نو مسلم کو تالیف قلب کے لیے زکوٰۃ دی جاتی تھی کہ وہ اسلام پر پختہ ہو جائے۔ اور چونکہ وہ مسلمان ہوتا اس لیے اس کو پاؤں پر کھوڑا کرنے اور اس کی ضروریات پوری کرنے کے لیے زکوٰۃ دی جاتی تھی۔ یعنی اب بھی موجود ہے۔

﴿وَوَيْلٌ لِّلظَّالِمِينَ﴾ اور گردوں کو آزاد کرنے بنی۔ اس زمانے میں غلام اور لونڈیاں ہوتی تھیں وہ آزادی چاہتے تھے اور اکثر ماں کے آزاد نہیں کرتے تھے۔ تو ان لونڈیوں اور غلاموں کو بھی زکوٰۃ دے کئے ہوتا کہ وہ اپنی آزادی حاصل کر سکیں۔ اس وقت ہر نے علم میں نہیں ہے کہ کسی ملک میں شریعی غلام ہو دیے کسی کو زبردست غلام اور لونڈی بنا لینا صحیح نہیں ہے۔ یہ تو دلکشی ہے۔

﴿وَالْعَوْدُ مَنْهُ﴾ اور جو تاداں میں دبے ہوئے ہیں۔ اس کی صورتیں ہیں۔ ہلا: ۲ جس سے سامان بوث لایا گیا کہ اس کے پاس کچھ نہیں رہا، آگ لگ گئی، مکان جل گیا یا زکان جل گئی یا سلاب آگیا ورسب کچھ ان میں یہہ گیا، دشمنوں نے حمل کیا

اور سارا مال لے گئے۔ بے شک پہلے یہ مل دار تھا لیکن اب یہ تاداں میں آگیا ہے اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ مگر شرائط ذکورہ کے ساتھ کہ غیر مسلم نہ ہو اور سید نہ ہو اور بڑا بدمعاشر نہ ہو۔

**﴿وَقَاتَنَ سَيِّدِ الْفُلُوْن﴾** اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو چادر کرتے ہیں اور ان کے پاس خرچ نہیں تو زکوٰۃ کی کم سے ان عجائبِِ کن کی امداد کرنا اگر وہ مال دار نہ ہوں۔ اگر وہ مال دار ہیں تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ ہم کسی پر بدگمانی نہیں کرتے غیر صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن حالات و اتفاقات کو سامنے رکھ کر بات کر رہا ہوں کہ جس خصیصیں لی کی ہیں جاہدِ کن کی کران کا مقصد صرف پیسا اکٹھا کرنا ہے۔ لہذا جو تمہارے پاس آئیں پہلے ان کی مکمل حقیقت کرو کر واقعی یہ تضمیح صحیح مصرف میں خرچ کر لیں ہے یا صرف روپیہ اکٹھا کرتی ہے پھر اس کے مطابق فیصلہ کرو۔

**﴿وَإِذَا نَهَرَ الْشَّهِيْل﴾** اور مسافر دل کے لیے۔ کتنی سفر ایسے ہوتے ہیں کہ سفر میں ان کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ ہو جاتا ہے کہ ان کے پاس کرایہ نہیں رہا جا ہے اپنے گھر میں وہ مال دار ہی کیوں نہ ہوں ان کی زکوٰۃ اور صدقہ متوجہ میں سے امداد کی جائیتی ہے۔

تو یہ آخر مصارف میں زکوٰۃ کے اور حکم زکوٰۃ کا ہے وہی حکم فطرانے، عشر، کفار، قسم اور کفار، طہار کا ہے۔

### سید کو زکوٰۃ نہیں لگتی ہے

اور ایک رغہ بھر بھج لیں کہ سید کو زکوٰۃ نہیں لگتی۔ بعض لوگ غلط بھی کہ جد سے کہتے ہیں کہ زکوٰۃ سید کو لگتی ہیں۔ میری پیوں بھی اور بڑی بیشترہ مددات کے گھر میں ہے۔ میں جب دارالعلوم دیوبند سے قارئ تحقیل ہو کر یا تو ایک مودودی صاحب یا مدرس، عالم اور سید تھے، کہنے لگے سید کو زکوٰۃ نہیں ہے اور میں نے کہ بول میں پڑھا تھا کہ نہیں لگتی۔ وہ پرانے بزرگ تھے اور میں ان عمر تھا۔ انھوں نے کہ کہتی ہے میں نے کہا تھیں لگتی بھائی بھٹ ہوئی۔ انھوں نے امام طحاوی جو حکیم داسطون سے امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور اصحاب کے وکیل اور بڑے بزرگ ہیں ان کی وفات ۱۳۲۱ھ میں ہوئی ہے، انھوں نے ان کی ایک عبارت اپنے موقوف پر پیش کی تو میں تردد میں پڑ گیا۔

چونکہ ہست کافی تھی اور مطابق کا شریعہ تھا احمد رضا شاذ دا رہنی کسی عالم نے میرے جدت مطالعہ کیا ہو گا۔ چنانچہ میں نے حدیث کی کتابیں اور شریعہ حدیث کی کتابیں اور نقد کی ساری کتابیں پھان ماریں اور اپنے موقف سے مطمئن ہوا کہ سید کو زکوٰۃ نہیں لگتی۔ میں نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھی ”الکلام العاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی“۔ ورعالام طحاوی کی عمارت سے ثابت کیا کہ سید کو زکوٰۃ نہیں لگتی اور جس عمارت سے انھوں نے استدلال کیا تھا کہ سید کو زکوٰۃ نہیں ہے۔ اس کتاب پر دارالعلوم دیوبند کے ضلع اور مفتی محمد صاحب، حضرت مولانا اعزاں علی صاحب دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا عبد العزیز وغیرہ حضرات نے تصدیقات کیں۔ اس لیے زکوٰۃ صدقاً متوجہ میں ہے اچھی طرح پھان میں کر دیا جلد بازی سے کام نہ لو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَقُبْصَةٌ فِي الْعُوْدِ﴾ یہ فریضہ ہے سپریا یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس کا انکار کرنے والا کافر  
ہے، نہ دینے والا لگہ گاہ ہے اور یہ مسئلہ سمجھ لیں کہ زکوٰۃ لازم ہو جانے کے بعد فرو اس کو ادا کیہے لیکن اگر فوری طور پر ادا  
نہیں کرنا چاہتا تو زکوٰۃ کی رقم الگ کر کے اس تین وصیت لکھ کر رکھ دے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے اور حکم کے دیانت دار افراد کو بھلا  
دے کہ زندگی کا کوئی بھروسائیں ہے اگر میں مرگی تو ادا کر دینا۔ اگر بغیر تحریر کے مرگیا یا گھر کے افراد کو بتائے بغیر مرگیا تو کہا گا  
مرے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضوری کام ہیں ان کی: قاعدہ وصیت لکھ کر دو بغیر وصیت لکھ دو اتنی بھی نہ گزرنے  
پائیں۔ کسی سے قرض لیتا ہے کسی کو قرض دینا ہے تفصیل کے ساتھ تحریر لکھ کر رکھنی چاہیے۔ لوگ ہے پر وائی کرتے ہیں یہ شیک  
نہیں ہے۔ اگر قرض دینا ہے اور بغیر دفعہ غوت ہو گیا ہے اور اڑاؤں کو بھی علم نہیں ہے کہ وہ ادا کر دیں تو اس کی قبر پر بوجھا  
گا اور اگر قرض لیتا ہے اور نہیں بتایا تو اڑاؤں کی حق علی ہو گی۔ یہ باتیں اچھی طرح سمجھ لوزندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے کوئی یہ کہے  
کہ میں یوڑھا ہو کر مرسوں گا تو وہ غلط بھی کاشکار ہے اور تندست یہ کہے کہ میں یوڑھوں گا تو مرسوں گا اور ہوں گا تو جانا ہے۔ میں نے یار ہ کہا ہے کہ اس دوسریں اگر  
کوئی صبح کو گھر سے ملکا ہے اور بغیر رات کو واپس آگیا ہے تو اس کو دلکش کرانے کے پڑھنے چاہئیں۔

فَرِماَهُ اللَّهُ عَزَّ ذِيْلَهُ بِكَيْفِيْهِ ۝ اور اللہ تعالیٰ جانتے ہے، حکمت وار ہے ﴿فَرِماَهُ اللَّهُ عَزَّ ذِيْلَهُ بِكَيْفِيْهِ ۝ اور ان منافقوں میں سے وہ  
لوگ ہیں ﴿فَرِماَهُ اللَّهُ عَزَّ ذِيْلَهُ بِكَيْفِيْهِ ۝ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نی سلسلہ ہم کو۔ کسی کوئی خوش چھوڑتے ہیں اور کسی کوئی شوہد  
چھوڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی کے خلاف باتیں کرتے ہیں ﴿فَوَيَنْهَا نَبِيُّنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ اور وہ کہتے ہیں کہ وہ کان ہی کان ہے۔ یہ  
لوگ جب آپس میں وابحی تباہی قسم کی باتیں کرتے ہے تو دررے کہتے کہ یہ تمہاری باتیں اس سکے پیشی و تحسین حمیر کرے گا تو  
کہنے لگے وہ تو کان ہی کان ہے ہم جو لہنگیں گے وہ مان لے گا۔ کیوں کہ جاؤ گی خود چاہوتا ہے وہ دوسروں کو بھی چاہئتا ہے۔  
اور یہ بغیر بھی کرتے ہیں کہ جب منافقین میں سے کچھ آپ کی بد خواہی کرتے تو دررے کہتے جائیں لیکن باقی باتیں نہ کرو دو  
ز کان ہے یہ باتیں اس سکے پیشی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَقْلَمُهُ آپ کہ دیں ﴿أَذْنَ حَنْقَلَتُمْ ۝ وہ کان ہیں تمہاری  
بھتری کے لیے ﴿أَذْنَ حَنْقَلَتُمْ ۝ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے ﴿فَوَيَنْهَا نَبِيُّنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ اور تصدیق کرتا ہے ایمان والوں کی ﴿فَوَ  
نَّا خَمْلَةُ الْمُؤْمِنِينَ أَمْسَوَاتُكُمْ ۝ اور حست ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے تھم میں سے۔

آنحضرت ﴿أَذْنَ حَنْقَلَتُمْ کا ایک قلب رحمہ لسماعین بھی ہے کہ آپ ﴿أَذْنَ حَنْقَلَتُم سارے جہاںوں کے لیے رحمہ بنائیں گے  
ہیں مگر فائدہ وابحی اٹھاتے ہیں جو موکن ہیں ﴿فَرِماَهُ اللَّهُ عَزَّ ذِيْلَهُ بِكَيْفِيْهِ ترسوں شو ۝ وردہ لوگ جو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے  
رسول ﴿أَذْنَ حَنْقَلَتُم کو ﴿فَنَهَىٰ عَنِ الْأَذْنَى ۝ ان کے لیے درناک عذاب ہے۔ آپ ﴿أَذْنَ حَنْقَلَتُم کی شان تو بہت بلند ہے عام مسلمان کو کوئی  
تو انہا ﴿أَذْنَ حَنْقَلَتُم کی تکلیف پہنچائے تو اس کو محنت برائے گی۔

~~~~~

﴿وَيَخْلُقُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ﴾ مخالفین حکم اخلاقتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی تمہارے سامنے ﴿لَيَرْضُوا كُمْ﴾ تاکہ تمہیں راضی کر دیں ﴿وَإِنَّهُ ذَوَالْحِسْبَةِ أَعْلَمُ﴾ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے ﴿أَنْ يُرِثُ مَنْ﴾ کہ یہ اس کو راضی کریں ﴿إِنْ كَانُوا مُمْوَنِينَ﴾ اگر وہ مومن ہیں ﴿أَتَمْ يَعْلَمُونَ﴾ کیا ان لوگوں نے نہیں جانا ﴿أَكَذَّبُونَ﴾ پھاڈو افلاطون و مرسوٹہ کے بے شک وہ شخص جو خلافت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ﴿فَإِنَّهُ لَهُ نَائِمٌ هُمْ خَلِيلُهُو﴾ پس بے شک اس کے لیے یہ جنم کی آگ ہے بھیش اس میں رہے گا ﴿ذَلِكَ أَنْجَزُ الْعَظِيمِ﴾ یہ رسولی بہت بڑی ہے ﴿وَيَخْدُمُ الْمُلْكَوْنَ﴾ ذرتبے ہیں مخالفین ﴿أَنْ شَرَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةُ﴾ اس بات سے کہ نازل کی جائے ان پر کوئی سورۃ ﴿شَرَّلَ﴾ جو ثبر و رے ان کو ﴿لَيَقُولُونَ﴾ ان چیزوں کی جوان کے دلوں میں ہیں ﴿فَلَمْ يَشْرُكُوا﴾ آپ کہدوں کے مذاق کرو ﴿إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَا تَحْمِدُونَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نکالنے والے ہیں اس چیزوں کو جس سے تم ذرتے ہو ﴿وَلَيَنْسَأَلُوكُمْ﴾ اور اگر آپ ان سے سوال کریں ﴿لَيَقُولُونَ﴾ تو وہ ضرور کہیں گے ﴿إِنَّهُ لَكَافِرُ مُؤْمِنُونَ﴾ پختہ بات ہے ہم تو شغل کرتے تھے اور کھیتے تھے ﴿فَلَمَّا﴾ آپ کہدوں ﴿أَلْفَلُو وَلِيَتَهُمْ ذَوَالْحِسْبَةِ﴾ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کی آیات کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ﴿لَنَّمْ تَشْتَرِيَنَّهُونَ﴾ تم مذاق کرتے تھے ﴿لَا تَقْتَلُنَّهُو﴾ مت بہانے بناو ﴿قَدْ كَفَرُوا بِمَا نَهَىَنَّا إِنَّمَا﴾ تحقیق تم نے کفر کیا ہے ایمان ظاہر کرنے کے بعد ﴿إِنَّمَّا يَعْذِبُ عَنْ طَآءِ يَقْوِيَّتِنَّمْ﴾ اگر ہم معاف کر دیں تم میں سے ایک گروہ کو ﴿الْعَذَابُ طَآءِ يَقْوِيَّاتِهِمْ كَالَّذِيْمُجْرِمُوْنَ﴾ ہم مزاویں کے ایک گردہ کو اس وجہ سے کہ بے شک وہ مجرم ہیں۔

مخالفوں کی شر رئیں اور گلبا ہوں کا ذکر ہے کل کی آیت کریمہ میں تم نے پڑھا تھا ﴿وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُرِثُونَ النَّاسَ﴾ ان مخالفوں میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نی کو تکلیف پہنچاتے ہیں زبانی طور پر بھی اور عملی طور پر بھی۔ مثلاً: آنحضرت ﴿نَعِذِّبُهُمْ﴾ تعریف فرماتا ہے آپ ﴿لَيَقُولُونَ﴾ کے پاس صحابہ کرام نہ لٹکا اور دوسرا سے وہ بھی ہوتے تھے۔

### مخالفین کا آپ سے ملکیت کو ایذا اپنھانا ہے

مخالفین جب بھل میں نکل کر تے تو بڑے ترش بھج میں کرتے اور کہتے ناگھنڈ آنھیز کا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایہیں ہے بتائیں۔ حالانکہ بغیر القاب کے بعض نام لے کر بلاتا ہے ادبی ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی اگر کسی کو خالی نام لے کر آواز دی جائے تو وہ محروس کرتا ہے اور کڑھتا ہے۔ البته نام دہ لے سکتا ہے جو عمر میں بڑا ہو یا کوئی بے شک ساتھی ہو ورنہ وہی نام سے بلاستے ہیں مولوی صاحب، حاجی صاحب، قاری صاحب، مشی جی۔ تو بغیر خدا کو القاب کے ساتھ متوجہ کرنا چاہیے تھا۔ مثلاً:

پار رسول اللہ یا حبیب اللہ، یا بنی اسرائیل، یا شفیع اللہ، اور جن کے موضع کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا تھا۔ اسی عجیب ہاتھ پر بچتے تھے کہ جن کا تکمیل کے موضوع کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا تھا۔

مثلًا: آنحضرت ﷺ دعویٰ کیم وعظ وصیحت کر رہے تھے کہ این شیطان منافق نے آکر کہا: یا الحمد لله أَنْعَزْنِي أَئْنَى كَافِي  
”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) امیری اونچی کم ہو گئی ہے بتاؤ کہاں ہے؟“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: هَذَا أَنْفَقْتُكَ مِنْ نَسْ  
جا تما تیری اونچی کہاں ہے۔ ”میں تو لوگوں کو سائل بتا رہا ہوں۔ وہ بزرگ رکتا ہوا اور یہ کہتا ہوا ہر لکل کی یکمیونٹا مِنْ قُرْنَةِ السَّمَاءِ وَ لَا  
یَلْدُحْمِي أَئْنَى كَافِي“ ”میں آسان کی خبریں بتاتا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ میری اونچی کہاں ہے۔“ اب اندازہ لگا کہ باتنی تو دین کی  
ہو رہی ہیں اور یہ دریمان میں اونچی پر بچتا پھر رہا ہے۔ کیا غیب جانتے تھے یا اونٹیاں چوری کر داتے تھے کہ آپ کو معلوم ہوتا کہ تیری  
اونچی قلاں کے پاس ہے۔ بعض صحابہؓ نے سناد بعض نے اس پر بڑکوہہ سن۔ کچھ اس کی طرف بڑھے کہ اس کو دو چار لگ بھیں مگر آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیوں تو کچھ نہ کہا۔ اسے میں جب تکلیف دیتے اے اور بتلایا کہ اس کی اونچی فلاں جگہ پر جہاڑیوں میں پھنسی  
ہوئی ہے اس طرح کہ اس کا مخصوص طبقہ مخصوصی کے ساتھ اونچی کے کندھیں لوگیں ہے اور نہ پانوٹا ہے یہاں اڑی ہوئی ہے۔  
آپ ﷺ نے فرمایا: کمی جو آدمی بت کر رہا تھا اس کو بدلاؤ۔ بعض صحابہؓ اس کو بدلائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو  
نے مجھ سے اپنی اونچی کے تعلق پر بچتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ خدا کی حکم مجھے اس وقت علم شناخت جائیں چہزہ بیل فَأَخْبَرْتُنِي اب  
جب تکلیف دیتے ہے آکر خبر دی ہے کہ تیری اونچی قلاں جگہ جہاڑیوں میں پھنسی ہوئی ہے۔ اسی بے موقع باقتوں سے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچتے تھے بھر اپنی صفائی کے بے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّمَا يُنَزَّلُ مِنْ كِتَابِنَا لِتُبَشِّرَ النَّاسَ بِمَا فِي أَرْضِهِ وَ  
لِتُنذِّرَ النَّاسَ بِمَا فِي آنِيَةِ أَنْتُمْ مُنْذَرُوهُ﴾ تاکہ تحسیں راضی کریں  
سے بچے ہیں دیے ہیں غیر مخاطبات مدد سے نکل گئی ہے۔ یہ قسمیں کیوں کھاتے ہیں؟ ﴿إِنَّمَا يُنَزَّلُ مِنْ كِتَابِنَا لِتُبَشِّرَ  
النَّاسَ بِمَا فِي أَرْضِهِ وَ لِتُنذِّرَ النَّاسَ بِمَا فِي آنِيَةِ أَنْتُمْ مُنْذَرُوهُ﴾ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ تقدیر ہے کہ یہاں کو راضی  
کریں۔ اللہ تعالیٰ راضی تو سارا جہاں راضی۔ اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہو جائے تو مسلمانوں کے لیے اس سے بڑی خوشی تھی  
کی بات اور کیا ہو سکتی ہے ﴿إِنَّمَا يُنَزَّلُ مِنْ كِتَابِنَا لِتُبَشِّرَ النَّاسَ بِمَا فِي أَرْضِهِ وَ لِتُنذِّرَ  
النَّاسَ بِمَا فِي آنِيَةِ أَنْتُمْ مُنْذَرُوهُ﴾ اگر وہ مومن ہیں تو اللہ تعالیٰ کو راضی کریں اور رسول ﷺ کے رسول زیادہ تقدیر کو  
راضی کریں۔

بعض جاہل قسم کے لوگ اس آیت کریمہ سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ ایک ہیں۔ یعنی  
وہی اللہ ہے اور وہی رسول ہے الگ الگ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کو ذات واحد کہتے ہیں اور استدلال اس طرح  
کرتے ہیں ﴿إِنَّمَا يُنَزَّلُ مِنْ كِتَابِنَا لِتُبَشِّرَ النَّاسَ بِمَا فِي أَرْضِهِ وَ لِتُنذِّرَ  
النَّاسَ بِمَا فِي آنِيَةِ أَنْتُمْ مُنْذَرُوهُ﴾ میں ضمیر مفرد کی ہے جو لوٹ رہی ہے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف۔ اگر اللہ تعالیٰ اور  
رسول ﷺ اگل الگ ہوتے تو ضمیر مفرد ہوتی یعنی ”ہُنْتَا“ کی وجہے ”ہُنْتَا“ ہوتی اور منی ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ  
زیادہ تقدیر ہیں کہ یہاں دلوں کو راضی کریں اور موجود صورت میں ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ تقدیر ہیں کہ یہاں

کو راضی کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی چیز ہیں، لا حوالہ ولا قوّۃ الا باللہ العالیٰ ایک کس طرح ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ذات خالق ہے آنحضرت ﷺ کی ذات خالق ہے اور اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ ساری مخلوق میں اعلیٰ و افضل ہیں۔ سُبْرَ خَالِقٍ وَ الْجَلُوقِ لَمْ يَكُنْ طَرِيقٌ ہو گئے؟

اب رہا یہ سوال کہ ضمیر مفرد کی کیوں لائے ہیں؟ تو اس کے تعلق مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی رضا ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا آنحضرت ﷺ کی رضا ہیں۔ (عَنْ يُحَمِّلُ الرَّسُولُ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ) [منہاج: ۸۰] ”جس شخص نے اطاعت کی رسول کی بے شک اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی۔“ جس نے رسول ﷺ کیا تو کوئی راضی کیا اس نے رب کو راضی کیا اور جب تک آنحضرت ﷺ نے رسول کی رضا نہ ہوں اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا جب تک آنحضرت ﷺ نہ راضی ہوں۔ تو چون کہ رضا ایک ہے اس لیے ضمیر مفرد لائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّمَا يَعْصِيَنِي﴾ کیا ان لوگوں نے نبی ﷺ کے میعاد و ائمۃ راس زله ﴿أَلَّا مِنْ يُحَمِّلُهُ﴾ کے بے شک وہ جو خلافت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی ﴿فَإِنَّمَا يَعْصِيَنِي﴾ پس بے شک ان کے لیے جنمی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہیں گے ﴿فَإِنَّ الْعَذَابَ إِنَّمَا يَعْصِيَنِي﴾ یعنی رسولی بست بڑی ہے۔

### منافقین کی کیفیت و باطنی کا بیان

آگے اللہ تعالیٰ نے منافقین کی ذہنی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔ دو چار منافق جب اکٹھے ہو جاتے تو اپنے بخت ہاٹن کا اٹاہر کرتے۔ مسلمانوں کا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا، قرآن کریم کی آیات کا مذاق اڑاتے۔ چنانچہ ایک سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخفی انہیں ہماری منافق اور چھوٹ اور بھی تھرات کو سفر کرتے ہوئے یہ یوں درسرے حضرات سے علمیدہ چلنا کہ گھبیں لگائیں اور دوں کی باتیں ایک دوسرے کے سامنے کریں۔ باقاعدہ تو ان منافقین نے قرآن کریم کی آیت سے آنحضرت ﷺ کی ذات اگر ای اور صحابہ کرام ﷺ کے تعلق مذاق شروع کر دیا اور وہ ای جہاں قسم کی باتیں کیں۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ اسکی باقیت نہ کرو قرأت نازل ہو گا اور تمہاری ساری ہاتھیں ظاہر کر دے گا پھر تھیں شرمندگی ہو گی۔ تو منافق شراریں بھی کرتے تھے اور ساتھ ساتھ ذریتے بھی تھے ان کی اسی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّمَا يَعْصِيَنِي عَلَيْهِمْ شَرِذَنٌ﴾ ذریتے ہیں منافق کس بات سے کیا نازل کی جائے ان پر کوئی سورہ ﴿شَرِذَنٌ﴾ نہیں، لیکن نکدیوں ہے جو جردے ان کو ان چیزوں کی جوان کے دلوں میں ہیں۔ کوئی اترے گی اور ہماری حقیقت لوگوں کے سامنے کھل جائے گی اور ہم شرمند ہوں گے ﴿فَلَمْ يَلْتَمِسْ عَذَابَهُ﴾ آپ کہہ دیں کہ مذاق کرلو ﴿إِنَّ اللَّهَ مُنْعِجٌ مَا يَشَاءُ﴾ تھڈہ نہیں ہے بے شک اللہ تعالیٰ نکالنے والے ہیں اس چیز کو جس سے قمر ذریتے ہیں ﴿ذَرِيزَ سَالِئِنَمَّ﴾ اور اگر آپ ان سے سوال کریں ﴿لَمْ يُؤْنَثُنَ﴾ تو وہ ضرور کہیں گے ﴿إِنَّ الْمُؤْنَثَنَ ذَرِيزَ﴾ پہنچ بات ہے ہم تو شغل کرتے تھے اور کھلیتے تھے، دل آگ

کرتے ہیں۔ ھفٹل یہ آپ کہدیں ﴿أَيُّ أَشْوَفُهُ كَيْمَ اللَّهُ تَعَالَى كَذَاتِكَ سَاحِهٌ﴾ اور اس کی آیات کے ساتھ ﴿وَنَّاَتِهٖ﴾ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ﴿اللَّهُمَّ شَهِدْنَا عَزَّوَّجَنَا﴾ تم مذاق کرتے تھے۔ ابھی واسی تباہی باتوں کا الکار تو نہ کر سکے البتہ یہ بہانہ بنایا کہ ہم خوش گیوں کرتے تھے تاکہ سفر طے ہو جائے۔ حقیقتاً اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَا تَعْتَدُوا إِذَا دَعَنَّكُرْمَةَ بَعْدَ إِذْنِنَاهُنَّا نَمِمَّ﴾ مت بھانے بناو تحقیق تم نے کفر کیا ہے ایمان ظاہر کرنے کے بعد تھا ری دل الی اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ﴿وَنَّاَتِهٖ﴾ ہو سکتی تھی اور کوئی نقصاً استہزاہ کے ہے۔ وردقت گزارنے کے لیے؟ مذاق کے ملاوہ، وہ کوئی پات نہیں تھی۔ استہزا تو بڑا جرم ہے۔ فتحیے کرام ﷺ نے فرماتے ہیں کہ جو جیز خبر واحد سے ثابت ہے اگر کوئی آدمی اس کا انکار کرے گنجہار ہو گا کافر نہیں، وہ کاں گین اگر اس نے اس کا مذاق اڑایا تو کافر ہو چکے گا۔ حالتکہ فقہاء کرام ﷺ کا طبقہ برا احتاط طبقہ ہے اتنی جلدی کسی پر کفر کا خوبی نہیں لگاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَا إِنْ تُفْلِحُنَّ حَتَّىٰ يَطْقُونُهُ﴾ اگر ہم معاف کر دیں تم میں سے ایک گروہ کو ھنڈل ب کا یقہ نہ ہے ہم زادیں میں ایک گروہ کو۔ مناخین میں سے بھی اہن جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ کی تو میں عطا فرمائی اس نے چچ دل سے ٹوپ کی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہاں کے مقدم پر میسلسل کذاب سے لڑا کر اشہید ہوا۔ تو جنماں کو پھرودیں میں گے ان کو معافی مل جائے گی اور جو کفر پر اڑاے رہیں گے ان کو زادی سے زیادہ سخت سزا مانعین کی ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿إِنَّ الظَّفَرَيْنَ لِلَّهِ مِنَ الْأَسْقَلِ هُنَّ الظَّاهِرُونَ﴾ [آل عمران: ۲۵] بے شک منافق لوگ روزخان کے سب سے چچے طبقے میں ہوں گے۔ ان کو زادیوں دیں ﴿لَا يَنْهَمُ كَالَّذِي أَمْجَرَهُمْ﴾ اس وجہ سے کہ بے شک وہ مجرم ہیں۔ جرم سخت ہے سزا بھی سخت ہوگی۔

﴿الظَّفَرُوْنَ وَالظَّفَرَيْنَ﴾ منافق مردوں اور منافق عورتوں ﴿بَعْضُهُمْ فَيْرَقُنْ بَعْضُهُمْ﴾ یہ بعض بعض سے ہیں ﴿لَا يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ﴾ حکم دیتے ہیں برائی کا ھو یا یہوں عنی المعرفہ و مرض کرتے ہیں تکی سے ﴿وَيُنْهَيُونَ أَيْنَ يَأْتُمُ﴾ اور رد کتے ہیں اپنے ہاتھوں کو ﴿لَتَسْوِيَ اللَّهُ قَوْسَكُنْهُمْ﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بصادر یہ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کو بھلا دیا ﴿إِنَّ الظَّفَرَيْنَ هُمُ الظَّفَرَيْنَ﴾ بے شک منافق لوگ وہی ہیں نافرمان لوگ ﴿وَعَدَ اللَّهُ الظَّفَرَيْنَ وَالظَّفَرَيْنَ﴾ دعا روکیا ہے اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں کے ساتھ ﴿وَالْفَاجِرَ﴾ اور کافروں کے ساتھ ﴿النَّاجِرَ﴾ جہنم کی آگ کا ﴿خَلِدَتْهُنَّهُمْ﴾ بیشتر ہیں گے اس میں ﴿هُنَّ حَسْنَهُمْ﴾ یہ ان کو کافی ہے ﴿وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت کی ہے ﴿وَلَعَنَهُمْ مَنَّا بَثَرَهُمْ﴾ اور ان کے لیے دائی یعنی عذاب ہو گا ﴿كَلَّيْنَ بَنَتْ مِنْ كَلَّيْكُمْ﴾ ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے گزرے ہیں ﴿كَلَّوَا أَشَدَّ مِنْكُمْ فُؤَادُهُمْ﴾ تھے وہ زیادہ طاقت دا لے تم سے۔

## ذخیرہ الجہان فی فہم القرآن: حصہ ⑥

التعویہ ۹

٣٦٢

﴿فَذَكَرْتُ أَمْوَالًا وَأَذْلَالًا﴾ اور زیادہ تھے اموال میں اور اولاد میں ﴿كَاتَسْتَعْوِدُ بِحَلَاقِهِمْ﴾ پس انہوں نے فائدہ اٹھایا اپنے حصے کا ﴿كَاتَسْتَعْمَلُ بِحَلَاقِهِمْ﴾ ہے تم نے فائدہ اٹھایا اپنے حصے کا ﴿كَاتَسْتَسَمَّ الْبَزَنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ جس طرح کہ فائدہ اٹھایا ان لوگوں نے جو تم سے پہلے تھے ﴿وَبَطَّلَاقِهِمْ﴾ اپنے حصے سے ﴿وَخَلَقَهُمْ كَالِيْنَ خَالِصَا﴾ اور شغل کیا تم نے جیسا کہ شغل کیا انہوں نے ﴿وَدَلَّكَ حِظْثَ أَعْمَالِهِمْ﴾ بھی لوگ ہیں جن کے اعمال آکارت ہو گئے ہیں ﴿فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ﴾ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ﴿وَأَتَكُمْ هُمُ الظَّرِيرُونَ﴾ اور بھی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے۔

چھپلے گوں میں منافقوں کے کچھ حالات بیان کیے گئے تھے کہ جو اسے جان پھیلتے، آنحضرت ﴿إِنَّمَا يَنْهَا لِمَ يَرَى﴾ پر اعتراض کرتے اور آپ ﴿إِنَّمَا يَنْهَا لِمَ يَرَى﴾ کے لیے تکلیف وہ ﴿لَعْنَوْكُرَتَهُ، فَتَقْرِبُهُ، شَارِطُهُ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَرَّهُ﴾ تھی۔ اور شریر آدمی جب تک شرارت نہ کرے اس کو کہا جائیں ہوتا۔ خوری طور پر بھی اور لا شوری طور پر بھی شرارت ضرور کرتا ہے۔

### منافقین کی برجی خصلت ۲

انہی کے سختن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿الشَّفِيقُونَ وَالشَّفِيقُهُمْ يُؤْمِنُ بِهِمْ مُنَافِقُهُمْ وَأَوْرَدُهُمْ عَوْنَىٰ يَلْعَبُهُمْ بِهِمْ سَيِّئَاتِهِمْ كَيْوَنَ كَيْوَنَ إِلَى الْجَنَّىِنِ﴾ جس کو بھیں پیاری ہوتی ہے۔ ”موسیٰ کو موسیٰ کے ساحھوں کا لفت ہوتی ہے اور کافر کو کافر کے ساتھ محبت ہوتی ہے، منافق کو منافق کے ساتھ پیار ہوتا ہے۔ منافقوں کی خصلت ہے ﴿يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ﴾ حکم دیتے ہیں برائی کا ﴿وَيَنْهَا عَنِ الْمُغْرِبِ﴾ اور منع کرتے ہیں عکس سے۔ اگر کوئی نہ روز پڑھنے کے لیے جاتا ہے تو اس کو کہتے ہیں کہ نہ اس کے لئے روزے دار کو کہتے ہیں روزے میں کیا رکھا ہے، فلاں کام میں کیا ہے فلاں کام میں کیا ہے۔ ایسا زان بناتے ہیں کہ کچھے ذہن کے لوگ اس سے متاثر ہتے ہیں اور برا بیوں کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور موسیٰ خود بھی سکی کرتا ہے اور دوسروں کو بھی سکی کا سبق دریتا ہے۔ خود برائی سے رکتا ہے اور دوسروں کو بھی برائی سے منع کرتا ہے۔

اور منافق اس کے لیکس ہیں ﴿وَيَنْهَا عَنِ الْبَرِّ يَلْعَبُهُمْ بِهِمْ﴾ اور رکتے ہیں اپنے ہاتھوں کو۔ جہاں خرچ کرنے کا موقع ہوتا ہے وہاں سے ہاتھوں کے لیے اور جہاں خرچ نہیں کرنا ہاں بے تجویز خرچ کرتے ہیں۔ مسجد کی ضرورت کے لیے چند ہاں گتوں اس کے ماتحت پر مل پڑ جاتے ہیں اور مسجدی اور شادی کے موقع پر خاہ مخدہ کے لیے ہزاروں لاکھوں خرچ کر دیتے ہیں شہرے کی بات ہے۔ حالاں کریب ہے گناہوں میں سے ہے کیوں کہ پتندر ہے یہ خرچ کرنا ناجائز ہے مگر ہماری عادت ہیں گئی ہے۔ سنت کے مطابق تو کوئی شادی ہوتی ہی نہیں ہے۔ اللہ معاف فرمائے۔ ﴿لَئِنْ شَوَّالَةَ لَئِسَّهُمْ﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا ہیں نہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا۔ رب تعالیٰ ہوتا تو نہیں ہے اس کی شان ہے ﴿لَئِنْ شَوَّالَ نَبِيًّا﴾ (سریم: ۱۳) ”خیر ارب

بھولنے والا نہیں ہے۔ تو نبیوں کا سختی ہے رب تعالیٰ نے ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا ہے کہ جو کرتے ہیں کرتے رہیں۔ اُصول نے رب تعالیٰ کے قرآن و ادکام کو بھلا دیا رب تعالیٰ نے بھی ان کی پردائیں کی ﴿إِنَّ الْمُتَقِيْنَ مُهَمَّ الْفَیْقَوْنَ﴾ بے خلک صاف لوگ وہی ہیں نافرمان لوگ۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، آنحضرت مسیح یسوع کی نافرمانی کرتے ہیں ﴿لَهُ مُدَعَّا لَهُ الْمُتَقِيْنَ وَالْمُتَقْبِلُونَ﴾ دعوہ کیا ہے اشتعانی نے مخالف مردوں اور مخالف عورتوں کے ساتھ اور کافروں کے ساتھ ﴿لَا تَرْجِعُمُ جَهَنَّمَ لِمَوْلَاهِنَّ لِيَنْهَا﴾ جہنم کی آگ کا ہمیشہ ہیں گے اس میں ﴿فَنَحْنُ هُنَّا بِهِمْ يَوْمَئِنَّ﴾ یہ ان کو کافی ہے۔

### ناوجہنم کی شدت

یہ دنیا کی آگ اس آگ کے مقابلے میں زخم ہے مگر اس میں لہذا تباہی کچھل جاتا ہے، پھر جل جاتے ہیں، ساری دھاتیں کچھل جاتی ہیں اور وہ آس سے انہترنگناز یادہ تیر ہے۔ اگر اس آگ میں لے جا کر ماڑا مقصود ہو تو ایک شعبدی کافی ہے۔ لیکن وہاں تو سزا بھکتنی ہے کہ ﴿لَا يَنْوَثُ بِهِنَّا ذَكَرَ بَخْلِنَ﴾ [سورة الران: ۱۱] وہ نہ سرے گا اس دوزخ میں اور سہی وہ زندہ رہے گا۔ دعائیں کریں گے ﴿لَيَدِنَّا كَانَتِ الْعَاصِيَةَ﴾ [الحاشر: ۲۷] کاش کہ موت مجھے فتح کر دیتی۔ اور پکاریں گے ﴿لَيَدِنَّا لَهُمْ فَلَمَّا تَرَبَّكَنَ﴾ [الازف: ۲۷] اے الک چاپے کے قیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پروردگار ﴿قَالَ﴾ وہ کہے گا ﴿لَأَنَّمَا فَيَبْلُوُنَ﴾ بے خلک تم رہنے والے ہو۔ اے الک ﴿بِيَهُ﴾ جہنم کے انچارخ فرشتے کا نام ہے اور جنت کے انچارخ فرشتے کا نام رضوان ہے۔ ان کے ماتحت بے شمار فرشتے ہیں۔ سرے جتنی مل جل کر ماں کی پیدا ہے کہیں گے کہاے اے الک! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ سیسی ذلکس کر کے باری رہے۔ وہ یہی کہیں گے تمہارے پاس تینسرہ بھیں آئے تھے، تماں بھیں نہیں آئی تھیں، جن کی آواز پہنچانے والے بھیں آئے تھے؟ تینسی کہیں گے آئے تھے ﴿وَلَمْ يَقْطُعْ خُونَ لِيَنْهَا﴾ [فاطر: ۲۷] اور وہ چلا گیں گے اس کے اندر۔ لیکن ﴿وَمَا ذَلَّعُوا اللَّهِ بِنَفْسِهِنَّ﴾ [الاق۵۰: ۵۰] اور بھیں ہے پکار کافروں کی مگرنا کافی میں۔ یعنی کافروں کی دعاوں کا نتیجہ برآئیں ہوگا اللہ تعالیٰ اس حالت سے بچائے اور سب سے زیادہ سخت عذاب منافقوں کو ہو گا ﴿إِنَّ الْمُفْقِدِينَ فِي الْأَذْلَافِ إِذَا أَتَتُهُمْ﴾ [الاذار: ۲۵] بے شک مخالف لوگ دوزخ کے سب سے بچلے طبقے میں ہوں گے۔ جس میں سب سے زیادہ سزا ہوگی۔ آگ کے ملاوہ ان کو بچوڑ سیسی گے اور ایک ایک بچھوپر کے برابر ہو گا ایک ذمک مارے گا تو ساری عمر اس کی ملن بھیں جائے گی اور سانپِ ذسیں گے، فرشتے بھڑوڑے ماریں گے، بھوک بیاس ہوگی اور ضریعِ جسمی خاردار جھاڑیاں کھانا پڑیں گی، بیاس تھے گی تو پیٹا ب اور نلاخت ان کو پلائی جائے گی۔ آج کوئی انسان سکا تصور نہیں کر سکتا۔

﴿وَلَتَعْذِيْمُ اللَّهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے ﴿وَلَمْ يَعْذَبْ مُؤْمِنِيْمَ﴾ اور ان کے لیے رائی عذاب ہو گئی بھی تھی طلب میں تخفیف نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان منافقوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں ﴿لَا إِنْ شَدِّيْمَ هُنَّ مُنْقَبَلُوْنَ﴾ ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ تمہارا طریقہ بھی اُنمی کی طرح ہے اور یاد رکھو ۶۷ کا لئو اشہد بیتم مُؤْمِنُوْهُمْ تم سے زیادہ سخت تھے قوت

میں، قدان کے بڑے بڑے تھے، بدی قوت میں بھی بڑے مضبوط تھے اور لکارتے تھے۔ [فَمَنْ أَشْدَدَ وَسَأَقْوَىٰ هُوَ] [ام: ۱۵] "ہم سے زیادہ کون حادثہ درہے۔" ایسے بھی تھے کہ بھر کو ہاتھ میں پکڑتے تھے تو اس کو رینہ ریزہ کر دیتے تھے۔ [وَإِذَا هَبَطَ مِنْهُمْ جَنَاحَيْنِ هُوَ] [آل عمران: ۳۰] اور جب تم ہاتھ ڈالنے ہو کسی پر ڈوگفت کرتے ہو علم کے ساتھ۔ تو اتنے مضبوط اور طاقتور تھے۔ [فَإِذَا كَفَرَ أَهُدُوا لَهُ أَذَّا وَلَا يَدْرِي] اور زیادہ تھے، لوں میں اور اولاد میں۔

### قارون کا قصہ

قارون کا قصہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ نام اس کا مسٹر تھا اور موئی [بیوی] کا چیاز اور بھائی تھا اور کتابوں میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ موئی [بیوی] اور قارون [بیوی] کے بعد قوریت کا سب سے زیادہ ہیر قریل کے صاف خیال تھا اور اتنا مال دار تھا کہ اس کے خراؤں کی چایاں ایک اچھی ناسی جمعت احمدی تھی۔ سورہ قصص آیت ۷۶ میں ہے [فَلَمَّا مَفَاتَتْهُ الْأَنْوَارُ أَلْقَبَهُ اللَّهُو] [بیوی] نے شک اس کی چایوں سے جھٹتے کی مرد طاقتور۔ پھر وہ شرارتوں پر ترا آیا ہے اس کے بعد قیامت بازاری عورت کو بھر قدم دی کر تو موئی [بیوی] پر تھت لگا کہ اس نے میرے ساتھ برکاتم کیا ہے۔

چنانچہ موئی [بیوی] بیان کر رہے تھے کہ مجھ میں وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور پڑھا ہوا سبق سادیا۔ موئی [بیوی] بیان ہو گئے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے؟ اور جلخی موئی بھی بڑے حیران ہوئے کہ یہ کس بات کی نسبت موئی [بیوی] کی طرف کر رہی ہے حالانکہ وہ انشتعالی کے مخصوص خبریں۔ مگر جو شریر قسم کے لوگ تھے الہو نے کہا کہ بڑے سخت منہ مولے تازے آدمی میں انکی حرکت ہو گئی ہو تو کیا ایمید ہے۔ مغل میں توہر قسم کے لوگ موجود ہوتے تھیں افتخہ بھی بڑے بھی۔ موئی [بیوی] فوراً سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اے پروردگار ایسی میں اسرائیل کا بھر اجنبی ہے اور اس میں ہر طرح کے لوگ موجود ہے اور یہ عورت مجھے کہہ رہی ہے کہ آپ نے فلاں رات میرے ساتھ برا کام کیا ہے۔ جلخی لوگ اس کی نہیں مانیں گے اور جو شیر مخلص ہیں وہ انہیں گئے کہ ہو سکتے ہے کیوں کہ انسان ہیں۔ رب تعالیٰ نے تو فرمایا کہ اس عورت سے کہو کہ مجھ بات بتا دے ورنہ ابھی رب تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ وہ ذرگئی اور کہنے لگی کہ میں نہیں بولتی یہ قسم کی تعلیٰ جو بھتھے قارون نے دی ہے یہ بول رہی ہے۔ آپ نے میرے سامنے کوئی برائی نہیں کی یہ دس ہزار روپیہ بوس رہا ہے۔ وہ تائب ہو کر الگ ہو گئی۔

جب وہ شرارتوں میں اس حد تک آگے چل گیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں [فَحَسْقَتْ بِهِ وَقَدْ أَهْرَأَهُ الْأَنْوَارُ] [آل عمران: ۸۰] "میں ام نے دھناری اس قارون کو اور اس کے گھر کو زمیں میں۔" اس کی بڑی کوششی اور زکر دن کے کوارٹر تھے، بڑا پھیلا ہوا عملہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو دین میں دھناری دیا۔

تو فرمایا کہ وہ لوگ قم سے مال میں بھی زیادہ سخھ اور اولاد میں بھی [فَإِنَّمَا تَعْمَلُهُ بِخَلَاقَهُ] ہیں تھے میں انھوں نے فائدہ ادا کیا اپنے حصے کا۔ لیکن اس وقت کے جو متألف اور کافر تھے [فَإِنَّمَا تَعْمَلُهُ بِخَلَاقَهُ] ہیں تھے فائدہ ادا کیا اپنے حصے کا۔ جو رزق تھے اس وقت کے جو متألف اور کافر تھے [فَإِنَّمَا تَعْمَلُهُ بِخَلَاقَهُ] ہیں تھے فائدہ ادا کیا اپنے حصے کا۔

تمہارے مقدور میں ہے کھاپی رہے ہو۔ رزق کا دروازہ اللہ تعالیٰ کافروں پر بھی بند کرناتا (وَاللَّهُ يَرْدِنُ مَنْ يَشَاءُ) [نو: ۳۸] ”رزق دینا ہے جس کو چاہتا ہے۔“

کافر لیگ غلط فہمی میں جتنا شکتی کہتے تھے کہ ہمارے پاس رزق زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر راضی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے بیوارے ہیں اور تم بھوکے مرتے ہو معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تم پر ناراضی ہے۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس کا ہو اب دیا ہے کہ رزق کا مسئلہ علمی ہے۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور خوبی کے ساتھ ہے۔ وہ رزق بھیوں کو بھی دیتا ہے اور بروں کو بھی دیتا ہے۔ ایمان کی دولت صرف اپنے بیواروں کو دیتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُنْهِيُ الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ بَلْ يُنْهِيُ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ يُحِبُّ اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی کہ جس کے ساتھ محبت نہیں کرتا وَ لَا يُنْهِيُ الْإِيمَانَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ ”اور نہیں دیتا ایمان مگر اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔“ اور ایک روایت میں ہے وَ لَا يُنْهِيُ الدِّينَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ ”اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔“ یعنی رب تعالیٰ کی محبت کا معیار ایمان، اسلام، دین ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور دین کی دولت سے نوازا ہے کہ اس میں دین کی ترتب ہے دین ایمان کو دیا پر قدم رکھتا ہے وہ بھولے کہ رب تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے اور جس کے پاس دولت زیادہ ہے اور دین ایمان سے محروم ہے وہ تنفع اسی غلط فہمی میں جتنا شک است و کرب تعالیٰ بھج سے راضی ہے۔

تو فرمایا کہ تم نے ناکہہ اخایا (كَذَّابٌ كَذَّابٌ نَسْتَسْعِي أَنْ يُنْهَى عَنْ قَبْلِكُمْ) جس طرح کفا کردہ اخیا ان لوگوں نے جو تم سے پہلے تھے (وَمُنْكَرٌ قَبْلَهُ) اپنے حصے کا (وَخَلَقْتُمْ كَالِنِي خَلَقْتُمْ) اور شش کیا تم نے جیسا کہ خل کیا ہمتوں نے۔ وہ خل کیا تھا؟ کفری حمایت اور حق کی خلافت، برے کام کرنے اور اچھے کاموں سے روکنا۔ جو ہمتوں نے کیا تم بھی وہی کر رہے ہو۔ وہ دنیوی طور پر نہیں کے کام بھی کرتے تھے کہ راستہ بنا دیا، کوئی کھددادیا، سمازوں کو کھانا کھلاتے، صدقہ خیرات کرتے۔ کافر، منافق یا کام دکھاوے کے طور پر کرتے تھے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں (أَوْلَئِكَ هُنَّكُلُكُتُ أَهْمَالَنَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ) یعنی اول ہیں جن کے اعمال اکارت ہو گئے تھے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جو نیکی کے کام ہمتوں نے کیے، کسی غریب کی ہمدردی کی، مالی معاوضت کی، کسی بیار کا علاج کرایا، کسی گرے ہوئے کو سہارا دیا وغیرہ تمام نیکیاں ختم ہو گئیں۔ کیوں کہ نیکیوں کی قبولیت کا در ایمان، اخلاص اور اجتماع منت رسول ﷺ ہے جو نیک ایمان، اخلاص، اجتماع منت کے بغیر ہو گئی اس کا در دنیا میں کوئی فائدہ ہے اور نہ آخرت میں۔ (فَذَلِيلُكَلُوكُتُ أَهْمَالَنَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ)

﴿اَلَّمْ يَا تِنْهُمْ﴾ کیا نہیں آئی ان کے پاس ﴿تِنْهُمْ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ خبر ان لوگوں کی جوان سے پہلے گزرے ہیں ﴿قُوْمٌ لَّوْجَدُوكُمْ﴾ کی توم کی خبر اور قوم کی خبر اور قوم شہود کی خبر ﴿وَقُوْمٌ اِبْرَاهِيمَ رَأَضْطَبَ مَدْنَبَيْنَ وَالْمُؤْتَفِكَتَ﴾ اور ابراہیم ﷺ کی قوم کی خبر اور مدینہ والوں کی خبر اور ان بستیوں کی خبر جو استادی گیس ﴿وَآتَتْهُمْ نَسْلَفَمٌ بِالْبَيْشَتَ﴾ آئے ان کے پاس رسول و شیخ دلائل کے ساتھ ﴿فَنَّا كَانَ اللَّهُ يَعْلَمُ﴾ پس خیس تھا اللہ تعالیٰ ایسا ﴿لِيَظْهِرُمْ﴾ کہ ان پر ظلم کرتا ﴿وَلَكُنْ كَالَّذِي اَنْفَسَهُمْ يَتَشَبَّهُونَ﴾ اور لیکن تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ﴾ اور مومن مرد اور مومن عورتیں ﴿يَصْنَعُهُمْ اَذْلِيَّةُ اَغْنَمُهُنَّ﴾ ان میں سے بعض بعض کے دوست ہیں ﴿يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ﴾ حکم کرتے ہیں وہ سمجھ کر ﴿وَيَنْهَاونَ عَنِ الْسَّنَكِ﴾ اور روکتے ہیں برائی سے ﴿وَيَقْتَلُونَ الصَّلَاةَ﴾ اور قائم کرتے ہیں تماز کو ﴿وَيَرْثُونَ الرَّزْكَ﴾ اور دیتے ہیں زکوٰۃ ﴿وَيُطْبِعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے ﴿يَعْلَمُونَ﴾ کی ﴿أَوْلَى سَبَبَ حَمْمَهُمُ اللَّهُ﴾ یہی لوگ ہیں کہ عذریب ان پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا ﴿إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے ﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے مومن مردوں کے ساتھ اور مومن عورتوں کے ساتھ ﴿جَسْتِ شَجَرَتِي مِنْ عَنْتَهَا الْأَنْهَرُ﴾ باغات کہ جاری ہوں گی ان کے نیچے نہیں ﴿خَلِيلَتِي فِي قَنَافِدِهِ﴾ ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں ﴿وَمَسِكِنَ طَيِّبَهُ﴾ اور پاکیزہ مکانات کا وعدہ کیا ہے ﴿فِي جَنَّتِي عَنْنَ﴾ رہنے کے باغوں میں ﴿وَرِضْوَانَ قَنْ أَنْلُو أَكْبَرُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندگی تو سب سے بڑی ہے ﴿ذَلِكَ هُوَ الْعَوْذُ الْعَظِيمُ﴾ یہی بڑی کامیابی ہے۔

### منافقوں کو ہمیں قوموں سے عبرت حاصل کرنی چاہیے ۹

اس سے قبل منافقوں کی شناسی، علامات اور ان کے کرونا کا ذکر تھا کہ منافق مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور برائی کا حکم کرتے ہیں اور لیکن سے روکتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے پاس نافرمان قوموں کی خبر نہیں آئی؟ ان کا انجام کیا ہوا۔ ﴿هَلْ أَنْتَ يَا تِنْهُمْ﴾ کیا نہیں آئی ان کے پاس ﴿تِنْهُمْ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ خبر ان لوگوں کی جوان سے پہلے گزرے ہیں ﴿قُوْمٌ لَّوْجَدُوكُمْ﴾ کی توم کی خبر۔ کہ ان کی قوم نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو سلیاب میں تباہ و بر باد کیا۔ رب تعالیٰ کی قدرت اب بھی اسی طرح ہے جس طرح پہلے تھی۔ ﴿وَذَلِكَوْلَهُ﴾ اور عاد قوم کی خبر کا انھوں نے حضرت ہود ﷺ کی مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے نیز وندھواں پر چھوڑ دی سات دن اور آٹھ راتیں کہ ان میں سے ایک بھی نہ

نچاہڑے شکوڑے ہوئے اور جنہوں قوم کی خبر کر مذہلے نے ان کو آپکا اور جنہی نازل ہوئی۔ ان کے بعد بھت گئے اور ہر چیز تہہ دہلا ہو گئی اور پوری کی پوری قوم تباہ ہو گئی ہے وہ قوم ایزد ہے اور اسراہیم نبی ہے کی قوم کی خبر کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تباہ کیا کہ شہزادین کھان نے ایک بہت بڑی بلندگی بنائی تھی اس میں الگ الگ کرے تھے کوئی کمرہ شراب توشی کے لیے مخصوص تھا، کوئی جو بے کے لیے مخصوص تھا، کوئی بے جیالی کے لیے مخصوص تھا، کوئی کسی کام کے لیے اور کوئی کسی کام کے لیے یہ سارے لوگ اس میں اکٹھے تھے۔ درابنی اپنی خادمات کو پورا کرنے میں لگے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آی بلندگی سب کے سب تباہ ہو گئے ہے (وَأَنْهَبِبِهِنَّ) اور مدین والوں کی خبر۔ مدین شہر کا نام بھی تھا اور قوم کا نام بھی تھا۔ ان کی طرف حضرت شیعہ مولانا مسیح بہلولؒ ہوئے تھے۔ اس قوم نے اللہ تعالیٰ کی ہماری تھی ہماری قوم کا نام بھی تھا۔ اس کی طرف حضرت شیعہ مولانا مسیح بہلولؒ ہوئے تھے۔ دل کا ایک گلزار آیا کچھ لوگ اس کے پیچے جا کر کھڑے ہوئے اور دوسروں کو بھی آواز دی کہ یہاں سانس آسمی سے آتا ہے فرایہاں آجائو۔ چنانچہ ساری قوم اس باطل کے پیچے کافی ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس باطل میں سے آگ کے شعلے بر سارے اور سب کے سب تباہ ہو گئے۔

﴿وَالْمُؤْتَفَكُتُ﴾ اور ان بستیوں کی خبر جو الٹ دی گئی۔ سید حضرت لوط عليه السلام کی قوم کی بستیوں تھیں ﴿جَلَّنَا عَلَيْهَا نَافِقَة﴾ اور [۸۲] بہرائیل پیغمبر نے آکر زمین پر پارے اور زمین کو اٹھا کر الٹ کر دیا اور وہ سب لوگ ہلاک کر دیے گئے۔ فرمایا کہ ان قوموں کا حال ان منافقوں کے پاس نہیں بہبیجا کہ یہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ ﴿أَتَتَّهُمْ رَسُولُنَا بِالْبَيِّنَاتِ﴾ میں اسی کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ۔ مigrations میں کہ انہوں نے ایک دن ایک دن ہلاک ہوئے ﴿فَتَنَاهَنَّ نَفَلَلَتَهُمْ﴾ جس نبیس تھا اللہ تعالیٰ ایسا کہ ان پر قلم کرتا ہے وہی کلمۃ اللہ تعالیٰ نبیوں کی تھے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے کہ فرمایاں کیسی اور ان کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو کس پر ماری کے دلتے کے بر ایسی طلاقیں کرتا۔

### مومنوں کے اوصاف

آگے مومنوں کے متعلق بیان میں ہے ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ هُنْفُمْ أَفْلَىٰ بِأَنْتَفُمْ﴾ وہ مومن مرد اور مومن عورتیں بھی ان میں سے بعض کے دوست ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ الفت، محبت، خیر خواہی اور ہمدردی ان کا کام ہے۔ اور ان کا کام ہے ﴿يَا أَيُّهُمْ نَّبَّأَ بِالْمُرْءِ ذُو الْحُكْمِ﴾ کیمی کرنا اور سنگی کیمی کا حکم کرنا مددوں کے ذمہ ہے اسی طرح سنگی کرنا اور سنگی کا حکم کرنا اور مسائل کا بتانا صرف مددوں کا کام ہے جو توں کی بھی لامدداری ہے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے نصلی و کرم سے دین بڑا آسان ہو گیا ہے اللہ والوں نے اور دوز بان میں کہاں لکھ کر آسان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر بے شمار حشمت نازل فرمائے۔ بہت زیور گھر میں ہواں کو خود بھی پرھیں، پھر کو پڑھ کر مناسکیں اور تو ان کی اصلاح ہو جائے گی، آخرت میں جائے گی۔

﴿وَيَوْمَئِنَ عَنِ الْبَلْكَر﴾ اور ورنگتے ہیں براہی سے۔ براہی سے رکنا جس طرح مردوں کا کام ہے اسی طرح عورتوں کا بھی کام ہے ﴿وَيَوْمَئِنَ الصَّلَاةَ﴾ اور قائم کرتے ہیں نماز کو۔ مومن مرد بھی اور مومن عورت بھی اور صرف خود ہی قائم نہیں کرتے بلکہ اپنے وال و عیاں کو بھی اس کی رکنا کر رکتے ہیں اور ان کی نماز کا بھی خیال رکھتے ہیں ﴿وَيَوْمَئِنَ الْمَلَكُوا﴾ اور دینے ہیں زکوٰۃ۔ جس طرح مردوں پر زکوٰۃ ہے اگر عورتیں بھی صاحب انصاب ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ ہے۔ شریعت نے عورت کے وجوہ کا تسلیم کیا ہے۔ عورت کو جو مال جیسا ہیں ملتا ہے تھوڑا تھا اسے ہیں ان جیز دل کی عورت خود مالک ہوتی ہے اس کی اجازت کے لئے بغیر اس کے، بل کونہ ساسی خرچ کر سکتی ہے نہ خسر جتی کر خادم جس کا عورت پر بہت زیادہ حق ہے وہ بھی بیوی کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتا۔ شریعت نے عورت کے حق کا اتنا لحاظ کیا ہے۔

لہذا عورت پر باقاعدہ زکوٰۃ، قربانی، فھرانہ ہے اور ان احکام پر عمل کرنے میں وہ خادم کی اجازت کی بھی محتاج نہیں۔ کیوں کہ یہ فرضی میں ہے جس طرح نماز، روزہ فرضی میں ہیں۔ اور نماز، روزہ کی اوپرگل کے لیے خادم سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے ہاں! انکلی روزے اگر عورت رکنا چاہے تو ان کے لیے خادم کی اجازت کی ضرورت ہے اگرچہ وہ بیمار بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَيَوْمَئِنَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ اور وہ اجماعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حکایت کی۔

جس طرح اجماعت مردوں کے ہے ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے، جس طرح دین مردوں کے لیے ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے، جس طرح قرآن مردوں کے لیے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے، جس طرح آخر پیغمبر ﷺ کی سنت مردوں کے لیے ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے۔ ﴿أَوَلَيْكَ سَمْدٌ حَمْمَةُ اللَّهِ﴾ بیکی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ عقر برب محروم ہے گا ﴿إِنَّ اللَّهَ عَنِ الْحَمْمَةِ حَمِيمٌ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

### مومنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ

پہلے تم پڑھ پچھے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے منقوتوں اور کافروں کے ساتھ دوزخ کی آگ کا وعدہ کی تھا اور فرمایا کہ ﴿لَطَّوِينَ لَفَقَاءَ﴾ دوس میں بیشتر ہیں گے۔ اب اس وعدے کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ کیا ہے ﴿وَعْدَ اللَّهُ مُبِينٌ وَالْمُؤْمِنُوْلَمْتَ﴾ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے مومن مردوں کے ساتھ اور مومن عورتوں کے ساتھ ﴿جَنَّتُهُمْ مِنْ حَتَّىٰ الْأَنْهَرِ﴾ یہ باغات کہ جاری ہوں گی ان کے تین حصے ہیں۔ سرزمیں عرب بڑی خشک ہے ان لوگوں کے لیے پانی بڑی نہت تھا اور ہے۔ سایہ ان لوگوں کے لیے بڑی نہت تھا اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کا مشہوم سمجھانے کے لیے فرمایا وہاں بڑے بڑے گھنے باعہ ہوں گے ﴿وَلَا كَلَّا لِلَّاهِ﴾ [النادم:۵] وہاں نہیں چال رہی ہوں گی۔ تاکہ وہ آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں کہ جنت کتنی عیش کا مقام ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ﴿وَلَمْ يَأْلِمْهُمْ مَا يَلْمِنُونَ﴾ [آلہ:۷۵] اور ان کے لیے جنت میں وہ کچھ ہو گا جو دوچھوپیں گے۔ یہ تموثی صرف جیزیں اللہ تعالیٰ نے علائی ہیں۔

روايات میں آتا ہے کہ اگر کوئی پرندہ کسی کو بہت بلندی پر اڑتا ہوا نظر آئے گا اور وہ خیل کرے گا کہ پیری خوراک بن جائے ارادہ کرتے ہیں وہ سامنے بھٹا ہوا پا ہوگا۔ بہت بندوں ختوں پر پھل گئے ہوں گے جنکی پھل کرنے کا رادہ کرنے گا اس کی نئی خودخود جھک جائے گی ﴿فَقَطُّوْهَا دَاهِيَّة﴾ [الحا۲: ۳۲] اس کا ذکر کروڑ نے کی ضرورت نہیں پیش آئی گی ﴿فَلَوْلَا شَفَاعَة﴾ بیش رہیں ہے ان باغوں میں۔ جو خوش نصیب، نیک، بخت، سعادت مند جنت میں داخل ہو گا وہ بیشہ اس میں رہے گا وہاں سے ٹلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جنت میں لئنا عصر ہے گا؟ سو سال، بڑا سال، لکھا سال، کروز سال، ارب سال، کھرب سال، پہ مسال، نہیں نہیں اس کی انتہاء ہی کوئی نہیں ہے اور یہ دنیا کی زندگی تو حوزہ کی زندگی ہے اس میں آخرت ہاں والوں معلوم نہیں کس وقت ختم ہو جائے۔ اگر کوئی سمجھتے ہے کہ ابھی جون ہوں ہو ہاہا کے مردوں گایا میں تک درست ہوں پار ہو کر مردوں گا تو غلط ہی کا خکار ہے جو ان بھی مرے ہیں اور تک درست بھی مرے ہیں۔

میں نے بارہا یہ بات کہی ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ یہ ہمارا در تو خدا تعالیٰ دور ہے اس دور میں کوئی شخص رات کو گھر جائے تو اللہ تعالیٰ کا گھر ادا کرے، دور کلت نسل پر چڑھے کرے یہ دنگا رات یہ اگھر ہے کہ میں تمیت سے گھر آگئی ہوں۔ روز و سطھان مطلع جھنگ میں دو تین دن پہلے کا د. قدم ہے کہ پڑوں کی تیکھی پہنی تمل بینچ لگ گیا لوگ پڑوں مختلف برختوں میں بھرنے لگ گئے، پڑوں کو اگل گئی تقریباً سو آدمی عل کسر گے۔ کس کام میں صرف تھے، کس اہلت میں مرے؟ چوری کی حادث میں مرے۔ اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرمائے اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے مگر ہم نے رحمت والا کوئی کام نہیں کیا۔ اول و دوسرے عبرت حاصل کرو ان وہ بھی نہیں تھا کہ یہ ہونے والے ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے باغوں کا جس کے پیچے ہریں چاری ہوں گی اور وہ ان میں بیشہ ہیں گے ﴿لَا مَكِينَ طَيْبَة﴾ اور پا کیز و مکا نات کا وعدہ کیا ہے۔ جو جو سے تھرے ہوں گے، نہ کسی ہوگی، نہ مجرم ہوگا، نہ کسی اکوڑا ہو گا۔ ان کی سمجھ کیفیت کا آج تصور کیجیں ہو سکتا۔ جو قبیلت غذت ہے، رہنے کے باغوں میں (کوی وہ باغ مدار) ہمارے ہوں گے۔ یہ جو دنیا کے باعث ہیں ان پر کبھی پھل ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا جنت کے باغوں کی خوبی ہے کہ پھل تو یہیں گے ساتھ ہوں گے جائے گا ﴿لَا مَفْلُوْعَةٌ وَلَا مَمْشُوْعَةٌ﴾ [الحا۲: ۳۲] وہ لفظ کی وجہ میں گے اور سدا کے جو میں گے نہ ہاں کے درختوں کے پتے جھریں گے نہ خشک ہوں گے۔

### رفاقت الہی سب سے بڑی کامیابی ہے

میں مردوں اور پرتوں کو اور کیا ملے گا؟ فرمایا ﴿أَرْضُهُ مَنْحُورٌ قَنْ أَنْهُو أَلْتَحَرُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی تو سب سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس پر راضی ہو جائے بہت بڑی بات ہے۔ صحابہ کرام ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ لقب اور سند دیا ہی میں عطا فرمادیں ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَهُمْ مُنَاهَثُهُ﴾ اللہ تعالیٰ ن سے راضی ہو گیو اور اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ ﴿إِذْلِكَ مُرَوَّذُ

103

**الظفير** یہی بڑی کامیابی ہے۔ کہ آدمی سے رب راضی ہو جائے، بندہ خدا کے غضب سے نجی ہو جائے، جنت میں بقیٰ جائے، جنت کی نعمتیں حاصل ہوں، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام مومن کو نصیب فرمائے۔ لیکن اس نعمت کے حاصل کرنے کے لیے ہم اپنے محنت کی ضرورت سے مغلط میں نہیں بحقیقتی۔

Digitized by srujanika@gmail.com

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾ اے نبی ملئکتِ کرم! ﴿هُجَاهُرُ الْفَقَارُ وَالْأَنْفَقَنِ﴾ آپ بہد کریں کافروں اور منافقوں کے ساتھ ﴿وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ﴾ اور ان پر بختی کریں ﴿وَصَادُّهُمْ جَهَنَّمُ﴾ اور ان کا حکما نامِ جہنم ہے ﴿وَبِئْسَ الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ اور وہ بہت برا تمکھا تا ہے ﴿يَعْلَمُونَ بِإِنَّهُمْ مَا قَاتَلُوا﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں۔ شہادت ہیں کہ انھوں نے کچھ نہیں کہا ہے ﴿وَلَقَدْ قَاتَلُوا كَلِبَةَ الْكُفَّارِ﴾ اور البتہ حقیقتیں انھوں نے کہی ہے کفر کی بات ﴿وَكَفَرُوا بِعِدْ أَشْلَاهُهُمْ﴾ اور کفر کیا انھوں نے اسلام طاہر کرنے کے بعد ﴿وَهُنَّا بِهِنْمَةٍ يَسْلُطُونَ﴾ اور انھوں نے ارادہ کیا اس چیز کا جس کو وہ پانے کے ﴿وَمَا نَقْصَوْهُ﴾ اور انھوں نے نہیں بد لیا ہے لیکن آنِ أَعْلَمُهُمُ الْأَنْذِرُ وَرَسُولُهُ ہے مگر اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتن کر دیا اور اس کے رسول مسیح علیہم السلام نے بھی ﴿مِنْ فَضْلِهِ﴾ ایسے کرم سے ﴿فَإِنْ يَمْنُونَ يَا إِنْ خَيْرُ أَنْهُمْ﴾ یہیں اگر وہ تو پر کر لیں تو بہتر ہو گا ان کے لیے ﴿ذَلِكَ أَنْ يَمْنُونَ﴾ اور اگر اعراض کریں گے ﴿يَعْذِنُهُمُ اللَّهُ عَذَابُ الْيَمَنِ﴾ تو سزا دے گا اللہ تعالیٰ ان کو دردناک سزا ہے ﴿فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ دنیا میں اور آخرت میں ﴿وَمَا لَهُمْ فِي إِلَّا مَا عِنْدُهُ﴾ اور نہیں ہو گا ان کے لیے زمین میں ﴿مِنْ وَعِنْ دُلَّالِ الصَّيْرَةِ﴾ کوئی حماقی اور نہ کوئی مدد و گار۔

کافروں اور منافقوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی سے غلط فاکرہ اٹھانا ہے۔

امضرات ملائکہ مجسم اخلاق اور بڑے نرم مزاج تھے اتنا کہ کافر آپ ملائکہ کے منہ پر کہتے تھے کہ تم بڑے چھوٹے اور جادوگر ہو، کبھی کہتے یا مگل ہو، دیوارے ہو، کبھی کہتے تم اللہ تعالیٰ پر افتخار باہم ہستے ہو اور کبھی کہتے تم کا ہم فان ٹھالے والے ہو۔ محبِ عجم کی باتیں کرتے تھے۔ امضرات ملائکہ ان کی یہ ساری باتیں سن کر درگز رفرماتے اور ان کا کلی جواب دیتے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (فَمَا تَعْمَلُ مُكْتَبٌ وَمَا تُوْلِيْتُ ثُلْثَمٌ) ”یہ شرعاً کی رحمت سے آیہ ن کے لیے نہیں ہے لیکن کٹا غیرِ القلب ہے اور اگر آپ سخت مزاج تک دل ہوتے (كَتَّضَهُ أَمْوَانٌ تُوْلِيْتُ لَهُ) (آل عمران: ۱۵۹) تو یہ لوگ آپ کے ارادگرد سے پر اگنہہ ہو جاتے۔ خیر بات ہے کہ جو دنی سخت مزاج اور لڑاکا ہوتا ہے اس کے قریب کوئی نہیں جاتا۔ زم مژون، اخلاق وال ہوتا اس کے پاس لوگ بیٹھتے ہیں تو کافر اور منافق آپ ملکیتِ اللہ کی تری سے غصہ فائدہ انہی تھے اور باطل انتہی کر

جاتے تھے۔ چنانچہ یہودی آگ کر کرچکہ الشام علیہا درمیان سلام کھا جاتے، اس کا معنی ہے تیرے اور پرموت پڑے۔ ایک وقت اس طرح ہوا کہ یہودی نے روازہ مکٹھا ہوا۔ اُمِّہ میں پردے کے پیچے چلی گئیں اتنے زیادہ کمرے تو انہیں ہوتے تھے کہ ان کو الگ بخاتا ہے وہی جوڑہ ہوتا تھا پر وہ لکھا جس مرد آتے تو محترم پردے کے پیچے چلی جاتی ہیں۔ تو یہودی نے کہا آشام علیہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیہا حضرت عائشہ صدیقہؓ فرمائی تھی سے فرمایا علیہا الشام و اللعنة تجوہ پرموت اور لعنت پڑے۔ یہودی جب اپنی بات کر کے چلا گی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشا تو جرے غصے میں تھی۔ کہیے کہیں حضرت! آپ نے سانہیں اس نے کیا کہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جو حرب دیا وہ تو نہیں سنائیں۔ اس نے کہا علیہا آپ تجوہ پرموت پڑے۔ اس جواب پر اس کو آگیا جرید پکھ کہنے کی ضرورت ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نزی سے لوگ بڑا غلط فائدہ اٹھاتے تھے و اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھل دیا کہ کافروں اور منافقوں کے ساتھ اتنی نزی کی ضرورت نہیں ہے۔

### کافروں کے ساتھ جہاد بالسیف ہے اور منافقوں کے ساتھ بالسان ہے ॥

ارشاد، بانی ہے ﴿يَا أَيُّهُ الرَّحْمَنُ خَالِدُ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ اے نی سلیمان! آپ جہاد کریں کافروں اور منافقوں کے ساتھ۔ کافروں کے ساتھ جہاد توارکے ساتھ ہوتا ہے اور یہ یہ جہت کے وسیعے سال فرض ہوا تھا اور منافقوں کے ساتھ جہاد زبان کے ساتھ ہوتا ہے توارے نہیں۔ خواری شریف میں روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موئی پر کہا حضرت! اہم کافروں کے ساتھ لڑنے کے لیے دور و دراز کے مجاہدوں پر جاتے ہیں اور یہ سانچی لوگ ہمارے قریب ہیں، ہم ان کے ساتھ جہاد کر کے توارکے ساتھ ان کا صفائی کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے ساتھ گوار کا جہاد نہیں کرنا این لئے اس بیان کیا تھا؟  
 یقیناً اٹھایا تھا "لوگ کہیں گے کہ بے شک مورصل ہیں اپنے ساقیوں کو قتل کرتے ہیں۔" کیوں کہ ہمارے لکھ پڑتے ہیں، نمازی پڑتے ہیں، عوام سلی ہوتے ہیں، وہ ان کی من مفت کوئی جانتے لہذا اگر ان کو قتل کیا گی تو حکم پر اس کا براثر پڑے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کچے لوگ جونے نے مسلمان ہوئے ہیں وہ بدل جو جائیں گے اور وہ سے لوگ مسلمان نہیں ہوں گے۔  
 زبانی جہار کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ کوئی بات کریں تو ان کو سخقول طریقے سے ایس جواب دو کہ جو من تو ذہن کو کہ جھرا لسی بنت کر سکیں ﴿وَإِنَّكُمْ لَمَوْلَدُ﴾ اور ان پر جھٹی کریں۔ جتنی کامیب مطلب نہیں کہ گالیاں دو۔ نہیں بلکہ بات سخقول ہو اور لہجہ اور اندراز ایسا ہو کہ اس کو پڑ جیے کریے جت بت کر رہا ہے۔ بالکل نزدی کرو گے تو یہ اس سے غلط فائدہ اٹھائیں گے ﴿وَلَمَّا نَهَمُ﴾ اور ان کا نتھکا ناجسم ہے ﴿وَلَمَّا نَهَمُ﴾ اور وہ بہت بر اٹھکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز العقیدہ سلمان کو دوزخ سے بچائے گا۔

### منافقوں کی ایک سازش کا تذکرہ ۹

آئے منافقوں کے ایک ماقدا ذکر ہے۔ وہ اس طرح کفر وہ توک ۹ درجہ جب کے میں میں میں بیش آیا۔ چند منافق بھی اس غزوہ میں شریک تھے۔ انہوں نے راستے میں بھی شراریں نہیں چھوڑ دیں۔ اس سے پہلی آیات میں تم پڑھ پکے ہو کر اللہ تعالیٰ

لکی: انت کے ساتھ مذاق، آنحضرت ﷺ کی ذات کے ساتھ خلما، آنکریم کے ساتھ قول کرتے۔ جب ان سے بچاگی کرم نے ایسا کیوں کیا؟ تو کہنے لگے کہ ہم تو صرف دل لگی کر رہے تھے کہ راستے ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَإِنَّمَا يُشْوِدُ أَيْمَنَهُ ذَرَاهُ مُؤْمِنٌ لَّكُمْ شَرْتُهُ عَوْنَٰٓ﴾ کیا اندتوں کے ساتھ دراس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم خلما کرتے ہو۔ تمہارے مخترے کے لیے بیکارہ گئے تھے۔

اس غزوہ میں منافقوں کا یہ ہم تھا کہ آپ ﷺ زندہ رہنے کر، ایں نہیں آئیں گے اور تھی ان کے ساتھی زندہ پہنچے۔ کیونکہ رومیوں کی بے شرفی ہے ان کے ساتھ متابلے کے بعد یہ کیسے زندہ وابس آئتے ہیں؟ یہ خیال ہم میں جا کر وہ بہت خوش تھے لیکن تقدیلی کی قدرت اور شان کا آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی زندہ وابس آگئے سوائے ایک دو ساتھیوں کے کوہ طینی حور پر دران غزیں فوت ہوئے تھے اتنی ان میں کوئی صالح نہیں ہوا۔

جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ کے قریب آگئے تو منافق پریشان ہو گئے تو منافقوں نے آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ دریافت کیا کہ آپ ﷺ کس راستے سے واپس آ رہے ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ کون کون نہیں؟ جایا گیا کہ آپ ﷺ فلاں راستے سے آ رہے ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ عمر ابن یاسر، وہ حذیفہ ایمن یمان، شیخنا ہیں۔ سلم شریف کی راستے میں پڑھ تیرہ اور چورہ پندرہ کا ذکر ہے۔ راست کا وقت خاند کھی روشنی تھی اور سدا بالکل اندر ہیم، تھا ان تیرہ چودہ منافقوں نے شکار ہیکن رکھے تھے تاکہ ہم پہنچنے نہ جائیں اور آیب درنے کے پاس آپ پر کریم گئے کہ جب آپ ﷺ یہاں سے گزریں تو اپنا نکح مدد کر کے آپ ﷺ کام قدم کروں۔ آپ ﷺ سواری پر تھے حضرت حذیفہ شیخنو سواری کے پیچے بیچھے گل رہے تھے اور حضرت عمار بن شیخو سواری کی کلیل پکار آگئے کے پیل رہے تھے۔

حضرت عزیز حنفی نے آدمیوں کی اہم محضوں کی کہ کہہ دی۔ یہ دیکھا تو اوقیٰ ایک گروہ تھی جو آپ ﷺ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اسے تعالیٰ نے حضرت عمار بن شیخو کو اس جرأت کو درست بھاری کہ تکارے کر ان کو مکارا۔ وہ دوڑ پڑے یا ان کے پیچھے، وہ دوڑک تھا کرنے نے بعد واپس آئے۔ اور حضرت حذیفہ شیخنو آپ ﷺ کے ساتھ رہے کہ ایسا نہ ہو کہ تمہاری میں آپ ﷺ کو کیا کر کر دار کرے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حذیفہ شیخنو کو ان منافقوں کے نام بتائے کہ فلاں فلاں منافق تھا اور لمبا یا کہ یہ تیرا سیرا رہے کسی کو بتانا نہیں۔ اسی لیے ان کو صاحب بزر رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے۔

ان منافقوں میں ایک جاں اسی آدمی بھی تھا بعد میں وہ تائب ہو کر شیخو ہو گئے تھے۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ان کے پہیت میں مرد اٹھیں گے وہی اس بیماری کے ساتھ ختم ہو جائیں گے۔ ان منافقوں کا یہ حضرت حذیفہ شیخو کے سوا اور کسی کو نہ تھا۔

حضرت عمر بن شیخو کے زمانے میں اگر کوئی مشہور مسلم فوت ہوتا تو وہ بے کنکے اس کا جائزہ پڑھ لیتے تھے وہ جس کے متعلق صحیح طور پر علم نہیں ہوتا تھا اور اس کے بارے میں پوچھتے تھے کہ حذیفہ ایمن یمان شیخو جنازے میں شریک ہیں یہ نہیں۔ اگر

ذیپاں این بیان میتوں ہوتے تو بے کٹک جنازہ پڑھادیتے اور اگر حدیقہ این بیان میتوں سے ہوتے تو تحقیق کرنے کے بعد جنازہ پڑھاتے کہ کہیں ان مسلمانوں میں سے کسی کا جنازہ نہ ہو۔ ان میں سے بعض کے متعلق لوگوں کو شہبہ ہوا کہ ان لوگوں نے منسوبہ بنیت حق کیوں کی طور پر تو حضرت خدیجہؓ کے حوالے کیا کہ معلوم ہیں تھا۔ جن سے متعلق شہد تھا ان سے پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کرنے کی کوشش کی تھی اور آنحضرت ﷺ نے متعلق دو ای تباہی قسم کی بتائی کی تھیں کہ مثلاً: یہ کہا ہو: اُنکا الہ یہ ہے۔ خیر کھایا، اُنکا کھلی، عرب سارا کہ لیا اب وہیوں کو کھانے کے لیے جو رہا ہے کہ ان کو مکحت دے کر ان کا کام کھانے اس کو پیٹ نہیں بھرتا۔ اور یاد رکھنا! آنحضرت ﷺ نے متعلقہ کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے۔ مثلاً: اگر کوئی شخص خاترات کے صور پر کہے کہ آپ ﷺ کی چوری سے توقیع کرام پیش کر رہا ہے میں یہ شخص کافر ہے گی۔ اس طرح اگر کوئی شخص تحریر آپ ﷺ کے بال مبرک کے متعلق کہے بالا رہو، تو کافر ہو جائے گا۔ توجب ان سے پوچھا گیا تو مکر ہو گئے اور تصریح کھانے لگے اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَيَنْجِفُونَ بِهِ مَا قَالُوا﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی تسمیہ انجاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ تھیں کہا ہے و لئے قلوا حکیمة اللہ یہ اور امیة تحقیق انہوں نے کہا ہے کہ فری بات۔ کہ آپ ﷺ کی تحقیق کی اور مذاق اڑایا، معاز اللہ تعالیٰ ﴿وَ كَفَرُوا بِأَنَّهُ أَنْذَلَ لَهُمْ هُنَّ﴾ اور انہوں نے کفر کیا اسلام ظاہر کرنے کے بعد کو دل سے تو ایمان نہیں مانے تھے زبانی طور پر کلمہ پڑھتے تھے اور زبانی طور پر کلمہ پڑھتے کے بعد قول افغانی کہ فری بکار و دنی کی کہ آپ ﷺ کے متعلق جیسے کہ لفظ استحصال کیے اور عالمی کے آپ ﷺ کے شہید کرنے کے در پیٹ ہوئے۔ ﴿لَوْ هُنُّ بَنَانِيَ الْأَوَّلُونَ﴾ اور انہوں نے ارادہ کیا اس چیز کو جس کو وہ پانے سنکے۔ کہ آپ ﷺ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا اور کرنے سکے۔ صفتر عمار میتوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسکی جرأت کے ساتھ ان کو مکرا لی گیہڑوں کی طرح بھاگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جو غریب اور سکین تھے بھوکے مرتے تھے آپ ﷺ نے اس کو نور و تشریف لئے تو زکوٰۃ، صدقات اور فطرزاد میں سے ان کی بڑی سعادت کی، یہتہ انسان میں سے ان کی امداد کی۔ اس کا ذکر ہے۔

فَرِیاۤهُ وَ مَا لَقَمُواۤ لَاۤنَّ أَغْلَبَتُمُ اللَّهَ وَ تَرَسُّلُهُمْ قَضِيلُهُ۝ اور انہوں نے نہیں بدل لیا، آپ ﷺ کی عیوب جوئی نہیں کی، آپ ﷺ کے خلاف کارروائی نہیں کی مگر اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے زکوٰۃ، صدقات اور فطرزاد سے رقم دیے کہ اور بیت امال سے امداد کر کے ان کو مال دار کر دیا اپنے کرم۔ جس کا یہ بدلہ لے رہے تھا۔

﴿وَقُنْتَبَشِّرُوا بِكَ خَذِيلَ اللَّهِ﴾ یہ اگر وہ تو پر کر میں تو بہتر ہو گا ان کے لیے۔ جس طرح جلاس نے سچے دل سے تو پر کی اور بیٹھو ہو گے۔ ﴿وَقُنْتَبَشِّرُوا﴾ دراگردہ تو پر سے اعراض کریں گے ﴿يَعْذِيزُهُمُ اللَّهُ عَلَيْهِمَا الْأَنْتَهَا وَ الْأَخْذُونَ﴾ تو مزا دے گا ان کو اللہ تعالیٰ دردناک سزا دینا میں کہ جس وقت ان کے پیٹ میں مردُر لختا ہو تو گدھے کی طرح زمین میں لیکھاں لیتے

تھے اور جنہیں مارتے تھے۔ اسکی تکلیف سے اللہ تعالیٰ بچائے اور آخرت میں جو مزاحہوں کی دلیل ہے۔ (وَقَاتَلُهُمْ بِالْأَرْضِ) اور نہیں ہو گانے کے لیے زمین میں (مِنْ ظُلْمٍ لَا يُصْنَعُ) کوئی حیثیت کہ زبان کلائی جو یہ کرے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اس طرح کامیگی کوئی نہیں ہو گا اور سہ کوئی ان کا عملی طور پر مدد کرو گا جب یہ ب تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے۔

### سورة العنكبوت

(وَمُؤْمِنُهُمْ قُنْحَنَ لَهُمَا اللَّهُ) اور بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جنہوں نے عہد کیا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ (لَهُمْ) انسانوں قُضِيَہ) کہ اگر دے گا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نفل سے (لَقَدْ قَاتَ) تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے (وَلَكُوْنَتِ مِنَ الظَّالِمِينَ) اور البعد ہم ضرور ہوں گے تکہ میں میں سے (فَقَاتَ إِثْمَمْ فِنْ قُضِيَہ) یہ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا اپنے نفل سے (بَخْلُوا بِهِ) تو انہوں نے بخش کیا اس میں (وَتَوَلُوا أَوْهُمْ مُغْرِّبُونَ) اور انہوں نے اعراض کیا اور وہ اعراض رنے والے ہیں (فَقَاعَقَهُمْ) یہ بس اللہ تعالیٰ نے ان کے پیچھے لگا دیا (فَلَاقَهُمْ) نفاق (فِي قُلُوبِهِمْ) ان کے دلوں میں (إِلَى بَيْرِمٍ يَلْقَوْنَهُ) اس دن تک جس دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے (فَبِإِيمَانِهِنَّا أَخْطَلُوا اللَّهَ) اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف ورزی کی اللہ تعالیٰ سے (فَقَادَ عَذَابَهُمْ) اس چیز کی جس کا انہوں نے وعدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ سے (وَبِإِيمَانِ الْمُتَّكَبِّرِ) اور اس سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے (فَأَتَمْ يَعْلَمُوا) کیا وہ نہیں جانتے (أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ بِرَبِّهِمْ) کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کی تھی بات کو (وَنَجْوَاهُمْ) اور ان کی سرگوش کو (وَأَنَّ اللَّهَ عَلَمَ الْغَيْبَ) اور بے شک اللہ تعالیٰ غمیوں کا جانتے والا ہے (أَنَّ بَنِي يَهُودَةَ الْمُظْقَوْعِينَ) منافق وہ ہیں جو عیب لگاتے ہیں خوشی سے کرنے والوں پر (مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) ایمان والوں میں سے (فِي الصَّادَقَاتِ) صدقہ خیرات (وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ) اور ان لوگوں پر جو تینیں پاتے (إِلَّا جُنْدَهُمْ) مگر ابھی محنت (فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ) ہیں وہ سخر کرتے ہیں ان کے ساتھ (فَسَخَرَ اللَّهُ مِنْهُمْ) اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ سخر کرے گا، بل وہ گاٹھھے کا (وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) اور ان کے لیے وردناک مذاب

-۴-

### الله تعالیٰ کے ساتھ بد عہدی کرنے والوں کا انجام ۱۱

منافقوں کی کارستیاں اور ان کی تربیہ کا سلسلہ شروع ہے۔ مدینہ طیبہ میں شلبہ ابن ابی حاطب نبی اکیس آدمی تک تحریروں میں اس کا نام شلبہ ابن حطب لکھا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ شلبہ ابن حاطب مدینہ بروری صحابی ہیں اور بدریوں

کے بارے میں یہ روایت بخاری، مسلم، تمام کتب صحیح میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((إِنَّمَا تَنْهَاكُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَدْ غَفَرْتَ لَكُمْ وَقَدْ وَجَّهْتَ لَكُمُ الْجَنَّةَ)) جو تمہارا مجی چاہے کرو شفیع میں نے تحسین بخش دیا وہ تمہارے لیے جس واجب کرو ہے۔ ”تو بدربیول کی بخشش قلعی ہے۔ اسی طرح حدیبیہ والوں کے بارے میں الجامع الصخیر میں روایت ہے۔ یہ بھی حدیث کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو غزوہ بدربیول میں شریک ہوئے اور جو سلسلہ حدیبیہ میں شریک ہوئے میں ان کو معاف کر چکا ہوں۔ اللہ یا واتھ علیہ السلام حاطب کا نہیں بلکہ خلبہ ابن ابی حاطب کا ہے۔ کیوں کہ یہ واقعہ منافقی کا ہے اور حافظ ابن حجر اور حجر مفسرین اور محمد بن کرام بیہقی نے تصریح کر رہا تھا کہ کس کا نام مغلوبہ ابن ابی حاطب ہے۔

اور آگے اسی سورۃ میں مسجد صراحتاً ذکر آ رہے ہے جو منطقوں نے مسجد قبا کے پاس بنائی تھی یہ اس کے بانیوں میں شامل تھا۔ تو یہ غلبہ ابن ابی حاطب آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، وہ کہنے لگا حضرت امیں بھوکا مرہا ہوں، فاقوں پر فاتتے آ رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمادیں میں غربت بھی ہے اور امارت بھی ہے، بھوک بھی ہے یہاں بھی ہے، راحت بھی ہے، نکالیف بھی ہیں، برداشت کرو۔ کہنے لگا حضرت ابروداشت سے باہر ہے دعا کرو اللہ تعالیٰ بھی ماں دے دے۔ آپ ﷺ نے اس کو سمجھایا کہ ماس دولت میں فراوانی طلب نہ کرو، مل کے بہت سے دعوے حقوق میں آدمی گروہ حقوق اداونہ کرے تو مال اس کے لیے وہل کا باعث ہوتا ہے۔ کہنے لگا اگر اللہ تعالیٰ بھی ماں دے تو میں صدق خیرات کروں گا اس کے ذریعے عکیاب کاؤں گا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے لیے دعا کی اللہ تعالیٰ نیکوں کی دعا قول فرماتے ہیں اگرچہ اس میں مجبوری نہیں ہے۔ چہے تو فوج بیچہ کی دعا کو رد کرو مگر نسبت عام لوگوں کے نیکوں کی دعا زیادہ قبول کرتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر خدا کی رنیائیں کون نیک ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قول فرمائی۔

قبلہ تاجر پیشہ آدمی تھا۔ بھیر، بکریاں، اداشت خریدے اس سے اس کو کافی نہیں فائدہ ہوا اور اس کے پاس بھیر، بکریاں، اونٹ اتنے زیادہ ہو گئے کہ مدینہ طیبہ میں نہ کھسکا ہاہر لے گیا۔ پہلے رات کی نماز گئی، بھرول کی نماز گئی صرف جمعرہ گیا اور بھر رفتہ رفتہ جمع کی شرکت بھی ختم ہو گئی۔ بہر حال اس کے پاس کافی مال ہے جو گیا اور مسکن یہ ہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ، زین کی پیداوار کا عشر، بنات کے پھل کا عشر، حکومت برقرارست وصول کر لیتے ہے۔ دراموالی بالآخر یہی سوچنا چاہئی، سامان تجارت ہے ان کی رکوٰۃ، لکھ خود ادا کرے گا شرعاً حکومت لینے کی مجاز نہیں ہے۔ ہاں! اگر واقعی طور پر کوئی ضرورت پیش آجائے تو وہ عینہ مسکن ہے۔

جب ضایاء الحق نے دور میں حکومت نے لوگوں کی رکوٰۃ کا ناشروع کی تھی تو ہم نے اس پر محنت تنقید کی تھی کہ حکومت اس لی مجاز نہیں ہے اور یہ کہا پسے صرف میں خرچ نہیں ہو گی اور ہم نے جو خدشات خاہر کیے تھے وہ پورے ہو گر رہے اور زکوٰۃ کو پر صرف پر فرج کرنے کے بجائے اس رقم سے گپیں، نالیاں خشی رہیں۔ سے میں سے پانچ دس آدمی ہوں گے جنہوں نے صحیح جگہ پر خرچ کی ہو درست کوئی اس رقم سے ایکشان لاستارہا اور کوئی کچھ کر سترہا، کوئی کچھ کر تارہ۔ تصریح کہ جانوروں کی رکوٰۃ برقرارست حکومت

وصول کر لی جائے۔

شعبہ کے مال پر جب سال گزر گیا تو آنحضرت ﷺ نے آدمی بھیج کر شعلہ سال پورا ہو گیا ہے جانوروں کا حساب کر کے زکوٰۃ دو۔ شعبہ اسی بی طاطب نے آپ ﷺ کے نامہ میں نے کہا ہے کہ اسی میں نے بھی حساب نہیں کیا تھا کیا آتا، اگر دن پھر بھی کہ کہ میں نے ابھی حساب نہیں کیا تھا مکمل آنا وہ کل کو سیا تو پھر کہنے لگا کہ میں نے، بھی حساب نہیں کیا تھا مکمل آج بڑی کے دل میں کھوٹ ہوئی ہے تو وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ آپ ﷺ کے نامہ میں کہ نامہ نہیں ہے نے کہا کہ اگر زکوٰۃ دینی تو، کافر تو دو میں تو روزانہ چیل چک گیا ہوں۔ تو اس نے اسے مَاهِنَ الْأَحْمَدُ الْجَزِيرَةٌ "یہ زکوٰۃ تو نیکس کی طرح ہے" قاصد نے یہی الفاظ دایک آکر آنحضرت ﷺ کو بتلا دیے۔ آپ ﷺ نے تم مرتبہ فرمایا و یہ بھک یا شفعتہ "اے شعبہ تم پر افسوس ہے" اور حوصل کو فرمایا کہ تم اس کے پاس نہ جاؤ۔ اس کے بعد وہ خود زکوٰۃ کے کر آپ ﷺ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ نے خود زکوٰۃ کے دو میں اس کے پاس نہیں کیا اس کے لئے اکار فرمادیا۔ پھر حضرت پوکر صدیق بن عیا جھو کے درمیں ان کے پاس آیا انھوں نے بھی رد کر دی پھر حضرت عمر بن جھو کے درمیں ان کے پاس لے کر آیا اور کہنے لگا پہلے میں منافق تھا اب میں جلش ہو گیا ہوں تم زکوٰۃ وصول کرو۔ حضرت عمر بن جھو نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو غفرتے ہیں ﴿فَإِنَّا نَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ بِمَا يَعْمَلُونَ﴾ یعنی ان کے دل میں سو دل تک رہے گا جس دن یہ اللہ تعالیٰ سے مردات کریں گے تو نے کس طرح جھوڑ دیا ہے؟ تو پہاڑے یا رب قبول یہی ہیں اور رد کر دی فرمایا لے جاؤ۔

پھر حضرت عثمان بن عیا جھو کے درمیں بھی سے کہا یا انھوں نے بھی رد کر دی و حضرت عثمان بن عیا جھو کے درمیں یہ شعبہ اسی بی طاطب منافق مر گیا۔ اس کا ذکر ہے۔ ﴿وَمَنْ فَعَمْ مِنْ حَمْدَ اللَّهِ فَلَا يُعْلَمُ بِهِ﴾ اور بعض بن من فقوٰں میں سے وہ میں جھوں نے عبید کیوں ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ﴿لَهُمَّ اشْتَأْمِنْ عَلَيْهِمْ﴾ کہا اگر دے گا اللہ تعالیٰ میں اپنے فضل سے مال ﴿لَكُمْ فَقْرَآنٌ﴾ تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے ﴿وَلَكُمْ شُفَاعَةٌ مِّنْ أَصْلِحِيفِنَّ﴾ اور ابہت ہم ضرور ہوں گے نیکوں میں سے ﴿فَلَئِنْ أَنْتَمْ مِنْ حَسْلِهِ﴾ پس جب ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا اپنے فضل سے ﴿فَبِخَلْوَاهِ﴾ تو انھوں نے نکل کیا اس میں ﴿وَلَكُمْ شُفَاعَةٌ مِّنْ أَعْرَاضِ﴾ یعنی دعے سے پھر گئے ﴿وَذُنْمُ فَعْلُوْنَ﴾ اور دعا اعراض کرنے والے میں ﴿فَلَئِنْ شَفَّيْتُمْ بِنَعْلَمَ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بھیچے لگا دیا منافق کو ﴿لَهُ فِي الْكُوْدُونَ﴾ ان کے دلوں میں ﴿لَهُ الْيَمَدُ وَلَيَقُوْنَهُ﴾ اس دن تک جس دن وہ اللہ تعالیٰ سے طلاقات کریں گے۔ یعنی مرتبے دم تک منافق اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں دل دی ہے ﴿لَهُ أَخْلَفُوا اللَّهَ﴾ اس وجہ سے کہ انھوں نے خلاف ورزی کی اللہ تعالیٰ سے ﴿لَمَّا دَعَاهُ﴾ اس چیز کی جس کا انھوں نے وعدہ کیا خاص اللہ تعالیٰ سے۔ کہ صدقہ خیرات کریں گے نہیں گے ﴿وَذَبَابًا كَلْوَأَ يَلْكَلْدَوْنَ﴾ اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ زبان پر کہہ اور اندر کہہ ﴿أَلَمْ يَعْلَمُوا﴾ کیوں وہ نہ جانتے ﴿لَأَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَرَبُّهُمْ ذَلِكُوْنَهُمْ﴾ بے قسم تھا تعالیٰ جانتا ہے ان کی مغلی بات کو اور ان کی سرگوشی کو ہے وَأَنَّ اللَّهَ غَلَامُ الْيَتَامَةِ اور بے شک اللہ تعالیٰ خوبی کا جانتے والا ہے۔

### مسلمانوں پر طعن و تفہیع مخالفوں کا دشیرہ ہے

آئے اور واقعہ کا اکابر ہے۔ محدث منہجیہ نے ایک موقع پر چندے کی اوقیل کی۔ کسی بھروسہ مخالفوں کے مقابلے کے لیے جاتا تھا الحجہ اور دیگر جنگی سالان کی ضرورت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل کھول کر چندہ روڑ کی ضرورت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مشعرہ میں سے ہیں۔ عشرہ مشعرہ ان دس صحابہ کے واسطے ہے کہ کہتے ہیں، میں کو اُنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔ انھوں نے چار ہزار درہ ہم ادا ایک روایت میں آٹھ بیڑا درہ ہم کا ذکر ہے اُنھی آتا ہے لاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے۔ ایک درہ ہم سڑھے تین مانشے چندی کا ہوتا ہے اچھا خاص دزن تھا تھیا بھرا ہوا تھا مخالفوں نے آپ کے پیدا کاری سے۔ یادہ چندہ ان لیے دیا ہے۔ اس کا ہم مشورہ ہوا چھبیس میں۔

### صحابی کا انوکھا ایثار

اور حضرت ابو علیل خبیث اب شیخو انصاری صحابی ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چندے کی اوقیل کی یہ گھر شریف لے گئے ہیں سے کہا تھا سے پاس کوئی نہ ہے؟ کھجوریں یونقہ آمیا ستو جو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم و چندے میں دے سکوں۔ یہوی نے کہا کوئی نہ ہے نہیں ہے۔ جسے پریشان ہوئے کہ میں اس موقع پر چندہ دینے سے محروم ہو۔ یہ ایک یہودی کے پاس گئے کہ میں عناء سے کرچھ نکل تیرے باغ کوپلی پلااؤس گا تو مجھے کیا دے گا؟ اس نے کہا وصال صاحب کھجوریں دوں گا۔ ایک حد ساز نہ ہے تین یہر کا ہوتا ہے۔ یہویوں کے باغ ہوتے تھے کوئی میں سے یعنی فلاں کر باغت کو سراب کرتے تھے۔ انھوں نے دیانت داری کے ساتھ مزدوری کی کام طرح کرنی چاہیے تھی۔

اور مسند یہ ہے کہ مزدور گر مزدوری میں کوئی کارے گا داؤ لگئے گا تو اس کی کمی جلال نہیں ہو گی۔ اور مدیر شپاک میں آتا ہے کہ مزدور کو مزدوری کی پیشہ خشک ہونے سے پلے دے دو۔ اگر ہمی مزدور، کو مزدور نہیں دعا نال مول کرتا ہے تو گنجرا رہو گا۔ انھوں نے ساری رات باغ کوپلی پلااؤس صاحب کھجوروں کے لے۔ ایک صبح یہوی کو لو کر دیا گئے لیے استھول کرو اور ایک صاحب کھجوروں کا اُنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور ساری کہانی بھی سادی کی یہ میں کس طرح مزدوری کر کے لایا ہوں۔ اُنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کھجوری دسرے چندیے کے اوپر رکھ دیں کہ اس آدمی نے جو من کہے ہے۔

منافقوں نے ان کو کمی معاف نہ کیا کہنے لگے کہ کیا صیحت ہے تھی ساری رات کھڑے ہو کر باغ کو پالن پلانے کی۔

یہاں کر شہیدوں میں پناہ مکھواز چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ الْمُنَذِّرَةَ لَيَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ متألق وہ ہیں جو عیب لگاتے ہیں خشی سے گرنے والوں پر

﴿مِنَ النَّاسِ وَمِنَ الْجِنِّ﴾ موسیوں میں سے ﴿إِلَى الصَّدَّقَاتِ﴾ کہ صدق ثیرات۔ دل حوالی کر صدق ثیرات کرنے والوں پر پہنچی عیب لگاتے

لیں ہے: حضرت عبد الرحمن بن عوف بنیو پر عجب لایا کہ یہ رایا کاری ہے نبیریتے کے کیے یہ کام کیوں ہے ﴿وَالَّذِي شَنَعَ لَكُمْ جَهَنَّمُ﴾ اور ان لوگوں پر جو نیک پاتے مگر اپنی محنت۔

جیسے: حضرت ابو قتيل حنفی خاک بیٹھو کہ مشقت کر کے لائے ان کو معاف نہیں کیا۔ ﴿فَبَيْخَزَونَ مِنْهُمْ هُنَّ دُمْخَرَهٰ کرتے ہیں ان کے ساتھ کہ دیکھو سری رات یہ یہودی کے بارغ کو پانی پلا پاتا ہے اور یک صاع کھجور وہ کالا کرچیں کیا اگر دلاتا تو کیا ہو جاتا اور اب تیرے صاع کے ساتھ کون سی فتح ہو جاتی ہے ﴿سَجَرَ اللَّهُ مِنْهُمْ﴾ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ سخرہ کرے گا جنی ان کو سخرے (مذاق) کا بدلہ دے گا ﴿وَلَهُمْ مَذَاقُ الْأَيَّبِ﴾ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے کہ یہ منافق کس کو معاف نہیں کرتے۔ شری آدمی بیش شرارت کی بات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرارت سے بچائے اور حفظ فراہم۔

### بسم اللہ الرحمن الرحيم

﴿إِنْ شَفَّافُ لَهُمْ﴾ آپ ان کے لیے بکشش صب کریں ﴿أَوْ كَذَّبُوكُلَّهُمْ﴾ یا نہ طلب کریں ﴿إِنْ تَشْفَّفُ لَهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ﴾ اگر آپ ان کے لیے ختم رتبہ بھی بکشش طلب کریں ﴿فَأَنْ يَعْفُوَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ جس اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كُفَّارٌ ذَلِكُلِّ شَوْلِهِ﴾ یا اس یے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اور ان کے رسول ﷺ کے حکموں کا ﴿وَلَا مِنْ أَنْفُسِهِمْ لَا يَنْهَا إِنَّ الْقَوْمَ مُفْسِدُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو ﴿فَمِنَ النَّاطِقُونَ﴾ خوش ہیں جو بیچھے چھوڑ گئے ﴿بِمَعْدِيهِنَّ﴾ اپنے بیٹھے رہنے پر ﴿خَلَفَ رَسُولُ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے رسول کے بیچھے ﴿وَذَكَرُهُوا لَهُ﴾ اور انہوں نے ناپسند کیا ﴿أَنْ يُبَاهَدُوا بِآمَانِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾ کہ وہ جہاد کریں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿وَقَاتُوا لَهُ﴾ اور انہوں نے کہا ﴿لَا تَنْهِيَنَا إِلَى الْحَرَثِ﴾ نہ کوچ کر قوم گرفی میں ﴿فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ أَشَدَّ حَرَثًا﴾ اسے غیرہ آپ کہہ دیں جنم کی آگ بہت سخت گرم ہے ﴿لَوْ كَانُوا يَنْقُذُونَ﴾ کاش کہ وہ سمجھ لیں ﴿فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ أَشَدَّ حَرَثًا﴾ پس چاہیے کہ وہ نہیں تھوا ﴿وَلَيَبْلُوَنَّا أَنْتَنَا﴾ اور چاہیے کہ وہ سمجھ زیادہ ﴿جَنَّةً أَوْ بَهَائِيَّا كَانُوا يَنْسِبُونَ﴾ بدلہ ہے اس چیز کا جو وہ کرتا رہے۔

### ایسے منافق بھی تھے جن کے نفاق کا آخر تک پہاڑہ چلا ہے

مدیدہ منورہ میں منافقوں کی کافی تعداد تھی۔ ان میں سے بعض ایسے گھرے منافق تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر کوئی نہیں جانتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَذُو مِنْ أَفْلَى التَّوْبَةِ مَرْدُ ذَا عَلَى الْقِنَاعِ﴾ اور بعض اہل مدیدہ میں وہ ہیں جو ازے ہوئے ہیں نافق پر ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ﴾ آپ ان کو نہیں جانتے ﴿لَمْ يَعْلَمُنَّنَّ لَعْلَمَهُمْ﴾ ہم ان کو جانتے ہیں۔ اور کچھ منافق ایسے تھے کہ ان کی حرکات و مکنات، طور طریقے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ منافق ہیں۔ اُنگی میں سے عبد اللہ ابن ابی رکبیں المتفقین بھی

تھا۔ یہ براقدار اور خوب صورت، سمجھتے میں اور مال دار آدمی تھا، گھنگوڑے سلیقے اور طریقے سے کرتا تھا، جب بات شروع کرتا تھا تو آدمی کی خواہش ہوتی کہ اس سی باشی مختار ہے۔ اتنا باتوںی آدمی تھا کہ آخر حضرت مولانا علی ہمیں وہیں وہیں فتحیت کو بھی دھوکا دے جاتا تھا۔ اس انداز اور راہگل سے بات کرتا تھا کہ آپ سلطنتی ہمیں بھی بحثتے تھے کہ برا مخلص ہے اور جو کچھ کہ رہا ہے اس کو بھر رہا ہے۔ اس رئیس المذاقین کا ایک بیٹا تھا س کام بھی عبد اللہ تھا۔ اس زمانے میں لوگ باپ کے نام پر نام رکھتے تھے، دادا کے نام پر نام رکھتے تھے۔ مثلاً: عبُر ابُن عبُر ابُن عباس، زَيْدِ ابُن زَيْدِ ابُن زَيْدِ ابُن زَيْدِ ابُن عبد اللہ۔ اور فرق اس طرح کرتے تھے کہ چھوٹا عبد اللہ، دریا نہ عبد اللہ، بڑا عبد اللہ۔ مولانا ایسا س صاحب جو سنتی حدیث کے باتیں ان کے بیٹے کا نام قوم محمد یوسف فوت ہے گئے میں آدمیتی زین العابدین نے ان کے نام پر اپنے چاروں بیٹوں کے نام محمد یوسف رکھے اور فرق اس طرح کرتے تھے کہ اول، ثانی، ثالث، رابع۔ یوسف اول، یوسف ثانی، یوسف ثالث، یوسف رابع۔ اول، دوم، سوم، چارم۔ تو اس طرح وہ ناموں کی تسمیت کرتے تھے۔

عبد اللہ ابُن ابُنی رئیس المذاقین تھا اور بیٹا عبد اللہ مخلص صحابی تھا۔ جب رئیس المذاقین فوت ہو گیا تو بھائی آخر حضرت مولانا علی ہمیں کہتا کہ میر بابا پھنس تھا بلکہ میں بھی س کو منافق ہی سمجھتا ہوں لیکن کوئی حید اُر کے دکھنے کو رب تعالیٰ اس کی بخشش کر دے۔ آخر حضرت مولانا علی ہمیں نے اس کی دل جوئی کے لیے فرمایا ہاں بھیک ہے۔ آپ سلطنتی ہمیں نے اس وقت دو کرتے پہنچے ہوئے تھے۔ وہ کریمہ جو بدن کے ساتھ لگا ہوا تھا اُمار کر اس کو دے دیا کہ یہ لفڑ کے طور پر اس کو پہنڈا اور یہ بھی فرمایا کہ جذڑہ بھی میں پڑھوں گا۔

حضرت میر بھن جو نے کہا حضرت اس مذاقین کا جنازہ آپ سلطنتی ہمیں نے پڑھا ہے جس نے فلاں دن یہ حرکت کی اور فلاں موقع پر یہ حرکت کی اور فلاں دن یہ حرکت کی۔ حضرت عمر بن ہبتو فرماتے تھے پوچھ کر یہی طبیعت گرم تھی جبکہ دن کا اور بارہ بار کہتا رہا کہ حضرت! آپ اس مذاقین کا جنازہ پڑھا گئے۔ یہاں تک کہ بخاری شریف کی روایت ہے آپ سلطنتی ہمیں نے فرمایا اے عمر! تو مجھ پر داروغہ مسلط ہوا ہے، میں نے پڑھا ہے۔ پھر حضرت عمر بن ہبتو خاموش ہو گئے۔ آخر حضرت مولانا علی ہمیں تشریف لئے اس کے منڈیں اپنالاہب مہر ک ڈال اور اس کا جنازہ بھی پڑھایا۔ ظاہر ہے کہ جب آخر حضرت مولانا علی ہمیں نے جنازہ پڑھایا تو صحابہ کرام نے بھی آپ سلطنتی ہمیں کے بھیجے جنازہ پڑھا۔ کیونکہ کسی صحابی میں جرأۃ الرحمہ کہ بھیجھے رہتا۔ اس کے سعین اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازس ہوا (لَا سَيْغُفرُنَّ لَهُمْ أَوْ لَا يَشْغَلُنَّ لَهُمْ) آپ ان کے سے بخشش طب کریں یا ان کے لیے بخشش طلب نہ کریں (لَا يَشْغَلُنَّ لَهُمْ سَيْغُفِنَّ مَوْعِدَةً) اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش طب کریں (فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ) یعنی ہم نہیں اللہ تعالیٰ ان کو برگزندیں دیتے گا۔

### خداء کی پکڑ سے نبی بھی نہیں چھڑا سکتا ہے

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ پکڑے اسے کوئی نہیں چھڑا سکتا اور وہر پنجابی میں لوگوں نے کچھ شعار بنائے

جواب

اٹھ رے یکڑے چھوٹے گھوٹے (صلواتِ علیہ)

رسُسُ الْمَنْذُورِينَ كُوْرِبُ تَعَالَى نَے پُکْرَا ہے اور آنحضرت مسیح عیینہ نے پھر انے کی پوری کوشش کی ہے۔ کرتے ہے طور کافن دا ہے، الحاب مبارک مند میں ڈالا ہے، بدن پر عطا ہے، جنازہ بھی پڑھایا ہے مگر رب تعالیٰ نے اس کوئیں چھوڑا۔ تو یہ شیر بالکل قرآن کے خلاف ہے۔ خدا خدا ہے بے شک اللہ تعالیٰ کی سباری حقوق میں حضرت محمد مسیح عیینہ کا درجہ سب سے اعلیٰ اور انہیں ہے مگر رب تعالیٰ کے مقام پر میں تو خلوق ہیں۔ خالق اور خلوق کا کیا مقابلہ ہے؟ رب تعالیٰ نے فرمایا ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کر دے گے۔

ای سوت میں آگئے گا کہ آپ سن لیں گے اب تھیں نے اپنے حقوق پر ابوحاب کو اس کی موت کے وقت کلہ پڑھانے کی کوشش کی اس نے اس بات کا اثر رکھی کیا کہ تمہارا نینجا ہے لیکن میں اتنا دھرو (پرل) مجوز نے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ آپ سن لیجئے نے فرمایا میں تمہارے لیے اندھ تعالیٰ سے مغافل کی دعویٰ نہیں کیوں گا۔ آپ سن لیجئے ابوحاب کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے مگر اس کے نے دعا دلگی آپ سن لیجئے بھر کو کوچک کر اور لوگوں نے بھی دعائی۔ اندھ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حکم نازل فرمایا ہے کان للثئی وَالْبَرِّيْنِ أَنْ يَكُونُوا إِنْ شَفَرْ وَالْمَلْشَرْ كِنْ وَلَأَنَّ كَانُوا أَدْلِيْنِ فَلَبِّيْهِ مُنْسِ لَا لَقْ بُنْ جی کے اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں کہ وہ بخشش طلب کریں شرک کرنے والوں کے لیے گرچہ دن کے قرابت دراہی کیس نہ ہوں ۴۷ من بغض قاتیں لئے آنکھِ الجھنَّمَ ۱۳۱-۱۳۲ بعد اس کے واخی ہو چکا ہے ان کے لیے کہ وہ بے شک و ذرخ و اے ہیں۔ ”اللَّهُ يَارِكُمَا إِنْ رَبْ عَالَمَ لَكُمْ“ پکارے ہوئے کوکول نہیں پھر لے سکتا۔

﴿وَلَئِنْ يَأْتُهُمْ كُفَّارٌ فَلَا يُلْهُونَ رَسُولِهِ﴾ یہ اس لیے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اور اس کے رسول سے پہنچنے والے کے حکموں کا۔ شریعت نے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مانا، نہ قرآن کریم کو مانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا اور زبان سے نے کام کچھ اعتماد نہیں کیا ورنما دین کی اعلیٰ کامی کی وجہ کی وجہ ایک ایسا اگر کہا گی تو وہ بھی جیسے

ظاہری اعمال میں تو منافقین بڑھ چکے کر حصہ لیتے تھے۔ نماز کا وقت ہوتا تھا تو مغلیصین سے پہلے آکر پہلی صاف میں بیٹھ جاتے تھے تو اقتداری بحث تابعی کے دلی ویس جو پہلے آگئے ہیں۔ چند وہ یعنی کے موقع پر پہلے پنڈہ پیش کرتے تھے تو بڑھ چکے کر پیش کرتے تھے، امام امام اللہ۔ اور اگر اسلام کی تائید کی بات ہوتی تو ایسے انہ زے کرتے تھے کہ لوگ یہ سمجھتے کہ ہر ٹکٹھا ہیں۔ کوئی ایسا موقع ہامحمد سے نہیں جانے دیتے تھے کہ اعتدال اٹھنے کا نظر ہو گردن سے امدادی کے حکموں میں گذانے کا کارکر تھے اور اسلامی کے رسول ﷺ کے حکموں کا کبھی الٹا کرتے تھے۔ **إِذَا نَاهَلَ الْيَهُودُ إِلَيْهِمْ فَلَا يَهُدُونَ إِلَيْهِمْ الْمُرْسَلُونَ** ۖ

### غزوہ جوک میں منافقوں کا مختلف بہانے تراش کر جان چھڑانا

پہلے تفصیل کے ساتھ بات بیان ہو چکی ہے۔ غزوہ جوک سخت گری میں ہوا تھا سفر بحث، لوگوں کی فصیلیں پکی ہوئی تھیں، رومنوں کے ساتھ مقابضہ میں فتوحے نے جیلے بہانے اور کے جان چھڑانی اس کا ذکر ہے۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قَوْمٌ أَنْهَلُوكُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ خوش ہیں جو یتھے چھڑ گئے۔ شیطان کے بکارے میں آکر یتھے رہ گئے وہ خوش ہو گئے ﴿بِسَعْدِ دِينِهِ﴾ اپنے یتھے رہنے پر ﴿خَلَفَ رَبُّهُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ کے رسول کے روس کے یتھے۔ اُمّھرہت میں فتحیہ نے تحریف لے گئے اور یہ یتھے گھروں میں ڈینے کر خوش ہوتے ہو رکھیں ہارتے کہ ہزار بڑا دارالگا ہے ﴿وَكَرْهُوا أَنَّ يُجَاهَدُوا﴾ پاسوْلَهُمْ وَأَنْظِهُمْ﴾ اور انہوں نے نایند کیا کہ وہ چہ دکریں اپنے والوں سے اور پنی جاؤں سے ﴿فَإِنْ سَيِّلَ اللَّهُ عَلَيْهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَثَالِمُونَ ہی اور کہا انہوں نے دوسروں کو ﴿لَا إِنْتَ بِهِنَّا نَحْنُ هُوَ نَكْوَنُ﴾ کر قوم گرمی میں۔ سخت گرمی کا مہینہ تھا اور تقریباً ایک دن کا سفر تھا جس پل کر صحابہ کرام ﴿الْجَنَاحِيْنِ﴾ کے پاؤں میں چھالے پڑے گئے اور ناخن اتر گئے ﴿فَلَمْ يَأْتِهِنَّا نَبْرَأْنَاهُمْ﴾ اُپ کہدیں ﴿فَإِنَّهُمْ أَنَّهَدُوا﴾ جبکہ کی آگ بہت سخت ہر مرہ ہے۔ عمر اس دنیا کی گرمی سے پہنچنے کی کوشش کرتے ہو اس آگ کی گرمی سے پہنچ جو اس دنیا کی آگ سے انہر گناہیزیر ہے۔

اس دنیا کی آگ میں ۲۰ بھجھل جائے، تانہ بھجھل جانا ہے، سخت سے سخت دھاتیں بھجھل جاتی میں تو اس کی کیا کیفیت ہوگی جو اس سے انہر گن جز ہے۔ اُردو زبان کی آگ سے مارنے مقصود ہو تو اس کا ایک خطرہ ہی کافی ہے بلکن وہ اس تو ﴿لَا يَنْدُثُ لَيْلًا وَلَا نَهارًا لَا يَنْفَخِ﴾ نہ سرے گا دن و نہ رہے گا۔ اُردو زندگی زندگی نہیں وہ ایسی زندگی ہے جس کی خود اپنے لیے سوت، انگیں گے ﴿لَيْلَتَهَا كَاتِتُ الْقَاعِدَةَ﴾ [اد ۵: ۲۷] کاش کر ہم پر صوت آ جائے۔ اور جہنم کے دروغ مالک فرشتے کو کہیں گے ﴿لَيَنْدَلِكُوا لَيْلَتَهَا كَاتِتُ الْقَاعِدَةَ﴾ [الرُّفْعَ: ۶۷] مالک حیرا بُنْ مالک، مارے، ختم کر دے۔ لیکن ان کو موت نہیں آئے گی۔ حکم ہو گا تم سیکھیں رہ گے یہی تمہارا ساختا ہے۔ ﴿لَا يَأْتُونَ لِيَقْنَعُونَ﴾ کاش کردہ بھجھیں ﴿لَيَقْنَعُونَ أَقْلَمَلَهُمْ﴾ پس چاہیے کہ وہ فرمی ہو گا۔ دنیا میں کوئی کتنا عرصہ نہیں لے گا کسی کی عمر دس سال۔ کسی کی میں سال، کسی کی تیس سال، سو سال، پچاس سال، حتیٰ زندگی ہے اتنا وہ نہیں گے ﴿لَيَقْنَعُونَ أَقْلَمَلَهُمْ﴾ اور چاہیے کہ وہ دیگر نہ ہو دے۔ آئندہ ساری زندگی زندگی روانا ہے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مجرم جنس وقت دو میں گئے تو ان کے آنسوؤں سے رفسروں میں گز ہے پڑ جائیں گے اور ایک ایک مجرم اتنا رونے گا کہ اس کے آنسوؤں میں آشیاں جلا، بیک تو میں پڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے سارے واقعہات عمرت کے یہی میں ابھی بتائے ہیں تا کہ جو تکمیل ہے اب کر لے اور آخرت کی لٹکر لے۔ آخرت کے عذاب سے بچنا اور اس کی فخر کرنا دین کا بڑا ہم حصہ ﴿لَيَزَّ أَهْبَاطًا كَلَوْا إِنْكَلِيلَنَّ﴾ ہے لہسے ہے اس جیز کا جو وہ کرنے رہے۔ اور جس نے جو کمالی کرنی ہے اس کو اس کا بدل ضرور ملتا ہے۔

﴿فَوَانْ تُرْجَعُكَ اللَّهُ﴾ پس اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لوٹا ہے ﴿إِنَّمَا يَقُولُ قَنْتَنْمُ﴾ ان میں سے ایک گروہ کی طرف ﴿فَأَنْسَأَتْدُونَكَ لِمُحْرِّجِكَ﴾ مک دہ اجازت حسب کریں آپ سے نکلنے کی ﴿فَقُلْ﴾ پس آپ کہہ دیں ﴿إِنَّمَا تَعْزُزُ جَوَامِعَ أَبَدَّا﴾ کہ برگزنشہ نکلو میرے ساتھ بھی بھی ﴿وَلَنْ تُقْلِتُنَّ مُعْنَى عَذَابَكَ﴾ اور نہ لڑکم میرے ساتھ ہو کر دشمن سے ﴿إِنَّمَا تَرْضِيْمُ بِالْغَوَّةِ﴾ بے شک تم راضی ہو چکے ہوئے رہنے کے ساتھ ﴿أَذْلَّ مَرْءَةً﴾ پہلی مرتبہ ﴿فَأَنْعَدُوا لَهُمُ الْخَلْفَيْنِ﴾ پس بیٹھ جاؤ یتھے بیٹھنے والوں کے ساتھ ﴿وَلَا تُصْلِلُ عَلَى أَحَدٍ﴾ اور نہ آپ جنازہ پڑھائیں کہ کا ﴿وَنِتْهَمُ مَاتَ﴾ ان میں سے جو مر گیا ہو ﴿أَبَدَّا﴾ بھی بھی ﴿وَلَا تُقْلِلُ عَلَى قَتْرَدَةَ﴾ اور نہ کھڑے ہو اس کی قبر پر ﴿إِنَّمَا كَفَرُوا بِالنَّوْمِ وَأَسْوَلَهِ﴾ بے شک انہوں نے انکار کیا ہے احکام کا اور اس کے رسول کے احکام کا ﴿وَذَمَلَتْ أَنْمَمْ فَسِقُونَ﴾ اور وہ سرے اس حاس میں کہہ دا فرمان میں ﴿وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَذْلَّ دُهُمُ﴾ اور شجاعت میں ذات آپ کو ان منافقوں کے مل اور ان کی اولاد ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے ﴿أَنْ يُغْرِيَنَّهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا﴾ کہ ان کو سزادے ان کے اموال کی وجہ سے دینا میں ﴿وَوَرَقَ أَنْقَسْهُمْ﴾ اور نکلیں ان کی جانبیں ﴿وَقُمْ لِكُفَّارَنَّ﴾ اس حال میں کہہ کفر کرنے والے ہوں۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ بھارت کے لویں سالِ رب جب کے مہینے میں میر بھٹکی کدو میوں کی فوج مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے مسلمانوں کی سرحد توک کے مقام پر بیکن جلی ہے اور ہر یہ فوج یتھے آرہی ہے جب بیکشی ہو جائے گی تو مسلمانوں پر حملہ کر دے گی۔ آنحضرت ﷺ کا مسول تھا اگر کوئی خبر آپ سے میریہ کے پاس بیکنی تھی آپ میریہ اس کی تحقیق کرتے تھے اگر کسی ہوتی تو اس پر غم سرتے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی بھی ہے ﴿إِنَّمَا كُلُّ قَاتِلٍ يَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُ﴾ الحجرات: ۲۶] ”اگر کوئی کچا آری تھا رے پاس خبرا رئے تو س کی خوب تحقیق کرلو۔“ کہ جو بات یہ کہہ دہا ہے صحیح ہے یا نہیں۔ چنانچہ تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ واقعی روایوں کی فوج توک کے مقام کے قریب بیکن جلی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہنگامی حالت کا اعلان کیا اور فرمایا کہ جلوہ ہم اسی ان کا مقابلہ کریں۔ آپ ﷺ کے ساتھ بھجوہین کی تقدیمیں ہزار بھی لکھی ہے، اور ستر ہزار بھی لکھی ہے۔ اور یہ بات بھی پہلے بیان ہو چکی ہے کہ بخت گرمی کا زمانہ تھا، تسلیمیں کی ہوئی تھیں اور سفر لہاڑا اور روایوں کی فوج کے ساتھ لہاڑا تھا۔ یہ سب دشوار یا اور پریشانیاں سامنے تھیں۔ منافقین نے عجیب بیک قسم کے بھانے کر کے آپ ﷺ سے اجازت اور بھٹکی لے لی اور آپ ﷺ نے ان کو بھٹکی دے بھی دی جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَعْلَمُ أَذْلَّ لَهُمْ﴾ [اتر پ: ۲۲] ”اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا، آپ نے ان کو اجازت کیوں دی۔“ یعنی نہیں، وہی چاہیے تھی۔ انہوں نے تو کسی صورت بھی نہیں جانتا تھا اب اب ذات کو یہ اپنے یہ دلکل بنتا تھے ہیں۔ جوک کے سفر میں

تو ان کی نوبت نہیں چلی آئی الش تعالیٰ کے فعل و کرم سے ساری فوچنگ و سام و پس آئی۔ اب آئندہ کے لیے رب تعالیٰ فرماتے ہیں جوک کے سفر کے دران عی میں یا آئین ہازل ہوئیں ہوئیں ہر جھٹکہ اللہ رکھ آپ کے قلمبندی پر ہے پس اگر الش تعالیٰ آپ کو واپس لوٹائے توک سے مدینہ طیبہ کی طرف ان منافقوں میں سے ایک گروہ کی طرف۔ (فِتْهُمْ) اس لیے فرمایا کہ ایک دو منافق بعد میں تابع ہو کر مغلص مسلمان ہو گئے تھے (فَسَيَّدَ الْكُوَافِرْ) آئندہ دہ اجازت طلب کریں آپ سے (لِيَخُذُوا) نکلنے کی وجہ کے لیے (فَقُلْ) تو آپ کہہ دیں (إِنَّمَا يُخْرُجُ مُؤْمِنَيْ أَبْدَاهُ) کہ ہرگز نہ لکوہر سے ساتھ بھی بھی۔ آئندہ جہاد کا موقع آیا تو انہوں نے شہر ہونے کے لیے اجازت مانگنی ہے تاکہ جو خفت ہوئی ہے اس کا مدارا ہو جائے (إِنَّمَا يُخْرُجُ مُؤْمِنَيْ عَذَابًا) اور نہ لڑو تم میرے ساتھ ہو کر دشمن سے، میں تھیں اجازت نہیں دیتے (إِنَّمَا يُرْضِيُّمُ بِالْقَوْدُودِ أَذْلَلَ مَرْءَةً) بے شک قسم راضی ہو چکے ہو یعنی رہبے کے ساتھ بھی مرتبہ جوک کے مقام پر تم نے شرکت نہیں کی حالانکہ وہاں شرکت بہت ضروری تھی لہذا اب بھی یعنی رہب (فَالْقَوْدُودُ أَعْمَلُ الْخَلِيفَةِ) میں بیٹھ جاؤ چیچھے یعنی والوں کے ساتھ۔ لگڑے، لوٹے، بیمار، ناپیشے، بوڑھے جو بھیں ل رکنے کے پاس یعنی (وَلَا تُنْصِلْ عَلَى أَخْرَى فِتْهُمْ) مقات آپ کا لا انتہائی علی قدر (فَمَنْ) اور آپ جن زہ پڑھا کیں ان میں سے کسی کا جو مر گیا ہے بھی بھی اور نہ کھڑے ہوں ان کی قبر پر۔

کل قسم پڑھ چکے ہو عہد اشداہین ابی رحیم اسنا فیضیں کا جازہ آپ سلیمانی نے پڑھایا اس کے بیٹے کی دل جوئی کے لیے جو کہ بڑا مغلص تھا۔ بلکہ آپ سلیمانی نے اپنا عرب مبارک بھی اس کے جسم پر مار کر میرک بھی اس کے جسم پر زلا، صحابہ کرام شرکت نے بھی آپ سلیمانی کی اقدام جن زہ پڑھا مگر الش تعالیٰ نے نہ یہ (إِنَّ سَيِّدَنَا لَهُمْ سَيِّدُنَا مَرْءَةً) اگر آپ ستر مرتبہ بھی اس کے لیے بخشش طلب کریں الش تعالیٰ اس کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ جب آپ سلیمانی نے جازہ پڑھایا اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی مگر آئندہ کے لیے رب تعالیٰ نے پابندی کا دادی کہ نہ تو منافق کا جن زہ پڑھانا ہے نہ ای کی منافق کی قبر پر کھڑا ہو نا ہے۔

بھی وجہ تھی کہ حضرت عمر بن الخطاب کے درمیں کوئی مر جاتا تھا تو وہ بڑے پریشان ہوتے تھے کہ کہیں یہ منافق ہی نہ ہو۔ سب سے پہلے وہ حضرت صدیفہ ابن یمان بن الخطاب کو دیکھتے تھے کہ وہ جازے میں شریک ہوئے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ جازے میں شریک ہوتے تھے تو بے کھلک جازہ پڑھادیتے تھے اور اگر وہ جن زہ میں نظر نہ آئے تو ان کے متعلق سوال کرتے وہ کہاں ہیں کیوں نہیں آئے؟ اگر ان کے نہ آئے کی کوئی معقول وجہ ہوتی کہ وہ یہ رہما یا سفری گئے ہے یہ تو پھر بھی جازہ پڑھادیتے تھے۔ کیوں کہ مسلمان کے جازے میں شریک ہونے بھی اس کا حق سر سے اتا رہا ہے۔

حدیث پاک میں ہتا ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرا مسلمان پر چند حقوق ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے سلام کیا ہے تو اس کا بواب دو اور اگر اس نے تھیں دوست دی ہے تو بغیر کسی شرعی عذر کے اس کو رد نہ کرو، بیمار ہو جائے تو میار داری کرو، غوث ہو جائے تو جازے میں شرکت کرو۔

اور اگر معلوم ہوتا کہ حضرت حذیفہ ابن یحیٰ رضی اللہ عنہ وآلہ واصحیہ رکھنی نہیں اور سفر پر بھی نہیں ہیں تو پھر حضرت عمر بن جعفر جازم تھیں پڑھاتے تھے۔ اور آنحضرت مسیح نبی کامعموں تھا کہ جنمازہ پڑھانے اور فتنہ مردیے اور اس لئے قبر کو اودٹ کے کوہاں کی طرح بنا دینے کے بعد کافی درستھیوں کے سفراء پھر تھے تھے اور فرماتے تھے اسْتَغْفِرُوا لِأَجِنْكُومُ اپنے بھائی کے یہ دعے مخفیت کرو۔ اور یہ اخلاقیاتیں آتے ہیں سُوْالَه بِالثَّقِيْلِ بِقَائِمَ الْأَكَمِ یُسْتَشَدُّ الشَّعْلَی سے اس کے یہ سوال کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو ثابت قدم رکھ کر رب تعالیٰ کے فرشتے سی سے سوال کرو ہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے اور صحابہ کرام نبیؐ کو بھی ترغیب دیجئے تھے کہ اپنے بھائی کے یہ دعے مخفیت کرو قبر کی منزل پر امشکل مرحلہ ہے۔

مشیوں و صحابی حضرت معاویہؓ جب فوت ہوئے تو بخاری شریف میں روایت ہے ۔ **هَذِهِ الْعَزْمُ الشَّجَرِيُّ** ان کی وفات پر لندھیوالا کا عرش کاپٹا۔ ان کے جانے سے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے۔ سچھرست ملی گئی جس نے جانے پڑھا۔ حضرت ابو یکھدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علیؓ بن ابی طیبؓ میں شخصیت نے یچھے کھڑے ہو کر جانہ پڑھا۔ جب ان کو قبر میں دفن کیا گیا تو آنحضرت ملکہ زریلا کارنگ مبارک فن ہو گئی۔ فرمایا اس کی تبریغ ہو گئی ہے اگر اتنے بڑے صعبی کی قبر تک ہو گئی تو پھر ہمارا کام اکام ہو گا۔

بھی اب سوچیے کہ قبر ہماری ماں ہے انسان کی پیدائش میں سے ہوئی ہے۔ جب بچہ ماں سے جدا ہو کر دوپر رہ ملا تھا تو اس کو نسلی گیر ہو رہا تھا ہے۔ یہ بنا پیار کی وجہ سے ہوتا ہے مزا سینے کے ارادے سے نسلی توز میں بھی ہماری ماں ہے ہم اس سے الگ ہوئے پھر جب قبر میں وکھنچتی ہیں تو وہ خود اساد باتی ہے۔ البتہ خیبر اور چور میں مقصوم بچے اس سے مستثنی ہیں۔ قبر کے قریب کھڑے ہو کر دعا کرنا ہاجز ہے۔ باقاعدہ کھڑا کر بھی دیکھ سکتے ہو اور بھرپور اخلاقی بھی دیکھ سکتے ہو۔

ایک دفعہ ایسا ہو کر مولانا ناصر محمد صاحب جalandhri حضرت تھاںوی کے بڑے خلافاء میں سے تھے اور چوپی کے علماء میں سے تھے۔ نجف اپنے جلے پر ضرور ملا تے تھے میں مولانا کے پاس کرے میں بیخی تھا اور ان کے بیٹے مولانا محمد شریف صاحبؒ نے بیخی تھا اور انکے بھائی جلال الدین نے بیخی تھا اور مرتضیٰ

اکھر مولوی صاحب نے اندر آ کر مسٹنگ چھپڑو یا کھڑک حضرت اُپ نے نمازِ خلیٰ میں کھکھا ہے کہ جب قبر پر دعا کرو تو  
ہاتھوں الماء مولا ناخیر محمد صاحب نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ اس مولوی صاحب نے سیری طرف اشارہ کر کے کہا کہ انھوں  
نے "راہِ حمد" میں لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھ کر دعا کر سکتے ہو۔ بـ چھاؤ ہم کس بزرگ کی بات مانیں؟ مور ناخیر محمد صاحب نے  
فرمایا انھوں نے لکھا ہے تو اس کی دلمل ان سے مانگیں۔ میں نے کہا تو میں نے اپنی دلیسیں بھی فلک کی تھیں۔ مسلم شریف میں  
روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جنتِ ایقون کے قبرستان میں تحریف لے گئے "زلفی یعنی وَ دُغَا" قلشاً آپ سنتیجیہ نے  
ہاتھوں الماء اور قلن مرجد علی کی اللہمَّ اغْفِرْ لَهُمْ اللہمَّ اغْفِرْ لَهُمْ اللہمَّ اغْفِرْ لَهُمْ " تو آپ سنتیجیہ نے قبروں کے  
وڈھان باٹھا کر دعا مانگی ہے۔

اور آپ ملکتِ ایک کے محاںی طھے این برآ، پڑھو فوت ہے گئے آپ ملکتِ ایک اس کے جائزے میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ روایات میں موجود ہے کہ آپ ملکتِ ایک اس کی قبر پر تشریف لے گئے فرزخ چس آپ ملکتِ ایک نے ہاتھ اٹھائے اور دعا، گئی۔ اس کے بعد صولتا خیر محمد صاحب خاوش ہو گئے تیری تائید کی اور نہ تردید۔ تو اپنی عقینت کی ہے کہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہو یعنی چاہرے ہے۔ میکن ہاتھ اٹھ کے دعا کرنا ضروری نہیں ہے۔ اور آج بھی جب مردے کو فتن کر رہا جاتا ہے تو اس کے رہانے کی طرف سورہ البقرہ کا اول حصہ اور پاؤں کی طرف آخری حصہ پڑھ کر اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔

لیکن منافق کے بیے دعا کرنا جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے کیوں کہ ﴿إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِنِعْمَةِ رَسُولِهِ﴾ بے شک انہوں نے انکار کیا ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کا اور اس کے رسول مسیح علیہ السلام کے احکام کا ﴿فَإِذَا أُتُوهُمْ فَلَمْ يَقُولُوا إِنَّا كُوْنَاهُمْ﴾ اور وہ مرے اس حال میں کروہ نافرمان ہیں۔ لہذا ان کا جنزو چھوٹو سان کی قبر پر کھڑے ہو اور وہ ان کے لیے دعا کرو ﴿فَلَمَّا تُحْكِمَتْ﴾ آنکہ ﴿لَمَّا ذَأْلَدُهُمْ﴾ اور نہ تجب میں وہیں آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد۔ کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں تو ان کو مال کیوں طلب ہے، اولاد کیوں ملی ہے؟ ﴿إِنَّهُمْ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے ﴿أَنَّ يَعْدُهُمْ بِمَا فِي الْأَذْيَاءِ﴾ کہ ان کو مرا دے ان کے مالوں کی وجہ سے دنیا میں۔ کہ مال اور اولاد ان کے لیے والی جان بھی جیسیں مال اولاد کی فکر ہی میں رہیں اور یہ ان کے لیے مصیبت بنا رہے گا۔ ہم غریب ہیں ایسا نہیں تھیں کہ فکر نہیں ہے جتنی مال اور کوہوتی ہے۔

گورا نوالا شیر کے ایک کارخانے دار اتفاقاً تھے ملے۔ کہنے لگے ہیں تو کاموں سے فرمتے ہی نہیں ملتی فلاں تاریخ کو سوئی گیس کالا کموں کا مال ادا کرنا بے وہ قسم اکٹھ کرنی ہے اور فلاں تاریخ کو بھلی کا مال ادا کرنا ہے، فلاں تاریخ کو بیکس جمع کروانا ہے گرچہ نہیں کرتے تو افسر ہمارے پیچھے پڑ جاتے ہیں یعنی جانو! ہمیں تو نیندی ہیں آتی۔ غریب کو بے شک مال طور پر پریشانی ہوتی ہے لیکن اتنا پریشان نہیں ہوتا جتنا مال دار ہوتا ہے ﴿وَتَرَى عَنِ الظَّاهِمِ دُمَّهُمْ كَلْهُونَ﴾ اور لکھیں ان کی جانیں اس حاں میں کروہ کفر کرنے والے ہوں۔ لہذا کس کے مال اور اولاد کو دیکھ کر یہ سمجھو کروہ دہ رب تعالیٰ کا پیارا ہے اگر ایمان اور عمل صلح نہیں ہیں تو یہ جیزیں اللہ تعالیٰ نے ان وہ خور سزا کے دی ہیں۔

### مدد و مدد

﴿وَإِذَا أُتْرَكْتُ شَوَّرْقَةً﴾ اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورہ ﴿أَنَّ أَمْلَأُوا بَاشُو﴾ کہ ایمان لا دل اللہ تعالیٰ پر ﴿وَجَاهِدُوا مَعَمَّ رَسُولِهِ﴾ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے رسول ملکتِ ایک کے ساتھ مل کر ﴿شَّاءْ ذَكَرُ أُولُوا الْكُنُولِ وَلَهُمْ﴾ تو خصت مانگتے ہیں آپ سے طاقت والے لوگ ان میں سے ﴿وَقَالَ لَنَا ذَرْنَا نَنْعَلُ مَعَ الْقَوْدِيَنَ﴾ اور کہنے ہیں چھوڑ دو سیس ہا کر ہو جائیں، ہم پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ ﴿رَأْضُوا﴾ وہ راضی ہو رکھے ہیں ﴿لَهُمْ يَنْكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ﴾ اس ہست پر کہ ہوں یہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ﴿وَطَبَعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ﴾ اور میر لگادی گئی ان

کے دلوں پر ﴿تَهْمَمْ لَا يَلْفَتُونَ﴾ ہے وہ نہیں سمجھتے ﴿لِكُنَ الرَّسُولُ مِنْ هَذِهِ الْأُنْوَافِ وَالَّذِينَ أَسْوَاهُمْ﴾ اور رسول میں تینیں نہیں ﴿وَالَّذِينَ أَسْوَاهُمْ﴾ کے دلوں پر ﴿لَا يَلْفَتُونَ﴾ ہے لیکن رسول نہیں سمجھتے ﴿لِكُنَ الرَّسُولُ مِنْ هَذِهِ الْأُنْوَافِ وَالَّذِينَ أَسْوَاهُمْ﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ان کے ساتھ ﴿لَا يَلْفَتُونَ﴾ ہے جو هدایا موالیم و آنفیم ہے وہ جہاد کرتے ہیں اپنے مالوں کو لے کر اور اپنی جانوں کو لے کر ہدایا اور اپنکے لئے ﴿لَا يَلْفَتُونَ﴾ ہے میں لوگ ہیں جن کے لیے بھلا کیاں ہیں ﴿لَا يَلْفَتُونَ﴾ اور بھی لوگ ہیں فلاج پانے والے ﴿أَعْذَّ اللَّهُ لَهُمْ﴾ تیر کیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ﴿جَنَّةٌ﴾ باغات ﴿تَعْرِي وَنَعْتَقِي إِلَيْهِمْ﴾ بھی ہیں ان کے نیچے نہر سے ﴿خَلَوْنَ فِي نَعْيَ﴾ ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں ﴿لَا يَلْفَتُونَ﴾ ہے۔

منافقوں کی کارروائیں اور ان کی تردید ہی آری ہے اور سورت توبہ کا کافی حصہ انہی کے متعلق ہے۔ مدینہ طیبہ اور اور گدوں کے جو دیہات تھے ان میں منافقوں کی کافی تعداد تھی۔ یہ لوگ آئیں میں خذیر طریقے سے مینگ اور مشورے بھی کرتے رہتے تھے۔ اُنحضرت ملکہ نہیں کے حکامات کو نہیں کے لیے عجیب غریب قسم کے بہانے بناتے تھے۔ غردوں تک کے سلسلے میں تھیں اس پیچے ہو کر منافقین نے بہانے بن کر اجازت لی تھی اور ایک گروہ تھا جس نے کوئی بہانہ نہیں بنایا۔ اس کا ذکر آئے رہا ہے۔ اور منافق اس امید پر تھے کہ مسلمانوں میں سے کوئی نیچے کردا اپنی نہیں آئے گا اور مخلصین کی ساری جرعت کو روپی فوج تباہ کر دے گی اور وہ منافقین جھوٹ نے سفر پر جانے سے پہلے آپ ملکہ نہیں سے اجازت لے لی تھی اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتے ہیں۔

فَرِمَاهُ اللَّهُ إِذَا أَنْزَلَ شَمْنَانَهُ إِذَا جَبَ نَازِلٌ كَمَا نَزَلَ کہ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ ایمان تمام نہیں میں سب سے بڑی نیکی ہے اور سب سے پہلے مطالبہ بھی ایمان کا ہے۔

### مکی سورتوں کی تعداد و مقصود

مکہ کمرہ میں تقریباً چھایی سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں زیادہ ایمان پر زور، شرک کی تردید، رسالت کا اثاث، قیامت کا اثاث اور قرآن پاک کی ہدایت جیسے اصولی احکامات بیان کیے گئے ہیں۔ پھر جس وقت لوگوں کا ذکر ہے جن میں کیا توباتی احکام نازل ہوئے۔ مکہ کمرہ میں صرف دو نمازیں تھیں، نظر اور عصر۔ پانچ نمازوں کا حکم ہجرت سے تینی سال قبل معراج کے موقع پر نازل ہوا۔ نکوہ اور دیگر حکام میں نمازوں میں نازل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی سورت نازل ہوئی جس میں حکم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے کہ اس کے تمام ادکام کو تسلیم کرو، اس کے پیغامروں کو، اس کی کتابوں کو، جو کچھ بھی یہاںیات میں ہے وہ ﴿أَوْلُوا الْأَيْمَانِ﴾ میں شامل ہے۔ اور حکم ہوتا ہے ﴿لَا جَاهِدُ أَفْعَمْ لَا شُوَّلْوَنْ﴾ اور جہاد کر۔ اللہ تعالیٰ کے رسائل میں توبہ کے ساتھ مل کر۔ یعنی ان کی معیت میں کافروں کے ساتھ لاروہ ﴿إِشْتَأْذِنْكُ أَوْلُو الْقُوَّلِ مِنْهُمْ﴾

تو رخصت اگئے جیں آپ سے طاقت والے لوگ ان میں سے۔ یعنی ان کو بدلتی اور مال قوت حاصل ہے۔  
توک کے سفر پر چلنے سے پہلے ایک منافع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یا اور کہنے گا حضرت! میں بالکل تیار ہوں مجھے  
کوئی تکلیف بھی نہیں ہے سارا سامان میں نے تیار کیا ہوا ہے لیکن میری، لستھ بھر بے آخری مانس لے رہی ہے اگر میں جلا  
جیا تو اس کو دُن کون کرنے کا اس کو سنجالے گا کون؟ تھوڑی بہت تکلیف تو انہوں کو ہوتی ہی بے گروہ اس تھوڑی تکلیف کو ہذا  
چڑھا کر ایسے اندراز میں بیان کرتے تھے کہ جیسے وہ کچھ مر جلی ہے اور بعض نے اس طرح کیا کہ اپنے غلام کو خود بھکاد یا کر جاتو  
روں چھٹی کر لے۔ میرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سر کر کہا کہ حضرت! میں بالکل تیار ہوں لیکن میرا غلام دوڑ گیا ہے۔ اونٹ، بھیڑ،  
کمر ہوں کو پانی چلانے والا کوئی نہیں ہے، چاراڑا نے والا کوئی نہیں ہے، بے زبان ملکوں ہے بھوکی بیساکی مر جائی گی۔ اب یہ ایسا  
بہاذ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو روئیں کر سکتے تھے لہذا اجڑت دے دی۔ ایک نے آر کہا کہ میری نصل بالکل پکی سوتی ہے،  
کٹائی کرنے والا کوئی نہیں ہے، میں چلا گیا تو حصل ساری تباہ ہو جائے گی۔

﴿وَذَلِكُو يَهُوا وَرَبُّكَ أَنْهُو نَّعَمْ الْعَبُودِ يَهُوا چُوزْ دَوْمِيْنْ تَكَرُّمْ الْعَبُودِ يَهُوا یَمْ بَجْجَهْ بَیْسْتَهْ وَالْوَلْ کَهْ  
سَاتِحْ لَلَّهُرَے، لَوَلَے، اندَھَے، بیمار، بُوزْ ہے، معدودوں کے ساتھ ﴿تَرْمُونْیَاٰنْ یَنْگُونْوَا﴾ اور وہ راضی ہو چکے ہیں اس بات پر  
کہ ہوں یہ ﴿فَمَعَ الْمُؤْمِنِينَ يَهُوا بَیْسْتَهْ رَبْنَے وَالْعُوْرَوْنَ کَهْ سَاتِحَهُ﴾ خُوا لِفْ خَالِقَهُ کل جمع ہے۔ اس بورت کو کہتے ہیں جو بچھے گھر  
میں ہے۔ ﴿عَلَى اللَّهِ الْعَالَمِ لَنْ تَوَلَّنَ كَوْرَدْ بَنِيَا ہے جَهَادْ هَرَوْنَوْنَ کَا کَامْ ہے اور یہ گھر رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہیں کہ  
ان کے ساتھ بیشتر ہیں ﴿وَطَبِعَ عَلَى تَلْغُوْبِهِمْ﴾ اور میر لگادی گئی ہے ان کے دلوں پر۔

اور یہ بات میں کمی و فتح سمجھا کہوں کہ ابتداء ہی اللہ تعالیٰ میر نہیں تکاد جایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو کچھ عطا کی ہے، وہ یہ  
کچھ نے کے لیے پیغمبر سیکھیے، کتابیں نازل فرمائیں بہر زمانے میں حق کی آواز باندھ کرنے والے کھڑے کیے، خیر اور شر کے دلوں  
و اسے بدلانے اور ان کو انجام بتایا کہ اگر خیر کے راستے پر چل گئے تو جنت میں جاؤ گے، شر کے راستے پر چل گئے تو روزِ نیں جاؤ  
گے یہ کام جنتیوں والے ہیں اور یہ کام دوزخیوں والے ہیں۔ اور جنتیوں والے وہ کام ہیں جن کو قتل اور نظرت بھی تسلیم کرتی  
ہے۔ اس کے باوجود جو کفر اور نافرمانی پر ڈالنے رہی اور فخر کریں ﴿فَلَوْبَدْ قَلْمَوْنَیْ اَكْتَوْقَهَلَنْمَوْنَا اِلَيْهِ﴾ ”ہمارے دل غلوتوں میں  
تھا اس چیز سے جس کی طرف آپ باتے ہیں ﴿وَذَنْبِ اَدَنْتَأْوَقْرَهِ﴾ اور ہمارے کاتوں میں بوجھیں، ذمہ چڑھائے ہوئے ہیں  
﴿وَهُوَلَبِنَیْنَ اَوْنِیْنَ حِجَابَهِ﴾ اور ہمارے اور آپ کے درمیان پر وہ ہے نہ ماننے کا کھلہ فاغنل اشکلیکوئی ﴿اَمْ جَدِّدَ اَآپَ اہنا  
کُل کرتے جائیں ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔“ جب وہ لوگ اپنی اس حالت پر راضی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے میر لگادی کیوں کہ  
اللہ تعالیٰ کا ضابط ہے ﴿لَوْنِیْهَ عَالَمَوْلَیْهِ﴾ ہم اس کو اہر جلا دیتے ہیں جو ہر دل چلتا ہے۔ ﴿لَهُمْ لَا يَفْتَنُنَّهُمْ﴾ پس وہ نہیں کہتے  
اس کی تہذیب و پختہ کی کوشش نہیں کرتے۔

یہاں تک تو منافقوں کی کارتنیوں کا ذکر تھا آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قلس مونوں کا ذکر ہے۔ اندتوں فرماتے

ہیں ﴿لَكُنَ الرَّسُولُ ذَا لِنَيْنَ أَمْتَنَةً لَهُ لَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ شَفِيعًا إِذَا وَلَدَ وَلَوْجَ جَوَامِنَ لَائِےٰ تِیزَ آپَ کے ساتھِ ﴿بِجَهَنَّمَا  
بِأَمْوَالِهِمْ دَأَقْسِيمُهُمْ﴾ وہ جہاد کرتے ہیں اپنے مالوں کو لے کر اوسا پینی جانوں کو لے کر۔ غزادہ جوک میں آنحضرت ﴿لَمْ يَنْجِلِمْ خَرْدَوَا  
بَغْشِ غَسِ شَرِيكَ هُوئے اور مجاهدین نے اس غزوے میں بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔

تاریخِ جناتی ہے کہ ربست پر جل ہل کر بعض کے پاؤں پر چھالے پڑ گئے، ہاتھ گرنے، پیاس کی وجہ سے راستے میں  
بے ہوش ہوتے رہے لیکن ایمان میں وہ احتی مضمون تھے کہ ڈال گائے نہیں۔ ایمان تو قوت کے مقابلے میں کسی شے کی کوئی جیش  
نہیں ہے۔ اس وقت ایتمم بم کی قوت کو بڑی قوت کھینچتے ہیں بے ٹکن خاہری خانے سے یہ بڑی قوت ہے لیکن یقین جانلو ایمان کی  
قوت ایتمم سے بہت زیاد ہے۔ مومنوں کو جب بھی کامیابی ہوئی ہے ایمان کی برکت سے ہوئی ہے۔ بعض الاطلاع اور تعلوک کے  
میں بہت پر بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ ﴿وَإِذَا تَلَمَّدَ الْمُؤْمِنُونَ يَسْأَلُونَ إِنَّمَا يَنْهَا إِنَّمَا يَنْهَا  
أَوْ سَبَقَ لَوْجَ جَنَاحَ پَانِيَةً وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالْحَقْوَنَ﴾ تیر کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات ﴿تَعْجُبُونَ مِنْ حَقْوَنَهَا  
الْأَنْهَزَ﴾ کہتی ہیں جن کے نیچے نہر ہے۔ عرب کی سرزی میں خیکی رو رونک پہنی نظائر نہیں آتا تھا وہ لوگ پانی کہتے ہے تھے گری  
بہت سخت تھی، دھوپ تیز ہوتی تھی وہ لوگ جہاں پانی اور سیاہ دار درخت دیکھتے تھے وہاں ڈیر الگا لیتے۔

آنحضرت ﴿لَمْ يَنْجِلِمْ﴾ کے رضاگی بھائی حضرت عثمان ابن مظعون نے بخوبی غریب آدمی تھے۔ ایک سفر میں آپ ﴿لَمْ يَنْجِلِمْ﴾ کے  
ستھن تھے ایک جگہ دیکھا کہ پانی کا چشمہ ہے، بڑے بڑے عمدہ درخت ہیں، ہری بھری گھاس ہے، بزریاں لگی ہوئیں جیسیں  
ارادہ کیا کہ سہیل ڈیر ا لکھاں میں پر اندھا کرنا ہے میں پر اندھا کرنا ہوں۔ بھر خیال، یا کہ آنحضرت ﴿لَمْ يَنْجِلِمْ﴾ کی اپوزیت کے  
نیمی کیسے رہ سکا ہوں؟ آپ ﴿لَمْ يَنْجِلِمْ﴾ سے پوچھا حضرت! کیسے ہرے بھرے عمدہ درخت ہیں، پانی کا چشمہ ہے، بزریاں ہیں کیا  
میں سہیل ڈیر ا لکھاں میں پر اندھا کام کاچ کریں اور کھا کیں نہیں رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ عَمَّانِ الْقَنْ  
مَظْعُونَ عَنِ الْقَبْشَلِ فَرِمَّا يَا مُسْلِمًا إِنَّمَا يَنْهَا كَمَا يَنْهَا قَالَ أَنَّمَا يَنْهَا كَمَا يَنْهَا بَخْوَنَ كَمَا يَنْهَا  
کوچوڑ کر الگ ہو جاؤ۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ ان کے ندرہ و ان کی خدمت کروان کی تکلیف وہ ہاتوں کو برداشت کرو، ان کی  
طرف سے جو تکلیفیں، میں برداشت کر دیتا ہے گناہ معاف ہوں گے۔

بعض رفع عزیز رشد اروں کی طرف سے خلاف طبع اسی ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ آدمی پر بیان ہو جائے ہے لیکن  
وہ مومن کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں۔ یہ کیا زندگی ہے کہ اپنے نکھل کے لیے سب کو جوڑ کر الگ ہو جائے؟ یہ کوئی زندگی نہیں  
ہے۔ اسلام کہتا ہے منت مشقت کرو، کماڑ اور مال بآپ، مہن جماں بخون، بیوی بخون کے حقوق ادا کرو، مہماں بخون کا حق ادا کرو، یہ  
دین کا حصہ ہے۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید دنیا کمانا گناہ ہے۔ ایسا بات نہیں ہے ہاں اور دنیا جو حلال و حرام کی تحریک کے بغیر  
کمالی جائے وہ گناہ اور حرام ہے۔ بانی جا تر طریقے سے دنیا کمانا یہی دین کا حصہ ہے۔

اگر مال اور دولت فی نسب بڑی تھے تو اس پر اسلام کے الاکان موقوف نہ ہوتے۔ زکوٰۃ اسلام کا رکن ہے اور مال

پر موقوف ہے اگر مال نہ ہو تو زکر کہ کس چیز کی ہو گئی؟ حج اسلام کا رکن ہے رقم نہیں و حج کیسے کرے گا؟ اگر مال نہیں ہے تو مُصریب، قربانی کس چیز کی، نظر انہ کس چیز کا؟ اپنہ اہل فی نفس بڑی چیز نہیں ہے بشرطہ جا تو محریتے سے کہا جائے اس کے کمانے کی وجہ سے لازم روزے میں خلل نہ آئے۔ اگر کوئی شخص غماز چھوڑ کر مال کاماتا ہے وہ حلال نہیں ہے اگر روزہ نہ کر کہ مال کاماتا ہے تو وہ حلال نہیں ہے۔ مومن کا سونا بھی عبادت ہے، جانشینی عبادت ہے، چند بھی عبادت ہے اگر شریعت کے تابع ہو۔ چونکہ وہ لوگ پال اور سایہ دار درخت کو ترتیب تھے تھے اللہ تعالیٰ نے قربانی میں نے تمہارے لیے باغت تیار کر کے ہیں جن کے نیچے نہریں میں ہیں (خطبۃ النبیفہ) ہمیشہ ہیں گے لباغوں میں (فَذَلِكَ الْفَذَلُ الْعَظِيمُ) یعنی بڑی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر سچے العقیدہ مسلمان مرد ہوت کو فحیب فرائے۔

### سورة ۲۷ جمعہ و صبحہ

(وَجَّأَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ) اور آئے عذر پیش کرنے والے (وَمِنَ الْأَعْزَابِ) رہبہا تیول میں سے (وَيُؤْذَنَ لَهُمْ) تاکہ اجازت دی جائے ان کو (وَمَكَدَّ الَّذِينَ) اور بیٹھے گئے وہ لوگ (كَذَّبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ) جنہوں نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سلطنتی سے (سَيِّئِ الْأَيْمَنَ كَفَرَ زَانُهُمْ) عنقریب پہنچے گا ان لوگوں کو نہیں کفر احتی کیا ان میں سے (عَذَابُ أَلِيمٌ) وردہ ک عذاب (لِلَّذِينَ عَنِ الْضَّعْفَاءِ) نہیں ہے ضعیفوں پر (وَلَا عَلَى الْبَرِّ فِي) اور نہ بیاروں پر (وَلَا عَلَى الْأَيْمَنِ) اور نہ ان لوگوں پر (لَا يَجِدُونَ هَايَثِقُونَ لَهُمْ جُنُونٌ) پاسے وہ چیز جو خرچ کریں (لَا حَرَجٌ) کوئی کندہ (إِذَا نَصَوَانِيهِ وَرَسُولِهِ) جب کہ وہ اخلاص سے پیش آئیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے ساتھ (إِنَّمَا يُنَهَا عَنِ الْحُسْنَيْنِ مِنْ سَبَبِ) نہیں ہے تکلی کرنے والوں پر کوئی الزام (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَلَقَ الْأَنْجِنَيْمُ) اور اللہ تعالیٰ بخشش والا ہم بران ہے (لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِينَ) اور نہیں ہے تکہ ان لوگوں پر (لَا إِلَهَ إِلَّا إِنَّمَا يُنَهَا عَنِ الْأَنْجِنَيْمِ) تاکہ آپ کے پاس (إِنَّمَا يُنَهَا عَنِ الْأَنْجِنَيْمِ) تاکہ آپ ان کو سواری دیں (فَلَمَّا لَّا أَجِدُ مَا أَخْمَلْتُمْ مَا أَنْكُونَ) تو کہا آپ نے کہ میں نہیں پاتا وہ چیز جس پر تم کو سوار کروں (لَا تَأْوِي إِلَّا عِيْمَنِ) پھرے اور آنکھیں ان کی (أَنْقُصُ مِنَ اللَّهِ مَمْحُرَّثًا) بہاری تھیں آنسو گم کرتے ہوئے (لَا يَجِدُ ذَا فَائِيْقُونَ) کہ نہیں پاسے وہ اس چیز کو جس کو وہ خرچ کریں (إِنَّمَا يُنَهَا عَنِ الْأَيْمَنِ) بے شک الزام ان لوگوں پر ہے (لَا يَنْتَهُ ذُنُوكُهُ وَلَمْ يَلْعَبْ بِهِ) جو آپ سلطنتی سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ مال دار ہیں (لَا يَنْهَا إِنَّمَا يَنْهَا نُوَاقَمُ الْحَوَافِيْبِ) وہ راضی ہو گئے اس بات پر کہ ہو جائیں وہ بخشنے والی عورتوں کے ساتھ (وَطَّئَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِنَّ) اور اللہ تعالیٰ نے میراگا دی ان کے دلوں پر (فَهُنَّمُ لَا يَعْلَمُونَ) اس وہ نہیں جانتے۔

غزدہ تبوک اور منافقوں کا بہانا بنانے کی رخصت لینے کا ذکر ہے۔

کافی تفصیل کے ساتھ یہ ہے تب مان ہو چکی ہے کہ سورہ توبہ کا پیشتر حصہ غزوہ تبوک کے متعلق ہے۔ تبوک ترکوں کے زمانے میں مدینہ طیبہ سے پندرہواں ایشیان تھا۔ اور ان کے ایشیان دور دور ہوتے تھے کہ دہاں آبادی کم تھی۔ ہمارے ہاں ایشیان قریب قریب ہیں کیونکہ یہاں آبادی قریب قریب ہے یا اس طرح سمجھو کر کوئی تیز سواری پر چلتے پندرہ دن کا رستھا۔ اس زمانے میں یہ عرب کی آخری سرحد تھی اور اب سعودیہ میں شامل ہے اور بدشتی سے وہاں امریکی فوج بیٹھی ہوئی ہے۔

۸۔ ہمیں مکمل کردہ فتح ہو چکا تھا عرب کا ایشٹر ملاد ق اسلام کے پرچم تسلی آپ کا تھا اور بخراں کے عیسائی بھی وہ دار ریت ہوتے کا عہد کر کچے تھے۔ ابواعمر راہب یہودی جو برخلاف یحییٰ تھم کا سازشی آدمی تھا اس نے برقل روم کو اس کا یا کتاب مسلمان تم پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس کے اکسنے پر برقل روم نے لاکھوں کی تعداد میں فوج لا کر جنگوں میں فیرڈا اور مسلمانوں پر طیلی کی تیاریاں شروع کیں۔ آنحضرت ﷺ کو جب خلائق ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اشارہ سے اور کلمے کے صریح الفاظ میں فرمایا کہ ہم نے جنگ کے مقام پر جانا ہے اور دیوس کے ساتھ ہماری لڑائی ہے۔ اس لڑائی کے سوا جوں بھی تحریف لے گئے (وڑی) تو پر کرتے تھے

توبہ کا معنی ہے کہ اصل جگہ نہیں بتاتے تھے بلکہ اشارہ فرم دیتے تھے۔ مثلاً: ماہور جانا ہوتا تو فرماتے کہ موگل کی طرف جانا ہے یعنی فرماتے کہ لاہور بنا ہے اور اگر اول پنڈی جانا ہوتا تو فرماتے ہم نے جمل کی طرف جانا ہے۔ اصل جگہ کام نہیں لیتے تھے تاکہ جاؤں درمیان میں کوئی خرابی پیدا نہ کریں۔ اس غزوہ میں سارے مغلیین شریک ہوئے ہوئے دل آدمیوں کے ہوستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ تین ان میں خاص تھے جن کا ذکر اسی سورت کے آخر میں آئے گا۔ ان پر بڑی پابندی اگلی اور دوسرے بڑے اختیارات سے گزرے اور ساتھ عام تھے ان کی توہ بجلد تقول ہو گئی۔ شدید گری کا سوم حصہ، سفر لباخا، فصلیں پکی ہوئی تھیں متفاقوں نے ایک دوسرے کو کہا ہوا شکلِ زادی الحجۃ گری ہے نہ جاؤ۔ متفاقوں نے عجیب و غریب حشم کے بھانے بن کر خصیصیں لیں اور ان میں سے ایک گروہ وہ بھی تھا جنہوں نے رخصت یعنی کی ضرورت نہ کیجی۔ ان کے زادیں میں یہ تھا کہ انہوں نے کون سائیع کرواؤاں آتا ہے روپیوں کی فوج ان کو تباہ و برداشت کرے گی رخصت یعنی کی ضرورت ہے؟ ان کا ذکر بھی آئے گا۔ اور اب ان کا ذکر ہے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روائی سے پہلے بھانے بنائے تھے۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَجَاءَ الْعَلَمَ بِهِذَا مِنَ الْأَغْرَابِ﴾ اور آئے عذر پیش کرنے والے دیہاتیوں میں سے یہ لوگ مدینہ طیبہ کے آس پاس دیہات میں رہنے والے تھے ﴿هُلِلَّهُدُّدُنَ لِتَمَّ﴾ تاک اجازت وہی جائے ان کو پہنچ رہنے کی اور وہ جمادیگیری کے شہروں۔

### کھا لیے منافق جھوٹ نے رخصت لیتا بھی ضروری شد سمجھا گیا

﴿وَقَسَدَ الَّذِينَ لَهُ اُولُوْكٌ﴾ اور مجھے گئے وہ اولوں کو گذبہ اللہ وَزَرْسُوْلَهُ یعنی جھوٹ نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے۔ کہ موسیٰؑ نے حالانکہ وہ موسیٰؑ نہیں تھے سے اس لیے کہ وہ بلاذر جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کی ذمۃ فرمائی ہے۔ فرمایا ہے ﴿تَعَذَّبَ الَّذِينَ﴾ عذرب پہنچ گا ان لوگوں کو گذبہ زاد اصلہم یعنی جھوٹ نے کفر کیا ان میں سے۔ منافق کافروں سے بھی ہر ہیں ﴿وَإِنَّ الظَّفِيقَيْنِ﴾ الدَّمَنَاتِ الْأَخْفَى مِنَ النَّاسِ یعنی انسانوں میں سے۔ یہ تک منافق جنم کا جو سب سے پہنچ والا طبقہ ہے اس میں ہوں گے۔ جس کا عذاب سب سے زیادہ سخت ہے۔ ﴿عَذَابُ الْكَافِرِ أَشَدُّ عَذَابَ الْمُنْكَرِ﴾ کافر کا عذاب۔ کیونکہ انھوں نے کلمہ پڑھا، مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا اور آپ ﷺ کے حکم پر تعلیم نہیں کی۔

### معذور اگر جہاد میں شرکت نہ کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے

آگے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو حقیقتاً معذور ہیں۔ ارشادِ ربیانی ہے ﴿لَا يَسْعَى عَلَى اضْعَافَهُ﴾ نہیں ہے ضعیفوں پر جو بڑھے ہیں ﴿وَلَا عَلَى الْأَنْزَافِ﴾ اور نہ بیاروں پر ﴿وَلَا عَلَى الْأَنْجَنِ﴾ اور نہ ان لوگوں پر ﴿وَلَا يَوْمَئِنَ عَالِيَّوْمَئِنَ﴾ ہونیکیں پاتے وہ چیز خوفزدگی کریں ﴿خَوْفٌ﴾ کوئی گناہ۔ یعنی جن لوگوں کا ذکر ہوا ہے یہ اگر جہاد میں شرکت نہ کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیون کہ ایسے جھلک بھی تھے کہ ان کو تکوار خریدنے کی توفیق نہیں تھی، سفر خروج نہیں تھا، سواری کا استظام نہیں تھا۔

مرب کا گرم مریخلا علاقہ ہے اس علاقے میں اونٹ کے بغیر سفر برداشتکل ہوتا تھا۔ رب تعالیٰ نے اونٹ کے چوزے پاؤں نہیں ہیں کہ دست میں نہ دھنے اور تدمہ بھی لے لے رکھتا ہے سفر جدیدی ملے ہو جاتا ہے۔ ﴿لَا يَنْكِفَ اللَّهُ تَعَالَى إِذَا نَسَأَهُ﴾ اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی۔ یعنی جن لوگوں کو جہاد میں شرکت نہ کرنے کی اجازت ہے ان کے لئے بھی ایک شرط ہے ﴿إِذَا نَصَحَوْا بِيَدِهِ وَرَسُولِهِ﴾ جب کہ وہ اخلاص سے پیش آئیں ایک اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ بن کر رہیں کہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف غلط پروپگنڈا نہ کریں، غلط اخواجیں نہ پھیلا کیں ﴿وَلَا عَلَى لَمْخَيْلَتِيْنِ وَلَا سُوْلَهِ﴾ لیکن ہے۔ تسلی کرنے والوں پر کوئی الزام ﴿وَإِنَّهُ عَلَوْهُ لَنَهْفَتَهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ بخشش و الامریان ہے۔

### جہاد سے محروم ہونے کے خطرہ پر صحابہ کرام ﷺ کی پرسشی دلائل (۱)

اسی طرح کے چند اور آدمیوں کا ذکر ہے۔ دلائل میں آتا ہے کہ فرمودہ تجوہ کے موقع پر شہر صحابی حضرت ابو موسیٰؓ اشری میتوں سعی پانچ سالھیوں کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ماضر ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰؓ اشری میتوں سعی کے

بانشدے اور قبیل بواشر کے فرد تھے۔ جب سارے عرب فتح ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو میں کا گورنر مقرر کیا تھا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے گزارشی کر حضرت اہم پھر آدمی ہیں ہم نے کوشش کر کے ستو، آتا اور چھوبارے تو اکٹھے کر لیے ہیں مگر ہمارے پاس سواری کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ حضرت اہم تین دن وہتا کہ ہم جہاد کے لیے جوک پہنچ سکیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ کہنے لگے حضرت اجلود دے دو ہم تین تین آدمی باری باری ایک ایک سواری پر سوار ہو کر پہنچ جائیں گے۔ اندازہ لگاؤ کرنے تھاں تھے۔

### پدر کے موقع پر اخلاصی صحابہ ؟

پدر کے موقع پر آنحضرت ﷺ، حضرت علیؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوبابا بن عبد المنذرؓ، حضرت علیؓ، حضرت علیؓ، حضرت علیؓ کے پاس صرف ایک اٹھی تھی۔ ایک میل ایک سوار ہوتا دو پیدل چلتے، پدر مدینہ سورہ سے۔ تی میل کی مسافت پر ہے۔ کافی لمبا سفر تھا جس وقت آنحضرت ﷺ کے چھنی کی بڑی آں تو حضرت علیؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوبابا، حضرت علیؓ، حضرت علیؓ، حضرت علیؓ، حضرت علیؓ، حضرت علیؓ کی طرف سے چلتے ہیں آپ ﷺ کو سواریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے پوک پڑے اور درجے بند ہوں اور میں تم سے کمزور بھی نہیں ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلوں درستے کی گرو خبار میرے پوک پڑے اور درجے بند ہوں اور میں تم سے کمزور بھی نہیں ہوں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کی محنت بہت اچھی تھی آٹھ بھری میں کمزور ہو گئے تھے اور سرمانہ زیست کر پڑتے تھے۔

تو خیرا شعر پول نے کہا حضرت! اہمیں دو اٹلیاں تھی دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لا اَجْدُهَا اَخْيَلُكُمْ عَلَيْهِ میں نہیں پاتا کوئی سواری کی اس پر تھیں سوار کر سکوں۔ اس جواب کے بعد یہ چھ آدمی آپ ﷺ کی محل سے رہتے ہوئے اٹھے۔ انہوں سے آنسو جاری تھے کہ ہمیں سواری کی تو قیمت نہیں ہے اور آپ ﷺ نے بھی جواب دے دی۔ لہذا ہم تو اس سفر سے محروم ہو گئے اور اس طرح روئے جس طرح وہ آدمی وہتا ہے جس کے گھر رُگ ہو گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر یہ کوئی کمزور ازماں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿لَا وَعْلَى الِّيْلِ يَعْلَمُهُ﴾ اور نہیں ہے گناہ ان لوگوں پر ﴿إِذَا مَا أَتَوْكَهُ﴾ جو آئے تھے آپ کے پاس ﴿يَتَعَلَّمُونَ﴾ تاکہ آپ ان کو سواری دیں ﴿فَلَمَّا لَأَتَاهُمْ مَا أَخْيَلُهُمْ عَلَيْهِ﴾ تو کہا آپ نے میں نہیں پاتا ہے چیزیں جس پر تم کو سوار کروں ﴿فَقَوْلًا أَغْنَمُهُمْ تَوْلِيهُ مِنَ اللَّهِ فَوْلَهُ﴾ وہ پھرے اے آہمیں ان کی بہاری تھیں آنسو ہم سرزاں الایچہ ذاکریہ لیٹھون ﴿فَلَمْ كَرَتْ هُوَ إِلَيْهِ كُنْسٌ پَاتَ وَهُوَ إِلَيْهِ كُنْسٌ﴾ اس چیز کو جس کو وہ خرچ کریں۔

### تکمیل روزِ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ؟

اب تم اس آیت پر غور کرو اور ان لوگوں کے عقیدے کو بھی دیکھو جو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے روزِ اکٹھیم کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خداونوں کے ماں کے ہیں۔ بھائی خزانے کا، ایک بھی بھی کہتا ہے کہ میرے پاس نہیں ہے۔ رب تعالیٰ نے بھی بھی کسی کو کہا کہ تیرے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ انجھائی ناپاک اور گندہ عقیدہ ہے ان

آگے اللہ تعالیٰ نے ان صادیں استطاعت لے گوں کا ذکر فرمایا ہے جو بلا عذر جہاد میں شرکت کرنے سے اعرض کرتے تھے۔ فرمادیہ **إِنَّمَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ** یعنی بے شک الزام ان لوگوں پر ہے جو آپ ﷺ سے اجازت مل چکتے ہیں **وَهُمْ أَكْفَارٌ** اور کسی دارالکرداہ مال دار ہیں۔ سواریں ہمیا کر کتے ہیں اور بدلتی امور سے بھی قوی ہیں، بودھے نہیں انکو لے لوئیں، پھر بھی جہاد سے جان کرتے ہیں۔ ہاں اگر دل میں اختیار پورا ہو گری کسی مجبوری کی وجہ سے نہ ہو سکے تو اس کو مگر بیٹھے بھی اجر ملتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت سی مصیحت نے جو کم مقام پر بیٹھ کر فرمایا: **إِنَّ فِي الْمُهَاجِنَةِ أُقْوَانًا** بے شک مدینہ طیبہ میں کہا لوگ تھا ان کے لیے اتنا ہی اجر ہے جتنا تھیں مد ہے **قَاتِلُوا وَلُهْفُوا** فی المُهَاجِنَةِ ساتھیوں نے کہا حضرت ان کو گھروں میں بیٹھے ہوئے وہی اجر لے گا جو ہمیں اتنی خلافیت الحسنے کے بعد ملے ہے۔ ہمارے پاؤں گھس گئے، پاؤں میں چھالے پڑ گئے، تاخن اتر گئے، ہمارے ٹیلے بگار گئے۔ فرمایا ہاں اتنا ہی اجر، ان کو ملے گا کیوں کہ **أَخْتَسَهُمُ الْعَذَابُ** مبارکی شریف کی روایت ہے کہ ان کو عذر نہ رک لیا ہے۔ اگر اسینے بگزے، بیمار ہوتے تو ضرور آتے۔ تھیں تمہارے مل کی خواہ پر جو طلاق ہے اور ان کو حسن نیت کی بنیاد پر۔

جامع الصیف وغیرہ میں حدیث ہے آدمی کی نیت بھی تکی ہے۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے: **إِنَّمَا الرَّجُلُ إِنْ مَالَ** پا لیتیا کہ "اموال کا دار، دوسرے نہیں ہے۔" جب فرمایا ہوتا ہے کہ **يَرِيَّةُ الْمُتَزَوِّجِ مِنْ عَنْيَلِهِ** آدمی کی نیت مل سے بھی بہتر ہوئی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے جہاد کے ڈوں میں جہاد کرو اگر نہیں تو پھر جہاد کی نیت کرلو ور جھوٹوں نے نیت بھی نہ لکھا۔ **عَلَى شُعْبَةَ بْنِ الْيَقَافِ** "وَهُنَّا نَفْتَكَ لَكَ يَكْ شَبَّهَ بِرَمَرَّةٍ" ورس نے نیت کی کہ جب جہاد شروع ہو گا تو میں جہاد میں شریک ہوں گا اور اس کو جہاد کرنے کا موقع نہیں طا جہاد شروع نہیں ہو تو مسم شریف کی روایت ہے **نَلَّغَةُ اللَّهِ مَنَازِلَ شَهَدَهُ** وَإِنْ مَاتَ عَلَى فَرِشَةٍ "رب تعالیٰ اس کو شہداء کی منازل میں پہنچائے گا اگرچہ وہ بستر پر مرے۔" کیس کہ اس کی نیت تھی جہاد میں شریک ہونے کی۔

تو فرمایا الزام ان لوگوں پر ہے جو مال دار ہونے کے باوجود جہاد سے مرتاتے ہیں **فَرَمَّاَنَهُمْ** وہ راشی ہو گئے **إِنَّمَا** **يَنْكُوُنُ مُؤْمِنُ الْخَوَالِبِ**۔ خلاف صحیح ہے خالیۃ کی۔ اور خداوند گھر بیٹھے والی محورت کو کہتے ہیں۔ تو ممی ہو گا اس بات پر کہ ہو جائیں دو گھر بیٹھے والی محورتوں کے ساتھ۔ ان میں مردان اور صاف نہیں ہیں **وَلَظِيْعَانَةُ مُلْقُوْبَوْهُمْ** اور اللہ تعالیٰ نے میراکلی ای ان کے ڈلوں پر ناقہ کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جھوٹ بولنے کی وجہ سے **كَذَّبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ** کہ زبان سے کہتے ہیں **إِنَّمَا يَلْتَهُ بِالْبَزُورِ الْأَخْمَمِ** **كَذَّبُوا هُنْوَنِنَ** [القراء، ۸۰] "ایہن لائے ہم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اور حقیقت میں وہ موکن نہیں ہیں۔" **فَقَدْ لَمْ يَكُنُوا** ہیں وہ نہیں جانتے۔ جانتے کی کوشش بھی نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسماں پر افرمائے ہیں اگر آدمی ان اسماں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے تو اٹھا سکتا ہے۔

﴿يَعْلَمُهُوَنَّ إِلَيْكُمْ﴾ عذر بخیل کریں گے وہ تمہارے سامنے ہے ﴿إِذَا رَأَجَعْتُمُ الظِّيَامِ﴾ جس وقت تم لوٹو گے ان کی صرف ﴿فُلَ لَا تَعْلَمُونَ رَوَا﴾ آپ کہہ دیں تم عذر بخیل نہ کرو ﴿لَنْ كُوْمَنْ لَكُمْ﴾ ہم ہرگز تمہری تصدیق نہیں کریں گے ﴿لَقَدْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِنَّ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نے نہیں تمہاری کچھ خبریں بتا دیں ہیں ﴿وَسَيَكُوْيِ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَرَسُولُهُ﴾ اور عذر تقریب دیکھ لے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول بھی ﴿لَمْ تَرْدُونَ﴾ پھر تم لوٹے جاؤ گے ﴿وَإِلَى عَلِيهِ الْغَيْبُ وَالشَّهَادَةِ﴾ عالم انبیاء والشادار کی طرف ﴿نَبِيَّكُمْ بِإِنَّكُمْ تَعْلَمُونَ﴾ پس وہ تمہیں خبر دے گا اس چیز کی جو تم کرتے رہے ﴿سَيَخْلُقُونَ بِإِنْوَكُمْ﴾ عذر تقریب یا لوگ تمہیں کہا گئے اللہ تعالیٰ کے نام کی تمہارے سامنے ہے ﴿إِذَا انْقَلَمْتُمُ الْحِلَمَ﴾ جب تم لوٹ کے جاؤ گے ان کی طرف، ﴿لَتَشْعُرُوا عَنْهُمْ﴾ تاکہ تم اڑاکن کرو ان سے ﴿لَفَقَاعِرُضُوا عَنْهُمْ﴾ پس اعراض کرو تم ان سے ﴿إِنَّهُمْ رِجْسٌ﴾ بے شک وہ پلید ہیں ﴿ذَمَآ وَنَمْ جَهَنَّمَ﴾ اور ان کا شکنا کا دوزخ ہے ﴿جَنَّةٌ لَا يَنْدَمُونَ يَكُسْبُونَ﴾ بدلتے ہے اس چیز کا جوہ کہاتے رہے ﴿يَخْلُقُونَ لَكُمْ﴾ وہ تمہیں اٹھائیں گے تمہارے سامنے ﴿لَتَرْضُوا عَنْهُمْ﴾ تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ گے ﴿فَإِنْ تَرْضُوا عَنْهُمْ﴾ پس اگر تم ان سے راضی ہو گے ﴿فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرِيْدُ فِيْنِ عِنِّ الْقَوْمِ الرَّفِيقَيْنَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں راضی ہو کا فاسق قوم سے ﴿الْأَعْرَابِ أَشَدُّ الْكُفَّارِ وَنَفَّاثًا﴾ دیہاتی لوگ زیادہ سخت ہیں کفر میں اور مزقت میں ﴿وَأَجْدَهُمْ﴾ اور زیداً دلائیں ہیں ﴿الْأَيْمَنُوا حَدَّ ذَمَآ أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ کہ وہ ناجائیں وہ حدود و جوانہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیے ہیں ﴿عَلَى رَسُولِهِ﴾ اپنے رسول پر ﴿وَاللَّهُ عَلِيْمُ حَكْمِهِ﴾ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانے والا ہے سخت والا ہے ﴿لَوْ مِنَ الْأَعْرَابِ﴾ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ بھی ہیں ﴿مَنْ يَتَكَبَّرُ فَإِنَّهُ شَيْقٌ﴾ جو بناتے ہیں اس چیز کو جو خرچ کرتے ہیں ﴿مَعْنَمَا﴾ تاوان ﴿وَيَسْرُضُ بِكُمُ الدَّوَادِيَرَ﴾ اور انتظار کرتے ہیں تمہارے ساتھ گروشوں کا ﴿عَلَيْهِمْ دَأَمْرَةُ السَّوْءَةِ﴾ انہی پر پڑے بری گردش ﴿وَإِنَّهُ سَيِّئَةٌ عَلَيْهِ﴾ اور اللہ تعالیٰ سنتے والا جانتے والا ہے۔

غزوہ جوک کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اس غزوہ میں منافقین نے لائف بہانے بنا کر جان پھر لائی۔ اس کی وجہ میں نے عرض کی تھی کہ سخت مری کا سوام تھا، فصلیں پکی ہوئی تھیں، سفر لبا تھا، روچ کے ساتھ مقابله تھا، مال نہیں تھے لیکن بھی کوئی ایسید نہیں تھی، جان بھی خطرے میں تھی۔ منافقین مدینہ طیبہ شہر میں بھی تھے اور باہر زیبات میں بھی تھے۔ پھر یہ منافق و قسم سے تھے۔ ایک وہ جنہوں نے بہانے بنا کر رخصت لے لی اور آپ سلسلہ نبیوں نے ان کو رخصت دے دی اور یہ بات تم پہلے پڑھ یہ تھے۔

ہو کہ اس رخصت دینے پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے منع کیا گی کوئی نبیہ فردوں کی عقلاً اللہ عَنْكَ لِمَ أَفْرَأَتُ لَهُمْ<sup>۱۸۳</sup> [الہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے ان کو کیوں بخیل دی ہے۔] انہوں نے تو کسی قیمت پر نہیں جانا تھا اب ان کو بہاں مل گیا ہے کہ نہیں رخصت مل گئی ہے۔ اور دوسرے دو متعلق تھے جنہوں نے بہانے بنایا کہ رخصت دینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ ان کے ذمہ میں یہ تھا کہ انہوں نے کون سا داہم آتا ہے روم کی فوج ان کو وہیں ختم کر دے گی ان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہے گا ہم ان سے رخصت کیوں لیں۔

اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ کئی دنوں تک آنحضرت مسیح یا مسیح اور صحابہ کرام میں سے جو کو کے مقام پر رہے ہے۔ ہر قل روم نے اپنے ان کمانڈروں کو بلایا جو خاگل اس کے راز داں اور قریحی تھے اور ان سے کہا کہ میں نے جو تمہارے ساتھ بات کرنی ہے یہ راز ہے کسی اور کے ساتھ نہ کرنا۔ بات یہ ہے کہ تم ابھی طرح جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ ہمارا مقبلہ جس کے ساتھ ہے یہ وہی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یعنی جنہوں نے آنا تھا اور پیغمبر کا مقابلہ کر کے کبھی کوئی کامیاب نہیں ہوا۔ لہذا یہم نے ان کے ساتھ ہزار نہیں ہے اور اپنی فوج و رکمانڈروں کو مطمئن بھی کرنا ہے، یہ بھی بڑا کام ہے۔ لہذا تم یہ ہو کہ جب تک دوسرا فریق عملہ نہیں کرے گا ہم بھی حل نہیں کریں گے اور اس کو مسلمان قہا کہ آنحضرت مسیح یا مسیح اور جس نے اس کا اعلان کیا تھی۔ لوث پہلے عملہ نہیں کرتے۔ جب دشمن حملہ آور ہوتا ہے تو اس کا دفاع ضرور کرتے تھے۔

لہذا جب انہوں نے عملہ نہیں کرنا اور ہم نے بھی پہلی بھیں کرنی تو لہائی کی توبت ہی نہیں آئے گی۔ چند دن پہلے نے کے بعد کہنے لگے کہ اتنے دن ہم پھر ہے۔ ہے انہوں نے عملہ نہیں کیا لہذا اب ہم چلو یہ بہانہ بنایا کہ وہاں چلے گئے اور آنحضرت مسیح یا مسیح اور صحابہ کرام میں سے تکید و عافیت والوں شریف لے آئے تو ان سماقین کو پریشانی ہوئی جنہوں نے نہ جانے کا کوئی عذر پیش نہیں کیا تھا۔ غزوہ جو کے سفر کے دوران ہی میں یا یا تین نازل ہو گیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّمَا يُنَزَّلُ مِنَ الْكِتَابِ مَا يُؤْمِنُ بِهِ الظَّاهِرُونَ﴾ عذریں کریں گے وہ تمہارے سامنے ﴿إِذَا أَتَتْهُمُ الْأُذُنُونَ﴾ جس وقت اے سماں! تم ان کی طرف لوٹے ﴿فَلَمَّا آتَيْنَاهُمْ كِرْمًا مِّنْ مَا نَحْنُ نَحْنُ نَعْلَمُ إِيمَانَهُمْ﴾ آپ ان سے کہہ دیں ﴿لَا تَنْقِضُنَا إِنَّمَا يَنْهَاكُمْ عَنِ الْأَذْنُونَ﴾ تم غدر پیش نہ کرو۔ کہوں کہ ﴿لَنَنْجُونَ نَلَمْ﴾ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہیں کریں گے۔ تمہارے غدر اور بہانوں کو ہم نہیں مانیں گے ﴿لَنَنْجُونَ نَلَمْ﴾ انتہا کیا! انتہا کیا! نے ہمیں تمہاری کچھ خبریں بتا دیں ہیں۔ کہ یہ متعلق ہیں جو نہیں ہیں ان کو کوئی غذر نہیں تھا پر مانافت کی وجہ سے نہیں گئے اور اسکے لیے ﴿وَذَكَرَى إِنَّمَا عَمِلْنَا مُنْذَلَةً وَرَسُولَنَا﴾ اور عذریں پر کیے گے اگر اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول بھی ﴿لَمْ يُرْدُونَ إِلَى طَلْبِ الْغَنَمِ وَالثَّقَدِ وَرَهْبَةَ الْجَنَّةِ﴾ پھر تم لوٹائے جاؤ گے عالم الغیب و الشہادہ کی طرف۔

### عالم الغیب کا محتی

عالِم الغیب کا محتی ہے ما عاقاب عین الخلوٰ جو کلوق سے غیر ہے۔ "اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے اللہ تعالیٰ

علم الغیب ہماری نسبت سے ہے یعنی جو بیرونی ملتوں سے غائب ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے۔ پھر تمہارا عمل اس کے ساتھ ہو گا **﴿فَيَقُولُونَ لَهُمْ إِنَّمَا تَعْلَمُونَ﴾** پس وہ تکمیل ہے کہ اس چیز کی جو تم کرتے رہے۔ آئندہ جو حالات چیزیں آئیں گے ان میں وہ تکمیل کے لئے تم کتاب س تحدیث ہو۔

### المبادعت کا استدلال اور اس کا جواب

﴿وَسَيِّدِي اللَّهِ عَنْكُلَمْ وَرَسُولَهُ﴾ کے لفظ سے اہل بیعت نے ثابت کیا ہے کہ آخرین صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔ وہ اس طرح کہ اس کا محل ہے اہل تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھنے گا اور اس کا رسول۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آخرین صلی اللہ علیہ وسلم امت کے تمام اعمال کا معاشر کرتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔ لیکن ان کا یہ استدلال بطل ہے کیونکہ اس سے اگرچہ صلح پر آیت کریمہ موجود ہے **﴿وَقُلْ إِنَّمَا أَنْقَصَنِي اللَّهُ عَنْكُلَمْ وَرَسُولَهُ﴾** اسکو صیغہ ہے اور آپ ان منافقوں سے کہہ دیں عمل کے حاصل پس دیکھ لے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول اور مومن۔ آگر اس نظر سے حاضر ناظر مونا ثابت ہوتا ہے تو پھر سارے مومن حاضر ناظر ہیں۔ کیوں کہ عمل دیکھنے میں مومن بھی شال ہیں۔ حالانکہ مطلب ثابت ہے کہ تم اس وقت بہانے نہ کردا آئندہ جو دے کے موقع آئیں میں تو دیکھ لیں میں کے کام کیا کرتے ہو۔ پھر حاضر ناظر چند افراد کے حالت کو جاننے کا نام نہیں کیوں کہ بت تو منافقوں کی ہو رہی ہے کہ مذاق تمہارے سامنے آ کر مقدرات کریں گے لیکن تم نے ان کا عذر نہیں ماننا بکہ کوئی کام کرنا تمہارے اعمال دیکھیں گے۔ اس سے ہر جگہ حاضر ناظر ہوئا کر طرح ثابت ہو گیا۔ حاضر ناظر تو اسے کہتے ہیں کہ مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک تمام کائنات اس کے سامنے ہو۔ چند منافقوں کے حالات جاننے سے حاضر ناظر ہوئا کس طرح ثابت ہو گیا؟

﴿سَيَخْلُقُنَّ يَا نَبِيَّنِ﴾ مفتریب یہ لوگ تھیں کہ یہیں گے اللہ تعالیٰ کے ہام کی تمہارے سامنے ہو **إِذَا انْقَلَبُوكُمْ** **إِلَيْهِمْ** جب تم لوٹو گے ان کی طرف جوک سے۔ تو یہ تھیں کھائیں گے کہ رب تعالیٰ کی قسم ہے ہم تو بالکل تیار ہتے یہ مجروری آئی ہی یہ مجروری آئی تھی، تھیں اعتماد میں لینے کے لیے جھوٹی تھیں کھائیں گے **﴿أَتَخْرُصُوا عَنْهُمْ﴾** تاکہ تم اعراض کرو ان سے کہ ان کو کچھ شکر کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **﴿فَأَغْرِضُوهُمْ عَنْهُمْ﴾** جس اعراض کرو تم ان سے **﴿إِنَّمَا يَرْجِسُونَ﴾** بے علاج، وہ بیڈیں لیں **﴿وَسَاءُ لَهُمْ جَهَنَّمُ﴾** اور عذکانا ان کا ورزش ہے **﴿فَلَمَّا آتَاهُمَا كَلَوَّا يَتَبَيَّنُونَ﴾** پولس سے اس چیز کا جو وہ کہتا رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **﴿فَلَمَّا يَطْلُوْنَنَّكُمْ﴾** یہ جو ہٹے منافع تمہارے سامنے تھیں میں کے **﴿أَتَخْرُصُوا عَنْهُمْ﴾** تاکہ آپ ان سے راضی ہو جائیں **﴿فَلَمَّا آتَرَضُوهُمْ﴾** وہ بالفرض اگر تم ان سے راضی ہو گے ظاہر کو دیکھتے ہوئے **﴿فَلَمَّا آتَهُمْ لَا يَرْلَمُ عَنِ الْعَوْرِ وَالْفِرْقَنِ﴾** یہ تک اللہ تعالیٰ نہیں راضی ہو گا فاسق قوم سے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کو جانتا ہے اس کو معلوم ہے کہ یہ جھوٹی تھیں اخمار ہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **﴿أَلَا خَرَابٌ أَشَدُّ كُلَّمَا ذَاقَهُمْ﴾** دیہاتی لوگ، وہ دشت

ہیں کفر میں اور مخالفت میں چوں کر گواہی یہاں لوگ بہشت شہر یوں کے مرا جانخت ہوتے ہیں اور حالات سے بھی بے خبر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غریبِ رحمت فرمائے مولانا عبد اللہ بن حب کو جب پکستان میں رہا تھا اس زمانے میں نجوس نے مجھ سے مشکوہ شریف پر می تھی۔ نصرۃ الصوم سے فارغ ہو کر نصرت المعلوم ہی میں کئی سال تک تدریس کی خدمت سر انجی مددیتے رہے پھر جلد اسلامیہ میں شیخ الحدیث رہے۔ اب دو سال ہو گئے ہیں فوت ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ مشکوہ شریف میں جب یہ دوایت آئی تمنی تکش قُدْمَ جَهَنَّما "جس نے دیہا تی زندگی اختیار کی اس نے اپنے اوپر قلم لیا۔" مولوی صاحب مرحوم کہنے لگے! احادیث کامنہوم کہجنس آرہا کیوں کو دیہات کی آب و ہوا بڑی عمدہ ہوتی ہے، دیہا تی لوگ بڑے ملکوں ہوتے ہیں، محبت کرتے ہیں، جیزیں مفت دے دیتے ہیں۔ شہری لوگ بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔ یہی حضورؐ کی حضور کر کے رخا دیتے ہیں۔ پھر حدیث کا کیا مطلب ہے؟

میں نے سمجھا نے کی کوشش کی کو کوشش کی دیتا کے واقعات، حالات، حدائق کا علم اور دیگر علوم حاصل ہونے کے موقع اور اجابت ہوتے ہیں جو دیہات میں نہیں ہوتے اور انسانی ضروریات شہر میں حاصل ہو جاتی ہیں۔ دیہات میں بعض جیزیں نہیں ملتیں آری اٹک ہوتے ہیں۔ پھر شہر میں اگر کوئی اچانک یہاں بڑا جائے تو فوراً ڈاکٹر حکیم کا تھیم ہو جاتا ہے دیہات میں فوراً انتقام نہیں ہوتا۔

مرحوم نے کہا اس تاریخی اساري، تم صحیح ہیں مگر تسلی نہیں ہوتی۔ میں نے کہا پھر تسلی اور کس طرح ہو جو بڑی عمر کے لوگ تین ان کو معلوم ہو گا کہ جزوں بھی کے زمانہ میں نوٹ تہہ میں ہوئے تھے اور انھوں نے دو دن کی مہدت دی تھی نوٹ تہہ دل کرانے کی۔ یہ بے چارے دیہات کے قبائلی علاقوں میں رہتے تھے انھوں نے جو اور مکان بنانے کے لیے اتی، نوے بڑا روپیہ جس کیا ہوا تھا اور یہ جوں رہتے تھے وہاں سریلہ یاد رکھی ایسا زیر عدۃ کہ جس سے ان کو پتا چل جاتا دو دن گزر گئے اور یہ نوٹ تہہ دل نہ کر سکے۔ پھر وہ نوٹ لے کر پھرتے رہے کوئی بیٹا نہیں تھا۔ کبھی تھے اب ان سے چائے پکالو۔ کہنے لگے اس تاریخی اب حدیث کہجا گئی ہے کہ جس نے دیہا تی زندگی اختیار کی اس نے اپنے اوپر قلم کیا۔ اگر میں شہر کے اندر ہو جاتا تو یہی نوے بڑا دوپے قدر بادنہ ہوتے۔

تو دیہات میں علم کے موقع کم ہوتے ہیں بہت ساری تکالیف ہوتی ہیں۔ جراث کے لحاظ سے بھی پنڈرے (دیہا تی) حخت ہوتے ہیں ﴿وَأَنْتَمْ بِمَا تَنْعَمُونَ﴾ اور زیادہ لاؤں ہیں ﴿إِلَيْهِمْ أَنْتُمْ تُنْعَمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مِنْ رِزْقٍ لِمَّا كُوْنُوا مُجْرِمِينَ﴾ کو وہ مجاہیں ہیں صد و دو جو اللہ تعالیٰ نے ازال کیے ہیں اپنے رسول پر۔ علم کی کمی کو وجہ سے وہ ان جزوں کو اچھی طرح نہیں سمجھتے ﴿وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ حَكْمُهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ جانئے والا ہے حکمت والا ہے ﴿ذُو الْأَخْرَابِ﴾ وہ دیہات میں سے بعض وہ بھی ہیں جن عن پیغمبرؐ علیہ السلام جو بناتے ہیں اس نیز کو جو خرج کرتے ہیں تاداں۔ زکوٰۃ، عشر، فطر وغیرہ کو تاداں اور جن کہتے ہیں، بوجن

اہی کیونکہ ایمان پختہ نہیں ہے (وَلَا يَقْرَئُونَ بِكُلِّ الْأَيْمَانِ) اور انقدر کرتے ہیں تھبیرے متعلق گردشوں کا۔ کہ مسلمانوں پر کوئی آفت آئے اور ہم ان کی گرفت سے فتح جائیں کیونکہ اس زمانے کے کفرگزیدہ بھکلیں دیتے رہتے تھے یہ کریں گے اور وہ کریں گے اور مخالف اندر اندر سے خوش ہوتے تھے کہ وہ مسلمانوں پر حرب کر کے ان کو ختم کر دیں گے، خیر وہاں اے عمل کر کے ختم کر دیں، روم دا لے حملہ کر کے ختم کر دیں، عربی ہادشاہ ان کو ختم کر دے، ساسانی ان کو ختم کر دیں گے، بخوبی ان کو ختم کر دیں گے، ان گردشوں کے حظیرہ میں تھے۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں مسنوں پر گردش نہیں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ﴿عَنِيهِمْ ذَا هُرَّةُ الشَّوَّهِ الْأَنْجَى بِهِ پڑے بڑی گروش۔ یہ لوگ ختم ہوں گے، دلیل ہوں گے، ان کے فقریت مث ج میں سے #قالَ اللَّهُ مُتَّمِّمُ تُؤْمِنُ وَلَا تُكَبِّرْهُ الْكَلَّفُرُونَ﴾ [اصف: ۸۰] اشتعانی فوی اسلام، فوی ایمان کو مکمل کرے گا چاہے کافر کر ہتھ رہیں۔ ﴿وَإِنَّ اللَّهَ سَيِّدُ الْعِزَّةِ﴾ اور اللہ تعالیٰ منے والاجانے والا ہے۔ اس سے کوئی شکنخی نہیں سے نہ چون رکھل۔

## Worship

﴿وَمِنَ الْأَغْرَابِ﴾ اور دیہاتیوں میں سے بعض وہ ہیں ﴿مَنِ يُؤْمِنُ بِإِنَّهُوَ الْيَوْمُ الْآخِرُ﴾ جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ﴿لَا يَسْتَعْذُ مَا يَتَقَبَّلُ فَرَبُّكَ عَمَدَ إِنَّهُ﴾ اور بناتے ہیں اس چیز کو جو وہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں تقریب کا ذریعہ ﴿وَصَلَوَاتُ الرَّسُولِ﴾ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعویں کا ذریعہ ﴿أَوَ لَنَّهَا قُرْبَةٌ لَنَّمُ﴾ خبرد را بے شک یہ ان کے تقریب کا ذریعہ ہے ﴿سَيِّدُ خَلْقِهِ اللَّهُ لِيَ تَرْحِيمَهُ﴾ عذریب داخل کرے گا ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں ﴿إِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ عَنِ الْجِنِّينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ بخشے وار رحم کرنے والا ہے ﴿وَالشَّهْقُونَ الْأَقْلَونَ﴾ اور ایمان میں سبقت لے جانے والے سب سے پہلے ﴿مِنَ الْمُغْرِبِينَ وَالْأَطْسَابِ﴾ مہاجرین اور انصار میں سے ﴿وَالْأَذِيْقَ اتَّهْمُوْمَ بِالْأَحْسَانِ﴾ اور جھوس نے ان کا انتباہ کیا اخلاص کے ساتھ ﴿تَرْفَقَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَمَرْضَوْا عَنْهُمْ﴾ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے ﴿وَأَعْدَلَنَّهُ﴾ تیار کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ﴿بَشِّتَهُ بِنَاتٍ﴾ تجویں سُبھئاں الائِنْهَرُ جاری ہیں ان کے نیچے ﴿غَلَوْنَيْنَ﴾ لفظ آنکہ کہہ مشہد۔ ما کسر رے گئے ان میں ﴿لَمْ يَلْفَدِنَ الْفَادِ الْعَظِيمَ﴾ کسی بڑی کامیابی سے۔

دیہاتی لوگ عموماً علمی طور پر کمزور ہوتے ہیں اور لفظیکارانہ اور بھی بیکار ہے۔ اس میں ادب و اخراج اور اہم کام پر بہوکم جو ہے اور مولیٰ (کرخت) زبان رکھتے ہیں۔ شہری لوگ شہریں رہتے ہیں وہ سے علم بھی حاصل کرتے ہیں اور تازہ تازہ خبریں بھی ان کو سطحونہ بھوپلی ہیں اگرچہ دیباخون کی طرح قلمخانہ نہیں ہوتے۔ کیوں کہ دیباخنی اپنے نظر میں پڑھتے ہیں، نظر

جیسا بھی ہوا رہا تھا کھری کر دینے میں۔

### دیہاتی چودھری کا سکھا پنہ لے

۱۷ و میں جمعیت علمے اسلام نے قوی اور صوبائی اسمبلی کے ایکٹن لڑنے کا فیصلہ کیا اور دھلوؤں گھر، وزیر آباد کا حقہ اور شہر گورنمنٹ کے حلقہ میں استاد محترم حضرت مفتی عبد الواحد صاحب کو کھڑا کیا گیا۔ ایک پر صوبائی کے لیے اور ایک پر قوی کے لیے۔ دیہاتی علاقوں میں ہمیں بھی چنان پڑتا تھا کیونکہ میں اس وقت جمعیت علمے اسلام فتح گورنمنٹ کا امیر تھا، جمعیت کے ساتھ تعلق تھا اور ۱۹۹۰ء کے بعد بڑھا پے۔ دریا ریوں کی وجہ سے اور کچھ پلیوں کی وجہ سے جمعیت کے ساتھ ہیں ہوں اور نہ اسی کی اور جماعت کے ساتھ ہوں۔ حضرت دریوں کی زندگی میں نے ان کو احلاع وے دی تھی کہ اب یہ اسک جماعت کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔

تو خیر لکھن کے سلسلہ میں مل پور کے قریب ایک تھبے میں پہنچے۔ سورج طلوع ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا چودھری کے پڑے میں معلوم کیا۔ نام نہ کہا۔ اسی میں درج ہے زبانی بھجے یا نہیں ہے۔ چودھری صاحب آئے اور پڑے خوش ہوئے۔ کیوں۔ بھجے بھی جنتے تھے میری تقریر کیجی سنتے تھے اور مفتی عبد الواحد صاحب کو بھی جانتے تھے۔ کہنے لگے آج میرے لیے عیید کا چاند ہے اور دعید میں ہیں دو بزرگ ہرے قبے میں تشریف لائے ہیں بڑی خوشی ہوئی ہے۔ ہمارے ساتھ دیں بارہ رضا کار بھی تھے کہ دیگر بھری ہوئی تھی۔ چودھری صاحب نے پر ٹکٹک نامہ کرنے کے بعد پوچھ کہ آپ کس لیے آئے ہیں؟ ہم نے بتایا کہ ہم لکھن پڑ رہے ہیں اور مولا ناکوس حلقہ میں کھڑا کیا ہے۔ آپ لوگوں کو کھانا کریں تاکہ ہم نے سے بات کریں چودھری صاحب نے لوگوں کو اکھنا کیا جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو ہم نے تقریریں کیں۔ بعد میں چودھری صاحب نے کہا ملے کرام میں اگر ناشتے میں کوئی کی ہوئی ہے تو میں معرفت خواہ ہوں دوپہر کا کھانا آپ نے سکیں کھانا ہے ان شاء اللہ کا نہ پینے کی کی پوری کردیں مگر وہ ہم میں سے کسی ایک نے بھی آپ کو نہیں دیتے۔

ہم پڑے جہاں ہوئے کہ چودھری صاحب تو پڑے خوش تھے اور کہ رہے تھے ہمارے نے عید کا چاند چڑھ گیا ہے اور ب کہتے ہیں کہ ایک دوست بھی نہیں ذین۔ برا کھرا آدمی تھے اس نواہاری آپس میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔ بے پر زمین پر پرتالے پر، درخت پر، جانوروں پر، رشقوں پر، ہم پے بھی ہوتے ہیں جوئے بھی ہوتے ہیں آپ سارے کاموں میں ہمارا ساتھ دیں گے۔ ہم نے کہا تھیں! تو کہتے گا ہم ہم نے دوست بن کر دیئے ہیں کہ اگر ہم جوئے بھی ہوں تو وہ ہمارا ساتھ دیں۔ ہم نے بتل بھی کیا ہو تو ہم ربے ساتھ جائیں اور کہیں یہ قاتل نہیں ہیں، چوری کی اور تو کہیں یہ تو ہرے پار سا ہیں، ڈاکا ڈالا ہو تو کہے یہ تو ڈاک نہیں ہیں۔ ہم نے تو دوست اپے لوگوں کو دیئے ہیں اس لیے ہم معرفت خواہ ہیں آپ حضرات کو مخالفت میں نہیں رکھتا چاہجے۔ اور شہری لوگوں کا حال یہ ہے کہ ایک آیا تو اس کو قسم اٹھا کر تسلی دے دی درسرا آیا تو اس کو قسم اٹھا کر تسلی دے دی۔ ایک

کے سامنے قرآن اخالیتے ہیں اور درسرے کے لیے بھی قرآن سر پر رہتے ہیں تاہم میں کچھ اور ظاہر میں کچھ ہوتے ہیں تو دیہ تھوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ کفر اور نفاق میں پکے ہوتے ہیں۔

### لطیفہ

امام فرازی نے ایک اعیینہ نقل کیا ہے کہ ایک امام تھا جس کو چند سورتیں یاد تھیں اور اس کو اس سورۃ کا ہدایۃ اللہ تعالیٰ ہے والا کوئی بھی یاد تھا اور یہ رکوئی وہ اکثر نماز میں پڑھتا تھا۔ ایک دیہی آنے ایک بارستا، درسری، بارستا تو ام کو ڈاکٹر کہا کہ تم ہمیشہ ہمارے بھیجتے ہیں لگے، ہے ہو ہے لا اخواب اشدُ الْكُفَّارِ أَشَدُّهُمْ أَشَدُّهُمْ آتی۔ پچھے عرصہ بعد آیا تو امام صاحب مذکورہ آیت پڑھ کچکھ تھے، درہدیہ میں تھیں میں یوں باللہ وَالنَّورِ لَا خُوفٌ دریافتیوں میں سے وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ﴿وَيَعْلَمُ مَا يَنْهَا فُرُّتْ بَعْدَ أَنْتَ هُوكہ اور بناتے ہیں وہ اس چیز کو جو وہ خرج آرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں تقریب کا ذریعہ ﴿وَصَلَوةُ الرَّسُولِ﴾ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاویں کا ذریعہ، پڑھ رہے تھے۔ وہ دیہاتی کہنے کا الآن تفعک العطاں بیرونا کام گیا ہے۔ پہلے تو دیہاتیوں کی ذمۃ کرتا تھا اور اب تو نے تعریف شروع کر دی ہے۔ تو سارے دیہاتی برسے نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَنِ الْأَخْرَابِ مِنْ نُؤُلُونَ بِالنِّعَمَةِ الْغَوْنِ﴾ اور دیہاتیوں میں سے بعض دہ جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ یہ اور قیامت کے دن پر ﴿وَيَعْلَمُ مَا يَنْهَا فُرُّتْ بَعْدَ أَنْتَ هُوكہ اور بناتے ہیں اس چیز کو جو وہ خرج کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں تقریب کا ذریعہ ﴿وَصَلَوةُ الرَّسُولِ﴾ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاویں کا ذریعہ، پہلے اس نظریے سے خرج کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا تقریب حاصل ہو گا اور انحضرت میں تھیں میں دعا گئے اور سکھہ رکوئی میں آ رہا ہے کرج لوگ انحضرت میں ﴿لَمْ يَلِمْ إِنْ كَانَ مِنْ صَدَقَ خَيْرَاتِ مُثْلِثٍ﴾ کے سامنے صدقہ خیرات میں کرتے تھے تو آپ میں تھیں ان کے لیے دعا فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَلَا إِنَّهُ أَنْوَلُهُمْ﴾ خیر را بے شک یا ان کے تقریب کا ذریعہ ہے۔ صدقات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا غصہ مھندا سوتا ہے اور حدیث پاک میں آتا ہے الصدقة تدفع میثاق الشوء جو شخص صدقہ خیرات کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بری ہوت سے بچائے گا۔ وہ یعنی حدیث پاک میں آتا ہے الصدقة تدفع انبلااء صدقہ خیرات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مصیت مال دیتا ہے۔ اور یہ بھی آتا ہے الصدقة تدفع خضب الریث کی صدقة کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ مھندا ہوتا ہے۔ یہ سب روایات ایسی جگہ تھیں لیکن عوام نے صدقے کا مفہوم اس سمجھا۔

### صدقہ کا مفہوم یا

عوام یہ سمجھتے ہیں کہ اے بکرے کی سری دینا صدقہ ہے اور اس سے بڑی چلاں گئی تو بکرا چھتر ا دے دیا۔ یعنی صدقہ میں صدقہ نہیں ہے اس لیے کہ صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ غریب کو آئے دانے کی ضرورت ہے،

جوتے کی ضرورت ہے، صنانِ تبل کی ضرورت ہے، اس کے پھوٹوں کوئی کی ضرورت ہے، کتاب کا پی کی ضرورت ہے یا کالی سری کہاں کہاں کام آئے گی اس سے کون کون سی ضرورت پوری ہوگی؟ تو صد قسمیات کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ اس کا بھرپور طریقہ ہے کہ اس کو خود دے دوتا کہ اس کی جو ضرورت ہمارے دہ پوری کر لے۔

ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿يَسِئُنَّ خَلْقَهُنَّ فِي رَحْمَتِهِ﴾ عقریب ان کو داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی خاص رحمت نازل فرمائے گا ﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَنْ يَنْهَا بِغَصَّةٍ وَالرَّحْمَةِ كَرَنَّ وَالاَلَّا يَلْكِي كرنے والا ہے۔ اگر لکی کرنے والوں سے چھوٹی سوئی علیلی ہوگی تو معاف کر دے گا۔ پہلے تفصیل کے ساتھ یہ بت بیان ہو گی کہ سورۃ توبہ میں غزوۃ تبوك کا ذکر ہے جو احرارت کے نویں سال رجب کے میانے میں ہیں آیا جسٹ گری کا موسم اور سفر لہذا حادث رویوں کے ساتھ مقابله تھا۔ منافقوں نے میلے بھنے کر کے جان چھڑائی سوائے چند منافقوں کے جو ساتھ چانے پر مجبور تھے اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کی نعمت اور برائی بیان فرمائی ہے۔

اب ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے دل دیاں سے آنحضرت ﷺ کا ساتھ دیا اور ہر شکی کے کام میں پیش ہیں۔ ربہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَالشَّيْقُونَ الْأَذْلُونَ﴾ اور ایمان میں سبقت لے جانے والے سب سے پہلے اور اُن میں بھی ﴿مِنَ الظَّاهِرِيَّةِ وَالْأَنْصَارِ﴾ مجاہرین اور انصار میں سے ﴿وَالَّذِينَ أَتَبْعَثْنَا مِنْ بَأْخَنَانِ﴾ اور جنہوں نے ان کا انتباہ کیا اخلاص کے ساتھ ﴿لَا يَنْهَا اللَّهُ عَنْهُمْ وَلَا يَنْهَا عَنْهُمْ﴾ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

### وَالَّذِينَ أَتَبْعَثْنَا مَسِيرِیں؟

﴿وَالَّذِينَ أَتَبْعَثْنَا مَسِيرِیں؟ مفسرین کرام ﷺ سے تین تفسیریں منقول ہیں۔ پہلی تفسیر یہ ہے کہ مجاہرین جو سب سے پہلے ایمان لائے یہ تو وہ ہوئے ایمان میں سبقت لے جانے والے اور وہ مجاہر جو دوسرے تمسیرے چھوٹے نمبر پر مسلمان ہوئے وہ ان کا انتباہ کرنے والے ہوئے۔ اسی طرح وہ انصار جنہوں نے پہلے انصارت اور بد کی وہ تو ﴿الشَّيْقُونَ الْأَذْلُونَ﴾ میں ہوئے اور جنہوں نے دوسرے تمسیرے نمبر پر بد کی وہ ان کا انتباہ کرنے والے ہوئے۔ تو اس تفسیر کے مطابق تمام مجاہرین اور انصار ہوئے یعنی ﴿وَالشَّيْقُونَ الْأَذْلُونَ﴾ بھی اور ان کا انتباہ اور پیدا ری کرنے والے بھی۔ اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ﴿وَالشَّيْقُونَ الْأَذْلُونَ﴾ سے مراد تو صوبہ کرام ﷺ میں اور ﴿أَتَبْعَثْنَا مَسِيرِیں؟﴾ سے تابعین ہیں اور تابعی اسے کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں صحابی کو دیکھا ہوا آنحضرت ﷺ کوئی دیکھا۔ جن لوگوں نے مہرجین اور انصار کو دیکھا ہے وہ تابعین ہیں انہوں نے اخلاص کے ساتھ مجاہرین اور انصار کی چیز وی کی ان سے بھی اللہ تعالیٰ راضی ہے۔

اور تیسرا تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ﴿أَتَبْعَثْنَا مَسِيرِیں؟﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مجاہرین اور انصار کی ایمان میں مُل صلح ہیں۔

النوبة

چہار میں، بھرت میں پھر وی کرنے والے ہیں قیامت تک۔ ان کے ساتھ ہمیشہ انتہائی کامدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو مہاجرین انصار کا داکن تھا نہ والے ہیں، باوں پکڑنے والے ہیں، ان کے آنکھیں نہم ہو جائے جسے والے ہیں۔

فَوَآتَهُمْ جَنَّتٍ تَغْرِي شَهْوَةَ الْأَنْوَارِ<sup>ۚ</sup> تیار کے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات، جاری ہیں ان کے لیے نہریں۔ جنت کی نہریں دنیا کی طرح زمین کے پیٹ میں نہیں بہتیں بلکہ وہ سطح زمین کے اوپر جلتی ہیں اور دونوں طرف موجود ہوئے ہوئے ہوں گے اور احادیث میں آتا ہے کہ جو آدمی چاہے گا کہ پانی کا رخ یہری صرف ہو سونے کی چیزیں اس کے ہاتھ میں ہوگی اس کے ساتھ شارہ کرے گا پولی کا رخ اس کی طرف ہو جائے گا اور اردو گروہ بندھت چلا جائے گا۔ دہائی کیا ہے کہ کیمی شیش ہو گی۔

دنیا میں تو ہمارے پاس تھوڑی تھوڑی جگہ ہے اور جنت کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے کہ ادنیٰ ترین جنتی کو اس دنیے سے وہ گناہ زیادہ جگہ ملے گی اور ہر ایک جنتی کامکان مولیٰ کام ہو گا جو ساختہ میں میں پچیل ہوا ہو گا۔ یہ چیزیں یہاں بھج گئیں اُستکن۔ جس طرح ماں کے پیٹ میں بچے کر دیا گھن بھنیں۔ سُکتی کیونکہ اس کے لیے ماں کا بھیت عی ساری دنیا ہے۔ اس کو وہاں کوئی سمجھائے کہ جب تو ماں کے پیٹ سے بہ آئے گا تو تجھے بڑی وسیع دینا نظر آئے گی اور بہت اونچا آسمان نظر آئے گا وفات دریا در رحمت اور میران ہوں گے تو ظاہر بات ہے کہ وہ نہیں بھجو سکتا۔ اسی طرح یہاں دنیا میں ہوتے ہوئے ہمیں بھی اُخترت بھجو میں شہیں آسکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (خوبیت لہیا آئہا) ہمیشہ رہا کریں گے ان باغوں میں ﴿ذٰلِكَ الْفُرْزُ الْعَظِيمُ﴾ یعنی بڑی کامیولی سے۔ رب تعالیٰ تمام موتیں و مومنات کو فضیل فرمائے۔

A decorative horizontal flourish consisting of a central scroll with two smaller scrolls extending from its ends, flanked by wavy lines.

﴿فَرَمَّلَ حَوْلَكُمْ وَقِنَ الْأَغْرَابِ﴾ اور ان میں سے جو تمہارے ارد گرد ہیں دیہا توں میں رہنے والے لوگ ﴿لِتَبْقَيْنَ﴾ میں ماناقب ہیں (﴿وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَ﴾) اور بعض مدینہ طیبہ میں سے بھی (﴿مَرْدُوا عَلَى الْقَعْدَةِ﴾) جو اُنے ہوئے ہیں منافت پر (﴿لَا تَعْلَمُهُمْ﴾) اسے نبی کریم ﷺ سخن لیا ہے! آپ ان کوئیں جانتے (﴿لَا تَعْلَمُهُمْ﴾) صرف ہم ان کو جانتے ہیں (﴿لَا تَعْلَمُهُمْ مَرْتَقَنَ﴾) پہتا کید ہم ان کو درجہ سزا دیں گے (﴿لَا يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابِ عَظِيمٍ﴾) پھر وہ لوٹا یکس گے بڑے عذاب کی طرف (﴿وَإِخْرَجُونَ﴾) اور پھر دوسرا لوگ ہیں (﴿أَعْتَدْنَا لَهُمْ بَأْنَوْدَهُمْ﴾) جنہوں نے اعتراض کیا ہے اپنے گناہوں کا (﴿خَطَّلُوا عَنْ لَا ضَالِّا حَمَّارًا حَمَّارًا﴾) ملایا ہے انہوں نے نیک گل اور دوسرا (﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَشْوِبَ عَلَيْهِمْ﴾) قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رجوع کرے گا (﴿إِنَّ اللَّهَ عَفُوٌٌ عَنِ الْحَمْنَ﴾)

بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔ ﴿وَحُلَّ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ آپ لیں ان کے بالوں میں سے صدقہ ﴿أَنْظَهُهُمْ﴾ آپ پاک کریں ان کو ﴿وَتُرْكِيمُهُمْ﴾ اور صاف کر دیں ان کو اس صدقے کی وصولی کے ساتھ ﴿وَصَلَّ عَلَيْهِمْ﴾ اور دعا کریں ان کے لیے ﴿إِنَّ صَلَوةَكَ سَكِنْ لَهُمْ﴾ بے شک آپ کی دعا ان کے لیے تسلیم کا باعث ہے ﴿وَإِنَّ اللَّهَ سَيِّدُ الْعَالَمِينَ﴾ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جانے والا ہے ﴿إِنَّمَا يَعْلَمُوا﴾ کیا وہ نہیں جانتے ۔ اُن اللہ ہو یقیناً التوبۃ ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہی قبول کرتا ہے توہہ ﴿عَنْ عِبَادَةٍ﴾ اپنے بندوں سے ﴿وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ﴾ اور وہی وصول کرتا ہے صدقۃ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الشَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی توہہ قبول کرنے والا مہربان ہے ﴿وَقُلْ أَعْمَلُوا﴾ اور آپ ان سے کہہ دیں عمل کرتے رہو ﴿فَسَبَدَ إِلَى اللَّهِ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ﴾ عنقریب دیکھئے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول ﴿مَنْتَزِيلُهُمْ﴾ بھی دیکھئے گا اور موسیٰ بھی دیکھیں گے ﴿وَسَتَرُ دُونَ إِلَى عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ اور عنقریب تم لوٹائے جاؤ گے اس ذات کی طرف جو غیب اور حاضر چیزوں کو جانے والی ہے ﴿فَيَتَسَلَّمُ بِمَا لَمْ تَعْلَمُوا﴾ پس وہ ذات تمہیں بتادے گی وہ عمل جو تم کرتے تھے۔

آج کی آیات میں غرزاً توک میں شرکت نہ کرنے والے منافقین اور وہ مسلمان جنہوں نے تن آسانی کی خاطر سفر اختیار نہیں کیا تھا کارو ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمِنْ حَوْلَكُمْ﴾ اور ان میں سے جو تمہارے اروگرد ہیں ﴿فِنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ﴾ دیہاتوں میں رہنے والے لوگ منافق ہیں۔ روگرد سے مراد وہ دیہات ہیں جو مدینہ طیبہ سے دو تین چار چھوٹیں بارہ میل کے فاصلے پر آباد یاں تھیں اور وہ سودا سلف خریدنے کے لیے مدینہ طیبہ آتے تھے۔ ﴿وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ﴾ اور بعض مدینہ طیبہ میں سے بھی منافق ہیں ﴿مَرَدُ ذَاعَلَ التِّفَاقِ﴾ جوڑئے ہوئے ہیں منافقت پر ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ﴾ اے نبی کریم ﴿مَنْتَزِيلُهُمْ﴾ اے نبی کریم ﴿مَنْتَزِيلُهُمْ﴾ صرف ہم نہیں ان کو جانتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﴿مَنْتَزِيلُهُمْ﴾ نے تو عالم الغیب تھے اور نہ آپ ﴿مَنْتَزِيلُهُمْ﴾ کو مَا تکان و مَا یا کنون کا علم حاصل تھا۔ کیوں کہ یہ سورۃ توبہ قرآن کریم کی بڑی سورتوں میں سے آخری سورت ہے۔ اس کے بعد صرف ﴿إِذَا جَاءَهُ نَصْرُ اللَّهِ﴾ نازل ہوئی ہے اور کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔ چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آخری سورت نازلہ سورۃ التوبۃ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت توہہ ہے۔ اور یہ آیت کریمہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ مدینہ طیبہ میں ان منافقوں کو جن کا ندق حد کمال کو پہنچا ہوا تھا اور جو ندق پراڑے ہوئے اور بے ضد تھے ان کو بھی جناب نبی کریم ﴿مَنْتَزِيلُهُمْ﴾ نہیں جانتے تھے۔ ان کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا۔ اگر آپ ﴿مَنْتَزِيلُهُمْ﴾ عالِم الغیب اور مَا تکون کے عالم ہو تو لامحالہ آپ ﴿مَنْتَزِيلُهُمْ﴾ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے کہ آپ ﴿مَنْتَزِيلُهُمْ﴾

ان کوئی جانتے فقط ہم ہی جانتے ہیں۔

اور یاد رکھنا اہل بدعت میں جو ہوشیار قسم کے مولوی ہیں ان کے سامنے جب وہ آیات ٹیش کی جاتی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کے غیب کی نظر ہے تو وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس وقت علم نہیں تھا بعد میں غیب حاصل ہو گیا تھا۔ عوام طلحی ہوتے ہیں مان لیتے ہیں کیوں کہ قرآن کریم کا نزول تو ہوتا رہا ہے اگر پہلے آپ ﷺ کو غیب حاصل نہیں ہوا تو بعد میں حاصل ہو گیا ہو گا۔ لہذا آیات اچھی طرح سمجھ لیں اور ان کے داؤ میں نہ آتا۔ کیوں کہ یہ قرآن کریم کی بڑی سورتوں میں سے آخری سورت ہے اس کے بعد کوئی ایسی سورۃ نازل نہیں ہوئی جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ بعد میں آپ ﷺ کو غیب حاصل ہو گیا تھا اور نہ ہی اس کے بعد کوئی ایسی آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جس میں یہ ذکر ہو کہ آپ ﷺ کو عالیٰ مَآکَانَ وَمَا يَكُونُ مَاءِ رِبْوَیا گیا ہے۔ اس سبق کو اچھی طرح سمجھو اور یاد کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿سَعَدُكُمْ مَنْ قَاتَلَنَّهُ بِهَبَّةٍ كَيْدَهُمْ أَنَّكُو دُورَتْبَهْ سَرَادِسِّيْسَ گے۔ ایک اس وقت جب فرشتے کافر، منافق کی جان نکالتے ہیں تو اسے تحوڑے سے مارتے ہیں ﴿يَصْرُبُونَ دُجُونَهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ﴾ [انفال: ۵۰] ان کے چہروں پر مارتے ہیں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے ان کی جان ایسے نکلتی ہے جیسے یہی اون سے لو ہے کی گرام سلاخ کو کھینچا جائے تو سی کرے گی۔ اور دوسری سزا تبر میں ہوگی ﴿هُمْ يُؤْذَنُ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ پھر وہ لوٹا جائیں جائیں گے بڑے عذاب کی طرف۔ یہ تیسرا عذاب آخرت کا ہو گا اور یہ سب سے بڑا اور یہی شر بہنے والا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

خلاف اس کے مومن کی جان نکالنے کے لیے جب فرشتے اس کے سامنے آتے ہیں تو اس کو اس کا جنت کا مقام دکھاتے ہیں کرنے اب وہاں جانا ہے۔ اس کو بڑا شوق پیدا ہوتا ہے اور کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو۔ اور مومن کی جان ایسے نکلتی ہے جیسے مشکینہ کامنہ کھول دیا جائے تو پانی نکل جاتا ہے۔

### عام اور خاص کافر

آئے نہ دل مخلص مومنوں کا ذکر ہے جو صرف گری سے بچنے اور تن آسانی کی وجہ سے غزوہ جوک میں شریک نہ ہوئے۔ ان میں سے سات عام اور شش خاص مخلص تھے۔ ان آیات میں سات عام کا ذکر ہے اور جو تین خاص تھے ان کا ذکر سورت کے آخر میں آئے گا ﴿وَعَلَ الْفَلَقَوَالنَّنْجِنَ حُلْقَوَالْهَ﴾ کے اندر۔ ان کی توبہ پچاس دن کے بعد قبول ہوئی۔ کیوں کہ جس کو جتنا قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے اس کا امتحان بھی اتنا زیادہ ہوتا ہے اور جس کی اتنی حیثیت نہیں ہوتی اس کے لیے زیادہ امتحان اور پابندی بھی نہیں ہوتی۔

چنانچہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے سب

کے سامنے مسجد میں پیش اب کر دیا۔ صحابہ کرام ﷺ باز و چڑھا کر پہنچنے کے لیے اس کے پیچے بھاگے آنحضرت ﷺ نے منع فرمادیا کہ اس کو نہ روکو۔ اس کے بیہاں پیش اب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو پیش اب کی تکلیف ہے تم روکو گے تو تکلیف زیادہ ہو گی۔ اب تو یہ ایک کونے میں پیش اب کر رہا ہے اس کا دھونا آسان ہے اگر تم اس کے پیچے بھاگو گے وہ آگے بھاگے گا ساری مسجد پلید کرے گا۔ تو آپ ﷺ نے اس جاہل کا پیش اب کرنا بھی گوارا کر لیا۔ اور دوسری روایت ابو داؤد شریف کی ہے کہ ایک چھوٹی مسجد کا امام تھا آپ ﷺ نے اس امام کو قبلے کی طرف تھوکتے دیکھا تو فرمایا کہ تا حکم ثانی یہ تھیں امامت نہیں کرو سکتا۔ حالانکہ تھوک پلید نہیں ہے۔ تو خاص کے لیے پابندیاں زیادہ ہوتی ہیں۔

### نیکاں را بیش بود جیرانی

جتنا قرب ہو گا اتنا امتحان اور پابندی زیادہ ہو گی۔ اور جو سات عام تھے ان کی توبہ اللہ تعالیٰ نے فوراً قبول فرمائی اس کا ذکر ہے۔ فرمایا ﷺ وَ أَخْرُونَ إِغْتَرَبُوا بِنُوْبِهِمْ ﴿۱﴾ اور پچھے دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کیا ہے اپنے گن ہوں کا ﴿خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَ أَخْرَى سَيِّئًا﴾ ملایا ہے انہوں نے نیک عمل اور دوسرا بڑا عمل کہ اس جہاد میں شریک نہیں ہوئے ﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَشْوَبَ عَلَيْهِمْ﴾ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رجوع کرے گا کہ ان کی توبہ قبول کر لے گا ﴿إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ سات آدمی زکوٰۃ لے کر آئے تو آنحضرت ﷺ نے گریز کیا کہ یہ لوگ غرذہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے اپنے نہیں لیتے تھے بلکہ جمع کر کے فقروں، مسکنیوں، ضرورت مندوں پر خرچ کرتے تھے۔ تو حق تعالیٰ نے فرمایا ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ آپ لیں ان کے مالوں میں سے صدقہ زکوٰۃ ﴿تُطَهِّرُهُمْ﴾ آپ پاک کریں ان کو ﴿وَ شَرَّكُتُهُمْ بِهَا﴾ اور صاف کر دیں ان کو اس صدقہ زکوٰۃ کی وصولی کے ساتھ بغل سے تطہیر سے مال پاک ہو گا اور ترکیہ سے دل پاک ہو گا ﴿وَ قَصِّلِ عَلَيْهِمْ﴾ اور آپ دعا کریں ان کے لیے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جو آدمی زکوٰۃ لا کر آپ ﷺ نے اپنے کو دینا تھا آپ ﷺ اس کے لیے دے کرتے تھے ﴿أَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى إِلَيْيِ فُلَادِنِ﴾ اے اللہ فلاں کی آل اولاد پر رحمت فرم۔ ﴿إِنَّ صَلَوةَكَ سَكِينَ لَهُمْ﴾ بے شک آپ کی دعا ان کے لیے تسلیم کا باعث ہے۔ دیسے تو اللہ تعالیٰ بنسبت عام لوگوں کے نیکوں کی دعا سیکیں زیادہ قبول کرتا ہے مگر سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بیارے پیغمبروں کی دعا قبول فرماتا ہے ﴿وَاللَّهُ سَيِّدُ الْعَالَمِينَ﴾ اور اللہ تعالیٰ سننے والا جانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ تو منافق ہیں اور نہ ہی ریا کار ہیں ستی سے غلطی ہوئی ہے اور اپنی کوتاہی کا اقرار بھی کر رہے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ ﴿أَلَمْ يَعْلَمُوا﴾ کیا وہ نہیں جانتے ﴿أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبِلُ التَّوْبَةَ عَنِ عِبَادِهِ﴾ کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے۔ ﴿وَمَنْ يَغْفِرُ الدُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [آل عمران: ۱۳۵]

”اللہ تعالیٰ کے سوا گناہ کوں معاف کر سکتا ہے۔“

حدیث پاک میں آتا ہے یعنی آدم مُلُکُمْ خَطَاوْنَ اے اولاد آدم! تم سب خطا کار ہو وَ خَيْرُ الْخَطَائِينَ

الْتَّوَابُ لِبُونَ اور بہترین خط کار وہ ہیں جو فرما توبہ کرتے ہیں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔ ﴿وَيَا حَدَّ الصَّادِقَةِ﴾ اور وہی وصول کرتا ہے صدقات یعنی قبول کرتا ہے۔ جو صدقہ اخلاص کے ساتھ دریافت کرتا ہے اس کے لیے قبولیت ہوگی ﴿وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْتَّوَابُ الْرَّجِيمُ﴾ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی توہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي أَنْعَمَ لَكُمْ وَرَسُولُهُ هُوَ الْمُوْمِنُونَ﴾ عمل کرتے رہو ﴿فَسَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَرَسُولُهُ هُوَ الْمُوْمِنُونَ﴾ عنقریب دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول ملیٹیلیت یعنی بھی دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو حقیقت جانتا ہے اور آنحضرت ملیٹیلیت اللہ تعالیٰ کے جلانے سے جانتے ہیں اور عام مومن قرآن اور شواہد سے جانتے ہیں کہ یہ شخص مخلص ہے یا نہیں۔ باقی اندر کی بات کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے ﴿وَسَنَّرَ ذُرَّةً إِلَى غَلِيمِ الْغَيْبِ وَالثَّمَادَةِ﴾ اور عنقریب تم لوٹائے جاؤ گے اس ذات کی طرف جو غیر اور حاضر چیزوں کو جانے والی ہے۔ یعنی جو چیزیں تمہارے سامنے حاضر ہیں رب تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں تم سے غائب ہیں رب تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز غائب نہیں ہے وہ مخلوق کی نسبت سے عالم الغیب ہے یعنی جو چیزیں محقق سے غائب ہیں وہ ان کو بھی جانتا ہے ﴿فَيَوْمَ تُعَلَّمُ مَا لَمْ تَعْلَمُوا﴾ پس وہ ذات تمھیں بتاوے گی وہ عمل جو تم کرتے تھے۔ یعنی ان کا نتیجہ تمہارے سامنے آجائے گا۔ وہ دھکا دو دھکا اور یانی کا یانی ہو جائے گا۔

A decorative horizontal scrollwork border featuring symmetrical, swirling patterns on either side of a central floral motif.

﴿وَآخِرُونَ﴾ اور بعض دوسرے لوگ ہیں ﴿مُزْجُونَ لَا مُرِّاثُهُ﴾ جن کو مہلت دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ﴿إِمَّا يَعْدِلُهُمْ﴾ یا تو اللہ تعالیٰ ان کو سزا دے گا ﴿وَإِمَّا يُشْوِبَ عَلَيْهِمْ﴾ یا ان کی توبہ قبول کر لے گا ﴿وَاللَّهُ عَلَيْهِ حِكْمَةٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانے والا ہے ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مسجداً﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد ﴿ضَرَّارُهَا أَوْ كُفْرًا﴾ ضرر دینے کے لیے اور کفر کے لیے ﴿وَتَفْرِيغًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اور ایمان والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کے لیے ﴿وَإِنْ حَاجَابَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ قَبْلِهِ﴾ اور اس شخص کے لیے جو لڑتا رہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اس سے پہلے ﴿وَلَيَخْلُقُنَّ﴾ اور البتہ یہ لوگ قسمیں اٹھائیں گے ﴿إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا لِحُسْنِي﴾ کہ ہم نے نہیں ارادہ کیا مگر نیکی کا ﴿وَاللَّهُ يَسْهُدُ إِلَيْهِمْ لَكُلَّ ذِيْبُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ البتہ یہ لوگ جھوٹے ہیں ﴿لَا تَقْرُمْ فِيهِ أَبَدًا﴾ آپ نہ کھڑے ہوں اس مسجد میں کبھی بھی ﴿لَسْجَدْ﴾ البتہ وہ مسجد ﴿أَتَسْتَسَ عَلَى الشَّقْوَى مِنْ أَقْلَى يَوْمًا﴾ جس کی بیمار رکھی گئی تقویٰ پر پہلے دن سے ﴿أَحْقَى أَنْ تَقْرُمْ فِيهِ﴾ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں ﴿فَيُبَوِّرَ جَلْ﴾ اس میں مرد ہیں ﴿يُجْبَوُنَ أَنْ يَتَطَهَّرُ وَا﴾ جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہہ یا کیزگی حاصل کریں ﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطْهَرِينَ﴾

اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے طہارت حاصل کرنے والوں کو۔

غزوہ تبوک کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ منافقوں نے تو صرف منفعت کی وجہ سے شرکت نہیں کی تھی ورنہ ان کو مالی اور بدنی کسی قسم کا اعذر نہیں تھا اور وہ خلص صحابہ کرام ﷺ نے مجھ سے بچنے کے لیے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی۔ ان میں سے سات تو عام تھے جن کی توبہ فوراً قبول ہو گئی جن کے متعلق تم سن چکے ہو اور تین خاص تھے۔ حضرت کعب ابن مالک بن شہر، حضرت مزارہ ابن رقیع بن شہر اور ہلال ابن امیہ بن شہر۔ ان میں سے دو تو بدری صحابی تھے اور اصحاب بدرا درجہ بہت بلند ہے۔ تیسرا بدری نہیں تھے مگر وال سابقون الاولوں میں سے تھے۔ چوں کہ ان کا مقام بہت اوپر تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ فوراً قبول نہیں فرمائی۔ بخاری اور مسلم کی روایات میں بڑی تفصیل ہے مکمل پیچاں دن ان کا بایکاٹ رہا کوئی مسلمان ان کو نہ سلام کہتا تھا اور نہ ان کے سلام کا جواب دیتا تھا ان کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِحْزَنْ مُرْجَنَ لَا مُرَأَنَ اللَّهُ أَعْلَمُ﴾ اور بعض دوسرے ہیں جن کو مہلت دی گئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ﴿إِمَّا يَعْيَا بِهِمْ﴾ یا تو ان کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا ﴿وَإِمَّا يَتُوبَ عَلَيْهِمْ﴾ یا ان کی توبہ قبول کر لے گا۔ آگے ذکر آئے گا کہ انہوں نے رورو کے اللہ تعالیٰ کو منایا۔ پیچاں دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ ﴿وَاللَّهُ عَلَيْهِ حَكْمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانے والا ہے۔

### منافقوں کی سازش کا ذکر ہے

آگے منافقوں کی ایک سازش کا ذکر ہے۔ مدینہ طیبہ میں ابو عامر اہب نامی ایک آدمی تھا یہ پہلے یہودی تھا اس کی بڑی حرکتوں اور بڑے اخلاق کی وجہ سے یہودی مقنف ہوئے تو یہ عیسائی بن گیا اور نجران چلا گی۔ چونکہ وہاں کافی عیسائی آباد تھے اور وہ اس کے حالات سے ناواقف تھے۔ وہاں جا کر اس نے پیری مریدی شروع کر دی۔ یہ بڑا خبیث قسم کا آدمی تھا۔ غزوہ بدر سے لے کر غزوہ تبوک تک جتنی جگہیں ہوئی ہیں تمام میں اس کا حصہ تھا۔ یہ کافروں کو ابھارتا اور برائی چینیت کرتا تھا اور غزوہ تبوک بھی اسی کی شرارت کا نتیجہ تھا کہ وہ تباہ ہر قل روم کے پاس گیا کہ ہم مارے گئے ہیں ہم پر بڑے ضلم ہوئے ہیں ہمارے آدمی مار دیئے گئے عدالت ہمارے سے چھین لیے گئے روم ہمارا مرکز ہے وہ روم پر بھی حملہ کرنے کا پروگرام بنارہے ہیں۔ ہر قل روم چوں کہ عیسائی تھا اور یہ ان کا راہب اور پارکی تھا اس نے اس کے اکسانے پر فوہیں تبوک کے مقام پر بیج دیں۔

غزوہ تبوک سے پہلے کا قصہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں اس کے خاص بارہ آدمی تھے ان کے ذریعے اس نے شرارت کا منصوبہ بنایا۔ ان میں سے ایک تعلیمہ ابن ابی حاطب بھی تھا جس کا ذکر پہلے سن چکے ہو۔ ابو عامر اہب نے ان بارہ منافقوں کے ساتھ میٹنگ کر کے یہ طے کیا کہ مسجد قبائلے کے سامنے ایک مسجد بنائیں تاکہ مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کے پاس جانے کا موقع کم طے اور دین نہ سیکھ سکیں اور ان کی ایسی ذہن سازی کرو کہ ان کی پرانی لڑائیاں پھر جازہ ہو جائیں۔ کیوں کہ اوس اور خزرجے

## ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن: حصہ ۸

درمیان خاند افی رقبتیں تو پہلے تھیں ان کا ہمیشہ برادری مسئلہ رہا ہے اور ہم اپنا کفر خفیہ طریقے سے پھیلاتے رہیں اور مسلمانوں کو تشویم کرتے رہیں۔ اور ابو عامر نے کہا کہ میرا اذابن جائے گا میں یہاں آکر نہبہا کروں گا۔ یہ ان کے مقاصد تھے مسلمانوں کو ضرر پہنچانا، اپنا کفر پھیلانا، اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنی اور ابو عامر کے یہے اذابانا۔

ان بارہ مناقوں نے ابو عامر راہب کے مشورے سے مسجد بنادی۔ چوں کہ بڑے مکار تھے انہوں نے سوچا کہ اگر آنحضرت ﷺ مسجد میں نہ آئے تو مسلمانوں نے اعتماد نہیں کرنا لہذا ایک وند آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جائے اور گزارش کرے کہ حضرت! مسجد قبا ہم سے دور ہے گرمی بھی ہوتی ہے، بارش بھی ہوتی ہے، کبھی آندھی اور طوفان بھی آ جاتا ہے، اندھیرا ہوتا ہے ہم میں سے بوڑھے اور یہاں مسجد تک نہیں پہنچ سکتے ان کی سہولت کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہم نے مسجد بنائی ہے۔ حضرت! آپ ﷺ افتتاح فرمادیں کہ وہ مسجد ہی کیا ہوئی جس میں آپ نماز نہ پڑھائیں اور بڑی قسمیں اٹھائیں کہ حضرت! ہمارا مقصد اور کچھ نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ان کوچا سمجھ کر وعدہ فرمایا کہ تبوک کے سفر سے واپسی پر ان شاء اللہ تعالیٰ آکر تمہاری مسجد میں نماز پڑھوں گا کیوں کہ اب تو میں تبوک کی تیاری میں مصروف ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تبوک کے سفر سے واپسی مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے ہی یہ آیات نازل فرمادیا کہ یہ نہاد مسجد اسلام کے خلاف سازش کرنے اور مسلمانوں کے درمیان تفریق ڈالنے کے لیے تیار کی گئی ہے لہذا اس میں بھی کھڑے نہ ہونا۔

### حضور ﷺ کا مسجد ضرار کو مسما کروانا

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے چار صحابہ مالک ابن دحشہ، مغون ابن عدنی، عامر ابن سکن اور حشی ابن حرب جنہوں نے حضرت حزہ بن التتو کو شہید کیا تھا کو بھیجا کر اس مسجد کو جاگر کر دیا۔ چنانچہ یہ گئے اور جا کر مسجد کو آگ لگا کر راکھ کر کے رکھ دیا۔ پھر مناقوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ مسجد کو آگ لگادی ہے مسجد نے کسی کا کیا گا زاتھ شہیروں اور دروازوں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا خِرَابًا وَّلَفْرًا إِنَّهُمْ أُرْوَهُ لَوْگَ جنہوں نے بنائی ہے مسجد ضرار نے کے لیے مسلمانوں کو اور اپنے کفر کو پھیلانے کے لیے ﴿وَتَلْبِيَّ قَابِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور ایمان والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کے لیے ﴿وَإِنَّ صَادَ الْعَنْ حَاتِبَ اللَّهَ فِرَاسُوْلَهُ مِنْ قَبْلِهِ﴾ اور اذابن اور مورچ اس شخص کے لیے جو زہرہا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اس سے پہلے۔ وہ شخص کون ہے؟ جس کے لیے مورچ بنادی ہے تھے، ابو عامر راہب۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَيَخْلُقُنَّ إِنَّا أَنْدَنَا إِلَّا لِنُسْتَأْنِدُ﴾ اور البتہ یہ لوگ قسمیں اٹھائیں گے کہ ہم نے نہیں ارادہ کیا مگر نہیں اور بھلاکی کا منافقین میں سے جو لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تھے بڑی شکل و صورت، قد و قامت والے اور

عُنْتَگو کے ایسے ماہر کہ آدمی ان کی باتوں میں آ جاتے تھے حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ میں ذہین و فلمن خصیت بھی۔ ایسے ہی ایک منافق کے بارے میں آتا ہے ﴿وَمِنَ الظَّالِمِينَ مَنْ يَعْجِبُنَّ قَوْلَهُ فِي الْحَلِيلِ وَالدُّنْيَا وَرَيْشَهُدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَكْثَرُهُ﴾ [البقرہ: ۲۰۳] اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں کہ دنیوی زندگی کے متعلق اس کی بات آپ کو تعجب میں ڈالتی ہے اور اس چیز پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بتاتا ہے جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ شخص بہت جھੁڑا کرنے والا ہے۔

مطلوب یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ﴿وَاللَّهُ يَسْهُدُ إِلَيْهِمْ لِكُلِّ ذِيْنَ يَوْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ البتہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ انہوں نے مسجد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں بنائی ﴿لَا تَقْرُبُنَّهُ أَبَدًا﴾ اسے نبی کریم ﷺ میں بنایا ہے! آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی بھی۔ ﴿لَمْ يَسْجُدْ أَبْيَسْ عَلَى الشَّعْوَى مِنْ أَوْلَى يَوْمِهِ﴾ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد رکھی گئی تقویٰ پر پہلے دن سے ﴿أَخْنُ أَنْ تَقُومَ فِيهِ﴾ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں یعنی مسجد قبا۔

آنحضرت ﷺ جب بھرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ طیبہ سے پہلے تبا کا علاقہ تھا اب تو یہ مدینہ طیبہ میں داخل ہو گیا ہے اس وقت یہ ملحقات اور مضائقات مدینہ میں سے تھا۔ آنحضرت ﷺ حضرت صدیق اکبر خٹی شو اور دوچار ساتھی اور تھے۔ یہ حضرات چودہ یا نیس دن یہاں تشریف فرماء ہوئے۔ حضرت کلثوم ابن ہدم خٹی شو کے گھر۔ آپ ﷺ پریشان اور مغموم تھے انہوں نے خیال کیا کہ شاید خدمت میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے۔ پہلے تو پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی لیکن بالآخر پوچھ لیا کہ حضرت! ہم آپ ﷺ کو بڑا پریشان اور مغموم دیکھتے ہیں اگر مہماں نوازی میں کوئی کمی ہوئی ہے تو ہمیں یہ تکلف بتا دیں تاکہ ہم آپ ﷺ کی پسند کے مطابق خدمت کر سکیں۔ فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن آپ ﷺ کے دل میں جوابات تھیں اس کو حل کر بیان نہ کیا۔

ساتھیوں نے آپس میں بات کی کہ بھرت بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے گھر چھوڑنا، برادری چھوڑنا، بچوں کو چھوڑنا، ہو سکتا ہے آپ ﷺ اس وجہ سے پریشان ہوں۔ آپ ﷺ کے پاس آ کر کنے لگے حضرت اشاید پریشانی کی وجہ بھرت ہے کہ آپ ﷺ گھر بار چھوڑ کر آئے ہیں ہمیں بھی انہوں ہے مگر ہم کر کچھ نہیں سکتے۔ ہمارے جو اختیار میں ہے اس کا آپ ﷺ میں حکم دیں ہم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لیے پریشان نہیں ہوں بلکہ میری پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر اجتماعی نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ حضرت کلثوم ابن ہدم خٹی شو نے کہا حضرت! یہ سار ارباب میرا ہے بلا شرکت غیرے۔ جتنا قبہ آپ ﷺ کو چاہیے اتنے پر لکیر لگادیں ہم مسجد بنادیتے ہیں۔

توبقا کی علاقہ میں مسجد تعمیر کی گئی اسی لیے اس کا نام مسجد قبا ہے۔ پہلے یہ جھوٹی سی تھی اب حکومت نے بہت بڑی بنادی ہے۔ میں نے وہ جھوٹی مسجد بھی دیکھی ہے اس میں قبلے کے قریب ایک جگہ پر نوٹ لکھا ہوا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں جبرائیل ﷺ ابک آیت کریمہ لے کر آئے تھے۔ الحمد للہ! وہاں مرد بھی جاتے ہیں عورتیں بھی جاتی ہیں اور دور کعت نفل پڑھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اکثر ہفتے کے دن وہاں پیدل تشریف لے جاتے اور دور کعینیں پڑھ کر داپس تشریف لے آتے۔

### چار بڑے درجے والی مسجدیں ہیں

چار مسجدیں بڑے درجے والی ہیں۔ ایک مسجد حرام، دوسری مسجد قصی، تیسرا مسجد نبوی اور چوتھی مسجد قبا اور یہ چاروں مسجدیں پیغمبروں کے ہاتھ سے بنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَيُنَبِّئُونَ أَنْ يَتَّقَهُنَّ ذَاكُر﴾ جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ وہ پاکیزگی حاصل کریں۔ ترمذی شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا والوں کو بلا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے بتاؤ وہ کون ہے پاکیزگی ہے جو تم حاصل کرتے ہو؟ تو قبا والوں نے کہا حضرت! ہم جب پیشاب پا خانے سے فارغ ہوتے ہیں تو پہلے ڈھیلے استعمال کرتے ہیں پھر پانی کے ساتھ استخراج کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس بات پر تمہاری تعریف کی ہے اللہ اس عمل کو قائم رکھنا۔

اصل بات یہ ہے کہ عرب کے علاقوں میں پانی کی قلت ہوتی تھی عموماً لوگ استخراج کے لیے صرف ڈھیلے استعمال کرتے تھے اور قبا والے ڈھیلے اور پانی دونوں استعمال کرتے تھے ﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُظْهَرِينَ﴾ اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے طہارت حاصل کرنے والوں کو۔ جتنا کوئی بد نی اور اخلاقی لحاظ سے پاک رہے گا اللہ تعالیٰ کے ہاں اُسے اتنا ہی تقرب حاصل ہوگا۔



﴿أَقْنَنَ أَسَسَ بُنْيَائَةَ﴾ کیوں وہ شخص جس نے بنیاد رکھی ہے اپنی عمارت کی ﴿عَلَى تَقْوَىٰ وَمَنِ اللَّهُوَ هُرَّاضُوا إِنَّ﴾ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ﴿حَسِن﴾ یہ بہتر ہے ﴿أَمْ قَنَ أَسَسَ بُنْيَائَةَ﴾ یاد وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی ﴿عَلَى شَفَاقِ جُنُفٍ﴾ گڑھے کے کنارے پر ﴿هَامِ﴾ جو گرنے والا ہے ﴿فَإِنَّهَا تَرِيهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ﴾ پس وہ اس کو لے گرا جہنم کی آگ میں ﴿وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّلُمِيْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو ﴿لَا يَرَى الَّذِي لَا يَرَى﴾ ان کی عمارت جو انہوں نے تعمیر کی تھی ﴿فَرِبَّتْ فِي قَنْوَرِهِمْ﴾ ترودا اور شک ان کے دلوں میں ﴿إِلَآ أَنْ تَقْطَلَهُمْ قُلُونِهِمْ﴾ مگر یہ کہ ان کے دل مکڑے مکڑے ہو جائیں ﴿وَاللَّهُ عَلِيْمٌ حَكِيمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ جانے والا حکمت والا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ أَشْرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَهُ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نے خریدی ہیں مومنوں سے ﴿أَنفَسَهُمْ وَأَهْوَالَهُمْ﴾ ان کی جانیں اور ان کے مال ﴿إِنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ بِالْجَنَّةِ﴾ کہ اس کے بد لے میں ان کے لیے جنت ہے ﴿فَيَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿فَيَقْتَلُونَ وَيُقْتَلُونَ﴾ پس وہ قتل کرتے ہیں دشمنوں کو اور خود قتل کیے جاتے ہیں ﴿وَعَدَ اللَّهُ عَلَيْهِ حَقًا﴾ یہ وعدہ یہ رب تعالیٰ کے ذمے سچا ﴿فِي التَّوْرَاٰتِ وَالْأَنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ﴾ تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں وہ وصف

اُوْفِی بِعَهْدِہ۝ اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے عہد کو۝ ﴿مِنَ اللَّهِۚ﴾ اللہ تعالیٰ سے ﴿فَاتَّسْبِیْشُ ذَاۚ﴾ پس تم خوش ہو جاؤ۝ ﴿وَتَبَرَّکُمُ الَّذِيۚ بَأَيْمَنْۖۚ﴾ اپنے اس سودے پر جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا ہے ﴿وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُۚ﴾  
الْعَظِیْمُ۝ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔

یہ بات بچھے درس میں بیان ہو چکی ہے کہ ابو عاصم راہب جو پہلے یہودی تھا پھر عیسایوں کا پادری بن گیا۔ یہ براشریر، خبیث اور اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اس کے ساتھ قلبہ ابنِ ابی حاطب وغیرہ دس بارہ منافق تھے۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ مسجد قبا کے مقابلے میں ایک مسجد بنائی جائے تاکہ لوگوں کو مسجد نبوی اور مسجد قبا سے روکا جاسکے کہ لوگ یہاں آئیں گے تو ان کی اسلام کے خلاف ذہن سازی کی جاسکے اور اوس اور خروج قبیلے جو زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کے دشمن تھے پر انی باتوں کو سامنے لا کر ان کو آپس میں لڑادیا جائے اور ابو عاصم راہب نے کہا کہ نیبرے لیے اذ ابن جائے گا میں یہاں آکر رہا کروں گا۔ چنانچہ مسجد بنانے کے بعد وند کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ حضرت! آپ اس مسجد کا افتتاح فرمادیں۔ کیوں کہ مسجد نبوی بھی ہم سے دور ہے اور مسجد قبا بھی فاصلے پر ہے۔ گرمی بھی ہوتی ہے، کچھ بوڑھے بھی ہیں، کچھ معدود بھی ہیں ان لوگوں کے لیے سہولت رہے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کر لیا کہ جو کسے سفر نے واپسی پر تمہاری مسجد میں نماز پڑھاؤں گا۔ واپس آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمادیا کہ یہ مسجد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور تفریق ڈالنے کے لیے بنائی گئی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کا اذ اور سورچہ انہوں نے بنایا ہے۔ لہذا آپ وہاں کھڑے بھی نہ ہوں اور مسجد قبا میں کھڑبے ہوں جس کی بنیارتوئی اور پرہیزگاری پر ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَقْتُنْ أَسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ﴾ کیا پس وہ شخص جس نے بنیاد رکھی ہے اپنی عمارت کی تقویٰ پر ﴿مِنَ اللَّهِۚ بِرَحْمَةِ اللَّهِۚ﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے۔ زین حضرت کلثوم ابن ہدم ضیانو نے دی تھی جو بڑے نیک صحابی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی بنیاد رکھی تھی ﴿عَلَىٰ﴾ یہ بہتر ہے ﴿أَمْ قَنْ أَسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَاعَةِ جَنَّفٍ﴾ یادہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی گز ہے کے کنارے پر۔ ﴿شَفَاعَةٍ﴾ شیخن کے فتح کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے کنارہ اور شیخن کے کمرے کے ساتھ ہو ﴿شَفَاعَةٍ﴾ تو اس کا معنی ہے صحت یا بی۔ جس طرح شہد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَيَوْمَ شَفَاعَةِ الْئَنْشَاءِ﴾ [انحل: ۴۹] اس میں لوگوں کے لیے صحت یا بی ہے۔ اور قرآن کریم کے بارے میں فرمایا ﴿شَفَاعَةِ لِتَائِي الصَّدُّوْرِ﴾ [یوس: ۷۵] کہ قرآن کریم دل کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔ اور ﴿جُرُوفٍ﴾ کا معنی ہے: حال۔ یوں سمجھو کر بہت بڑا گڑھا ہو اور ہو بھی گز نے والا اور اس کے کنارے مکان ہو گڑھا گرا، مکان گرا اور مکان اے بھی گر گئے۔

یہ مثال ہے مسجد ضرار کی کہ اس کی بنیاد رکھی ایسے گڑھے کے کنارے پر کہ وہ خود گرنے والا ہے ﴿فَإِنَّهُمْ لَا يَتَبَدَّلُونَ﴾ جو گرنے والا ہے پس وہ اس کو لے گرا جہنم کی آگ میں۔ کہ وہاں سے سیدھا دوزخ میں چلا گیا ﴿وَاللَّهُ لَا يَتَبَدَّلُ  
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ اور اللہ تعالیٰ (زبردستی) ہدایت نہیں دپتا ظالم قوم کو۔ ﴿لَا يَوْلَى الْمُتَبَدِّلَاتُ بِمَا  
عَمِلُوا﴾ جو انہوں نے بنائی ﴿لَا يَرَبِّيْهُنَّ فِي تَلَاقِهِمْ﴾ تردد اور شک ان کے دلوں میں۔ کیوں کہ اگر کسی کا منصوبہ  
ناکام ہو جائے تو اس پر اس کا بڑا صدمہ ہوتا ہے لہذا یہ عمارت ان کو ہمیشہ کھلکھل رہے گی کہ ہم نے تو کچھ اور سیکھ بنائی تھی مگر ہو  
کچھ اور گیا۔ یہ ناکامی ان کو ہمیشہ یاد رہے گی ﴿إِلَّا أَنْ تَقْطَعَ قُوَّتُهُمْ﴾ مگر یہ کہ ان کے دل تکڑے ٹکڑے ہو جائیں کہ ان  
میں سمجھ کی صلاحیت اسی نہ رہے یعنی مر جائیں تو تردی ختم ہو گا اور بھول جائیں گے ﴿وَاللَّهُ عَلَيْهِ حِكْمَةٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ جانے  
والا ہے حکمت والا ہے۔

مسلسل کئی رکوعوں میں غزوہ تبوک کا ذکر ہو چکا ہے کہ منافقوں نے مختلف بہانے کر کے جان بچائی لیکن مغلص مومنوں  
نے سوائے دس آدمیوں کے جن میں سے سات کی توبہ جلدی قبول ہو گئی اور تین کا ذکر آگئے آ رہا ہے، باقی نے بڑھ چڑھ کر حصہ  
لیا۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ اللَّهَ أَشَّرَّى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفَسُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نے خریدی  
ہیں مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال۔ یہ خریدنا مجازی طور پر کہا ہے اپنے لطف اور کرم کا اظہار کرتے ہوئے۔ اس لیے  
کہ خریدی تو دوسرے کی چیز جاتی ہے مومنوں کے مال اور جانیں تو اللہ تعالیٰ کی اپنی ہیں۔ اپنے مال کو خریدنے کا کیا معنی ہے؟ یہ  
صرف تشبیہ دی ہے سمجھانے کے لیے حقیقتاً سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ شاعر نے اسی کا مفہوم ادا کیا ہے:-

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تورب تعالیٰ نے مجاز فرمایا ہے کہ مومنوں کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں اور کس چیز کے بد لے میں خریدے ہیں؟  
﴿إِنَّ اللَّهَ الْجَنَّةَ﴾ اس کے بد لے میں ان کے لیے جنت ہے۔ مومن کرتے کیا ہیں؟ ﴿يَقْتَلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ لڑتے ہیں،  
اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ دنیا میں لڑائیاں تو بہت ہیں کسی کا کوئی مقصد ہے کسی کا کوئی مقصد ہے، کوئی کسی شے کے لیے لڑتا ہے کوئی  
کسی شے کے لیے لڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ لڑائی پسندیدہ ہے جو نبی سلیل اللہ عزیزی جائے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تشریف فر تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت! کچھ لوگ مال  
نیمت کے لیے لڑتے ہیں اور کچھ لوگ بہادری کے جو ہر دکھانے کے لیے لڑتے ہیں بعض کسی اور مقصد کے لیے لڑتے ہیں تو  
کیا یہ بھی فی سبیل اللہ کی مدد میں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ ہے قاتل لشکر  
نکیمة اللہ العلییا جو لڑتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بند کرنے کے ہیے۔ اللہ تعالیٰ کے وین کی سر بندی کے لیے جو لڑتا ہے وہ  
نہ سبیل اللہ ہے۔

### شہادت کی اقسام

اور شہادت کی بڑی قسم یہی ہے اس کے علاوہ اور بھی بڑی قسمیں ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے جو آدمی مکان سے گر کر مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو پانی میں ڈوب کر مر جائے وہ بھی شہید ہے، آگ میں جل جائے وہ بھی شہید ہے، نمونیاں میں مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو خفیہ اپنی جان کا وفاع کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے، سواری سے گر کر مر جائے وہ بھی شہید ہے، جو سائب ڈسٹ کی وجہ سے مر جائے وہ بھی شہید ہے، اپنے مال کا تحفظ کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے، لیکن سب سے بلند مقام اس شہید کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے مارا جائے۔

پہلے لوگ بہت سمجھدار تھے وہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے دین کو مقدم رکھتے تھے اور کامیابی ان کے قدم چوتھی تھی۔ اب لوگوں نے دنیا کو مقصد بنالیا ہے یہ دیوانے لوگ ہیں ان کو کامیابی اور فتح بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَيُقْتَلُونَ وَيُقْتَلُونَ﴾ پس وہ قتل کرتے ہیں وہ شہروں کو اور خود بھی قتل کیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوتے ہیں ﴿وَعَدَ اللَّهُ عَزَّ ذِي قُوَّةٍ حَطَّابَهُ وَعْدُهُ بِإِنَّ رَبَّكَ إِنَّ رَبَّكَ رَحِيمٌ وَالْأَنْجِيلُ وَالْقُرْآنُ هُنَّ تُورَاتُ مِنْ أُرْجِلٍ مِنْ أُرْجِلٍ مِنْ أُرْجِلٍ مِنْ أُرْجِلٍ﴾ [آل عمران: ۱۲۲] اور کون زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے بات کہنے کے اعتبار سے۔

فرمایا ﴿وَمَنْ أَذْنَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ هُنَّ لَا يَبْلُغُونَ زِيَادَةَ الْمُرْسَلِينَ﴾ اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے عہد کو اللہ تعالیٰ سے۔ سب سے سچا وعدہ تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے لہذا اس نے جو مجاہدین کے ساتھ وعدہ کیا ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اس کے لیے وعدہ پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ مخلوق سے وعدہ خلائقی ہو سکتی ہے کہ مخلوق عاجز اور قادر ہے۔ بعض دفعہ آدمی وعدے میں مخلص بھی ہوتا ہے مگر نبناہ نہیں سکتا اور بعض لوگ وعدے کو داؤ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ مستند یہ ہے کہ اگر تم نے کسی کے ساتھ کسی چیز کا وعدہ کرنا ہے تو سچ جسم کر کر دو کہ میں اس پر پورا اتر سکوں گا، مجھ سے یہ ہو سکے گا یا نہیں، اگر وہ کام ہو سکتا ہے اور تمہاری نیت سچ ہے تو پھر وعدہ کرو درستہ کرو۔ حدیث میں وعدہ خلافی منافق کی خصلت بتائی گئی ہے۔ فرمایا: إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ "جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔" مومین کا کام ہے وعدے کو پورا کرنا۔

### مولانا حسین احمد مدینی کا واقعہ

حضرت مولانا حسین احمد مدینی نے ایک جگہ وقت دیا تھا جگہ اسٹیشن سے دور تھی تانگہ دغیرہ کوئی سواری انہوں نے لیتے ہیے نہ بھی مبالغے میں رہے۔ حضرت اُنے دوڑ لگا دی خادم کو بھی دوڑ نا پڑا۔ خادم نے کہا حضرت اکیا دوڑ کرو وقت پر پہنچ جائیں گے؟ حضرت نے فرمایا دوڑ رہے ہیں اگر گر گئے تو قیامت والے دن یہ تو کہہ سکیں گے کہاے پروردگار اور وعدہ پورا کرنے کے لیے ہمارے اختیار میں اتنا ہی تھا، ہم یہی کچھ کر سکتے تھے۔ اندازہ لگا زان لوگوں کو وعدے کا کتنا احساس تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَإِنَّبِعْثُمُ الَّذِي بَأَيَّعْتُمْ بِهِ﴾ پس تم خوش ہو جاؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے مال اور جانیں جنت کے بد لے خریدیں ہیں اور رب تعالیٰ نی کمال شفقت دیکھو کہ ہے بھی سب کچھ اس کا یعنی مال بھی اس کا جانیں بھی اسی کی پھر فرمائے ہیں کہ میں نے تم سے خریدیں ہیں۔

ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں اسی لیے خود کشی حرام ہے اور اس پر گرفت ہے۔ اگر انسان اپنے وجدوں کی خواست نہیں کرتا تو گناہ گار ہے۔ گرمی میں گرمی سے نہیں بچتا اور سردی میں سردی سے نہیں بچتا، مزک اور لامن کر اس کرتے ہوئے بے اختیاطی کرتا ہے اور مر جاتا ہے تو گناہ گار رہا ہے۔

خود کشی کرنے والے کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ اس کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو کافر ہے اس کا جنازہ جائز نہیں ہے۔ اگر حرام سمجھتا ہے اور جذبات میں آکر کر لیتا ہے تو گناہ گار ہے اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ البتہ آنحضرت ﷺ نے صاحب اقتدار اور حاکم وقت کو خود کشی کرنے والے کا جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا ہے تاکہ خود کشی کا رجحان پیدا نہ ہو۔

آج کل اخبارات پر یہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خود کشی کا سلسلہ ہی چل پڑا ہے۔ یہ گناہ کی بات ہے۔ یہ جان رب تعالیٰ کی امانت ہے اور مال بھی رب تعالیٰ کی امانت ہے۔ اگر مال بھی بے جا خرچ کرے گا تو قیامت والے دون گرفت ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک روپے کا پناخا بھی چلانے گا تو قیمت والے دون اس کا حساب دینا ہو گا کہ اے بندے اپنے روپیہ تو نے بے جا کیوں خرچ کیا تھا۔ مگر آج شادیوں پر شریل پناخوں کا اتنا ذرگاہ دیتے ہیں کہ توبہ توبہ، (الْغَنِيظُ وَالْمَانُ!)۔ نہ محلہ والوں کو سونے دینے ہیں اور نہ خود سوتے ہیں۔

ان کو اگر کہو کہ اللہ کے بندوں روپے کی دینی مدرسے پر لگا دو، طالب علموں پر خرچ کرو، کہیں مسجد بناؤ تو اس طرف نہیں آتے۔ ان کے والوں پر ایسی مار اور لعنت پڑی ہے کہ ٹھاٹھاٹا کی طرف جاستے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ ان کے والوں پر تالے لگ گئے ہیں اور خوش نصیب ہیں وہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال اور جانیں خرچ کرتے ہیں  
﴿وَذَلِكَ هُنَّا الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ رب تعالیٰ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے۔

### سچھہ ۹۷۶

﴿الثَّاَپُونَ﴾ توبہ کرنے والے ہیں ﴿الْعَبْدُونَ﴾ عبادت کرنے والے ہیں ﴿الْحَمْدُونَ﴾ تعریف کرنے والے ہیں ﴿السَّاَبِحُونَ﴾ روزہ رکھنے والے ہیں ﴿الرَّكَعُونَ﴾ رکوع کرنے والے ہیں ﴿السُّجُدُونَ﴾ سجدہ کرنے والے ہیں ﴿الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ﴾ نیکی کا حکم کرنے والے ہیں ﴿وَالثَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ اور برائی سے روکنے والے ہیں ﴿وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی (حدود کی) حفاظت کرنے والے ہیں ﴿وَبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اور آپ خوش خبری سنادیں ایمان والوں کو ﴿مَا كَانَ لِلشَّيْءِ﴾ نہیں تھا حق نبی کریم ﷺ کے

﴿وَالَّذِينَ أَمْتُوا﴾ اور نہ ان کے لیے جو ایمان لائے ﴿أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِمُشْرِكِينَ﴾ کہ بخشش طلب کریں مشرکوں کے لیے ﴿وَلَوْ كَانُوا أَولَى قُرْبَةً﴾ اور اگرچہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ﴿مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ﴾ بعد اس کے ان کے سامنے واضح ہو چکا ﴿أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ﴾ کہ بے شک وہ دوزخ والے ہیں ﴿وَمَا كَانَ أَسْتَغْفِرُ أَبْرَاهِيمَ لَا يُبْدِي﴾ اور نہیں تھا بخشش مانگنا ابراہیم ﴿إِنَّمَا كَانَ إِنْسَانٌ﴾ کا اپنے باپ کے لیے ﴿إِلَّا عَنْ مَوْعِدٍ قَاتَلَ عَدَهَا إِيَّادُهُ﴾ مگر ایک وعدے کی بناء پر جو انھوں نے اپنے والد سے کر رکھا تھا ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ﴾ پس جب واضح ہو گیا ابراہیم میلتہ کے سامنے ﴿أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّتَنْهُ﴾ کہ ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے ﴿تَبَرَّأَ مِنْهُ﴾ تو اس سے بیزار ہو گئے ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَا وَآهَ حَلِيلُهُ﴾ بے شک ابراہیم ﴿إِنَّهُ آهَ وَزَارِيَ كَرَنَے وَالَّتَّهُ حَلِيلُهُ﴾ کرنے والے، حمل والے تھے ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضْلِلُ قَوْمًا﴾ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ گمراہ کردے کسی قوم کو ﴿بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ﴾ بعد اس کے کہ ان کی راہنمائی کی ہے ﴿حَلْقَةُ لَهُمْ مَا يَشْقَوْنَ﴾ یہاں تک کہ بیان کردے وہ باتیں جن سے انھوں نے بچنا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِلُّ شَيْءًا عَلَيْهِمْ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے باوشاہی آسمانوں کی اور زمین کی ﴿يُخْيِي وَيُمْبَثِّتُ﴾ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ﴿وَكَالْكُمْ قَبْنُ دُونَ اللَّهِ﴾ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سواتھ مبارکہ ﴿مِنْ وَلِيٰ ذَلِكَ صَنْفِي﴾ کوئی حمایت اور نہ کوئی مددگار۔ اس سے پہلی آیت کریمہ میں اس کا ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانبیں اور مال جنت کے بد لے خرید لی ہیں۔

### مومنوں کے اوصاف

آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے نمایاں اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ مومنوں کی پہلی صفت: ﴿الشَّاَبُونَ﴾ توبہ کرنے والے ہیں اگر ان سے گناہ بوجائے تو فوراً توبہ کرتے ہیں کیوں کہ گناہ پر اصرار کرتا ہوا گناہ ہے۔ فقہائے کرام ﴿مَتَّعْنَمُ فَرَمَّاَتِهِ﴾ فرماتے ہیں کہ صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے یعنی بار بار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور مومنوں کی صفت یہ ہے کہ گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتے ہیں۔

دوسری صفت: ﴿الْعَبْدُونَ﴾ عبادت کرنے والے ہیں۔ نہایت اخلاص سے نماز ادا کرتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، حج کرتے ہیں یہ بڑی بڑی عبادتیں ہیں۔ ﴿الْحَمْدُونَ﴾ تعریف کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی ہر وقت اور ہر حال میں، راحت میں، تکلیف میں، غمی میں، خوشی میں، سفر میں، حضر میں سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيْمِ وَغَيْرِهِ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

﴿الشَّاَبُونَ﴾۔ اس کا ایک معنی ہے روزہ رکھنے والے۔ آنحضرت ﴿صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ نے فرمایا: ((سَيَاحَةُ أَمْقَى الصِّيَامَ))

”میری امت کی سیحت روزہ رکھنا ہے۔“ تو اس حدیث کی روشنی میں ﴿الا شاہنون﴾ کا ترجمہ ہو گا روزہ، میتے والے ہیں۔ بعض مفسرین کرام ﷺ نے یہ لفظ سیر و سیاحت کے معنی میں لایا ہے۔ تو اس وقت میت ہو گا پڑنے ہے جسے کامومن اللہ تعالیٰ سے راستے میں جہاد کے لیے پڑتے ہوتے ہیں۔ کیوں کہ جہاد کے لیے بھی چنان پڑتا ہے۔ بعض علماء نے اس سے دینی طلبہ ”لیے ہیں کہ وہ بھی سفر کر کے دینی مدارس میں جائیتے ہیں دین حاصل کرنے کے لیے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ﴿الشانون﴾ سے مراد مجاہرین ہیں کہ جب کسی علاقے میں کفر کا غلبہ ہو جائے تو وہ دہاں سے تہبرت کر جاتے ہیں۔ بہر حال ان معانی میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس کا مصدقہ روزہ رکھنے والے بھی ہیں، طالب علم بھی ہیں، مجاہد بھی ہیں اور مجاہد بھی ہیں۔

﴿الرَّكْعُونَ﴾ رُوٹ کرنے والے ہیں ﴿الشَّهِدُونَ﴾ سجدہ کرنے والے ہیں ایمان سے۔ جس آدمی نے رُوٹ حجود ایمان سے ساختا ہے، رُوٹ سے انہوں کو تھوڑا سا قومتہ کیا، دونوں سجدہ کے درمیان قعدہ نہ ہیا اس نے اپنی وقت کی خاصیت کیا ہے۔ نماز اس سے منہ پر مارنے جائے گی۔ ﴿الْأَمْرُونَ بِالصَّرْفِ﴾ نیکی کا حکم کرنے والے ہیں، نیکی کی تعصیم دیتے ہیں ﴿وَالظَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ اور برلنی سے روکنے والے ہیں ﴿وَالْحَفَظُونَ لِمُحَذَّذَ وَالنَّوْبَ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے احکام میں حدوں کی خفاخت کرنے والے ہیں۔ یعنی صرف دوسروں کوئی امر بالمعروف اور نہیں عن المکر نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خود بھی ان چیزوں کی پابندی کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے مومنوں کی موٹی موٹی اوصاف بیان کر کے فرمایا ﴿وَيَقُولُ الرَّبُّ وَمِنْ فِي أَنْفُسِهِ﴾ اور آپ خوشخبری سنادیں ایمان والوں کو اور اس کے برعکس مشرکوں کے لیے آپ ﴿لَا يَنْتَهِ الْأَيَامُ وَمَا يَعْمَلُونَ﴾ کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے سنبھالیے ہم کے سنبھالیے ہم کے سنبھالیے ہم کی بڑی خدمت کی ہے اور اس خدمت کا اسے صد بھی ملاک جہنم کا سب سے بہتر اعذاب اس کو ہو گا کہ اس کو آگ کا جوڑا پہنایا جائے گا جس سے اس کا داماغ اس طرح ابھی جس طرح تیز آگ پر ہانڈی اٹتی ہے۔ سمجھو دار ہونے کے باوجود اس نے اپنادھر انہیں چھوڑا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ چچا جان کلہ پڑھ لوتا کہ میں آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے آچھے کہہ سکوں۔ کہنے لگا ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ دِينَ مُحَمَّدٍ وَمِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ النَّبِيَّةِ وَدِينِنَا﴾ اور البت تحقیق میں جانتا ہوں کہ تمہارا دین دنیا کے تمام دینوں سے سچا اور کھرابے۔“ مگر میں اپنا دھرا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یہ خلاصہ اس کے جواب کا۔

فوٹ ہو گیا تو آنحضرت ﷺ اس کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے لیکن مغفرت کی دعا کی کرائے پر وو دکار! اس بنے میری بڑی خدمت کی ہے تیرے خزانوں میں کوئی کی نہیں ہے اس کو بخش دے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام خود کا نہیں بھی اپنے بڑوں کے لیے جو شرک پر مرے تھے دعا میں شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم مازل فرمایا ﴿فَاكَانَ لِشَفَاعَةً وَالنِّعْنَاثُ أَمْوَالًا﴾ نہیں تھا لائق نبی کریم ﷺ کے اور نہ ان کے لیے جو ایمان لائے ﴿أَنَّ إِشْطَافُهُ الْمُتَشَفَّرُ كَفِيرٌ﴾ کہ بخوبی طلب کریں۔ مشرکوں کے لیے ﴿وَلَوْ كَانَتِ الْأَوْلَى فَلَنِي﴾ اور اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ﴿وَمَنْ يَقْتَلْ فَانْتَلَقْ لِهُ اللَّهُ أَنْهُمْ أَخْبَرُ الْجَهَنَّمِ﴾ بعد اس کے کہ ان کے سامنے واضح ہو چکا کہ بے شک وہ دوزخ والے ہیں۔ کہ انہوں نے کلے کا انکار کر دیا اور کفر پر

مرے تو ان کے لیے مغفرت کی نبی دعا کر سکتے ہیں اور نہ مومن کر سکتے ہیں۔

اب سوال یہ بیدا ہوتا ہے کہ ابراہیم ﷺ کے والد جن کا نام آزر تھا۔ ساتویں پارے میں ہے ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا يُؤْمِنُ أَذْرٌ﴾ "اور جب کہا ابراہیم ﷺ نے اپنے باپ آزر کو ﴿أَشْكُنْ أَصْنَامَ الَّهَ﴾ تو ہتوں کو معبد بناتا ہے ﴿إِنَّ الْمَلِكَ ذُقْوَمَدِنِيْنَ﴾ [انعام: ۲۷] بے شک میں تجھے اور تیری تو مکو محلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔ "حضرت ابراہیم ﷺ نے اپنے باپ کو بڑا سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور آخر و مبتک شرک پر ڈالا رہا۔ تو اس کے لیے مغفرت کی دعا کیوں مانگی تھی؟

اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں ﴿وَمَا كَانَ اسْتَغْفِرًا لِإِبْرَاهِيمَ لَا يُؤْمِنُ﴾ اور نہیں تھا بخشش مانگنا ابراہیم ﷺ کا اپنے باپ کے لیے ﴿إِلَاعِنَ مُؤْمِنَةً وَعَذَّبَهَا إِيَّاهُ﴾ مگر ایک وعدے کی بنا پر جو انہوں نے اپنے والد سے کر رکھا تھا۔ جس کا ذکر سورۃ مریم آیت نمبر ۷۲ میں ہے کہ ابراہیم ﷺ نے اپنے والد کو سمجھایا جب وہ نہ مانا تو کہا ﴿سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ تَرَبَّى إِنَّهُ كَانَ إِنْ حَفِيَّاً﴾ میں بخشش طلب کروں گا تیرے لیے اپنے پروردگار سے بے شک وہ میرے ساتھ بہت میربان ہے۔ اور امید تھی کہ یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے گا اور بخشش کا ابل ہو جائے گا۔ ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَذْوَتِهِ﴾ پس جب واضح ہو گیا ابراہیم ﷺ کے سامنے کہ بے شک ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے ﴿تَبَرَّأَ أَمْمَةً﴾ تو اس سے بیزار ہو گئے۔ بیزاری کا اعلان کر دیا پھر ان کے لیے مغفرت کی دعا نہیں مانگی۔ اور مشرک، کافر کے لیے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بھی دعاماً نگے توقیل نہیں ہوتی۔ آپ حضرات پہلے تفصیل پڑھ چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ نے رئیس المذاقین عیداللہ ابن ابی کو اپنا کرتہ بہ طور کفن کے پہنایا، اپنا العاب مبارک اس کے بدن پر ملا اور اس کا جنازہ پڑھایا۔ یہ کوئی معنوی بات نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ستر مرجبہ بھی استغفار کریں تو ﴿فَلَمَّا تَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ ان کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشنے گا۔

فرمایا ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَا إِذَا حَلَّتِمْ﴾ بے شک ابراہیم ﷺ آہ وزاری کرنے والے (انہائی نرم دل) جمل والے تھے ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضْلِلُ قَوْمًا﴾ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسا کہ مگر اہ کردے کسی قوم کو ﴿بَعْدَ إِذْ هَلَّتِمْ﴾ بعد اس کے کہ ان کی راہنمائی کی ہے ﴿حَتَّىٰ يَبْيَقَنَ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ﴾ یہاں تک کہ بیان کردے وہ باقی جن سے انہوں نے پچنا ہے۔ ایک ہدایت تو فطری طور پر ہر آدمی میں موجود ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے ((كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ)) "ہر بچے کو اللہ تعالیٰ فطرت اسلام پر پیدا فرماتے ہیں۔" اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھی، کتاب میں نازل فرمائیں اور حق کی آواز پہنچانے والے بھیجا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے پرogram کی خوب تشریف کرتے ہیں خدا کی خوشی اور ناراضی سے آگاہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد اگر کوئی مگر اہ ہوتا ہے تو ہوتا رہے زبردستی اللہ تعالیٰ کسی کو مگر اہ نہیں کرتا۔ ہدایت کے اسباب اس نے نازل اور پیدا کر دیئے ہیں، جنت تمام کر دی ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِلُّ شَيْءًا عَلَيْهِمْ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، اس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں ہے۔

اس کی شان یہ ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے لیے بے باشائی آسمانوں کی

ذخيرة الجتان في تعلم القرآن: حصہ ⑧

اور زمین کی۔ خالق بھی وہی ہے، مالک بھی وہی ہے، زمین اور آسمانوں میں تصرف کا اختیار بھی اسی کو ہے اس کے سوا یہ اختیارات اور کسی کو حاصل نہیں ہیں اور نہ ہی اس نے کسی کو دیے ہیں۔ ﴿لَهُ تِبْيَانُ الْأَنْجِيلِ﴾ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اس کے سوا اور کسی کے پاس موت و حیات کا اختیار نہیں ہے ﴿وَمَا لَكُمْ فِيمَا ذُنِّيَ اللَّهُ عِنْهُ وَلَيَدُلُّ أَنْصَافُهُ﴾ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سو اتمہارا کوئی حیاتی اور نہ کوئی مددگار۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت اور عذاب آئے گا تو شخص کوئی نہیں بچا سکے گا نہ زبانی طور پر حمایت کر سکے گا اور نہ عملی طور پر کوئی تمہاری مدد کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سب کچھ کرنے والی ہے۔

﴿لَقَدْ شَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ هُبَّةٌ تَحْقِيقٌ رَجُوعٌ فَرِمَا يَا اللَّهُ تَعَالَى نَفْنَافِ بَنِي مَلَكَتِ الْيَمَمَ بِرَبِّهِ وَالْمُهَجِّرِ بَنَى وَالْأَنْصَارِ هُبَّةٌ﴾ اور  
ہبہ اجریں اور انصار پر ﴿أَلَّذِينَ أَتَبْعَدُوهُ فِي سَاعَةِ الْخُسْرَةِ﴾ جنہوں نے نبی کا انتباع کیا تگلی کی گھری میں ﴿مِنْ  
بَعْدِهِ﴾ بعد اس کے ﴿مَا كَادَتِرَبِّيْمُ قُلُوبُ فَرِيْقَيْ قَنْهُمُ﴾ قریب تھا کہ ٹیز ہے ہو جاتے دل ان میں سے ایک فریق  
کے ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا ان پر ﴿إِنَّهُ يُهُمْ مَرْغُوفٌ بِرَحْيَمٍ﴾ بے شک وہ ان کے ساتھ  
شفقت کرنے والا ہم بران ہے ﴿وَعَلَى الْقَلْمَةِ الْأَنْبَيْتَ خُلِقُوا﴾ اور ان تمیں پر بھی رب تعالیٰ نے رجوع فرمایا جن کا  
معاملہ پیچھے رکھا گیا تھا ﴿حَتَّى إِذَا صَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْرَاضُ هُبَّهُ يَہاں تک کہ جب شنگ ہو گئی ان پر زمین ﴿بِمَا  
تَرَاحَمْتُ﴾ با وجود کشادہ ہونے کے ﴿وَصَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْقَسْهُمُ﴾ اور شنگ ہو گئیں ان پر ان کی جانیں بھی ﴿وَظَلُّوَا  
أَنْ لَأَمْلَجَ أَعْنَ أَشْوَأِ الْأَنْيَبِ﴾ اور انہوں نے یقین کر لیا کہ کوئی جائے بننا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مگر اسی کی  
طرف سے ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رجوع فرمایا ﴿لِيَتُوبُوا﴾ تاکہ وہ توبہ کر لیں ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ  
الثَّوَابُ الرَّحِيمُ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پہ قبول کرنے والا ہم بران۔

مسلسل کئی رکوועوں میں غزوہ تبوک کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ سخت گری کا زمانہ تھا، کھیت پکے ہوئے تھے، مالی طور پر بھی تسلی  
تھی، سفر بڑا مشکل تھا۔ آنحضرت ﷺ کے اعلان کے بعد جہاد کے لیے جانا فرض ہو گیا خود آنحضرت ﷺ بھی تیار ہو  
گئے۔ اس فرض میں جن لوگوں نے کوتا ہی کی وہ دو قسم کے تھے۔ ایک تو منافق کہ جن کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی  
قدرومندی نہیں تھی انہوں نے حیلے بہانے کر کے رخصت لے لی اور آپ ﷺ نے ان کو رخصت دے بھی دی اور اس پر اللہ  
تعالیٰ نے تنبیہ بھی فرمائی کہ ﴿عَفَا اللَّهُ عَنْكُمْ يَهُ أَذْنَثَ لَهُمْ كُو﴾ "اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا آپ نے ان کو چھٹی کیوں دی؟"  
جانا تو انہوں نے تھا ہی نہیں آپ ﷺ کی رخصت کو انہوں نے جواز کا راستہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی اس سورۃ میں کافی  
تقریب فرمائی۔

دوسرے پیچھے رہ جانے والے دوں شخص مسلمان تھے۔ سات ان میں سے عام اور تین خاص تھے۔ عام اور خاص کا فرق ہوتا ہے۔ عام اگر غلطی کرے تو اس کی غلطی کو برداشت کیا جاتا ہے خاص غلطی کرے تو اس کو تنبیہ ہوتی ہے کہ اس کا مقام بلند تھا اس کی شان بلند تھی اس نے یہ حرکت کیوں کی۔ تو عام کی توفیر تو بقول ہو گئی اور وہ تین جو خاص تھے حضرت کعب ابن مالک بنی شویغ زادہ بدر کے سوا اسکی غزوہ میں پیچھے نہیں رہے اور غزوہ بدر میں اس لیے شریک نہ ہو سکے کہ اس موقع پر یہ سفر پر تھے۔ دوسرے سرارہ ابن ربیع بنی شویغ بدری صحابی تھیں اور تیسرا ہلال ابن امسیہ بنی شویغ بھی بدری صحابی تھیں۔ اور بدر والوں کا مقام صحابہ کرام بنی شویغ میں بہت بلند تھا۔

### حضرت عمر بن الخطوب کا بدریوں پر اہل بیت کو ترجیح دینا ہے؟

حضرت عمر بن الخطوب نے اپنے دوڑ خلافت میں اصحاب بدر کا وظیفہ فی کس چھ چھ ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا اور حضرت عباس بنی شویغ کا وظیفہ تجھیں بزرار سالانہ تھا۔ بعض حضرات نے اعتراض بھی کیا کہ حضرت! ان کو آپ نے بدریوں پر ترجیح دی ہے حالانکہ یہ بدر کے قیدیوں میں سے تھے۔ حضرت عمر بن الخطوب نے فرمایا کہ آنحضرت مسیح موعود کا فرمان ہے عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ ابِيهِ ”چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔“ اس نسبت کی وجہ سے میں ان کو اتنا وظیفہ دیتا ہوں۔ اور حضرت حسن بنی شویغ اور حضرت حسین بنی شویغ کا وظیفہ بھی چھ چھ ہزار سالانہ تھا۔ اس پر بھی بعض نے اعتراض کیا کہ حضرت بدر کے موقع پر تو ان کے ماں باپ کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔ حضرت علی بنی شویغ کی شادی حضرت فاطمہ بنی شویغ سے بدر کے بعد ہوئی ہے۔ ۳۵ میں حضرت حسن بنی شویغ پیدا ہوئے اور ۴۶ میں حضرت حسین بنی شویغ پیدا ہوئے۔ آپ نے ان کو بدریوں میں شامل کر دیا ہے ان کا تو اس وقت وجود ہی نہیں تھا۔ حضرت عمر بنی شویغ نے فرمایا کہ یہ آنحضرت مسیح موعود کے نواسے ہیں اس نسبت کی وجہ سے ان کا وظیفہ بدریوں کے برائی مقرر کیا ہے۔ اندازہ لگاؤ ان کو اہل بیت کے ساتھ کتنی محبت تھی اور غلط کاروں نے کچھ کا کچھ بنادیا ہے کہ یہ اہل بیت کے دشمن تھے، معاذ اللہ تعالیٰ۔ دشمن اس کا نام ہے؟

مہاجرین کا وظیفہ فی کس چار چار ہزار سالانہ تھا اور اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر بن الخطوب کو سازھے تین ہزار سالانہ دیتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! آپ نے مہاجرین کا وظیفہ چار چار ہزار مقرر فرمایا ہے اور اپنے بیٹے کا پانچ سو کم حالانکہ وہ بھی مہاجر ہے۔ حضرت عمر بن الخطوب نے جواب دیا کہ دوسرے مہاجر تو از خود آئے تھے اور یہ اپنے باپ کے ساتھ آیا تھا اس لیے اس کا وظیفہ کم مقرر کیا ہے۔ آج کا دور ہوتا تو کہتے کہ باپ کے ساتھ آیے ہے اور صدر کا بیٹا ہے لہذا اس کا وظیفہ زیادہ ہونا چاہیے۔

تو خیران تین خاص میں سے دو بدری صحابی تھے اور حضرت کعب ابن مالک بنی شویغ بھی بڑے بلند پائے کے صحابی تھے۔ آنحضرت مسیح موعود جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو یہ آپ مسیح موعود کے پاس آئے۔ آپ مسیح موعود نے پوچھا کہ اس سفر میں تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں شریک ہوئے؟ کھری کھری بات کہہ دی کوئی حیدہ بہانہ نہیں کیا کہ حضرت! سواری بھی تھی،

سلو بھی تھا، سفر خرچ بھی تھا جانے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں تھی صرف تن آسامی نے خراب کیا۔ انحضرت سونپنی یہ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ بائیکاٹ ہے، ان کے ساتھ کوئی میل جول نہ رکھتی کہ ان کو سلام بھی نہ کرے۔

حضرت کعب بن مالک بن شعو کی غستان کے بادشاہ کے ساتھ دوستی تھی جو کہ کافر تھا۔ اس کو معلوم ہوا تو اس نے رقد دے کر قاصد بھیجا کہ تیرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے تو میرے پاس آجائ۔ قاصد ناواقف تھا جس سے ان کے متعلق پوچھتا زبانے کوئی نہ چلتا صرف اشارہ رہتے کہ اس طرف جاؤں طرف جا۔ بالآخر وہ حضرت کعب بن مالک بن شعو کے پاس چکنچھی میسا اور رقعان کے حوالے کیا۔ وہاں تندور جل رہا تھا انہوں نے رقعہ پڑھ کر قاصد کے سامنے آگ میں بھینک دیا اور فرمایا کہ کافروں کو اتنی جرأت ہو گئی ہے کہ میرے ایمان پر ڈاکا ڈالنے لگے ہیں۔ میں نے غلطی کی ہے کہ غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوا، خطہ کار ہوں مگر رب تعالیٰ کی رحمت نے نا امید تو نہیں ہوں کہ کافروں سے جاملوں۔ قاصد کو فرمایا کہ میرے دوست کو اسی طرح جواب دینا جس طرح میں نے تیرے سامنے کیا ہے کہ اس کا رجھ میں نے تندور میں ڈال دیا ہے اور یہ کہ میں نے غلطی کی ہے خطہ کار ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید تو نہیں ہوں۔

بائیکاٹ کی حالت میں پچاس دن اور پچاس راتیں گزر گئیں اور ان کی بیویوں کو بھی حکم ہو گیا کہ ان کے قریب نہیں جانا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی توبہ قبول ہو گئی۔ اس کا ذکر ہے «لَقَدْ ثَابَ اللَّهُ عَلَى الْقَوْمِ الْمُتَّقِيِّينَ» البتہ تحقیق رجوع فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبی مسیح پیر پر «وَإِذَا لَمْ يَجِدُوا لِصَارِبًا أَوْ مَهَاجِرًا جَرِينَ أَوْ انصَارًا پَرْ كَانُوكُوَّنَاتِ بَعْدَ قَدْمِ رَكْحَاهُ» الَّذِينَ اتَّبَعُوكُمْ فِي سَاعَةِ الْفُتُورِ وَهُنَّ جَهُولُونَ نے نبی کا انتباع کیا تھا اسکی کی گھری میں۔ پنجہر تو معصوم ہے اور مہاجرین و انصار نے بھی آپ سے ملتے ہے کی پیروی کی، مخالفت نہیں کی۔ تو یہاں تاب کا معنی ان کو توبہ پر قائم رکھا جو دپبلے سے کرتے ہیں۔ اس لشکر کو جیش العزة ”اعلیٰ“ کے وقت سفر کرنے والا لشکر کہتے ہیں۔ سفر لباحتا، اگری کاموسم تھا، وہ دس آدمیوں کے پاس ایک سواری تھی، ایک میل سوار اور نو میل پیہل چنان ہوتا تھا۔ اسی سفر میں آپ سو سیلے ہئے نے ایک ایک بھجور رو دو آدمیوں کو دی، آدمی ایک کو آدمی دوسرے کو، یہ خوراک تھی۔ آدھار ان کیا کرے گا؟ یوں یعنی کوہ بھی کفاریت نہیں کر رہے۔

شدت پیاس کی وجہ سے صحابی کا بے ہوش ہوتا ہے۔

اس سفر میں یہ اتعہ بھی پیش آیا کہ ایک ساتھی پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر گیا۔ آواز لگائی گئی ہل مَعْ أَخْدِيْمَنْ فناہ کسی کے پاس پانی ہے؟ ”ستر بزار آدمیوں میں سے کسی کے پاس پانی نہیں تھا۔ کیوں کہ ایک روایت میں غزوہ توبوک میں شریک ہونے والوں کی تعداد ستر بزار بتائی گئی ہے۔ جان خطرے میں تھی اونٹ ذبیح کیا گیا اس کی اوجہزی تجویز کراس کو پانی پلا یا گیا تو اس کی جان بچی۔ ضرورت کے وقت اس کی اجازت ہے۔ جان خطرے میں ہوتا تھی شراب پی سکتے ہو کر جان خطرے میں نہ رہے۔ خنزیر اور صدر احرام ہیں لیکن اگر جان خطرے میں ہو تو اللہ تعالیٰ نے قرآن یا کہ میں کھانے کی اجازت دی ہے کہا۔

کھا سکتے ہو کہ جان نجیج جائے۔

توفر مایا انھوں نے شگی میں پیغمبر کی پیروی کی (وَمِنْ تَعْبُدُ مَا كَادُ) بعد اس کے کہ قریب تھا (يَزِيلُهُ فَلُؤْبُ قُرْبَتِي  
فَشَهْمُهُ) نیز ہے ہو جاتے دل ان میں سے ایک فریق کے (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ عَلَيْهِمْ) پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا ان پر کہ توبہ بر  
قام رکھا (إِنَّهُ يَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ تَرْجِيمُهُ) بے شک وہ ان کے ساتھ شفقت کرنے والا ہم بران ہے (وَعَلَى الْقَلْمَنَةِ الَّتِي  
أَوْرَانَ عَنْنَ) پر بھی رب تعالیٰ نے رجوع فرمایا ان کی بھی توبہ قبول ہو گئی جن کا معاملہ یچھے رکھا گیا تھا کعب ابن مالک، مرارہ  
ابن ربع، ہمال ابن امیرہ (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ حَقِيقِي إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْرَاضُ تَرْجِيمُهُ) یہاں تک کہ جب ان پر تنگ ہو گئی زمین (لَهَا مَأْرِجَتْ)  
با وجود کشادہ ہونے کے۔ کوئی آدمی ان کے ساتھ بات کرنے کے لیے تیار نہیں، سلام کا جواب تک کوئی نہیں دیتا، بیوی بھی  
بولنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

حضرت کعب ابن مالک (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ كَمَا زَادَ بَهَائِيَ الْبُقَاتِهِ) ان کا بڑا گہرا دوست تھا آنحضرت (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ) کے بائیکاٹ کے  
اعلان کے بعد یہاں کے پاس گئے کہ بھائی! تو تو میرے ساتھ بات کرے گا دروسوں نے تو بائیکاٹ کیا ہے۔ اس نے کوئی حواب  
نہ دیا خاموش رہے جب انھوں نے بار بار کہ تو کہنے لگے آنحضرت (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ) سے اجازت لے آؤ پھر بولوں گاور نہیں۔ گھرے  
دوست بھی بولنے کے لیے تیار نہیں ہیں (وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْسُهُمُ تَرْجِيمُهُ) اور تنگ ہو گئیں ان پر ان کی جائیں۔ ان کی جائیں بھی ان  
کے لیے وہاں بن گئیں کہ گھر کے افراد بھی سلام کلام کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں (وَظَفُوا أَنَّ لَا مَلْجَأَ مِنْ الشَّوَّالَ إِلَيْهِمْ) اور انھوں  
نے یقین کر لیا کہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آفت سے بچنے کے لیے مگر اسی کی طرف سے۔ چوں کہ ایمان  
پختہ تھا اس لیے سمجھتے تھے کہ رب تعالیٰ ہی نے معانی دینی ہے اور کوئی مل نہیں ہے۔

حضرت کعب ابن مالک (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ) کو بعض ساتھیوں نے کہا کہ آپ گفتگو کرنے کے ماہر تھے کوئی بہانہ بنا لیتے معانی مل  
جاتی پھر توبہ کر لیتے یہ تمہارے لیے آسان تھا۔ کہنے لگے توہ توہ آنحضرت (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ) کے سامنے جھوٹ بولتا اور میرے جھوٹے  
ہونے پر آپ (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ) کی گواہی ہوتی یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا میں نے کچی بات کہہ دی ہے اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ اس سچائی  
کی بنا پر ان کی توبہ قبول ہوئی۔

فرمایا (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ عَلَيْهِمْ) پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رجوع فرمایا (لَيَغُوُّبُوا) تاکہ وہ توبہ کر لیں۔ سچے دل سے توبہ کی  
اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ حضرت کعب ابن مالک (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ) جھے خاصے مال دار آدمی تھے۔ مدینہ منورہ میں بھی زمین تھی، خیبر میں بھی  
تھی اور مختلف جگہوں میں بھی تھی آنحضرت (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ) کی خدمت میں آکر کہنے لگے حضرت! اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی ہے  
اس پر میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنا سارا مال صدقہ کر دوں آنحضرت (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ) نے فرمایا سارا مال صدقہ نہ کرو اپنی بھی ضروریات  
ہوئی ہیں کچھ اپنے لیے بھی رکھو۔ یہ صدقہ اچھا نہیں ہے سارا مال صدقہ کر کے پھر دروسوں سے مانگتے پھر وہ۔

ایک موقع پر آنحضرت (لَمْ يَأْتِ بِكِتابٍ) تشریف فرماتھے کہ ایک دباؤ پلا آدمی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آیاں نے سوال

کیا اس کی حالت کو دیکھ کر آپ ملئیخا تم کو ترس آگیا آپ ملئیخا تم نے فرمایا کہ اس کی مدد کرو مختلف ساتھیوں نے اس کی مدد کی۔ ایک ساتھی نے سونے کی ذلتی دے دی۔ کسی اور نے دیکھا کہ یہاں تو سونال رہا ہے اس نے بھی سوال کر دیا کہ میں بھی غریب آدمی ہوں میری بھی مدد کرو۔ پہلے سوالی نے وہ سونے کا ٹکڑا انکال کر آنحضرت ملئیخا تم کو دیا کہ حضرت ایسا کو دے دیں یہ میرے سے زیادہ مستحق ہے۔ آپ ملئیخا تم نے وہ سونے کا ٹکڑا اس کو زور سے مارا اور فرمایا کہ ابھی تو مانگ رہا تھا اور اب دینے والا بن گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی خود ضرورت مند ہو تو آگے صدقہ نہ کرتا پھرے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اپنے گھر کی ضروریات پوری ہوں تو پھر صدقہ کرنا چاہیے۔ اور اگر گھر کے افراد مشکل میں ہوں تو سچی نور بننے کی ضرورت نہیں ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو بے قبول کرنے والا ہم ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ﴾ اے لوگو! جو ایمان لائے ہوڑ رہا اللہ تعالیٰ سے ﴿وَكُلُّ نَعْمَةٍ الصِّدْقَيْنَ﴾ اور ہو جاؤ بھول کے ساتھ ﴿مَا كَانَ لِأَقْرَبِ الْمَدَيْنَ﴾ نہیں تھا مناسب مدینہ طیبہ والوں کے لیے ﴿وَمَنْ حَوَّلْتُمْ﴾ اور تھا ان لوگوں کے لیے جو مدینہ طیبہ کے ارد گرد رہتے ہیں ﴿فِينَ الْأَعْرَابِ﴾ دیہا ہیوں میں سے ﴿أَن يَسْخَلُفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ﴾ کہ وہ پیچھے رہ جاتے اللہ تعالیٰ کے رسول سے ﴿وَلَا يَرْغِبُوا إِلَيْنَا ثَقِيلُهُمْ﴾ اور نہ یہ مناسب تھا کہ وہ عزیز سختی اپنی جانوں کو ﴿عَنْ ثَقِيلِهِمْ﴾ اس کی جان سے ﴿ذَلِكَ بِإِيمَانِهِمْ﴾ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ﴿لَا يُصِيدُهُمْ كُلُّمَا ذَهَبُوا﴾ لانصب ﴿جَنَّكُو نہیں پہنچے گی پیاس اور نہ ﴿وَلَا مَحْصَةٌ﴾ اور نہ بھوک ﴿فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿وَلَا يَطْكُونَ مَوْطِئًا﴾ اور نہ وہ روندیں گے کسی راستے کو ﴿يَغْيِظُ الْكُفَارَ﴾ جو کافروں کو غصے میں ڈالے ﴿وَلَا يَنْكِلُونَ مِنْ عَذَابٍ شَيْلاً﴾ اور نہیں پائیں گے وہ دشمن سے کوئی غیرمت کامال ﴿إِلَّا كُتُبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ مگر یہ کہ ان سب کے بد لے میں لکھا جائے گا نیک عمل ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيقُ إِلَيْهِ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا ﴿وَلَا يُفْقِهُنَّ نَفْقَهَةً﴾ اور نہیں خرچ کریں گے کوئی خرچہ ﴿صَغِيرٌ هُوَ وَلَا كَوِيرٌ هُوَ﴾ چھوٹا اور نہ بڑا ﴿وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيَّا﴾ اور نہ طے کریں گے وہ کسی میدان کو ﴿إِلَّا كُتُبَ لَهُمْ﴾ مگر ان کے لیے نیکی کوئی جائے گی ﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ﴾ تا کہ بدلہ دے ان کو اللہ تعالیٰ ﴿أَخْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ بہتر اس کام کا جو وہ کرتے رہے۔

کافی تفصیل سے تم سن چکے ہو کہ ۹۵ ربج کے مینے میں غزوہ توبک کا سفر پیش آیا۔ گرمی کا موسم تھا فصل پکی ہوئی تھی سر لبا تھا روم کی تجربہ کا رفوج کے ساتھ مقابلہ۔ اس زمانے میں دو ہی بڑی حکومتیں تھیں روم اور ایران۔ روم کے پادشاہ کا لقب

قیصر ہوتا تھا اور یہ عیسائی تھے اور ایران کے بادشاہ کا لقب کسری ہوتا۔ ان دو حکومتوں کے ملاوہ جو حکومتیں تھیں وہ سب ان نے جا شیہ بردار اور ان کی دم چھلانگ تھیں۔ اس سفر میں منافقین نے مختلف حلبوں بہانوں سے جان چھڑائی سوائے چند منافقوں کے وہ مجبور اُگئے اور مخلص مسلمانوں میں سے وہ آدمی تن آسانی اور سستی کی وجہ سے نہیں گئے۔ جن میں سے سات کی توبہ فوراً قبول ہو گئی اور تین کی توبہ کا ذکر تم گزشتہ درس میں سن چکے ہو کہ ان کی توبہ پچاس دنوں کے بعد قبور ہوئی۔ انہوں نے نہ جانے پر کوئی حیلہ بہانہ نہیں نیایا بلکہ حق کہہ دیا کہ ہم نے تن آسانی کی وجہ سے سستی کی ہے۔

سچوں کا ساتھ دو ۱۷

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَاۤ اِيمَانُهُمْ بِمَا ذُرَوا نَهَدَ اللَّهُ بِهِۚ﴾ ذر و انہ تعالیٰ سے، اس کے احکام مانو،  
نا فرمائی نہ کرو ﴿وَمَنْ يُؤْمِنُ بِأَقْرَبِ الظِّرْفَيْنِ﴾ اور ہو جاؤ، جھوٹ کے ساتھ۔ جن لوگوں نے سچ بولا اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور  
ان سے راضی ہو گیا اور جھوٹوں نے جھوٹ بولا ان کے متعلق فرمایا ﴿يَخْلُفُونَ لِكُلِّ تَرْضُوٍ عَنْهُمْ﴾ ”منافق تمہارے سامنے جھوٹی  
شیئیں اٹھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ﴾ (فَإِنْ تَرْضُوَ عَنْهُمْ) پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرِضُ عَنِ  
الْقَوْمِ الْفَاسِدِينَ﴾ [الجیہ: ۹۲] لے شک اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا فاسد قوم سے۔“

قرآن کی یہ آیت کریمہ بتلارہی ہے کہ جو لوگ ہے یہیں عقیدے کے لحاظ سے، عمل کے لحاظ سے، اخلاق کے لحاظ سے، یہاںی لحاظ سے ان کا ساتھ دینا چاہیے اور جھوٹوں کا ساتھ نہیں دینا چاہیے۔ مگر آج مصیبت یہ ہے کہ لوگوں نے دھرمے بازی برادری سُنم کو اپنا پایہ ہوا سے اور حق و باطل کی تیزی نہیں کرتے۔

غزدہ ٹبوک میں شرکت نہ کرنے والوں کو شنبیہ ۰

آگے اللہ تعالیٰ نے غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں کو تنبیہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿مَا كَانَ لِأَفْلَى الْمُدَيْنَةَ﴾ نہیں تھا میں سب مدینہ طیبہ میں رہنے والوں کے لیے ﴿وَمَنْ حَوَّلَهُمْ مِّنَ الْأَخْرَابِ﴾ اور نہ ان لوگوں کے لیے مناسب تھا جو مدینہ طیبہ کے ارد گر در ہے جس دیپاٹیوں میں سے ﴿أَنَّ يَسْخَلُفُوا عَنْ مَرْسُولِ اللَّهِ﴾ کوہ پیچھے رہ جاتے اللہ تعالیٰ کے رسول سے نہیں لے سکتے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تو اس بے سفر میں تکالیف برداشت کرے اور آپ سے نہیں لے پڑے پر ایمان لانے والے، آپ سے نہیں لے کا کلمہ پڑھنے والے شخص بوکر گھروں میں بیٹھیں آپ سے نہیں لے جہاد کے لیے جائیں اور تم گھروں میں آرام کرو یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا ﴿وَلَا يَرْعَبُوا أَنْ قُيْمُ عَنْ نَفْسِهِ﴾ اور نہ یہ مناسب تھا کہ وہ عزیز بحثتے اپنی جانوں کو آپ سے نہیں لے کی ذات سے۔

آنحضرت سنهیله نے فرمایا: ((لَا يُؤْمِنَ أَحَدٌ كُفَّارَ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِيهِ وَوَلَيْهِ وَالثَّالِثِ  
أَخْتَمْعِينَ)). تم میں سے کوئی آری اس وقت تک مومن نہیں ہوا کہا تے باں تک میں اس کو زیادہ محیوب ہو جاؤں اس کی اولادے

اس کے ماں باپ سے اور تمام انسانوں سے۔“ اور بحث کا پانچھراؤ میں لگتا ہے کہ ایک طرف آنحضرت ﷺ کا ارشاد اور فعل بر دوسری طرف ماں باپ ہوں یا اولاد جو اس کے خلاف چاہتے ہوں تو پانچھرے کا کہ آنحضرت ﷺ کے قول فعل کو ترجیح دیتا ہے یا ان کی بات مانتا ہے۔ اگر ماں باپ وغیرہ کے طریقے پر چلتا ہے تو مسلمان نہیں ہے۔ ایک طرف آنحضرت ﷺ کا ارشاد اگر ای می اور آپ ﷺ کا فعل ہے اور دوسری طرف دوسراے لوگ ہیں اگر آپ ﷺ کے مقابلے میں ان کی بات مانے گا یا ان کے طریقے پر چلے گا تو مون نہیں ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے قسم اخفا کفر مایا ہے: وَاللَّهُ لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كُفُرُهُ ”اللہ تعالیٰ کی قسم ہے تم میں سے کوئی شخص موسن نہیں ہو سکتا۔“ اس کے بعد بے شک وہ اپنے آپ کو موسن کہلاتا پھرے۔

### مجاہد کا ہر فعل اور حرکت نیکی ہوتا ہے ہے

﴿ذلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصْنِعُونَ﴾ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ﴿لَا يُصْنِعُونَ﴾ نہیں پہنچے گی ان کو پیاس ﴿وَلَا نَصْبٌ﴾ اور نہ سفری تھکاوت ﴿وَلَا مَخْضُصٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ اور نہ بھوک اللہ تعالیٰ کے راستے میں ﴿وَلَا يَنْظُونَ مَزْطَلَانًا﴾ اور نہ وہ روندیں گے کسی راستے کو ایسا روندنا ﴿يَعْيِطُ الْكُفَّارَ﴾ جو کافروں کو غصے میں ڈالے۔ ظاہر بات ہے کہ موسن جہاد کے لیے راستے پر چلیں گے تو کافروں کو دکھ ہو گا ﴿وَلَا يَنْأُلُونَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدًا﴾ اور نہیں پائیں گے وہ دشمن سے کوئی نیمت کا مال ﴿إِلَّا كِتَابَ اللَّهِ يَهُوَ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ مگر یہ کہاں سب کے بدے میں لکھا جائے گا نیک عمل۔

جہاد کے راستے میں جو پیاس لگے گی یہ ان کی نیکی ہے، چلنے سے جو تھکاوت ہو گی وہ نیکی ہے، بھوک لگے گی وہ بھی نیکی ہے۔ کافروں کے ساتھ جہاد کے لیے سفر کافروں کو ناگوار ہے، یہ چنانچہ باعثِ ثواب ہے اور کافروں سے جو مال غیرت حاصل کیا اس پر بھی ثواب ملے گا۔ مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جب ایک قدم رکھتا ہے تو اس کی ادنیٰ ترین نیکی سات سو ہے ﴿وَإِنَّهُ يُضَعِّفُ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [آل عمرہ: ۲۶] اور اللہ تعالیٰ بڑھادے گا جس کے لیے چاہے گا۔“ عام حالات میں موسن کے لیے ایک نیکی کا اجر دس گناہ ملتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحُسْنَةِ فَلَهُ أَعْظَمُ أَمْثَالُهَا﴾ [آل عمرہ: ۱۴۰] ”جو شخص لا یا ایک نیکی اس کے لیے دس گناہ اجر ہے۔“ مثلاً: ایک شخص سلام کہتا ہے السلام علیکم۔ اس پر اس کو دس گناہیں ملیں گی، ایک درجہ بلند ہو گا، ایک صیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جائے گا اور علیکم السلام کہنے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔ وضو کی برکت سے صیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آنے پر ہر قدم کے بدے دس گناہیں ہیں اور اگر یہ نیت کر کے آئے کہ میں نے قرآن و حدیث کا درس سنتا ہے تو بھر ہر ہر قدم پر سات سو گناہیں ملیں گی۔

### ہر عمل کی قبولیت کے لیے تین شرائط ہیں

لیکن ہر عمل کی قبولیت کے لیے تین شرطیں ہیں۔ ① ایمان ② اخلاص ③ اتباعِ سنت۔  
اگر عقیدہ درست نہیں ہے تو نیکی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اخلاص نہیں ہے ریا کاری، دکھلوائے کے لیے عمل کیا ہے تو

ضائع ہو گیا، خلاف سنت کیا ہے تو بھی قول نہیں ہو گا اور جتنا ثواب آتے پر ملتا ہے اسی طرح واپسی پر بھی ہر چر قدم پر اتنا ہی ثواب ملتا ہے۔ اندازہ لگا کہ کتنا خیر ہو گیا۔ مسجد سے جتنا بھی دور ہو ہر چر قدم پر ثواب اتنا ہی ملے گا۔

مسجد نبوی کے آس پاس یہودیوں کے مکانات تھے جب مسجد نبوی میں اذان شروع ہوئی تو یہ بڑے پریشان ہوئے آشہدُ آنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ کی آواز جب ان کے کانوں میں پڑتی تو ان کے کلیج پھٹتے۔ آپس میں انہوں نے مشورہ کیا کہ جس چیز کو ہم گوار نہیں کرتے وہ چیز یہ ہمارے کانوں میں ڈالتے ہیں آشہدُ آنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ۔ پھر یہ نماز کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں جب ہمارے سینے جلتے ہیں پھر وہاں بیٹھ کر دین کی باتیں کرتے ہیں اور باہر سے وفاد آتے جاتے ہیں اس سے ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ چوں کہ یہودی امیر لوگ تھے کہنے لگے یہ مکانات کرانے پر دے دو اور دوسرے مکانوں میں چلے جاتے ہیں جو یہاں سے دور ہیں۔ نہ ان کی اذان کی آواز نہیں گے اور نہ ہی نماز پڑھتے دیکھیں گے۔ چنانچہ مشورے کے بعد یہودی دوسرے محلوں میں منتقل ہو گے۔

مسجد نبوی سے دور جہاں مسجد قبليتین ہے یہاں دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ آباد تھے۔ یہ وہاں سے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ مسجد نبوی کے پاس مکان کرانے پر مل رہے ہیں تو ہم وہاں جا کر رہیں۔ مسجد قریب ہو گی نماز کی پریشانی نہیں ہو گی۔ پھر کہنے لگے آنحضرت ﷺ سے پوچھ لو۔ آنحضرت ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے ان کی رضا کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت! آپ ﷺ کے علم میں ہے کہ ہم نماز میں شرکت کے لیے دور دور سے آتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ شدید گرمی میں اور بارش ہو تو رات کو آنا جانا مشکل ہوتا ہے۔ بوڑھوں کے لیے اگرچہ جوانوں کے لیے تو مشکل نہیں ہے۔

مجھے یاد ہے کہ میں جوانی میں اپنے گھر سے چل کر دوں منٹ میں نارمل سکول کی مسجد میں پہنچ جاتا تھا اور اب بوڑھا ہو گیا ہوں نہیں پہنچ سکتا۔ تو انہوں نے کہا حضرت! میں اجازت دے دیں کہ ہم مسجد کے قریب رہائش کر لیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تصحیح اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کیوں کہ جتنا دور سے آؤ گے اتنے قدم زیادہ ہوں گے نیکیاں زیادہ ملیں گی تو میں کم غنیمہ کا مشورہ کیوں دوں اور دوسری بات یہ ہے کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی محلہ مسلمانوں کے وجود سے خالی ہو۔ کوئی علاقہ کوئی محلہ مسلمانوں کے وجود سے خالی نہیں ہونا چاہیے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تصحیح جتنی بھی تکلیفیں پیش آئیں گی اللہ تعالیٰ کے راستے میں بھوک لگے گی، یہاں لگے گی، تھکاوت ہو گی یہ تمہارے نامہ اعمال میں نیکی کا حصہ جائے گی۔ یہاں تک کہ زمین کا رومندنا اور مال غنیمت کا حاصل کرنا بھی تمہارا نیک عمل تحریر ہو گا ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُعْصِيُهُ أَجْرُ الرُّحْسَانِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا ﴿وَ لَا يُغْنِيَنَّهُنَّ عَنْهُ أَوْ نَسِيسٍ﴾ اور نیس خرچ کریں گے کوئی خرچ ﴿صَفِيزَةٌ وَ لَا كَمِيزَةٌ﴾ چھوٹا اور نہ بڑا ﴿وَ لَا يُغْنِيَنَّ رَأْوِيًّا﴾ اور نہ طے کریں گے وہ کسی میدان کو ﴿إِلَّا لِتَبَتَّلَهُمْ﴾ مگر ان کے لیے نیکی کا حصہ جائے گی جس کا اولیٰ ترین بدله ساتھ سو ہے ﴿لِيَجُزِّيَنَّهُمُ اللَّهُ﴾ تاک

بدل دے ان کو اللہ تعالیٰ ﴿أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ بہتر اس کام کا جو وہ کرتے رہے۔

مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مقام عطا فرمایا ہے اور فی سبیل اللہ کی کئی مددات (شے) ہیں۔ ایک کافروں کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور ایک دین کا علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا ہے اور دین کی تبلیغ کے لیے سفر کرنا ہے اور حدیث پاپ میں آتا ہے کہ صحیح العقیدہ نماز، روزے کا پابند آدمی رزق حلال کے لیے سفر کرتا ہے یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ رزق کمانے کے لیے دکان پر جاتا ہے، کارخانے جاتا ہے، ملازمت پر جاتا ہے، مزدوری کے لیے جاتا ہے اس کا ہر قدم فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اور عقیدہ صحیح نہیں ہے نماز، روزے کا پابند نہیں ہے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ ایمان بنیادی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

### ~~~~~

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ اور مناسب نہیں مومنوں کے لیے ﴿لِيُغْرِفُوا حَالَةً﴾ کر کوچ کر جائیں سارے کے سارے ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فُرْقَةٍ﴾ پس کیوں نہیں کوچ کیا ہر خاندان میں سے ﴿وَقِئُهُمْ طَائِفَةٌ﴾ ایک گروہ ان میں سے ﴿لِيَتَقْتَلُهُوا فِي التَّيْئَنِ﴾ تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں ﴿وَلِيُئْذَنُوا أَتُوْمَهُمْ﴾ اور تاکہ وہ ذرا بھی اپنی قوم کو ﴿إِذَا أَسْجَعُوا إِلَيْهِمْ﴾ جس وقت کہ وہ واپس لوٹیں ان کی طرف ﴿لَعَلَهُمْ يَعْدُ مُرَوْنَ﴾ تاکہ وہ بخی جائیں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ﴿قَاتَلُوا الَّذِينَ يَكُونُونَ مِنَ الْكُفَّارِ﴾ لڑوان لوگوں کے ساتھ جو تمہارے قریب ہیں کافروں میں سے ﴿وَلَيُجِدُوا فِيْكُمْ عَلَاظَةً﴾ اور چاہیے کہ وہ پاکیں تمہارے اندر خختی ﴿وَإِنْ كُلُّهُوا﴾ اور تم جان لو ﴿أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ کہ بے شک اللہ تعالیٰ پر ہیز گاروں کے ساتھ ہے ﴿فَإِذَا مَا أُنْزِلَتِ الْكُورْنَا﴾ اور جس وقت اسکی جاتی ہے کوئی سورۃ ﴿فِيْهِمْ مَنْ يَقُولُ﴾ پس بعض ان منافقوں میں سے وہ جیسے جو کہتے ہیں ﴿أَتَيْكُمْ زَادَتُهُ هُنْذَهُ إِيَّا إِنَّا﴾ تم میں سے کس کا زیادہ کیا ہے اس سورۃ نے ایمان ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ پس بہر حال وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ﴿فَرَأَدْتُمْ إِيَّا إِنَّا﴾ پس وہ سورۃ ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہے ﴿وَفِيمْ يَسْتَبِرُونَ﴾ اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

### فقہ مطلوب ہے، فقہ کے بغیر چارہ نہیں ہے

اس سے قبل مسلسل کئی رکوع گزر چکے ہیں جن میں غزوہ جوک کا ذکر تھا جو ۶ ہو کو پیش آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی قیادت فرمائی۔ اس سورۃ میں منافقوں کی بڑی تردید فرمائی گئی کہ طاقت اور اسلحہ ہوتے ہوئے بھی تم نے جہاد میں کیوں شرکت نہیں کی حالانکہ اپنے آپ کو مون کہتے ہو۔ مومن ہو تو پھر حکم کیوں نہیں مانا اور جو مخلص مومن شریک نہیں ہوئے تھے ان کو

بھی بذاخت سے کہا گیا۔ غزوہ تبوک کے بعد ایک چھوٹا سا غزوہ پیش آیا تھا اس میں مومنین کا اختلاف ہے کہ وہ غزوہ نوجہ زیر تھا یا کوئی اور۔ اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ نے خود تشریف نہیں لے گئے کہ ضرورت نہیں تھی۔ اس غزوہ میں ضرورت سے زیادہ لوگ چلے گئے تھے حالاں کہ اتنے آدمیوں کے جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ جب آنحضرت ﷺ نے مسجد میں تشریف لائے تو آدمی بہت تھوڑے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ جس طرح جہاد میں نہ جانا گناہ ہے اسی طرح ضرورت سے زیادہ آدمیوں کا جانا بھی اچھی بات نہیں ہے۔

الله تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لَيَتَّقَرَّرُوا كَافِرَةً﴾ اور من سب نہیں ہے مومنوں کے لیے کہ کوچ کر جائیں جہاد کے لیے سارے کے سارے ﴿فَلَوْلَا أَنْفَرُ﴾ چس کیوں نہ کوچ کیا ﴿مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ﴾ ہر خاندان میں سے ﴿وَمِنْهُمْ طَاغِيَةٌ﴾ ان میں سے ایک گروہ۔ ہر خاندان میں سے کچھ آدمی چلے جاتے باقی رہ جاتے ﴿لَيَسْفَقُهُوْ فِي الدِّينِ﴾ تاکہ آنحضرت ﷺ نے کی خدمت میں رہنے والے دین کی سمجھ حاصل کرتے۔ کیوں کہ آپ ﷺ کی مجلس میں بر وفت دین کی باتیں ہوتی تھیں۔ اگر صحابہ کرام ﷺ دین نہ سکھتے اور نہ پہنچاتے تو کلمہ اور دین کسی تک نہ پہنچتا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین کا سبق دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ فتح بھی بڑی چیز ہے۔ سطحی قسم کے لوگ ہیں جو فقد کی سخت مخالفت کرتے ہیں حالاں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تفقہ فی الدین مطلوب ہے۔ بخاری شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ يُرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفْعِلُهُ فِي الدِّينِ)) اللہ تعالیٰ جس شخص کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ، دین کی فناہت عطا فرماتے ہیں۔ جس کو دین کی سمجھ ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ قضاۓ حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت آٹھو سال تھی۔ ان کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ آپ ﷺ واپس تشریف لائیں گے تو طہارت کریں گے۔ انہوں نے پانی کا ایک لوٹا کر رکھ دیا۔ آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ باپر وہ جگہ پر لوٹا رکھا ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ((عَنِي يَضْطَعُ هُنَّا)) یہ لوٹا یہاں کس نے رکھا ہے؟“ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت ایس نے رکھا ہے۔ آپ ﷺ کے دل میں رقت پیدا ہوئی کہ بچے کو کیسا خیال آیا ہے کہ لوٹا میا کیا، پانی میا کیا، پھر باپر وہ جگہ پر رکھا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی ((أَللَّهُمَّ عَلِمْنَا التَّلَاقَ وَلَيْلَ)) ”اے اللہ! اس بچے کو قرآن پاک کی تفسیر کا علم عطا فرماء (وَفَقِيهَ فِي الدِّينِ) اور اس کو دین کی سمجھ عطا فرماء، فناہت عطا فرماء۔“ لہذا فتنہ کا انکار ہے اور حدیث کا انکار ہے۔

یاد رکھا! سارے مسئلے قرآن پاک میں موجود نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں اصول موجود ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے نماز کا مسئلہ ہی لے لو۔ قرآن کریم میں پانچ نمازوں کی تفصیل موجود نہیں ہے کہ فجر کے دو فرض ہیں، ظہر کے چار فرض ہیں، عصر کے چار فرض ہیں، مغرب کے تین فرض ہیں، عشاء کے چار فرض ہیں، فجر کی دو غنیم ہیں اور ظہر کے فرضوں سے پہلے چار

سنتِ مؤکدہ ہیں اور دو بعد میں ہیں اور مغرب کے فرضوں کے بعد دو سنتیں مؤکدہ ہیں اور عشاء میں دو سنتِ مؤکدہ اور تین وتر واجب ہیں باقی تسلیل ہیں۔ تفصیل قرآن پاک میں کسی جگہ بھی موجود نہیں ہے۔ اگر حدیث کی طرف رجوع نہیں کرو گئے تو قرآن سمجھنے سی آئے گا اور اگر فدقہ کی طرف رجوع نہیں کرو گئے تو حدیث سمجھنے سی آئے گی۔ تمام مسائل صراحت کے ساتھ نہ قرآن میں ہیں اور نہ حدیث میں۔ قرآن و حدیث سے قیاس کے ذریعے جو مسئلہ نظر گا وہ بھی دین ہے۔

۱۰ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبلؓ میتوں کے ایک صوبے کا گورنر بنایا کہیجا چاہا کیوں کہ میں کے دو صوبے تھے۔ ایک صوبے کا گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بنایا گیا تھا یہ معمر آدمی تھے حضرت معاذ ابن جبلؓ میتوں کو عمر صالح تھے انہوں نے معدودت کی کہ حضرت! گورنر کا عہدہ بڑا ہم عہدہ ہے اور میں تو جوں آدمی ہوں اور میں میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں، یہودی، عیسائی، مجوہ اور سلمان۔ ایسے علاقوں میں فصلے اور حکمرانی کرنا مشکل کام ہے۔ سب فرقوں کو مسلمان کرنا آسان کام نہیں ہے۔ جہاں ایک ذہن کے لوگ رہتے ہوں وہاں حکمرانی آسان ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میں نے منتخب کیا ہے جانا پڑے گا پھر تکرار نہیں کی تیار ہو گئے۔

رخصت کرتے وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے کوئی جگڑا آئے تو تو اس کا فیصلہ کیسے کرے گا؟ قالَ أَقْضِيَ بِكِتَابِ اللَّهِ الْأَنْوَهُونَ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا قالَ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَظِّمُ فِي كِتَابِ اللَّهِ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مجھے نہ ملے تو پھر تو کیا کرے گا؟ قالَ فَإِسْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ الْأَنْوَهُونَ نے کہا کہ پھر میں سنت رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا قالَ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَظِّمُ فِي سُنْنَةِ رَسُولِ اللَّهِ الْأَنْوَهُونَ آپ ﷺ نے فرمایا اگر سنت رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا اور کتاب اللہ میں مجھے نہ ملے تو پھر کیا کرے گا؟ قالَ أَجْتَهِدْ بِرَبِّي وَلَا أَنْوَهُونَ نے فرمایا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کروں گا فَصَرَّبَ رَسُولُ اللَّهِ صَدْرَهَا۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ میتوں کی چھاتی پر (رضاء اور شفقت کا) ہاتھ مارا فَقَالَ اللَّهُمَّ يَنْهَا الَّذِي وَقَقَ رَسُولُ اللَّهِ رَسُولُ اللَّهِ لِمَا يَرْضِي لِمَا يَنْهَا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و شناہی جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ تعالیٰ کا رسول راضی ہے۔

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوئی کہ جو پیش آمدہ مسئلہ قرآن و حدیث میں نہل سکے اس میں محمد کا اجتہاد و قیاس کرنا اور اپنی رائے سے اس کو حل کرنا آنحضرت ﷺ کی رضا کا سبب ہے اور اسی کا نام فدقہ ہے۔ ان لوگوں کو بلا وجہ فدقہ سے چڑھے۔ فدقہ کے بغیر بات ہی نہیں بنتی۔ جو مسئلہ قرآن اور حدیث میں نہیں ہے اس کے بارے میں فقاہت سے کام لینا پڑے گا۔ صحابہ کرام ﷺ تا بعین، تبع تا بعین سب نے فقاہت سے کام لیا۔ تمام صحابہ کرام ﷺ میں سے سب سے ..ے نقیر حضرت عبد اللہ ابن مسعود میتوں تھے اور ان کے شاگرد ہیں ابراہیم خنجری اور ان کے شاگرد ہیں امام ابو حیفہ۔ تمام ائمہ کرام بیکنہماں کی فقاہت کے قائل ہیں اور فدقہ مطلوب ہے مخصوص نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مناسب نہیں تھا ایمان والوں کے لیے کہ کوچ کر جائیں سارے کے سارے ملک نہ کوچ کیا ہر خاندان میں سے ایک گروہ نے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں آپ کی خدمت میں رہ کر ﴿وَلِيُّنَّدُّهُوا أَنْوَهُمْ﴾ اور تاکہ وہ ذرا بھی اپنی قوم کو جھسوں نے دین کی سمجھ حاصل کی ہے ذرا بھی رب تعالیٰ کی مخالفت سے ﴿إِذَا هَاجَوْا إِلَيْهِمْ﴾ جس وقت کہ وہ واپس لوٹیں جہاد سے ان کی طرف کہ تمہاری غیر موجودگی میں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے ﴿عِلْمَنَمْ يَخْلُدُهُؤُنَّ﴾ تاکہ وہ بھی نفع جائیں اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے۔ تو تفہم فی الدین از روئے قرآن، از روئے حدیث، از روئے عقل بہت بلند چیز ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے سمجھانے کے لیے فرمایا زمین تین قسم کی ہے۔ ایک وہ زمین ہے کہ جس پر بارش برستی ہے تو وہ بارش کے پانی کو جذب کر لیتی ہے۔ اس زمین سے درخت، بزرگ، پھل، انانج پیدا ہوتا ہے۔ دوسری وہ ہے کہ جس میں پیداوار کی استعداد نہیں ہے اس سے کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی البتہ پانی اس میں کھڑا ہو جاتا ہے جمع ہو جاتا ہے انسان پانی پیتے ہیں، جانور پانی پیتے ہیں اور فاکدہ اٹھاتے ہیں اور تیسرا قسم کی وہ زمین ہے کہ نہ تو وہ پانی کو جذب کر کے کوئی چیز اگاتی ہے اور نہ پانی اس میں جمع ہو کر شہرتا ہے سارا پانی بہہ جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان تینوں زمینوں میں سے اچھا کہ کون سا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا حضرت! سب سے اچھا کہ کہا وہ ہے جس میں بزرگ، پھل، فصلیں، انانج پیدا ہوتا ہے کیوں کہ اس سے ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اور فی الجملہ وہ بھی اچھا ہے جس میں پانی رکا ہوا ہے۔ لیکن اس کا اتنا فاکدہ نہیں ہے جتنا سبکی کا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا پہلی مثال فقہاء کی ہے کہ قرآن و حدیث ان میں جمع ہوتا ہے اور اس سے آگئے نئے نئے مسائل نکالتے ہیں اور وہ سری مثال محدثین کی ہے کہ پانی کو پانی کی ٹکل میں رکھا اور تیسرا مثال عام لوگوں کی ہے کہ پانی آیا اور بہ گیا۔ تو فقہاء کرام کا مقام بہت بلند ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

((فَقِيهٌ وَأَحَدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ)).

”ایک فقیر زیادہ سخت اور بخاری ہے شیطان پر ہزار عابد سے۔“

شیطان جتنا ایک فقیر سے گھبرا تاہے ہزار عابد سے نہیں گھبرا تا۔ تو جو لوگ فقد کی مخالفت کرتے ہیں وہ بڑے بے وقوف اور احتقن جیں۔

بہر حال جہاد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ اے ایمان والو! ﴿فَاتَّلُوا الْأَذْيَنَ﴾ یکوئی نعمت میں ملکے لیوں لگانے کے ساتھ جو تمہارے قریب ہیں کافروں میں سے۔ جیسے بھارت ہمارے قریب ہے ﴿فَوَلَيَهُؤُنَّدُهُؤُنَّمْ خَلَقْتَهُ﴾ اور چاہیے کہ وہ پانیں تمہارے اندر سختی، نرمی نہ کرو اور سختی بھی ایسی کرو کہ ان کو پا چل جائے کہ لڑنا کے کہتے ہیں۔ الحمد للہ! چند سو مجاہدین اپنے سورچوں میں ڈالنے ہوئے ہیں اور کافروں کے دانت کھٹے کیے ہوئے ہیں ﴿وَأَغْلَقْتُمْ أَنَّ

اللہ مَمَّا أَنْتُ بِهِ أَوْ رَجَمَ جَانِبَ اللَّهِ تَعَالَیٰ پر ہیز کاروں کے ساتھ ہے ان کی امداد فرمائے گا۔

### تردید منافقین

آگے اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی تردید فرمائی ہے۔ فرمایا ﴿وَإِذَا مَا أَنْزَلْتُ سُورَةً﴾ اور جس وقت اُماری جاتی ہے کوئی سورت ﴿فَيَقُولُونَ﴾ پس بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں ﴿أَنَّا لَمْ زَادْنَا هُنَّا إِيمَانًا﴾ تم میں سے کس کا زیادہ کیا ہے اس سورت نے ایمان۔ یہ بات وہ تمسخر کے طور پر کہتے تھے کہ اس سورت نے کس کا ایمان بڑھادیا ہے۔ اور مومن جب کوئی سورت نازل ہوتی تھی تو اس پر ایمان لاتے تھے اور پڑھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَإِنَّا لَنِّيَشْرُكُونَ﴾ پس بہر حال وہ لوگ جو ایمان لاتے ﴿فَنَزَّلْنَا عَلَيْنَا إِيمَانًا﴾ پس وہ سورت ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہے۔ چوں کہ اس سے پہلے اتنی چیزوں پر ایمان تھا جنی نازل ہو چکی تھیں اور سورت جب اُتری تو اس کو بھی مانا اس میں جو احکامات نازل ہوئے ان کو بھی مانا تو ایمان بڑھ گیا۔ اسی طرح جوں جوں سورت نازل ہوتی جاتی ایمان بڑھتا جاتا ﴿وَمَنْ يَسْبِّهِ زُنَادَةً﴾ اور وہ خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا تازہ حکم ہماری طرف نازل ہوا ہے اور ہمارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابط ہے۔ آگے ذکر آئے گا کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو منافق کوڑھتے ہیں کہ یہ حکم کیوں نازل ہوا ہے؟

### مدد و مدد

﴿وَأَقَاءَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرْضٌ﴾ اور بہر حال وہ لوگ جن کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے ﴿فَنَزَّلْنَا﴾  
 پہچسا ایں بر جھوپہم ﴿وَمَا تَوَدُّهُمْ﴾ پس زیادہ کرتی ہے یہ سورۃ ان کے لیے گندگی کو ان کی گندگی کے ساتھ ﴿وَمَا شَوَّهُمْ  
 لِفُرُونَ﴾ اور مرتے ہیں اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوتے ہیں ﴿أَوْ لَا يَرْؤُنَ﴾ کیا اور وہ دیکھتے نہیں  
 ہیں ﴿أَنَّهُمْ يَقْسِطُونَ﴾ کہ بے شک وہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں ﴿فِي كُلِّ عَامٍ﴾ ہر سال ﴿فَرَأَهُمْ أَوْ مَرْتَكِينَ﴾  
 ایک مرتبہ یاد و مرتبہ ﴿شَمَ لَا يَشُوبُونَ﴾ پھر وہ توبہ نہیں کرتے ﴿وَلَا هُمْ يَذَلُّ كَرُونَ﴾ اور نہ وہ نصیحت حاصل کرتے  
 ہیں ﴿فَإِذَا مَا أَنْزَلْتُ سُورَةً﴾ اور جس وقت کوئی سورت نازل کی جاتی ہے ﴿أَنْظُرْهُ بِعَصْلَمٍ إِلَى بَعْضٍ﴾ تو دیکھتے  
 ہیں ان میں سے بعض بعض کی طرف ﴿هُلْ يَرَكُمْ قُنْ أَحَبُّ﴾ کہ کیا تم کو کوئی دیکھ رہا ہے ﴿شَمَ أَصْرَقُوا﴾ پھر وہ  
 کھک جاتے ہیں ﴿صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾ پھر یہیہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ﴿بِإِنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ﴾  
 بے شک وہ قوم ہے جو فناہت سے محروم ہے ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ مَرْسُولٌ﴾ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول ﴿قِنْ  
 الْقَسِيمُ﴾ تم میں سے ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ﴾ گراں گزرتی ہے اس ﴿مَا عَنْهُمْ﴾ وہ چیز جو تمھیں مشقت میں ڈالے  
 ﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾ بہت ہی حریص ہے تم پر ﴿إِلَيْكُمْ مِنْ نَحْنُ رَءُوفُّ رَءُوفٌ﴾ مومنوں کے ساتھ شفقت کرنے والا

مہربان ہے ﴿فَإِنْ تَكُونُوا لِهِ﴾ پس اگر یہ لوگ پھر جائیں ﴿فَقُلْ حَسْبِ اللَّهِ﴾ پس آپ کہہ دیں مجھے اللہ کافی ہے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ نہیں ہے کوئی الظروہی اللہ تعالیٰ ﴿عَلَيْهِ تَحِيلُّ كُلُّ شَيْءٍ﴾ اسی پر میں نے بھروسایا ہے ﴿وَهُوَ عَلَى الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ اور وہ رب ہے بہت بڑے عرش کا۔

چھپلے درس میں آپ نے یہ آیات پڑھیں کہ ﴿وَإِذَا مَا أُنزِلَتِ الْحُكْمُ مَنْ يَقُولُ أَيُّلَمْ رَأَدَّهُ هُنَّةً إِلَهًا نَّاهِيًّا﴾ اور جس وقت انتاری جاتی ہے کوئی سورت پس بعض ان منافقوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں تم میں سے کس کا زیادہ کیا ہے ایمان اس سورت نے۔“ یہ بات وہ مذاق کے طور پر کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ مومنوں کا ایمان بڑھادیت ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

### نذول قرآن سے منافقت کی گندگی اور زیادہ ہو جاتی تھی ۔۔۔

اب منافقوں کے بارے میں فرمایا ﴿وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ قَرْصٌ﴾ اور بہر حال وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے منافقت کی ﴿فَرَأَدَهُمْ بِهِ جُنُاحًا إِلَى بَرْخِيْرِم﴾ پس زیادہ کرتی ہے یہ سورۃ ان کے لیے گندگی کو گندگی کے ساتھ۔ پہلے بھی ان کے دل گندے ہیں سورۃ نازل ہوئی اس کا انکار کیا اور گندے ہو گئے گندگی بڑھ گئی۔ یہ مطلب ہے گندگی کے زیادہ کرنے کا وردہ قرآن کریم تو فوریہ دعا ہے۔ یہ گندگی کیسے بڑھاتا ہے؟ اس بات کو صحنه کے لیے شیخ سعدی نے گلستان میں فرمایا ہے۔

باراں کہ در لاطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید و در خود بوم و خس

”بارش کے اس کی طبیعت کے پاک ہونے میں اختلاف نہیں ہے باغ میں گل لالہ اگاتی ہے اور خراب زمین میں کانے دار گھاس۔“

بارش کا پانی تو بڑا صاف سترہ ہوتا ہے وہ کسی اچھی زمین پر برے تو اس میں پھل، بہریاں، پھول اور عمدہ عمدہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور اگر وہی بارش روڑی (گندگی کے ذہیر) پر نازل ہو تو بدبو پھیلتی ہے، خراب زمین پر برے تو کانے دار گھاس اور پٹپٹیز ہو اگتے ہیں۔ بارش میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی بارش ہے اجھے دلوں تک پہنچتی تو ایمان بڑھتا ہے وہ خوش ہوتے ہیں اور بڑے دلوں پر پہنچے جو پہنچے سے مسکر ہیں تو انہوں نے مزید انکار کر کے کفر کی گندگی و نجاست بڑھاتی۔ فرمایا ﴿وَمَا تُؤْذِنُهُنَّمُكْفِرُوْنَ﴾ اور مرتبے ہیں اس حال میں کہ وہ کفر کرنے والے ہوتے ہیں۔

### اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو صحت حاصل کرنے کے لیے تکلیف میں جتنا کرنا ۔۔۔

﴿أَوَ لَا يَرَوْنَ أَنَّا إِنَّا وَهُوَ مَنْ فَيَخْتَصُّ بِهِنْسِ جِنْسٍ جِنْسَهُنَّمُكْفِرُوْنَ فِي كُلِّ عَالَمٍ﴾ کہ بے شک وہ آزمائش میں ہے۔

جاتے ہیں ہر سال ﴿ثَمَّةُ أَوْ ثَمَّتَنِ﴾ ایک مرتبہ یاد درج۔ یہ آزمائش کیا ہوتی تھی؟ یہ بھی سیالب کی شکل میں، بھی گرفتار کی شکل میں، بھی دشمن کی طرف سے حملہ کی شکل میں ہوتی، بھی دہا اور طاعون کی شکل میں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جھنجورتا ہے کہ وہ سمجھ جائیں اور منجل جائیں۔

آج کل آپ اخبارات میں پڑھ رہے ہیں کہ فلاں جگہ گرفتار کی وجہ سے اتنے آدمی فوت ہو گئے ہیں، فلاں جگہ اتنے فوت ہو گئے ہیں اور جب بارشیں شروع ہوں گی تو سیالب میں مریں گے۔ یہ سب آزمائشیں ہیں مگر لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ حالاں کہ یہ سب کچھ انسان کی غصیہ کے لیے ہوتا ہے۔ آدمی کو جب بھی کوئی تکلیف آئے تو سمجھے کہ یہ میرے لیے غصیہ ہے۔

### جن کی فطرت منع ہوئی ہو وہ توبہ نہیں کرتے ہیں

لیکن فرمایا ﴿لَمْ لَا يَتُوبُونَ﴾ پھر وہ توبہ نہیں کرتے ﴿وَلَا هُمْ يَئْكُلُونَ﴾ اور نہ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اور مومن کو جو شکالیف آتی ہیں وہ اس کے گناہ کا کفارہ بنتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کو جو تکلیف آتی ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ اور حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے: خاری شریف کی روایت ہے: إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَيْنِهِ خَيْرًا يُصْبِنُهُ خَيْرًا كیا کفارہ کی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کسی نہ کسی تکلیف میں جلا کر دیتے ہیں۔ بدلتی تکلیف، مالی تکلیف، اہل خانہ کی طرف سے پریشانی، اولاد کی نافرمانی، مومن آدمی جب ان چیزوں کو برداشت کرتا ہے تو اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور منافق کسی تکلیف سے کوئی اثر نہیں لیتا جیسے: اونٹ کو بامدھ دیا اور کھول دیا اس کو نہیں پتا کہ مجھے باندھا کیوں ہے اور کھولا کیوں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةً﴾ اور جس وقت کوئی سورت نازل کی جاتی ہے ﴿فَقُرْآنٌ بَصَّرُهُمْ إِلَىٰٖ﴾ تو دیکھتے ہیں ان میں سے بعض بعض کی طرف۔ کیوں کہ قرآن کریم کی سورتوں میں توحید کا مسئلہ بیان ہوتا، قیامت کا مسئلہ بیان کیا جاتا، آنحضرت ﷺ کی رسالت اور صفات کا مسئلہ بیان ہوتا اور یہ سارے مسئلے ان کو چھتے تھے اور وہ کڑھتے تھے کیوں کہ دل میں منافق تھی۔ مجبور ازبانی طور پر کلمہ پڑھتے تھے کہ اسلام کا غلبہ تھا، مالی غیمت، زکوٰۃ کا مال، بیت المال سے حصہ ملتا تھا۔ بس اس خوف اور لاج کی وجہ سے کلمہ پڑھتے تھے۔

جب کوئی سورت نازل ہوتی تو ایک دوسرے کو دیکھتے تھے ﴿فَلْ يَرَى لَكُمْ قِنْ أَحْمَرَ﴾ کیا تم کوئی دیکھ رہا ہے۔ ان کا مطلب یہ ہوتا کہ مجلس میں موجود مخلص مسلمانوں میں سے اگر کوئی انہیں دیکھ رہا ہے تو باطل خواستہ بیٹھے رہے اگر سمجھتے کہ مسلمان ان کی طرف متوجہ نہیں ہیں تو ﴿أَنَّمَا أَنْهَا فُؤَادُهُ﴾ پھر وہ کھسک جاتے ہیں۔ جوئی اٹھاتے اور چل پڑتے کیوں کہ قرآن کو سننا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ کیوں کہ عربی تھے اس لیے مطلب سمجھتے تھے ہماری زبان چوں کہ عربی نہیں ہے اس لیے ہم نہیں سمجھتے۔

﴿صَرَقَ اللَّهُ فُؤَادَهُمْ﴾ پھرید یا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے ﴿فُؤَادُهُمْ مَا

توفیٰ ہے] [الناء: ۱۱۵] "ہم اس کو پھیر دیں گے جس طرف کا اس نے رخ کیا ہے۔" جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے اس طرف چلنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔ ایمان کے راستے پر چلنا چاہے تو ایمان کی توفیق دے دیتے ہیں کفر کی طرف چلنا چاہے تو کفر کے راستے پر چلنے کی توفیق دے دیتے ہیں ﴿لَمْنَ شَاءَ لَمْ يُمُّرْ وَ مِنْ شَاءَ قَلِيلٌ كُفَّارٌ﴾ [کہف: ۲۹] "پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔" مجبور کی شے پر نہیں ہے۔

یہ منافقت کی دلدل میں پہنچنے ہوئے ہیں ﴿إِنَّهُمْ عَوْمَ لَا يَنْفَعُونَ﴾ اس وجہ سے کہ بے شک وہ قوم ہے جو نقاہت اور سمجھ سے محروم ہے۔ اور دین کی سمجھ تو بڑی چیز ہے مَنْ يُؤْدِي دِلَلَةً بِهِ خَيْرًا يُغَيِّرُهُ فِي الدِّينِ "اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔" وہ دین کے ساتھ تعلق، دین کے کاموں کو پسند کرتا ہے، دین کاموں میں اس کا وقت گزرتا ہے اور منافق کی مثال ایسی ہے جیسے آزاد پرندے کو پنجربے میں بند کر دو تو وہ پھر کتابر ہتا ہے۔ چوں کہ منافقوں کو دین کی سمجھ نہیں ہے اس لیے ان کو دین سے دچپنی نہیں ہے وہ پنجربے میں قید ہیں دوز نہیں سکتے (انہیں آزادی نصیب نہیں)۔

### مسئلہ بشریت و غیرہ ضروریات دین میں سے ہے

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَّسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ تم میں سے یعنی تمہاری ہی جس بشر اور انسانوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام رسول بشر اور انسان تھے اور اس کے متعلق تم کئی دفعہ پڑھ چکے ہو اور میں سمجھا چکا ہوں کہ بشریت رسول کوئی فرعی مسئلہ نہیں ہے، یہ عقیدے کا بنیادی مسئلہ ہے۔ فقہائے کرام ﷺ کا طبق دین کے معاملے میں بڑا محتاط طبقہ ہے وہ بشریت رسول کے مکمل کو کافر کہتے ہیں۔

چنانچہ روح المعانی، فتاویٰ عالم گیری، بحر الرائق اور متعدد کتابوں میں یہ مسئلہ ذکور ہے کہ کیا یہ جانا کہ آنحضرت ﷺ بشر اور عربی ہیں صحت ایمان کے لیے شرط ہے یا یہ فرض کفایہ ہے؟ تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ یہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے۔ سو اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو تمام مخلوق کے لیے مانتا ہوں لیکن میں یہ نہیں مانتا کہ آپ ﷺ بشر تھے یا فرشتہ یا جن یا یہ کہا کہ میں جانتا کہ آپ ﷺ عربی تھے یا عجمی تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیوں کہ اس نے قرآن پاک کی تکمیل کی ہے۔ تو صرف اتنا کہنے سے کہ لا اذری میں نہیں جانتا یہ کافر کافر ہو گیا اور نکاح ثبوت گیا۔ کیوں کہ یہ جانا ضروریات دین میں سے ہے۔ دین کا بنیادی عقیدہ ہے کہ جانے کہ آپ ﷺ میں کوئی بشر ہیں عربی ہیں کیوں کہتا ہے کہ مجھے پتا نہیں ہے؟ مسلمان نہیں ہے؟ اس کو ضروریات دین کا علم کیوں نہیں ہے؟

کافی عرصے کی بات ہے مجھے ساتھیوں نے کہا کہ علامہ خالد محمود صاحب کی تقریر کرانی ہے۔ علامہ خالد محمود ہماری جماعت کے حقیق عالم ہیں، بہت کام کر رہے ہیں مجھ سے کافی چھوٹے ہیں اس وقت انگلستان میں ہیں۔ میں نے کہا ہے شوق سے تقریر کراؤ مگر لاڈڈ پسیکر کی اجازت لے لو کیوں کہ لاڈڈ پسیکر پر پابندی ہے۔ نوجوان تھے تجوہ نہیں تھا درخواست دے دی

لیکن منظوری نہ ہوئی۔ ان نارنوں نے سمجھا کہ درخواست دینے سے ہی منظوری ہو جاتی ہے۔ اسی مسجد میں تقریر ہوئی میں اس مسجد کا تقریبیاً سانحہ سال سے خطیب ہوں۔ مجھ پر مقدمہ ہو گیا۔ پہلے وزیر آباد پھر سیشن کورٹ گورنمنٹ الائٹھنل ہو گیا۔ ابرار احمد ہمارا وکیل تھا جس نے پوچھا مولا نا جب لاڈ سیکر پر پابندی تھی تو آپ نے کیوں چلا یا؟ وکیل نے دیکھا نہ شوش چھوڑا کہ بوز ہے آدی ہیں بزرگ ہیں ان کو معلوم نہیں تھا کہ قانون کیا ہے۔ نجع نے بڑی معقول بات کہی کہ وکیل صاحب ملک میں رہ کر ملکی قانون سے بے خبر رہنا یہ کوئی وجہ جوانہ نہیں ہے بہر حال اس نے ہمیں رہا (بری) کر دیا۔

تو ساتھیو! خدا کے ملک میں رہ کر، خدا کی زمین پر رہ کر، اس کے آسمان کی چھت کے نیچے رہ کر، اس کی پیدا کردہ خود اک کھا کر، اس کا پانی پی کر، اس کی ہوا اندر کھجخ کر زندہ رہے اور جیادی عقیدے کے متعلق یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے یہ کیسے جلت ہو گا؟ فقہاء کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ بالغ بچی کا نکاح ہو گیا۔ اس مجلس میں دو تین منٹ بعد اس سے پوچھا گیا کہ یعنی ایمان کے کہتے ہیں؟ وَ قَالَ لَأَكْرِيْهِ إِنَّمَا يَعْلَمُ مَعْلُومٌ نَّهِيْنَ ہے تو نکاح ثبوت گیا۔ اس کو بالغ ہوتے ہی ایمان کی تیاری کرنی چاہیے تھی کہ ایمان کیا ہوتا ہے اور یہاں تو یہ حال ہے دادی نالی کو بھی پتا نہیں ہے کہ ایمان کے کہتے ہیں۔

تو یاد رکھنا! آنحضرت ﷺ کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ ﷺ انسان ہیں، بشر ہیں، آدی ہیں، عربی ہیں، ہاشمی قریشی ہیں اور نہ جانے والا کافر ہے، نکاح ثبوت گیا۔

**﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ﴾** گران گزرتی ہے اس پر ﴿فَمَا تَعْلَمُ﴾ وہ چیز جو تمھیں مشقت میں ڈالے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے دن جمعہ کی تیاری کر رہے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ شروع کر رہے تھے کہ ایک آدی آیا جس کا خستہ لباس اور بری حالت تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو دیکھا تو پریشان ہو گئے اور خطبہ متوقف کر کے اس کو فرمایا: **فُمَّا فَصَلَّى رَجُلُّكُنَّنِينَ أَنْهَى كَرْدَرَكَعْتَ پَرَدَحُو**۔

ابوراؤ دا اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دور کعتیں اس لیے پڑھوائیں تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیں۔ دیے خطبے کے وقت کوئی نماز درست نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب امام آکر خطبہ شروع کر دے تو خاموشی کے ساتھ یہیں تو لوگوں نے جب اس کی خستہ حالت کو دیکھ لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی حالت تمہارے سامنے ہے اس کی امداد کرو۔ تو ساتھیوں کی تکلیف اور مشقت کو دیکھ کر آپ ﷺ پریشان ہو جاتے تھے۔

**﴿حَرِيقٌ عَلَيْكُمْ﴾** بہت ہی حریص ہے تم پر ایمان اور نیکی کے لیے **بِالْمُؤْمِنِينَ تَمَلُّوْنَ ثَأْرِحِيمُمْ** ہمہ موننوں کے ساتھ مشقت کرنے والا ہمہ رہا ہے۔ آپ ﷺ کا **تَهْذِيْفُ ثَأْرِحِيمُمْ** ہونا مخلوق کے اعتبار سے ہے کہ مخلوق میں سے آپ ﷺ بندوں پر زیادہ مشقت کرنے والے ہیں۔ خالق والی مشقت خالق کے ساتھ خاص ہے۔ **فَإِنْ تَوَلَّاْهُ** پس اگر یہ لوگ پھر جائیں، پیغمبر کی اطاعت سے اعراض کریں **فَقُلْ خَسِيْقَ اللَّهُ** آپ کہہ دیں مجھے اللہ کافی ہے **هُلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی اللہ تعالیٰ۔ اس کے سوا کوئی اللہ نہیں، کوئی معبود نہیں، کوئی سجدے کے لائق نہیں ہے، کوئی حاجت روانہ نہیں ہے،

کوئی مشکل کشائیں ہے، کوئی فریاد رس نہیں ہے، کوئی رزق دینے والا نہیں ہے، کوئی یہاں پر کوشش کرنے والا نہیں ہے، کوئی اولاد دینے والا نہیں، کوئی مارنے اور زندہ کرنے والا نہیں، کوئی مذرا و نیاز کے لائق نہیں مگر صرف اللہ تعالیٰ ﷺ علیہ السلام تو تکلُّف ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے۔

ابوداؤ شریف میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انحضرت مسیحیت کیم نے فرمایا جو شخص صحیح سات مرتبہ یہ دعا پڑھے ﴿حُسْنِ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوْكِيدٌ وَّهُوَ بِالْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ تو اللہ تعالیٰ ساراون اس کے کاموں کی کفایت کرے گا اور جورات کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ رات کو اس کے لیے کفایت فرمائے گا۔ لہذا یہ دعا سات و فتح صحیح کو پڑھا کر دوسرا سات و فتح دوسرات کو پڑھا کرو۔

﴿وَهُوَ بِالْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ اور وہ رب ہے بہت بڑے عرش کا۔ اللہ تعالیٰ کا عرش جسم اور جسم کے لامانا سے ساری مخلوقات سے بڑا ہے جس کے اندر آسمان، زمین، کری سب کچھ ہے لیکن درجے، رتبے اور شان کے لاماظ سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بلند ہیں۔ نہ اس جہان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کا کوئی ہے اور نہ اس جہان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کی کوئی مثال ہے۔ یہ دعا یاد کرو ﴿حُسْنِ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوْكِيدٌ وَّهُوَ بِالْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ سات و فتح دوسرات و فتح رات کو پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمام مہمات میں کامیابی عطا فرمائے گا اور ضروریات پوری فرمائے گا۔

آن بروز اتوار ۱۱ جمادی الاول ۱۴۲۹ھ بمقابلہ ۱۸ اگسٹ ۲۰۰۸ء سورۃ التوبہ کمل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ و عونه

(مولانا) محمد نواز بلوج

مہتمم: مدرسہ بیجان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سُورَةُ يُونُسَ مَكِيَّةٌ

پارہ ← یَعْتَذِرُونَ

(۱۱)

## فہرست عنوانات

### ذخیرہ الجہان فی فہم القرآن

(حصہ نهم)

| عنوان                                                               | صفحہ | عنوان                                                                    |
|---------------------------------------------------------------------|------|--------------------------------------------------------------------------|
| حضور ملئیلہ کی شرافت و صداقت کے سب قائل تھے ..... ۳۷۸               | ۳۲۵  | اہل علم سے گزارش ..... میرے شخ، میرے شفق، میرے مرشد، میرے مرلي ..... ۳۲۸ |
| توحید بغاوی عقیدہ ..... ۳۷۹                                         | ۳۶۱  | سورۃ یونس کی وجہ تسمیہ و حروف مقطعات ..... ۳۶۲                           |
| اقسام سفارش ..... ۳۸۰                                               | ۳۶۲  | توحید باری تعالیٰ پر کافروں کا تجہب ..... ۳۶۳                            |
| شرک کی ابتداء کس طرح ہوئی ..... ۳۸۳                                 | ۳۶۳  | بیکبر کی ذمہ داری، مقصود بیعت ..... ۳۶۴                                  |
| انسان کی دو حالتوں کا ذکر ..... ۳۸۵                                 | ۳۶۴  | استویٰ علی العرش کا مطلب ..... ۳۶۵                                       |
| ذات بدلا کبیرہ گناہ ہے ..... ۳۸۶                                    | ۳۶۵  | احمد رضا خان بریلوی کے شرکیہ اشعار اور ان کا رد ..... ۳۶۵                |
| انبیاء علیہما السلام نے ہر جائز پیش اختیار کیا ..... ۳۸۶            | ۳۶۶  | الله تعالیٰ کی حکومت اندھیر گنگی نہیں ..... ۳۶۷                          |
| الله تعالیٰ کی بعض نعمتوں کا ذکر ..... ۳۸۷                          | ۳۶۷  | الله تعالیٰ کی قدرت اور وحدائیت کے دلائل ..... ۳۶۸                       |
| مکہ کرمہ کے بڑے مجرموں کا روپیش ہونا ..... ۳۸۸                      | ۳۶۸  | جنت کی نعمتوں کا تذکرہ ..... ۳۶۹                                         |
| مشرکین مکہ انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے ..... ۳۸۹ | ۳۶۹  | اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے مطالبے پر شریح ہے تو کوئی نہ بچے ..... ۳۷۰      |
| آج کل کے مشرک مشرکین مکہ سے بھی آگے ہیں .. ۳۹۰                      | ۳۷۰  | الله تعالیٰ نے ہر دور میں مصلح بھیجے ..... ۳۷۲                           |
| ڈنیاوی زندگی کی بے ثباتی ..... ۳۹۲                                  | ۳۷۲  | قرآن کریم لغت قریش پر نازل ہوا ہے ..... ۳۷۵                              |
| بعض خوابوں کی تعبیر ..... ۳۹۲                                       | ۳۷۵  | مشرکوں کو توحید سے چڑھی ..... ۳۷۶                                        |
| حضور ملئیلہ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو مسلمانوں کی تعداد ..... ۳۹۲     | ۳۷۶  | حلال و حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے ..... ۳۷۶                    |

|                                                          |     |
|----------------------------------------------------------|-----|
| اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آدمی بچ نہیں سکتا.....            | ۵۱۵ |
| حضردارے دن لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے ... کے            | ۵۱۶ |
| مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے .....                       | ۵۱۸ |
| مشرکین بشر کے رسول ہونے کو مناسب نہیں<br>بجھتے تھے ..... | ۵۱۹ |
| قرآن کریم کا نصیحت اور شفا ہوتا.....                     | ۵۱۹ |
| ایمان کی پہچان .....                                     | ۵۲۰ |
| کسی شے کو حلال حرام کرنا اللہ تعالیٰ کا منصب<br>ہے ..... | ۵۲۱ |
| اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر بجھنا بیادی عقیدہ ہے.....       | ۵۲۳ |
| احمد رضا خان کے غلط نظریات .....                         | ۵۲۳ |
| اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی شریک نہیں .....              | ۵۲۴ |
| اولیاء اللہ کی تعریف .....                               | ۵۲۵ |
| مشرکین کا انداز غیر مہذب تھا.....                        | ۵۲۸ |
| بھیارے کا پاوری کو لا جواب کرنا .....                    | ۵۳۰ |
| دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں کچھ<br>بھی نہیں .....     | ۵۳۱ |
| حق سے اگر کسی کو تکلیف ہوتی ہے تو ہوتی رہے .....         | ۵۳۳ |
| وہ بساع وغیرہ کون تھے اور شرک کی ابتدائیے<br>ہوئی .....  | ۵۳۴ |
| رزق کی زیادتی سے لوگ سرکشی میں بٹلا ہو جاتے<br>ہیں ..... | ۵۳۷ |
| باطن لوگ مفاد پرست ہوتے ہیں .....                        | ۵۳۸ |
| فرعون کے خوف کی وجہ سے بہتی تھے لوگ<br>ایمان لائے .....  | ۵۳۹ |

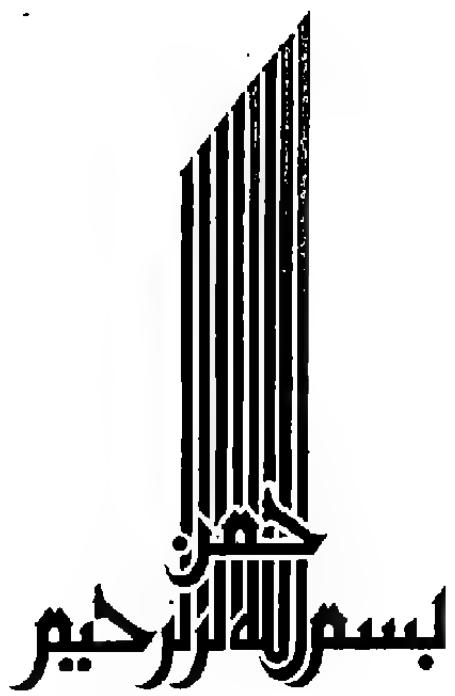
|                                                                          |     |
|--------------------------------------------------------------------------|-----|
| مسجدوں کی روشنی اور چنائیوں کی ابتداء .....                              | ۳۹۳ |
| جنت سلامتی کا گھر .....                                                  | ۳۹۴ |
| زیادہ کی تمنی تفسیر .....                                                | ۳۹۴ |
| مسلمانوں کے چہرے منور ہوں گے .....                                       | ۳۹۵ |
| میدانِ محشر میں مشرکوں کی رسوائی .....                                   | ۳۹۶ |
| مردہ سے زندہ، زندہ سے مردہ پیدا کرنے کا<br>مطلوب معنی .....              | ۳۹۸ |
| مشرک بنیادی طور پر اختیارات صرف اللہ تعالیٰ<br>کے لیے مانتے تھے .....    | ۳۹۹ |
| مشرکین بزرگوں کو اللہ تعالیٰ تک بخپنچے کے لیے<br>سیڑھیاں بناتے تھے ..... | ۴۰۱ |
| ہر چیز کو پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے .....                        | ۴۰۲ |
| منکرین حدیث کا عوام الناس کو دھوکا دینا .....                            | ۴۰۳ |
| مشرکوں کا شوشہ کہ یہ قرآن خود بناتا ہے .....                             | ۴۰۳ |
| مشرکین شوٹے شخص ضد کی وجہ سے چھوڑتے تھے ..                               | ۴۰۶ |
| جن قوموں نے حق کا جھلایا ان کا انجام .....                               | ۴۰۶ |
| اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے .....                                     | ۴۰۷ |
| شرک آپ سلیل تبلیغ کا بیان شخص پر دیگنڈہ<br>کے لیے منتے تھے .....         | ۴۰۸ |
| نفع نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ .....                                  | ۴۰۸ |
| ضم پالم معنی کا مفہوم .....                                              | ۴۰۹ |
| نافرمان قوموں کا آخرت میں انجام .....                                    | ۴۱۱ |
| اللہ تعالیٰ کا آپ سلیل تبلیغ کو تسلی دینا .....                          | ۴۱۲ |
| روز قیامت کی پر ظلم نہیں ہوگا .....                                      | ۴۱۲ |
| قیامت اور موت کا علم کسی کو نہیں .....                                   | ۴۱۳ |

|                                                                 |      |                                                                          |     |
|-----------------------------------------------------------------|------|--------------------------------------------------------------------------|-----|
| استغفار مطلوب ہے.....                                           | ۵۶۵  | طبعی خوف ایمان کے خلاف نہیں.....                                         | ۵۲۱ |
| من فتوح پر جب کوئی ذمہ داری پڑتی ہے تو سکر<br>جاتے ہیں.....     | ۵۶۶  | موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سخت تھی.....                                  | ۵۲۲ |
| رزاق صرف اللہ تعالیٰ ہے.....                                    | ۵۶۷  | موسیٰ علیہ السلام کی بدوعا اور اس کا ظہور.....                           | ۵۲۳ |
| آسانوں اور زیمنوں کو چھڑوں میں پیدا کرنے<br>کی حکمت.....        | ۵۶۹  | عمر سے کنعان بھرت کرنا.....                                              | ۵۲۵ |
| اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا.....               | ۵۶۹  | عذاب کے ظاہر ہونے اور رزع کے وقت کا ایمان<br>قابل قبول نہیں.....         | ۵۲۶ |
| فظاً مامت کے تین معانی ہیں.....                                 | ۵۷۰  | اللہ تعالیٰ کا بھی اسرائیل سے ناٹکری کا شکوہ.....                        | ۵۲۸ |
| اللہ تعالیٰ کا عام انسانوں سے شکوہ.....                         | ۵۷۱  | یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح پیچانتے تھے .....                | ۵۲۹ |
| خوشی گئی میں خدا کو نہیں بھولنا چاہیے.....                      | ۵۷۲  | قیان گئٹ فی شلت کا مفہوم.....                                            | ۵۲۹ |
| سب سے زیادہ تکالیف انبیاء کرام علیہما السلام کو آئی<br>ہیں..... | ۵۷۲  | صحابہ کرام علیہم السلام کی تین علاشیں.....                               | ۵۵۰ |
| مشرک کو توحید سے چڑھے.....                                      | ۵۷۳  | حضرت شیخ رحمہ اللہ کی پادریوں کے ساتھ گفتگو .....                        | ۵۵۱ |
| مشرکوں کا شو شہ کہ یہ قرآن خور بنتا ہے کا جواب ...              | ۵۷۳  | اللہ تعالیٰ نہ جبراً کسی کو وہدایت دیتے ہیں اور نہ<br>گراہ کرتے ہیں..... | ۵۵۲ |
| جو دنیا چاہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا دے دیتے ہیں.....              | ۵۷۶  | عذاب سے نجات صرف قوم یونس علیہ السلام کو ملی.....                        | ۵۵۳ |
| توبی عمل کی تین شرائط.....                                      | ۵۷۷  | حضرت یونس علیہ السلام کا تعارف اور ابتلاء کا واقعہ .....                 | ۵۵۳ |
| قرآن کریم کے بعد تورات کا مقام ہے.....                          | ۵۷۷  | حضرت یونس علیہ السلام کی دعا پڑھنے سے مصیبت مل<br>جائی ہے .....          | ۵۵۵ |
| بدعت کی سب سے زیادہ تردید فقہ خفی میں ہے ...                    | ۵۷۸  | اللہ تعالیٰ کسی کو ایمان پر مجبور نہیں کرتے .....                        | ۵۵۶ |
| اگر قرآن اجرت لے کر پڑھا جائے تو شواب نہیں<br>پہنچتا.....       | ۵۷۸  | شرک کی تضییم کے بغیر توحید سمجھنے میں آتی .....                          | ۵۵۸ |
| گواہی دینے والوں کی تشریع.....                                  | ۵۷۹  | اقسامِ عبادت .....                                                       | ۵۵۹ |
| غالموں کے اوصاف.....                                            | ۵۸۰  | اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دکھ درد، دور نہیں کر سکتا .....                  | ۵۶۰ |
| نماز اسلام میں حکمران سب سے بڑی رکاوٹ .....                     | ۵۸۰  | سورہ ہود کی وجہ تسمیہ .....                                              | ۵۶۳ |
| قیامت دالے دن مشرک پچھتا ہیں گے.....                            | ۵۸۲  | حروف مقطعات کی بحث .....                                                 | ۵۶۳ |
| حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کی تعداد .....                  | ۱۵۸۳ | تمام پیغمبروں کا پہلا سبق توحید ہے .....                                 | ۵۶۴ |

|                                                                 |                                                                                    |
|-----------------------------------------------------------------|------------------------------------------------------------------------------------|
| مکان ضرورت کے مطابق بنانا چاہیے ..... ۶۱۶                       | تمام پیغمبروں کا پہلا سبق توحید ..... ۵۸۳                                          |
| قوم خمود کا مطالبہ کہ اونٹی پھر سے پیدا ہوا اور ہو ..... ۶۱۷    | کفار، مشرکین بشر کو نبوت کی اصل نہیں سمجھتے ..... ۵۸۵                              |
| بھی گا بھن ..... ۶۱۹                                            | پیغمبر کی مزدوری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے ..... ۵۸۷                                   |
| منہ ما نگی نشانی دیکھنے کے باوجود کوئی مسلمان نہ ہوا ..... ۶۲۷  | برادر کے وذیروں نے غرباء کو اچھا نہیں سمجھ ..... ۵۸۷                               |
| حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ ..... ۶۲۷           | مشرک شرک چھوڑنے کی بجائے عذاب کو ترجیح دیتے ہیں ..... ۵۸۹                          |
| قوم صالح کی تباہی کا ذکر ..... ۶۲۹                              | حضرت نوح علیہ السلام نے یہی تکلیفیں برداشت کیں ... ۵۹۲                             |
| حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آبائی وطن ..... ۶۲۰                 | پیمائش کشی نوح علیہ السلام ..... ۵۹۳                                               |
| دمشق میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد ..... ۶۲۰     | کشی نوح علیہ السلام میں کتنے آدمی سوارتھے؟ ..... ۵۹۵                               |
| سلام کرنے کی ترغیب و ترتیب ..... ۶۲۱                            | ہر اچھا کامِ اسم اللہ سے شروع کرنا چاہیے ..... ۵۹۷                                 |
| جن موافقوں پر سلام کرنا منع ہے ..... ۶۲۱                        | ایک عورت پچ سیت غرق ہو گئی مگر کشی نوح میں سوارتہ ہوئی ..... ۵۹۷                   |
| پیغمبر غیبِ دان نہیں ہوتا ..... ۶۲۲                             | ضد اور سکبر انسان کو تباہ کر دیتا ہے ..... ۵۹۸                                     |
| فرشتوں اور جنات کو مختلف شکلیں بد لئے کا اختیار ... ۶۲۳         | تیرہ قسم کے جانور جنت میں جو ہیں گے ..... ۵۹۹                                      |
| اللہ تعالیٰ جب چاہے اولاد عطا کر دے ..... ۶۲۴                   | پیغمبر کا اہل وہی ہے جو پیغمبر کا اتباع کرتا ہے ..... ۶۰۲                          |
| ہمیں نماز میں لطف کیوں نہیں آتا ..... ۶۲۶                       | چھ قسم کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ..... ۶۰۲                               |
| فرشتوں کی آمد پر لوط علیہ السلام کا پریشان ہونا ..... ۶۲۸       | قبول کرنے پائے تو چیزوں کی قبول کر لے، نہ کرے تو پیغمبر کی نہ کرے ..... ۶۰۳        |
| ہجرت کے تیرے سال تک کافروں کے ساتھ رشتہ ناتا جائز تھا ..... ۶۲۹ | غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ..... ۶۰۵                                   |
| پیغمبر قوم کی باپ کی طرح اصلاح کرتا ہے ..... ۶۲۹                | ہود علیہ السلام نے بھی وہی پروگرام پیش کیا جو نوح علیہ السلام نے پیش کیا ..... ۶۰۹ |
| بدمعاشیاں صرف عظوؤں سے ختم نہیں ہوتیں ..... ۶۳۰                 | پیغمبر کا کام پیغام پہنچانا ہے منوانہیں ..... ۶۱۰                                  |
| اہل بدعت کی تردید ..... ۶۳۰                                     | عاد قوم نے ضد کی انتہا کر دی ..... ۶۱۱                                             |
| قوم لوط پر چار قسم کے عذاب آئے ..... ۶۳۱                        | بہادت کا سخت صرف اللہ تعالیٰ ..... ۶۱۲                                             |
| کھلاتے مسلمان ہیں کرتے خلاف قرآن ہیں ..... ۶۳۲                  | پیغمبرین گناہ گار تو پر کرنے والے ہیں ..... ۶۱۵                                    |
| قوم مدین کے حالات ..... ۶۳۳                                     |                                                                                    |
| نمازِ اطمینان کے ساتھ پڑھنی چاہیے ..... ۶۳۳                     |                                                                                    |

|                                                                 |     |                                                                                            |
|-----------------------------------------------------------------|-----|--------------------------------------------------------------------------------------------|
| آیت ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑھا ہونے کا سبب ..          | ۶۳۶ | قومِ دینِ شرک کے علاوہ تاپ توں کی کی میں جلا                                               |
| سید سلیمان ندوی رشیعیہ کا غلط نظریات سے<br>رجوع کرنا ..         | ۶۳۸ | تحی ..... ۶۳۳                                                                              |
| باعتبار مردم شماری عرب میں یہود کی حیثیت ..                     | ۶۵۰ | ایک لقہِ حرام کا کھانے سے چالیس دن دعا قبول<br>نہیں ہوتی .. ۶۳۵                            |
| آری کو حق پر ذلت جانا چاہیے لونا نہیں ہونا چاہیے ..             | ۶۵۲ | حضرت شعیب <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کے مجازے کا ذکر .. ۶۳۶                         |
| دین مجھے کے لیے کوئی تیار نہیں ..                               | ۶۵۲ | کامل جو کہتے ہیں وہی پچھہ کرتے ہیں .. ۶۳۸                                                  |
| آج کل لوگ آخرت سے بے پرواہ گئے ہیں ..                           | ۶۵۳ | کون سی قوم کون سے عذاب میں ہلاک ہوئی .. ۶۳۹                                                |
| نہی عن المکر نہ کرنے والوں کی مذمت ..                           | ۶۵۵ | پیغمبر کے علاوہ اصولی طور پر کوئی معصوم نہیں .. ۶۳۹                                        |
| اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو تکی اور بدی کا<br>اختیار ہونا .. | ۶۵۷ | قوم شعیب <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی تباہی کا ذکر .. ۶۳۲                          |
| پیغمبروں نے تمام تکالیف برداشت کر کے توحید کا<br>سبق دیا ..     | ۶۵۸ | لفظ فرعون کی تشریع .. ۶۳۳                                                                  |
|                                                                 |     | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ مجھے ہو دا اور اس جسکی<br>سورتوں نے بڑھا کر دیا .. ۶۳۶ |





## اہل علم سے گزارش

بندہ ناجیز امام الحجثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صندر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم قمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے ملک میریا اور خاص خدام میں سے ہیں۔ ہم وفا فوت حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالج کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے میلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھی ہیں اور ہر باطل کار و کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صحیح بعد نماز فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیست سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کر دیں گا اور میر امداد صرف رضائے الہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خانہ ان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہمیت کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھپلے لے کر باہر آ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت مجھے دے دیں میں باہر پھیک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دے دیے اور میں نے باہر پھینک دیے۔

چوں کہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔ میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیصل ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کرو گے۔ چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن "ذخیرۃ الجنان" کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے نواں کے جواب میں میں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گھر حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گھڑروالوں کے اصرار پر میں یہ دری قرآن و خجابی زبان میں دیوارہ ہوں اس کو اردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تھواہ سے اخراجات

پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔ اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آگئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔ اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے انٹھ کر محمد رسول اللہ اس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انہوں نے کیمیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیمیں ریکارڈ کرنے کے بعد اپنے شاگرد ایم۔ اے پنجابی کو بیلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اس نے کہا کہ میں یہ کام کر دوں گا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ پلٹھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقعی اس کے لیے سذر اہ بن گئی۔ وہ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اخہباءِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تدبیح سے متوكل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جنگ کا ہوں دہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالا کی پنجابی میں زمین آسان کا فرق ہے۔ لہذا اچھا دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلا پوری شہید سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو برآہ راست حضرت شیخ سے رابطہ کر کے تشغیل کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلا پوری کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آئی نظر نہیں آتا جس کی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعیاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے سلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التفاس ہے کہ اس بات کو بھی مد نظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لیے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالے سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث بنوی سلطنتی تعلیم کے اساتذہ اور طلباء اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لیے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو بخوبی رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیرِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مرحلیں میں اس مسودہ کو انتباہی ذمہ داری کے ساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروفیزیونگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتیٰ المقدور اغلات کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کپوزنگ اور اغلات کی نشاندہی کے بعد میں

ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کے لیے بھجا جاتا ہے۔ لیکن باس ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسلیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہذا اہل علم سے گزارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ اینٹی شن میں اصلاح ہو سکے۔

### العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم و فاضل و فاق المدارس العربیہ، ملتان



## میرے شیخ، میرے مشق، میرے مرشد، میرے مری

اک بات میں تو کوئی شک شہ نہیں ہے کہ شرعی سوگ صرف تین دن ہے اس کے بعد سوگ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن کچھ صدے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو بھلانے پر وقت لگتا ہے اور جس کو جس سے جتنا اعلق اور قرب ہوتا ہے اس کی جدائی کا اس پر اتناعی اثر ہوتا ہے مجھے ابھی تک ہوش نہیں آئی اور وارثوں کی طرف سے خط آگیا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے متعلق اپنے تاثرات قلم بند کر کے دیں۔ (الشريعة والوں نے امام اہلسنت نمبر کے لیے تاثرات قلم بند کرنے کے لیے خط بھیجا تھا اور ان دونوں استاد جی بلوچ صاحب کی کیفیت یہ تھی کہ جمعہ پڑھاتے ہوئے دورانی تقریر جب کبھی امام اہل سنت رحمہ اللہ کا ذکر آتا تو آپ بجائے رحمہ اللہ کہنے کے مظلوم العالی کہہ دیتے گویا۔ تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے والی کیفیت تھی۔ آپ کا ذہن ابھی تک اس بات کو تبول کرنے کو تیار نہ تھا کہ امام اہلسنت اس دنیا سے رحلت فرمائے گے ہیں اس سے استاد محترم کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور یاد رہے کہ یہ تاثرات ماہنامہ الشريعة اور مجلہ المصطفیٰ میں اشاعت کے لیے بھیجے گئے تھے لیکن انہوں نے اس میں قطع و برید کر کے شائع کیا۔ لہذا اب یہاں مکمل تحریر شائع کی جا رہی ہے)۔ کم از کم ایک سال کے بعد اگر یہ بات مجھے کہی جاتی تو لکھنے کی کیفیت کچھ اور ہوتی۔ لیکن چونکہ حکم ہے اس لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کچھ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہاں دکھادے اے تصور پھر وہ صحیح و شام تو

لوٹ بیچپے کی طرف اے گردش ایام تو

میں نے ۱۹۷۶ء میں مدرسہ حضرت العلوم میں موقوف علیہ میں داخلہ لیا۔ عیید الاضحیٰ کی چھینیوں میں گھر گیا، ابھی رومن چھنیاں باقی تھیں کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے شیخین (یعنی حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شیخ الحدیث والتفیر مولانا سرفراز خان صدر رحمہ اللہ تعالیٰ) دونوں اکٹھے کھڑے ہیں اور دونوں حضرات دونوں ہاتھوں سے داپس آنے کا اشارہ کر کے جا رہے ہیں۔ میں نے ہحسوس کیا کہ کوئی اہم مسئلہ ہے صحیح ہوتے ہی میں نے واپسی کا سفر شروع کیا، راتے میں واصوآستانہ کے ساتھیوں نے جمعہ پڑھانے کے لیے کہا کہ ان کے خطیب سفر پر تھے، مجھے کے بعد پھر سفر شروع ہوا۔ ہفتے والے دن جو تمی دروازے سے اندر داخل ہوا تو کچھ حضرات سامنے برا آمدے میں جمع تھے، مجھے دیکھ کر مولانا عبد القدوس صاحب قارن نے کہا کہ وہ بلوچ آگیا ہے۔ خواب تو میرے ذہن میں تھا ہی یہ آواز سن کر فکر مند ہوا کہ اللہ تعالیٰ خیر کرے۔ ان حضرات نے مجھے اپنی طرف بلالیا اور مجھے کہا کہ حضرت شیخ کا حکم ہے کہ آپ ان حضرات کے ساتھ امامت کے لیے جائیں۔ یہ حضرات

بھئے مدینی مسجد اندر وون قدیم گرجا کہ کی امامت کے لیے لے آئے۔ (اس کی تفصیل وقت نے ساتھ دیا تو ان شاہ اللہ آئندہ کبھی لکھوں گا کہ مجھے وہاں بھیجئے کی کیا وجہ تھی)۔ اگلے دن میں نے حضرت شیخ سے گزارش کی کہ حضرت! امامت کی ذمہ داری کی وجہ سے میرے اس باقی میں فرق آئے گا اگر کسی اور ساتھی کو بھیج دیں تو..... حضرت نے فرمایا کہ تو پریشان نہ ہو ان شاہ اللہ پڑھائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا، میں مطمئن ہو گیا۔ وہاں ڈیڑھ سال کا عرصہ گزرا تھا کہ جامع مسجد عثمانیہ کی کمیٰ حضرت صوفی صاحبؒ کے پاس آگئی اور کہا کہ بلوچ جس مسجد میں ہے وہ چھوٹی ہے آپ اسے ہمیں عثمانیہ مسجد کے لیے دے دیں۔ حضرت نے وہ فرمایا کہ دورے سے فراغت کے بعد تھیں دے دیں گے۔ چنانچہ ستار بندی کے موقع پر وہ حضرات آئے ہوئے تھے۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کو وعدہ یاد کرایا، حضرت نے مجھے فرمایا کہ آپ سامان اٹھا کر عثمانیہ مسجد میں آ جائیں۔ چنانچہ میں عثمانیہ مسجد آگئی لیکن یہاں کچھ نمازوں کے ساتھ اختلاف ہو گیا اور معاملہ کافی طول پکڑ گیا۔ جب حضرت صوفی صاحبؒ کو علم ادا تو فرمایا کہ سامان اٹھا کرو اپس مدرسہ میں آ جائیں۔

اوہ مسجد ریحان والوں کو معلوم ہوا تو یہ حضرات صوفی صاحبؒ کے پاس گئے کہ بلوچ ہمیں دے دو۔ لیکن میں ایک بھت کی چھٹی لے کر گھر چلا گیا تھا۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ایک بھت کی چھٹی پر گیا ہے جب آئے گا تو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا۔ چنانچہ جس دن میں واپس آیا تو مراج نور محمد صاحبؒ دو تین ساتھیوں کے ہمراہ مدرسہ میں موجود تھے۔ حضرت نے مجھے ان کے خواہ کیا کہ جاؤ وہاں جا کر کام کرو۔ اس وقت سے لے کر آج تک میں یہیں کام کر رہا ہوں۔ نظرت الحلوم میں داخلے کے کچھ دنوں بعد میں نے حضرت امام اہل سنت سے بیعت کا تعلق قائم کر لیا اور پڑھائی کے اوقات کے علاوہ توجہ حاصل کرنے کے لیے میں گھر جا کر ان سے ملتا رہتا تھا۔

حضرت صوفی صاحبؒ جلالی مراج رکھتے تھے ان کو ملتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔ ایک دفعہ میں مسحائی کا ایک ڈبہ بطور بدیہ لے کر گیا تو حضرت صوفی صاحبؒ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھے انقباض ہو جاتا ہے۔ کافی منت اور اصرار کے بعد وہ بدیہ تبول کیا۔ لیکن حضرت شیخ جلالی مراج کے مالک تھے۔ ملتے ہی آدمی کو ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی۔ اس انداز سے ملتے تھے کہ اپنی بھی یہ محسوس کرتا تھا کہ جیسے حضرت میرے پرانے واقف کارہیں اور میں تو شاگرد بھی تھا اور مرید بھی۔ میں بیعت بھی گھر جا کے ہوا تھا۔ حضرت امام اہل سنت نے بیعت لینے کے بعد فرمایا کہ تیرا وظیفہ ہے تو حید و سنت کو بیان کرنا اور شرک و بدعت کی تردید کرنا، اور یہ بھی فرمایا کہ جب میں مولانا حسین علی صاحبؒ سے بیعت ہوا تھا تو انہوں نے مجھے بھی وظیفہ بتایا تھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ علم بڑھانا ہے تو کسی نہ کسی باطل کے خلاف کام جاری رکھنا! فرمایا کہ یہ بات مجھے قاضی نور محمد صاحبؒ نے فرمائی تھی۔ اس کے بعد میں وہاں تو جا تھا۔ بیعت کے لیے گھر جا تھا۔ جوں جوں وقت گزرا گیا، بھبھت اور تعلق بڑھتا گیا۔

حضرت شیخ صاحبؒ پہلے سرکلر روز دلے راستے سے مدرسہ نظرت الحلوم آتے جاتے تھے مگر جب جناح روز بن گیا تو الہی اسی راستے سے ہوتی تھی۔ کبھی کبھی میری مسجد کے دروازے پر گاڑی روکا دیتے۔ مجھے پا چلتا تو میں ننگے پاؤں روٹتا ہوا

جاتا۔ مدرسہ کے طالب علم بھی اسی طرح دوڑتے ہوئے باہر آ جاتے۔ حضرت حال احوال پوچھتے اور دعا بھی دیتے ہوئے تشریف لے جاتے۔

۱۹۸۵ء میں میرا بڑا بیٹا جس کا نام میں نے اپنے شیخ حضرت امام الحنفیت کے نام پر محمد سرفراز خان رکھا تھا، ذیروں حوالہ کی عمر میں وفات پا گیا۔ جب چوتھے روز میں گاؤں سے واپس آیا تو حسب سابق حضرت امام الحنفیت کی گاڑی رکی، ہم سب دوڑتے ہوئے باہر آ گئے لیکن حضرت اندر تشریف لے آئے۔ ہم نے مسجد کے ساتھ والے کمرے میں بٹھایا۔ انہوں نے مجھے تعزیت کی اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اس سے پہلے میرا نظر یہ ریتا تھا کہ تعزیت وقوع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح نہیں ہے۔ میں نے سوال کیا کہ حضرت! کیا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح ہے؟ فرمایا کہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ نے چالپس مسائل میں لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔

حضرت امام الہ سنت مسائل میں اپنے بزرگوں پر کلی طور پر اعتماد کرتے تھے اور اپنے شاگردوں اور متعلقین کو بھی بھی درس دیتے تھے کہ اپنے بزرگوں کا دامن نہ چھوڑنا۔ چنانچہ ایک دن حسب معمول رقم اشیم اور حضرت کے طبیب ذاکر فضل الرحمن صاحب اور خادم خاص لقمان اللہ میر صاحب ان کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت کا پوتا عمار خان ناصر آگیا جس کے متعلق یہ شکایتیں حضرت امام الحنفیت کو صحیح چکی تھیں کہ وہ بے راہ روی اختیار کرتا جا رہا ہے اور اپنے بزرگوں کے خلاف لب کشائی کرتا ہے۔ حضرت نے اس کو سمجھایا اور فرمایا کہ اپنے اکابر کے خلاف کبھی بات نہ کرنا، اگرچہ ان میں کوئی غلطی بھی ہو۔ ان کی نیکیوں کی بوریاں بھری ہوئی ہیں، اگر ان میں ایک چیکنی مٹی کی بھر بھی گئی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ ۱۹۲۰ء کی بات ہے۔

پہلے پہل میں اکیلا یا کسی مولوی ساتھی کو ساتھ لے کر حضرت شیخ سے ملاقات کے لیے جاتا تھا۔ حضرت کے مرید لقمان اللہ میر صاحب سے بھی وہاں ملاقات ہو جاتی تھی، پھر ان کے ساتھ آنے جانے لگا۔ ایک دن کہنے لگے کہ ہمارے درسے رشیداروں کے ہاں علمائے کرام اور بزرگ آتے ہیں، میری والدہ کہتی ہے کہ ہمارے گھر بھی کبھی اسی طرح بزرگ اور علماء آئیں گے؟ یعنی وہ دوسرے رشیداروں پر رشیک کرتی ہیں لہذا حضرت کو گھر لے جانے کا کوئی پروگرام بناؤ۔ چنانچہ میں نے امام الہ سنت سے درخواست کی جو انہوں نے قبول فرمائی اور میر لقمان صاحب کی والدہ کی یہ دعا اور خواہش پوری فرمائی کہ پھر درسے رشیدار ان پر رشیک کرنے لگے۔ ہمیں اگر کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا یا کوئی دلیل پوچھنی ہوتی تو فوراً حضرت شیخ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

۱۹۹۵ء کی بات ہے۔ میں اپنی گاڑی کا کام کروانے کے لیے لاری ادا کے قریب ایک الکٹریشن (Electrition) کے پاس گیا۔ مدرسہ بیجان الداریں کے جلسہ دستارفضلیت کے اشتہار بھی میرے پاس تھے۔ الکٹریشن غیر مقلد تھا۔ اشتہار پڑھ کر کہنے لگا کہ دستارفضلیت باندھنے کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟ میں نے کہا کہ اس کی دلیل تو میرے علم میں نہیں ہے لیکن میں اتنی بات یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہمارے بزرگ کوئی کام بغیر ثبوت کے نہیں کرتے۔ میں تجھے اس کی دلیل لا کر دوں گا۔

جب گاڑی کا کام ہو گیا تو میں نے گاڑی کا رخ سیدھا گھر کی طرف کیا۔ اپنے شیخ، اپنے مرشد سے ملاقات کی اور دستارِ فضیلت سے متعلق ثبوت دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مستدرک حاکم جلد نبہر چار [۲۲] انہا کے لاد اس کے شروع میں میرانوث ہو گا، وہ پڑھ کر صفحہ نکالو۔ میں نے صفحہ نمبر پانچ سو چالیس [۵۳۰] نکالا۔ فرمایا قدوس طریق ای حدیث جس پر میں نے نشان لگایا ہے پڑھو! وہ حدیث میں نے پڑھ کر سنائی اور نوث بھی کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف بنی شعو کے سر پر گاڑی باندھ کر ایک ہمہ پرروانہ فرمایا۔ میں گھر سے شاداں و فرحاں واپس اس غیر مقلد کے پاس پہنچا اور باحوال روایت سنائی تو اس نے تسلیم کر لیا اور کہا کہ آئندہ میں یہ اعتراض نہیں کروں گا۔

حضرت لمبے سفر پر مجھے ساتھ لے جاتے تھے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ میں خادم بن کرہتا تھا عالم بن کرنیں اور دوسرا یہ کہ میں نے حضرت کو کبھی بیچا نہیں تھا کہ حضرت کا نام لے کر چندہ کروں۔

یہ ۱۹۹۷ء کی بات ہے۔ ایک دن آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت نے فرمایا مجلس عمل علماء اسلام کے اجلاس میں شرکت کے لیے مری جانا ہے۔ میر صاحب نے کہا حضرت! گاڑی کے متعلق کسی کو کہنے کی ضرورت نہیں، ہم اپنی گاڑی پر آپ کو لے جائیں گے۔ حضرت نے فرمایا تھیک ہے۔ میر صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں لمبے سفر پر ہوں تو مجھ سے گاڑی نہیں چلتی، گاڑی ڈرائیور آپ نے کرنی ہے۔ میں نے کہا آپ ٹکرنا کریں ڈرائیور نگ میں ہی کروں گا۔ ہم حضرت کو لے کر مری حاجی محمد شعیب صاحب کے گھر پہنچ، کیوں کہ مشائخ کا یہ خصوصی اجلاس انھی کے ہاں رکھا گیا تھا۔ جب میر صاحب کی نگاہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی گاڑی پر پڑی تو کہنے لگے ہماری گاڑی حضرت کی شان کے لائق نہیں کہ ہمارے پاس سوزو کی مارگلہ (Suzuki Margala) تھی، آئندہ جو سفر ہو گائی گاڑی پر ہو گا۔ چنانچہ واپس آکر انہوں نے زیر و میزٹو-ڈی خریدی۔ اجلاس کے اختتام پر میزبان حاجی محمد شعیب صاحب اور مقامی علماء خصوصاً قاری محمد سعید صاحب کے اصرار پر، ہم تین دن مزید وہاں تھے۔ جب ان حضرات نے مزید اصرار کیا تو حضرت نے وعدہ فرمایا کہ ان شاء اللہ و بارہ آجیں گے۔

اگلے سال پھر ایک ہفتہ کے لیے ہم حضرت امام اہل سنت کو مری لے گئے۔ قیام کے دوران حضرت نظمی عبادات معمول کے مطابق ادا کرتے تھے اور فرماتے کہ ہمارے بزرگوں کا یہی معمول رہا ہے کہ سفر جاری ہوتا تو نظمی عبادات کو چھوڑ دیتے تھے اور اگر پڑا تو ہوتا تو فرضوں میں تور خصت پر عمل کرتے لیکن نوافل اور سنتیں پوری پڑھتے۔ عصر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن کریم کا معمول تھا اور فرمایا کہ حضرت آدم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عصر اور مغرب کے درمیان پیدا فرمایا تھا لہذا یہ وقت اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا ہے۔ وہاں مختلف مساجد میں حضرت کے دروں ہوئے، کہیں ظہر کے بعد اور کہیں مغرب کے بعد اور کہیں عشاء کے بعد۔ درس میں لوگ کثیر تعداد میں شریک ہوتے اور بڑے شوق کے ساتھ سنتے۔ میں بھی سامنے بیٹھ کر سمتا تھا اور لوگوں کے نثارات بھی معلوم کرتا، لوگ کہتے تھے کہ بیباڑے نے سخت مسکنے بیان کرتا ہے۔ ان دنوں حضرت ان مسائل پر بہت زور دیتے تھے کہ جس کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں اس کی نماز نہیں ہوتی، کیوں کہ ناخنوں کے نیچے میل جم جاتی ہے جس سے وضو نہیں ہوتا۔

عورت میں ناخن پالش نہ لگائیں کیوں کہ ناخن پالش کے ہوتے ہوئے پانی ناخن تک نہیں پہنچا جس سے دفعہ اور غسل نہیں ہوتا۔ پڑھی ہوئی نمازیں بھی ذمے میں باقی رہتی ہیں۔ اور اگر خواتین نے ناخن پالش لگانی ہی ہے تو نماز کے وقت سے پہلے پہلے صاف کر لیں۔ دفعہ کرتے وقت انگوٹھی اچھی طرح بلا گیں تاکہ نیچے پانی چلا جائے اور انگوٹھی والی جگہ خشک نہ رہے، ورنہ دفعہ نہیں ہو گا۔ عورت کو کے اور باتی کے سوراخ میں پانی پہنچا گیں درج دفعہ اور غسل نہیں ہو گا۔ عورت اگر باریک دو پہنچ پہنک کر نماز پڑھے جس سے سر کے بال نظر آتے ہوں تو نماز نہیں ہو گی، چاہے بند کمرے ہی میں کیوں نہ پڑھے، کیوں کہ سر عورت کے ستر میں داخل ہے۔

حضرت امام اہل سنت کی برکت سے میں بھی تہجد پڑھ لیتا تھا، ورنہ میں تہجد گزار نہیں ہوں۔ ایک دن میں نے تہجد کی نماز کے بعد دعا کی کہاے پروردگار! اہل و افر مقدار میں عطا فرم۔ حضرتؐ نے صبح کی نماز میں سورہ بنی اسرائیل کے درسے رکوع کی تلاوت کی جس میں آتا ہے ﴿وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّفَرِ دُعَاءٌ بِالْغَيْرِ وَ كَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا﴾ "اور مانگتا ہے انسان برائی کو جیسا کہ وہ مانگتا ہے بھلانی کو اور ہے انسان جلد باز۔" میں نے میر لقمان صاحب کو قصہ سنایا تو بہت منے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اصلاح کے لیے حضرت کو یہ القافرمایا ہے۔ واپسی سے روون پہلے میں نے اپنے جی میں فیصلہ کیا کہ پرسوں واپس جانا ہے، کل کو خوب خریداری کروں گا۔ صبح حضرت نے نماز پڑھائی تو سورہ بنی اسرائیل کا تیسرا رکوع تلاوت فرمایا۔ جس میں ہے ﴿إِنَّ الْمُهْلَكَ يَعْلَمُ كَالْأَنْوَارِ إِخْرَاجَ الظَّيْفَنِ وَ كَانَ الشَّيْطَانُ لَوْلَهُ كَلْفَتَا﴾ "بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔" میں نے فوراً اپنے ارادے سے تو پر کر لی۔

ایک دفعہ میں اور کاتب خاور بہت صاحب تفسیر ذخیرہ الجہان کے متعلق کچھ ہدایات لینے کے لیے گئے۔ بھوک سخت گئی ہوئی تھی اور روٹی بکا دلت بھی نہیں تھا۔ میں نے بٹ صاحب سے کہا کہ آج اگر حضرت کھانا کھلادیں تو کیا بات ہے۔ ہم ابھی ہمہ فوکر کے بیٹھے ہی تھے کہ حضرت نے فوراً گھر حکم بھیجا کہ ان کو کھانا کھلادی۔ میں نے بٹ صاحب کو کہا کہ شریعت میں اگر وحیاں ڈالنے کی اجازت ہوتی تو آج میں اس القا پر وحیاں ڈالتا۔

خیر میں مری کی بات کر رہا تھا۔ ہم چار سال مسلسل ایک بفتہ کے لیے حضرت امام اہل سنت کو مری لے جاتے رہے ہیں۔ حاجی محمد شعیب صاحب بھی خدمت کی حد کر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت کی بھلانی نصیب فرمائے۔ چوتھے سال جب مری گئے تو حضرت نے فرمایا کہ آگے کشمیر چلنا ہے اور مولانا محمد اسحاق صاحب جہالہ بازار والے کوفون کر کے اطلاع کر دو کہ اس نے ہمارے ساتھ رہنا ہے۔ کشمیر کی طرف سفر شروع ہوا اور میں باکرہ گاڑی ٹوڈی چلا رہا تھا۔ جب ہم نے دریائے کنہار کر اس کیا، پہاڑی سفر تو تھا ہی آگے اندھے موڑ شروع ہو گئے۔ میر صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت ایہ بتلا گیں کہ بلوچ ڈرائیونگ میں پاس ہے یا نہیں۔ حضرت نے فرمایا پاس ہے۔ جب ہم مدرسہ انوار العلوم دہیر کوٹ پہنچ تو مولانا محمد اسحاق صاحب وہاں پہنچ چکے تھے۔ ہم وہاں کچھ دیر تھہرے اور حضرت نے بیان بھی فرمایا۔ پھر مجاہد آباد، ہاڑی گیل، ارجمند

لقمان پورہ، ملوٹ، نیلہ بہت، بیکن بگلہ، غنی آباد، تھٹہ، بانگ، یہاں مفتی عبدالشکور صاحب تحصیل مفتی پانچ بھی قاتلے میں شامل ہو گئے۔ جگہ جگہ حضرت کے بیان ہوئے، کہیں تفصیلی اور کہیں اجمالی کے ساتھ۔

یہاں ایک بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب ہم ملوٹ درسہ تعلیم القرآن کے پاس پہنچنے تو ساتھ کانج میں چودہ اگست کے حوالے سے پروگرام ہو رہا تھا۔ کچھ حضرات نے کہا کہ حضرت کا بھی مختصر سایان ہو جائے، یہ ایک اتفاقی اسر تھا پر وگرام میں شامل نہیں تھا اور نہ ہی حضرت کو اس کی ششگانی اطلاع تھی۔ مفتی عبدالشکور صاحب نے اٹیج سیکرری کو کہا کہ حضرت علیل ہیں صرف دعا فرمائیں گے مگر ایک لوجوان ماسٹر نے قریب آ کر کہا کہ حضرت ایہ بتلاں گے کہ علمائے دینہندے پاکستان بننے کی خلافت کیوں کی تھی؟ حضرت امام اہل سنت نے خطبہ کے بعد فرمایا کہ جن علماء نے حمایت کی تھی وہ بھی ہمارے بزرگ تھے اور جنہوں نے خلافت کی تھی وہ بھی ہمارے بزرگ تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ قائدِ عظم نے کہا تھا کہ پاکستان میں خلافت راشدہ کا نظام ہو گا۔ جن علماء نے ان کی بات پر اعتماد کیا انہوں نے ساتھ دیا، حمایت کی اور جنہوں نے ان کی بات پر اعتماد نہیں کیا انہوں نے خلافت کی۔ میری اس بات کی تصدیق کے لیے پاکستان بننے سے پہلے کے اخبارات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ فیصلہ آپ حضرات خود کر سکتے ہیں کہ جن علماء نے اعتماد نہیں کیا تھا ان کی سوچ صحیح تھی یا نہیں؟ اور مزید یہ بھی کہ آیا قائدِ عظم نے عہد کا ایفاء کرتے ہوئے پاکستان میں خلافت راشدہ کا نظام نافذ کیا یا نہیں؟ اس کے بعد حضرت نے خلافت راشدہ کے نظام پر مختصری روشنی ڈالی اور دعا فرمائی۔

ان حضرات نے اس کثرت سے بیان کروائے کہ واپسی پر مفتی عبدالشکور پر نظر پڑی تو فرمایا مفتی صاحب اب تم میری جان چھوڑ دو۔ جناب محمد رفت صاحب مرحوم مبروقانون ساز اسلامی آزاد کشمیر آخری تین دن حضرت کے ساتھ رہے۔ ان کے بھائی ماسٹر غلام رسول عبادی صاحب کا گھر پتی میں تھا، رفت صاحب نے گزارش کی کہ حضرت! بھائی کے گھر صرف دعا فرمادیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں چوں کہ علیل ہوں اس لیے نیچے جانہیں سکتا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو چار پائی پر اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ زندہ ہو تو چار پائی پر نہیں جاؤں گا۔ پھر کرسی پر بیٹھا کر نیچے لے جایا گیا۔ حضرت کچھ دیر وہاں ٹھہرے اور پھر واپسی کا سفر شروع ہوا۔ یہ سات دن کا سفر تھا۔ جب لگھڑ پہنچ تو کھانا تیار تھا، ہم نے حضرت کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ بعد میں حضرت نے مجھے قریب بیا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((مَنْ لَهُ يَشْكُرُ إِلَّا نَهْ يَشْكُرُ اللَّهُ)).

”جو شخص بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا۔“

اور مجھے پانچ سورو پے دیئے اور میر لقمان صاحب کو فقط دعا دی اور ہم واپس آگئے۔

یہ میں نے صرف ایک سفر بیان کیا ہے۔ اگر رگو دھا، ملتان، پسرو، پشاور، پنڈی، ماں سہرا، بگرام جیسے سارے سفروں کی تفصیل بیان کروں تو یہ مستقل ایک کتاب ہوگی۔ حضرت کا حوصلہ، صبر اور برداشت بیان کرنے سے باہر ہے۔ اس وقت تک

حضرت امام اہل سنت کے پاس روزانہ جانے کا معمول نہیں تھا وتنے، وتنے کے بعد ملاقات کے لیے جاتے تھے۔ میر صاحب اور میں جی ٹی روڈ پر کسی جگہ اکٹھے ہو جاتے تھے اور وہاں کسی پر وہ مجھے بھی ٹی روڈ پر ہی اتار دیتے تھے، وہ اپنے گھر اور میں رکشہ پر بیٹھ کر مرد سے آ جاتا۔

ایک دفعہ سبق کے دوران حضرت شیخ رحمہ اللہ نے خود بیان فرمایا کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر مکہ کر مرد کے علماء کو میرے متعلق بتایا گیا تو وہ میرے پاس آگئے۔ کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں ان حضرات نے مجھ سے تقاضا کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ منہ اور یہ زبان جس سے اللہ تعالیٰ نے دین کا اتنا کام لیا اس کا لعاب ہمارے منہ میں ڈالیں یعنی ہمارے منہ میں آپ تھوکیں۔ حضرت فرمائے ہیں کہ میں نے کہا یہ بات ٹھیک نہیں ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے عظمت عطا فرمائی ہے لیکن انہوں نے مجھے تھوکنے پر مجبور کر دیا۔ فرمایا مولوی صاحب مجھے مجبور آیا کام بھی کرنا پڑا کہ میں نے اپنا لعاب ان کے منہ میں ڈالا جس طرح دوسروں کو دم کیا جاتا ہے۔

ایک دن بندہ رقم حروف معمول کے مطابق بعد نماز ظہر حضرت کی تفسیر "ذخیرہ الجنان" ترتیب دے رہا تھا کہ استاذزادہ مولانا احمد اللہ خان کا جدے سے فون آیا کہ اباجی (استاذ محترم مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب) سے بات کرو۔ علیک سلیک کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہاں مقام ہمارے ساتھیوں نے مقامی احباب کو میرا تعریف کرادیا جس پر انہوں نے تقاضا کیا کہ ہمیں کچھ اس باقی حدیث کے پڑھا دو۔ اس دوران میں نے حضرت شیخ کا تعارف کرایا تو جده کے بڑے عالم الشیخ احمد ہمدان اور ان کے ساتھیوں نے تقاضا کیا کہ ہماری شیخ صاحب سے بھی بات کراؤ اور حدیث کی اجازت بھی لے کر دو، الہذا آپ گھصڑجا کر حضرت سے ہماری بات کروا سکیں۔ چنانچہ میں اسی وقت ساری مصروفیات کو پس پشت ڈال کر میر لقمان صاحب اور ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کو لے کر گھصڑپنج گیا اور پھر ان عرب علماء سے رابطہ کیا۔ جب ان حضرات نے حضرت امام الحنفیت کا حال احوال دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ میں علیل ہوں۔ انہوں نے دعاوں کے ساتھ اجازتی حدیث طلب کی تو حضرت نے مجھے فرمایا کہ آپ ان کو میری طرف سے کہہ دیں کہ اجازت ہے۔ میں نے ان کو کہا کہ حضرت نے آپ حضرات کو اجازت دے دی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ حضرت خود اپنی آواز میں نہیں اجازت دیں۔ میں نے حضرت کو بتلایا کہ حضرت اور فرماتا ہے میں کہ آپ بلا واسطہ خود اجازت عنایت فرمائیں۔ اشارہ فرمایا کہ فون میری طرف کرو، میں نے موبائل حضرت کے منہ سے لگا دیا۔ آپ نے ان کو عربی میں فرمایا: **أَجْزُتُكُمْ** "میں تمھیں اجازت دیتا ہوں۔"

وفات سے تقریباً چہ ماہ پہلے کی بات ہے۔ تکونڈی مولوی خان مولوی نذر صاحب سرگودھوی کی مسجد میں تبلیغی جماعت آئی، جس میں کچھ علماء بھی تھے۔ مولوی نذر صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت کی زیارت کے لیے چلیں، چنانچہ ہم حضرت کے پاس بیٹھ گئے۔ ملاقات کے بعد علماء نے سند اجازت کا تقاضا کیا۔ حضرت شیخ ڈھنڈو نے ایک سے پوچھا تو کہاں سے فارغ ہے؟ اس نے کہا کوڑہ خٹک سے۔ فرمایا اس کو سند دے دو۔ دوسرے سے پوچھا، اس نے کہا دارالعلوم کراچی

سے۔ فرمایا اس کو سند دے دو۔ جب تیرے سے پوچھا تو اس نے کہا رائے دندر سے۔ فرمایا اس کو باہر نکال دو، اس کے لیے کوئی سند نہیں ہے اور پھر بیاہر نکلوادیا۔

۱۰۲۰ء میں حضرت پر قانع کا حملہ ہوا، پریشانی بڑھ گئی۔ میں نے لقمان اللہ میر صاحب سے کہا کہ میرے ایک بہت اچھے دوست ہیں ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب جو اپنے شعبے میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ حضرت کے علاج کے سلسلے میں ان کو ساتھ شامل کر لیتے ہیں۔ میر صاحب نے کہا کہ ان کا ذہن کشمیریوں کے خلاف ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے، سارا نور بادا ان کے پاس بیٹھا ہوتا ہے۔ آپ ان سے ملاقات تو کریں۔ چنانچہ میں نے میر صاحب کی ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کروادی۔ پھر ہم تینوں نے مل کر گھر جانے کا معمول بنالیں۔ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ نماز ظہر کے بعد ہم آپس میں بذریعہ فون رابطہ کرتے کہ تم کہاں ہو اور تم کہاں ہو؟ پھر میر صاحب ڈاکٹر صاحب کو ہسپتال سے رسیو کرتے اور مجھے حکم فرماتے کہ جی لو روڈ پر فلاں جگہ بیٹھ جائیں۔ عموماً شریف پورہ چوک میں ہم اکٹھے ہوتے، کبھی گوند لانوالا چوک، کبھی لاری اڑا، کبھی کسی اور جگہ، اور امام الحسنت کے کھانے پینے کے لیے مختلف چیزیں ساتھ لے جاتے۔ میرے ذمہ پرندوں کی بخشی ہوتی تھی۔ جس دن میں نہیں جانا ہوتا تھا بخشی کی ساتھی کے ذریعے ان کے پاس پہنچا دیتا تھا۔ بخشی مختلف پرندوں مثلاً: فاختہ، تیتر، بیٹر، بلیر، چبے، پھاڑ، جل سراغی، جنگلی کبوتر، مرغابی وغیرہ کی بنا تھا۔ لیکن حضرت زیادہ شوق سے فاختہ کی بخشی نوش فرماتے تھے۔ بلکہ کبھی خود فرمادیتے کہ گھوگھی (فاختہ) کی بخشی لانی ہے۔ گریوں میں زیادہ تر مکس پھلوں کا تازہ جوں، کبھی دودھ پلایا جاتا مگر خالی نہیں بلکہ اس میں مختلف قسم کے طاقت کے پوڑا اور دوسریاں ملائی جاتیں جن کا نام ڈاکٹر صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔ اور کبھی انڈا اور شہد مکس کر کے پلا دیتے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر یہی ہوتی تھی کہ بخشی والے پرندوں کی کی نہ ہو اور کبھی حضرت فرمادیتے کہ بخشی کی بجائے پرندے گھر پہنچا دو یہ خود تیار کر دیں گے۔ چنانچہ حکم کی تعلیم ہوتی اور میں پرندے گھر پہنچا دیتا۔

خدمت کی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ حضرت امام اہل سنت کے پاس بیٹھ کر علیک ملیک کے بعد ڈاکٹر صاحب بلڈ پریشر چیک کرتے، میں بخشی ٹھنڈی کرتا یا دودھ اور انڈہ مکس کرتا اور میر صاحب اپنے ہاتھوں سے پلاتے تھے۔ جس دوائی کی ضرورت ہوتی وہ استعمال کرادی جاتی اور یاں کا استعمال اہل خانہ کو سمجھا کے ہم واپس آ جاتے۔ جب حضرت کی طبیعت معمول پر آ جاتی تو پھر میں ایک دن کا ناغ کرتا تھا لیکن میر صاحب ڈاکٹر صاحب کو لے کر روزانہ جاتے تھے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کو اپنا کوئی کام ہوتا تھا تو پھر ڈاکٹر سہیل انہم بٹ صاحب کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ اور ہم خدمت کے اس تسلسل کا توڑنا حرام بھتھتے تھے اور یہ سارے اخراجات میر صاحب نے اپنے ذمہ لیے ہوئے تھے۔ میر صاحب فرماتے تھے کہ دوائی کے لیے کسی سے کوئی پیسا نہیں لیتا، چاہے دوائی ایک روپے کی ہو یا ایک لاکھ کی۔ انہوں نے اس عہد کو حضرت کی وفات تک بڑی خندو پیشانی کے ساتھ نبھایا۔

جب حضرت کا مثانے کا آپریشن لاہور میں چوبرجی کے قریب ایک ہسپتال میں ہوا تو مولانا حسن صاحب جامعہ مدینہ

دالے تشریف لائے جو حضرت کے بھی شاگرد ہیں اور میرے بھی شاگرد ہیں۔ وہ مجھ سے کہنے لگے اتنا دیجی: اگر اجازت ہو تو آپ پریش کا خرچہ میں دے دوں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ ذمہ داری چوں کہ میر صاحب کی ہے لہذا میں ان سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ میر صاحب کے سامنے میں نے مولانا کی خواہش رکھی تو میر صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ساتھیوں کے علم میں ہے کہ یہ کام میں کر رہا ہوں اور یہاں کوئی اور خرچ کرے یہ بات شیکھ نہیں ہے، بات حقیقت کے خلاف ہو جائے گی لہذا مولانا سے مغدرت کر لیں۔

یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا کہ ۲۰۰۳ء میں حضرت پرفانج کا دوبارہ ایک ہوا، طبیعت تو حضرت کی مشتمل گئی یا کیں انھوں نے کھانا بہت کم کر دیا، اس پر ساتھی کافی پریشان ہوئے۔ جب کبھی مفتی محمد جیل خانؒ صاحب تشریف لاتے تو بد و بدی کھانا کھلا دیتے، ہم بھی کہتے رہتے تھے کہ حضرت! کچھ نہ کچھ تو کھالیا کریں۔ ایک دن ہم حضرت کے خدمت میں بیٹھے تھے کہ اتنا ز محترم مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب تشریف لائے۔ حضرت نے فرمایا مفتی صاحب یہ لوگ مجھے کھانے پر مجبور کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((لَا تُكِرْهُوا مِنْ هَمْسَرَاتِهِمْ قَلِيلُ الظَّعَامِ فِي أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُطْعِمُهُمْ وَيُسْقِطُهُمْ)).

”اور اپنے بیاروں کو کھانے پر مجبور مت کرو کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔“

اور فرمایا کہ مفتی صاحب آپ نے یہ حدیث باحوالہ لکھ کر مجھے دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے یہ حدیث ترمذی شریف ابواب الطب کے حوالے سے لکھ کر مجھے دی، میں نے وہ پر جی حضرت کو دے دی۔ فرمایا پڑھو! میں نے پڑھی تو فرمائے لگے، پھر تم مجھے زیارہ کھانے پر کیوں مجبور کرتے ہو؟ آخری پانچ چھ سال تو میخنی، مشروبات، چائے اور کبھی معمولی ساولیہ کھالیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے شیخ جس طرح اپنی ذات اور صفات میں بے مثال تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت بھی بے مثال کروائی۔ ایسی خدمت کی مثال کسی بزرگ کی کوئی نہیں پیش کر سکتا جیسی خدمت حضرت کی ہوئی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا ان پر فضل و کرم تھا جو انھوں نے دین کی خدمت کی تھی۔ یہاں میں لفاظ شیخ کی تھوڑی سی وضاحت کر دوں تاکہ اگلی بات آسانی سے سمجھ آسکے۔ شیخ لخت میں بوڑھے آدمی کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں شیخ کہتے ہیں کہ:

مَنْ يُعْجِزَ السُّلْطَةَ وَيُمْسِكَ الْبِدْعَةَ وَيَكُونُ أَقْوَاهُ وَأَفْعَالَهُ حُجَّةً لِلنَّاسِ.

”جو سنت کو زندہ کرے اور بدعت کو مٹائے اور اس کے اقوال اور افعال لوگوں کے پر لیے جوت ہوں۔“

اور عرف عام میں شیخ اسے کہتے ہیں کہ:

مَنْ لَهُ مَهَارَةٌ كَامِلَةٌ فِي قِنْقِنِ الْفُنُونِ أَوْ عِلْمٍ مِنَ الْعُلُومِ وَلَوْ كَانَ شَابًا.

”جس کوئی فن یا علم میں مہارت کامل حاصل ہو اگرچہ وہ جوان ہو۔“

یہ تینوں معانی میرے شیخ پر صادق آتے تھے۔ میں یہ بات بلا مبالغہ کر رہا ہوں کہ ایک پڑیے میں شریعت کو کھا جائے اور دوسرے پڑیے میں میرے شیخ کو ان شاء اللہ العزیز ترازو برابر ہو گا۔ سیکات رب تعالیٰ کی طرف سے عفو ہیں اور عرفی معنی کے اعتبار سے بھی آپ ہر فن اور علم میں شیخ تھے۔ آپ علم تفسیر، علم حدیث، علم فتنہ، علم معانی، علم ادب، علم اصول فتنہ، علم الصرف وال نحو غرض کہ آپ تمام علوم میں اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مہارت کامل رکھتے تھے اور اس بات کے دوست دشمن بھی معرفت تھے۔ استاذ محترم حضرت مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۸۷ء کی بات ہے۔ مجھ سے مولانا عبد المالک صاحب آف قلعہ دیدار سنگھ نے بیان کیا کہ نو شہرہ در کال میں ایک بہت بڑے جلسے سے مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم بیان فرار ہے تھے اور شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صدر اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی شیخ پر موجود تھے۔ حضرت شیخ القرآن صاحب نے ایک حدیث بیان کی اور فرمایا تھے اس کی سند اور درجے کا علم نہیں ہے۔ اتنے میں شاہ صاحب بخاری نے آواز دے کر کہا کہ گھبرانے کی کیا ضرورت ہے ہمارے پاس تکمیلی وقت مولانا محمد سرفراز خان تھے ہیں۔ پھر شیخ الحدیث صاحب نے فی المدیہ کہا کہ اس حدیث کی سند یہ ہے اور درجہ یہ ہے اور فلاں فلاں محدث نے اس حدیث کے بارے میں یہ یہ بیان کیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ میں اپنے رفقاء کے ساتھ حضرت قاضی عیسیٰ الدین صاحبؒ کے پاس ترمذی شریف کا سبق پڑھ رہا تھا کہ ایک راوی کے متعلق قاضی صاحب سے سوال کیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ حاشیہ پر دیکھو! لیکن حاشیے پر اس کے متعلق کچھ نہ لکھا تھا۔ فرمایا پھر مولانا محمد سرفراز خان سے دریافت کر لیتا۔ تیرے گھنٹے میں ہم حضرت شیخ صاحب کے پاس ابوابو شریف پڑھ رہے تھے کہ قاضی صاحب کلاس میں تشریف لے آئے۔ شیخ صاحب نے قاضی صاحب کو دیکھا تو کھڑے ہونے لگے، حضرت قاضی صاحب نے فرمایا پیشے رہو۔ حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ آپ زبردستی کرتے ہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کھڑے ہوں اور میں بیٹھا رہوں۔ قاضی صاحب نے فرمایا یہ بتاؤ کہ ترمذی شریف کا فلاں راوی کس پائے کا ہے؟ شیخ نے فوراً اس کی وضاحت فرمائی۔ حضرت قاضی صاحب نے فرمایا مولوی عیسیٰ سن لیا! میں نے کہا جی ہاں! حضرت سن لیا۔ فرمایا اچھا السلام علیکم۔

میرے شیخ تعبیر الرؤا یا یعنی خوابوں کی تعبیر کے بھی شیخ تھے۔ ایک دفعہ چودھری خمیل یعقوب صاحب جو گلی لانگریاں والی میں رہتے ہیں، تشریف لائے اور اپنا خواب سنایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری والدہ کا کفن چھوٹا ہے۔ سرڈھا نہیں تھے ہیں تو پاؤں نگلے ہو جاتے ہیں اور اگر پاؤں ڈھانپتے ہیں تو سرڈنگا ہو جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہاری والدہ کی قبر کے ساتھ قبر کھودی گئی ہے جس سے تمہاری والدہ کی قبر چھوٹی ہو گئی ہے۔ بعد میں چودھری صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت نے جو تعبیر بتائی تھی بالکل صحیح تھی۔ میں نے قبرستان جا کر معلوم کیا تو واقعہ پاؤں کی طرف قبر کھودی گئی تھی اور میری والدہ کی قبر کا کچھ حصہ اس میں شامل ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ ایک شیخ صاحب نے آ کر اپنا خواب سنایا کہ خواب میں میں قبرستان گیا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے والدکا

سرپریز سے باہر پڑا ہوا ہے اور منہ سے سورہ المشرح کی آواز آرہی ہے۔ شیخ نے تعبیر بتائی کہ تیرے والد کی جائیداد صحیح تقسیم نہیں ہوئی۔ تعبیر پوچھنے والے نے کہا کہ حضرت باتی و راشت تو تقسیم کر دی ہے البتہ میں نے اپنے والد صاحب سے پچاس ہزار روپے لیے تھے، وہ تقسیم نہیں کیے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی حصہ کے مطابق سب میں تقسیم کرو۔ اب حضرت کے صاحبزادے مولانا عبدالقدوس قارن صاحب تعبیر تو بتاتے ہیں لیکن پوچھنے نے پہلے تو کن لینا پڑے گا کیوں کہ معروف بہت زیادہ ہیں۔

بہر حال میرے شیخ ہرفن کے امام تھے۔ میرے علم کے مطابق حضرت پاک و ہند کے آخری شیخ الحدیث تھے۔ اب آپ کو اشتہاری اور اخباری شیخ الحدیث بہت میں گے لیکن جو شیخ الحدیث کی تعریف ہے اس کے مطابق کوئی شیخ الحدیث نہیں پائیں گے۔ بلکہ اب تو واجہ بن گیا ہے کہ جو بخاری شریف پڑھائے اس کو شیخ الحدیث کہتے ہیں، چاہے اسے بخاری شریف کے دس روایوں کے حالات کا بھی علم نہ ہو۔ میرے ساتھ دو رہ حدیث میں ایک شریک ساتھی کو قال کا صیغہ نہیں آتا ہے وہ بھی آج کل اپنے نام کے ساتھ شیخ الحدیث لکھتا ہے۔ کیوں کہ وہ بچیوں کے ایک مدرسہ میں بخاری شریف پڑھاتا ہے، اس لیے کہ بخاری شریف کی مترجم بازار سے مل جاتی ہے۔

بہر حال میرے نزدیک میرے شیخ، میرے مرشد، میری مریب، حضرت شیخ الحدیث واقعیت امام اہل سنت آخری شیخ الحدیث تھے۔ حضرت امام اہل سنت تقویٰ و طہارت کے بیکر تھے۔ ہم جب حضرت کی ملاقات کے لیے جاتے تو ملک محمد یوسف صاحب باہر اپنی دکان پر بیٹھے ہوتے تھے، ہمیں دیکھ کر کھڑے ہو جاتے اور کہتے ماشاء اللہ، ماشاء اللہ حضرت کے خادم آنگئے ہیں۔ ایک دن مجھے کہنے لگے میرے پاس بیٹھو، میں تمھیں حضرت کا ایک واقعہ سناؤں۔ ایک دن حضرت نے حقوق العباد کے موضوع پر درس دیا، میرے والد صاحب درس میں موجود تھے۔ حضرت جب اشراق سے فارغ ہو کر آئے تو میرے والد صاحب نے روک لیا کہ حضرت! میں نے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔ حضرت نے فرمایا کرو بات۔ والد صاحب نے کہا حضرت! آج آپ نے بہت اچھا درس دیا ہے لیکن حضرت نے بتائیے کہ صبح کا ناشتہ کس چیز سے کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا پر انہا، دو انہا اور چائے۔ کہنے لگے حضرت! یہ بتائیے کہ وہ انہاے اپنی مرغی کے استعمال کرتے ہو؟ حضرت نے فرمایا ہاں! والد صاحب کہنے لگے کہ آپ کی مرغیاں تو ہمارے دانتے چک جاتی ہیں (کیونکہ اس وقت غالباً ان کی گندم کی دکان تھی)۔ حضرت نے فرمایا اچھا! میں اس کا بندوبست کرتا ہوں، آئندہ آپ کے دانتے نہیں کھائیں گی۔ گھر جا کر ساری مرغیاں ذبح کر دیں۔ ملک یوسف کہنے لگے یہ تھا حضرت کے تقویٰ کا عالم۔ حالانکہ یہ بیان کرنے والا غیر مقلد تھا، اب مرحوم ہو گیا ہے۔

حضرت امام اہل سنت کی آنکھ کا آپریشن کروا کے جب ہم واپس لے کر آئے، نماز کا وقت ہوا، فرمایا کہ صوفی صاحب کو فون کر کے پوچھو کہ میں نے تمیم کرنا ہے یا باقی اعضاء کا قتل اور چہرے کا سس؟ حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ تم کرنا ہے۔ پھر فرمایا مفتی عیسیٰ صاحب سے پوچھو۔ ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔ حضرت نے تمیم کیا، نماز پڑھی پھر فرمایا کہ مسئلے کا مجھے بھی علم تھا لیکن میں چونکہ مبتلى پڑھا اس لیے ان سے پوچھاتا کہ جنمت تام ہو جائے۔ اللہ اللہ! کیا تقویٰ اور کیا

احتیاط ہے، حالانکہ خود فقہ اور اصول فقہ کے امام ہیں۔

قاری محمد قاسم صاحب آف قلعہ دیدار شاگھ اپنے والد مرحوم مولانا عبد المالک سے روایت کرتے ہیں کہ شاہ بردہ میں جلسہ تھا۔ سید عذایت اللہ شاہ بخاری بیان فرمائے تھے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب شیخ پر بیٹھے تھے۔ دوران تقریر حضرت شاہ صاحب نے کہا کہ جس نے وقت کا امام اعظم ابو حنیفہ دیکھنا ہوا تو شیخ پر مولانا محمد سرفراز خان صندر بیٹھے ہیں، ان کو دیکھ لو۔ سفر حضرت میں حضرت ساتھیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ڈرائیور کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔

حج سے واپسی پر مجھے سفید رنگ کا کالی دھاری والا رومال دیا اور فرمایا کہ صرف دورو مال لایا تھا، ایک صوفی صاحب کو دیا ہے اور ایک تجھے دے رہا ہوں۔ مجھے کبھی کبھی فرماتے کہ فلاں حدیث کی کتاب اٹھا کر پڑھ کر سناو۔ ایک دن فرمانے لگے کہ لعل اللہ یتیزُ قُلْیٰ صَلَاّخَا کی ترکیب بتاؤ۔ میں نے عرض کیا حضرت اعلیٰ مشبہ بالفعل میں سے ہے لفظ اللہ اس کا ام ہے اور آگے کامل جملہ اس کی خبر ہے۔ کبھی کبھی میر صاحب مجھے فرماتے کہ حضرت کو کوئی نعمت سناو تا کہ دھیان بٹ جائے اور کچھ کھاپی لیں۔

اجل کو لبیک کہنے سے آنحضرت دن پہلے جو تھوڑا بہت پینے تھے وہ بھی بند کر دیا جس سے بڑی پریشانی ہوئی۔ ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب سفر پر تھے۔ ڈاکٹر سعیل الرحمن نے عرض کیا حضرت! جسم میں خون بالکل نہیں ہے یا تو کچھ کھائیں، پیسیں یا پھر خون کی بوتلیں لگانے کی جاگزت دیں۔ بڑی مشکل سے منت سماجت کے بعد اجات دی، دو دن خون کی بوتلیں لگیں پھر تھوڑا بہت پینا شروع کر دیا مگر نہ چاہتے ہوئے۔ تین دن پہلے ڈاکٹر صاحب نے پھر عرض کی کہ حضرت بوتل لگانے کی اجات دے دیں۔ تو فرمایا اب تم میرے ساتھ بچھیرے کرنے چھوڑ دو، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں سمجھ گیا کہ اب میرے شیخ آخرت کی تیاری فرمائچے ہیں۔ آخری دنوں میں حضرت پر کبھی کبھی استغراق کی کیفیت ہو جاتی تھی۔ وہ اس طرح کہ آسان کی طرف رخ کر کے ٹکلی باندھ لیتے اور اس حالت میں کسی کے ساتھ گنگلوکو کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اگر اس کیفیت میں کسی نے مخل ہونے کی کوشش کی تو اس کو تھیز بھی مار دیتے تھے اور فرماتے کہ مجھے نہ چھیڑو۔ جب اس کیفیت سے واپس آتے تو پھر ہمیں خود پکارتے اور ہم سے باتمیں کرتے۔

حضرت کی کیفیت دیکھ کر جب مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت کا آخری وقت قریب آگیا ہے تو میں نے اپنے ساتھی مولانا ریاض انور گجراتی کو فون کیا کہ جاؤ حضرت کی زندگی میں جتنی زیارت کر سکتے ہو کرو حضرت آخرت کی تیاری فرمائچے ہیں۔ اور مولانا نور حسین عارف صاحب کو بھی بتا دو۔ پھر میں نے قاری محمود صاحب اختر کو بھی فون پر بھی بات گوش گزار کی کہ جاؤ حضرت کی جتنی زیارت کر سکتے ہو کرو، حضرت آخرت کی تیاری فرمائچے ہیں، ورنہ پچھتاوے۔

چنانچہ اس کے دو ہی دن بعد میرے شیخ نے اجل کو لبیک کہا اور ہمیں داغ مفارقت دے کر دارالفناء سے دارالبقاء تشریف لے گئے۔

جس دن سے جداؤہ ہم سے ہوئے اس دل نے دھڑکنا چھوڑ دیا  
ہے چاند کا منہ اُتراء، تاروں نے چکنا چھوڑ دیا  
وہ پاس ہمارے ہوتے تھے بے رت بھی بہار آ جاتی تھی  
اب لاکھ بہاریں آئیں بھی تو دل نے مہکنا چھوڑ دیا

لیکن میرے شیخ کافیش ایسا نہیں ہے کہ ان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تم ہو جائے گا۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں!  
میرے شیخ کے عقائد و نظریات، دینی خدمات اور فرقی باطلہ کی سرکوبی، تحریر و تصنیف کی شکل میں موجود ہے۔ حضرت کافیش  
قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

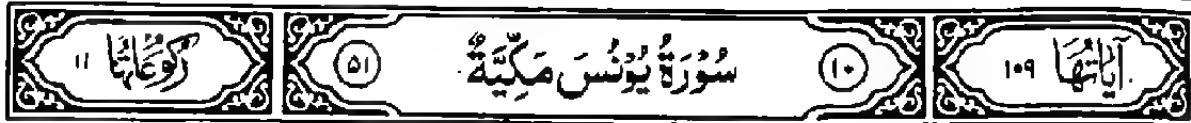
ان شاء اللہ تعالیٰ

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ کے لواحقین، مخلوقین، مریدین اور شاگردوں کو صبر عطا فرمائے اور حضرت کے مشن کو  
زندہ و جاری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

طبیعت کو ہو گی خلق۔ چند روز  
سنچلتے سنچلتے سنچل جائے گی

خاکپائے امام اہل سنت محمد نواز ملوچ  
مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ، گوجرانوالا  
۱۶ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ بہ طابق ۱۰ ارجنون ۲۰۰۹ء





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿إِنَّا تُلَكِّ أَيْتُ الْكِتَابَ الْحَكِيمَ﴾ یہ آیتیں ہیں حکمت والی کتاب کی ہے اگاہ للناس عجیماً کیا ہے لوگوں کے لیے تعجب ہے ان اور حیناً اس بات میں کہ ہم نے وہی تیجی ہے ای تراجیل قنہم ہے ان میں سے ایک شخص پر ہے ان آئندہ الناس ہے یہ کہ دراصل اس آپ لوگوں کو وَبَشَرَ الرَّبِيعَ امْتُوا ہے اور خوش خبری دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ﴿أَنَّ لَهُمْ قَدَّمَ صَدِيقَ﴾ کرب بے شک ان کے لیے سچائی کا قدم ہے ﴿عَذَّاتَهُمْ﴾ ان کے رب کے ہاں ﴿قَالَ الْكُفَّارُونَ﴾ کہا کافروں نے ﴿إِنَّ هَذَا السُّجْنُ مُبِينٌ﴾ بے شک یہ تغیر البتا جادوگر ہے کھلا ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ﴾ بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے ﴿أَلَيْنِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ﴿فِي سِنْطَوْأَيَامِ﴾ چھوٹوں میں ﴿فَمُّ اسْتَوْيَ عَلَى الْعَرْشِ﴾ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر ﴿يَنْدِقُ الْأَمْرَ﴾ وہ تدبیر کرتا ہے ہر کام کی ﴿مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا وُنْ بَعْدَ إِذْنِهِ﴾ نہیں ہے کوئی سفارشی مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ﴿ذِلِّكُمُ اللَّهُ﴾ یہی ہے تمہارا اللہ ﴿رَبُّكُمْ﴾ تمہارا پروردگار ﴿فَأَعْبُدُهُ﴾ پس اسی کی عبادت کرو ﴿أَفَلَا تَدْكُرُونَ﴾ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ﴿إِلَيْهِ مَرْجِعُكُلْمَ جَهِيَّنَّا﴾ اسی کی طرف ہے تم سب کا لوثنا ہے وہ عذاب اللہ کا وعدہ سچا ہے ﴿إِنَّهُ يَنْذِدُ وَالْحَقَّ﴾ بے شک وہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے ﴿فَمُّ يُعِيدُهُ﴾ پھر اس کو لوٹائے گا ﴿لِيَجُزِيَ الْأَنْذِيَّتِ﴾ تاکہ بدله دے ان لوگوں کو ﴿أَمْتُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ﴾ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے ﴿بِالْقِسْطِ﴾ انصاف کے مطابق ﴿وَالَّذِي نَنْهَا كُفَّارُوا﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ﴿أَنْتُمْ شَرَابُ قَنْ حَمَّنَ﴾ ان کے لیے پینا ہو گا کھوتا ہوا پانی ﴿وَعَذَابُ أَلِيمٌ﴾ اور عذاب ہو گا دردناک ﴿بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾ اس لیے کہ کفر کرتے تھے۔

### سورۃ یونس کی وجہ تسمیہ و حروف مقطعات

اس سورۃ کا نام یونس ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کا نام یونس ہے، علیہ الصلاۃ والسلام۔ ان کے نام پر اس سورۃ کا نام رکھا گیا ہے۔ حضرت یونس ﷺ ملک عراق کے صوبہ موصل میں نینوا شہر میں رہتے تھے وہ شہر آج بھی موجود ہے۔ اس سورۃ میں حضرت یونس ﷺ اور ان کی قوم کا ذکر آئے گا۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس سے پہلے پچاس [۵۰] سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کے میارہ [۱۱] رکوع اور ایک سوروں [۱۰۹] آیات ہیں۔

﴿اللَّهُ﴾ یہ حروف مقطعات میں سے ہے اور ان کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کسی لفظ کو اختصار کے ساتھ پیش کرنے کے لیے اس سے ایک حرف الگ کر لیا جائے، پورا لفظ شہ بولا جائے۔ اور یہ ہر زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ تو یہ حروف کس سے مخفف ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رض فرماتے ہیں ”الف“ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی یہ لفظ اللہ سے مخفف ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ باقی اس کے صفاتی نام ہیں۔ جیسے رحمٰن، رحیم، قہار، رزاق، رشید، طلیل۔ اور ”لام“ سے مراد لطیف ہے۔ اس کا معنی ہے باریک ہے باریک سے باریک ترجیح بھی رب تعالیٰ کے سامنے ہے۔

بزرگانِ دین نے اپنے تجربات میں لکھا ہے کہ اگر رشتے ناتے میں کوئی رکاوٹ ہو یا کاروباری سلسلے میں کوئی رکاوٹ ہو تو لطیف کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنے سے اللہ تعالیٰ ہدایت پیدا فرمادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سارے نام برکت والے ہیں۔ اور ”را“ سے مراد رُوف ہے۔ یعنی یہ رُوف سے مخفف ہے، معنی ہے شفقت کرنے والا۔ یہ بھی رحمٰن، رحیم کی طرح اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَتِلْكَ الْيُتْ الْكَلِبُ الْحَكِيمُ﴾ یہ آئیں ہیں حکمت والی کتاب کی۔ یعنی یہ آئیں جو تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں اس کتاب کی ہیں جو حکیم ہے۔ حکیم کا معنی ہے دانا، تو مطلب یہ ہے گا کرو دانا! والی کتاب کی آئیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی کتابیں نازل ہوئی ہیں سب برقی ہیں مگر ان تمام کتابوں میں سے زیادہ دانا! اور حکمت اس کتاب میں ہے اور حکیم کا معنی محکم اور اُنہیں کرتے ہیں کہ یہ کتاب اپنی جگہ بڑی محکم اور اُنہیں ہے۔ دنیا نے کفر نے اس کے خلاف بڑی کوشش کی ہے مگر کامیاب نہیں ہو سکی اور قیامت تک کامیاب نہیں ہو سکتی۔

### توحید باری تعالیٰ پر کافروں کا تعجب

فرمایا ﴿أَكَانَ لِلّٰهِ أَعْجَمًا﴾ کیا ہے لوگوں کے لیے تعجب ﴿أَنْ أَذْهَبَنَا إِلَى سَاجِلٍ قَسْمُهُمْ﴾ اس بات میں کہ ہم نے وہی بھیجی ان میں سے ایک شخص پر یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر۔ کافروں کو اس بات پر تعجب تھا کہ وہی الہی کہ مکرمہ کے ایک ایسے شخص پر نازل ہوئی ہے جو قیامت ہے۔ اس کا کاروبار ہے نہ اس کے پاس مال و دولت ہے۔ کہتے تھے: ﴿وَقَالُوا كُلَّا نَرِزْلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى سَاجِلٍ قُنْ الْقَرْزِيَّةِ عَذَّلِيَّم﴾ [الزخرف: ۳۱] ”کیوں نہیں اتنا راگیا پر قرآن کسی بڑے آدمی پر دوستیوں میں سے۔“ کہ مکرمہ اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر قرآن کیوں نہیں اتنا راگیا۔ جدہ اس وقت نہیں تھا بعد میں آباد ہوا ہے۔ اس وقت مکرمہ میں بڑا چودھری ولید بن مغیرہ تھا۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید بن اشوہ کا باپ۔ اس کے تیرہ (۱۲) بیٹے تھے۔ بڑے خوب صورت اور صحت مند جوان۔ اس کی اپنی صحت بھی بڑی اچھی تھی بیٹوں میں بیٹھا ہوا یوں لگتا تھا کہ بھائی ہے۔ مال بھی اس کے پاس سب سے زیادہ تھا۔ مشرکین کہتے تھے کہ مکرمہ میں اس پر قرآن نازل ہونا چاہیے تھا۔ اور طائف میں اس وقت بڑا سردار عروہ ابن مسعود نقشی تھا جو بعد میں صحابی بنا اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گیا۔

### پیغمبر کی ذمہ داری، مقصود بحث ۴

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنًا کر بھیجا تو آپ کی ذمہ داری کیا ہے؟ آن آئندہ اقاتس یہ کہ ڈرامیں آپ لوگوں کو کہ جو رب تعالیٰ کی تفہیم کرے گا اس پر دنیا میں ٹھی عذاب آ سکتا ہے اور آئے گا اور قبر اور آخرت کا عذاب تو اپنی جگہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کافروں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرامیں ﴿وَبَشِّرُ الْذِينَ آمَنُوا﴾ اور خوش خبری دیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ﴿أَنَّ اللَّهَمَّ قَدَّمَ صَدِيقٍ﴾ کرب شک اُن کے لیے چجائی کا قدم ہے۔

﴿قَدَّمَ صَدِيقٍ﴾ کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی بھی عدالت میں کھڑے ہوں گے تو ذمہ داری کی نہیں بلکہ نہایت متعبوطی کے ساتھ، رب تعالیٰ جو فرمائیں گے اس کا جواب دیں گے۔ اور ﴿قَدَّمَ صَدِيقٍ﴾ کا ایک معنی یہ کرتے ہیں جو سچائی انہوں نے آگے بھیجی ہے۔ یعنی جو میکیاں وہ زندگی میں کرچکے ہیں وہ ان کو ملیں گی اللہ تعالیٰ کسی کی سیکی ضائع نہیں کرتا۔

اور بعض حضرات نے ﴿قَدَّمَ صَدِيقٍ﴾ سے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی مرادی ہے کہ آپ ﷺ کا پہاڑ تھے۔ جن قدموں پر کھڑے ہوتے آخر دم تک وہاں سے نہ بٹے، مشن اور پروگرام کے اعتبار سے۔

تو ایمان والوں کے لیے سچائی کا قدم ہے ﴿عَذَّبَهَا تَقْيَمُ﴾ ان کے رب کے ہاں ﴿قَالَ الظَّفَرُ ذُنْ﴾ کہا کافروں نے ﴿إِنَّ هَذَا السَّحْرُ مُبِينٌ﴾ بے شک یہ پیغمبر البتہ جادوگر ہے کھلا، معاذ اللہ تعالیٰ۔ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر جو مجوزات صادر کیے تھے ان کی وجہ سے آپ ﷺ کو جادوگر کہتے تھے کہ یہ جادو کے ذریعے لوگوں پر اثر ڈالتا ہے۔ بجائے اس کے مجوزات کو دیکھ کر تسلیم کرتے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی سچائی کی دلیل ہے اثایہ کہا کہ جادوگر ہے۔

کس چیز کے نہ مانتے پر ڈرانا ہے؟ تو آپ ﷺ نے قوم کے سامنے جو چیزیں بیان فرمائیں جیسے ان میں سے پہلی چیز توحید ہے اور جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کی پہلی دعوت تھی ﴿قَالَ يَقُولُونَ إِنَّا عَبْدُهُ وَإِنَّهُ مَا أَنْكُمْ مِنَ الْوَغَيْرِ﴾ ”اے میری قوم! رب تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھارا کوئی معبود نہیں ہے۔“ رب کا معنی ہے پالنے والا، تربیت کرنے والا۔ اگر کوئی رب کے مفہوم ہی کو سمجھ لے تو شرک کے قریب نہ جائے۔ تربیت کے لیے بڑی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ خوراک کی ضرورت ہے کہ کوئی جاندار، نباتات خوراک کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ خوراک رب تعالیٰ نے پیدا کی ہے، کوئی جاندار ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا یہ ہوا بھی رب تعالیٰ نے پیدا کی۔ غرضیکہ جتنی ضرورت کی چیزیں ہیں سب کی سب رب تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں تو کوئی اور معبود کس طرح بن گیا؟

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ﴾ بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ تمہارا پالنے والا، تربیت کرنے والا اللہ جل جلالہ ہے ﴿الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ﴿فِي سَبَقَةِ آيَاتِهِ﴾ چھوٹوں سے مراد چھوڑن کا وقدہ ہے حقیقتاً دن مراد نہیں ہے۔ کیوں کہ ہمارے ہاں تو دن کہتے ہیں سورج کے طلوع ہونے سے غروب ہونے تک کو

کہ سورج طلوع ہو تو دن ہو گیا اور غروب ہو تو دن ختم ہو گیا۔ حالاں کہ اس وقت نہ سورج تھا، نہ چاند تھا، نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی۔ تو چھوٹوں کا وقہ مراد ہے اور اس طرح پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ ورنہ اس کی تقدیرت یہ ہے کہ ایک دن میں پیدا کر سکتا ہے اور فنا بھی کر سکتا ہے ﴿إِنَّا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقْرِئَ لَهُ مِنْ فِي كُلِّ أَنْوَارٍ﴾ [الیمن: ۸۲] ”بے شک اس کا حکم جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کے بارے میں تو کہتا ہے اس کو ہو جائیں وہ ہو جاتی ہے۔“ رہی یہ بات کہ قادرِ مطلق ہو کر بتدریج اور آہستہ آہستہ کیوں پیدا فرمایا ہے؟ تو اس سے جلوق کو بتلایا ہے کہ دنیا میں ہر کام آہستہ آہستہ ہونا ہے۔ قادرِ مطلق ہو کر میں نے زمین و آسمان چھوٹوں میں پیدا فرمائے ﴿إِنَّ الْهَدَايَةَ أَكْبَحِي جُو كَامَ كَرَوْ آهَسْتَهَ آهَسْتَهَ كَرَوْ﴾۔

### استویٰ علی العرش کا مطلب

﴿كُلُّ أَسْتَوْى عَلَى الْعَرْشِ﴾ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔ عرش پر وہ کیسے مستوی ہے؟ کیوں کہ مستوی کا معنی ہے بیٹھنا۔ دیکھو! میں چھوٹی سی گدی پر بیٹھا ہوں اور تم ان دریوں پر بیٹھئے ہو۔ کسی وقت آدمی کری پر بیٹھتا ہے، کسی وقت چار پائی پر، کسی وقت صحف پر اور کبھی زمین پر اور کبھی آدمی پلنگ پر بیٹھتا ہے۔ حضرت امام مالک رض امام دارالحضرت ہیں۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت الجیح میں دفن ہوئے۔ ان سے ان کے شاگردوں نے پوچھا حضرت! رب عرش پر کیسے مستوی ہے؟ حضرت امام مالک رض نے فرمایا: بیٹو! یاد رکھو! الْإِيمَانُ بِهِ وَأَجْبَرَ! ”اس پر ایمان لانا ضروری ہے وَكَنْفِيتُهُ مَجْهُولَةً“ اور اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ ہم یہی کہہ سکتے ہیں جو استوی اس کی شان کے لائق ہے **وَالشُّوَالْ عَنَّهُ بُدْعَةٌ** اور اس کے متعلق سوال کرنا یعنی بار بار پوچھنا بادعت ہے اس کے قریب نہ جاؤ۔

محترم ساتھیو! ہم اس کی باقی صفات کب سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً: وہ سنتا ہے مگر کان نہیں ہیں، وہ دیکھتا ہے لیکن مغلوق کی طرح آنکھیں نہیں ہیں، بولتا ہے لیکن ہماری طرح ہونت اور زدانت نہیں ہیں، ﴿بَيْدَةُ الْمُلْكٍ﴾ میں ایک ہاتھ کا ذکر ہے کہ اس کے ہاتھ میں شاہی ہے ﴿بَلْ يَدُهُ مَبِسْطُكَلَنِ﴾ میں دو ہاتھوں کا ذکر ہے کہ اس کے دو ہاتھ ہاتھ کشادہ ہیں۔ اب اس کے ہاتھ کیسے ہیں؟ ہم نہیں سمجھ سکتے بس یہی کہیں گے جو اس کی شان کے لائق ہیں۔

اور حسن کے بارے میں جس طرح یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے اسی طرح یہ بھی ماننا اور تسلیم کرنا ہے کہ ﴿وَقُوْمَ مُعْلَمٌ أَنْتَ مَا لَكُنْتُمْ﴾ [المدید: ۲] اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔“ صرف عرش ہی پر نہیں ماننا۔ اس کا ارشاد ہے ﴿وَذَئْخُنْ أَقْدَبَ الْيَوْمَ مِنْ حَتَّلِ الْوَرَبَنِيَّةِ﴾ [ق: ۱۲] ”اور ہم زیادہ قریب ہیں اس سے اس کی دھڑکنی ہوئی رگ سے۔“ جل الورید رگ جان، جس کو شرگ کہتے ہیں جو دل سے دماغ تک جاتی ہے۔ رب اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ یہ تمام باتیں قرآن پاک میں موجود ہیں ﴿يَنَّا بِرَبِّ الْأَمْرَ﴾ وہ تدبیر کرتا ہے ہر کام کی۔ زمین و آسمان کا مدبر ہی ہے، خدا کی اختیارات اس نے کسی کو نہیں دیے اور یہ سب غلط نظریے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کو سارے جہاں کی تدبیر کے اختیارات دے دیے ہیں۔

### احمد رضا خاں بریلوی کے شرکیہ اشعار اور ان کا رد

چیز احمد رضا خاں بریلوی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں : -

ذی تصرف بھی ہے ، ماذون بھی ہے ، مختار بھی ہے

کار عالم کا مدبر بھی ہے۔ عبدالقادر

[حدائقِ عشق، ص ۱۹، ن ۴۰]

کر اللہ تعالیٰ نے سارے اختیارات سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیے ہیں، وہی سارا نظام چلاتے ہیں، العیاذ باللہ۔ اس سے بڑا کفر اور کلپا ہو گا۔ تو یاد رکھنا! مدد بر صرف پروردگار ہے۔ اور ”الامن والعلی“ صفحہ ۸۰۱ میں لکھتے ہیں :

”آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک کہ حضور سیدنا غوث اعظم پر سلام نہ کرے۔“ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

سوال یہ ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۱۳۹۰ھ میں ہوئی ہے اور وفات ۱۴۵۶ھ میں ہوئی ہے۔ اس سے پہلے جہاں کا مدبر کون تھا؟ اور اس سے پہلے سورج کس کو سوت مارتا تھا یا اس سے پہلے سورج طلوع ہی نہیں ہوتا تھا؟ الہذا یہ سب نظریات ہیں۔ جہاں کا مدبر صرف رب تعالیٰ ہے۔ اور اس بات کو کافر بھی مانتے تھے کہ سارے جہاں کی تدبیر رب تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿مَنْ يَدْعُ إِلَّا مَنْ قَسِيَّ قُولُونَ اللَّهُ﴾ [سورة یونس: ۳۱] ”کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی تو وہ بولیں گے کہ اللہ۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ رَأْدَنِهِ﴾ نہیں ہے کوئی سفارشی گمراہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد۔ یعنی اس کے بعد کوئی سفارش کر سکے گا اس سے پہلے کوئی نہیں کر سکتا۔ قیامت کے دن جب ساری کائنات پر یثناں ہو گی تو آنحضرت ﴿لَنَحْتَاجُ إِلَيْكُمْ جَدَّ مَعِنَى﴾ میں گر پڑیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ ﴿لَنَحْتَاجُ إِلَيْكُمْ جَدَّ مَعِنَى﴾ کو وہ تسبیحات بلالیں گے جو بھی (دنیا میں) آپ ﴿لَنَحْتَاجُ إِلَيْكُمْ جَدَّ مَعِنَى﴾ کو معلوم نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے :

((يَا مُحَمَّدُ إِذْ قَعَ رَأْسَكَ إِشْفَعْ تُشَفَّعُ)).

”اے محمد! سراخا یے آپ کو سفارش کرنے کی اجازت ہے، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔“

اس کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں۔ تو آنحضرت ﴿لَنَحْتَاجُ إِلَيْكُمْ جَدَّ مَعِنَى﴾ بھی سفارش رب تعالیٰ کی اجازت سے کریں گے۔ رب تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی فرشتہ، نہ کوئی پیغیر، نہ کوئی اور دم مار سکتا ہے۔

﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ تَرَبِّيْكُمْ﴾ یہی ہے تمہارا اللہ، تمہارا پروردگار ﴿فَاعْبُدُوا مِنْهُ﴾ پس تم اسی کی عبارت کرو ﴿أَفْلَاكَذَّاكُرْؤْنَ﴾ کیا پس تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، یہ باتیں تحسین بھجنیں آئیں ﴿إِلَيْكُمْ مَرْجِعُكُمْ جَهَنَّمَ﴾ اسی کی طرف ہے تم سب کا لوثا ﴿وَعْدَ اللَّهِ وَحْدَهُ﴾ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ سب نے اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ ﴿إِنَّهُ يَعْلَمُ إِلَّا الْخَلَقَ لَمْ يَعْلَمْ إِنَّهُ﴾ بے شک وہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اس کو لوٹائے گا۔ اگر تم اس کے لوٹانے میں شک کرتے ہو تو پھر یہ بھی کہو کہ ہمیں رب تعالیٰ نے پیدا نہیں

کیا اور اس کا تم انکار نہیں کر سکتے کہ رب تعالیٰ خالق نہیں ہے بلکہ اسی کو خالق مانتے ہو۔ تو پھر یہ بھی تسلیم کرو کہ وہی لوٹائے گا۔ کیوں؟ ﴿لَيَعْجِزُ إِنَّمَا مَنْ عَمِلَ مَا وَعَدَ اللَّهُ بِهِ﴾ تاکہ بدله دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے اتحمہ ﴿بِالْقِطْعَةِ﴾ انساف کے ساتھ۔

### اللَّهُ تَعَالَى كَيْ حُكْمَتْ اندھِيرْ غُرْبِيْ نَهِيْسْ ہُوْ

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت اندھیر غربی نہیں ہے کہ نیک کو نیکی کا بدله نہ دے اور برے کو سزا نہ ملے۔ کیوں کہ دنیا میں تو کتنے شریر ایسے ہیں کہ ان کو ان کے شر کے مطابق سزا نہیں ملتی اور کتنے نیک ایسے ہیں کہ ان کو نیکی کی جزا نہیں ملتی۔ اور وہی کو تو چھوڑ دیئے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے زیادہ نیک دنیا میں کوئی نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تین دن مسلسل ہمیں روٹی سالن کے ساتھ بھی نہیں ملی اور دو، دو ماہ آپ ﷺ کے چوبھے میں آگ نہیں جاتی تھی۔ کیوں کہ پکانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ آج ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے گھروں میں چاروں آگ پانی پی کر گزار اکر لیتے تھے۔ انصارِ مدینہ کے کچھ لوگ آپ ﷺ کو بھی دودھ بدیے کے طور پر بھیج دیتے تھے دودھ پی کر گزار اکر لیتے تھے۔ اگر قیامت نہ آئی ہو تو معاذ اللہ نیکوں کو بدله تو شہلا اور بروں کو صحیح معنوں میں برائی کی سزا تو نہ ملی۔ پھر معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی حکومت سکھا شاہی ہوئی کہ نہ کافر دل کو بدله نہ نیکوں کو بدله۔

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُوَ اور وہ لوگ جنمیں نے کفر اختیار کیا ہے﴾ (۱۰۸) ﴿لَهُمْ شَرَابٌ فِي حَيَّنٍ﴾ ان کے لیے پینا ہو گا کھوٹا ہوا پانی۔ اتنا گرم کہ ہونٹ کے ساتھ لگا گیس گے تو ﴿بَشَوِي الْوُجُزَةَ﴾ [امکف: ۹۲] ہونٹ جل جا گیس گے۔ پھر وہ ہونٹ ہونٹ کر کے پیٹ میں ڈالیں گے۔ جب چند قطرے پیٹ میں جا گیں گے ﴿فَفَقَطْعَةً أَمْعَاءَ هُمْ﴾ [مر: ۱۵] ادوہ اسٹریوں کو نکڑے نکڑے کر کے پاخانے کے راستے نکال دے گا۔ یہ سب قرآن پاک میں ہے۔

﴿وَعَذَابَ الظَّمَانِ﴾ اور عذاب ہو گا دردناک ﴿بِمَا كَلُّوا يَكْفُرُونَ﴾ اس لیے کہ وہ کفر کرتے تھے۔ لہذا قیامت ضرور قائم ہو گی تاکہ نیک کو نیکی کا بدله ملے اور برے کو برائی کا۔

### سُورَةُ الْأَنْبَيْرِ

﴿مُوَالَّذِي جَعَلَ الْقَسْسَ ضِيَّاً لَّهُ﴾ وہی اللہ ہے جس نے بنایا ہے سورج کو روشن ﴿وَالْقَمَرَ ثُوَرَّاً لَّهُ﴾ اور چاند کو نور ﴿وَقَدْ رَأَاهُ مَنَازِلَ﴾ اور مقرر کی ہیں اس کے لیے منزیں ﴿تَعْلَمُوا عَدَدَ السَّيَّنَ وَالْعَوَابَ﴾ تاکہ جان لوتم سالوں کی گفتگی اور حساب ﴿مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ﴾ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو ﴿إِلَيْهِ الْعُقَدُ﴾ مگر حق کے ساتھ ﴿يُعَصِّلُ الْأَلْيَتِ﴾ وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے آئیں ﴿لَقَوْمٍ يَعْمَلُونَ﴾ اس قوم کے لیے جو جانتی ہے ﴿لِإِنَّ فِي الْخِتَافِ الْيَنِّ وَ

الثہار) بے شک رات اور دن کے بد لئے میں ﴿وَمَا خَلَقَ اللَّهُ﴾ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ﴿فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ آسمانوں اور زمین میں ﴿لَا يَرَى إِلَيْهِ يَنْتَهُونَ﴾ البت تباہیاں ہیں اس قوم کے لیے جو پرہیز گار ہے ﴿إِنَّ الظَّنَّ﴾ بے شک وہ لوگ ﴿لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا﴾ جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی ﴿وَرَاضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ اور راضی ہو گئے ہیں وہ دنیا کی زندگی پر ﴿وَاطْمَأْنَأُوا بِهَا﴾ اور وہ مطمئن ہو گئے ہیں اس زندگی پر ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ الْآيَاتِ الْعَفْلُونَ﴾ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں ﴿أَوْ لَئِكَ مَا وُهِمُ اللَّامُ﴾ یعنی لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے ﴿بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ بہ سبب اس کے جو وہ کماتے رہے ہیں ﴿إِنَّ الظَّنَّ أَمْسَادٌ مَبْلُوِّ الصِّلْحَتِ﴾ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اپنے ﴿يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ﴾ رب تعالیٰ ان کو بدایت پر قائم رکھے گا ان کے ایمان کی وجہ سے ﴿تَبَرُّى مِنْ تَعْبِعِ الْأَنْهَارِ﴾ جاری ہوں گی ان کے نیچے سے نہریں ﴿فِي جَهَنَّمِ النَّعِيمِ﴾ نعمتوں کے باغوں میں ﴿دَعْوَاهُمْ فِيهَا﴾ اور پکار ان کی ان باغوں میں ﴿سُبْلُ حَنَكَ اللَّهُمَّ﴾ اے اللہ! تیری ذات پاک ہے ﴿وَتَحِيَّهُمْ فِي هَذَا سَلَامٌ﴾ اور ملاقات ان کی اس کے اندر سلام ہو گا ﴿وَاجْزُ دَعْوَاهُمْ﴾ اور ان کی آخری دعا ہو گی ﴿أَنَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام چہانوں کا پروردگار ہے۔

### اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور وحدانیت سمجھانے کے لیے مخلوق کی توجیخ مختلف چیزوں کی طرف دلائی اور اس طرف بھی توجیخ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کو سمجھو۔

ارشاد ہے ﴿فَوَاللَّذِي جَعَلَ الشَّمَسَ ضَيَّاءً﴾ وہی اللہ ہے جس نے بنایا ہے سورج کو روشن۔ سورج کی روشنی کا فائدہ ساری دنیا جانتی ہے۔ یہاں تک کہ چھوٹے بچے بھی سمجھتے ہیں۔ کوئی شخص سورج کی روشنی سے اور اس کے ذریعے فصلوں، میوے اور پھلوں کے پکنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ ﴿وَاللَّهُمَّ أُنُورْ﴾ اور چاند کو نور بنایا ہے ﴿وَقَدْرَهُ مَنَازِلَ﴾ اور مقرر کی ہیں اس کے لیے منزلیں، ۲۹ یا ۳۰۔ کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا ہوتا ہے ﴿لَا تَعْلَمُوا عَدَدَ السَّمَاءَنِ وَالْجَهَابِ﴾ تاکہ جان لو تم سالوں کی گنتی اور حساب۔ دنیا میں دو قسم کے حساب ہیں۔ ایک کا تعلق سورج کے ساتھ اور ایک کا تعلق چاند کے ساتھ ہے۔ جنوری، فروری، مارچ، اپریل وغیرہ کا تعلق سورج کے ساتھ ہے اور جینہ، ہاڑ، ساون وغیرہ جو ہندی میں ہیں ان کا تعلق بھی سورج کے ساتھ ہے اور جو اسلامی میں ہیں محرم، صفر، ربیع الاول وغیرہ یہ چاند کے لحاظ سے ہیں۔ ہماری عبادات کا تعلق دنوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ مثلاً: رمضان المبارک کا مہینہ ہے اس کا تعلق چاند کے ساتھ ہے۔ رمضان المبارک کا چاند چڑھے گا تو لوگ روزہ رکھیں

## ذخیرہ الجہان فی نہم القرآن : حصہ ⑨

گے، شوال کا چاند طلوع ہو تو ہم نے عید کر لی۔ اسی طرح ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو گا تو حج کے احکام کی تیاری ہو گی اور نو ڈالحجہ کو حج ہو گا۔ ہماری نمازوں کے اوقات، روزہ رکھنے اور افطار کرنے کا تعلق سورج کے ساتھ ہے۔ آج ہم نے جس وقت پر نماز پڑھی ہے چند دنوں کے بعد نماز کا وقت آگئے کرنا پڑے گا۔

تو چوں کہ ہماری عبادات کا تعلق چاند اور سورج کے حساب سے ہے اس لیے فقہائے کرام وَعَلَمُهُمْ فرماتے ہیں کہ حساب کا علم جانتا فرض کفایہ ہے۔ اگر کسی جگہ کے مسلمانوں کو ان کا حساب نہیں آتا تو وہاں کے سارے لوگ گھنہار ہیں۔ لیکن اگر کچھ لوگ ایسے ہیں کہ ان کو چاند اور سورج کے حساب کا علم ہے تو باقی لوگ گناہ سے نفع جائیں گے۔ جیسے: تبعیغ فرض کفایہ ہے فرض عنین نہیں ہے کہ ہر بندے پر فرض ہو۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ افراد تبعیغ کر رہے ہیں تو باقی گناہ سے نفع جائیں گے اور اگر کسی مقام پر کوئی بھی تبعیغ نہیں کرتا تو سارے گھنہار ہیں۔ بہر حال چاند کے حساب کو اور سورج کے حساب کو یاد رکھنا ہے کیوں کہ ہماری عبادات اس پر موقوف ہیں کہ کس وقت صبح صادق ہو گی؟ اشراق کس وقت پڑھنی ہے؟ سورج کس وقت غروب ہو گا کہ مغرب پڑھنی ہے، روزہ افطار کرنا ہے۔

**﴿هُوَ الَّهُ الَّذِي أَنْشَأَكُلَّ إِلَٰهٖ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾** نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو مرتن کے ساتھ۔ سورج بھی تمہارے فائدے کے لیے ہے اور چاند بھی تمہارے فائدے کے لیے ہے۔ دنیا کی ہر چیز تمہارے فائدے کے لیے ہے **﴿وَيَقُولُ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ﴾** اگر چند دن آدمی کو نیند نہ آئے تو کلی طور پر پاگل ہو جائے گا یا نیم پاگل تو ضرور ہو جائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں نیند کا ذکر فرمایا ہے لیکن اس کا پر مطلب نہیں ہے کہ بندہ ہر وقت سویا ہی رہے، نہ نماز روزے کا خیال ہو، نہ دیوی کا خیال ہو۔ اپنے وقت پر سوچنا بہت ہے اور اپنے وقت پر جا گنا عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **﴿وَمَا خَلَقَ اللَّهُ بِالثُّبُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾** اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین میں۔ چاند، سورج، ستارے بے شمار چیزیں آسمانوں میں پیدا کی ہیں اور زمین میں پہاڑ، میدان، دریا، درخت، انسان، حیوان، کیڑے، مکروہ، پھل، فروٹ، انار، رنگ رنگ پھول، ترکاریاں اور فصلیں پیدا فرمائی ہیں۔ یہ تمام چیزیں **﴿لَا يَرَى إِلَيْهِ لَقَوْمٌ يَنْتَهُونَ﴾** البتہ ثانیاً ہیں اس قوم کے لیے جو پرہیز گا رہے۔ اس کی وحدانیت کی دلیلیں ہیں اور اس کے انعامات ہیں۔

**﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرَى جُنُونٌ لَّهُمَا نَاءَنَا﴾** بے شک وہ لوگ جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی یعنی قیامت کے قائل نہیں ہیں اور **﴿وَرَأَصُورًا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾** اور راضی ہو گئے ہیں وہ دنیا کی زندگی پر **﴿وَأَطْهَأَنَا لَوْا يَهَا﴾** اور وہ مطمئن ہو گئے ہیں اس زندگی پر۔ اس

طرح کرنے نماز کا خیال ہے، نہ حلال حرام کی پرواہ ہے۔ بس یہی خیال ہے کہ دنیا آئے چاہے جس طرح آئے۔ قرآن اس کی تردید کرتا ہے، حدیث اس کی تردید کرتی ہے۔ اور ایک ہے فرائض اور واجبات کا خیال رکھتے ہوئے جائز طریقے سے مال کاتا اور یہ بات میں کئی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ اس سے شریعت نہیں روکتی۔ جائز طازم است ہے، مزدوری ہے، صنعت وزراعت ہے۔ جائز قسم کے جتنے بھی پیشے ہیں سب صحیح ہیں۔

**﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ الْإِيمَانِ غَلَبُواْ﴾** اور وہ لوگ جو ہماری آئیوں سے غافل ہیں **﴿فَأُولَئِكَ مَا ذَرَهُمُ اللَّهُ أَعْلَمُ﴾** یہی لوگ ہیں کہ ان کا مٹھکانا دوزخ ہے۔ یعنی جو لوگ قیامت کی امید نہیں رکھتے دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمین ہیں اور آخرت کی فکر نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی آئیوں سے غافل ہیں۔ ان کا مٹھکانا دوزخ ہے۔ کیوں؟ **﴿فَبِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾** بہ سبب اس کے جو وہ کرتے رہے ہیں۔ اس کا پھل ان کو ملے گا۔ ہر آدمی اس بات کو جانتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

از مكافاتِ عمل غافل نشو  
گندم از گندم بر دید جو از جو

”اے بندے! عمل کے نتیجے سے غافل نہ ہو گندم بوئے گا گندم کا نہ گا، جو بوئے گا جو کا نہ گا۔“

جو نیکی کرے گا اس کا پھل پائے گا، بدی کرے گا اس کا پھل پائے گا۔ لیکن معاف کرنا! آج ہمارا ذہن پچھا ایسا بن گیا ہے کہ بوتے پچھو ہیں اور کسی کسی اور کسی کی رکھتے ہیں۔ بلکہ بوتے کچھ بھی نہیں اور کہتے ہیں کامیں گے سب پچھ۔ عمل کے قریب نہیں جاتے اور امیدیں یہ ہیں کہ ہمیں جنت میں سب پچھ ملے گا، جنت کے ہم دارث ہیں۔ جو آدمی کسی نماز روزے کے قریب نہیں گیا مرنے کے بعد اس کو بہشتی کہتے ہیں۔

غافلوں کے برعکس فرمایا **﴿إِنَّ الَّذِينَ أَمْتَأْذُوا عَمِيلُوا الصِّلْحَةَ﴾** بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے کیوں کہ محض دعویٰ ایمان سے کچھ نہیں بتا ساتھ اچھے عمل بھی چاہیں **﴿يَعْدِلُونَهُمْ بِمَا يَبْلُغُونَ﴾** رب تعالیٰ ان کو ہدایت پر قائم رکھے گا اور ان کو پہنچائے گا ان کے ایمان کی وجہ سے **﴿تَبَرُّنَ وَمَنْ تَعْتَقِمُ الْأَنْهَارُ﴾** جاری ہوں گی ان کے نتیجے نہیں **﴿فِي جَهَنَّمِ التَّعِيشِ﴾** نعمتوں کے باغوں میں۔

### جنت کی نعمتوں کا تذکرہ

وہاں نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی اور خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی، جنت کا درخت نہ تو کبھی سوکھے گا اور نہ ہی اس کا پھل کبھی نہیں ہو گا نہ اس کے پتے جھیڑیں گے **﴿لَا مُقْتُلَةَ عَذَابٌ وَلَا مُمْتُلَعَةٌ﴾** [سورة الواقعة: ۲۳] ”نہ وہ قطع کیے جا سکیں گے اور نہ روکے جا سکیں گے۔“ پھل توڑے گا دوسرا لگ جائے گا، پینے کے لیے جنت میں نہریں ہوں گی، شرابی طہوری کی اور رودھ کی نہریں ہوں گی، غالباً پانی کی نہریں ہوں گی، شہد کی نہریں اور رقبہ اتنا سیع ہو گا کہ حدیث پاک میں آتا ایک، ایک جنگی کوساٹھ، ساٹھ میل کا رقبہ

ملے گا، ایک مکان ساتھ میں پھیلا ہوا ہو گا۔ اس میں بے شمار کرے ہوں گے، ان میں قالین بچے ہوئے ہوں گے، بچے لگے ہوئے ہوں گے۔ نہ وہاں کسی کے سر درد ہو گا، نہ پیٹ درد، نہ بخار، بغیر محنت اور مشقت کے سب کچھ ملے گا۔ جو خواہش کریں گے پوری ہو گی۔ اگر وہاں اپنے کسی دوست کو ملنے کی خواہش کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اسی وقت اُڑ کے اس کے پاس پہنچ جائے گا ایک لمحہ کی تاخیر نہیں ہو گی۔

﴿وَدَعْوَاهُمْ لِنَفْحَاهُ﴾ اور پکاران کی جنت کے باغوں میں ﴿سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ﴾ ہو گی، اے اللہ تیری ذات پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نیت سچ غیر ارادی طور پر جنتیوں کی زبان پر جاری ہو جائے گی۔ جس طرح سانس انسان کو الہام کیا گیا ہے کہ ہم ہر وقت سانس لیتے رہتے ہیں، سوتے ہوئے، جاگتے ہوئے، چلتے پھرتے، بیٹھے ہوئے، لیٹھے ہوئے اور تکلیف نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہاں ﴿سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ﴾ بغیر کسی تکلیف کے ادا کرتے رہیں گے۔ وہاں تکلیفی زندگی نہیں ہے (وہاں کا عمل معمول کے ساتھ میں ڈھل جائے گا)۔ ﴿وَتَحِيَّهُمْ فِيمَا أَسْلَمُ﴾ اور ملاقات ان کی، اس کے اندر، سلام ہو گا۔ جنتی آپس میں ملاقات کریں گے، جی آیاں کہا کریں گے تو کہیں گے سَلَامُ عَيْشُكُمْ۔ فرشتے بھی سلام کریں گے، جنت میں حوریں بھی ملیں گی اور غدن جنتی پیچے ملیں گے خدمت کے لیے، پروردگار کی طرف سے بھی سلام ہو گا ﴿سَلَامٌ تَوَلَّهُ مِنْ نَعْرِضٍ تَرْجِعِيهِ﴾ [سورہ الزمر: ۲۷] اور کہیں گے کے وقت ہی سے سلام شروع ہو جائے گا ﴿وَقَالَ اللَّهُمَّ حَرَّتْهَا سَلَامٌ عَيْنِكُمْ طَيْنٌ فَادْخُنُوهَا خَلِيلِيْنِ﴾ [سورہ الزمر: ۲۸] اور کہیں گے اس کے داروغے سلام ہوتا ہے، خوش رہو داخل ہو جاؤ جنت میں ہمیشہ رہنے والے۔ وہاں کوئی خطرہ ہو گا نہ فکر، نہ کوئی یہاں کوئی جھگڑا، پوری جنت میں ایک تھانے دار بھی نہ ہو گا۔ کیوں کہ اس کی ضرورت ہی نہیں ہو گی۔ لوگوں سے اللہ تعالیٰ کدوڑت نکال دیں گے دل شیشے کی طرح صاف ہوں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی، راحت اور آرام کے ساتھ فصیب ہو گی۔ جنتی جب مجلس برخاست کریں گے تو ﴿وَاجْزُؤْ دُغْوَلَهُمْ أَنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ اور ان کی آخری دعا ہو گی کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں یہاں پہنچایا ہے۔

### سچے حکم

﴿وَلَوْ يَعْجِلُ اللَّهُ لِلثَّابِسِ الظَّرَرِ﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ جلدی کرے لوگوں کے لیے برائی کو ﴿إِسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ﴾ جیسا کہ وہ جلدی طلب کرتے ہیں خیر کو ﴿لَقْفُعِي إِلَيْهِمْ أَجَاهِمْ﴾ تو البته فیصلہ کر دیا جائے ان کی طرف ان کی عمروں کا ﴿فَنَذَرَ إِلَيْنِي﴾ پس ہم چھوڑتے ہیں ان لوگوں کو ﴿لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا﴾ جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی ﴿فِي ظُعَيَّالِهِمْ يَعْمَلُونَ﴾ وہ اپنی سرکشی میں سرگردان ہو رہے ہیں ﴿وَإِذَا مَسَ الْأَنْسَانُ الظَّرَرِ﴾ اور جب ہم پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف ﴿وَعَانَ الْجَنْبِيَّةَ﴾ تو وہ پکارتا ہے ہمیں اپنے پہلو کے بل ﴿لَا أَذْقَعَدَا أَذْقَاعَاهُ﴾ یا بیٹھا ہو یا کھڑا ہوا ﴿لَمَّا كَسْفَتْأَعْشَهُ صَرَّةَ﴾ پس جب ہم کھول دیتے ہیں اس سے اس کی تکلیف کو ﴿مَرَّ كَانَ لَمَّا دَعَنَا﴾ تو

وہ گزرتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں ﴿إِنْ ضُرِّ مَسْأَةٍ﴾ کسی تکلیف کی طرف جو اس کو پہنچی تھی ﴿كُذلِكَ رُتِّنَ لِتُنْزَهُ فِيْنَ﴾ اسی طرح مزین کیا گیا ہے مسرفوں کے لیے ﴿مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ وہ جو کچھ کیا کرتے تھے ہو ﴿لَقَدْ أَهْلَكَنَا الْقُرُونَ﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے ہلاک کیا ہے کئی قوموں کو ﴿مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ تم سے پہلے ﴿لَمَّا كَلَّمُوا﴾ جب کہ انہوں نے ظلم کیا ﴿وَجَاءَهُمْ مُّسْلِمُهُم بِالْبَيِّنَاتِ﴾ اور آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ ﴿وَمَا كَانُوا يُؤْمِنُوا﴾ اور نہیں تھے وہ لوگ کہ وہ ایمان لاتے ﴿كُذلِكَ تَجْزِيَ الْقَوْمَ الْمُجْحُورُونَ﴾ اسی طرح ہم بدله دیتے ہیں مجرم قوم کو ﴿شَاءُمْ جَعَلْنَاكُمْ خَلِيفَ فِي الْأَرْضِ﴾ پھر ہم نے بنایا تم کو نائب زمین میں ﴿وَمَنْ بَعْدِهِمْ﴾ ان کے بعد ﴿لِتَنْظَرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾ تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔

پچھلے درس میں یہ بیان ہوا تھا کہ کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب دوزخ اور نار کا لفظ آتا تو قیامت کے مکر کہتے تھے کہ جو دوزخ آراؤ گے تم نے ہمارے لیے رکھی ہوئی ہے وہ لے آؤنا، جلدی کرو جزا، سزا کا مذاق اڑاتے ہوئے ایک بے ایمان ہندو شاعر کہتا ہے کہ

ملے گی شیخ کو جنت ہمیں دوزخ عطا ہو

بس اتنی بات ہے جس کے لیے محشر پا ہو

یعنی یہ بھی کوئی کام ہے۔ بھائی! یہ بھوتی بات ہے کہ رب تعالیٰ تجھے دوزخ میں ڈالے اور شیخ کو، نیک کو جنت میں بھیجے۔ یہ کوئی معمولی بات ہے کہ ہر ایک کو عمل کے مطابق اس کے انجام تک پہنچایا جائے۔

### اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے مطالبے پر شریح دے تو کوئی نہ بچے ۱۰۶

﴿وَلَوْ يَعْجِلُ اللَّهُ لِلثَّالِثِينَ﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ جلدی کرے لوگوں کے لیے براہی کو۔ خیر کو شر سے بدل دے ﴿أَسْتَعْجَلُهُمْ بِالْخَيْرِ﴾ جیسا کہ وہ جلدی طلب کرتے ہیں خیر کو۔ مال مانگتے ہیں، اولاد مانگتے ہیں، دنیا کی ترقی مانگتے ہیں اور رب تعالیٰ ان کو دینتا ہے۔ تو جس طرح وہ رب تعالیٰ سے خیر مانگتے ہیں اسی طرح اگر رب تعالیٰ ان کو شر دے دے تو ﴿لَكُنُونَ إِلَيْهِمْ أَجَلَّهُمْ﴾ تو البتہ فصلہ کر دیا جائے ان کی طرف ان کی عمر دل کا کہ زندگی کی میعاد ختم کر دی جائے مگر نہیں۔ رب تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر فرمایا ہے ہر آدمی کو رب تعالیٰ نے ایک وقت دیا ہے۔ ہر قوم کے لیے ایک وقت ہے وقت آنے پر رب کچھ ہوگا۔ ان کی جلدی مانگنے سے قیامت برپا نہیں ہوگی اور نہ ان کے انکار کرنے سے مل سکتی ہے۔ مشرکین مک توحید کی مخالفت میں اس حد تک آگے جا چکے تھے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو کہا ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنَّا هُنَّا مُشْرِكُونَ﴾ مک توحید کی مخالفت میں اس حد تک آگے جا چکے تھے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو کہا ﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنَّا هُنَّا مُشْرِكُونَ﴾ [سورہ الانفال: ۱۳۲] اے اللہ اگر یہ بات حق ہے تیری

طرف سے تو پھر برسادے ہم پر پھر آسمان کی طرف سے یا لے آہارے پاس کوئی دردناک عذاب۔ تاکہ میدان تیرے پیغمبر کے لیے صاف ہو جائے۔ مگر رب تعالیٰ بڑا حکیم ہے وہ اپنی ہاتوں کو خود ہی سمجھتا ہے، وہ اپنے افعال میں کسی کا پابند نہیں ہے اور بندوں کو اس کے فیصلوں پر راضی ہونا چاہیے۔

حدیث پاک میں ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد اور مال کے لیے بد دعا نہ کرو ہو سکتا ہے کہ وہ قبولیت کا وقت ہو اور تمہاری بد دعا قبول ہو جائے۔" اور یہ بھی فرمایا کہ ((لَا يَقْتُلُنَّ أَحَدًا كُمُّ الْمَوْتِ)) "تم میں سے کوئی آدمی موت کی تمنانہ کرے۔" تکالیف اور پریشانیوں سے تنگ آ کر، کیوں کہ رب تعالیٰ کا ایک فیصلہ ہے کہ فلاں نے فلاں وقت میں مرنا ہے اور یہ اس سے پہلے موت مانگ رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ رب تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہیں ہے۔ حالاں کہ مومن وہ ہے جو رب تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہو اور اگر خواہ تجوہ کوئی مجبوری ہے تو ان لفظوں کے ساتھ دعا کرے اے پروردگار! اگر میرے لیے زندگی بہتر ہے تو مجھے زندگی عطا فرم اور اگر تیرے علم میں میرے لیے موت بہتر ہے تو مجھے موت دے دے، رب تعالیٰ کے حوالے کر دے اپنی رائے نہ دے۔

تو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ جلدی کر دے لوگوں کے لیے برائی کو جیسا کرو جلدی طلب کرتے ہیں خیر کو تو البتہ فیصلہ کر دیا جائے ان کی طرف ان کی عمروں کا، زندگی ختم کر دی جائے۔ ﴿فَلَئِنْ هُنَّ الَّذِينَ يَرْجُونَ لِقَاءَنَا﴾ جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی، قیامت پر ان کا ایمان نہیں ہے ﴿فَيَظْهِرُونَ يَعْمَلُونَ﴾ وہ اپنی سرکشی میں سرگردان ہو رہے ہیں۔

### اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں مصلحت بھیجے ہیں

اللہ تعالیٰ نے سمجھانے اور اصلاح کرنے کے لیے پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں ہیں اور ہر دور میں حق کی آواز پہنچانے والے بھی بھیجے ہیں۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ تک حق نہیں پہنچا۔ خصوصاً اس دور میں کہ ذرائع ابلاغ اور مواصلات نے دنیا کو ایک مٹھی، گلوبل ورلڈ کر دیا ہے (دنیا سست کر رہ گئی ہے)۔ لیکن اگر کوئی شخص ضد کی وجہ سے اپنے غلط نظریات کو نہ چھوڑنا چاہے تو اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ ایسے شخص کو تو رب تعالیٰ کے پیغمبر بھی نہیں منو سکے۔ نوح عليه السلام کا بینا ضد پر آڑ گیا، صد یاں گزر گئیں نہیں منو سکے، نوح عليه السلام کی بیوی ضد پر آڑ گئی کلمہ نہیں پڑھا۔ نوح عليه السلام جیسا اول العزم پیغمبر اپنی بیوی کو کلمہ نہیں پڑھا سکا کیوں کہ ضد اور بہت دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ بس یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ حق کے مقابلہ میں کسی کے سینے میں ضد پیدا فرمائے۔ کیوں کہ ضد اور بہت دھرمی پیدا ہو گئی تو اس کو حق سمجھنے نہیں آئے گا چاہے وہ سارے مجرمے دیکھے دیکھ لے۔

دیکھو اچھو ہویں کا چاند تھا اور کافروں کا خاصاً مجتمع تھا آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ چاند دیکھ لے

## ذخیرہ الجہان فی فہرست القرآن : حصہ ⑥

ہو جائے تو ہم تیرے اور پر ایمان لے آئیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے ذ ایا کہ یہ کام تو رب تعالیٰ کا ہے میں تو نہیں کر سکتا لیکن اگر اللہ تعالیٰ ایسا کر دے تو ایمان لے آؤ گے؟ کہنے لگے کیوں نہیں لاسکیں لے۔ آنحضرت ﷺ نے اس طرح ہاتھ سے اشارہ کیا۔ چاند کا ایک نکڑا امشرق کی طرف چلا گیا اور دوسرا مغرب کی طرف اور سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ماننے کی بجائے کہنے لگے ﴿لَهُ مَوْلَىٰ مُسِيرٌ﴾ یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔ ﴿وَكَلَّمُوا هُنَّا﴾ [سورة القمر: ۲، ۳] اور جھٹلا یا انہوں نے۔ ”تو ضد بری چیز ہے۔“

**﴿وَإِذَا أَمَّشَ الْأَطْرَافُ﴾** اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف، **﴿وَعَانَا لِجَهْنَمَةَ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا﴾** تو وہ پکارتا ہے ہمیں پہلو کے بل یا بیٹھا ہوا یا کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان جب کسی بیماری اور تکلیف میں جبتا ہو جائے تو ہمیں پکارتا ہے **﴿لَمَّا كَفَّنَاهُنَّهُ ضَرَّةً﴾** پس جب ہم کھول دیتے ہیں اس سے اس کی تکلیف کو، دور کر دیتے ہیں **﴿هُمْ كَانُوكُنْدِنَّهُ﴾** یعنی آنہا ہے تو وہ گزرتا ہے، چنان پھرتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں کبھی پکارا ہی نہیں **﴿إِنَّهُ مُؤْمَنَهُ﴾** کسی تکلیف کی طرف جو اس کو پہنچی۔ بیمار ہوتا ہے، زندگی سے ما یوس ہوتا ہے تو دعا کرتا ہے رب تعالیٰ کو پکارتا ہے کہتا ہے اے اللہ! مجھے صحت دے دے، میری بیماری دور کر دے۔ جب اللہ تعالیٰ صحت یا ب کر دیتے ہیں اور چلنے پھرنے لگتا ہے تو اس طرح پھرتا ہے کہ گویا اس کو کبھی اللہ تعالیٰ کی ضرورت پڑی ہی نہیں ہے۔ یہ انسان کی خصلت اور عادت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **﴿كَذَلِيلَتُنَّ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَلُّوْا يَعْمَلُونَ﴾** اسی طرح مزین کیا گیا ہے مسرفین کے لیے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ بڑے کام کرتے ہیں بڑے کاموں پر راضی ہیں، اچھے کاموں سے انہیں نفرت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسرفین سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے بروں کے انجام کا ذکر فرمایا ہے **﴿وَلَقَدْ أَهْلَكَنَا الْقُرْبَانُ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾** قرآن کے عربی لغت میں بہت سے معانی آئے ہیں۔ مثلاً: ایک معنی اس کا صدی ہے۔ دوسرا معنی جماعت اور آدمیوں کا گروہ ہے وغیرہ۔ اس مقام پر قرآن کا معنی جماعت ہے اور قرون کا معنی جماعتیں۔ ترجمہ ہوگا اور البتہ تحقیق ہم نے بلاک کیا ہے کئی جماعتوں اور قوموں کو تم سے پہلے نوح ﷺ کی قوم، ہود ﷺ کی قوم، صالح ﷺ کی قوم، لوط ﷺ کی قوم، شعبان ﷺ کی قوم، آل فرعون وغیرہ کو **﴿لَمَّا كَلَّمُوا﴾** جب کہ انہوں نے ظلم کیا اللہ تعالیٰ کے حق میں کہ اس کے ساتھ اور وہ کو شریک تھہرا یا کیوں کہ **﴿إِنَّ الظَّلَمَةَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾** [القمان: ۱۳] بے تحک شرک بڑا ظلم ہے۔ اور بندوں پر کبھی انہوں نے بڑا ظلم کیا، زیادتی کی وجہ بآنہوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو بلاک کر دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں وہ بے چارے بے خبری میں نہ مارے گئے ہوں ان کو کسی شے کا علم نہ ہو، جائز ناجائز کا، حلال حرام کا، ایمان اور شرک کا؟ فرمایا نہیں اسکی کوئی بات نہیں ہے **﴿وَجَاءَهُمْ نَحْشُونَ بِالْبَيْتِ﴾** اور آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف اس قوم کی بولی میں سمجھانے والا بھیجا اور بڑے عرصے سک

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ان کو سمجھایا جب مکمل فرمائی۔ عموماً غیر قوم کا نبی نہیں بھیجا تاکہ یہ نہ کہیں کہ ہم اس کی بولی نہیں سمجھتے تھے لیکن ﴿فَمَا كَلَّوْا الْمُؤْمِنُوا هُنَّا﴾ اور نہیں تھے وہ لوگ کہ ایمان لاتے، کفر پر ڈلتے رہے ﴿كُلُّ دِيْنٍ لَكُلُّ أُقْوَمٍ أَلْمَحُوا وَمَنْ﴾ اسی طرح ہم بدلو دیتے ہیں مجرم قوم کو۔ تم جرم کرو گے تو تم بھی سزا پاؤ گے۔ ان قوموں کی ہلاکت کے بعد ﴿فَلَمَّا جَعَلْنَاكُمْ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ﴾ پھر بنا یا ہم نے تم کو نائب زمین میں ان کے بعد۔ اے اس وقت زمین میں رہنے والو! ان کے بعد تحسیں زمین میں نائب اور خلیفہ کیوں بنایا؟ ﴿لَيَنْتَظَ كَيْفَ تَعْلَمُونَ﴾ تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا عمل کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعات اس لیے بیان فرمائے ہیں تاکہ کوئی بے خبری میں نہ رہے اور کل رب تعالیٰ کی عدالت میں پہنچ کرہے سکے کہ میں جاہل تھا، بے خبری میں تھا، مجھے کچھ معلوم نہ تھا اللہ امیں بے قصور ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر، کتابیں اور اہل حق بیچ کر جست پوری کر دی۔

### سورة العنكبوت

﴿وَإِذَا شُتُّلَ عَلَيْنِهِمْ أَيَا شَتَّا﴾ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آئیں ﴿بَشِّتِ﴾ صاف صاف ﴿قَالَ الْذِيْنَ﴾ تو کہتے ہیں وہ لوگ ﴿لَا يَرْجُونَ إِقْرَاءَنَا﴾ جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی ﴿أَنْتَ بِقُرْآنِ غَيْرِ هَذَا﴾ لے آ کوئی قرآن اس کے علاوہ ﴿أَوْ بَدْلَهُ﴾ یا اس کو تبدیل کر دے ﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿مَا يَكُونُ لَكَ﴾ نہیں ہے مجھے کوئی اختیار ﴿أَنْ أُبَدِّلَهُ﴾ یہ کہ تبدیل کروں اس کو ﴿مِنْ تِقْوَىٰ تَقْيِينِ﴾ اپنی طرف سے ﴿إِنَّ أَتَيْمُ إِلَّا مَا يُؤْتَ حَتَّىٰ إِذَا﴾ نہیں پیروی کرتا میں مگر اس چیز کی جو دھی کی جاتی ہے میری طرف ﴿إِنِّي أَخَافُ﴾ بے شک میں ڈرتا ہوں ﴿إِنْ عَصَيْتَنِي﴾ اگر میں نے نافرمانی کی اپنے رب کی ﴿عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ بڑے دن کے عذاب سے ﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿لَوْ شَاءَ اللَّهُ﴾ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ﴿مَا تَكُونُتُهُ عَلَيْكُمْ﴾ نہ تلاوت کرتا میں اس قرآن کی تم پر ﴿وَلَا أَذْلِكُمْ بِهِ﴾ اور نہ پروردگار تمہیں بتاتا یہ قرآن ﴿فَقَدْ لَمِّثْ فِيْكُمْ عُمُراً﴾ پس بے شک میں ٹھہر چکا ہوں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ ﴿قِنْ قَبْلِهِ﴾ اس سے پہلے ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ کیا تم نہیں سمجھتے ﴿فَإِنْ أَظْلَمُ مِنْ﴾ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے ﴿أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا﴾ جس نے افترابندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا ﴿أَوْ كَذَبَ بِإِيمَنِهِ﴾ یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو ﴿إِنَّهُ لَا يُغْلِمُ الْبَجْرُ مُؤْنَ﴾ بے شک شان یہ ہے کہ نہیں فلاج پائیں گے مجرم۔

اس سے پہلے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبران کے پس واضح دلائلے کر آئے لیکن وہ لوگ ایمان میں لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر کے زمین میں تھیں ان کا نائب اور خلیفہ بنایا تاکہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ لیکن

لوگوں کی خدکا حال یہ ہے ﴿وَإِذَا شُئْ عَلَيْهِمْ أَيَاً شَاءَ بَيْتَتْ﴾ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان لوگوں پر ہماری آئینیں صاف صاف۔ کیوں کہ ان کی زبان بھی عربی تھی اور قرآن کریم بھی عربی میں تھا اس لیے مطلب اور معنیوں کو سمجھتے تھے۔

### قرآن کریم لغت قریش پر نازل ہوا ہے

یہاں پر ایک ضروری بات سمجھ لیں۔ وہ یہ کہ قرآن کریم قریش کی لغت اور زبان ہی میں نازل ہوا ہے۔ دوسرے علاقوں کی زبانوں میں کچھ فرق تھا جس طرح یہاں کی پنجابی اور ہے، میانوالی کی اور ہے اور میان کی اور ہے۔ اسی طرح علاقے، علاقے کی پشتہ کا فرق ہے۔ تو دوسرے قبیلوں اور قریش کی لغت میں زبر زیر کا کچھ فرق تھا۔ مثلاً: قریش پڑھتے ﴿يَعْلَمُونَ﴾ ہی کے زبر کے ساتھ اور دوسرا بولی والے پڑھتے ﴿يَغْلِمُونَ﴾ ہی کے ذیر کے ساتھ۔ تو انہوں نے کہا حضرت اہم ایا بولی کچھ اور ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی کہ تم اپنی بولی میں قرآن پاک پڑھ لیا کرو معنی نہیں بد لے گا۔ بعض لوگ یقُصِّدُ میں ”صاد“ کی جگہ ”سین“ پڑھتے تھے۔ فرمایا پڑھ لیا کرو معنی میں فرق نہیں آئے گا۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان بن عفیؓ کا دور آیا۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روس کے علاقے آذربایجان اور آرمینیا میں جنگیں جاری تھیں، جہاد ہو رہا تھا جو بدرین کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ ایک نے پڑھا ﴿يَعْلَمُونَ﴾ ”ہی“ کے فتح کے ساتھ۔ دوسرے نے کہا ﴿يَغْلِمُونَ﴾ ہی کے ”ہی“ کے کسرہ کے ساتھ۔ اور اس پر خاصا اصرار اور تکرار ہوا۔ جس طرح یہاں ضاد، واد کا جھگڑا ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی ﴿يَغْلِمُونَ﴾ کے ساتھ تو اس کے ساتھ لڑائی شروع کر دیتے ہیں کہ تو نے دالین کیوں نہیں پڑھا؟ اور اگر ان سے پوچھو کر تمہارا ضلع کون سا ہے تو ضلع کہیں گے دفع نہیں کہیں گے، وضو کہتے ہیں ودونہیں کہتے، رمضان کہتے ہیں رمضان نہیں کہتے، فضیلت کہتے ہیں فضیلت نہیں کہتے، ناراض کہتے ہیں ناراض نہیں کہتے، اگر کسی کو مرض لگ جائے تو یہ نہیں کہتا کہ مجھے مرد لگ گیا ہے۔ لیکن ﴿وَلَا الظَّالِمُونَ﴾ پر جھگڑا پڑتے ہیں کہ مولوی صاحب تو نے ﴿وَلَا﴾ الدالین کیوں نہیں پڑھا؟ بھائی! تم یہ لفظ روزمرہ بولتے ہو عرضی نہیں کہتے ہو عردی نہیں کہتے لیکن مولوی نے ضاد پڑھی ہے تو تم اس کے خلاف ہو گئے ہو۔

تو خیر اسی طرح ان لوگوں کے درمیان ﴿يَغْلِمُونَ﴾، ﴿يَعْلَمُونَ﴾ پر جھگڑا ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت عثمان بن عفیؓ سے شکایت کی حضرت! قرآن پاک کی لغت میں جھگڑا ہوا ہے اصلیح آپ اس قوم کی اصلاح فرمائیں۔ حضرت عثمان بن عفیؓ جوں کہ خلیفہ راشد تھے انہوں نے صرف قریش کی لغت رہنے دی اور باقی ساری لغتیں ختم کر دیں کہ قرآن کریم باقی لغات پر نہیں پڑھا جاسکتا تاکہ زرایاں ختم ہو جائیں۔ اور ان کی بات ہمارے لیے جنت ہے کیوں کہ وہ غلیظہ راشد ہیں۔ امت کو فساد سے بچانے کے لیے انہوں نے یہ کام کیا ہے۔ یہ ہمارے پاس جو قرآن ہے یہ لغت قریش کے مطابق ہے۔

تو فرمایا ﴿وَإِذَا شُئْ عَلَيْهِمْ أَيَاً شَاءَ بَيْتَتْ﴾ اور جب ان پر پڑھی جاتی ہیں ہماری آئینیں صاف صاف ﴿قَالَ أَنِّي نُزِّلْتُ﴾

کہتے ہیں وہ لوگ ﴿لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا﴾ جو نہیں امید رکھتے ہماری ملاقات کی ﴿أَنْتَ بِقُوَّاتِنَا غَيْرُهُدَآ﴾ لے آکوئی قرآن اس کے علاوہ اور اگر یہی قرآن رکھتا ہے تو ﴿أَنْتَ بِقُوَّاتِنَا﴾ یا اس کو تبدیل کر دے، اس میں ترمیم کر دے۔

### مشرکوں کو توحید سے چھوٹھی ہے

اس قرآن سے ان کو کیا تکلیف تھی اور اس میں وہ کیا ترمیم چاہتے تھے؟ اس کا ذکر دوسرے مقام پر ہے کہ وہ کیا تبدیلی چاہتے تھے۔ سب سے پہلے وہ توحید کے مسئلہ میں تبدیلی چاہتے تھے۔ سورۃ الصفت آیت نمبر ۲۵ میں ہے ﴿إِنَّمَا كَالُوا إِذَا قُتِلُوا لِأَنَّهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ بے شک یہ لوگ کہ جب ان کے سامنے کہا جاتا ہے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ تو تکبر کرتے ہیں۔ یعنی جب ان کے سامنے وحدۃ لا شریک لہ کا مسئلہ پیش کیا جاتا ہے تو اچھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے سب خداوں کی لفی کر دی ہے اور سورۃ ص آیت نمبر ۵ میں ہے ﴿أَجْعَلَ الْأَلَهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّهُمْ لَكُنُونُ الْمُغَبَّاتِ﴾ کیا کر دیا ہے اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبدوں ہے تو یہ عجیب چیز ہے۔ یہ کہتا ہے کہ صرف ایک خدا ہے، صرف ایک حاجت رو ہے، صرف ایک مشکل کشا ہے، صرف ایک ہی فریاد رہے تو یہ جو ہمارے خدا ہیں یہ کہہ رکھے؟ یاد رکھنا! قریش مکہ، مشرکین مکہ کو آنحضرت ﷺ کی ذات سے کوئی اختلاف نہیں تھا آپ کو تو وہ صادق و امین مانتے تھے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۳۳ میں ہے ﴿وَإِنَّهُمْ لَا يَنْكِبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ يَنْكِبُونَ إِلَيْكُمْ يَوْمَ يَعْدِلُونَ﴾ پس بے شک یہ لوگ آپ کو نہیں جھلاتے لیکن خالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ابو جہل نے آنحضرت ﷺ کے منہ پر کہا تھا لا نُكَلِّبُكَ وَلَكِنْ نُكَلِّبُ بِاللَّذِي چِبَّتْ بِهِ﴾ ہم تجھے نہیں جھلاتے اور لیکن ہم جھلاتے ہیں اس کو جو آپ لے کر آئے ہیں۔ جو آپ سبق پڑھاتے ہیں وہ جھوٹا ہے۔

تو وہ کہتے تھے کہ مسئلہ توحید میں ترمیم کر پھر ہم مانیں گے۔ جواب دیا گیا ﴿قُلْ﴾ آپ ان کو کہہ دیں ﴿مَا يَنْكُونُ لَكَ﴾ نہیں ہے مجھے کوئی اختیار ﴿أَنْ أَبْدَلَكَ مِنْ تِلْقَائِي نَفْعِي﴾ یہ کہ میں تبدیل کروں اس کو اپنی طرف ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا کلام ہے اس نے نازل کیا ہے، جبریل ﷺ لے کر آئے ہیں، میں اس میں تبدیلی کا قطعاً مجاز نہیں ہوں ﴿إِنَّ أَثْمَمُ الْأَمَانِيْتِيْ حَتَّى إِنَّ﴾ نہیں پیروی کرتا میں مگر اس چیز کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام میری طرف آتا ہے میں اس کی پیروی کرتا ہوں اس کو بد لئے کا مجھے اختیار نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وہی کلام پاک ہے جو لوح محفوظ میں ہے وہاں سے جبریل ﷺ لے کر آئے ہیں اور آپ ﷺ نے امت کے سامنے پیش کیا۔ الحمد للہ تعالیٰ! آج ہمارے سامنے وہی قرآن کریم موجود ہے۔

### حلال و حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

قرآن بنانا، شریعت بنانا اور خبر کا کام نہیں۔ ابو جہل کی لڑکی حضرت جویر یہ ﷺ مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ

آلی تو حضرت علی بن ابی ذئب نے ان کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا۔ آنحضرت ملکہ عظیم نے ان کو جلایا اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو جو یہ یہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کہنے لگے حضرت ارادہ تو ہے۔ آپ ملکہ عظیم نے فرمایا علی! لشٹ اخترم حلالاً و لا احیل حراماً "جو چیز حلال ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا اور جو چیز حرام ہے میں اس کو حلال نہیں کر سکتا۔" یہ رشتہ تیرے لیے حلال ہے گریں فاطمہ کا باپ ہوں اور بہ حیثیت باپ مجھے اپنی بیٹی کے متعلق کچھ فکر لاقع ہے۔ وہ یہ کہ میری بیٹی کا مزادع نرم ہے اور ابو جہل کے خاندان کا مزادع سخت ہے۔ اور ظاہریات ہے کہ جس گھر میں مزادع ایک جیسے نہ ہوں تو وہ گھر عذاب بارہتا ہے، ہر وقت لڑائی رہتی ہے۔ اگر کوئی نہ مانے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ جس طرح میراللہ کو کسی نے کہ تمہارا جھگڑا ختم کیوں نہیں ہوتا؟ کہنے لگا کہ ہم ایک دوسرے کی لوک جھوک کو سمجھتے ہیں۔

لہذا اگر تو نے اس کے ساتھ نکاح کرنا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے۔ حضرت علی بن ابی ذئب نے جب طلاق کا الفاظ سنات تو کہا کہ فاطمہ ملکہ عظیم کی زندگی میں اور نکاح نہیں کروں گا۔ آنحضرت ملکہ عظیم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ ملکہ عظیم دنیا سے رخصت ہوئی ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی بن ابی ذئب نے اور عورتوں کے ساتھ نکاح کیا۔ تمام عورتوں سے اکیس لڑکے اور انہیں لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بڑا گھر اتنا تھا۔ تو کسی شے کو حلال حرام کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے پیغمبر کا کام نہیں ہے۔

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ ملکہ عظیم کے سامنے کھانا پیش کیا گیا اس کے ساتھ سلااد بھی تھا۔ جس طرح آج کل لوگ کھانے کے ساتھ سلااد پیش کرتے ہیں۔ اس میں پیاز، ہمسن، مولیاں، شماڑ وغیرہ ہوتے ہیں۔ تو آپ ملکہ عظیم نے باقی کھانا تو کھایا مگر سلااد کھایا۔ کسی نے پوچھا حضرت! کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا لیکن اتنی انجین منی لامتناہی "میں ان سے گفتگو کرتا ہوں جن سے تم گفتگو نہیں کرتے۔" یعنی میں فرشتوں سے گفتگو کرتا ہوں اور اس کے کھانے سے منہ سے بوآتی ہے اور فرشتے بوسے نفرت کرتے ہیں اور تمہاری طرف وہی تو نہیں آتی۔

تو فرمایا کہ میں اپنی طرف سے قرآن کریم میں ترجمہ نہیں کر سکتا میں تو اس وجی کا انتباہ کرتا ہوں جو میری طرف کی جاتی ہے ﴿إِنَّ أَخَافُ إِنْ حَصَّيْتُ رَبَّيْتِ عَذَابَ يَوْمِ عَظِيمٍ﴾ بے شک میں ڈرتا ہوں اگر میں نے نافرمانی کی اپنے رب کی ڈرتا ہوں بڑے دن کے عذاب سے، مراد قیامت کا دن ﴿هُلُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿هُلُلُ شَاءَ اللَّهُ﴾ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ﴿مَا شَاءَ كُوْنَةَ عَلَيْنَا﴾ نہ تلاوت کرتا میں اس قرآن کی قسم پر۔ رب چاہتا تو میرے اوپر نازل ہی نہ کرتا، مجھے نبی نہ بنتا، مجھے پڑھنے کا حکم نہ دیتا۔ کیوں کہ نبی بنتا رب تعالیٰ پر لازم تو نہیں ہے۔ یہ اس کی مہربانی ہے کہ اس نے نبی بھیجے، کتاب میں نازل فرمائیں، دنیا پیدا فرمائی، اس کا احسن ہے نہ پیدا کرتا تو اس کو کون پوچھ سکتا تھا۔ ایک وقت آئے گا کہ دنیا کوفا کرے گا مگر فا کرنا اس پر لازم نہیں ہے اس کی مرضی ہے۔ کیوں کہ کسی چیز کے لازم اور واجب ہونے سے مجبور ہو جاتا ہے اور اختیار ختم ہو جاتا ہے اور رب تعالیٰ کسی شے میں مجبور نہیں ہے۔

﴿وَلَا أَدْرِكُمْ بِهِ﴾ اور نہ پروردگار تمہیں بتاتا یہ قرآن پاک۔ سب کچھ رب تعالیٰ کے اختیار میں ہے میں تو اس کا

پیغمبر ہوں، اس کے حکموں کی تعمیل کرنے کے لیے آیا ہوں۔ اپنی طرف سے تبدیلی اور تمیم کا اختیار نہیں رکھتا ﴿فَقَدْ لَمَّا ثُمَّ فَلَمَّا

عَمِّرَ أَقْرَنْ قَبْلَهُ هُنَّ عَقِيقَتُ مِنْ شَهْرٍ﴾ (گزار) چکا ہوں تمہارے اندر عمر کا ایک حصہ اس سے پہلے۔

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت و صداقت کے سب قائل تھے

چالیس سال کا عمر صہ بڑا عرصہ ہوتا ہے اور وہ چالیس سال زندگی بھی ایسی کہہ ماں کی سر پرستی، تہ باپ، نہادا دیکی، نہ بھائی ہے، نہ بہن ہے، نہ ماں ددولت ہے۔ ان حالات میں بچے عموماً آوارہ ہو جاتے ہیں۔ مگر یہاں حالت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ کی گلیوں سے گزرتے تو کیا کہ کے سردار اور کیا غلام، کیا مرد اور کیا عورتیں، سب آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ ایسا شریف انسان ہم نے نہیں دیکھا اور مختلف علاقوں میں تجارت کے لیے جانے آنے والے لوگ یعنی جہان دیدہ لوگ جو کبھی یمن جا رہے ہیں، کبھی شام، کبھی کہیں اور کبھی کہیں، کہتے تھے کیا انسان ہے کہ نگاہ پاک، دل پاک، زبان پاک اور پھر اس زمانے میں کہ لوگ شراب اس طرح پینتے تھے جس طرح یہاں اسی اور چائے پینتے ہیں اور اس پینے کو کوئی عیب نہیں سمجھتا۔ لیکن کیا مجال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک نے کبھی شراب کا ایک قطرہ بھی چکھا ہوا باوجود اس کے کہ اس وقت شراب حلال تھی۔ اور عقیدے کی خلافت کے باوجود لوگ امانتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھتے تھے۔

اور مشرکوں کے بڑوں کی خیانت کا یہ عالم تھا کہ انسان کے بادشاہ نے کسی اہم کام کے لیے منت مانی تھی کہ اگر نیز اکام ہو گیا تو مونے کا ہر کعبۃ اللہ کے لیے نذر ائمہ پیش کروں گا۔ رب تعالیٰ نے اس کا کام کر دیا۔ اس نے مونے کا ہر ہن تیار کر کے بھیج دیا۔ اس کے کارندے تاخیر نے پہنچے، لوگ آرام کر رہے تھے۔ متولیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا ابو لهب بھی تھا، یہ موجود تھا اس کو انہوں نے کہا کہ یہ کعبۃ اللہ کا نذر رات ہے ہم سے وصول کرلو اور کعبۃ اللہ کی ضروریات پر صرف کرنے کویوں کہ اہم نے جلدی واپس چانا ہے۔ ابو لهب نے وہ مونے کا ہر ہن وصول کیا اور ہڑپ کر گیا۔ اس کا دھواں تک نہ نکلنے دیا۔ اتنے پڑ دیانت تھے اور اور حردیکھو کہ زندگی پر کوئی انگلی نہیں رکھ سکتا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت، شرافت، امانت اور دیانت پر کوئی انگشت نہیں کر سکتا)۔

﴿أَفَلَا يَعْقِلُونَ﴾ کیا تم نہیں سمجھتے ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِنْ إِنْ شَرِكَ اللَّهُ بِإِيمَانِهِ﴾ پس کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جس نے افتراء باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا ﴿أَوْ كَذَبَ بِالْيَتِيمِ﴾ یا جھٹالا یا اس کی آیتوں کو۔ اللہ تعالیٰ پر افتراء یہ ہے کہ کوئی نبوت کا جھوٹ دعویٰ کر کے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا ہے، میں تو اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر ہوں، میں اللہ تعالیٰ پر افتراء نہیں باندھ رہا اور نہ ہی میں قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف ناط منسوب کر رہا ہوں بلکہ میں وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمایا ہے وہی قرآن میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ میں اگر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر نہ ہوتا میرے اوپر قرآن کریم نازل نہ ہوتا اور میں یہ دعویٰ کرتا تو مجھ سے بڑا کوئی ظالم نہ ہوتا اور یہ تو نہیں ہے لہذا اب تم سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے کہ تم رب تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹالاتے ہو۔

فرمایا ایک علامت بھی تھیں بتا دیتے ہیں ﴿إِنَّهُ لَا يُظْلِمُ الْمُؤْمِنِ مَوْنَ﴾ بے شک شان یہ ہے کہ نہیں فلاج پا کیس کے مجرم۔ مجرم لوگ کبھی فلاج نہیں پاسکتے معلوم ہو جائے گا کہ کامیابی کس کو حاصل ہوتی ہے۔ اگر مجھ کامیابی حاصل ہوئی اور ہوگی کہ پند سالوں میں سارا عرب اسلام کے جہنڈے تسلی آجائے گا تو پھر سب کو معلوم ہو جائے گا کہ مجرم کون ہے۔

### ~~~~~

﴿وَيَعْبُدُونَ﴾ اور وہ عبادت کرتے ہیں ﴿مَنْ دُوْنُ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے (کے سوا) ﴿مَا﴾ اس تھلوق کی ﴿لَا يَصْرُفُهُم﴾ جوان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ﴿ذَلِكَ يَنْقُضُهُم﴾ اور نہ ان کو نفع پہنچا سکتی ہے ﴿وَيَقُولُونَ﴾ اور وہ کہتے ہیں ﴿هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا عِنْدَ اللَّهِ﴾ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس ﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿أَنَّمَا يُنَزَّلُونَ اللَّهُ﴾ کیا تم بتاتے ہو اللہ تعالیٰ کو ﴿بِهَا﴾ وہ چیز ﴿لَا يَعْلَمُ﴾ جس کو وہ نہیں جانتا ﴿فِي السَّمَاوَاتِ﴾ آسمانوں میں ﴿وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ اور نہ زمین میں ﴿هُبْسَعَةً﴾ اس کی ذات پاک ہے ﴿وَتَعْلِمُ﴾ اور بلند ہے ﴿عَمَّا يُشَرِّكُونَ﴾ ان چیزوں سے جن کو اس کے ساتھ شریک بناتے ہو ﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ﴾ اور نہیں تھے لوگ ﴿إِلَّا أَمَّةً وَاحِدَةً﴾ مگر ایک ہی گروہ ﴿فَاخْتَلَفُوا﴾ پس انہوں نے اختلاف کیا ﴿وَلَوْلَا كَلَّتِهِ﴾ اور اگر نہ ہوتی ایک بات ﴿سَبَقَتْ﴾ جو طے ہو چکی ہے ﴿مِنْ رَبِّكَ﴾ تیرے رب کی طرف سے ﴿لَقُفْنَ بَيْهِمْ﴾ تو البتہ ان کے درمیان فیصلہ کر دی جاتا ﴿فَيَنْبَغِي﴾ ان چیزوں میں ﴿فِيهِ يَحْتَلِفُونَ﴾ جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ﴿وَيَقُولُونَ﴾ اور کہتے ہیں ﴿لَوْلَا أَنْزَلْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کیوں نہیں اُتاری گئی اس نبی پر ﴿إِنَّمَا قُنْتَرَتِهِ﴾ کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے ﴿فَقُلْ﴾ پس آپ کہہ دیں ﴿إِنَّمَا الْغَيْبُ بِلِيْهِ﴾ بختہ بات ہے کہ غیب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ﴿فَإِنَّمَا تَظَرُّرُوا﴾ پس تم انتظار کرو ﴿إِنَّ مَعْلُومًا مِنَ الْمُسْتَنَظَرِينَ﴾ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

### توحید بنیادی عقیدہ

قرآن پاک کے بنیادی اصول اور بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ توحید بھی ہے۔ یعنی قرآن کریم میں جو اصول اور عقائد بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک بنیادی عقیدہ توحید ہے۔ توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات و صفات اور افعال میں وحدۃ لا شریک سمجھا جائے اور کسی فرشتے، کسی پیغمبر، کسی ولی اور شہید کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال میں شریک نہ سمجھا جائے اور یہ بات بھی زہن میں بخواہیں کہ جس طرح توحید ایک بنیادی عقیدہ ہے اسی طرح شرک کا رد بھی بنیادی

عقیدہ ہے۔ کیوں کہ جب تک شرک کا رہنیں کیا جائے گا تو یہ بھی نہیں آئے گی۔

چنانچہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے ایک مغالطے کو بیان فرمایا ہے اور ان کے عقیدہ کا رد فرمایا ہے اور یہ مغالطہ عامۃ الورود ہے جس میں پہلے زمانے کے مشرک بھی بتلاتھے اور آج کل کے مشرک بھی۔ وہ یہ کہ جب مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ تم غیر اللہ کے نام کی تذرویاز کیوں دیتے ہو، ان کے نام کے چڑھاوے کیوں چڑھاتے ہو؟ پو کوئی رب؟۔ ان کی پوجا پاٹ کیوں کرتے ہو؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم کی ان پوجا پاٹ خدا بمحکم نہیں کرتے، نہ وہ خدا ہیں اور نہ ہی ہم ان کو رب مانتے ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بزرگ اور ولی ہیں، نیک اور پر یہزگار ہیں اور ہم بڑے گناہ گار ہیں ہماری اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی اور پہنچ نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے درمیان واسطہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بلند ہے ہماری وہاں تک پہنچ نہیں ہے یہ رب تعالیٰ اور ہمارے درمیان رابطے کا ذریعہ ہیں۔ یہ رب تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے ہماری سیرہ صیال ہیں۔

پھر مثال دیتے ہیں کہ دیکھو! رعیت کا کوئی آدمی بادشاہ کو بغیر واسطہ کے نہیں مل سکتا وہ ملنے کے لیے رابطہ تلاش کرے گا، ذی اسی کا، کمشنر کا، وزیر اعلیٰ کا، گورنر کا، پھر کہیں وہ بادشاہ تک پہنچ گا ان کی سفارش کے ساتھ۔ تو ہم جو فرشتوں، نبیوں، شہیدوں اور رسولوں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں اور ان کی تذرویاز دیتے ہیں تو اس لیے کہ یہ ہم سے راضی اور خوش ہو کر رب تعالیٰ کے سامنے ہماری سفارش کریں (اور یہ بات ان میں سے وہ کرتے ہیں جو چالاک اور سمجھدار ہیں۔ ورنہ جو عام ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیارات دیے ہوئے ہیں ان کے پاس خدائی اختیارات ہیں یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ تو ہم اس لیے ان کو خوش رکھتے ہیں تاکہ یہ ہم کو فائدہ پہنچا سکیں اور نقصان سے بچا سکیں۔ نواز ملوج)

### اقسام سفارش

سفارش کے متعلق بھی سمجھ لیں کہ سفارش کی دو قسم ہیں۔ ایک ماتحت الاسباب سفارش کرنا اور ایک مافق الاسباب سفارش کرنا ہے۔

ماتحت الاسباب کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً: دو آدمی زندہ موجود ہیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں ان میں سے ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ آپ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرا فلاں کام کر دے تو یہ دوسرا جو دعا کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش ہے اور ماتحت الاسباب ہے یہ شرعاً جائز ہے اور یہ دعا اپنے سے بڑے سے بھی کرائی جاسکتی ہے اور چھوٹے سے بھی۔ چند دن پہلے تم یہ حدیث سن چکے ہو کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطبو عورہ کرنے کے لیے تشریف بلے جار ہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا: ((یَا أَكْنِی لَا تُلَيِّسَنَا فِي دُعَائِكَ)) ”اے میرے چھوٹے بھائی! اپنی دعا میں مجھے نہ بھولنا۔“ یہ ماتحت الاسباب سفارش ہے۔

اور ایک ہے مافق الاسباب سفارش۔ کہ ایک آدمی موجود نہیں ہے، نہ مانے نہیں ہے، اس کو کہے کہ تو رب تعالیٰ کے

سامنے سفارش کروہ میرا کام کر دے۔ مثلاً: کوئی کہے کہ اے شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں کہ وہ میرا لالاں کام کر دے۔ اب دیکھو! شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سے ہزاروں میل دور بغداد میں اپنی قبر کے اندر موجود ہیں۔ یہاں پر جو شخص یہ کہے گا تو وہ چند چیزوں کا نظریہ رکھتے ہوئے یہ کہے گا۔

① ... اس کا یہ عقیدہ ہو گا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ناظر ہیں، مجھے دیکھ رہے ہیں اور میری بات کن رہے ہیں۔

② ... یا یہ نظریہ رکھے گا کہ وہ عالم الغیب ہیں جب میں ان کو پکارتا ہوں تو میری بات کو سنتے اور جانتے ہیں۔

③ ... اور اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ نظریہ بھی رکھے گا کہ وہ تصرف فی الامور پر بھی قادر ہیں کہ میری بات کن کر آگے پہنچائیں گے۔

تو یہ ما فوق الاسباب سفارش ہے اور یہی شرک کی بنیاد ہے۔

فقہائے کرام بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فرماتے ہیں کہ: مَنْ قَالَ أَرْوَاحُ الْمَسَايِّعِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ "جس شخص نے کہا بزرگوں کی رو میں حاضر ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہوا۔" حالانکہ فقہائے کرام بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا طبقہ بڑا محتاط طبقہ ہے۔ بلکہ مسائل کے متعلق شاید ہی کوئی اتنی احتیاط کرتا ہو۔ کتنا محتاط طبقہ ہے؟

فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایک کلمہ بولا جس کے سو معانی بن سکتے ہیں اور سو میں سے ایک معنی اسلام کا ہے اور ننانوے کفریہ ہیں تو کہنے والے کو کافر نہ کہو کہ ممکن ہے اس نے اسلام والا معنی مراد لیا ہو یعنی وہ ایک نیصد احتمال کو بھی رو نہیں کرتے۔ اتنے محتاط لوگ ہیں۔ لیکن ساتھ فرماتے ہیں کہ اگر بولنے والا شخص کفر کا معنی متین کر لے کہ میری مراد یہ ہے تو پھر وہ کافر ہے اور اس کو کافرنہ کہنے والا بھی کافر ہے۔ یہ جو صلح کیلی قسم کے لوگ ہوتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ کافر کو بھی کافرنہ کہو۔ کیوں نہ کہیں کافر کو کافر، نہ کہنے والا تو خود کافر ہو جاتا ہے تو کافر کو کافرنہ کہہ کر خود کافر نہیں؟

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا عمل بیان فرمایا ہے ﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُنْعَنَ اللّٰهِ﴾ اور وہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ورے ورے۔ وہ عبادت کبھی نذر و نیاز کی شکل میں ہے، کبھی سجدہ کرنے کی شکل میں ہے، کبھی طواف کرنے کی شکل میں ہے اور کبھی گیارہوں کی شکل میں ہے۔ غیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دینا یہ بھی اس کی عبادت کرتا ہے۔

﴿مَا لَا يَصْرُؤْهُمْ﴾ اس مخلوق کی جوان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے ﴿وَلَا يَنْقُضُهُمْ﴾ اور نہ ان کو نفع پہنچا سکتی ہے۔ کیوں کہ نفع اور ضرر کا اختیار صرف رب تعالیٰ کو ہے اللہ تعالیٰ کے سو اکوئی نفع، نقصان کا مالک نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کسی کو نفع، نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آخرحضرت مسیح یسوع کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ سے اعلان کروایا: ﴿قُلْ لَا أَمِلُكُ الْقِيْمَةَ الْفَعَالَةَ لَا ضَرَأَ﴾ [آل عمران: ۱۸۸] میں اپنے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ اور فرمایا ان کو بھی سنادیں: ﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمِلُكُ الْمُمْلَكَةَ لَكُمْ ضَرَأً وَ لَا مَرْشِدًا﴾ [سورة الحج: ۲۱] میں تمہارے لیے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ جب آخرحضرت ﷺ کی کے نفع نقصان کے، لکھ نہیں ہیں تو:

دیگرال چ رسد

دوسراؤں مائی کالاں ہے جس کو یہ اختیار ہو۔ تو یاد رکھنا اور فرشتے نفع، نقصان پہنچا سکتے ہیں، نہ پیغمبر، نہ صحابہ، نہ شہید، نہ ولی۔ نفع، نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

تو مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے مختلف شکلوں میں، کبھی طواف، کبھی غلاف چڑھاتے، کبھی دیگریں اتارتے، کبھی بکرے چھترے کا چڑھاوا اور کہتے تھے کہ یہ ہم اس لیے کرتے ہیں کہ ﴿مَا قَبْدُهُمْ إِلَّا لِيُقْتَلُوْنَ إِلَى اللَّهِ يُنْفِي﴾ [سورہ زمر: ۲]۔ نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچا دیں گے۔ یہ رب نہیں ہیں۔ ﴿وَيَقُولُونَ هُوَ لَهُ أَكْلَهُمْ أَعْذَّ الْقَوْمَ﴾ اور وہ کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔ ما فوق الاصاب ب جو سفارش ہے یہی شرک ہے۔

فتاویٰ بزاری، الحرمات اوقیانوس وغیرہ جو فقه کی مستند تباہیں ہیں ان میں یہ بخوبی موجود ہے کہ من قَالَ أَرْوَاحُ الْمَشَايِخِ حَاطِرَةً تَغْلِمُ يَكْفُرُ ”جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی رو میں حاضر و ناظر ہیں اور ہمارے حالات کو جانتی ہیں وہ کافر ہے۔“ یہ بزرگوں کے متعلق حاضر و ناظر کا عقیدہ کفریہ ہے۔ اور بریلویوں میں کوئی ہوگا جس کا یہ نظریہ نہ ہو ورنہ سب کا یہی نظریہ ہے۔ اور بزرگوں کے بارے میں علم الغیب اور مختار کل کاظمی کا نظریہ بھی رکھتے ہیں۔ ان کی صلاتوں میں تم یہ جملہ بھی سنتے ہو: الصلوٰۃ وَالشَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحْتَارَ مُلْکِ اللَّهِ۔“ کہ اللہ تعالیٰ کے تمام ملک کا اختیار ہمارے پاس ہے۔ اور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں۔

بھی! سوال یہ ہے کہ اگر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اختیار میں کچھ ہوتا تو پہچلنے والوں ۳۰، ۲۵ حکومتوں نے عراق پر حملہ کیا اور خود ان کے رد پر اقدس پر بھی بسواری ہوئی اور بزرگان نقصان بھی کافی ہوا اور اس کے خلاف احتیاج بھی ہوا اور انہوں نے معدرت بھی کی کہ غلطی سے ہوا ہے اور جانی نقصان بھی کافی ہوا جن میں فوجی بھی تھے اور غیر فوجی بھی تھے۔ حضرت کے اختیار میں ہوتا تو ان کی جانب کو بچانہ لیتے۔ یہاں تمہارے گھر میں آ کر بچاتے ہیں وہاں نہیں بچاتے، یہاں کی عجیب منطق ہے اور یہ لوگ حل مشکلات کے لیے وظائف پڑھتے ہیں یا شیخ عبد القادر جیلانی شیخِ ایلہٰ، یہ کفر ہے۔

فتاویٰ رشید یہ وغیرہ میں تفصیل ہے کہ عربی لغت کے اعتبار سے اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کلام معنی اور پر بھی داخل ہوتا ہے تو اس لفاظ سے اس جملے کا معنی بننے گا اے شیخ عبد القادر جیلانی! تم رب تعالیٰ کو کچھ دو۔ معاذ اللہ ارب ملک، ہو عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ دینے والے ہوئے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے کوئی شے دو اللہ تعالیٰ کے واسطے سے دینا یا تو ان کا کام ہے رب تعالیٰ درمیان میں واسطہ ہے تو یہ بھی کفر ہے۔ ہاں اگر شیخ رضی اللہ عنہ کو واسطہ بناؤ اور مانگو رب تعالیٰ سے تو یہ جائز ہے۔ چنانچہ شاہ اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ ”تقویۃ الایمان“ میں فرماتے ہیں کہ: ”اگر کوئی یہ کہے کہ اے پروردگار! تو مجھے دے شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے تو یہ جائز ہے۔“ دینا تو رب تعالیٰ نے ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں اور ہماری اور سے محبت ہے تو ان کے نیک ہونے کی وجہ سے جو دلیل ہو گا تو وہ توسل بالاعمال الصالحة ہے۔

اللہ تعالیٰ نرماتے ہیں ﴿هُوَ الْقُلُوبُ آپ کہہ دیں اسے نبی کریم ملائکتیں! هُوَ الْمُهْبَثُونَ اللَّهُ عَلَيْهِ كیا تم بتاتے ہو اللہ تعالیٰ،“

فِي الْأَرْضِ لَا يَقْلِمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ يَهُوَ جِزْ جِزْ كُوْدَهْ نَبِيْسْ جَامِتَ آسَانُوْسْ مِنْ اُورَنَهْ زَمِنْ مِنْ مِنْ - رَبُّ تَعَالَى كَوْتَوْا پَنَا شَرِيكَهْ آسَانُوْسْ مِنْ مَعْلُومٍ هَيْزَمِنُوْسْ مِنْ مِنْ - اَگرْ کُوْنِی اَسْ کَا شَرِيكَهْ هُوتَنَهْ تَوَاسُ کَعْلَمَ مِنْ تَوْهُتَنَهْ - اُورَهْ أَكْتَبَيْنَوْنَ اللَّهَهْ کِی دُوسَرِی تَفسِیر اَسْ طَرَحَ کَرْتَے هِیْسْ کَہِیَا تَمَ اللَّهُ تَعَالَیٰ کَوْجَرْدَیِتَے هُوَسْ تَلَوْقَ کِی کَوْدَهْ تَلَوْقَ نَبِيْسْ جَانِی آسَانُوْسْ مِنْ اُورَنَهْ زَمِنُوْسْ مِنْ - یعنی جِزْ جِزْ کُوْدَهْ نَبِيْسْ اَسْ کَلَمَ نَبِيْسْ ہے اَسْ کَوْتَمَ اللَّهُ تَعَالَیٰ کَا شَرِيكَهْ بَنَتَهْ هُوتَنَهْ کَسْ مَعْنَیَ مِنْ تَمَ اَنَّ کَوْسَفَارَشِی بَنَا کَرْپَکَارَتَے هُوَهْ سُبْحَةَ وَتَقْلِ عَمَائِيْرَهْ گُونَهْ اَسْ کِی ذَاتَ پَاَکَ ہے اُورَ بَلَندَ ہے اَنَّ چِیزَوْنَ سَے جِنْ کَوَاسْ کَے سَاحِحَ شَرِيكَهْ بَنَتَهْ هُوَ فَرَمَا يَا هُوَ مَا کَانَ النَّاسُ إِلَّا أَمَةٌ قَاجِدَةٌ ہے اُورَ نَبِيْسْ تَھَے لَوْگَهْ مُگَرَّاً اِیکَ ہیْ گَرَوْهْ فَاقْتَتَنَوْا ہے اُسْ انْھُوْنَ نَے اَخْتِلَافَ کَیَا -

### شَرِيكَهْ کِی اِبْنَادَهْ اَسْ طَرَحَ ہوَیَهْ

حضرت آدم ﷺ سے لے کر حضرت نوح ﷺ تک سارے کے سارے لَوْگَ دِینَ کَے اعتبار سے ایک تھے۔ پہلی شَرِيكَهْ قَوْمَ جُو پَدِیدَ اَہوَیَهْ وَهْ نَوْحَهْ کِی قَوْمَ ہے اُور شَرِيكَهْ کِی اِبْنَادَهْ اَسْ طَرَحَ ہوَیَهْ کَہِیَ کَپَانِیَجَیْ بَرَگَ تَھَجَنَ کَے نَامَ سُورَةِ نَوْحَهْ مِنْ آتَے هِیْسْ وَدَهْ، سَوَاعَ، یَغُوثَ، یَعُوقَ، نَسَرَ - حضرت اَبْنَ عَجَزَ عَقْلَانِیَهْ تَھَجِیَهْ فِرَمَتَهْ هِیْسْ کَوْدَهْ حَضَرَت اُورَسَهْ بَلَندَ کَالْقَبَ تَھَا اُورَ بَاتِیَهْ چَارَانَ کَے نَیْکَ بَیْسَتَے تَھَے اُورَ کَتَابَ تَفسِیرِ بَنَجَرِی شَرِيفَ مِنْ حَضَرَتِ اَبْنَ عَبَاسَهْ تَھَجِیَهْ سَے رَوَايَتَ ہے کَہِیَهْ هُوَلَاءُ اَشْتَاءُ رَجَالِ مَحَالِیْعِذَنَهْ یَهْ پَانِیَجَیْ بَرَگَ حَضَرَتِ نَوْحَهْ کِی قَوْمَ کَے نَیْکَ بَنَدوْنَ کَے نَامَ ہِیْسْ - یَہْ لَوْگُوْنَ کَی روحاَنِی اُور اَخْلَاقِی تَرَبِیَتَ کَرَتَهْ تَھَے، دِینَ کَی باَتِیَهْ بَنَتَهْ تَھَے -

اور یادِ کَهْنَا! جِزْ جِزْ جَسْ جَسْ کَی خُورَاکَ ہے اسِ طَرَحِ رُوحَ کَی بَھُنِی خُورَاکَ ہے۔ دیکھو! جِنْ لَوْگُوْنَ کَوَدَسَ سَنَتَ کَی عَادَتَ ہے جِسْ دِنَ اَنَّ کَادَسَ رَهَ جَائِیَهْ اَنَّ کَوَافِسَوْنَ ہوتَا ہے اُور وَهْ پَرِیَشَانَ ہوتَے هِیْسْ کَہِیَ اَنَّ کَوَرُوحَ کَی خُورَاکَ نَبِيْسْ ہیْ - تَوْجِیْبَ یَہْ بَرَگَ اللَّهُ تَعَالَیٰ وَالْوَنِیَا سَے رَحْصَتَهْ ہوَکَے تو لَوْگُوْنَ کَوَرُوحَانِیَهْ خُورَاکَ نَبِيْسْ اُور وَهْ پَرِیَشَانَ ہوَکَے اُور اَدَسَ اَدَسَ رَبَنَتَے لَگَدَ - اُبَیْسَ لَعِینَ بَرَگَانِهْ شَکَلَ وَلِبَاسَ مِنْ آپَنِچا لَوْگَ سَرِچَکَائِیَهْ ہوَئَے بَیْتَھَے تَھَے۔ کَہِنَتَهْ لَگَکَیا بَاتَ ہے کَیوُں پَرِیَشَانَ ہوَ؟ اُنْھُوْنَ نَے بَتَایَا کَہَارَے بَرَگَ تَھَے هِیْسِ دِینَ سَجَحَاتَهْ، سَکَھَاتَهْ تَھَے، اچَھِی اچَھِی بَاتُوْنَ کَی رَهْنَمَائِیَ کَرَتَهْ وَهْ هِمَ سَرَحَصَتَهْ ہوَکَے هِیْسِ تو هِیْسِ جَوَرُوحَانِیَهْ خُورَاکَ مَلْتَقِیَ وَهْ نَبِيْسْ مَلْ رَهِیَ اسَ لَیْہِ هِمَ پَرِیَشَانَ ہِیْسْ -

اُبَیْسَ نَے کَہَا وَقْتِ تَحْمَارَ اَصْدَمَهْ بَجاَهْ ہے مُگَرَّدَهْ تَوَابَ وَاپِسَ نَبِيْسْ آسَکَتَهْ لَهْذَهِ اَتَمَ اَسْ طَرَحَ کَرَوْ کَہِیَ اَنَّ کَے مجَسَے اُرْتَصُوِرِیَرِیَهْ، کَرَمَھُوْنَ اُور عَبَادَتَ خَانُوْسْ مِنْ رَکَھَلَوَ اُورِیُونَ سَبْحَوْ کَوَدَهْ هَارَے اَنَدَرَ مُوْجَدَوَیْسْ اُورَ اُسَ دَقْتَ جَانَ دَارَ چِیزَ کَی تَصُوِرِ بَنَادَهْ جَانَهْ تَھَیَ - یَہْ تَوْنَهْ کَرَسَکَا کَہِیَ اَنَّ کَی عَبَادَتَ کَرَوَا تَکَیُونَ کَی یَہْ پَنَتَهْ ذَهَنَ کَے لَوْگَ تَھَے اُنْھُوْنَ نَے جِسْمُوْنَ کَوَسَجَدَهْ نَبِيْسْ کَرَنَتَهْ - اَنَّ سَعْرَفَ مجَسَے اُرْتَصُوِرِیَرِیَسِ بنَوَا ہِیْسِ - جَبَ یَہْ دَنِیَا سَے رَحْصَتَهْ، گَئَهْ اُور وَهْ سَرِیَ نَسَلَ آلَیَ تَوَاسُ کَوَیِ سَبْقَ پَڑَھَا یَا کَہَمَادَے بَرَزَے

ان کی پوجا کرتے تھے تو انہوں نے ان کی پوجا شروع کر دی۔ یہ چہلی مشرک قوم تھی دنیا میں جس نے شرک کی ابتداء کی اور ان کی طرف نوح ﷺ کو بھیجا گیا۔ اس سے پہلے لوگ ایک ہی مذهب پر تھے، توحید پر تھے۔ اس طرح انہوں نے توحید میں اختلاف کیا۔ **﴿لَوْلَا مُجْمِعَةٌ مِّنْ أَنْفُكُ﴾** اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو طے ہو چکی ہے تیرے رب کی طرف سے۔ وہ کون ہی بات ہے یہ ہے کہ ہر قوم کے ذرا اور بتاہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے۔ اگر پہلے سے یہ بات طے نہ ہوتی تو جس وقت انہوں نے اختلاف شروع کیا تھا اسی وقت ان کو ختم کر دیا جاتا ہے **﴿لَقَدْ فَتَحْيِيَنَا مُّهَمَّ﴾** تو البتہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا ہے **﴿فَيَسَأَلُونَ﴾** ان چیزوں میں جس میں اختلاف کرتے ہیں اور سنوا ہے **﴿وَيَقُولُونَ﴾** اور وہ کہتے ہیں **﴿لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْنَا إِلَيْهِ مِنْ رَءُومَ﴾** کیوں نہیں اتنا ری گئی اس نبی پر کوئی نشانی اس بے رب کی طرف سے۔

جس کو وہ نشانی سمجھتے تھے کہ صفا و مردہ کی چٹائیں سونا بن جائیں، اس کی کوئی سونے کی ہوئی چاہیے، اس کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہونا چاہیے اور یہ بھی کہتے تھے کہ یہ اُز کر ہمارے سامنے آسان کی طرف چلا جائے غالباً بتھا اور وہاں سے کتاب لے کر آئے **﴿أَذْنَانِي بِاللَّهِ وَالْمَلَكَةِ قَبِيلًا﴾** [بنی اسرائیل: ۹۲] یا ہمارے سامنے رب تعالیٰ اور فرشتوں کو لا کھرا کرے۔ آگے رب تعالیٰ ہو اور اس کے پیچھے فرشتے ہوں اور رب تعالیٰ کہے کہ واقعتاً یہ میرا پیغمبر ہے میں نے اس کو بھیجا ہے اور فرشتے رب تعالیٰ کی تائید کریں کہ ہمارا رب محیک کہتا ہے پھر ہم مانیں گے۔ یہ تھیں ان کی سہ ماگی نشانیاں ورنہ اگر مغض نشانیوں کی بات ہوتی تو قرآن کریم کوئی چھوٹی نشانی ہے کہ ساری دنیا اس کا مثل لانے سے عاجز ہے، اس کی ایک سورۃ کا مثل لانے سے عاجز ہے، چاند کا دو بلکھے ہونا نشانی نہیں تھی؟ درختوں کا چل کر آن، پتھروں کا بولنا نشانی نہیں تھی؟ انگلیوں سے پانی کا لکھنا، تھوڑی چیز کا زیادہ ہو جانا نشانی نہیں ہے؟ نشانیاں تو بڑی تھیں مگر ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ ضد کا علاج تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے پاس بھی نہیں ہے۔ پھر کہتے تھے کہ آئی کب ہے؟

فرمایا **﴿فَقُلْ﴾** پس آپ کہہ دیں ان کو **﴿إِنَّا لِلَّهِ لَقَبِيبُ بِتَوْهِ﴾** بختہ بات ہے کہ غیب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ میں غیب داں نہیں ہوں رب تعالیٰ جانتا ہے کہ کب کوئی نشانی آئی ہے اس کی طرف سے اور سورۃ النحل آیت نمبر ۷ میں فرمایا **﴿وَلِلَّهِ عِلْمُ السَّلَوَاتِ وَالآمَرِضِ﴾** اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے سوا کوئی غیب داں نہیں ہے **﴿فَإِنَّ اللَّهَ رَوَى إِلَيْيَ مَعْلَمَ مِنَ الْمُسْتَقْبَلِينَ﴾** پس تم انتظار کر دیں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ دیکھو! نشانی کب نازل ہوتی ہے۔

پھر ان کے والوں پر نشانی اس طرح آئی کہ رب تعالیٰ نے ان پر قحط سالی مسلط فرمائی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ان پر اتنی بھوک مسلط ہوئی کہ **حَتَّى أَكْلُوا الْبَيْنَةَ وَالْجَلُودَ وَالْعَظامَ** انہوں نے مردار، چجزے اور بذریاں کھائیں کہ تم نافرمانی کرتے ہو رب تعالیٰ کی طرف سے نشانی آئی ہے۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ ابوسفیان وند لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ محدث (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے تیری قوم اور برادری ہے۔ آپ نے ان کے لیے قحط سالی کی بدوعا کی تھی

اب دعا کر و رب تعالیٰ حالات بدل دے۔ اس حد تک تسلیم کرتے تھے اور بانے تھے مگر پرانا لا اپنی جگہ پر ہے، ضد ای طرح ہے۔ بھائی ضد کا دنیا میں کیا علاج ہے؟ اور ضد کی وجہ سے آدمی بہت سی چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ضد سے بچائے۔

### سیدنے کی تکلیف

﴿وَإِذَا آتَنَا النَّاسَ رَحْمَةً﴾ اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت ﴿مِنْ بَغْيَضِ رَّبِّهِمْ﴾ تکلیف کے بعد جوان کو پہنچی ہے ﴿إِذَا لَمْ مَكُثْرٌ فِي أَيَّامِنَا﴾ تو اچانک وہ تدبیریں کرتے ہیں ہماری آئیوں کو گرانے کے لیے ﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿أَشَدُّ عَمَلَكُمْ﴾ اللہ تعالیٰ بہت جلد تدبیریں کرنے والا ہے ﴿إِنَّ رَّسُولَنَا﴾ بے شک ہمارے فرشتے ﴿يَكْبِشُونَ﴾ لکھتے ہیں ﴿مَا شَكُّرُونَ﴾ جو تم تدبیریں کرتے ہو ﴿هُوَ الَّذِي يُسْتَوِّدُ كُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ﴾ اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے جو چلتی ہے تصحیح شکی میں اور سند ریس ﴿حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفَلْكِ﴾ یہاں تک کہ جب تم ہوتے ہو کشتوں میں ﴿وَجَرَيْنَ بِهِمْ﴾ اور وہ کشتیاں ان لوگوں کو لے کر چلتی ہیں ﴿بِرِيحٍ طَبِيعَةً﴾ خوشگوار ہوا کے ساتھ ﴿وَفَرِحُوا بِهَا﴾ اور وہ اس کے ساتھ خوش ہو جاتے ہیں ﴿جَاءَتِهَا رِيْحٌ غَاصِفٌ﴾ تو آجائی ہے ان پر ہوا بڑی تیز و سند ﴿وَجَاءُهُمُ الْبَرِّ وَمِنْ كُلِّ مَكَانٍ﴾ اور آتا ہے ان پر طوفان ہر طرف سے ﴿وَظَنَّوَا أَنَّهُمْ أَجْنِطَاءُهُمْ﴾ اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک وہ کھیرے گئے ہیں ﴿وَدَعْوَ اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الَّذِينَ﴾ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین ﴿لَيْلَنَجِيَّتِنَا مِنْ هَذِهِ﴾ اگر تو نے ہمیں نجات دے دی اس مصیبت سے ﴿لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ البتہ ضرور ہم ہو جائیں گے شکر کرنے والوں میں سے ﴿فَلَيَأْمُلَّنَّ أَنْجَلَهُمْ﴾ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی ﴿إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ اچانک وہ سرکشی کرتے ہیں زمین میں ﴿بِغَيْرِهِنَّ﴾ العَقِیْلَیْہِ ناخن ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾ اے لوگو! ﴿إِنَّمَا يَعْيِمُ عَلَى آنَفُكُمْ﴾ بے شک تمہاری سرکشی تمہاری جانوں پر پڑے گی ﴿قَسَاعَ الْحَيَاةِ وَالْدُّنْيَا﴾ یہ سامان ہے دنیا کی زندگی کا ﴿لَمْ يَأْتِ إِلَيْهَا مَرْجِعُكُمْ﴾ پھر ہماری طرف ہے تمہارا لوثما ﴿فَتَنَبَّهُ كُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ پس ہم تصحیح خبر دیں گے اس کارروائی کی جو تم کرتے تھے۔

اس سے پہلی آیت کریمہ میں تھا کہ یہ مدد مانگی نشانیاں مانگتے ہیں یعنی ضد اور عناد کی وجہ سے ورنہ نشانیاں تو اللہ تعالیٰ نے بے شر نظاہر فرمائی ہیں اگر تم نہیں مانتے تو پھر حقیقی فیصلہ کے لیے تم بھی انتظار کرو اور میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا منتظر ہوں۔

### انسان کی دو حالتوں کا ذکر

آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو حالتوں یعنی تکلیف اور راحت کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿وَإِذَا أَذْقَنَا النَّاسَ رَأْخَنَةً﴾ اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت ﴿فَيُنْعَذُ مَنْ آتَهُمْ﴾ تکلیف کے بعد جوان کو بھی ہے ﴿إِذَا لَمْ تَكُنْ فِي أَيَّاتِنَا﴾ تو اچانک وہ تمدیریں کرتے ہیں ہماری آئیں کو گرانے کے لیے۔ آدمی بیمار ہو جائے اور اپنی زندگی سے ناامید ہو جائے کہ ڈاکٹر بھی علاج کر کے تھک جائیں اور حکیم بھی کہ ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے تو آدمی دعا کیں کرواتا ہے کہ میرے لیے دعا کرو اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے اور اپنے دل میں بھی تہیہ کرنا ہے کہ میں نمازیں پڑھوں گا، روزے رکھوں گا، اچھے کام کروں گا، برائیوں سے بچوں گا اور اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے وعدے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو قادر مطلق ہے مجھے شفا دے میں یہ کروں گا وہ کروں گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا ہے، صحبت مند اور طاقت ور ہو جاتا ہے کچھ دن گزرتے ہیں تو وہ سارے کیے ہوئے وعدے بھول جاتا ہے ﴿كَانَ لَهُمْ يَدْعُونَا إِلَى صُرُّ مَسْأَلَةٍ﴾ پھر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کو کبھی رب تعالیٰ سے واسطہ نہیں پڑا۔

انسان کتنا رنگ بدلتا ہے ہر آدمی کو اپنے اوپر غور کرنا چاہیے۔ انسان وہ ہے جو اپنی حقیقت کو سمجھے اور اپنی اوقات کو یاد رکھے۔ غربت کے بعد امیری آئی تو غربت کونہ بھولے اور بیماری کے بعد تدرستی آئی ہے تو بیماری کونہ بھولے تو ایسے شخص کی اصلاح ہو گی اور اگر سمجھے کہ:

پورم سلطان بود

میرا باپ با دشہ تھا اور میں خاندانی لینڈ لارڈ ہوں تو ایسے شخص کی کبھی اصلاح نہیں ہوتی۔ آج کئی لوگ ہیں کہ چار سوکے آجائے کے بعد انہوں نے ذاتی بدل لی ہیں۔

### ذات بدلنا کبیرہ گناہ ہے

ذات سمجھے ہے اور بتلاتے کچھ ہیں۔ مثلاً: نائل سے باجوہ بن گئے ہیں، کہاہر سے گونڈل بن گئے۔ یہ براحت گناہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص نے اپنا نسب بدلادہ جنت سے محروم ہو جائے گا، لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ۔ اپنے باپ دادا کی ذات کو اپنے لیے کیوں عار سمجھتے ہو۔ بھائی جائز کام سارے صحیح ہیں۔

### انبیاء نے ہرجائز پیشہ اختیار کیا

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے سارے کام کیے ہیں حضرت آدم ﷺ نے کھتی پاڑی بھی کی ہے اور کھڈی پر بیٹھ کر کپڑے بھی بستے ہیں، حضرت داؤد ﷺ نے لوہاروں والا کام کیا ہے، حضرت ذکریا ﷺ نے ترکھانوں والا کام کیا ہے، آنحضرت ملیظہ نے بکریاں چڑائی ہیں اور دوسرے پیغمبر بھی بکریاں چڑاتے رہے ہیں، حضرت موسیٰ ﷺ نے حضرت شعیب ﷺ کی بکریاں چڑانے کی مزدوری کی ہے۔ جائز پیشہ کوئی بھی ہواں کے کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ سارے کام ایسے ہیں کہ ان کے بغیر دنیا کا نظام نہیں چل سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تکلیف جب دور ہو جاتی ہے تو ﴿إِذَا لَهُمْ مُكْلُوفٌ فَإِنَّا إِنَّا نَنْهَا هُنَّ أَجَائِكَ وَهُنَّ دَاهِرِيْسِ کرتے ہیں ہماری آئتوں کو گرانے کے لیے ﴿فُلِيْهُ﴾ آپ کہہ دیں ﴿إِنَّ اللَّهَ أَنْشَأَ عَمَّلَتْهُ﴾ اللہ تعالیٰ بہت جلد تدبیریں کرنے والا ہے۔ تمہاری تدبیریں ذھری رہ جائیں گی اور ہو گا وہی جو اشد تعالیٰ کو منظور ہو گا اور جو وہ چاہے گا۔ آئے دن اخبارات میں پڑھتے رہتے ہو کہ شادی کے موقع پر دلھا بھی مر گیا اور اتنے برائیے بھی مر گئے۔ خوشی میں گار ہے تھے کہ چار پانیاں مژدوں کی انحصاری تھیں۔ انسان کو قطعاً کبھی بھی رب تعالیٰ کے ذرے سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے ہر وقت ذرستے رہنا چاہیے۔

فرمایا ﴿إِنَّ رَسُلَنَا يَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْهَى﴾ بے شک ہمارے فرشتے لکھتے ہیں جو تدبیریں تم کرتے ہو۔ ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے دن کو ہوتے ہیں اور دو رات کو ہوتے ہیں۔ ان کو کراما کا تین کہتے ہیں۔ انسان جو لفظ بولتا ہے وہ لکھ لیتے ہیں ﴿يَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَنَهَا عَنِ الْمُنْهَى﴾ اور وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ سب تحریر میں آرہا ہے اور سارے یا کارڈ محفوظ ہے، قیامت والے روز جب سامنے آئے گا تو انسان حیران ہو گا کہ فلاں فلاں چیز بھی لکھی ہوئی ہے۔ وہاں ہر آدمی اپنا نامہ اعمال خود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو پڑھنے کا ملکہ عطا فرمائیں گے۔ ارشاد ہو گا: ﴿إِنَّمَا أَكْتَبَكُمْ مَا كُلِّيْنَيْتُكُمْ إِلَيْكُمْ حَسِيبِيْا هُنَّ﴾ [سورۃ النبیل: ۱۲] پڑھا بپنی کتاب کافی ہے تیر انہیں آج کے دن تجوہ پر محاسبہ کرنے والا۔ جب تھوڑا سا پڑھے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آظلیّک گشتبیٰنی کیا میرے لکھنے والے فرشتوں نے زیادتی کی ہے؟ کہے گائیں۔ پھر کچھ پڑھے گا۔ سوال ہو گا کہ یہ مضمون تو نے خود پڑھا ہے کیا تیرے ساتھ زیادتی تو نہیں ہوئی؟ کہے گائیں بلکہ میں نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ بھائی ایسے سب کچھ سامنے آنے والا ہے لہذا کبھی بھی رب تعالیٰ سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے اور رب تعالیٰ کے عذاب سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

### اللہ تعالیٰ کی بعض نعمتوں کا ذکر

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور مشرکین کے شرکی نظریہ کا ذکر فرمایا ہے ﴿فَهُوَ الَّذِي يَسْتَدِرُ كُمْ بِالْبَرَزَانِ﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جو چلاتی ہے تھیں خشکی میں اور سمندر میں۔ خشکی میں چلنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اونٹ، گھوڑے، فچر اور گدھے پیدا فرمائے ہیں۔ اس زمانے میں یہی سواریاں ہوتی تھیں۔ ان پر تم سوار ہوتے ہو اور غریب پیدل چلتے تھے۔ بہر حال یہ چلنے کی توفیق پیدل یا سواری پر رب تعالیٰ ہی نے تھیں عطا فرمائی ہے۔ اور سمندر میں بھی تھیں رب تعالیٰ کی چلاتا ہے۔ اس زمانے میں کشتیاں ہوتی تھیں جن پر لوگ سفر کرتے تھے ﴿حَتَّىٰ إِذَا كُلْتُمْ فِي الْفَلْكِ﴾ یہاں تک کہ جب تم ہوتے ہو کشتیوں میں ﴿وَجَرَيْنَ يَوْمَ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ﴾ اور وہ کشتیاں ان کو لے کر چلتی ہیں خوشگوار ہوا کے ساتھ کہ بے ظاہر ان کے غرق ہونے کا امکان نہیں ہوتا ﴿وَلَرِحْمَةٍ يَوْمَ يَرَوُهَا﴾ اور وہ اس کے ساتھ خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم جدھر جانا چاہتے ہیں ہو اکارخ بھی ادھر ہی ہے کشتیوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

ای خوشی میں ہوتے ہیں کہ ﴿جَاءَهُمْ هَارِيْنَ مُعَصِّفَ﴾ تو آ جاتی ہے ان پر ہوا بڑی تیز وند ﴿وَجَاءَهُمُ الْمُوَسِّعُونَ مُكْلِنَ﴾

مکان ہے اور آتا ہے ان پر طوفان ہر طرف سے۔ دا بگس بائیس سے، آگے پیچے سے ﴿وَلَكُنُوا أَنْتُمْ أَجْهَنَّمَ يَوْمَن﴾ اور وہ تین کر لیتے ہیں کہ بے شک وہ گھیرے گئے ہیں ان میں ان کا بچنا مشکل ہے۔ جب وہ زندگی سے نا امید ہو جاتے ہیں ﴿لَدَعْوَةُ اللَّهِ مُحْلِصِينَ لَهُ الْيَوْمَ﴾ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے دین کو، خالص اسی پر تین رکھتے ہوئے۔ اس حالت میں مکہ مکرمہ اور عرب کے مشرک سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کوئی نہیں پکارتے تھے۔

### مکہ مکرمہ کے بڑے مجرموں کا روپوش ہوتا ہے

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر دور و ایسیں نقل فرمائی ہیں۔ ایک روایت نبأ شریف کی ہے کہ بھرتوں کے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر دور و ایسیں نقل فرمائی ہیں۔ ایک روایت نبأ شریف کی ہے کہ بھرتوں کے قافلے کے ساتھ مدینہ طیبہ آنحضرت ملٹیٹھیلہ علیہ السلام کی ملاقات کے لیے جاری تھیں۔ ہمارا بن اسود رشته میں خسر لگتا تھا، حقیقی خسر نہیں تھا۔ کہنے لگا تو کہاں جاری ہے؟ حضرت زینب بنت علیہ السلام نے کہا کہ اپنے خاؤند (محصر ابو العاص ابن ربع) کی اجازت سے ابادی کو ملنے جاری ہوں۔ کہنے لگا تجھے کوئی اجازت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا میرے ساتھ کوئی بات نہ کرو اگر بات کرنی ہے تو میرے خاؤند سے کرو۔ کہنے لگا کوئی اجازت نہیں ہے ان کی ناگ سے کپڑہ کر پیچے کھینچا وہ اونٹ سے نیچے گر گئیں پہیت میں پچھا جمل ضائع ہو گیا اور یہاں ہو گئیں۔ جس نے اسی حرکت کی ہواں کو تو خطرہ ہوتا ہے کہ میں نے جرم کیا ہے تو یہ بھی بھاگ گیا۔ بعد میں یہ بھی مسلمان ہو گیا تھا، جنی شنو۔

ابو جہل کا بینا عکرمہ بھی بھاگ گیا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد سارے کفریہ کام یہی کرتا تھا لیکن بعد میں مسلمان ہو گیا تھا، جنی شنو۔ اسی طرح صفوان ابن امیہ بڑا ہو شیار قسم کا آدمی تھا اور بڑا فراخ دل تھا خود پیچے رہتا تھا، تھیار اور رقم کافروں کو مہما کرتا تھا ان کا بڑا معاون تھا یہ بھی بھاگ گیا۔ اس وقت جده شہر نہیں تھا یہ بعد میں آباد ہوا ہے اور مکہ مکرمہ سے پینٹا لیں میل کے فاصلے پر ہے اور بندرگاہ ہے۔ اس زمانے میں کعبۃ اللہ کے دروازے کی سیدھہ پر تیس میل کے ناصلے پر سمندر کے کنارے کشتیاں کھڑی ہوتی تھیں اور وہاں کچھ جھونپڑیاں تھیں اگر کسی نے جب شہر تھا تو وہاں سے کشتیوں پر سوار ہو کے جاتے تھے۔ جھونپڑیوں میں لوگ رہتے تھے، دودھ، ستو اور بھجوریں بیٹھتے تھے۔ اس زمانے میں یہی چیزیں ہوتی تھیں۔ عکرمہ نے دیکھا کہ اب عرب میں مجھے پناہ نہیں مل سکتی کیوں کہ سارے عرب میں اسلام کا خھنڈا الہر ادیا گیا۔ ہے لہذا میں جب شہر جلا جاؤں حالات ساز گا رہو۔ تو اپس آجائوں گا ورنہ وہیں رہوں گا۔

ابو جہل کا بینا عکرمہ بھی بھاگ گیا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد سارے کفریہ کام یہی کرتا تھا لیکن بعد میں مسلمان ہو گیا تھا، جنی شنو۔ اسی طرح صفوان ابن امیہ بڑا ہو شیار قسم کا آدمی تھا اور بڑا فراخ دل تھا خود پیچے رہتا تھا، تھیار اور رقم کافروں کو مہما کرتا تھا ان کا بڑا معاون تھا یہ بھی بھاگ گیا۔ اس وقت جده شہر نہیں تھا یہ بعد میں آباد ہوا ہے اور مکہ مکرمہ سے پینٹا لیں میل کے فاصلے پر ہے اور بندرگاہ ہے۔ اس زمانے میں کعبۃ اللہ کے دروازے کی سیدھہ پر تیس میل کے ناصلے پر سمندر کے کنارے کشتیاں کھڑی ہوتی تھیں اور وہاں کچھ جھونپڑیاں تھیں اگر کسی نے جب شہر تھا تو وہاں سے کشتیوں پر سوار ہو کے جاتے تھے۔ جھونپڑیوں میں لوگ رہتے تھے، دودھ، ستو اور بھجوریں بیٹھتے تھے۔ اس زمانے میں یہی چیزیں ہوتی تھیں۔ عکرمہ نے دیکھا کہ اب عرب میں مجھے پناہ نہیں مل سکتی کیوں کہ سارے عرب میں اسلام کا خھنڈا الہر ادیا گیا۔ ہے لہذا میں جب شہر جلا جاؤں حالات ساز گا رہو۔ تو اپس آجائوں گا ورنہ وہیں رہوں گا۔

## شرکیں مکہ انتہائی مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے

اتفاق کی بات ہے کہ جب یہ دہاں پہنچا تو کشتی تیار تھی اور لوگوں کے ساتھ یہ بھی سوار ہو گیا۔ کشتی جب پانچ چھ میل کا سفر کر پہنچی تو اچانک سخت طوفان آگیا کشتی کے سواروں میں سے کسی نے کہا یا ائمۃ آئی غنیمت اے منات! امیری مدد کر، کسی نے کہا ہائیٹزی آئی غنیمت اے عزی! امیری مدد کر، کسی نے کہا یا ایتا لاث آئی غنیمت اے لات! امیری مدد کر۔ ہر ایک نے اپنے اپنے معیودو کو پکارنا شروع کیا۔ کشتی ہاؤں یعنی ملاحوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو فَإِنَّ اللَّهَ كُمْ لَا تُغْنِ هُنَّا شَيْئًا ” بے شک تمہارے خدا یہاں کام نہیں آسکتے۔“ یہاں صرف رب تعالیٰ کو پکارو، یہاں اگر بچانا ہے تو صرف رب نے بچانا ہے۔

یہاں آزبائاً قمنْ دُوْنِ اللَّهِ لَاتْ، مَنَاتْ اور عزی کسی نے ناگہ نہیں آڑا۔ حالاں کملاج بھی شرک تھے۔ عمر مہ نے کہا کہ اگر یہاں ہمارے خدا کچھ نہیں کر سکتے تو خشکی میں کیا کرتے ہیں۔ یہی سبق تو ہمیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دیتے ہیں کہ صرف ایک رب کو پکارو اور کسی کو نہ پکارو! میں رب تعالیٰ کو گواہ بننا کے کہتا ہوں کہ اگر میں فیک گیا تو ضرور میں محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھوں گا یعنی ان کی بیعت کروں گا۔ تو اس وقت کے مشرکوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ انتہائی مشکل میں صرف رب تعالیٰ کو پکارتے تھے ﴿دَعُوا اللَّهَ مُحْلِصِينَ لَهُ الْيَتِيمَ﴾ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اسی کے لیے پکارو۔

## آج کل کے مشرک مشرکیں مکہ سے بھی آگے ہیں

لیکن آج کل کا مشرک کہتا ہے۔

|            |          |          |         |
|------------|----------|----------|---------|
| بُگرِ دَاب | بِلَّا   | أَفَادَ  | كَشْتِي |
| مَدْ كَنْ  | يَامِينْ | الدِّينْ | بَشْتِي |

یا بہاؤ احتج چیز ادھک

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا شخ عبد القادر

العیاذ بالله، یقین جانو ای لوگ مشرک ہیں اور مشرکیں مکہ سے ایک نمبر آگے ہیں۔ یہ ایک نمبر کے مشرک ہیں۔ مشرک کو کوئی سینگ نہیں لگا ہوتا وہ ہماری طرح کا انسان ہوتا ہے۔ ساتھیا شرک سے پچویسا تی بڑی چیز ہے کہ اس کے چند قطرے بھی نکیوں میں پڑ گئے تو ساری نیکیاں تباہ ہو جائیں گی۔

تو خیز عمر مہ نے کہا کہ اگر ہمارے خدا ہمیں یہاں نہیں بچا سکتے تو باہر بھی نہیں بچا سکتے لہذا کشتی واپس کرو، ملاج کشتی واپس لے آئے۔ عمر مہ نے دیکھا کہ اس کی بیوی ام حکیم بغل میں کوئی چیز چھپانے کیا رے پر کھڑی ہے۔ یہ بڑا جیرا ہوا کہ یہ

یہاں کس طرح اور کیوں آئی ہے؟ اس کی بیوی نے کہا خیرت ہے پر یثانی والی کوئی بات نہیں ہے، میں تجھے بلانے کے لیے آئی تھی جب یہاں پہنچی تو کشتی جا چکی تھی۔ میں حیران تھی کہ معلوم نہیں اب چھ ماہ بعد آئے یاسال بعد مگر تم جلدی واپس آگئے ہو۔ عکرمه نے کہا خیر ہے مکد والوں کا کیا بنا؟ اس کی بیوی نے کہا مکے والے بڑے خوش ہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے صفا کی چنان پرکھڑے ہو کر لوگوں کو بلا یا، مرد، عورتیں، بچے اور بڑے ہے سب آگئے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو ان کے جرام بتابے کہ فلاں موقع پر تم نے یہ کیا، فلاں موقع پر تم نے میرے ساتھ یہ زیادتی کی، میرے فلاں فلاں ساتھی کو شہید کیا، فلاں عورت کو شہید کیا۔ حضرت سمیہؓ، حضرت حارث ابن حالہ حضرت خدیجہؓ الکبریؓؓ کے پہلے خاوند کے بیٹے تھے جن کو مشرکوں نے شہید کیا تھا، حضرت یاسرؓؓ کو شہید کیا تھا۔ فلاں وقت تم نے یہ کیا، فلاں وقت تم نے یہ کیا۔

جب آپ ﷺ جرام بیان کرتے جا رہے تھے لیکن ہوتا جا رہا تھا کہ ہمیں کبھی معافی نہیں ملے گی لیکن آپ ﷺ نے جرام بیان کرنے کے بعد فرمایا کے والوں تھیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہونا چاہیے؟ سب کی گرد نیں جھکی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں وہی کچھ کہوں گا جو حضرت یوسفؓؓ نے اپنے بھائیوں کو کہا تھا ﴿لَا تُغْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ﴾ [سورۃ یوسف: ۹۲]۔ میں ملامت آج کے دن تم پر۔ میں نے تم سب کو محاف کر دیا کسی کو کچھ نہیں کہوں گا۔

ام حکیم فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے قریب ہوئی اور کہا کہ مجھے جانتے ہو؟ فرمایا ہاں! تو ام حکیم ہے۔ کہنے لگی میرا خاوند عکرمه بھاگا ہوا ہے اس کے لیے پناہ ہے؟ فرمایا ہاں! اس کے لیے پناہ ہے، وحشی ابن حرب بھاگا ہوا ہے اس کے لیے پناہ ہے؟ فرمایا ہاں! اس کے لیے بھی پناہ ہے۔ ہمار بن اسود کا سمجھتا آیا کہ حضرت امیرے چاک کو بھی پناہ ہے؟ فرمایا اس کو بھی پناہ ہے، صفووان ابن امیہ کا پوچھا آیا کہ اس کو بھی پناہ ہے؟ فرمایا اس کو بھی پناہ ہے۔

ام حکیم فرماتی ہیں کہ میں نے کہا میرا خاوند لیقین نہیں کرے گا آپ کوئی نشانی دے دیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے کالے رنگ کی گپڑی باندھی ہوئی تھی عمماً سَوْدَاءُ۔ آپ ﷺ نے اپنی گپڑی آثار کر دے دی اور فرمایا کہ سب جانتے ہیں کالی گپڑی میری ہے۔ کہنے لگی میں آپ ﷺ کی گپڑی لے کر آئی ہوں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اونٹ پر سوار ہو کر آئی تھی اسی پر دونوں سوار ہو کر واپس گئے۔ روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب دروازے سے دیکھا کہ عکرمه آرہا ہے تو اس کی دل جوئی کی خاطر اٹھے اور فرمایا: مَرْجِبًا بِالرَّأْكِبِ الْبُهَاجِرِ کہ اب تو رب تعالیٰ کے رسول کی طرف بھرت کر کے آیے ہے۔

تورب تعلیٰ فرماتے ہیں کہ مشرک جب انتہائی مشکل میں پھنستے تھے تو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے اور کیا دعا کیں کرتے تھے؟ ﴿لِئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ طُنُّهُ لَنُكُونَنَّ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ اگر تو نے ہمیں نجات دے دی اس مصیبت سے تو البتہ ضرور ہم دو جانیں گے شکر کرنے والوں میں سے ﴿لَكُمْ أَلْجَمَنَ﴾ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دیتا ہے ﴿إِذَا هُمْ يَبْتَغُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ تو اچانک وہ سر کشی کرتے ہیں زمین میں ﴿بِعَذَابِ الْعَقَبَ﴾ ناچن کر دیا میں تو اکیلے رب تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور باہر

اکر کہتے ہیں فلاں نے بچالیا، فلاں نے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿يَا أَيُّهَا الْأَقْوَى﴾ اے لوگو! ﴿إِنَّا مَعَكُمْ عَلَى أَنفُسِكُمْ﴾ بے شک تمہاری سرکشی تمہاری جانوں پر پڑے گی۔ رب تعالیٰ کا کیا بگزے گا تو تمہارا ہی ﴿إِنَّمَا مَسْأَلَكُهُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا﴾ یہ سماں ہے دنیا کی زندگی کا، فائدہ المصالوٰہ ﴿كُمْ إِنَّمَا مَرْجُوكُمْ﴾ پھر ہماری طرف ہے تم کا لونا، آتا تو ہمارے پاس ہی ہے تا! ﴿شَتَّتِكُمْ بِمَا مُلِئَتُمُ تَعْصِمُونَ﴾ پس ہم تمھیں خبروں میں کارروائی کی جو تم کرتے تھے۔ ہم سب کچھ جانتے ہیں کہ تم کیا کرتے ہو۔

### ~~~~~

﴿إِنَّمَا مَسْأَلَكُهُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا﴾ پختہ بات ہے مثال دنیا کی زندگی کی ﴿كَمَاء﴾ ایسے ہی ہے جیسے پانی ﴿أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاء﴾ ہے نازل کیا ہم نے آسمان سے ﴿فَاخْتَلَطَ بِهِ تَبَاثُ الْأَنْوَارِ﴾ پس مل گیا اس کے ساتھ زمین کا بزرہ ﴿وَهَا يَا أَكْلُ الْأَنْوَافِ وَالْأَنْعَامِ﴾ جس کو کھاتے ہیں لوگ اور جانور ﴿حَتَّىٰ إِذَا أَخْدَتِ الْأَنْوَارُ﴾ یہاں تک کہ جب پکڑ لیتی ہے زمین ﴿وَرُخْقَهَا﴾ اپنی رونق ﴿وَأَرْيَكَتْ﴾ اور زمین مزین ہو جاتی ہے ﴿وَظَلَّ أَهْلَهَا﴾ اور گمان کرتے ہیں زمین کے رہنے والے ﴿أَتَهُمْ قَدِيرُونَ عَلَيْهَا﴾ کہ بے شک وہ اس پر قادر ہیں ﴿أَتَهُمْ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوَّلَهَا تَرَاهُ﴾ تو آیا اس پر ہمارا حکم رات کو یادوں کو ﴿فَجَعَلْنَا حَسِيدًا﴾ پس ہم نے کر دیا اس کوئی ہوئی کیجیتی ﴿كَانَ لَهُمْ شَفَاعَ بِالْأَمْسِ﴾ گویا کہ وہ نہیں تھی کل وہاں ﴿كَذِلِكَ لَنُؤْتِلُ الْأَلْيَتِ﴾ اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آئین ﴿لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ ایسی قوم کے لیے جو فکر کرتی ہے ﴿وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَى دِرَبِ السَّلِيمِ﴾ اور اللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف ﴿وَيَهْدِي لِمَنْ يَشَاءُ﴾ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ﴿إِلَى صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ﴾ سیدھے راستے کی طرف ﴿لِلَّذِينَ﴾ ان لوگوں کے لیے ﴿أَخْسَنُوا﴾ جو نیکی کرتے ہیں ﴿الْحُسْنُ﴾ اچھائی ہوگی ﴿وَزِيَادَةُ﴾ اور مزید کچھ ہو گا ﴿وَلَا يَرْهُقُ وُجُوهَهُمْ﴾ اور نہیں چڑھے گی ان کے چہرے پر ﴿قَتْرَوْلَا فَلَلَّهُ﴾ سیاہی اور نہ ذلت ﴿أَوْ لَكَ أَصْطَبْ الْجَنَّةَ﴾ یہی لوگ ہیں جنت والے ﴿فَمُنْ فِيهَا خَلِيلُوْنَ﴾ وہ جنت میں بیشتر ہنے والے ہوں گے ﴿وَالَّذِينَ كَسَبُوا الصَّيْحَاتِ﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کمائی ہیں برائیاں ﴿جَزَّ أَعْسَيَّةَ﴾ بیٹھو گا بدلہ برائی کا اس جیسا ہی ہو گا ﴿وَتَرْهَقُهُمْ ذَلَّةٌ﴾ اور چھا جائے گی ان پر ذلت ﴿مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ﴾ نہیں ہو گا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے ﴿مِنْ عَاصِمِ﴾ کوئی بچانے والا ﴿كَأَنَّا أَنْشَيْنَا وُجُوهَهُمْ﴾ گویا کہ ڈھانپ دیئے گئے ہیں ان کے چہرے ﴿قَطَعَاقِنَ النَّيْلَ مُظْلِمَاتِ﴾ رات کے ٹکڑوں کے ساتھ جو کالی رات ہے ﴿أَوْ لَكَ أَصْطَبْ الْأَسْرَ﴾ یہی لوگ ہیں دوزخ والے ﴿فَمُنْ فِيهَا خَلِيلُوْنَ﴾ وہ دوزخ میں بیشتر رہیں گے۔

## ڈنیا وی زندگی کی بے شماری ۲

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کا ناپائیدار ہونا سمجھایا ہے اور بتایا کہ مخلوق کی زندگی ہمیشہ کی نہیں ہے یہ یقینی کی صفت صرف رب تعالیٰ کو حاصل ہے کہ اس پر کبھی خانہ نہیں آئے گی۔ سورہ الرحمن میں ہے ﴿هُنَّ مِنْ عَلَيْهَا قَافِلٌ﴾ ۷۲ یعنی وہ جو شرکت کرنا واجملی ۷۳ الْأَكْبَرِ ۷۴ ”جو کوئی بھی ہے زمین میں فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی تیرے پروردگار کی ذات جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔ لہذا دنیا کی زندگی کو عارضی سمجھو دیگی نہ سمجھو۔ اس پات کو اللہ تعالیٰ مثال کے ذریعے سمجھاتے ہیں۔

فَرِمَا يَاهُ {إِنَّمَا قَاتَلَ الْحَيَوَاتَ الدُّنْيَا} بخشنہ بات ہے مثال دنیا کی زندگی کی {كَمَاءٌ} ایسے ہی ہے جیسے پانی ہے {أَنْزَلَهُ مِنَ السَّمَاءِ} جس کو ہم نے نازل کیا آسمان سے کہ بارش بری {فَأَخْتَلَطَ بِهِ تَبَاثُ الْأَنْثَاضِ} پس مل گیا اس پانی کے ساتھ میں کا بزرہ {مَنَّا يَا يَاهُ الْأَنْشَاصُ} جس کو کھاتے ہیں لوگ جیسے ساگ، موی اور مٹاڑ وغیرہ بزر یاں جو انسان کھاتے ہیں {وَالَّذِي تَعَامَ} اور جانور کھاتے ہیں۔ پہلے زمین پر کوئی چیز نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بارش ہوتی ہے جس سے چاراً اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں اور جانور کھاتے ہیں {فَحَقَّى رَاهًا أَخْذَلَتِ الْأَنْثَاضُ ذُخْرَهَا} یہاں تک کہ جب زمین پکڑ لیتی ہے اپنی رونق {وَأَنْبَيَتَهُ} اور مزین ہو جاتی ہے {وَطَنَّ أَهْلَهَا أَنَّهُمْ قَدِيرُونَ عَلَيْهَا} اور گمان کرتے ہیں زمین پر رہنے والے کو وہ بے شک اس پر قادر ہیں کائیں کے لیے {أَتَهُمْ أَمْرُنَا تَيْلَاهُ أَوْ نَهَا تَرَا} تو آیا اس پر ہمارا حکم عذاب کارات کو یادوں کو {فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا} پس ہم نے کر دیاں کوئی ہوئی کمیت {كَانَ لَئِمَّ تَعْنَى بِالْأَمْسِ} گویا کروہ نہیں تھی کل وہاں، سیلا ب آیا سب کو بہا کر لے گیا، آگ آئی سب کو جلا کر رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب نے سر بزر میں کو ہکنڈر بنادیا ایسے ہی تم زندگی کو سمجھو یہ زندگی بھی ایک بزری کی طرح ہے آدمی ہمیشہ جوان نہیں رہتا یہ زوال پر مغلوق ہے، بچپن، جوانی، بڑھایا۔

## بعض خوابوں کی تعبیر

اس آیت کریمہ کی روشنی میں علم تعبیر الرؤایا والے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب میں پانی دیکھتے تو اس سے مراد زندگی ہوگی، زیادہ پانی دیکھتے تو زیادہ زندگی مراد ہوگی اور اگر کم پانی دیکھتے تو کم زندگی مراد ہوگی، صاف پانی دیکھتے تو صاف زندگی ہوگی اور اگر میلا کچلنا پانی دیکھتے تو تکلیف وہ زندگی ہوگی اور اگر خواب میں دودھ دیکھتے تو اس سے مراد علم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خواب میں میں نے دیکھا کہ میرے سامنے دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا میں نے دودھ پیا پھر وہ پیالہ میں نے عمر ابن خطاب کو پکڑا دیا انہوں نے خود بھی پیا اور لوگوں میں بھی تقسیم کیا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا حضرت ادودھ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا علم مراد ہے۔ حضرت عمر بن جہون نے آپ ﷺ سے جو علم حاصل کیا تھا اس کو اپنی خلافت کے دور میں دنیا میں پھیلانا دیا۔

حضور ملک احمد جب دنیا سے رخصت ہوئے تو مسلمانوں کی تعداد ۱۰۰

آنحضرت ملکہ حلم جب رنیا سے تشریف لے گئے تو اس وقت صحابہ کرام شناختیم کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی۔

بعض حضرات نے ایک لاکھ چالیس ہزار اور بعض نے ایک لاکھ چوالیس ہزار بھی لکھی ہے۔ بہر حال ڈیڑھ لاکھ پورے نہیں تھے۔ لیکن جب حضرت عمر بن الخطبو دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت کلمہ پڑھنے والوں کی تعداد چکر و رقہ۔ مصر فتح ہوا، عراق فتح ہوا، روم کا کافی علاقہ فتح ہوا۔ یہ تقریباً تیکس [۲۳] لاکھ مردیں میل کار قبہ بننا ہے جو حضرت عمر بن الخطبو کے دور میں فتح ہوا سرزین عرب کے علاوہ۔ اور انہوں نے موذن اور امام مقرر کیے، مساجد میں تعلیم کاظم مشروع کیا اور پڑھانے والوں کے وظائف مقرر کیے اور پورا انتظام فرمایا۔

### مسجدوں کی روشنی اور چٹائیوں کی اہتمام

پہلے مسجدوں میں چٹائیاں نہیں ہوتی تھیں، کوئی شو قین ہوتا تھا تو اپنا مصلی چادر گھر سے ساتھ لاتا اور اس پر نماز پڑھ لیتا تھا در نہ صرف زمین پر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عمر بن الخطبو نے فرمایا کہ لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے کہ گرد و غبار کپڑوں کو لگتا ہے تو انہوں نے مسجدوں میں صفوں کا انتظام کر دیا۔ تو مسجدوں میں چٹائیاں حضرت عمر بن الخطبو کے دور میں شروع ہوتی ہیں۔ اسی طرح پہلے مسجدوں میں روشنی کا انتظام بھی نہیں ہوتا تھا یہ بھی حضرت عمر بن الخطبو کے دور میں شروع ہوا۔ اس کی صورت یہ یہیں آئی کہ حضرت قیم داری بن الخطبو مشہور صحابی ہیں پہلے عیسائی تھے پھر مسلمان ہوئے، یہ سحری کے وقت مسجد میں تشریف لائے اندھیرا تھا کسی آدمی سے گرا گئے، آگے چلتے تو دوسرا گھر اتنا اس کو لکر گئی مسجد نبوی میں تجدید پڑھنے کے لیے لوگ آ جاتے تھے۔ حضرت قیم داری بن الخطبو نے خیال کیا کہ مجھے نکل گئی ہے تو اور وہ کو بھی لگتی ہو گئی لہذا مسجد میں چاراغ کا انتظام کیوں نہ کر لیو جائے؟ چنانچہ انہوں نے محراب کے پاس دو انشیں رکھیں اور ان پر مٹی کا چاراغ رکھ دیا۔ حضرت عمر بن الخطبو فخر کی سنتیں گھر پڑھ کر تشریف لاتے تھے اور آنحضرت ملکہ زینب کا بھی یہی معمول تھا۔ صبح کی نماز اس زمانے میں جلدی ہوتی تھی کیوں کہ سارے ہی تجدید پڑھنے والے ہوتے تھے اذان ہوتے ہی سارے مسجد میں پہنچ جاتے تھے اور آج صورت حال یہ ہے کہ جب صبح کی اذان ہوتی ہے تو ہم آنکھیں ملتے ہوئے اُختے ہیں پھر قنائے حاجت سے فارغ ہو کر خوش کرتے ہیں کافی وقت لگ جاتا ہے۔

تو حضرت عمر بن الخطبو سنتیں پڑھ کر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ مسجد میں خلافِ معمول روشنی ہے۔ پوچھا: مَنْ وَضَعَهَا هُنَّا یہ چاراغ یہاں کس نے رکھا ہے؟ قدرتی طور پر حضرت عمر بن الخطبو کا قد بھی بڑا تھا اور آواز بھی کھڑا ک (عرب) والی تھی۔ کوئی نہ بولا تو پھر ذرا غصے سے کہا: مَنْ وَضَعَهَا هُنَّا پھر کوئی نہ بولا تو حضرت عمر بن الخطبو نے فرمایا: نَوَّأَ اللَّهُ قَبْرَةً كَمَا نَوَّأَ مَسْجِدَنَا اللَّهُ تَعَالَى چاراغ رکھنے والے کی قبر کو روشن کرے جس طرح اس نے ہماری مسجد کو روشن کیا ہے۔ یہ لفظ سنتے ہی حضرت قیم داری بن الخطبو بولے کہ حضرت اچاراغ میں نے رکھا ہے۔ حضرت عمر بن الخطبو نے فرمایا کہ ضرورت کے مطابق مسجد میں روشنی ہونی چاہیے ضرورت سے زیادہ اسراف ہو گا۔

تو یہ سارے انتظامات حضرت عمر بن الخطبو کے دور میں ہوئے۔ اور وہ دو دھکا پیالہ جو آنحضرت سلیمان بن ابی داؤد نے پیا تھا اور پھر

حضرت عمر بن الخطاب کو دیا تھا اس سے مرا عالم اور دین تھا اور وہ اس طرح پھیلا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿كَذَلِكَ لَتُقْتَلُ الْأَيُّوبُ يَكْتُلُهُونَ﴾ اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آئیں ایسی قوم کے لیے جو فکر کرتی ہے۔

### جنت سلامتی کا گمراہ

﴿وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَى دَارِ السَّلَامِ﴾ اور اللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے سلامتی کے گمراہ کی طرف۔ جنت کا نام دار السلام بھی ہے اس لیے کہ جس وقت جنت میں داخل ہوں گے تو فرشتے کہیں گے سلام علیکم سلام ہوتم پر، اندر قدم رکھیں گے تو حوریں سلام کریں گی وہاں جو بچے ہوں گے غمان ہوں گے وہ سلام کریں گے حتیٰ کہ ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ شَاهِينَ﴾ رب تعالیٰ کی ذات بھی اپنے بندوں کو سلام کہے گی۔ اور اس لیے بھی دار السلام ہے کہ وہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی، نہ بخار، نہ سر درد، نہ نزلہ زکام، نہ پیٹ درد، نہ جھکڑا فساد، نہ جنینی یا ریاں اور شراریں دنیا میں ہیں سب ختم ہو جائیں گی، آرام ہی آرام، سکون ہی سکون ہو گا۔

﴿وَيَقُولُونَ مِنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ﴾ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف۔ اور ہدایت دیتا کہ لوگوں کو ہے ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا هُنَّ مُغْتَصَبُونَ﴾ [سورہ عکبوت: ۲۹] اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی ہمارے لیے ہم ضرور را ہنسائی کریں گے ان کی اپنے راستوں کی طرف۔ ”جو اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں، نیکی کے کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستے پر چلنے کی توثیق عطا فرمادیتے ہیں۔ اور جو غلط راستے پر چلتے ہیں ﴿فَلَمَّا أَهْوَ أَذْنَاءُ اللَّهِ فَلَوْبَتْهُمْ﴾ [سورہ ص: ۵] ”جب وہ نیز ہے راستے پر چل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل نیز ہے کر دیے۔ ”زبردستی اللہ تعالیٰ کی کو ایمان دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے۔ قادر مطلق ہے چاہے تو اس طرح بھی کر سکتا ہے لیکن اس طرح کرتا نہیں ہے۔ یاد رکھنا! صراط مستقیم پر قائم رہنا بڑی چیز ہے ہم ہر نماز میں کہتے ہیں ﴿إِنَّمَا الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ﴾ ”چلاں میں سیدھے راستے پر راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے اٹھام کیا ہے۔“ اور جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ پیغمبر ہیں، صدیق ہیں، شہید ہیں، صالحین ہیں۔ ﴿لَلَّذِينَ أَحْسَلُوا الْعُسْقَنِيَّةَ﴾ ان لوگوں کے لیے جو نیکی کرتے ہیں بھلائی ہوگی اور مزید پکھا اور ہو گا۔

### زیادہ کی تمنی تفسیریں

اور مفسرین کرام علیہم السلام اس کا یہ معنی بھی کرتے ہیں جو آدی ایمان کی حالت میں اخلاص کے ساتھ اتباع سنت پر عمل کرے گا اس کو ایک نیکی کا بدلہ دس گتا ملے گا۔

﴿مَنْ جَاءَ بِالْمَسْتَقِيمَ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهِ﴾ [آلہ النام: ۱۶۰] قاعدے کے تحت نیکی اس نے ایک کی ہے اور رب تعالیٰ نے فخر یاد دے دیں۔ مسلمان مسلمان بھائی کو کہے السلام علیکم! تو اللہ تعالیٰ وہ نیکیاں بھی دیتا ہے اور ایک صغیرہ گناہ بھی معاف کرتا ہے اور ایک درج بھی بڑھادیتا ہے۔ ایک دفعہ الحمد للہ! کہنے سے وہ نیکیاں مل گئیں۔ قرآن کریم پڑھتا ہے ﴿أَتَمْ﴾۔ تو الف کی وہ نیکیاں الگ، لام کی وہ نیکیاں الگ اور سیم کی وہ نیکیاں الگ، تیس نیکیاں مل گئیں۔ پڑھنے والے کو اور سننے والے کو بھی اتنی ہی مل جاتی

بیں اور نیکی فی سہیل اللہ کی مد میں ہو تو ایک کے بد لے کم از کم سات سو بیس۔

جو آدمی گھر سے اس نیت کے ساتھ چلا کہ میں دین سیکھوں گا اور اس کی نشر و اشاعت کروں گا اس کا ہر قدم فی سہیل اللہ کی مد میں ہے۔ ایک روپیہ خرچ کرے گا سات سو کا ثواب ملے گا ﴿وَاللَّهُ يُضِفُ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ "اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔" اور یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے نیکی کی جنت ہے اور زیادہ ہو گی یعنی اللہ تعالیٰ کی زیادت ہو گی۔ چنانچہ مسلم شریف اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ زیادہ سے مراد دیدارِ خداوندی ہے۔ جو کسی کو ایک دن میں دو دفعہ ہو گا، کسی کو ایک دفعہ، کسی کو چھٹے کے بعد ہو گا اس دیدار سے جو خوشی اور لذت ہو گی وہ آدمی وہیں سمجھے گا یہاں نہیں سمجھ سکتا۔

### مسلمانوں کے چہرے منور ہوں گے

﴿وَلَا يَرَهُنُ وَجْهُهُمْ قَعْدَرَادَ ذَلَّةٍ﴾ اور نہیں چڑھے گی ان کے چہرے پر سیاہی اور رنہ ذلت۔ ﴿قَتُّرُهُمْ تَارُوكُولُ کو کہتے ہیں، لگ جو سر کوں پر ڈالی جاتی ہے، مراد سیاہی ہے۔ اور کافروں کے بارے میں آتا ہے ﴿تَشَوُّدُ وَجْهُهُمْ﴾ "ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔" اور نافرمانوں کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ ﴿خَائِشَةً أَنْصَارُهُمْ تَرَكَفُهُمْ ذَلَّةٍ﴾ [اقم: ۲۳] "آنکھیں ان کی جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت سوار ہو گی۔" ایمان والوں کے چہرے منور اور رشاش بشاش ہوں گے۔

﴿أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ یہی لوگ ہیں جنت والے ﴿فَمُنِفِّعًا لِّهِلْدُونَ﴾ وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ﴿وَالَّذِينَ كَسَبُوا الصَّيْنَاتِ﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کامی ہیں برائیاں ﴿جَزَّاً أَغْسِطَنَهُمْ بِمَا لَهُ﴾ برائی کا بدلہ اس جیسا ہی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھو کہ ایک نیکی پر دس گناہ برتلتا ہے اور برائی ایک کی دو نہیں ہوتیں، ایک ہی رہے گی۔ دس دفعہ سبحان اللہ! کہو تو سونیکیاں درج ہوتی ہیں اور دس برائیاں کرو تو دس ہی لکھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھو! اتنا کچھ ہوتے بھی انسان جنت سے محروم رہے تو واقعی برا بدقست ہے۔

﴿وَتَرَكَفُهُمْ ذَلَّةٍ﴾ اور چھا جائے گی ان پر ذلت ﴿مَا لَهُمْ فِي النَّعْمَانِ عَاصِمٌ﴾ نہیں ہو گا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی بچانے والا۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ان کو کوئی چھڑانے والا نہیں ہو گا ﴿كَائِسًا أَغْيَثَشُ وَجْهُهُمْ قَطْعًا قِنَ الْيَلِ مُظْلِمًا﴾ گویا کہ ذھان پر دیے گئے ہیں ان کے چہرے رات کے لکھڑوں کے ساتھ جو کامی رات ہے۔ ان کے چہرے ایسے کامی سیاہ ہوں گے جیسے کامی رات کے لکھڑے اتار کر ان کے چہروں پر لگادیے گئے ہیں، بڑی بڑی شکلیں ہوں گی ﴿أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْقَارَبَةِ﴾ تین لوگ ہیں دوزخ والے ﴿فَمُنِفِّعًا لِّهِلْدُونَ﴾ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ کے کاموں سے بچانے اور بخوبی رکھ کے۔ [آمین]

﴿وَيُزَمْ نَحْشُرُهُمْ جَيْنِعًا﴾ اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو ﴿لَئِنْ نَقْوُلَ﴾ پھر کہیں گے ﴿لِلَّذِينَ آشَرَتُمْ﴾ ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا ﴿مَعْكَانُكُمْ﴾ اپنی جگہ پر تھرے رہو ﴿أَنْتُمْ وَشَرَكَاً وَكُمْ﴾ تم اور تمہارے شریک بھی ﴿فَنَزَّلْنَا عَلَيْتُمْ﴾ پھر ہم ان کو الگ کر دیں گے ﴿وَقَالَ شَرَكَاً وَهُمْ﴾ اور کہیں گے ان کے شریک ﴿مَا أَنْتُمْ إِيَّاَنَا تَعْبُدُونَ﴾ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ﴿فَكَلَّا إِلَّا لِلَّهِ شَهِيدًا أَبَيْنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ پس کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہمارے اور تمہارے ذریمان ﴿إِنْ كُنَّا عَنِ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ﴾ بے شک ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے ﴿هَذَا إِلَكَ تَبْلُو أَكُلُّ نَفِيسٍ﴾ اس مقام پر جائیں لے گا ہر فس ﴿مَا أَسْلَفْتُ﴾ جو اس نے آگے بھیجا ہے ﴿وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ﴾ اور لوٹائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف ﴿مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ﴾ جو ان کا سچا آقا ہے ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ﴾ اور غائب ہو جائے گی ان سے وہ چیز ﴿مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ جو افترا باندھتے رہے تھے ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿مَنْ يَرْدُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ کون رزق دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے ﴿أَمَّنْ يَعْلَمُ السُّمَاءَ وَالْأَنْبَاصَ﴾ آیا کون ہے مالک کا نوں کا اور آنکھوں کا ﴿وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَقَّ مِنَ الْمَيْتِ﴾ اور کون ہے جونکاتا ہے زندہ کو مردہ سے ﴿وَيُخْرِجُ الْحَقَّ مِنَ الْمَيْتِ﴾ اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے ﴿وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ﴾ اور کون سب معاملات کی تدبیر کرتا ہے ﴿فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ يَسِّرَنَا﴾ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی ہے ﴿فَقُلْ أَفَلَا تَكْفُرُونَ﴾ پس آپ کہہ دیں پھر تم شرک سے کیوں نہیں بچتے ﴿فَذَلِكُمُ اللَّهُ﴾ پس یہی ہے اللہ تعالیٰ ﴿رَبُّكُمُ الْحَقُّ﴾ تمہارا سچا پروردگار ﴿فَمَا أَدْبَرَ الْحَقَّ﴾ پس کیا ہے حق کے بعد ﴿إِلَّا الْأَصْلُ﴾ سوائے گمراہی کے ﴿فَأَنْتَ شَرَفُونَ﴾ پس کدھر اُلٹے بھیرے جا رہے ہو۔

### میدانِ محشر میں مشرکوں کی رسائی

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَيُزَمْ نَحْشُرُهُمْ جَيْنِعًا﴾ اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو۔ حشر کا معنی ہے اکٹھا کرنا، جمع کرنا اور نشر کا معنی بھیڑنا۔ قیامت کا دن ہو گا اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی، اللہ تعالیٰ سب کو جمع کریں گے۔ ﴿لَئِنْ نَقْوُلَ لِلَّذِينَ آشَرَتُمْ﴾ پھر ہم کہیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا ﴿مَعْكَانُكُمْ﴾ اپنی اپنی جگہ پر تھرے رہو ﴿أَنْتُمْ وَشَرَكَاً وَكُمْ﴾ تم اور تمہارے شریک بھی کہ جن کو تم نے رب تعالیٰ کا شریک تھہرا یا تھا۔ کچھ وقت کے لیے سب اکٹھے ہوں گے ایک دوسرے کی شکلیں، صورتیں، تدویاتیں دیکھیں گے، ایک دوسرے کی شناخت کر لیں گے پھر رب تعالیٰ کا حکم ہو گا کہ الگ الگ ہو جاؤ۔

فرمایا ﴿فَرَأَيْنَا أَبَدِيهِمْ﴾ پھر ہم ان کو الگ الگ کر دیں گے۔ جو شرک عبادت کرنے والے تھے علیحدہ اور جن کو معبود بنایا تھا وہ علیحدہ، درجہ بندی ہو گی ﴿وَقَالَ شَرِيكًا لَّهُمْ﴾ اور کہیں گے ان کے شریک۔ جن کو رب تعالیٰ کا شریک نہ برایا تھا ﴿فَنَّا  
لَهُمْ إِيَّا نَا تَعْبُدُونَ﴾ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ﴿لَكُلِّ بِاللَّهِ شَهِيدٌ إِيَّا نَا وَبِيَتِكُمْ﴾ پس کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہمارے تمہارے درمیں ﴿إِنَّ لِكُلِّ عَبْدٍ مِّنْ لِغْوِنَّ﴾ بے شک، ہم تمہاری عبادت سے غافل اور بے خبر تھے۔ نہیں معلوم نہیں تھا کہ تم نے کس کی عبادت کی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ یہ معبود کون ہیں جو اپنی عبادت کے مکر ہوں گے؟ تو تفسیروں میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ مفسرین کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر وہ بت تھے جن کی عبادت کی گئی ہے تو ظاہر بات ہے کہ بت بے حس و حرکت ہوتا ہے اس کو کیا معلوم کر کوئی کیا کر رہا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں جیسے حضرت عزیز، حضرت عیسیٰ، حضرت مريم علیہ السلام زیرہم کہ ان کی بھی عبادت کی گئی ہے، ان کو بھی لوگوں نے اللہ بنایا ہے، فرشتوں کو بھی اللہ بنایا گیا ہے ان کی بھی پوچھا کی گئی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ گواہ ہے، نہیں معلوم کہ تم نے کس کی عبادت کی ہے۔ ہم نے تو اپنی عبادت کا کسی کو نہیں کہا۔ یہ جو کچھ تم کرتے رہے ہو ہمارے حکم سے نہیں کیا اور نہ ہی نہیں محدود رہیں ان کو کیا معلوم کر سکیں کہ تو سارے اپنی اپنی جگہ آرام فرمائے ہیں۔ حضرت عیسیٰ دوسرے آسمان پر زندہ موجود ہیں ان کو کیا معلوم کہ زمین پر عیسائی کیا کر رہے ہیں، حضرت عزیز علیہ السلام اپنی جگہ جنت میں آرام فرمائیں ان کو کیا معلوم کہ پیچھے نہودی ان کی پوچھ کر رہے ہیں، حضرت مريم علیہ السلام اپنی جگہ آرام فرمائیں ان کو کیا معلوم کہ پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ اور ہر فرشتہ ہر آدمی کے ساتھ نہیں ہوتا جہاں جس کی ڈیوٹی ہے وہیں ہوتا ہے اور غیب کا علم فرشتوں کو بھی نہیں ہے۔ وہ اپنی اپنی جگہ پر ہیں ان کو کیا معلوم کہ لوگ ہمارے بارے میں کیا کہتے اور کرتے ہیں۔

اور میودان باطلہ جھوٹوں نے اپنی عبادتیں کروائی ہیں وہ بھی انکار کریں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے تھے تو اس طرح سارے ہی عبادت کرنے والوں کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿هُنَّا لِكَثِيرٌ لَا يُنْتَهُنَّ شَاءَ أَنْسَلَقُتْ﴾ اس مقام پر جانچ لے گا ہر شخص جو اس نے آگے بھیجا ہے۔ نیکیاں بھیجی ہیں وہ بھی سامنے آجائیں گی، برائیاں بھیجیں ہیں وہ بھی سامنے آجائیں گی، توحید سامنے آئی گی، شرک سامنے آئے گا، حکمت پر عمل سامنے آئے گا، بدعت سامنے آئی گی۔ سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے ایک بھی ایسا نہیں ہو گا جو اس عدالت سے غائب یا غیر حاضر ہو۔

﴿وَمَدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِيقَ﴾ اور لوٹائے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف جوان کا سچا آقا ہے ﴿وَصَلَّى اللَّهُمَّ مَا كَانُوا  
يَعْمَلُونَ﴾ اور غائب ہو جائے گی ان سے وہ چیز جو افتراء باندھتے رہے تھے۔ نہ شرک کام آئے گا، نہ مال، نہ اولاد کام آئے گی، نہ کہ، نہ پارٹی کام آئے گی۔ غرضیکہ کوئی شے کام نہیں آئے گی صرف حق ہی حق کام آئے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

مشرک بینادی طور پر ساری چیزوں کو مانتے ہیں۔ عام طور پر جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مشرک اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے یا مشرک یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خالق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہے، ایسا نہیں ہے۔ مشرکوں کا عقیدہ سنوا!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں، اے نبی کریم ﷺ! آپ ان سے پوچھیں ﴿مَنْ يَعْرِفُكُمْ فِي الْأَرْضَ﴾  
وَالآتُوكُمْ یہ کون رزق دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے۔ آسمان سے رزق دینے کا مطلب یہ ہے کہ اوپر سے بارش برستی ہے جس سے فصلیں پیدا ہوتی ہیں، سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں جس سے فصلیں بڑھتی اور پکتی ہیں، چاند کی مدھم روشنی کا بھی فصلوں پر اثر پڑتا ہے، ستاروں کی روشنی کا بھی فصلوں اور بچلوں پر اثر پڑتا ہے، ہوا اور پر سے آتی ہے اس کا بھی فصلوں پر اثر پڑتا ہے اور باقفل فصلیں اور بچل زمین سے آگتے ہیں۔ تم زمین میں دانے بکھیر کر آ جاتے ہو، یہ دانے کون اگاتا ہے، ان کو فصلیں کون بناتا ہے؟ تو ایک سوال یہ ہے کہ زمین اور آسمان سے تمھیں رزق کون دیتا ہے؟

دوسرے سوال ﴿أَنَّمَا يَعْلَمُ اللَّهُ أَنْبَعْثَمُ وَالْأَبْصَارَ﴾ کون ہے ماں کا نوں کا اور آنکھوں کا۔ کانوں میں سنتے اور آنکھوں میں دیکھنے کی طاقت کس نے رکھی ہے؟ ساتویں پارے میں ہے ﴿إِنَّمَا يَعْلَمُ اللَّهُ أَنْبَعْثَمُ وَالْأَبْصَارَ كُلُّهُمْ عَلَى قَدْرِ عِلْمِهِ عَيْنُهُمْ إِنْ شَوَّيْتُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [الانعام: ۳۶]۔ ”اگر اللہ تعالیٰ لے تھمارے کان اور تھماری آنکھیں اور میر لگا دے تھمارے دلوں پر تو کون ہے جو معبود اللہ تعالیٰ کے سوا جو لائے تھمارے پاس اس حیز کو۔“ اگر اللہ تعالیٰ تھمارے کان، آنکھیں اور دل چھیں لے تو اور کون ہے جو تمھیں یہ چیزیں دے گا۔

### مردہ سے زندہ، زندہ سے مردہ پیدا کرنے کا مطلب و معنی

تیسرا سوال ﴿وَمَنْ يَحْرِمُ النَّحْيَ مِنَ الْحَيَاةِ﴾ اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، اندہ بے جان ہے اس سے چوزہ اور منی کا قطرہ بے جان ہے اس سے بچ کون پیدا کرتا ہے؟ کافر سے مومن اور جاہل سے عالم پیدا ہوتا ہے ﴿وَيَحْرِمُ الْمَيْتَ مِنَ النَّحْيِ﴾ مردہ سے زندہ پیدا کرنے والا کون ہے؟ انسان زندہ ہے اس سے رب تعالیٰ نے منی پیدا فرمائی جس سے آگے بچ پیدا ہوتا ہے۔ مرغی سے اندہ پیدا ہوتا ہے اس میں بظاہر جان نہیں ہوتی۔ حضرت نوح عليه السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کا بینا کنعان کافر ہے تو مومن سے کافر کس نے پیدا کیا؟ کئی عالم ایسے ہیں کہ ان کی اولاد آجھہ لالہ ناس ہے۔

تو عالم سے جاہل پیدا کرنے والا کون ہے؟ یہ ان مشرکوں سے پوچھا ہے۔ خلاصہ کلام ﴿وَمَنْ يَعْدِلُ الْأَمْرَ﴾ اور کون سب معاملات کی تدبیر کرتا ہے؟ جہان کے سارے نظام کو چلانے والا کون ہے ﴿فَسَيَقْتُلُونَ اللَّهَ﴾ پس یقیناً وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ ان سارے کاموں کے بارے میں مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اور اخباروں پارے میں آتا ہے ﴿فَلَلَّهُ أَكْبَرُ الْأَنْهَى وَمَنْ فِيهَا آتَهُ﴾ آپ کہہ دیں کس کے لیے ہے زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے ﴿إِنَّمَا تَنْهَى لِنَّمِّ تَنْهَى﴾ اگر تم کچھ جانتے ہو۔

## مشرک بیادی طور پر اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مانتے تھے ہیں

﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿مَنْ هَبَطَ السَّمَوَاتِ السَّمِيعُ وَهَبَطَ الْعَرْشُ الْعَظِيمُ﴾ کون ہے رب سات آسمانوں کا اور کون ہے مالک عرش عظیم کا ﴿سَيِّدُ الْوَّاحِدَةِ﴾ تو کہیں گے کہ یہ رب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔

﴿قُلْ أَفَلَا تَشْكُونَ﴾ پس آپ کہہ دیں پھر تم مشرک سے کیوں نہیں بچجئے؟ ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿مَنْ يَبْدِئُ مَلْكُوتَ الْكُنْشِيَّةِ وَهُوَ يُجْزِيُّ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ وَإِنَّكُمْ تَعْمَلُونَ﴾ کون ہے جس کے قبضہ قدرت نہیں ہے بادشاہی ہر چیز کی اور پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو ﴿سَيِّدُ الْوَّاحِدَةِ﴾ [سورہ مونون] تو کہیں گے کہ یہ ہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ یہ سارا کچھ جانتے ہیں پھر بھی مشرک ہیں اور ﴿يَدِيَّ تِرْزِ الْأَمْرِ﴾ کا جملہ بڑا جامع ہے کہ کام کی تدبیر کون کرتا ہے؟ آسمان سے زمین تک، مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک، جہان میں جو کچھ ہوتا ہے کون کرتا ہے؟ پس مشرک کہیں گے کہ اللہ ہی کرتا ہے۔ یہ عقیدہ تھا مشرکین کہ کا اور آج حالت یہ ہے کہ احمد رضا خان اپنی کتاب حدائق بخشش میں لکھتے ہیں۔

ذی تصرف بھی ہے، ماذون بھی ہے، مختار بھی ہے

کارِ علم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

”دنیا کا ساز نظام شیخ عبد القادر جیلانی چلا رہے ہیں۔“ [ص ۱۹، ح ۴۰]

اور حصہ دوم میں لکھتے ہیں۔

احمد سے احمد، احمد سے تجوہ کو  
کن اور سب کن مکن حاصل ہیں یا غوث

یعنی اللہ تعالیٰ نے سب خدائی اختیارات آنحضرت ﷺ کو دے دیے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے وہ سارے خدائی اختیارات شیخ عبد القادر جیلانی کو دے دیے ہیں۔ اودا! خدا کی پناہ کیا یہ اسلام ہے؟ اور اگر یہ اسلام ہے تو کفر اور مشرک کس بلا کا نام ہے؟ مکہ اور عرب کے سکے بند مشرکوں سے پوچھا جاتا ہے کہ بتاؤ! ٹھیس آسمان اور زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ کافنوں کا مالک کون ہے، آنکھوں کا، لکھ کون ہے، کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہے، مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کون پیدا کرتا ہے؟ تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کرتا ہے، یہ تو مشرک ہیں اور جو کہیں یہ سارے کام آنحضرت ﷺ اور عبد القادر جیلانی کرتے ہیں وہ موحد ہوں۔ اُنہیں کہا گا ہے خدا کی پناہ۔ ذاتی طور پر ہمیں کسی سے کوئی عداوت نہیں ہے لیکن یہ جو اسلام کا نقش بدل کر رکھ دیا ہے اس کی ہم اجازت نہیں دیں گے۔ اور یہ جو کچھ میں نے بتایا ہے کسی عام آدمی کی بات نہیں ہے۔ احمد رضا خان بریلویوں کا امام ہے۔ اس نے کہا ہے:-

ذی تصرف بھی ہے، ماذون بھی، مختار بھی ہے

کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

اور اس نے کتاب "الامن والعلی" [صفحہ ۱۰۸] میں لکھا ہے کہ: "سورج طلوع نہیں کرتا جب تک ان کے نامب، ان کے دارث، ان کے فرزند، ان کے ول بند، غوث الشقین، غوث الکوئن، حضور پر نور، سیدنا و مولانا، امام ابو الحمد شیخ عبدالقدار" جیلانی شیخ پر سلام نہ کرے۔ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ سوال یہ ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقدار جیلانی کی ولادت ہوئی ہے ۲۹۰ھ میں اور ان کی دفاتر ہوئی ہے ۵۶۱ھ میں۔ تو کیا ۲۹۰ھ سے پہلے سورج طلوع ہوتا تھا یا نہیں؟ اگر ہوتا تھا اور یقیناً طلوع ہوتا تھا تو اس وقت کس کو سلام کر کے چلتا تھا؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو۔ سورج پر بھی ان کی بادشاہی ہوئی اور چاند پر بھی ان کی بادشاہی ہوئی اور ہر چیز پر ان کا قبضہ اور کنٹرول ہے اور اسی لیے کہتے ہوں:-

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین او دنیا شاد کن یا شیخ عبد القادر

یہ مسجدوں میں سارا شرک جس کو مٹانے کے لیے قرآن آیا ہے۔ یہ آیات اچھی طرح سمجھواز اور گھروں میں عورتوں کو سمجھاؤ، خود پڑھو سمجھو، عورتوں اور بیکوں کو پڑھاؤ اور سمجھاؤ ﴿قُلْ أَفَلَا تَشْفَعُونَ﴾ پس آپ کہہ دیں پھر تم شرک سے نہیں بچتے اور کہتے ہو ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ یہ جس کے بارے میں تم اقرار کرتے ہو کر وہ تصمیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے، کانوں، آنکھوں کا مالک ہے، زندہ کو مردہ سے، مردہ کو زندہ نے نکالتا ہے اور ساری کائنات کے نظام کو چلانے والا ہے۔ ﴿قَدْ لِمَّا كُلِّمَ اللَّهُ بِأَنَّكُمُ الْحَقُّ﴾ پس یہی ہے اللہ تعالیٰ تمہارا اسچا پروردگار ﴿فَمَا أَدْبَعَ الْحَقُّ إِلَّا  
الشَّلَلُ﴾ پس کیا ہے حق کے بعد سوائے گمراہی کے ﴿فَإِنَّ اللَّهَ لَغُنَّةٌ لِّلْمُجْرِمِينَ﴾ پس کدھرا لئے پھرے جارہے ہو کچھ تو اللہ تعالیٰ سے ذرور ساختیو اور قرآن تمہارے سامنے ہے یہ سب کچھ ماننے کے باوجود وہ مشرک تھے اور اب یہ سب کچھ کرنے کے باوجود مسجد ہیں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔



﴿كُلَّ دِلْكَ حَقٌّ حَقٌّ لَّمْ يُرِكْ تِرِكٌ﴾ اسی طرح لازم ہو چکا ہے فیصلہ تیرے رب کا ﴿عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا﴾ ان لوگوں پر جنہوں نے نافرمانی کی ﴿أَتَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ کہ بے شک وہ ایمان نہیں لائیں گے ﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿فَإِنْ  
مِنْ شَرِّكَا إِلَّمْ﴾ کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے ﴿مِنْ يَهْدِ إِلَّا الْخَلْقُ﴾ جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے  
﴿ثُمَّ يُعِيدُه﴾ پھر اس کو دوبارہ لوٹائے ﴿قُلِ اللَّهُ يَهْدِ إِلَّا الْخَلْقُ ثُمَّ يُعِيدُه﴾ آپ کہہ دیں اللہ ہی ابتداءً مخلوق کو  
پیدا کرتا ہے پھر وہ اس کو دوبارہ لوٹائے گا ﴿ثُمَّ لَمَّا فَلَوْنَ﴾ پس تم کدھرا لئے پھرے جارہے ہو ﴿قُل﴾ آپ  
کہہ دیں ﴿هَلْ مِنْ شَرِّكَا لَمْ﴾ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے ﴿مِنْ يَهْدِ إِلَى الْحَقِّ﴾ جو راہنمائی  
کرے حق کی طرف ﴿قُلِ اللَّهُ يَهْدِ إِلَى الْحَقِّ﴾ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی راہنمائی کرتا ہے حق کی ﴿أَكَفَنْ يَهْدِ إِلَى

إِنَّ الْعَقِّيَّهُ كَيْاً پس وہ جو ہدایت دیتا ہے حق کی طرف ﴿أَعْلَى أَنْ يَلْتَبِعَهُ﴾ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے ﴿أَقْنَى لَا يَمْهُدُنَّ﴾ یا وہ جو ہدایت نہیں پاسکتا ﴿إِلَّا أَنْ يُهْدَى﴾ مگر یہ کہ اس کو ہدایت دی جائے ﴿فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تُحَكِّمُونَ﴾ پس کیا ہو گیا ہے تھیں تم کیسا فیصلہ کرتے ہو ﴿وَمَا يَتَّهِمُ أَكْثَرُهُمْ﴾ اور نہیں پیروی کرتے ان میں سے اکثر ﴿إِلَّا ظُنُّا﴾ مگر گمان کی ﴿إِنَّ الظُّنُّ لَا يَعْنِي مِنَ الْعَقِّ شَيْئًا﴾ بے شک گمان نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے کچھ بھی ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ بِسَايِقَلَوْنَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ﴿وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ﴾ اور نہیں ہے یہ قرآن ﴿أَنْ يُفْتَرِى﴾ کہ گھڑا جائے ﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا ﴿وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِينَ يَبْشِّنَ يَدَيْهِ﴾ اور لیکن تصدیق ہے اس چیز کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہے ﴿وَتَعْضِيلُ الْكِتَابِ لَا تَنِيبُ فِيهِ﴾ اور یہ تفصیل ہے کتاب کی نہیں شک اس میں ﴿مِنْ ثَرَاتِ الْعَالَمِينَ﴾ کرب العالمین کی طرف سے ہے ﴿أَمْ يَقُولُونَ إِنَّهُ أَفْتَرِى﴾ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی نے اس قرآن کو گھڑا لیا ہے ﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿فَإِنَّا نَا بُشُورًا وَّقَمِيلًا﴾ پس لا ایک چھوٹی سورت اس جیسی ﴿وَإِذْ عَوَاهُنِّ اسْتَطَعْتُمُ﴾ اور بلا و جس کو بھی طاقت رکھتے ہو ﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا ﴿إِنَّ لِنَّمُ صَدِيقِنَ﴾ اگر ہو تم سچے۔

### مشرکین بزرگوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے سیر ہیاں بناتے تھے یہ

گز شش درس میں تم نے پڑھا اور سن کہ مشرکین اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ تمام بیانی چیزوں کا مالک خالق اللہ تعالیٰ ہے اور تمام معاملات کا نظام چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور یہ ساری باتیں تسلیم کرنے کے باوجود وہ شرک میں بہلا تھے اور کہتے تھے کہ بیشک یہ تمام کام رب تعالیٰ کرتا ہے مگر وہ ہم سے بہت دور ہے اور ہم بہت پست ہیں ہمیں رب تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے سیزھی کی ضرورت ہے اور سیزھی اور زینے کے بغیر ہم رب تک نہیں پہنچ سکتے۔

جن بابوں کی ہم پوچھا کرتے ہیں یہ رب نہیں ہیں، زمین و آسمان کے خالق نہیں ہیں رب تعالیٰ نے ہمیں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں آنکھ، کان، دل وغیرہ یہ ہمیں نہیں دے سکتے یہ سارے کام رب تعالیٰ کے ہیں یہ صرف ہمیں رب تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں ﴿فَالْعَبْدُ هُمْ إِلَّا لِيُعْذِبُونَ إِنَّ اللَّهَ أَنَّ لِنِّي﴾ [سورہ زمر: ۳] ”ہم تو ان کو اس واسطے پکارتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچا دیں درجہ میں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں، مقبول ہیں یہ ہمیں رب تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں، یہ ہماری فریادیں اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں۔ اب غور کرو کہ جس کو تم مافق الاصاب سفارشی مانو گئے تو اس کے لیے غیب کی صفت بھی مانی پڑے گی کہ وہ ہمارے حالات سے واقف ہے اور یہی کفر ہے۔ پھر اس کو حاضر و ناظر بھی مانا پڑے گا کہ وہ یہرے حالات کو دیکھتا ہے۔ دریکی کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿کُلَّا لَكَ حَقْتُ مُلْكِتُ سَرْتُك﴾ اسی طرح لازم ہو چکا ہے فیصلہ تیرے رب کا ﴿عَلَى الْأَنْزَلِ﴾ قسَّقُوا ﴿ان لوگوں پر جھوٹوں نے نافرمانی کی ہے کہ سب کچھ جانتے اور مانتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہیں تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ لازم ہو گیا ہے کہ ﴿أَنَّمَا لَا يُؤْمِنُونَ﴾ کہ بے شک وہ ایمان نہیں لا سکیں گے۔

### ہر چیز کو پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے

﴿قُل﴾ اے بنی کریم مسلمانو! آپ ان سے کہہ دیں، ان سے پوچھیں ﴿هُنَّ مِنْ شَرَكَاتِنِّي﴾ کیا ہے کوئی تمہارے شریکوں میں سے ﴿مَنْ يَعْدُهُ إِلَّا الْخَلْقُ لَمْ يُعِيدْهُ﴾ جو ابتداء مخلوق کو پیدا کرتا ہو پھر دوبارہ اس کو لوٹائے۔ ابتداء انسان، جنات، فرشتے، حیوانات وغیرہ کو پیدا کیا ہو پھر قیامت والے دن دوبارہ اس کو لوٹائے، تمہارے خداوں میں سے ہے کوئی جو یہ کام کرے؟ ﴿قُل﴾ آپ ہی کہہ دیں ﴿إِنَّ اللَّهَ يَعْدُهُ إِلَّا الْخَلْقُ لَمْ يُعِيدْهُ﴾ اللہ ہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہ اس کو دوبارہ لوٹائے گا ﴿فَإِنْ تُوْقُنُونَ﴾ پس تم کہڑا لے پھیرے جا رہے ہو۔

﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿هُنَّ مِنْ شَرَكَاتِنِّي﴾ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے۔ جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا ہوا ہے ﴿مَنْ يَقْدِمُ إِلَى الْحَقِيقَةِ﴾ جو راہنمائی کرے حق کی طرف حق کو سمجھنے کے لیے جو چیزیں درکار ہیں مثلاً: عقل ہے، کان ہیں کہ ان کے ذریعے سنا ہے، آنکھیں ہیں ان کے ذریعے دیکھتا ہے، دل ہے جس کے ذریعے سوچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہے جو تمہیں یہ چیزیں دے؟ کتابوں کے ذریعے ہدایت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سواتر میں کسی نے نازل کی ہیں؟ پیغمبروں کے ذریعے ہدایت ملتی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے پیغمبر مجھے ہیں؟

﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿إِنَّ اللَّهَ يَهْدِي إِلَى الْحَقِيقَةِ﴾ اللہ تعالیٰ ہی راہنمائی کرتا ہے حق کی۔ اب تم خود فیصلہ کرو ﴿أَفَمَنْ يَهْدِيَ إِلَى الْعَقْدِ﴾ کیا پس وہ جو ہدایت دیتا ہے حق کی طرف ﴿أَحَقُّ﴾ زیادہ حق دار ہے ﴿أَنْ يُبَيِّنَ﴾ کہ اس کی پیروی کی جائے ﴿أَفَنْ لَا يَهْدِي إِلَيْهِ﴾ یا وہ جو ہدایت نہیں پاس کتا ﴿إِلَّا أَنْ يُهْلِكَ﴾ مگر یہ کہ اس کو ہدایت دی جائے۔ یعنی ایک دہ ہے جو ہدایت دیتا ہے، ہدایت کے اسباب پیدا کرتا ہے اور ایک دہ ہے کہ اگر رب تعالیٰ ہدایت نہ دے تو اس کو ہدایت نہیں مل سکتی۔ تو کس کی بات مانی ہے؟ جو خود ہدایت نہیں پاس کتا اس کی بات مانی ہے یا اس کی جو ہدایت دے سکتا ہے۔ مگر یہاں توبڑی مصیبت ہے کہ مشرکوں نے سب حدود پار کر لی ہیں۔ ایک غالی نے کہا ہے۔

دل ملا، آنکھیں لمبیں، ایمان ملا

جو ملا تجھ سے ملا احمد رضا

کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا

جو دیا تو نے دیا احمد رضا

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ یہ عقائد رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اسلام ہے۔ بھی! اگر یہ اسلام ہے تو پھر کفر کس بلا کا نام ہے؟

﴿فَمَا لَكُمْ سُكْنَىٰ خَلْقَنِّونَ﴾ پس کیا ہو گیا ہے تصحیح تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ یاد رکھنا! عقیدہ بڑی اور اصل چیز ہے۔ صحیح عقیدے کو اپنا نہیں بڑی بات ہے۔ ﴿وَمَا يَرَبُّمُ الْكُوْفَرُمُ إِلَّا ظَاهِرًا﴾ اور نہیں پیروی کرتے ان میں سے اکثر گمراہان کی۔ اکثریت اپنے گمان پر چلتی ہے۔ حق کو مانتے والے دنیا میں بہت تھوڑے لوگ ہیں اور ضابط یہ ہے ﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يَعْنِي مِنَ الْعِقْدِ شَيْئًا﴾ بے شک گمان نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے کچھ بھی۔ گمان سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی۔

### منکرین حدیث کا عوام الناس کو دھوکا دینا

منکرین حدیث اس آیت کریمہ سے عوام الناس کو مغالطہ بھی کر جھلو۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کہتا ہے ﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يَعْنِي مِنَ الْعِقْدِ شَيْئًا﴾ ”کہ بے شک گمان نہیں کفایت کرتا حق کے سامنے کچھ بھی۔“ اور احادیث علمی ہیں اس لیے ہم نہیں مانتے۔ یاد رکھنا! ان کا یہ دعویٰ باطل باطل ہے۔ کیوں کہ سب احادیث علمی نہیں ہیں۔ احادیث قطعی بھی ہیں۔ جو احادیث متواتر ہیں قرآن کریم کی طرح قطعی ہیں۔ اور متواتر کی چار فسمیں ہیں۔

①.....تو اتر لفظی      ②.....تو اتر معنوی

③.....تو اتر طبقہ      ④.....تو اتر توارث

ان میں سے کسی بھی قسم سے ہو وہ قطعی ہے۔ اور احادیث کا پیشتر حصہ قطعی ہے۔ ابتدۂ خبر واحد لفظی ہوتی ہے وہ عقیدہ کے لیے کفایت نہیں کرتی۔ یعنی اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن عمل کے لیے وہ بھی کافی ہے اور ساری احادیث کو علمی کہہ کر ٹھکرائیں پر لے درجے کی جہالت ہے اور منکرین حدیث کا فتنہ بھی آج کل بڑے زوروں پر ہے۔ انہوں نے کویت میں تھوڑا ڈالا ہوا ہے کہ حدیث کوئی شے نہیں ہے۔ علمائے کرام کو اللہ تعالیٰ جزاۓ خیر عطا فرمائے انہوں نے وہاں ان کا مقابلہ کیا اور عوام کو بتایا ہے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں۔ اور حکومت کو بھی بتایا ہے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں تو حکومت نے ان پر پابندی لگادی۔ بزرگانی میں ان لوگوں کا بڑا ذرہ ہے، پاکستان میں بھی ہیں۔ غلام احمد پرویز ان کا بڑا ہے اور اس کے چیلے چھیلے ہوئے ہیں۔ بھی قربانی کے مسئلہ کو اچھا لئتے ہیں، کبھی نماز اور زکوٰۃ اور کہتے ہیں کہ قرآن کے علاوہ کوئی شے نہیں ہے اور مانتے قرآن کو بھی نہیں ہیں۔ قرآن کو مان لیں تو پھر بھی بات بن جائے۔

غلام احمد پرویز نے چار جلدیں میں ”معارف القرآن“ کے نام سے تفسیر لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ اگر سائنس ثابت بھی کر دے کہ انسان چند سینڈ میں آسانوں پر جا اور آسکتا ہے میں پھر بھی حضور ﷺ کے سوراخ جسمانی کو نہیں مانوں گا۔ اس وقت امریکہ اور روس نے خلائی جہاز نہیں چھوڑے تھے، بعد میں انہوں نے خلائی جہاز چھوڑے اور وہ چاند پر پڑتے بھی

ہیں۔ صد کا اندازہ لگاؤ۔ تو نہیں مانتا تو سہ ماں اور ماں نے والے چھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں ﴿فَوَمَا كَانَ لَهُمَا﴾ القرآن آن یُفَتَّرُ ای من دُونِ اللہِ ﴿وَلَا يَنْهَا﴾ اور نہیں ہے ای قرآن کہ گھڑا جائے اللہ تعالیٰ کے سوا کہ کسی اور نے اس کو بنایا ہو۔ ایسا قطعاً نہیں ہے بلکہ یہ رب تعالیٰ کی کتاب ہے ﴿وَلِكُنْ تَقْدِيرُ الَّذِينَ يَعْقِلُونَ﴾ اور سکن تصدیق ہے اس کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ قرآن پاک اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے ﴿وَتَفْصِيلُ الْكِتَاب﴾ اور یہ تفصیل ہے کتاب کی اور تمام اصول و عقائد و نظریات موجود ہیں جو پہلی کتابوں میں نازل ہوئے ﴿لَا تَرَبَّى فِيهِ﴾ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے ﴿مَنْ رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾ کرب العالیمین کی طرف سے ہے۔

### مشرکوں کا شوشهہ کریے قرآن خود بناتا ہے

مشرکین نے یہ شوشهہ بھی چھوڑا تھا کہ یہ قرآن افڑا وَ أَعَانَةَ عَيْهُ قَوْمٌ أَخْرُونَ "اس نے اپنے پاس سے گھڑا ہے اور ایک قوم نے اس کی امداد کی ہے۔" ﴿فَطَالَ سِرْدِيٍّ اِيْكَ غَلَامٌ تَحْتَهُ اس کی طرف نسبت کرتے تھے کہ وہ اس کو لکھتا ہے۔ حالانکہ وہ بے چارہ ٹوٹی پھولی عربی بھی نہیں بول سکتا تھا اور قرآن کریم تو برا فصح اور صاف عربی میں ہے اس عجمی نے کیسے سکھا دیا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿لِسَائِنَ الَّذِي يَلْهُدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمٌ وَهُدًى إِلَيْسَائِنَ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ﴾ [سورة علق: ۱۰۳] "اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان میں ہے۔" تو اس طرح کے خوشے چھوڑتے رہتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلا چیلنج دیا کہ اگر یہ قرآن کریم نبی کریم ملی ٹھالیم اکیسے بنا کر لائے ہیں تو تم سارے جمع ہو کر اس جیسا قرآن لے آؤ اور اپنے ساتھ جنات کو بھی ملا لو۔ پھر تمدی فرمادی اور فرمایا:

﴿قُلْ﴾ اے نبی کریم ملی ٹھالیم! آپ ان سے کہہ دیں ﴿أَلَيْلِينَ اجْسَعْتَ الْأَنْسُ وَالْجِنَّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمُشْلِ هَذَا الْقُنَانَ لَا يَأْتُونَ بِهِ شَيْءٍ وَلَوْ كَانَ بِهِ صُفْمٌ لِمَعْنِي ظَهِيرًا﴾ [سورة نبی اسرائیل: ۸۸] "اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہوہ لا جیں اس قرآن کے مثل نہیں لا سکیں گے اس کی مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کے مد و گار ہوں۔" کئی سال اس چیلنج پر گزر گئے اور وہ نہ لاسکے تو پھر ان کو چھوٹے وی گئی کہ قرآن پاک کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں تھیں ایک سو چار معاف ﴿فَأَتَوْا بِعَشْرِ سُوْرَاتِهِ مُفْتَرِيَتِهِ﴾ "لاؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہو سکیں۔" اور یہاں بھی فرمایا: ﴿لَا ذُعْوَاهُنَ اشْتَقَعْتُمْ قَبْ دُونِ اللَّهِ وَإِنَّ اللَّهَ لِمُلْكُ صَدِيقِنَ﴾ [سورة حود: ۲۲] اور بلا لوجس کو تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر ہو تم سچے۔ "اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا انسان، جن اور فرشتے سب کو ملا لو اور اس جیسی دس سورتیں بنالاو۔ مگر سبھا سال گزر گئے وہ قرآن پاک کی دس سورتوں کے مثل نہ لاسکے تو آخر میں فرمایا ﴿أَمْرٌ يَقُولُونَ افْتَرُهُ﴾ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی نے اس قرآن کو گھڑ لیا ہے ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿قَاتُوا بُشْرًا وَمُثْلِهِ﴾ اس لاؤ ایک چھولی سورت اس جیسی۔

سورۃ کے اوپر جو تنوں ہے وہ تقلیل کے لیے ہے یعنی چھوٹی سی سورت قرآن پاک جیسی لاو۔ قرآن پاک کی تین سورتیں چھوٹی ہیں سورۃ الحصر، سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر۔ ان تینوں کی تین تین آیتیں ہیں۔ ان جیسی کوئی سورت لاڈ اور پہلے پارے میں ہے ﴿فَإِنْ لَمْ تَتَقْعُلُ أَوْ لَنْ تَتَعْلَمُوا﴾ ”پھر اگر تم نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِذَا دُعَا مِنْ أَنْسَطَعْتُمْ بِنْ دُونِ التَّوْهِ﴾ اور بلا لو جس کو بھی طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر جس کو چاہو بلاؤ اگر ہوتم سچے کہیے بندے کا بنایا ہو اے اور پیغمبر نے خود گھولی ہے۔ قرآن کریم کے اس پیغام کو آج چودہ صد یاں گزر گئی ہیں کوئی مائی کالال اس پیغام کو قبول نہیں کر سکا کہ قرآن کی چھوٹی سی سورت کا مثل نہیں لاسکا۔ پھر گھر نے اور بنائے کا شو شہ اس ذات کے لیے چھوڑتے ہیں جو الرسُولُ اللَّيْلُ الْأَقْبَلُ ہے۔ نہ لکھنا جانتا ہے نہ پڑھنا جانتا ہے۔ یہ شو شہ صرف لوگوں کو گراہ کرنے کے لیے چھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شرے بچائے۔ [آمین]



﴿بَلْ كَذَبُوا﴾ بلکہ جھلا یا انہوں نے ﴿بَلَّا﴾ اس چیز کو ﴿لَمْ يُحْظُوا بِعلْمِهِ﴾ جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا انہوں نے ﴿وَلَئِنْ يَأْتِيهِمْ تَأْوِيلُهُ﴾ اور ابھی تک نہیں آئی ان کے پاس اس کی حقیقت ﴿كَذَلِكَ كَذَبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ اسی طرح جھلا یا ان لوگوں نے جوان سے پہلے تھے ﴿نَاظَرُ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ﴾ پس دیکھو کیا ان جام ہوا تلامیزوں کا ﴿وَمِنْهُمْ قَنْ يُؤْمِنُ بِهِ﴾ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس قرآن پر ﴿وَمِنْهُمْ قَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ﴾ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے ﴿وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُقْسِدِينَ﴾ اور تیرا رب خوب جانتا ہے فسادیوں کو ﴿وَإِنْ كَذَبُوكُمْ﴾ اور اگر یہ لوگ تجھے جھلا سکیں ﴿فَنَقْلُ﴾ پس آپ کہہ دیں ﴿لَنِ عَلَيْنِ وَلَكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے ﴿أَنْتُمْ بِرَبِّيْعُونَ مِثْمَأْعَمُ﴾ تم بیزار ہو اس چیز سے جو میں کرتا ہوں ﴿وَأَنَا بَرِيْقٌ مِّنْ قَمَاتَ تَعْمَلُونَ﴾ اور میں بیزار ہوں اس چیز سے جو تم کرتے ہو ﴿وَمِنْهُمْ قَنْ يَسْعَوْنَ إِلَيْكَ﴾ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان لگا کے رکھتے ہیں آپ کی طرف ﴿أَفَأَنْتَ تَسْعِمُ الصُّمَمَ﴾ کیا آپ بہروں کو سا سکتے ہیں ﴿وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ﴾ اگرچہ وہ عقل بھی انہر رکھتے ہوں ﴿وَمِنْهُمْ قَنْ يَعْلَمُ إِلَيْكَ﴾ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں ﴿أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْغَمْرَ﴾ کیا آپ انہوں کو ہدایت دے سکتے ہیں ﴿وَلَوْ كَانُوا لَا يَتَصَدَّقُونَ﴾ اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظِلُمُ النَّاسَ شَيْئًا﴾ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا کچھ بھی ﴿وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفَسُهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ اور لیکن لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

## مشرکین شوئے مغض خدی وجہ سے چھوڑتے تھے ۴۷

اس سے قبل مشرکین کے اس شوئے کا ذکر تھا کہ یہ قرآن خود بنا کر لایا ہے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کہہ دیں کہ اگر میں اُمی ہونے کے باوجود بنا لایا ہوں تو تم ہمارے مل کر اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ اور اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے تو پھر ایسے شوئے نہ چھوڑو۔ یہ شوئے تو مغض خدی وجہ سے چھوڑتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ ﷺ کلڈبُوا ۷۳ بلکہ جھٹلایا ہے انہوں نے ﷺ اس چیز کو جس کے علم کا احاطہ نہیں کیا انہوں نے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آسمانی کتابوں میں سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ اس میں جواصول اور قدادے بیان کیے گئے ہیں، ایسے جامع مانع ہیں کہ قیامت تک ان کو بدلنے کی ضرورت نہیں ہے ﷺ اور ابھی تک نہیں آئی ان کے پاس اس کی حقیقت۔ قرآن پاک کی تکذیب کا نتیجہ ہے عذاب، وہ ابھی تک ان پر نہیں آیا، آئے گا ضرور۔ کیوں کہ جن لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم کو جھٹلایا ہے ان پر عذاب آیا ہے۔

## جن قوموں نے حق کو جھٹلایا ان کا انجام ۴۸

پہلی قوم جس نے حق کو جھٹلایا وہ حضرت نوح ﷺ کی قوم ہے۔ کئی صد یاں حق کو جھٹلاتے رہے بالآخر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور سارے غرق ہو گئے۔ پھر حضرت ہود ﷺ کی قوم نے جھٹلایا ان پر عذاب آیا، پھر حضرت صالح ﷺ کی قوم نے جھٹلایا ان پر عذاب آیا، پھر حضرت شعیب ﷺ کی قوم نے جھٹلایا ان پر عذاب آیا، فرعون اور اس کی جماعت نے حق کو جھٹلایا اور مکرا یا ان پر عذاب آیا۔ بے شمار قوموں کا قرآن میں ذکر ہے کہ حق کو جھٹلانے کا کیا انجام ہوا۔ ان پر ابھی تک حق کو جھٹلانے کا نتیجہ نہیں آیا کہ کیا ہوتا ہے؟

بات ان کا حق کو جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں ہے ﷺ اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جوان سے پہلے تھے اور اس کا نتیجہ بھی سامنے آگیا ﷺ فائز فیض گنف کان عاقیۃ الظالمین ۷۲ پس دیکھو کیا انجام ہوا ظالموں کا۔ عرب قوم تاجر تھی تجارت کے سلسلے میں شام جاتے تھے میکن جاتے تھے، لوط ﷺ کی بستیوں کے پاس سے گزرتے تھے۔ مجرم اور مددین کے علاقوں سے گزرتے تھے، تباہ ہونے والی قوموں کی جگہیں ان کے سامنے تھیں۔ حافظتی ان کے بڑے قوی ہوتے تھے۔ رات کو جب اکٹھے ہوتے تو ان کے تھے بیان کرتے کہ فلاں قوم اس طرح تباہ ہوئی، فلاں قوم اس طرح تباہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﷺ وَمِنْهُمْ مَنِ يُؤْمِنُ بِهِ ۚ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس قرآن پر۔ قرآن کریم کے نزول کے بعد اس کو مانے والے بھی تھے اگر چھوڑتے سے ﷺ وَمِنْهُمْ مَنِ لَا يُؤْمِنُ بِهِ ۚ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے اس قرآن پر۔ ہر دور میں حق والے بھی رہے ہیں اور باطل والے بھی رہے ہیں۔ البتہ حضرت نوح ﷺ کے زمانے سے پہلے سارے لوگ حق پر تھے ﷺ کان اثاثش أَمَّةٌ وَاحِدَةٌ ۖ [سورۃ البقر: ۲۱۳] سب لوگ ایک ہی دین پر تھے۔

ہلی قوم جو شرک میں بیٹا ہوئی ہے وہ حضرت نوح ﷺ کی قوم تھی اس کے بعد آج تک اکثریت کافروں کی ہے۔

### اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے

ایک دفعہ مشرکین مکہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم سچے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ ہم سچے ہیں۔ تو فیصلہ تو ثالث ہی کر سکتا ہے لہذا ایک ثالث مقرر کر کے مردم شماری کرالیں جس طرف اکثریت ہوئی وہ سچے ہوں گے۔ آٹھویں پارے میں ہے فرمایا: ﴿أَفَقْتَيْدُ اللَّهُ أَبْيَضَ حَلَاتَهُ﴾ کیوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے فیصلہ کرنے والے کو خلاش کروں۔ پھر فرمایا: ﴿وَإِنْ تُطْعِمُ أَكْثَرَ مِنْ فِي الْأَرْضِ يُغْصَلُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [سورة الاسراء: ۱۱۶] "اور اگر آپ اطاعت کریں گے ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو وہ بہکادیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔" اکثریت تو گمراہوں کی ہے، دوٹ تو زیادہ ان کے میں اس طرح کے فیصلے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حق حق ہے کوئی مانے یا نہ مانے اور یہ بات تم کی دفعہ سن چکے ہو کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں ایسے پیغمبر بھی تشریف لا سمجھیں گے کہ ان کے ساتھ چارامتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ دوامتی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ صرف ایک امتی ہوگا وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ النَّبِيِّنَ وَلَيَسْمَعَهُ أَحَدٌ اور ایسے پیغمبر بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں ہوگا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ پیغمبر تن تباہ ہو گا مگر پیغمبر سارے کامیاب اور جنہوں نے حق کو نہیں مانا وہ ناکام اور نامراد۔

تو اکثریت تو کوئی معیار نہیں ہے۔ ﴿وَسَبَبْتُكَ أَغْلَمُ بِالْقُبَيْرِيَّينَ﴾ ورتیر ارب خوب جانتا ہے فسادیوں کو کہ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نہیں مانتے وہ فسادی ہیں۔ دیکھو ایہ بات سارے ہی سمجھتے ہیں کہ جو ملکی قانون کو نہیں مانتا وہ مجرم ہوتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہیں مانتا اس سے بڑا مجرم کون ہوگا۔ ملکی قانون کے باقی کو حکومت کب معاف کرتی ہے۔ اور جو خدا کی زمین میں رہ کر اس کے آسمان کی چھت کے نیچے رہ کر رب تعالیٰ کے حکم کو نہ مانے اس سے بڑا فسادی کون ہرگز۔ فسادی صرف مکامارنے والا ہی نہیں، چوری، ڈاکے ڈالنے والا ہی نہیں بلکہ جو حق کو نہیں مانتا وہ بھی فسادی ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتے ہیں۔ فرمایا ﴿وَإِنْ كَذَّبُوكُمْ﴾ اور اگر یہ لوگ تجھے جھلائیں ﴿فَنَقْلُ لَنِّي عَمَلِي وَلَكُمْ﴾ پس آپ کہہ دیں میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے۔ اگر تم میری بات نہیں مانتے تو تم اپنا کام عملکرم ﴿فَنَأَنْهَمُمْ﴾ اپنے کام کو نہیں چھوڑ دیں گا ﴿أَنْتُمْ بَوَّابُوْنَ وَمَا أَعْنَدُ﴾ تم پیزارہو اس چیز سے جو میں کرتا ہوں ﴿وَأَنَا بَرَّى إِعْنَادِكُمْ﴾ فٹا نقملوں ﴿فَنَأَقْمَلُمْ﴾ اور میں بیزارہوں اس چیز سے جو تم کرتے ہو۔ تمہارے کفر و شرک سے میں بیزارہوں اور میں تو حید پر قائم ہوں اور تو حید کا سبق دیتا ہوں، قیامت کو مانتا ہوں اور اس کی تلقین کرتا ہوں، قرآن پاک کو مانتا ہوں اور اس کا درس دیتا ہوں تم اس سے بیزارہو میرا عمل میرے ساتھ اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ۔ ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِي﴾ تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔"

### مشرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان شخص پر و پیغمبر کے لیے سنت تھے ۲۳

﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْعَوْنَ إِلَيْكُمْ﴾ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان لگائے رکھتے ہیں آپ کی طرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف آکر سنت تھے اس ارادے اور قصد سے کہ ہمیں کوئی اعتراض کی بات مل جائے، پر و پیغمبر کے لیے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی بے بسی سمجھانے کے لیے مکھی کا بھی ذکر کیا ہے۔ سورہ حج کے آخری رکوع میں ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَذَعَّنُ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ ”بے شک وہ لوگ کہ پکارتے ہو تم ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا ﴿لَنْ يُحِلُّفُوا دِيَابًا وَلَا جَنَّمَ عَوَالَةٌ﴾ ہرگز نہیں پیدا کر سکتے ایک کھی بھی اگرچہ سب اکٹھے ہو جائیں۔“

اور سورت بقرہ کے تیسرے رکوع میں ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَعْنِي أَنْ يَقْرَبَ مَثَلًا مَا يَعْوَضُهُ إِنَّمَا فَوَّهَا﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ نہیں شرما تایہ کہ بیان کرے مثال مجھر کی یا اس سے بڑی۔“ اور سورت عنكبوت آیت نمبر ۲۱ میں مشرکوں کے شرک کی حقیقت کو سمجھاتے ہوئے فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَذْلِيلَاءِ﴾ ”مثال ان لوگوں کی جھنوں نے بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کار ساز ﴿كَسْلَى النَّعْكَبُوْتِ﴾ مکڑی کی مثال ہے ﴿إِنَّهُنَّ دُنْدَلَاتٍ﴾ جس نے بنایا اپنا گھر ﴿وَإِنَّ أُولَئِنَّ الْبَيْوَتَ لَيَسْتَغْنِيُّنَّ عَنِ الْعَنكَبُوتِ﴾ اور بے شک تمام گھروں سے کمزور گھر البتہ مکڑی کا گھر ہوتا ہے ﴿لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ﴾ اگر ان لوگوں کو سمجھو ہوتی۔“ کمکڑی کا جالانہ اسے گرمی سے بچا سکتا ہے نہ سردی سے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر اعتماد کرنے والا اور کسی کو تابع اور ضار سمجھنے والا مکڑی کے جالے میں رہتا ہے۔

### لعن نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ۲۴

یہ شرک کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرک مکڑی کے جالے میں پناہ لیتا ہے کیوں کہ ﴿وَإِنْ يَسْتَشْكِي اللَّهُ هُنْ شَفِيفٌ قَلَّا كَاشِفُ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ اور اگر پہنچائے تجوہ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا ﴿وَإِنْ يُرِدُكُ بِخَيْرٍ فَلَأَرْأَهُ لَفَضْلَهِ﴾ [سورہ یونس: ۱۰] اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھائی کا پس کوئی نہیں روک سکتا اس کے فضل کو۔“ جو کرتا ہے وہ صرف رب نے کرتا ہے۔ تو قرآن کریم میں مکھی، مجھر اور مکڑی کا ذکر ہے۔ یہ لوگ جب اس طرح کی آیات سنت تو کہتے کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے کہ اس میں ان چیزوں کا ذکر ہے۔

تو وہ پر و پیغمبر کرنے کے لیے سنتے ہیں لیکن دل کے کان انھوں نے بند کیے ہوتے ہیں ﴿أَفَأَنْتَ شَهِيدٌ لِصَمَمٍ﴾ کیا آپ بھروں کو سنا سکتے ہیں ﴿لَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ اگرچہ وہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں۔ جس آدمی نے توجہ سے بات نہیں سنی اور دل پر تالا لگایا ہوا ہے اس کو سنا نے کا کیا فائدہ ہو گا اس کا تو دل بند ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین تو اس پر فخر کرتے تھے۔ ﴿وَقَالُوا لَنُؤْتَنَا يَوْمًا إِنَّمَا نُؤْتُنَا يَوْمًا إِذَا أَنَا ذُلْلٌ وَلَنْ أُمْلِي سَيِّئَاتِي وَلَنْ يَنْهَاكَ جَهَنَّمَ﴾ [ختم ۷: ۵] اور کہا انھوں نے ہمارے دل پر دوں میں ہیں اس چیز سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہیں اور ہمارے درمیان اور آپ کے

درمیان پر وہ ہے۔ تمہاری کوئی بات چارے دلوں تک نہیں پہنچتی اور ہم نے کافیوں میں ذائقے چڑھائے ہوئے ہیں تمہاری کوئی بات ہم کافیوں میں نہیں پڑنے دیتے۔ اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج ہے؟ کوئی علاج نہیں ہے۔

**﴿وَمِنْهُمْ قَنْ يَقْتُلُ إِلَيْكُمْ﴾** اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں **﴿أَفَأَنْتَ تَهْدِي النَّعْنَ﴾** کیا آپ انہوں کو ہدایت دے سکتے ہیں **﴿وَلَوْ كَانُوا الظَّاهِرُونَ﴾** اگر چہ وہ نہ دیکھتے ہوں۔ مثلاً: روز پر کا وقت ہو سورج بالکل سر پر ہو باول اور دھنڈ بھی نہ ہو، غبار بھی نہ ہو یعنی مطلع بالکل صاف ہو اور کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کہے کہ مجھے سورج دکھاؤ۔ بھائی! جب تو نے آنکھیں بند کر لی ہیں تو مجھے سورج کون دکھائے گا؟

آنکھیں اگر ہیں بند تو وہ بھی رات ہے

بھا اس میں تصور کیا ہے آفتاب کا

بہر حال مشرکوں کی حقیقت کی آنکھیں بند ہیں **﴿وَفِمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾** اور وہ دیکھتے نہیں ہیں **﴿صُمْ لَكُمْ عَذَابٌ﴾** بہرے ہیں حق سننے سے، گونگے ہیں حق بولنے سے، اندھے ہیں قدرت کی نشانیاں دیکھنے سے۔

### صُمْ لَكُمْ عَذَابٌ کا مفہوم

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ دنیا کے حکمران کافیوں سے بہرے ہوں، آنکھوں سے اندھے ہوں گے، زبان سے گونگے ہوں گے۔ ہمارا طالب علمی کا زمانہ تھا آج سے سانچھ ستر سال پہلے۔ اسیں یہ حدیث سمجھنہ آئی۔ ہم نے استاد سے پوچھا حضرت! اس وقت آنکھوں والے لوگ نہیں ہوں گے کہ لوگ انہوں کو بادشاہ بنائیں گے، کافیوں سے سنبھالے والے نہیں ہوں گے کہ بہروں کو بادشاہ بنائیں گے اور بولنے والے نہیں ہوں گے کہ لوگ گنگوں کو بادشاہ بنائیں گے۔

تو استاد محترم مولانا عبد القدیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میاں! (یہ ان کا تکمیل کلام تھا) کان بھی ہوں گے، آنکھیں بھی ہوں گی، زبانیں بھی ہوں گی۔ حق کی نشانیوں کو دیکھیں گے نہیں، حق کی بات کہیں گے نہیں، حق کی بات سنیں گے نہیں۔ وہی سارا قصہ ہے۔ حق کی بات نہیں سننے چاہے پچھہ ہو جائے، حق کی بات زبان پر نہیں لاتے، حق دیکھنے کے لیے تیار نہیں۔ حالانکہ زبان بھی رکھتے ہیں، آنکھیں بھی ہیں، کان بھی ہیں۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

ایک شخص نے آکر سوال کیا حضرت اقیامت کب آئے گی؟ فرمایا: **إِذَا أَضْطَبَتِ الْأَمَانَةَ فَإِنَّكَظِيرِ السَّاعَةِ** "جب امانت خالع کر دی جائے گی پس قیامت کا انتظار کروہ چلی آرہی ہے۔" اس نے سوال کیا کہ حضرت امانت کس طرح خالع ہو جائے گی؟ **إِذَا وَتَسَدَّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ** "جب حکمرانی نااہل لوگوں کے حوالے کر دی جائے گی۔" [بخاری شریف]

اب جو ہمارے حکمران ہیں وہ اس لائق نہیں ہیں کہ مسلمانوں کے بادشاہ ہوں۔ یہ بے چارے طالبان کے چچے

پڑے ہوئے ہیں اور جو غیر ہیں وہ بھی ان کے بیچے پڑے ہوئے ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق کبھی کوئی شوش چھوڑتے اور کبھی کوئی شوش ان کے شوشوں سے قطعاً متأثر نہ ہوں اور سمجھو، اللہ تعالیٰ نے سب کو سمجھ دی ہے۔

**﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا﴾** بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا پچھا بھی، رتنی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا **﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا﴾** اور لیکن لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے احکام کو نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان نہیں لاتے، تغییروں کو نہیں مانتے، دنیا کے نئے میں ہیں۔ مرنے کے بعد جب آنکھیں کھلیں گی تو پتا چے گا کہ ہم اپنے ساتھ کیا کرتے رہے ہیں۔ جس طرح آپریشن کے وقت ڈاکٹر بے ہوش کر کے ہاتھ کاٹ دیتے ہیں، تاگ کاٹ دیتے ہیں یا جسم کا جو بھی حصہ کاٹنا ہواں وقت مریض کو معلوم نہیں ہوتا کیوں کہ نئے میں ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ ششائر تا ہے، ہوش آتا ہے پھر معلوم ہوتا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوا۔

آنچ ہم پر بھی دنیا کا نشہ ہے۔ ہمیں اپنے نفع نقصان کا کوئی عدم نہیں ہے۔ جس وقت موت آئے گی آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے نشأت کے گاپھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور پیاچل جائے گا کہ ہم دنیا میں کیا کما کر آئے ہیں اور کیا کر کے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہماری آنکھیں وقت سے پہلے کھل جائیں اور یہ بات سمجھ جائیں کہ دنیا کی زندگی بالکل فانی اور عارضی ہے اور موت صرف بوڑھوں کے لیے نہیں ہے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے تو غلط فہمی میں بتلا ہے۔ کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں ابھی تندrst ہوں تو وہ بھی غلط فہمی میں بتلا ہے۔ موت سب کے لیے ہے، جو ان بھی مرد ہے ہیں، تندrst بھی مرد ہے ہیں، بچے بھی مرد ہے ہیں اور ہمارا زمانہ تو حادثاتی دور ہے۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ اس زمانے میں اگر کوئی رات کو اپنے گھر خیرت کے ساتھ آجائے تو دور کعت شکرانے کے پڑھے کہ اے پروردگار! تیرا فضل ہے کہ میں خیریت کے ساتھ گھر لوٹ آیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ [آمین]

### ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

**﴿وَيَوْمَ يَعْصُمُهُمْ﴾** اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا **﴿كَانُوكُمْ يَأْبَتوْا﴾** گویا کہ وہ نہیں خبر ہے **﴿إِلَّا** ساعۃ **﴿قِنْ الْهَمَرِ﴾** مگر دن کی ایک گھنٹی **﴿يَعْلَمُونَ بِيَوْمِهِمْ﴾** آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے **﴿فَقَدْ** خیسَرَ الْذِينَ **﴾** تحقیق خسارہ اٹھایا ان لوگوں نے **﴿كَذَبُوا إِلَيْنَا اللَّهُ يَعْلَمُ جِنَاحَوْنَ نَزَّهَنَا اللَّهُ عَلَى الْمُلْقَاتِ﴾** وہ ما کانُوا مُهْتَدِينَ **﴾** اور نہیں تھے وہ ہدایت یافتہ **﴿وَإِمَانُ ثَرِيَّكَ﴾** اور اگر ہم دکھاریں آپ کو **﴿بَعْضَ الْأَذْنِ** تُعْذِّبُهُمْ **﴾** بعض وہ عذاب جس کی ہم ان کو دھمکی دے چکے ہیں **﴿أَوْ تَسْوِقُهُمْ﴾** یا ہم آپ کو وفات دے دیں **﴿فِي الْيَنَامِ زِجْعُهُمْ﴾** پس ہماری طرف ہے ان کا لوثان **﴿كُمْ اللَّهُ شَهِيدُهُمْ﴾** پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے **﴿عَلَى هَمَّا يَفْعَلُونَ﴾** اس کارروائی پر جو وہ کرتے ہیں **﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ حِسْنُهُمْ﴾** اور ہر امت کے لیے رسول ہے **﴿فَوَلَّهُمْ أَجَاءَهُمْ مَا سُولُهُمْ﴾**

پس جب آئے گا ان کا رسول ﷺ تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا انصاف کے ساتھ  
 ﴿وَمُنْهَمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿وَيَقُولُونَ﴾ اور وہ کہتے ہیں ﴿هُمْ تَمَّى هَذَا التَّوْغِيدُ﴾ کب آئے گا  
 یہ وعدہ ﴿أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ اگر ہوتم پچے ﴿قُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿إِنَّا مُلِكُ الْيَقْنِ صَرِّاً وَلَا نَفْعَالَ﴾ میں مالک  
 نہیں ہوں اپنے لیے ضرر کا اور نہ نفع کا ﴿إِنَّا مَاشَاءُ اللَّهُ﴾ مگر وہ جو رب چاہے ﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ﴾ ہر امت کے  
 لیے ایک میعاد مقرر ہے ﴿إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ﴾ جب آئے گی ان کی میعاد ﴿فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً﴾ پس نہیں مسوخر  
 ہوں گے ایک گھٹری ﴿وَلَا يَسْتَقْبَلُونَ﴾ اور نہ آگے ہو سکتے ہیں۔

اس سے پہلے فرمایا (فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ) ”پس دیکھ کیا انجام ہوا ظالموں کا۔“ جن قوموں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کی، حق کو قبول نہ کیا ان کا دنیا میں کیا حشر ہوا۔ قرآن پاک میں واضح الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ مثلاً: نوح ﷺ کی قوم، هود ﷺ کی قوم، صالح ﷺ کی قوم، لوط ﷺ کی قوم، شعیب ﷺ کی قوم، تنحیہ کی قوم اور دیگر قومیں وغیرہ میں کس طرح تباہ و بر باد ہو گئیں۔ اب فرماتے ہیں کہ آخرت میں ان کے ساتھ کیا ہو گا۔

نافرمان قوموں کا آخرت میں انجام ہے۔

(وَيَوْمَ يَحْشِئُهُمْ) اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرے گا۔ محشر کا معنی ہے اکٹھا ہونے کی جگہ، میدانِ محشر جب برپا ہو گا (فَإِنَّ لَمْ يَلْبِسُوا إِلَّا سَاعَةً فِنَّ الْتَّهَايِي) گویا کہ وہ نہیں تھہرے مگر دن کی ایک گھنی۔ (فَإِنَّ) اصل میں (كَائِنُهُ) تھا۔ جمہور مفسرین کرام مجتبیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی زندگی ان کو یوں محبوس ہو گی کہ گویا ہم دنیا میں ایک گھنی رہے ہیں۔ بعض مفسرین کرام مجتبیہ نے اس سے قبر اور بزرخ کی زندگی مرادی ہے۔ پرانے کے بعد قبر بزرخ کی زندگی ہے جو نیکوں کے لیے راحت اور بروں کے لیے تکلیف ہے۔ تو جس وقت قبر سے اٹھائے جائیں گے تو یوں محسوس کریں گے کہ گویا بزرخ میں، قبر میں ایک گھنی رہے ہیں اور حقیقت بھی ہے۔ کیونکہ قیامت کا دن (خَمْيَلينَ الْفَسْنَةِ) بچاس ہزار سال کا المبادن ہو گا۔ تو اس کے مقابلہ میں میں سال، تیس سال، بچاس سال، سو سال، ہزار سال کی زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔ اور جنتِ دوزخ کی زندگی تو نہ ختم ہو زے والا زندگی سے، ابد الآماد، ہمیشہ بھیشہ کی زندگی سے۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔

**(بِيَعْلَمُهُمْ بِمَا يَنْهَا)** آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ جیسے ہم یہاں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اسی طرح میداں محشر میں بھی اور جنت دوڑخ میں بھی سب ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ **(قَدْ خَيَرَ اللَّهُ لِمَنْ كَانَ مُذْبَحًا)** تحقیق خسارہ انجامیاں لوگوں نے جنہوں نے جھٹالا یا **(بِلْقَاءَ اللَّهِ)** اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو، قیامت قائم ہونے کو اور اللہ تعالیٰ کی عدالت کو تسلیم نہیں کر۔ اور امیں حق اس بات کو مانتے ہیں کہ قیامت قائم ہوگی، اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی، ہر ایک کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس

دن ملاقات ہوگی، رب تعالیٰ سب سے ملاقات کریں گے اور کافر ملکر ہیں بلکہ مذاق اڑاتے ہیں۔ ایک ہندو بے ایمان شاعر ہے اس نے استہزا کہا ہے:-

لے گی شیخ کو جنت، ہمیں دوزخ عطا ہو گا  
بس اتنی بات ہے جس کے لیے محشر پا ہو گا  
کیا یہ چھوٹی بات ہے؟ ﴿وَمَا كَانُوا مُهْتَمِّينَ﴾ اور نہیں تھے وہ بدایت یافتہ۔

### اللہ تعالیٰ کا آپ ملکہ الشہیدم کو تسلی دینا ۷۳

آگے اللہ تعالیٰ آپ ملکہ الشہیدم کو تسلی دیتے ہیں۔ کیوں کہ کافروں کی بے جا باتیں سن کر آپ ملکہ الشہیدم کو تکلیف ہوتی تھیں اور ہونی بھی چاہیے تھی کہ انسان ہیں۔ آپ ملکہ الشہیدم کے منہ پر آپ کو پاگل، بخون، ساحر، کذاب، جادوگر، مفتری اور کافر کہتے تھے اور ہر قسم کا مذاق اڑاتے تو آپ ملکہ الشہیدم کو دکھ ہوتا اور دل میں آتا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کپڑتا کیوں نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَإِنَّمَا تُرِيكُوكُبَعْضَ الْأَيْمَنِ تَعْدُهُمْ﴾ اور اگر ہم دکھادیں آپ کو بعض وہ عذاب جس کی ہم ان کو دھمکی دے چکے ہیں۔ علمائے غربیت فرماتے ہیں کہ وَعْدَ يَعْدُ کا مصدر اگر وَعِيدًا آئے تو معنی دھمکی ہے اور اگر مصدر وَعْدًا آئے تو معنی ہے وعدہ کرنا۔ اور یہاں وَعْدَ يَعْدُ وَعِيدًا سے ہے یعنی جس عذاب کی ہم ان کو دھمکی دے چکے ہیں اگر آپ ملکہ الشہیدم کی موجودگی میں آئے تو اس پر بھی ہم قادر ہیں ﴿أَوْ أَنْتُوَ كَيْتَكَ﴾ یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو پھر بھی یہ عذاب سے نہیں جھوٹ سکتے ﴿فَالَّذِينَ آمَرْتُمْ حُكْمَهُمْ﴾ پس ہماری طرف ہے ان کا الوہنا۔ مز جمع کو مصدر میں بھی قرار دیتے ہیں۔ اگر مصدر میں ہی ہو تو پھر معنی ہے لوٹا اور اس کو ظرف کا صیغہ بھی قرار دیتے ہیں۔ اگر ظرف کا صیغہ ہے تو پھر معنی ہے لوٹانے کی جگہ، دونوں صحیح ہیں۔

**﴿لَمْ يَأْتِ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ﴾** پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اس کارروائی پر جو وہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ **﴿وَلِلَّهِ أَمْةٌ أَنْتُمْ﴾** اور ہر امت کے لیے رسول ہے **﴿فَمَا دَأْجَأَهُمْ رَبُّكُمْ﴾** پس جب آئے گا ان کا رسول (میدان محشر میں) **﴿فَخَصَّ بَنِيهِمْ بِالْقُطْطِ﴾** تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا انصاف کے ساتھ **﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾** اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

### روز قیامت کسی پر ظلم نہیں ہو گا ۷۴

سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۷ میں ہے **﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أَنْثَاءٍ يُدْعَاهُمْ﴾** ”اور جس دن ہم بلا بھیں گے ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ۔“ مثلاً: حضرت نوح ﷺ اور ان کی قوم عدالت میں آئے گی۔ نوح ﷺ پر بہت تحفظ سے آدمی ایمان لائے تھے سو سے بھی کم تھا اکثریت کافروں اور مشرکوں کی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نوح ﷺ سے سوال کریں گے هل بلکہ قوئم ک کیا آپ نے قوم کو تبلیغ کی تھی؟ فیقہوں نے عمر حضرت نوح ﷺ عرض کریں گے ہاں اے پروردگار! میں نے تبلیغ کی تھی اور تبلیغ

بھی کیسی؟ ﴿إِنَّ دُعَوَتِهِمْ جَهَانًا﴾ بے شک میں نے ان کو برلا دعوت دی ﴿أَغْلَقْتُ لَهُمْ وَأَشَرَّرْتُ لَهُمْ إِنْسَانًا﴾ [سورہ زوہ: ۸۰] پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی اور میں نے ان کو پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔ ”نوح بیٹھا نے اپنی قوم کو ساز ہے تو سوال بچھایا۔ پھر ان کی قوم سے پوچھا جائے گا ہل بَدْعَكْهُ تُؤْخُ کیا نوح بیٹھا نے تمیس تبلیغ کی تھی؟ کہیں کے ہمیں کب تبلیغ کی ہے؟ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ مشرک بہت بے حیا ہوتے ہیں قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی کچی عدالت میں کہیں کے ﴿وَاللَّهُ رَأَيْنَاكُمْ أَثْمَرُ كِنْيَنَ﴾ [سورۃ النعام: ۲۳] قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے، ہم شرک کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ﴿أَنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ﴾ [آل عمران: ۲۲] ویکھو کیسا جھوٹ بولا ہے انہوں نے اپنی جانوں پر۔ تو شرک سے زیادہ بے حیا کوئی نہیں ہے۔

چونکہ ضابطہ ہے کہ مدحی کے ذمہ ہے گواہ پیش کرنا الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَعِّيِّ وَالْمُهَمَّنَ عَلَى مَنْ أُنْكَرَ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نوح ﷺ سے فرمائیں گے مَنْ يُشَهِّدُ لَكَ تَيْرًا گواہ کون ہے؟ نوح جواب میں فرمائیں گے محمد وَ أَمْتَهَةً (یہ میں بخاری شریف کی روایت کا خلاصہ پیش کر رہا ہوں)۔ امت محمد ﷺ کو بیان کیا جائے گا کہ کیا نوح ﷺ نے تبلیغ کی تھی؟ یہ امت کہے گی ہاں انواع ﷺ نے تبلیغ کی تھی۔

اس امت کے گواہی دینے کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے ﴿لَتَكُونُوا شَهِدًا عَلَى النَّاسِ﴾ [سورة البقرة: ١٢٣] "تاکہ ہو جاؤ تم لوگوں پر گواہی دینے والے۔" توجہ یہ امت گواہی دے گی تو نوح عليه السلام کی امت کے گی ان کی گواہی منظور نہیں ہے کہ یہ موقع پر موجود نہیں تھے یہ تو ہم سے ہزاروں سال بعد کے ہیں گواہ تموقّع کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امت سے کہیں گے سنتے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ امت کے گی اے پروردگار ایسا بات شکیک ہے مگر ہم سچے ہیں کیوں کہ ہم نے تیری پاک اور چی کتاب میں پڑھا ہے ﴿وَلَقَدْ أَمْرَسْلَيْتُ حَارِقَ تُوْمَهْ قَتَالَ لِقَوْمِهِ اَعْبُدُ دُولَةَ مَا لَكُمْ فِيْنَ الْوَعْيَزُرَةِ﴾ [المومنون: ٢٣] "اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح عليه السلام کو ان کی قوم کی طرف پس کھاناخوں نے کہاے میری قوم! عبادت کرو اند تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبدو۔" اور اے پروردگار اتیرے آخری پیغمبر نے بھی ہمیں بتایا کہ قَدْبَلَغَ نُوحُ قَوْمَهُ "تحقیق نوح عليه السلام نے اپنی قوم کو تعلیف کی۔" اے پروردگار! اگر تیری کتاب چی ہے اور تیرا پیغمبر سچا ہے تو پھر ہم بھی سچے ہیں۔ اور جب کوئی اہم مسئلہ ہوتا ہے تو وہاں گواہوں کی بھی صفائی ہوتی ہے جس کو تزکیۃ الشہود کہتے ہیں۔ تو پھر آنحضرت ﷺ اس امت کی صفائی پیش کریں گے وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور ہوں گے رسول ﷺ اسی ستم پر گواہ کہ میری امت نے جو کچھ کہا ہے حق کہا ہے۔ تو اس طرح فیصلہ ہو جائے گا۔

قیامت اور موت کا علم کسی کو نہیں ہے

الله تعالى فرماتے ہیں ھو یقُولُونَ مَنْ هَذَا الْوَعْدُ لَهُ اور وہ کہتے ہیں کہ آئے گا وہ عده، قامست کہ لا وہ گے، فصلے

کب ہوں گے؟ بتاؤ ﴿إِنَّ اللَّهَمْ لَطِيقُنَّ﴾ اگر ہوتا ہے۔ میں نہیں بتایا گیا کہ قیامت کب آئے گی ہمیں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ قیامت آئے گی یہ راز کی بات ہے اور اس میں حکمت ہے جیسے مرنے کا وقت کسی کو نہیں بتایا گیا۔ اگر وقت بتادیتے تو دنیا کا کوئی کام نہ جل سکتا جس نے میں سال بعد مرنا ہے وہ ابھی سے سوکھنا شروع ہو جاتا ہے ارب تعالیٰ نے نہیں بتایا چاہے آج ہی مر جائے اتنا بتلا دیا کہ ہر آدمی نے مرنے ہے۔ اسی طرح قیامت حق ہے مگر وقت کا کسی کو علم نہیں ہے۔

﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿لَا أَمْلِكُ الْفُقْسَىٰ وَلَا تَفْعَالَ﴾ میں مالک نہیں ہوں اپنے لیے ضرر کا اور نفع کا ﴿لَا مَا شَاءَ اللَّهُ بِهِ مُكْرُوهٌ﴾ جو رب چاہے۔ یاد رکھنا! خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیے، نفع دینے والا بھی رب ہے اور نقصان پہنچانے والا بھی رب ہی ہے۔ سورۃ یوسف آیت نمبر ۷۰ میں ہے ﴿وَإِنْ يَمْسَكَ اللَّهُ بِضُيُّهِ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ اور اگر پہنچائے تجوہ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا ﴿وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَمَّا آتَهُ فَضْلَهُ﴾ اور اگر پہنچائے تجوہ کو بھلانی تو کوئی پھیرنے والا نہیں ہے اس کے فضل کو۔ اور سورۃ جن میں ہے ﴿إِنْ لَا أَمْلِكُ الْكُنْمَ صَرَاً وَلَا هَرَقَدًا﴾ میں محاربے لیے نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بہتر خصیت اپنے لیے نفع اور نقصان کی مالک نہیں ہے تو:

رسد چہ بگراں

اور کون ہوتا ہے کہ اس کے پاس خدائی اختیارات ہوں۔ ﴿لِكُلِّ أَمْقَأْجَلٍ﴾ ہر امت کے لیے ایک میعاد مقرر ہے ﴿إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ﴾ جب آئے گی ان کی میعاد ﴿فَلَا يَسْتَأْجِرُونَ سَاعَةً﴾ پس نہیں مورخ ہوں گے ایک گھری ﴿وَلَا يَسْتَغْرِفُونَ﴾ اور نہ آگے ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قانون بڑا اٹل، محکم اور مضبوط ہے۔ اس میں کوئی تحریز تبدل نہیں ہے۔

### سچے اعلان

﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿أَتَرَعْلِمُ﴾ بھلام تم بتلاو ﴿إِنْ أَشْكُمْ عَذَابَهُ يَبَاشَا﴾ اگر آجائے اس کا عذاب رات کے وقت ﴿أَذْنَهَا رَا﴾ یادن کے وقت ﴿مَاذَا يَسْتَغْرِلُ مِنْهُ اللَّهُجُرُ مُؤْنَ﴾ کیا جلدی کر لیں گے اس سے مجرم لوگ ﴿أَمْمَ إِذَا مَا ذَقَتُ﴾ پھر کیا جس وقت وہ واقع ہو گیا ﴿أَمْنَثُمْ بِهِ﴾ تو اس پر ایمان لاو گے ﴿اللَّهُ﴾ اب ایمان لاتے ہو ﴿وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ شَتَّعِيلُونَ﴾ اور تحقیق تھے تم اس کے ساتھ جلدی کرنے والے ﴿لَمْ قَتِيلَ لِلَّذِينَ خَلَمُوا﴾ پھر کہا جائے گا ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا ﴿ذُؤْلُفُوا عَذَابَ الْخُلُدِ﴾ چکھو ہمیشہ کا عذاب ﴿كُلُّ تَعْزُرٌ وَنَ﴾ ﴿إِلَّا بِهَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ﴾ نہیں بدله دیا جائے گا تمھیں مگر اس کا جو تم کرتے تھے ﴿وَيَسْتَهْوِنُكَ﴾ اور آپ سے خبر طلب کرتے ہیں ﴿أَحَقُّهُمْ﴾ کیا یہ بات حق ہے ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿إِنْ وَرَأَيْتَ﴾ ہاں میرے رب کی قسم ہے ﴿إِلَهُ لَعْنُ﴾ بے شک البتہ یہ بات حق ہے ﴿وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾ اور نہیں ہوتا عاجز کرنے والے ﴿وَلَوْ

اُن لکل نفیس ہے اور اگر ہر نفس کے لیے ﴿فَلَكُلٌ نَّفِيسٌ﴾ جس نے ظلم کیا ﴿مَا فِي الْأَرْضِ﴾ جو کچھ زمین میں ہے ﴿لَا يَنْدَثِرُ بِهِ﴾ البتہ وہ فدیہ دے اس کے ساتھ ﴿وَأَسْئِرُوا اللَّدَّا مَهْ﴾ اور تجھا میں گے شرمندگی کو ﴿لَا يَأْتِي أَدَافِعُ﴾ العذاب ہے جب کہ دیکھیں گے وہ عذاب کو ﴿وَقُضَى بَيْنَهُمْ بِالْقُسْطِ﴾ اور فیصلہ کر دیا جائے گا ان کے درمیان انصاف کے ساتھ ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿أَلَا إِنَّ اللَّهَ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ خبردار بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے ﴿أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌ﴾ خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے ﴿وَلَكُنَّ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے ﴿هُوَ يُحْيِي وَيُمُيَتُ﴾ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے ﴿وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ گزشتہ درس میں تم نے یہ بات سنی کہ کافروں نے کہا مثیل هذلۃ اللُّوْغَدِ جس عذاب کی قسم و مکمل دیتے ہو وہ کب آئے گا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ عذاب لانا میرے بس میں نہیں ہے۔ بلکہ میں تو اپنے نفع، نقصان کا مالک نہیں ہوں یہ رب تعالیٰ کا کام ہے اور نافرمانوں پر عذاب بہر حال آئے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلْنَ﴾ آپ کہہ دیں ﴿أَنَّ أَنْتُمْ عَذَابُهُ بَيْتَانًا﴾ اگر آجائے اس کا عذاب رات کے وقت ﴿أَوْ تَهَارًا﴾ یادن کے وقت ﴿مَاذَا يَسْعَى مِنْهُ النَّعِيْمُونَ﴾ کیا جلدی کر لیں گے اس سے مجرم لوگ بچنے کے لیے۔ جب رب تعالیٰ کا عذاب آئے گا تو اس سے بچاؤ کیا انتہام کر سکو گے؟ اس کی گرفت سے کون بچ سکے گا وہ ایک لمحے میں بہت کچھ کر سکتا ہے۔

### اللہ تعالیٰ کے عذاب سے آدمی بچ نہیں سکتا

آج سے چند سال قبل جاپان میں صرف سترہ سینٹر کا زلزلہ آیا تھا۔ اس سے اتنی تباہی ہوئی کہ حکومت جاپان نے کہا تھا کہ زلزلے سے جتنا نقصان ہوا ہے ہم بچاں سال تک پورا نہیں کر سکتے حالانکہ صنعت کے لحاظ سے جاپان تمام ملکوں سے آگے ہے۔ ﴿إِنَّمَا إِذَا مَا ذَقَهُ﴾ پھر کیا جس وقت وہ عذاب واقع ہوگا ﴿إِمْسَתُمْ بِهِ﴾ تو اس پر ایمان لاوے گے۔ ﴿بِهِ﴾ کی ہے، ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف بھی لوٹاتے ہیں اس وقت اس کا مطلب ہوگا کہ پھر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوے گے۔ اس کی ضمیر قرآن پاک کی طرف بھی لوٹاتے ہیں تو پھر معنی ہوگا پھر قرآن پاک پر ایمان لاوے گے اور عذاب کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے۔ اس وقت معنی ہوگا پھر عذاب پر ایمان لاوے گے۔ جب واقع ہو جائے گا پھر انوکے۔ اس وقت کہا جائے گا ﴿أَلَّا إِنَّمَا يَأْتِي عَذَابُ اللَّهِ بِمَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ وَمَنْ يَأْتِي عَذَابَهُ بِهِ يَوْمَ الْوَعْدِ﴾ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ جس وقت اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے اس وقت کا ایمان معتبر نہیں ہے۔

صرف حضرت یوسف صلی اللہ علیہ و سلّم کی قوم تھی کہ جب عذاب کا آغاز ہوا تو وہ لوگ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے عذاب کو تال دیا باتی کی قوم سے نہیں ملا کلمہ قتیل للذین ظلموا پھر کہا جائے گا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا ذذکروا عذاب الْحَلُولِ پھر کوئی ہمیشہ کا عذاب۔ مجرموں پر جب عذاب آتا ہے تو پھر اس کا تسلسل ختم نہیں ہوتا، دنیاوی عذاب کے بعد قبر کا عذاب، پھر میدان محشر میں، پھر بیل صراط پر گزرتے ہوئے اور پھر دوزخ کا عذاب تو ہمیشہ کا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آئے گا فَهُلْ يَجِدُونَ إِلَيْهَا أُنْثُمْ تَكُسِّبُونَ نہیں بدلتا ریا جائے گا تھیں مگر اس کا جو تم کماتے ہو۔

آگے ان کے مذاق کا ذکر ہے وَذِي شَفَاعَةٍ لَكُمْ أَحَقُّهُمْ هُوَ اور آپ سے یہ بُر طلب کرتے ہیں کا معنی ہے خبراً اور باب استغفار طلب کے لیے آتا ہے کہ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ عذاب آئے گا کیا یہ حق ہے، حق ہے؟ فَلَمْ آپ کہہ دیں إِنِّي میں سے رہیں هُوَ میرے رب کی قسم ہے إِنَّهُ لَحَقِّي بے شک یہ بات البته حق ہے۔ تمہارے انکار کرنے کی وجہ سے وہ مٹے گا نہیں اور آئے گا اپنے وقت پر وَمَا أَنْتُمْ بِعَجِزٍ عَنِ اور نہیں ہوتا تم عاجز کرنے والے کہ اللہ تعالیٰ عذاب نہ لاسکے معاذ اللہ تعالیٰ۔ آج تو تم ایسی باتیں کرتے ہو کل کیا بنے گا کہ وَلَوْ أَنَّ لِهِنَّ لَقَسْ فَلَمَّا نہیں ظلم کیا أَنْ اگر ہو ہر نفس کے لیے جس نے ظلم کیا مَا اپنے جو کچھ زمین میں ہے وہ سارا اس کو مل جائے۔ اور سورۃ آل عمران آیت نمبر ۹۱ میں ہے فَلَمَّا يُقْبَلُ مِنْ أَحَدِهِمْ وَالْأَنْرَاضُ ذَهَبَأُرْؤَافْتَلِي یہ بِهِ ”بس ہر گز قبول نہیں کی جائے گی ان میں سے کسی ایک سے ساری زمین سونے سے بھری ہوئی ہو مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک، زمین کے فرش سے لے کر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو جائے اگرچہ وہ اس کا فندیدے دے دے۔“ وَمِنْهُ مَعَهُ [سورۃ الزمر] اور اتنی دنیا اور تصور کرلو وہ بھی سونے کے ساتھ بھری ہوئی ہو اور اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ اے بندے اس بکھڑے کے کر اپنی جان چھڑانے کے لیے آمادہ ہے۔

لَا نَشَدُثُ بِهِ البته و فندیدے دے اس کے ساتھ اگر بالفرض کسی کے پاس ہو۔ اور سورۃ المعارج آیت نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ میں ہے لَوْيَدُ الْمُجْوَرُ لَوْيَقْتَلُنَّ مِنْ عَذَابٍ يَوْمَنِ يَبْيَسُوكُلُّ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخْيَهُ وَلَقَهْيَاتِهِ الْقِيَ شُوَيْنُوكُلُّ وَمَنْ فِي الْأَنْرَاضِ جَيْعَانُمْ يَتَشَيَّهُ لِكَلَّا ” مجرم خواہش کرے گا کاش کہ وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کا فندیدے دے دے اور اپنی بیوی اور بھائی کو اور اپنے اس قبیلے کو جو اس کو پناہ دیتا تھا اور سب زمین پر رہنے والوں کو بھی (فندیدے میں پیش کر دے) پھر اپنے آپ کو بچا لے ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔“ دنیا میں تو بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ آدمی نے اپنی ماں کے لیے، باپ کے لیے، بیٹے بیٹی کے لیے، دوست کے لیے جان دے دی اور ان کو بچا لیا لیکن حشر میں ایسا نہیں ہو گا۔ سورۃ عبس میں ہے لَيْلَةَ يَنْزَلُ الْمُرْسَلُونَ أَخْيَهُ وَأَنْتَهُ وَأَبْيُوكُلُّ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ وَلَقَهْيَاتِهِ ” جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔“

اور بعض تفسیری روایات میں آتا ہے کہ ایک آدمی کا نیکیوں اور بدیوں والا پلہ بھاری ہو جائے اور تو جنت میں جا سکے۔ وہ آدمی بہت خوش ہو گا کہ ایک نیکی کی کیا بات

ہے بھائی کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، بینے کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، باپ کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، دوست کے پاس جائے گا وہ انکار کرے گا، آخر میں اپنی ماں کے پاس جائے گا اور کہے کہ آئُتُغْرِفُنِ کیا تو مجھے پہچانتی ہے؟ ماں کہے گی ہاں امیں نے تجھے بڑی تکلیف سے پیٹ میں رکھا پھر تجھے جتنا اور پالا۔

### حشر وال دن لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے

اور گز شستہ سبق میں تم پڑھ چکے ہو کد (يَتَعَاهِذُونَ بِيَتَهُمْ) "وہاں لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔" تو کہے گا اب مجھے ایک نیکی دے دوتا کہ میرا یہ اپار ہو جائے۔ وہ ماں کہے گی إِلَيْكَ عَلَيْنِ دُنْ ہو جائیں تجھے نیکی دے کر خود کہاں جاؤں گی؟ ایک نیکی کے لیے پورے میدانِ محشر میں پھرے گا کوئی ایک نیکی دینے کے لیے تیار نہیں ہو گا اور اپنے بد لے میں تمام برادری کو دوزخ میں ڈالنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (وَأَسْتَرِدَ الْمَدَامَةَ) اور چھپا کیس گے شرمندگی کو جس وقت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی ہو گی (هُوَ الْأَذْلَفُ الْجَلُوْفُ لِلْمُشْقِيْنَ لَهُ بُرْزَدَتُ الْجَهَنَّمُ لِلْمُؤْنِيْنَ) [ashra'ah: ۹۰-۹۱] اور قریب کر دی جائے گی جنتِ مقیموں کے اور دوزخِ گمراہوں کے سامنے کر دی جائے گی۔ (لَتَسَأَرَ أَوْالَعَذَابَ) جب کہ دیکھیں گے وہ عذاب کو (خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ) آنکھیں ان کی جھکی ہوں گی۔ تاکہ ہمارے دشمن ہمیں نہ دیکھیں مگر کب تک اپنے آپ کو چھپا کیس گے (وَقُضَى بِيَتَهُمْ بِالْقُضَطِ) اور فیصلہ کر دیا جائے گا ان کے درمیانِ انصاف کے ساتھ (وَفِيمَا لَا يُظْلَمُونَ) اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جو نیکی قاعدے کے مطابق کی ہے اس کا اجر ملے گا اور جو برائی نہیں کی وہ ذمے نہیں لگائی جائے گی۔ (إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ كَاْفِي السَّلَوَاتِ وَالْأَتْرَاضِ) خبردار بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسانوں میں اور زیمنوں میں۔ ان کا خالق بھی وہی ہے اور سک بھی اسی کی ہیں اور آسانوں میں تدبیر بھی وہ کرتا ہے، قیامت بھی اسی نے برپا کرنی ہے (إِنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ بِالْحَقِيقَةِ) خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ قیامت کا سچا ہے وہ آئے کے رہے گی (وَلِكُنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ) اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے۔ فرمایا یا درکھوا (هُوَ يَعْلَمُ وَيُوْسِيْتُ) اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی مارتا ہے اور یہ تمہارے مشاہدے کی بات ہے (وَإِلَيْهِ تُرْجَمَعُونَ) اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

رب تعالیٰ کی کس قدرت کا تم انکار کر سکتے ہو؟ آدمی کو قبرِ حشر یاد رکھنا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

((أَكْبَرُوا ذِكْرَ هَازِمِ الْمُلَادَاتِ الْمَوْتَ)).

"ذنوں کو ختم کر دینے والی چیزِ موت کو کثرت بے یاد کرو۔"

موت کو یاد کرو گے تو نیکوں کی فکر ہو گی اور برا نیکوں سے بچو گے۔ رب تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔ [آمین]



﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾ اے انسانو! ﴿قَدْ جَاءَكُم مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ تحقیق آجکی تمحارے پاس نصیحت تمحارے رب کی طرف سے ﴿وَشَفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ﴾ اور شفا ہے ان بیماریوں کے لیے جو سینوں میں ہیں ﴿وَهُنَّ مُرْسَلُونَ﴾ اور ہدایت ہے ﴿وَرَحْمَةٌ﴾ اور رحمت ہے ﴿الْمُؤْمِنُونَ﴾ ایمان والوں کے لئے ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿فَيُفْضِلُ اللَّهُ وَبِرَحْمَتِهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل پر اور اس کی رحمت پر ﴿فَمَنِ الْكَفِيرُ حُوا﴾ پس اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ خوش ہوں ﴿هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾ یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ اکٹھا کرتے ہیں ﴿قُلْ آتُوكُمْ﴾ آپ کہہ دیں بتاؤ! (اے لوگو!) ﴿مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ هَذِهِ﴾ جو اللہ نے نازل کیا ہے تمحارے لیے رزق ﴿فَاجْعَلْتُمْ قُلُّهُ حَرَامًا وَحَلَالًا﴾ پس بنایا تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿أَلَّهُ أَذْنَنَ لَكُمْ﴾ کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے ﴿أَمْ عَلَى اللَّهِ تَقْرِبُونَ﴾ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو ﴿وَمَا أَقْرَبُ الْأَذْيَنَ يَقْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَنْبَرَ﴾ اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر ﴿يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ تیامت کے دن ﴿إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ فضل کرنے والوگو!

قرآن کریم میں جن مسائل پر زور دیا گیا ہے ان میں سے ایک مسئلہ توحید کا ہے اور یہ اسلام کا جنیادی مسئلہ ہے اور توحید اس وقت تک سمجھنہیں آسکتی جب تک شرک کا مفہوم نہ سمجھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں شرک کا خوب رو کیا گیا ہے۔

مشرکین مکہ قیامت کے منکر تھے ۶۷

دوسرا مسئلہ قیامت کا ہے۔ مشرکین مکہ قیامت کا زور دار الفاظ میں انکار کرتے تھے اور کہتے تھے ﴿إِنَّا مُشْتَأْذَنُّا﴾  
 شراباً ذلک تَرْجِمَةً بعَيْنِدِه [سورة ق: ۳] کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آتا تو بہت بعید ہے۔ اور سورہ  
 مونون آیت نمبر ۲۶ میں ہے کہتے تھے ﴿فَهَيَّاتٌ هَيَّاتٌ لِمَا تُوَعَّدُونَ﴾ بعید ہے یہ بات بعید ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا  
 ہے۔ (کہ مرنے کے بعد شخص دوبارہ زندہ کیا جائے گا)۔ اور سورہ میم آیت نمبر ۸ میں ہے ﴿قَالَ رَبُّهُ مَنْ يُئْنِي الرَّحَمَةَ وَهُنَّ  
 مُهْوِّنُمْ﴾ کہتا ہے کون زندہ کرے گا اہنیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔ اور کہتے تھے ﴿إِنَّ هُنَّا لَا حَاجَةٌ إِلَيْهِنَّ مِنْ  
 رَّبِّهِمْ﴾ [سورة مونون: ۷-۸] یہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور نہیں، ہم دوبارہ  
 اٹھائے جائیں گے۔ لہذا قرآن پاک میں قیامت کے مسئلے کا بھی زور دار الفاظ میں اثبات کیا گیا اور مشرکین کے غلط  
 عقیدے کا رد کیا گیا اور ان بیماری سائل میں سے رسالت کا مسئلہ بھی ہے۔

مشرکین بشر کے رسول ہونے کو مناسب نہیں سمجھتے تھے ۔

رسالت کے مفہوم کو تودہ سمجھتے تھے مگر کہتے تھے کہ رسول کا بشر ہونا مناسب نہیں ہے، رسول نوری مخلوق میں سے ہوتا چاہیے۔ قرآن پاک نے ان کے اس نظریے کی بھی تردید کی ہے۔ چنانچہ سورۃ النبی اسرائیل آیت نمبر ۹۵ میں ہے ﴿فَلَمَّا كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلِكَةً يَمْسُونُ مُطْبَقِيَنْ لَكَلَّا نَعْلَمُ لِمَ أَعْلَمُ بِهِمْ فَنِيَ السَّاءَ مَلِكًا عَرْشُوا لَا﴾ ”آپ کہہ دیں اگر ہوتے زمین پر فرشتے چلنے لئے والے تو یقیناً ہم اُمارتے ان پر آسمان کی طرف سے فرشتے رسول بناؤ کر۔“ لیکن چونکہ زمین کی خلافت انسان کو دی ہے لہذا اس کی اصلاح اور ہدایت کے لیے بھی ان کی جیسی انسان سے ہوگا اور ان بنیادی مسئلے اور عقائد میں سے قرآن کی حقانیت بھی ہے۔ پہلے تو حید کا مسئلہ بیان ہوا پھر قیامت کا اور اپنے قرآن پاک کی حقانیت کا مسئلہ بیان فرماتے ہیں۔

قرآن کریم کا نصیحت اور شفا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (هٰيَا إِنَّمَا لِهَا الْأَشْيَاءُ ) اے انسانو! قرآن پاک انسانوں اور جنوں سب کے لیے ہے۔ لیکن زمین کی  
خلافت انسان کو دی گئی ہے۔ لہذا یہ اصل ہے اور جنات اس کے تابع ہیں اور خطاب اصل کو ہوتا ہے۔  
**(قَدْ جَاءَكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ)** یعنی تحقیق آنچہ نصیحت تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے، یہ قرآن پاک  
بڑی نصیحت والی کتاب ہے (وَشَفَاعَ لِمَنِ اصْدُرْجَ ) اور شفایہ ان تمام یہاڑیوں کے لیے جو سینوں میں ہیں۔ جیسے کفر ہے،  
شرک ہے، بعض ہے، حسد اور کینہ ہے، دنیا کی محبت ہے۔ قرآن کریم ان یہاڑیوں کے لیے شفا ہے۔ قرآن کریم جس طرح  
روحانی یہاڑیوں کے لیے شفا ہے اسی طرح جسمانی یہاڑیوں کے لیے بھی شفا ہے اور اس کی برکات ظاہری طور پر بھی ہیں اور باطنی  
طور پر بھی۔

مجبو ر تھے دوزتے ہوئے ان کے پاس آئے کہ سپید نائیغ "ہمارے سردار کو کسی زہر لی چیز نے کاٹ لیا ہے ہل  
بنگھر را ق تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے؟" ان میں انصار مدینہ میں سے نور حبی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی تھے  
جن کا نام سعد ابن مالک اہن سنان تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم دم کرتے ہیں مگر بغیر اجرت کے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم دیں گے  
ہمارا سردار نہیک ہو جائے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا گا انہا نشط من عقال "سردار

ایسا ہو گیا جیسے اس کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ ان کے ساتھ تیس بکریاں ملے تھیں کیوں کہ یہ تیس آدمی تھے کہ ہر ایک کو ایک ایک آجائے گی۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ دم پر اجرت جائز ہے اور اس کا بھی روایت مافذہ ہے۔ البتہ ہمارے اکابر کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مانگتے نہیں تھے کوئی خوشی سے دیتا تو نہ لیتے۔ صحابہ کرام ﷺ تیس بکریاں وصول کر کے کہنے لگے کہ آپس میں تقسیم کرو پھر کہنے لگے کہ جاتو مدینہ منورہ رہے ہیں الہذا آنحضرت ﷺ سے پوچھ لیں کہ جو کام ہم نے کیا ہے ٹھیک ہے یا نہیں اس کے بعد فیصلہ کریں گے۔

مدینہ منورہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کو سارا واقعہ سنایا اور پوچھا کہ یہ ہمارے لیے جائز ہے یا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **فَاصْرِبُوا إِلَى سَهْمَمَا مِنْهُمْ** "اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔" آپ ﷺ کا یہ فرمان لائق کے طور پر نہیں تھا بلکہ یہ بتانا مقصود تھا کہ اس کے لینے میں کوئی خرچ نہیں ہے اور ان کو لیتیں ہو جائے کہ اس میں ذرہ برابر بھی خرابی ہو تی تو آپ ﷺ کبھی نہ لیتے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو حکم دیا ہے ﴿كُلُّ أُوْنَانِ الْكَوْلَيْتِ وَأَعْلَمُوا أَصَالَحَاعَاهُ﴾ [المومنون: ۵۱] "پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوسعید اتحججے کس طرح معلوم ہوا کہ یہ سورۃ پڑھنی ہے؟ عرض کیا حضرت اہم نے آپ سے ساتھا کہ سورۃ فاتحہ کا نام شنا بھی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ شفاعة فرماتے ہیں اس لیے میں نے یہ پڑھی۔ تو جس طرح سورۃ فاتحہ شفاء ہے اسی طرح قرآن سارے کام سارے بیکار بیکار یوں کے لیے تو شفاء ہے، ظاہری بیکار یوں کے لیے بھی شفاء ہے۔ اگر کسی وقت ہمارے پڑھنے اور دم کرنے سے اثر نہیں ہوتا تو وہ ہم میں کسی ہے قرآن پاک میں کوئی کمی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو ونائے ہیں ان میں کوئی کمی نہیں ہے۔

**﴿وَهُدًىٰٰيٰ** اور قرآن کریم نری ہدایت ہے **﴿وَرَحْمَةٌ لِّلْمُوْلُودِينَ**) اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔ مومنوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ اس سے فائدہ وہ اٹھاتے ہیں ورنہ **بِالْقُوَّةِ هُدًىٰ لِّلَّٰٰسِ** ہے اور تمام مکلف غلوت چاہے انسان ہوں یا جنات ہوں سب کے لیے رحمت اور ہدایت ہے **﴿فَلِبِقْضِيلِ اللَّٰهِ بِرَحْمَتِهِ**) آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے فضل پر اور اس کی رحمت پر۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فضل سے مراد اسلام ہے اور رحمت سے مراد قرآن ہے۔ **﴿قَدْ لَكُمْ فَلِيْلَمَرْخَوْاْهُ** ہس اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ خوش ہوں۔ جن کو اللہ تعالیٰ اسلام کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان کی دولت نصیب فرمائے پھر اس کو قرآن کریم کی سمجھ عطا فرمائے۔ البتہ نکلی پر گھمند بڑی چیز ہے اور نکلی پر خوش ہونا اچھی بات ہے۔

### ایمان کی بہجان

مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت ایمان کی کوئی علامت بھی ہے؟ کہ جس

سے ہم سمجھیں کہ ہم موسن ہیں کیونکہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت اور نشانی ہوتی ہے جس سے اس شے کی شناخت ہوتی ہے۔ فرمایا، ہے! إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتْكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتْكَ فَأَنَّتْ مُؤْمِنٌ "جب تیری سکلی تجھے خوش کر دے کہ نیکی کرنے سے دل میں خوشی پیدا ہوا اور جب تیری برائی تجھے بری لگے کہ جب کوئی برائی کرو تو دل میں کرہ سن پیدا ہو کہ مجھ سے یہ کام کیوں ہوا ہے پس سمجھ لو کہ موسن ہو۔"

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قدح چھوٹا تھا۔ ناد اتفق آدمی ان کو دیکھ کر ان کے مقام کو نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ کتنی بڑی شخصیت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے کو علم سے منور کیا تھا۔ یہ تمام صحابہ کرام نہیں سے بڑے مفسر قرآن اور سب سے بڑے فقیر تھے۔ ان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ يُعْطِي الْأُنْيَاءَ مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ "بے شک اللہ تعالیٰ دنیا سے بھی دعا ہے جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت نہیں کرتا وَ لَا يُعْطِي اللَّهُ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ اور ایمان نہیں دینا مگر اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے وَ لَا يُعْطِي اللَّهُ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ اور دین نہیں دینا مگر اس کو کہ جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔" دین کی سمجھ، دین کا ولود، ذوق شوق، دین کی طرف میلان رجحان جس شخص میں پیدا ہو جائے وہ سمجھی کہ رب تعالیٰ نے اس کے ساتھ محبت کا ارادہ کر لیا ہے۔

اور بخاری شریف میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: مَنْ تُرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفْقِهُهُ فِي الدِّينِ "اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔" افضل سے مراد اسلام ہے کہ جس کو اسلام کی دولت مل گئی ہے اسے خوش ہونا چاہیے اور خوش ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمگرا اذالہ، جہنم یاں لگاؤ، چرانا کرو، اچھلو اور کو دو بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کر اے پروردگار اسیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں توفیق بخشی ہے کہ الحمد للہ! ہم مسلمان ہیں ہمیں قرآن پاک سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

﴿هُوَ حَمَدٌ مَثَانِيَ جَمِيعُونَ﴾ یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو دہ اکھا کرتے ہیں۔ سونا چاندی، مال و دولت جو کچھ بھی جمع کرتے ہیں اس کے مقابلے میں یہ بہتر ہے اور قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کے مقابلے میں دنیا و ما فیہا کے خزانے بیچ ہیں۔ ﴿قُلْ أَتَهُنَّئُنَّا﴾ آپ ان سے کہہ دیں بتاؤ (اے لوگو!) ﴿مَا أَنْزَلَ اللَّهُ كُلُّمٍ بِمِنْ تَبَرُّزِي﴾ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تمہارے لیے رزق۔ نازل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بارش آسمان کی سے نازل ہوتی ہے اس رزق سے پھل فصلیں پیدا ہوتی ہیں ﴿أَنَّهُمْ قَاتَلُوكُلَّمُ قَاتَلَهُ حَرَامًا وَ حَلَالًا﴾ پس بنایا تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال اپنی مرضی سے ﴿فُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿أَنَّهُ أَذَنَ لَكُلَّمٍ﴾ کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے اس کو حلال کرو اور اس کو حرام کرو۔

کسی شے کو حلال حرام کرنا اللہ تعالیٰ کا منصب ہے یا

مسئلہ یہ ہے کہ حلال حرام کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے۔ حقائق میں یہ صفت اور اختیار رب تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا اگر یہ

## ذخیرہ الجہان فی فہم القرآن : حصہ ۹

اختیار مخلوق میں سے کسی کو حاصل ہوتا تو حضرت محمد ﷺ کو ہوتا کیونکہ ساری مخلوق میں بونی فضیلت والی شخصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن حلال و حرام کرنے کا اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں تھا۔ آپ نے خانگی مصلحت کے لیے ایک مرتبہ اپنی ذات کے لیے شہد حرام کیا تو اس پر پوری سورۃ تحریم نازل ہوئی ﴿إِنَّهَا لِلَّهِ الْحُرْمَةُ مَا أَحَلَ اللَّهُ لَكُمْ﴾ اے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے کیوں حرام کر دی وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال فرمائی ہے۔ آگے فرمایا ﴿Qَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ شَوَّالَةً أَيَّتَانِكُمْ﴾ ”رب تعالیٰ نے فرض کیا تم پر کہ قسم کو توڑو۔“ اور جو چیز حلال ہے اس کو استعمال کرو۔

اور حضرت علی بن ابی ذئب نے ارادہ کیا تھا ابو جہل کی لڑکی جویریہ کے ساتھ نکاح کرنے کا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا چلا تو بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی ذئب کو بلوایا اور فرمایا اے علی! مجھے خبر ملی ہے کہ تو جویریہ بنت ابو جہل کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے (جویریہ مسلمان ہو چکی تھی اور بھرت کر کے مدینہ منورہ آچکی تھی) یہ خبر اور افواہ صحیح ہے؟ کہنے لگے حضرت! کچھ ارادہ تو ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! لَسْتُ أَحِيدُمْ حَلَالًا وَ لَا أَحِيلُ حَرَامًا” جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال کر دی ہے میں اس کو حرام کرنے کا مجاز نہیں ہوں اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہے میں اس کو حلال کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ یہ رشتہ تیرے لیے جا کر اور حلال ہے لیکن میں فاطمہ کا باب ہوں اس کا مزاد اور ہے اور اس خاندان کی عورتوں کا مزاد اور ہے۔ اس کو میں سمجھتا ہوں اس لیے تو نے اگر اس کے ساتھ نکاح کرنا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دو یعنی مصلحت بھی دیکھنی چاہیے۔

چنانچہ جب تک حضرت فاطمہؓ زندہ رہی ہیں حضرت علی بن ابی ذئب نے کسی اور عورت سے شادی نہیں کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ زندگی کی وفات ہوئی اس کے بعد حضرت علی بن ابی ذئب نے کئی عورتوں کے ساتھ نکاح کیا۔ تو حلال و حرام کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سو اکسی شخصیت کو حاصل نہیں ہے۔

تو فرمایا کہ یہ جو تم چیزوں کو حلال و حرام کرتے ہو کیا اللہ تعالیٰ نے تھیں اجازت دی ہے ﴿أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ﴾ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ جو چیز رب تعالیٰ نے حلال کی دنیا کی کوئی طاقت اس کو حرام نہیں کر سکتی اور جس چیز کو رب تعالیٰ نے حرام ہبھرا یا ہے ساری دنیا کسی ہو کر اس کو حلال نہیں کر سکتی۔

**هُوَ مَا لَكُنَّ الَّذِينَ يَعْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَلْبَ بَيْرُمَ الْقِيمَةَ** اور کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں، رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں **غَنِيَّةُ ابْنِ اللَّهِ** اور **الْمَرْبِيَّةُ ابْنِ اللَّهِ** کہتے ہیں۔ **وَيَجْعَلُونَ بَهْوَ الْمُهْتَبِ** اور اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔ یہ جو رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا کیا خیال ہے قیامت والے دن کیا ہو گا ایسے ہی جھوٹ جائیں گے باز پرس نہیں ہوگی۔ قاعدہ تو یہ ہے **فَتَنَّ يَعْتَلُ** **مُتَقَالَ ذَرَّةٌ وَ خَدْرَةٌ** ایسا ہے **وَمَنْ يَعْتَلُ مُتَقَالَ ذَرَّةٌ وَ شَرَّةٌ** ایسا ہے۔ اور جس کسی نے ایک ذرہ کے برابر نکلی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور ہر چیز کا باقاعدہ جواب دینا ہو گا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَذُو الْقُبْلَى عَلَى الْأَنْفَاسِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر کہی لوگ اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں، اس کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں، اس کے پیغمبروں کی توبہ کرتے ہیں، انکار کرتے ہیں پھر بھی رب تعالیٰ ان کو رحم دیتا ہے، اولاد دیتا ہے کتابہ امیران ہے ﴿وَلَكُنَّ أَكْثَرُهُمْ لَا يَشْكُرُونَ﴾ اور لیکن اکثر ان میں سے شکرا دنگیں کرتے۔ رب تعالیٰ کی شکری کرتے ہیں۔

### ~~~~~

﴿وَمَا تَنْلَوْنَ فِي شَاءْنَ﴾ اور نہیں ہوتے آپ کسی حال میں ﴿ذَهَابَتِلُوْا مِنْ قُرْآنٍ﴾ اور نہیں تلاوت کرتے اس حال میں قرآن سے ﴿وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ﴾ اور نہیں عمل کرتے تم کوئی عمل ﴿إِلَّا كُلَّا عَلَيْكُمْ شَهْوَدًا﴾ مگر ہم حاضر ہوتے ہیں تم پر ﴿إِذْ تُفْيِضُونَ فِيهِ﴾ جس وقت تم مشغول ہوتے ہو اس کام میں ﴿وَمَا يَعْزِبُ عَنْ رَبِّكَ﴾ اور نہیں غائب تیرے رب سے ﴿وَمِنْ قُمَّقَالِ ذَرَرَةٍ فِي الْأَرْضِ﴾ ایک ذرہ برابر چیز بھی زمین میں ﴿وَلَا فِي الشَّهَادَةِ﴾ اور نہ آسمان میں ﴿وَلَا أَصْفَرَ مِنْ ذِلْكَ وَلَا أَكْثَرَ﴾ اور نہ اس ذرے سے کوئی چھوٹی چیز اور نہ بڑی ﴿وَلَا فِي الْأَنْجَوْنَ﴾ مگر وہ ایسی کتاب میں درج ہے جو واضح ہے ﴿إِلَّا إِنَّ أَذْلِيَاءَ اللَّهِ﴾ خبردار! بے شک جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں ﴿لَا خُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ نہ خوف ہو گا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿إِنَّمَا يَأْمُرُوا وَمَا يُنْهَا يَنْهَوْنَ﴾ دلی وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور وہ تحقیقی ہیں ﴿لَهُمُ الْبُشَارِيَ فِي الْعِيْوَةِ الدُّنْيَا﴾ ان کے لیے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں ﴿وَفِي الْأَخْرَةِ﴾ اور آخرت میں ﴿لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ﴾ نہیں ہے تبدیل اللہ تعالیٰ کے کلمات میں ﴿ذِلْكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ سہی ہے بڑی کامیابی۔

### اللہ تعالیٰ کو حاضر نا ضر سمجھنا بنیادی حقیقتہ ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق جن بنیادی عقائد کا رکھنا ضروری اور لازمی ہے کہ جن کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا ان میں سے ایک بھی ہے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے سوا کوئی حاضر و ناظر نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا بھی بنیادی چیز ہے کہ رب تعالیٰ سب چیزوں کو جانتے ہیں ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا تَنْلَوْنَ فِي شَاءْنَ﴾ اور نہیں ہوتے آپ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کی حالت ﴿ذَهَابَتِلُوْا مِنْ قُرْآنٍ﴾ اور نہیں تلاوت کرتے اس حال میں قرآن سے۔ اس حال سے مراد یہ ہے کہ ہر طریقے ہو کہ تلاوت کرتے ہو، یعنی کہ تلاوت کرتے ہو، لیٹ کر تلاوت کرتے ہو، چلتے پھرتے کرتے ہو، سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔ آگے امتیوں کو خطاب ہے ﴿وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ﴾ اور اے امتیوں نہیں عمل کرتے تم کوئی عمل ﴿إِلَّا كُلَّا عَلَيْكُمْ﴾۔

شہوداً) مگر ہم حاضر ہوتے ہیں تم پر یعنی اس عقیدے کو تم اچھی طرح ذہن میں رکھو کہ تم جو کچھ عمل کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے وہ دیکھ رہا ہے۔ شہود جمع ہے شاہد کی۔ شاہد کا معنی ہے حاضر۔ جو کام تم کرتے ہو اور جس کام میں تم مصروف ہو وہ بال اللہ موجود ہے (إِذْ تَعْبُدُونَ فِيهِ) جس وقت تم مشغول ہوتے ہو اس کام میں۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفت حاضر و ناظر میں کوئی شریک نہیں ہے۔ آگے صفت علم کا ذکر ہے (وَمَا يَعْزَبُ عَنْ رَبِّكَ) یہ اور نہیں غائب تیرے رب سے (وَمَنْ يَفْتَأِلِي دَهْرَ قَوْلِي إِلَّا شَرِطٌ) ایک ذرہ برابر چیز بھی زمین میں (وَلَا فِي السَّمَااءِ) اور نہ آسمان میں۔ وہ ذرہ چاہے زمین میں ہو یا آسمان میں ہو۔ ذرہ سرخ رنگ کی چیزوں کو بھی کہتے ہیں جو نظر نہیں آتی اور ہوا میں جو باریک ذرات ہیں ان پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

تو یہ عقیدہ رکھو کہ ہر جگہ حاضر و ناظر بھی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور ذرے کا علم بھی رب تعالیٰ رکھتا ہے (وَلَا أَضْفَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثُرُهُ) اور نہ اس ذرے سے کوئی چھوٹی چیز اور نہ بڑی چیز اسکی ہے جو رب تعالیٰ کے علم سے خارج ہو (إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ) مگر وہ ایسی کتاب میں درج ہے جو واضح ہے۔ کتاب میں سے مراد لوح حفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے دنیا پیدا کی ہے اس وقت سے لے کر دخول جنت و نارتک کی سب چیزوں لوح حفظ میں درج ہیں۔ دنیا کی پیدائش سے پہلے کی چیزوں اور مومن، کافر کے جنت، دوسری میں داخل ہونے کے بعد ہمیشہ کی چیزوں کا علم صرف رب تعالیٰ کے پاس ہے۔ کیون کہ لوح حفظ ایک متعین چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ازاں اور ابدی ہے، جس کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا ہے اور لوح حفظ اللہ تعالیٰ کے علم کے کروڑ کروڑ کا کروڑ وال حصہ بھی نہیں ہے اور رب تعالیٰ کی اس صفت علم میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔ لیکن دنیا میں غلط سے غلط عقیدہ رکھنے والے لوگ بھی موجود ہیں۔

### احمد رضا خان کے غلط نظریات

احمد رضا خان صاحب اپنی متعدد کتابوں میں لکھتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر دخول جنت و نارتک اور از شرق تا غرب از شمال تا جنوب از فرش تا عرش کوئی ذرہ اور کوئی قطرہ بھی نہیں جس کا علم آنحضرت ﷺ کو نہ ہو، لا حکوم و لا قوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ تو شرک ہے رب تعالیٰ کے ساتھ تو پھر کہتے ہیں کہ یہ سارا علم رب نے آپ ﷺ کو دیا ہے یعنی شرک تب ہے کہ ذاتی علم مانا جائے۔ یہ توزب تعالیٰ کا اعطای کیا ہوا ہے۔

### اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی شریک نہیں

یاد رکھنا! ان کی یہ دلوں با تمن غلط ہیں۔ نہ یہ سارا علم آپ ﷺ کو حاصل تھا اور نہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا تھا۔ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورۃ، سورۃ توبہ ہے [بخاری، ج ۲، ح ۲۲۶] اس کے بعد صرف سورۃ نصر نازل ہوئی ہے۔ اس آخری سورت میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں (وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ شَرِدُوا عَلَى الْفَقَاقِ لَا يَعْلَمُنَّ لَعْنَنَ تَعْلَمُنَ) اور بعض مدینے والے ازے ہوئے ہیں نفاق پر اے محمد ﷺ! آپ ان کو نہیں جانتے صرف ہم ہی ان کو

جانتے ہیں۔“

یہ ارشاد اس امر پر واضح دلیل ہے کہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حد کمال کو پہنچا ہوا تھا اور جو نفاق پر اثر ہے ہوئے اور بہند تھا ان کو بھی جناب نبی کریم ﷺ نہیں جانتے تھے۔ اگر آپ ﷺ کو علم غیب اور جمیع مَا کَانَ وَمَا يَكُونُ کا علم ہوتا تو لا حال آپ ﷺ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ آپ ﷺ ان کو نہیں جانتے فقط ہم ہی جانتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کون سی آیت نازل ہوئی ہے جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ ان منافقوں کا علم بھی آپ ﷺ کو دیا گیا ہے؟ اور سورۃ سیمین میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿مَا عَلِمْنَا إِلَّا شِعْرًا وَمَا يَكْتُبُنَّ لَهُ﴾ اور ہم نے اس (جناب نبی کریم ﷺ) کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور یہ ان کے لائق بھی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اشعار کی تعلیم دی ہی نہیں اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی تعلیم نہیں دی اور کہاں سے حاصل ہو گئی؟ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ ان کے متعلق سورۃ مومن میں ہے ﴿وَ لَقَدْ أَنْزَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ كُنْ قَصْصًا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ قُنْ لَمْ قَصْصًا عَلَيْكَ﴾ اور البتہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول سچے ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بعض کے احوال ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔ ان کا علم رب نے آپ ﷺ کو نہیں دیا۔

شیعہ کا الفاظ قرآن پاک میں دو فعاً یا ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: لَا أَذْرِنِي أَتُبْعِي تَبِي أَمْ لَا مِنْ نِيمْ جَانِتَ بَحْثَهُ اس کا علم نہیں کہ قیمی تھے یا نمی نہیں تھے۔ وَ لَا أَذْرِنِي أَذْنِي الْقُرْنَيْنِ نَبِيْ مَكَانَ أَمْ لَا ”بحث“ معلوم نہیں کرزو القرنین نبی تھے یا نہیں۔ یہ ابو داؤد وغیرہ کی روایت ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کے متعلق ذرے کے ذرے کے علم کا عقیدہ رکھنا صریحاً قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ یہ عقیدہ اچھی طرح یاد رکھیں کہ ہر جگہ حاضر و ناظر صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے اور ذرے کے علم بھی صرف پروردگار کو ہے اور کسی کو نہیں ہے۔

### اولیاء اللہ کی تعریف

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَلَا﴾ خبردار! ﴿إِنَّ أَوْلَيَاءَ اللَّهِ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ کے جو ولی ہیں ﴿لَا خُوفٌ عَلَيْهِمْ﴾ نہ خوف ہوگا ان پر ﴿وَلَا هُمْ يَخْرُجُونَ﴾ اور نہ وہ مغلکیں ہوں گے۔ آئندہ کے لیے کسی شے کا خدا شہرو تو اس کو خوف کہتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے نضل و کرم اور مہربانی سے جنت میں داخل ہو جائیں گے تو آئندہ پھر کوئی خطرہ نہیں ہوگا کہ ہمیں یہاں سے نکلا جائے گا یا ہم بیار ہوں گے یا مر جائیں گے اور یہ کوٹیاں ہم سے چھین لی جائیں گی۔ اور حزن کہتے ہیں گزشتہ کسی چیز پر غم کھانا۔ تو وہ اس بات کا غم نہیں کھائیں گے کہ کاش ہم دنیا میں نیکیاں کر لیتے کیوں کہ الحمد للہ! انہوں نے دنیا میں نیکیاں کی تھیں۔

اب رہی یہ بات کو ولی کہتے کہے ہیں؟ تورب تعالیٰ نے بالکل محصر دو جلوں میں ولی کی تعریف کی ہے۔ فرمایا ﴿الَّذِينَ امْسَواَوْ كَالْوَالِيَّمُونَ﴾ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔ تو ولی کے لیے ہمیں شرط یہ ہے کہ وہ مومن ہو ﴿وَ كَالْوَالِيَّمُونَ﴾ اور وہ

متقیٰ ہیں۔ یہ دوسری شرط ہے۔ متقیٰ اُسے کہتے ہیں کہ جو کام کرنے والے ہوں انہیں چھوڑنے نہ اور جو شے کرنے کے ہوں ان کے قریب نہ جائے۔ یہ ہے ولی، یہ نہیں کہ جو کپڑے اُتار کر نگد دھرنگ ہو کر پھرے اور کہے کہ میں ولی ہوں تو اس کو ولی مان لو۔ یا گھنٹر دل باندھ کر پھرے تو اس کو ولی مان لو بالکل نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی ولی نہیں ہو سکتا چاہے اس سے عجیب و غریب چیزیں ہی کیوں نہ صادر ہوں۔ دیکھو! دجال لعین کے ہاتھ سے بہت کچھ صادر ہو گا۔ مثلاً: اشارہ کرنے گا بارل اکٹھے ہو جائیں گے اور بارش بر سی شروع ہو جائے گی، پاؤں مارتے گا زمین سے سونا نکل آئے گا، غریب آدمی اسے کہے گا کہ میں بھوکار مکیا ہوں اشارہ کرنے گا اس کے پاس اتنی دولت ہو جائے گی کہ وہ سنجال نہیں سکے گا اور جو مومن دجال کا انکار کرے گا اس کا سارا سامان دجال کے پیچے چل پڑے گا۔ مومن کا گھر اس طرح خالی اور صاف ہو جائے گا جیسے ہتھی ہوتی ہے۔ کریاں پلنگ دغیرہ سب دجال کے پیچے چل پڑیں گے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک آدمی کے دو ٹکڑے کر کے ایک ادھر پھینک دے گا اور ایک ادھر پھینک کر درمیان سے گزر جائے گا پھر اسے زندہ کرے گا۔ تو اس کو ولی سمجھا جائے گا؟ ہرگز نہیں!

ای لیے فہمائے کرام اور متكلّمین جَنَاحِيْم فرماتے ہیں کہ جس کے ہاتھ سے عجیب و غریب چیزیں ظاہر ہوں اس کو ولی نہ سمجھو بلکہ یہ دیکھو کہ وہ مومن متقیٰ ہے یا نہیں۔ اگر مومن متقیٰ ہے اور پھر اس کے ہاتھ سے خلاف عادت چیزیں ظاہر ہوتی ہیں تو اس کی کرامت ہے اور اگر مومن متقیٰ نہیں ہے اور اس سے عجیب و غریب چیزیں ظاہر ہوتی ہیں تو استدرج ہے یعنی رب تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہے۔ گویا ولایت سے کرامت کی طرف جانا نہ کہ استدرج سے ولایت کی طرف۔ یوں کہ اگر محض عجیب چیز کا صادر ہونا ولایت کی ولیل ہو تو پھر دجال لعین کو تو ریس ال الاولیاء مانتا پڑے گا۔ بڑی عجیب و غریب چیزیں اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں گی اور وہ خدا ہونے کا دعویٰ بھی کرے گا۔ چونکہ وہ مومن نہیں ہو گا اس لیے وہ ولی نہیں بلکہ دجال لعین ہو گا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی ایسا بھی نہیں آیا جس نے اپنی امت کو دجال کے متعلق آگاہ نہ کیا ہو مگر میں ایک بات کہتا ہوں لئے یقُلْهُ نَبِيُّ قَبْلِيْنَ جو میرے سے پہلے کسی نبی نے نہیں کہی وہ یہ کہ دجال آغوَرٌ یعنی کانا ہو گا وَ إِنْ رَبَّكُمْ لَنِيْسٌ بِأَغْوَرٍ اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ دیکھو! بڑی عجیب بات ہے کہ بڑی عجیب و غریب چیزیں اس سے ظاہر ہوں گی مگر اپنے کانے پن کو دور نہیں کر سکے گا گویا رب تعالیٰ نے اس کے دجال ہونے کی علامت بتلائی ہے کہ ایک آنکھ آگے کو ابھری ہو گی بڑی بڑی لگئی مگر وہ اس کو تھیک نہیں کر سکے گا۔ تو ولی کی تعریف یہ ہے کہ وہ مومن ہوتا ہے اور متقیٰ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَتَمَّ اللَّهُمَّ إِنِّي فِي الْحَيَاةِ وَالْمُتَّمَّنَةِ فِي الْآخِرَةِ﴾ ان کے لیے خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ روایات میں آتا ہے کہ مومن صالح کی جب وفات ہوتی ہے تو فرشتے اس کے سامنے جنت میں اس کی کوئی کافر اس کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو نے یہاں جانا ہے تو اس کے دل میں شوق پیدا ہوتا ہے کہ جلدی جاؤں اور کافر

کے سامنے جہنم کا نقشہ پیش ہوتا ہے تو وہ زاری کرتا ہے اور کہتا ہے 『تَوَلَّ أَخْرَى شَيْقَ إِلَى أَجْلِ قَرِيبٍ فَأَصَدَّقَ وَآتَى فِنْ فِنَ الظِّلِّعَهُنَّ』 "ایے میرے پروردگارا کیوں نہیں تو نے مجھے مہلت دی تھڑی ہی مدت تک تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا نیکوں میں سے۔" توبہ کر لیتا ہے 『وَلَئِن يُؤْخِرَ اللَّهُ أَنفَسًا إِذَا جَاءَهُ أَجَنَّبًا』 [سرہ منافقون] "اور اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں مؤخر کرے گا کسی خانے میں سے موت جب اس کا وعدہ آگیا۔" وقت آنے کے بعد ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں ہو گی اور اس وقت توبہ، ایمان کوئی شے قبول نہیں ہو گی۔

اور آخرت میں قبر میں بھی ایمان والوں کو فرشتے خوشخبری سنائیں گے اور میدان محشر میں بھی اور جنت میں بھی خوشخبریاں ہوں گی 『لَا يَنْبَغِي مِنَ الْجَلِيلِ إِلَيْهِ الْمُتَوَهِّمُونَ』 نہیں ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کے کلمات میں۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ 『ذَلِكَ هُوَ الْقَوْزُ الْعَظِيمُ』 بھی بڑی کامیابی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں بھی خوشخبری ملے، آخرت میں بھی خوشخبری ملے اور عذاب سے بچ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقام میں بچن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد اور عورت کو نصیب فرمائے۔ (آمین)

### سچے حکم و حکایت

『وَلَيَخْرُجَنَّكَ قَوْلُهُمْ』 اور نہ غم میں ڈالے آپ کو ان کی بات 『إِنَّ الْعَزَّةَ إِلَيْهِ جَنِيعًا』 بے شک عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے سب 『هُوَ السَّيِّدُ الْعَلِيُّمُ』 ہے وہی سننے والا جانے والا ہے 『أَلَا إِنَّهُ يَلْهُ』 خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے 『مَنْ فِي السَّلَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَنْوَاضِ』 وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے اور وہ مخلوق جو زمینوں میں ہے ہو 『مَا يَرَى إِلَيْهِمُ الْأَنْبِيَّنَ』 اور نہیں پیروی کرتے وہ لوگ 『يَدْعُونَ وَنَدْعُونَ اللَّهُ شَرِيكًا』 ہے جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے شریکوں کو 『إِنَّ يَتَّمِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ』 نہیں پیروی کرتے مگر گمان کی 『وَإِنْ هُمْ إِلَيْخُرُصُونَ』 اور نہیں ہیں وہ مگر انکل سے بات کرتے 『هُوَ الْأَنْزِيُّ』 وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے 『جَعَلَ لَكُمُ الْأَيْلَلَ』 جس نے بنائی تھا رے لیے رات 『لَتَسْكُنُوا فِيهِ』 تاکہ تم اس میں آرام حاصل کرو 『وَاللَّهَ أَنْفَاصٌ』 اور دن کو روشن بنایا 『إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ』 بے شک اس میں خدا کی قدرت کی دلیلیں ہیں 『لَقَوْمٌ يَسْبَعُونَ』 اس قوم کے لیے جو سنتی ہے 『قَالُوا أَنَّهُ عَذَّلَ اللَّهُ وَلَدًا』 کہاں لوگوں نے اللہ تعالیٰ نے اولاد بنائی ہے 『سُبْحَانَهُ』 اس کی ذات پاک ہے 『فَوَالْغَنَّى』 وہ بے پرواہ ہے 『لَهُ عَالِيَ السَّلَوَاتِ وَعَافِ الْأَنْوَاضِ』 اسی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں 『إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِلَهْذَا』 نہیں ہے تمہارے پاس کوئی ولیں اس کی 『أَتَقْنُولُونَ عَلَى اللَّهِ』 کیا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر 『مَا لَا تَعْلَمُونَ』 وہ چیز جو تم نہیں جانتے 『قُلْ』 آپ کہہ دیں 『إِنَّ الْأَنْبِيَّ

يَقْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَنْبَرَ بَهْ بے شک وہ لوگ جو افتراء باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا **(لَا يَقْدِحُونَ)** وہ فلاج نہیں پائیں گے **(مَتَاعِنِ الدُّنْيَا)** تھوڑا سا فائدہ ہے دنیا میں **(ثُمَّ إِلَيْنَا مُرْجَعُهُمْ)** پھر ہماری طرف ہی ہے ان کا لوٹنا **(لَمْ تُدْيُقُهُمُ الْعَذَابُ الشَّدِيدُ)** پھر ہم ان کو چکھا سیں گے سخت عذاب **(إِنَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ)** اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے۔

### بشرکین کا انداز غیر مہذب تھا

آنحضرت ﷺ کے مقامین آپ ﷺ کے منہ پر بھی اور غائبانہ طور پر بھی ایسی باتیں کرتے تھے جو شرافت کی حد سے خارج تھیں۔ مجعون کہتے، سکور کہتے، جادوگر کہتے، کذاب کہتے، مفتری کہتے، غربت کے طعنے دیتے، جس سے طبعاً آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی اور یہ تکلیف انسان کے مزاج کی بات ہے۔ ہماری تحریری کی حیثیت ہے مگر نہیں بھی کوئی کہے کہ تم پاگل ہو، بڑے جھوٹے ہو، افتراء باندھتے ہو، بہتان تراش ہو تو تکلیف ہوگی۔ کسی مال دار سے بات کریں تو وہ کہے گا کہ تیرے پاس کون سی کوشی ہے جو مجھ سے بات کرتا ہے، کون سی دولت ہے تیرے پاس، تیری کیا پوزیشن ہے میرے ساتھ بات کرنے کی؟ تو طبعاً تکلیف ہوگی۔ اسی طرح آپ ﷺ کو تکلیف کو بھی ان کی باتوں سے تکلیف اور رنج ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا **(وَلَا يَحْرُثُكُمْ مَا أَورْثَنَا)** اور نعم میں ڈالے آپ کو ان کی بات کہ مخالف کا کام ہے مخالفت کرنا آپ ﷺ ان کی باتوں سے غلکنے نہ ہوں کیوں کہ **(إِنَّ الْعَزَّةَ لِلَّهِ حَمِيمًا)** بے شک عزت سری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور سورہ منافقون میں ہے **(وَلِلَّهِ الْعَزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِمُؤْمِنِيهِنَّ)** اور اللہ تعالیٰ کے لیے عزت ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے۔ عزت وہ ہے جو دن میں ہو، زبان سے انسان بہت کچھ کہہ جاتا ہے۔ کبھی گدھے کو بھی چھا کہہ دیتا ہے۔

اس میں ہمارے لیے سبق ہے کہ اگر مخالف تمہارے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے تو اس نے تو کرنا ہے تم اس کی پروانہ کرو اور اپنا کام کرتے جاؤ۔ علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے۔

تندیٰ با د مخالف سے نہ گھبراۓ عقاب!

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

وہ من تند ہوا ہے اس کی مخالفت سے تم اور بلند ہو جاؤ گے۔ (گویا مخالفت سے بہادر ہمت نہیں ہارتے بلکہ اپنی کوشش تجزی کر دیا کرتے ہیں)۔ وہ من کی باتوں سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ذہن بنالو کہ باتیں ہوئی ہی نہیں ہیں۔

**(لَهُمُوا الشَّيْءُونَ الْعَلِيُّونَ)** وہی سننے والانے والا ہے **(أَلَا إِنَّمَا يَنْهَا مِنِّي السُّوَاقُ وَمَنِّي الْأَنْرَاضُ)** خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ تخلوق جو آسمانوں میں ہے اور وہ تخلوق جو زمینوں میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں اور زمین میں انسان

ہیں، جنات ہیں اور رب تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے سب رب تعالیٰ کی ملک ہے اور سب پر تصرف رب تعالیٰ کا ہے کسی اور کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

**﴿فَمَا يَأْتِيُهُ الْذِينَ يَهُوَ إِلَيْهِ مُؤْمِنٌ مِّنْ ذُوِنِ النِّعَمَةِ كَمَا عَاهَهُ﴾** جو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے شریکوں کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر، فریادوں سمجھ کر۔ اپنے گمان میں وہ ان کو رب تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں رب تعالیٰ کا شریک کون ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدۃ لا شریک لہ ہے۔ **﴿إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ﴾** نہیں پرروی کرتے وہ مگر گمان کی۔ اپنے گمان سے انہوں نے خدا کے شریک بنائے ہوئے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں یہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے قطعاً شریک نہیں ہیں **﴿فَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾** اور نہیں ہیں وہ مگر اٹکل سے بات کرتے۔ خرص کا الغوی معنی ہے درخت پر لگے ہوئے چھل کا اندازہ لگانا کہ یہ کتنا ہو گا اور یہ اندازہ کبھی صحیح ہوتا ہے اور کبھی غلط ہوتا ہے۔ تو یہ غیر اللہ کے بارے میں تجھیں سے باتمی کرتے ہیں کہ وہ خدا کے شریک ہیں حقیقت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ ذات میں بھی وحدۃ لا شریک لہ ہے اور صفات میں بھی وحدۃ لا شریک لہ ہے اور افعال میں بھی وحدۃ لا شریک لہ ہے۔

**﴿فَوَاللَّذِي نِعِدُهُ﴾** وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے **﴿جَعَلَ لَكُمْ أَثْيَالَ﴾** جس نے بنائی تھارے لیے رات **﴿لِتَسْتَأْنِوْفَيْهُ﴾** تاکہ تم اس میں آرام حاصل کرو۔ رات اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں نیند کا بھی ذکر فرمایا ہے **﴿وَجَعَلْنَا تَوْمَلْنَمْ سَبَاتًا﴾** اگر مسلسل کسی کو نیند نہیں آتی تو وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ اُطْبَاء لکھتے ہیں کہ نوجوان کے لیے چوہیں گھٹوں میں سات گھنٹے نیند ہوتی چاہیے اور بوڑھوں کے لیے تین چار گھنٹے بھی کافی ہیں۔

فرمایا **﴿وَاللَّهُمَّ مُهْرِبًا﴾** اور دن کو روشن بنایا تاکہ تم دن کی روشنی میں دین کے کام بھی کرو اور دنیا کے کام بھی کرو **﴿إِنَّ** تی **﴿ذِلِّكَ لَا يَبْتَدِئُ﴾** بے شک اس میں خدا کی قدرت کی ولیمیں ہیں۔ رات اور طرح ہے دن اور صبح ہے، رات کے کام اور ہیں دن کے کام اور ہیں، سورج ہے، چاند ہے، یہ سب خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں **﴿لِتَقُومَ يَسْمَعُونَ﴾** اس قوم کے لیے جو سنتی ہے اور مانتی ہے۔ اور جس نے سنتا مانتا نہیں ہے اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہے وہ **﴿صُمُّ بِكُمْ غُنْمَ﴾** بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ عبرت حاصل کرنے والے ہی صحیح طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ **﴿قَالُوا اللَّهُمَّ إِنَّا نَلَمَّا﴾** کہا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ نے اولاد بنا لی ہے اور سورۃ توبہ آیت نمبر ۳۰ میں ہے **﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عَزَّزْنَا بِنَ اللَّهِ وَقَالَتِ الْأَصْرَارِيَ السَّيِّدِيَّ بْنَ ابْنَ اللَّهِ﴾** اور کہا یہودیوں نے عزیز اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور کہا نصاریٰ کے نسبت اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ پہلے تو عزیز میلہ اور عسیٰ میلہ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا جب تھوڑا سا لوگوں کا ذہن بن گیا تو پھر دعویٰ کردیا **﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالْأَصْرَارِيَّ تَعْنُّ أَبْنَى اللَّهِ وَأَجْبَأَ ذَرَّةً﴾** [المائدہ: ۱۸] اور کہا یہودیوں نے اور نصاریٰوں نے کہ ہذا اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

اور عرب اور غیر عرب میں جو جامل قسم کے لوگ تھے وہ سمجھتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیانیں ہیں۔ سورۃ الحبل آیت نمبر ۷۵ میں ہے **﴿وَذِيْجَلُوْنَ بِنِوَ الْمُتَّمَّتِ﴾** اور نہ سہراتے ہیں یہ لوگ اللہ کے لیے بیٹاں **﴿بُنْجَةَ﴾** پاک ہے اس کی ذات

بیٹیوں سے بھی اور بیٹوں سے بھی۔ ” ان کے دعوے سب جھوٹے ہیں۔ یہ جاہل اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور خود ان کا اپنا حال یہ ہے کہ ﴿فَرَأَذَا يُبَشِّرُهُ أَحَدُهُمْ بِالْأَنْتَهِيَّةِ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًا وَهُوَ كَظِيمٌ﴾ [آیت: ۵۸] ” اور جب خوش خبری دی جائے ان میں سے کسی کو جیئی کی تو ہو جاتا ہے اس کا چہرہ سیاہ اور وہ غم میں بھرا ہوا ہوتا ہے کہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ ” اپنے لیے تو لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے اور رب تعالیٰ کی طرف لڑکیوں کی نسبت کرتے ہیں یہ ظالم۔ اللہ تعالیٰ لڑکے لڑکیوں نے پاک ہے اگر اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد مناسب ہوتی تو صرف لڑکے ہوتے اور ہوتے بھی بے شمار۔

### بھٹیاڑے کا پادری کو لا جواب کرنا

فائدہ رپادری بڑا ہیں، طرار اور منہ پھٹ آدمی تھا۔ اس نے ایک دن دبلي کی شاہی مسجد کی سیرہ ہیوں کے پاس کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی اس کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ مسجد کے قریب ایک کالے رنگ کا بھٹیاڑا تھا لوگوں کو دانے بھون بھون کر دیتا تھا۔ وہ بھی تقریر سن رہا تھا لوگ اکٹھے ہو گئے لیکن کوئی اس کو جواب نہیں دے رہا تھا۔ بھٹیاڑا تھا میں درانتی پکڑے ہوئے جس سے وہ دانے ریت ہلاتا تھا آگیا اور کہنے لگا پادری صاحب مجھے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے کتنے بیٹے ہیں؟ اس نے کہا ایک ہی بیٹا ہے یوسع صح علیہ۔ بھٹیاڑے نے کہا مجھے دیکھ اور میری شکل اور قد کو دیکھ! میرے تو چودہ بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ اتنا بڑا ہے اس کا صرف ایک ہی بیٹا ہے؟ کوئی عقل کی بات کر۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ بیٹا ہونا اگر کوئی کمال کی بات ہے تو پھر تو رب تعالیٰ مجھ سے بھی پہچھے رہ گیا کہ میرے تو چودہ بیٹے ہیں اور رب تعالیٰ کا صرف ایک ہی بیٹا ہے۔ ہر آدمی کی گفتگو کا اپنا انداز ہوتا ہے پادری لا جواب ہو گیا۔

تو اللہ تعالیٰ کی ذات بیٹوں اور بیٹیوں سے پاک ہے، بیوی سے پاک ہے، ہر اس عجیب سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔ ﴿سُبْحَنَهُ﴾ اس کی ذات پاک ہے ﴿هُوَ الْعَنْتَنِ﴾ وہ بے پرواہ ہے۔ بھتی! انسان تو اولاً اس لیے مانگتا ہے کہ جب میں بوزھا ہو جاؤں گا تو میری خدمت کرے گی رب تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے وہ تو بے پرواہ ہے اور خدمت کی نیت بھی عام لوگ کرتے ہیں جو بے سمجھ ہیں پھر ان کو نیتوں کا پھل بھی بہت کم ملتا ہے۔ پہلے زمانے کے لوگ بڑے صحیح العقیدہ اور خالص لوگ تھے اور اولاد کی دعا کرتے تھے تاکہ آنحضرت ﷺ کی امت بڑھے، آپ ﷺ کے امتداد میں اضافہ ہو۔ خدمت بالائع حاصل ہو جاتی تھی اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کو پھل لگا دیتا تھا اور ہماری نیتوں چونکہ خالص نہیں ہیں ہمارا ذہن یہ ہے کہ بچے پیدا ہوں گے وہ کامیں گے اور ہمیں کھلائیں گے۔ جب وہ کمانے کے قابل ہوتے ہیں تو ان کے ہاتھوں سے جوتے کھاتے ہیں اور خوب جی بھر کے کھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام ضرروتوں سے پاک ہے۔ ﴿لَهُ فَالِّي الْأَئْمَوْتُ وَمَا فِي الْأَمْرِ﴾ اسی کے لیے ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں۔ اس کے سوا کوئی مالک نہیں کسی کا کوئی خل نہیں ہے ﴿إِنَّ عَنْدَكُمْ قِنْ سُلْطَنٍ بِهِذَا إِنَّ نَافِيَهُ﴾۔

معنی ہو گا نہیں ہے تمہارے پاس کوئی دلیل اس کی کہ عزیز ﷺ اللہ تعالیٰ کے بینے ہیں یا اُنکے ﷺ اللہ تعالیٰ کے بینے ہیں یا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ﴿مَا أَنْعَدَ حَاجَةً وَلَا وَلَدًا﴾ [جن: ۳] ”نہیں بنائی اس نے اپنے لیے کوئی بیوی اور نہ اولاد۔“ وہ ان سب چیزوں سے پاک ہے نہ اس کی ابتداء ہے نہ اس کی انتہاء ہے۔ اس کے سارے اوصاف و کمالات ذاتی ہیں۔ مخلوق کے جتنے اوصاف ہیں وہ رب تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے ہیں۔ جب اپنی شے، ہی کوئی نہیں تو غرور کس چیز کا، تکبر کس چیز کا؟ اس لیے تکبر مخلوق کے لیے حرام ہے۔

حدیث قدسی ہے آلِ یکبُرِ رَدَائی فرمایا ”تکبر میری چادر ہے“ میری صفت ہے۔ مخلوق کی کوئی شے ذاتی نہیں ہے۔ ﴿أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ کیا کہتے ہو تم اللہ تعالیٰ پر وہ چیز جو تم نہیں جانتے ﴿فُلَن﴾ آپ کہہ دیں ﴿إِنَّ الظَّنَّيْنِ يَغْتَرِبُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَنْبَبِ﴾ یہ شک وہ لوگ جو افتراء باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا ﴿لَا يَقْدِحُونَ﴾ وہ فلاج نہیں پائیں گے۔ ان کو کبھی کامیاب نصیب نہیں ہو گی کتنے دن عیش کر لیں گے؟ اللہ تعالیٰ کی گرفت یقیناً آئے گی اس سے فی نہیں کتنے ﴿قَسَاطَمَ لِي اللَّهُ نَعِيْلَهُ﴾ تھوڑا سا فائدہ ہے دنیا میں۔ دس دن کھالیں گے، سال کھالیں گے، دس سال، پچاس سال، سو سال کھالیں گے آخرت کی طویل زندگی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔

### دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت نوح ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال زندگی عطا فرمائی۔ چالیس سال نبوت سے پہلے اور ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اور طوفان نوح کے بعد کمی سو سال زندگی رہے۔ تفسیر و میں لکھا ہے کہ جب حضرت نوح ﷺ کی وفات کا وقت آیا لوگ خبر گیری کے لیے آئے تو پوچھا حضرت! آپ نے بڑی زندگی پائی ہے دنیا کو آپ نے کیسا پایا؟ فرمایا یوں سمجھو کر دنیا ایک مکان ہے اس کے ایک دروازے سے داخل ہوا ہوں اور دوسرے سے نکل رہا ہوں۔ یعنی چودہ سو سال کی زندگی کو اس طرح تعبیر کیا۔ ہماری زندگیاں تو ان کے مقابلے میں کچھ نہیں ہیں مگر ہم دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ آخرت کو تبر کو کچھ نہیں سمجھتے اسی دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھ لیا ہے۔

یاد رکھنا! یہ زندگی عارضی اور فانی ہے اور اس کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہے۔ کوئی پتا نہیں ہے کہ اب ہے چند منٹ بعد ہو گی کہ نہیں، صحیح ہے شام ہے کہ نہیں اس مخالفتے میں کبھی نہ آتا کہ ہم ابھی جوان ہیں بوڑھے ہوں گے تو میریں گے، تدرست ہیں یا ہمارے گے تو میریں گے جو ان بھی مرتے ہیں، تدرست بھی مرتے ہیں۔ یہ بات میں کمی و فعد کہہ چکا ہوں کہ ہمارا دور حادثاتی دور ہے معلوم نہیں کہ کس وقت کیا ہزنسے والا ہے۔ اس حادثاتی دور میں جو شخص رات کو خیریت کے ساتھ گھر والیں آجائے تو دور کعت شکرانے کے پڑھے کہ پروردگار تیراشکر ہے کہ میں بخیریت گھر واپس آگئیا ہوں۔

تو فرمایا کہ تھوڑا سا فائدہ اٹھائیں ﴿لَثُمَّ إِنِّي مَمْزُجُهُمْ﴾ پھر ہماری طرف ہی ہے ان سب کا لونا ﴿لَثُمَّ إِنِّي نَقْهُمُ الْعَذَابَ

الْقَلْوَيْدَهُ بھر ہم ان کو چکھائیں گے سخت عذاب۔ دیکھو! دنیا کی آگ میں پتھر، لوہا، تابا پھل جاتے ہیں اور دوزخ کی آگ اس سے انہر گناز یادہ تیز ہے۔ اگر بندے کو مارنا مقصود ہو تو اس آگ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن مر جائے تو مزاکس کو ہو گی۔ ﴿لَا يَنْوَثُ فِيهَا وَلَا يَخْلُنَ﴾ "دوزخ میں مرے گا نہ ہیں گا۔" مرے گا اس لیے نہیں کہ مزاکون بھگتے گا اور عذاب کی زندگی کوئی زندگی نہیں۔ خود اپنے لیے کہیں گے ﴿لِيَكُبَّهَا كَائِنَتِ الْقَاضِيَّةُ﴾ [الحاقد: ۲۷] "کاش کر یہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔" کاش کر ہم پر موت ہی آجائے اپنے لیے ہلاکت مانگیں گے مل جل کر مالک ملیٹھ جو جنم کے انچارج ہیں ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے ﴿لِيَلِكَ لِيَقْضِي عَلَيْنَا تَرْبُّكَ﴾ [الزخرف: ۷۷] "اے مالک چاہیے کہ فیصلہ کر دے ہم پر تمہارا پرو روگار۔" وہ نہیں بار دے۔ وجہ دیں گے چلے جاؤ تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے، کتابیں نہیں آئی تھیں ﴿وَمَا دُعَاءُ الْكُفَّارِ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾ [رعد: ۱۳] "اور نہیں پکار کافروں کی مگر گمراہی میں۔"

تو ان کی موت کی دعا بھی قبول نہیں ہو گی اور سخت عذاب میں رہیں گے ﴿إِنَّمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ﴾ اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے۔ رب تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے تھے، پیغمبروں کی رسالت کا انکار کرتے تھے، حق کی باتوں کا انکار کرتے تھے، قیامت کا انکار کرتے تھے، رب تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے تھے، کفر پڑھئے ہوئے تھے اس لیے سخت سے سخت عذاب ان کو دیا جائے گا۔

### ~~~~~

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ﴾ اور اے پیغمبر آپ ان کو پڑھ کر سنا کیں ﴿نَبَأَتُوْجَهَ﴾ خبر نوح ﴿نَبِيَّ﴾ کی ﴿إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ﴾ جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے ﴿يَقُولُونَ﴾ اے میری قوم ﴿إِنَّكَ أَنْجَنَّنِي مَقْرَأً مَّا تَرَكْنِي﴾ اگر گراں گز رتا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا اور میرا نصیحت کرنا ﴿بِأَيْمَانِ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ ﴿فَعَلَى اللَّهِ تَوَظِّلُتُ﴾ تو میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتا ہوں ﴿فَاجْمُعُوا أَمْرَكُمْ﴾ پس تم جمع کرلو اپنا معاملہ ﴿وَشَرَّكَاءَكُمْ﴾ اور اپنے شر کوں کو ﴿ثُمَّ لَا يَئْنُ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ عَمَّةُ﴾ پھر نہ ہو تمہارے معاملے میں تم پر کوئی اشتباہ ﴿ثُمَّ اقْضُوا إِلَيْهِ﴾ پھر فیصلہ کرلو میرے خلاف ﴿وَلَا تُنْظِرُونَ﴾ اور مجھے مہلت بھی نہ دو ﴿Qَانْ تَوَلَّيْتُمْ﴾ پس اگر تم نے روگردانی کی ﴿فَمَا سَأَلْتُكُمْ تِّنْ أَجْرُ﴾ پس میں نہیں سوال کرتا تم سے کسی معادھے کا ﴿إِنَّ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ﴾ نہیں ہے میرا جر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ﴿وَأَمْذُثُ﴾ اور مجھے حکم دیا گیا ہے ﴿أَنْ أَمْكُنَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ کہ ہو جاؤں میں مسلمانوں میں سے ﴿فَكَلَّمَنُهُ﴾ پس جھٹلایا ان لوگوں نے نوح ﴿نَبِيَّ﴾ کو ﴿قَنْجِيلَهُ﴾ پس نجات دی ہم نے اس کو ﴿وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ﴾ اور ان کو جوان کے ساتھ تھے کشتی میں ﴿وَجَعَلْنَاهُ خَلِيفَ﴾ اور بنایا ہم نے ان کو نائب ﴿وَأَغْرَقْنَا

الَّذِينَ كَذَّبُوا إِلَيْنَا أَهْوَى اُولَئِكُمْ أَهْوَى هُنَّ أَغْرِيَتُمْ بِهِ فَأَنْظَرْنَاكُمْ بِهِ فَكَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُشَدِّرِينَ کیا انجمام ہوا ان لوگوں کا جن کو ڈکھو

﴿کیف کان عاقبةُ الشَّدِّرِينَ﴾ کیا انجمام ہوا ان لوگوں کا جن کو ڈکھایا گیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا میں سب سے پہلے آدم ﷺ کو بھیجا اور آدم ﷺ کو پیغمبر بنایا۔ تو آدم ﷺ پہلے انسان اور پہلے پیغمبر ہیں ان کی عمر ہزار سال تھی انہوں نے کئی نسلیں دیکھیں۔ اس دور میں اور گناہ تو تھے لیکن شرک و لفڑیں تھاں ﴿کان اثاثش آمۃً وَاجْدَتُهُ عقیدے کے لحاظ سے لوگ ایک طرح کے تھے۔ حضرت آدم ﷺ کی وفات کے ایک ہزار سال بعد حضرت نوح ﷺ تشریف لائے۔ یہ پہلے پیغمبر ہیں جن کی قوم نے شرک کو ترویج دی ان کو اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال عمر عطا فرمائی۔ ساز ہے نو سو سال انہوں نے اپنی قوم کو تبلیغ کی۔

### حق سے اگر کسی کو تکلیف ہوتی ہے تو ہوتی رہے

اللہ تبارک و تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿وَإِلَيْهِمْ﴾ اور اے پیغمبر آپ ان کو پڑھ کر سنائیں ﴿نَبَأَ أُنْوَجٍ﴾ نوح ﷺ کی خبر ﴿إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ﴾ جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے ﴿لَقُومٌ﴾ اے میری قوم! ﴿إِنْ كَانَ كَذَّبَ عَلَيْكُمْ مَقْمُنٌ﴾ اگر گراں اور بھاری گز رتا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا تبلیغ کے یہے ﴿وَذَذَكَرْتُ كَفِيرَنِي بِإِيمَانِ اللَّهِ﴾ اور میرا نصیحت کرنا اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ بھاری طبائع پر ناگوار گز رتا ہے تو ہوا کرے میں تو اس سے باز نہیں آؤں گا۔

حضرت نوح ﷺ کا وعظ و نصیحت کرنا ان پر کتنا ناگوار تھا اس کا اندازہ آپ اس روایت سے لگائیں جو حافظ ابن کثیر رحمہ تھی نے صحیح سند کے ساتھ نقل فرمائی ہے کہ جب نوح ﷺ کے دور میں طوفان آیا تو ایک نوجوان لڑکی شادی شدہ جس کی عمر تقریباً میں سال ہو گئی ایک خوب صورت بچ اٹھائے ہوئے حضرت نوح ﷺ کے سامنے آئی۔ اس کو حضرت نوح ﷺ نے فرمایا نہیں! اپنی جان پر بھی حرم کرو اور میرا کلمہ پڑھو۔ کہنے لگی اگر تمہارا کلمہ پڑھنے کی وجہ سے میری جان بچتی ہے تو اس سے مر جانا بہتر ہے۔ اب اس ضد کا بھی کوئی علاج ہے؟

وہ بیٹھی اپنے بچے کو دو دھپر پلاری ہتھی کہ پانی آگیا وہ بچے کو لے کر انہوں کھڑی ہو گئی پانی تو اللہ تعالیٰ کا غضب تھا اور بلند ہوا تو بچے کو کندھے پر بیٹھا لیا کہ پانی شاید یہاں تک نہ پہنچے پانی کندھے پر سے بھی گز رگیا تو اپنے ہاتھوں پر بچے کو اٹھا لیا مگر پانی آنماقا نا اور بڑھا اور وہ بچے سمیت غرق ہو گئی لیکن حق کو قبول نہیں کیا۔

تو حضرت نوح ﷺ نے فرمایا کہ میرا وعظ و نصیحت کے لیے کھڑا ہونا اگر تم پر گراں گز رتا ہے تو گزرے میں تو اللہ تعالیٰ کا دینی بیان کرتا ہوں نہ اس میں کو تاہی کی ہے اور نہ کرنی ہے۔ ﴿فَقُلِ اللَّهُ تَوَلَّ كُلُّهُ﴾ میں اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتا ہوں تم میرے خلاف جو کر سکتے ہو کر وہ ﴿فَأَنْجُونُهُ أَمْرَ كُلُّهُ﴾ پس تم جمع کر لوا پنا معاملہ ﴿وَشُرُّ كَلْمَهٖ﴾ اور اپنے شر کیوں کو بھی جن کو تم نے رب کے شریک بنایا ہوا ہے دد، سواع، یعوث، یعوق، نسر، ان کو بھی بلا لو۔

## وَدِ، سَوْعَ وَغَيْرَهُ کُلُّ هُنَّهُ اور شرک کی ابتداء کیسے ہوئی ہے؟

اور میں اس بات کی وضاحت پہلے بھی کر چکا ہوں کہ وہ حضرت اور میں ﷺ کا لقب تھا اور باتی چاروں ان کے بیٹے اور صحابی تھے۔ جس وقت یہ بزرگ دنیا سے رخصت ہو گئے تو لوگ اُداس اُداس رہنے لگے۔ ایک دن یہ لوگ اکٹھے بیٹھے تھے کہ اپنیں لعین ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کیا بات ہے پریشان اور غمگین ہو؟ لوگوں نے کہا کہ پریشان اس لیے ہیں کہ ہمارے بزرگ تھے جن کے ذریعے ہمیں روحانی خوارک ملتی تھی وہ دنیا سے چلے گئے ہیں اب ہمیں وہ خوارک نہیں مل رہی۔ کہنے لگا کہ تمہارا غمگین ہوتا سمجھ ہے مگر اب کیا ہو سکتا ہے وہ تو وابس نہیں آئیں گے تم ان کے بت بنا کر بطور یادگار اپنے پاس رکھ لو اور یہ سمجھو کہ گویا تمہارے اندر ہی موجود ہیں۔

چوں کہ وہ پختہ ذہن کے لوگ تھے ان کو یہ تونہ کہہ سکا کہ تم ان کی پوجا کرو، ان سے مراد ہیں مانگو، ان کو حاجت روا، مشکل کشا اور فریدار سمجھو۔ البتہ شرک کی بیانات کو ہدایتی جس وقت یہ پختہ ذہن کے لوگ ختم ہو گئے اور نئی نسل آئی تو اپنیں نے ان کو کہا کہ تمہارے بڑے ان کی پوجا کرتے تھے۔ اس پر ساری قوم اکٹھی ہو گئی اور ان کی پوجا شروع کر دی۔ حضرت نوح ﷺ نے ساڑھے نو سال ان پر صرف کیے مگر وہ لوگ اپنی صدم سے باز نہ آئے النافوح ﷺ کو قتل کی دھمکیاں دیتے تھے اور ان کو پتھر مارتے تھے۔ جب نوح ﷺ مجلس میں داخل ہوتے تھے تو کہتے تھے پاگل پاگل کہہ کر دھکے مارتے تھے، قتل اور جرم کرنے کی دھمکیاں دیتے تھے۔

فرنایاسن لو امیرا بھروس اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے تم اپنی تدبیر کر لو اور اپنے شریکوں کو بھی بلا لو ﴿ثُمَّ لَا يَئْلُنَ أَمْوَالُمْ عَلَيْهِمْ خَلَّةٌ﴾ پھرستہ ہو تمہارے معاطلے میں تم پر کوئی اشتباہ ﴿أَفَقْطُوا إِلَيْهِ﴾ پھر فیصلہ کرلو میرے خلاف تم بھی اور تمہارے والہ بھی ﴿وَلَا تُنَظِّمُونِي﴾ اور تم مجھے بہلت بھی نہ دو میرا جو کچھ تم کر سکتے ہو کرلو ﴿فَوْنَ تَوْلِيمَتُمْ﴾ پس اگر تم نے روگردانی کی حق سے تو حید سے، قیامت سے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی رسالت سے ﴿فَتَسَأَلُوكُمْ مِّنْ أَجْرٍ﴾ پس میں نہیں سوال کرتا تم سے کسی معاوضے کا کہ تھیں یہ خیال ہو کہ میں وعظ و تبلیغ کا تم سے معاوضہ مانگوں گا ہرگز نہیں! اور جتنے بھی پیغمبر دنیا میں تشریف لائے سب نے یہی کہا کہ ہم تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے ﴿إِنَّ أَخْرَى إِلَّا عَلَى اللَّهِ﴾ نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے وہ خود دے گا ﴿وَأَمْرَتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ السَّلِيلِينَ﴾ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہو جاؤں میں مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہندوں میں سے ہو جاؤں ﴿قَلَّ مُؤْمِنُونَ﴾ پس جھٹلایا ان لوگوں نے نوح ﷺ کو صاف لفظوں میں کہا کہ تم جھونے ہو، شریرو ہو، تمہاری وجہ سے قوم میں اختلاف پیدا ہوا ہے ہم تمہاری بات نہیں مانتے۔

سورت ہو دیں بات تفصیل سے آئے گی کہ نوح ﷺ نے پانچ سو فٹ لمبی تیس فٹ چوڑی اور پچاس فٹ اونچی کشتی بنائی اس میں انہوں نے طبقے بنائے ایک طبقے میں انسان تھے، ایک میں حیوانات تھے، ایک میں ضرورت کا سامان تھا تقریباً چھ ماہ ستر دن وہ کشتی میں رہے جب قوم غرق ہو گئی ﴿وَأَنْتَوْرُتْ عَلَى الْجَنُودِي﴾ اور وہ کشتی جو دی پہاڑ پر آ کر بینچے گئی جس کو آج کل

کے جغرافی میں اڑاکات کہتے ہیں۔ عراق کے ملک میں صوبہ موصل میں یہ پہاڑ ہے جس کی بلندی تقریباً سترہ ہزار [۱۶۸۵۳] نٹ ہے ﴿فَقَبْعَدَهُ﴾ پس ہم نے نجات دی نوح ﷺ کو ﴿وَمِنْ مَعَهُ فِي الْفُلُك﴾ اور ان کو جوان کے ساتھ تھے کشتی میں ﴿وَجَعْلَنَّاهُمْ حَلَوِيفَ﴾ اور بنایا ہم نے ان کو نائب تمام لوگوں کی تباہی کے بعد۔ جب زمین سے پانی خشک ہوا تو یعنی لوگ زمین میں خلیفہ ہوئے ﴿وَأَعْرَقُهَا الْبَرِّ يَنْهَا كَذَبُوا إِلَيْنَا هُنَّ﴾ اور ہم نے فرق کیا ان لوگوں کو جھوٹوں نے جھٹلا یا ہماری آتوں کو۔ کے والوں کو یہ داعمہ سنا کہ پیغمبروں کی تحدیب کرنے والوں کا یہ حشر ہوتا ہے یہی حال تمہارا بھی ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور میں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ بدرا کے موقع پران کی وہ گستاخی کہ بڑے حیران ہوئے کہ ہمارے ساتھ ہوا کیا ہے؟ ﴿فَأَنْظَرْنَا﴾ پس دیکھوں مطابق ﴿كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ النَّاسِ﴾ ہے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا۔ آج کے نافرمانوں کا بھی وہی انجام ہو گا جوان کا ہوا۔

### سورة قصص

﴿ثُمَّ بَعْثَتَا﴾ پھر بھیجے ہم نے ﴿وَمِنْ بَعْدِهَا مُرْسَلًا﴾ اس کے بعد کئی رسول ﴿إِلَى قَوْمِهِمْ﴾ ان کی قوم کی طرف ﴿فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ پس وہ آئے ان کے پاس کھلے دلائل لے کر ﴿فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا﴾ پس نہیں تھے وہ لوگ کہ ایمان لاتے ﴿لِهِمَا كَذَبُوا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلِ﴾ اس چیز پر جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے ﴿كَذَلِكَ تَنْهَيُهُ﴾ اسی طرح ہم مہر لگادیتے ہیں ﴿عَلَى قُلُوبِ الْمُعْتَدِلِينَ﴾ تجاوز کرنے والوں کے والوں پر ﴿ثُمَّ بَعْثَنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّؤْلِسِي وَهُرُونَ﴾ پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موئی اور ہارون علیہ السلام کو ﴿إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَأْنِهِ﴾ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف ﴿إِلَيْنَا هُنَّ﴾ اپنی نشانیاں دے کر ﴿فَأَنْتَلَكَبِرُوا﴾ پس انہوں نے تکبر کیا ﴿وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمُونَ﴾ اور تھی وہ مجرم قوم ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْعَقْدُ مِنْ عَنْدِنَا﴾ پس جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے ﴿قَالُوا﴾ کہنے لگی ﴿إِنَّ هَذَا لِسِحْرٍ مُّبِينٌ﴾ بے شک یہ البتہ کھلا جادو ہے ﴿قَالَ مُوسَى﴾ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ﴿أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ﴾ کیا کہتے ہو حق کے باڑے میں ﴿لَمَّا جَاءَكُمْ﴾ جب وہ حق تمہارے پاس آیا ﴿أَيْخُرُ هَذَا﴾ کیا یہ جادو ہے ﴿وَلَا يُفْلِمُ الشَّعُورَ﴾ حالانکہ نہیں فلاج پاتے جادوگر ﴿قَالُوا﴾ کہنے لگے ﴿أَجْعَنَّا﴾ کیا تو آیا ہے ہمارے پاس ﴿لِتَلْقَيَنَا﴾ تا کہ تو ہمیں پھیر دی ﴿عَيْنَادَ جَدْنَا عَلَيْهِ أَبَاءَنَا﴾ اس چیز سے جس پر پایا ہے ہم نے اپنے باپ دادا کو ﴿وَتَلَوَنَ لَكُمَا﴾ اور ہو جائے تم دونوں کے لیے ﴿الكَّبِيرُ يَا آغْرِيَ الْأَنْزِفِ﴾ سرداری زمین میں ﴿وَمَانَخْنُ لَكُمَا بُلْوَنِينَ﴾ اور نہیں ہیں ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ﴾ اور کہا فرعون نے ﴿أَشْتُونَ بِكُلْتَ لَسْجُرٍ عَلَيْهِ﴾ لا وَمیرے پاس ہر جادوگر فرن کو جانے والا ﴿فَلَمَّا جَاءَهُ السَّجْرُ ثُمَّ﴾ پس جب آئے جادوگر ﴿قَالَ لَهُمْ

ٹوںئی ہے کہاں کو موسیٰ علیہ السلام نے ﴿الْقَوَاًمَا أَنْتَمْ مُلْقُوْنَ﴾ دالِ التم وہ چیز جو ذا النا چاہتے ہو ﴿فَلَمَّا أَلْقَوْا هُنَّا﴾ پس جب انہوں نے ڈالا ﴿قَالَ مُوسَىٰ﴾ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ﴿مَا جِئْتُمْ بِوْ إِسْتِحْرٍ﴾ جو کچھ تم لائے ہو یہ جادو ﴿إِنَّ اللَّهَ سَيِّئِ الظُّلُمَّ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو باطل کر دے گا ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَصِيمُ عَمَلَ الْفَقِيرِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ درست نہیں کرتا فساریوں کے عمل کو ﴿وَيُعِيشُ اللَّهُ الْحَقُّ﴾ اور ثابت کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق کو ﴿إِنَّكُلُّتِهِ﴾ فیصلوں کے ساتھ وَلَوْ كَرَّةِ الْجُرْمُونَ اور اگر چہ ناپسند کریں مجرم۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نوح بنی اسرائیل اور ان کی قوم کا ذکر فرمایا اور نوح بنی اسرائیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہت سارے پیغمبر نبی صحیح اس کا ذکر ہے۔ ﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا﴾ پھر بھیجے ہم نے ان کے بعد کئی رسول ﴿إِلَّا قَوْمَهُمْ﴾ ان کی قوم کی طرف ﴿فَجَاءُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ﴾ پس وہ آئے ان کے پاس کھلے دلائل لے کر ﴿فَمَا كَلَّوْا بِيُؤْمِنُوا﴾ پس نہیں تھے وہ لوگ کہ ایمان لاتے ﴿لِمَا كَلَّدَ بَيْنَ أَيْدِيهِ مِنْ قَبْلُ﴾ اس چیز پر جس کو پہلے جھلکا چکے تھے ﴿كَذَلِكَ نَظَمْنُ عَلَى قُلُوبِ الْمُغَيْرِيْنَ﴾ اسی طرح ہم پیغمبر لگادیتے ہیں تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر۔ حضرت نوح بنی اسرائیل کے بعد بے شمار پیغمبر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں کو دلائل اور مجوزات دے کر بھیجا لیکن لوگ بڑے ضدی تھے ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہوئے جب وہ ضد پراز گئے۔ پہلے جھلکا دیا پھر مانے نہیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں پر مہریں لگادیں کہ وہ حد سے تجاوز کر گئے تھے ﴿ثُمَّ بَعَثْنَا عَنْ بَعْدِهِمْ مُؤْلِيْنَ وَهُرُونَ﴾ پھر بھیجا ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو۔ یہ دونوں بھائی تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے۔ قرآن پاک میں دونوں کے واقعات بڑی وضاحت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔

ان کو کہہ بھیجا؟ ﴿إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِيْمَ﴾ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف یعنی اس کی جماعت کی طرف۔ فرعون مصر کے بادشاہ کا نام ہوتا تھا، بہت سارے فراعنة گزرے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام مصعب بن ریان تھا۔ یہ بڑا چالاک، ہوشیار اور شاطر تھا جیسے آج کل کے اپنے لیڈر ہیں۔ ﴿بِإِلْيَتِنَا﴾ اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔ نو شانیوں کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ایک موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک تھا جو اڑدہا بن جاتا تھا۔ دوسرا نشانی یہ کہ ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکلتے تو سورج کی طرح روشن ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر مکثر یاں مسلط فرمائیں، مینڈک مسلط کیے، ان کا کھانا خون بن جاتا تھا بڑا کچھ ہوا مگر ﴿فَأَنْسَلَنَا يَوْمًا مَأْجُورٌ مِنْ﴾ پس انہوں نے تکبر کیا ﴿وَكَلُّوا قَوْمًا مَأْجُورٌ مِنْ﴾ اور تھی وہ قوم مجرم۔ اللہ تعالیٰ کے دو پیغمبروں نے پورا زور گایا لیکن انہوں نے حق کو قبول نہیں کیا۔

﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ الْحَقُّ مِنْ عَنْدِنَا﴾ پس جب آیا ان کے پاس حق ہماری طرف سے ﴿قَالُوا﴾ کہنے لگی ﴿إِنَّ هَذَا إِلَيْخَ﴾ ٹہینے ہے بے شک البتہ یہ کھلا جادو ہے کہ لآخری اڑدہا بن جاتی ہے، ہاتھ چکنے لگ جاتا ہے یہ تو ہم بھی کر سکتے ہیں۔ ﴿قَالَ مُؤْلِيْ﴾ فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ﴿أَنْقُلُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ﴾ کیا کہتے ہو حق کے بارے میں جب وہ حق گھمارے پاں آیا ﴿أَبْخَرَ

فَلَئِنْ كُلَّا يَوْمًا جَادَ وَهُبَّ؟ پھر سن لو ﴿وَلَا يَقْبِعُ الظُّرُوفُ﴾ حالانکہ نہیں فلاج پاتے جادوگر۔ جادوگروں کو بھی فلاج نصیب نہیں ہوتی چنانچہ اسی طرح ہوا کہ جب جادوگروں کے ساتھ مقابلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ عطا فرمایا اور سارے جادوگر شکست کھے گئے۔ فرعون اور اس کے وزیر اعظم ہامان اور اس کے دست راست قارون نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو کہ تو ہمیں ہمارے باپ دادا کے راستے سے پھیرنا چاہتا ہے۔ قارون موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی چچا کا بینا تھا نام اس کا منور تھا۔ نسب اس کا اس طرح تھا منور بن یسر بن قمر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا نسب اس طرح ہے موسیٰ بن عمران بن قمر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔ تو قارون یعقوب علیہ السلام کا شر پوتا ہے برا پڑھا لکھا اور اونچے خاندان سے تعلق رکھتا تھا مگر مال نے اس کو غور میں بدل کر دیا تھا۔

### رزق کی زیادتی سے لوگ سرکشی میں جتنا ہو جاتے ہیں ۲۶

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَوْبَسْطَ اللَّهُ الْإِذْنَى لِعِبَادَةِ الْمَعْوَافِي الْأَثْرَاضِ﴾ [شوری: ۲] "اور اگر اللہ تعالیٰ رزق عام کر دے اپنے بندوں کا تو البتہ وہ سرکشی کریں میں میں۔" اور یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ بعض لوگ جب غریب تھے تو نمازی بھی تھے اور روزے بھی رکھتے تھے درس بھی سنتے تھے۔ اب یہ ورن ملک جانے سے دولت آگئی ہے تو کبھی جحمد میں ان کی شکلیں نظر آتی ہیں اس کے علاوہ نظر ہی نہیں آتے۔ بھائی! ایسے مال کا کیا کرو گے، کتنا عرصہ کتنے دن کھالو گے؟ یہ آخرت میں تو کام نہیں آئے گا اگر دین کے مطابق زندگی بس نہیں کرو گے۔

تو فرعون، اس کے وزیر اعظم ہامان اور اس کے دست راست قارون نے کہا ﴿قَالُوا﴾ کہا انہوں نے ﴿أَعْجَلُنَا<sup>۱</sup>  
بِتْلِيقَتِنَا عَمَّا وَجَدْنَا أَعْكِدُنَا﴾ کیا تو آیا ہے ہمارے پاس تاکہ تو ہمیں پھیر دے اس چیز سے جس پر ہم نے پایا ہے اپنے باپ دادا کو کہ ہمارے باپ دادا تو کئی خداویں کے قائل تھے تیری بات مان کر سب کو چھوڑ دیں اور صرف ایک خدا کے قائل ہو جائیں۔ کیوں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ عبادت صرف ایک رب کی ہوگی اور دنیا میں جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کی پہلی پکار بھی ہوتی تھی ﴿لِيَقُولُوا إِنَّهُ أَعْبُدُ دُولَةَ الَّذِي قَاتَلَكُمْ مِّنْ أَنْوَاعِنَا﴾ [ہود: ۵۰] "اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبدود۔" کوئی سبود نہیں ہے، کوئی حاجت روانہ نہیں ہے اور فریادوں نہیں ہے، نذر دنیا ز کے لائق کوئی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر دنگیر کوئی نہیں ہے اور یہی بات سننا مشرکوں کے لیے بڑی مشکل اور کڑوی تھی۔

چنانچہ سورۃ صافات آیت نمبر ۳۵ میں ہے ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قُنِئَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْكُنُ بُرُونَ﴾ "بے شک وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٹنہیں ہے تو وہ تکبر کرتے تھے" اور اچھلتے کو دتے تھے اور کہتے تھے ﴿أَجَعَلَ  
الْأَلْهَمَهُ إِلَهًا أَحَدًا﴾ ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قُنِئَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْكُنُ بُرُونَ﴾ "کہ ایک خدا سار انظام چلاتا ہے۔"

تو موسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے کہا تو ہمیں ہمارے باپ دادا کے دین سے پھیرنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ ﴿ذَلِكُنَّ لَّكُمَا نَا

الْكَفِرُ يَا أَنُوْفِي الْأَنْوَافِ هـ اور ہو جائے تم دنوں کے لیے سرداری زمین میں۔ ہمیں باپ دادا کے دین سے پھیر کر مصر کی زمین میں تم دنوں اپنا اقدار چاہتے ہو۔ لہذا صاف طور پر سن لو ﴿وَمَانَ حَنَّ لِكَاهَ بِسُوْنَهِنَّ هـ اور نہیں ہیں ہم تم دنوں پر ایمان لانے والے۔ کتنا کھرا جواب ہے جو فرعون، ہامان، قارون اور ان کی جماعت نے دیا۔ جب موئی ﷺ نے عصاۃ الاء اور وہ اثر دہا بن گیا لوگ اس کو دیکھ کر گھبراۓ اور فکر کرنے لگے اس اثر کو زائل کرنے کے لیے ﴿وَقَالَ فِيْكُونُ اشْتُونَ هـ اور کہا فرعون نے لاوہ میرے پاس ﴿وَجَلَّ سَجَرٌ عَلَيْهِمْ هـ ہر جادو گرفن کو جانے والا ماہر۔ اگر اس نے سانپ نکالا ہے تو ہم بھی سانپ نکالیں گے۔ چنانچہ جادو گر آئے اور وہ کتنے تھے؟ تفسیروں میں مختلف روایات ہیں اسی [۸۰] [۲۷] ہزار اور بیشتر [۲۷] ہزار اور کم اور زیادہ کا بھی ذکر آتا ہے۔ پھر دور روزا سے آئے تھے کسی کے ساتھ چار خادم تھے کسی کے پاس چار سواریاں ہیں کسی کے پاس دس سواریاں ہیں عجیب قسم کا منظر تھا۔

### باطل لوگ مقاد پرست ہوتے ہیں ۹۳

جادو گروں نے آپس میں کہا کہ پہلے اس سے تسلیم کر والوکہ ہمیں معاوضہ میں گا کہ نہیں ﴿قَالُوا لِقِرْبَعُونَ هـ "انہوں نے کہا اے فرعون! ﴿أَيْنَ لِتَالاً جُرُوا إِنْ لِكَاهَ حَنَّ الْغَلِيْمِينَ هـ کیا بے شک ہرے لیے اجر ہو گا اگر ہم غالب آئے۔" یا صرف بیکار لے گا اور کوئی معاوضہ نہیں دے گا۔ چنانچہ جادو گروں کا ایک نمائندہ وفد فرعون کے پاس گیا اور کہا کہ ہمیں کوئی معاوضہ بھی ملے گا یا نہیں۔ ہم دور روزا سے خرچ کر کے آئے ہیں۔ فرعون نے کہا ﴿نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا لَمْ يَقْرَئُنَّ هـ [شراء: ۳۲] "ہاں یقیناً تم اس وقت البتہ مقریبین میں سے ہو جاؤ گے۔" تھیں معاوضہ بھی ملے گا اور سرکاری خطابات بھی ملیں گے۔

مصر کا ملک تھا، قاہرہ کا علاقہ تھا، عید کا دن تھا، چاشت کا وقت تھا عنید کے موقع پر عام تعطیل ہوتی ہے۔ وسیع میدان بھرا ہوا تھا فرعون، ہامان، قارون اور ان کے سردار کریساں لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، فوج اور پولیس والے بھی تھے عوام و خواص مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب موجود تھے ﴿فَلَمَّا جَاءَ السَّجْرَ هـ یہیں جب آئے جادو گر سختراۃ سماجر کی جمع ہے ﴿قَالَ لَهُمْ مُؤْسَى هـ کہا ان کو موئی ﷺ نے ﴿الْقَوَا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ هـ ڈالو تم وہ چیز جو تم ڈالنا چاہتے ہو ﴿فَلَمَّا أَلْقَوُا هـ یہیں جب انہوں نے ڈالا۔ کیا ڈالا؟ اس کا ذکر یہاں نہیں ہے لیکن سورۃ طآیت نمبر ۶۶ میں ہے ﴿فَلَادَ أَجَالَهُمْ وَعَصَيْتُمْ هـ "ابنی رسایاں اور لامھیاں ڈالیں۔" ہر جادو گرنے ایک لاثمی اور ایک ری ڈالی وہ سانپ بن گیکیں۔ لوگوں نے نفرے مارنے شروع کر دیئے فرعون زندہ باو فرعون زندہ باو عجیب قسم کا منظر تھا ﴿فَلَمَّا مُوسَى عَصَمَ الْقَدْرَ هـ تَلَقَّفَ هَايَا لِكُونَ هـ [شراء: ۳۵] "پھر ڈالا موئی ﷺ نے اپنی لاثمی کو پیس اچانک وہ نکلتی تھی اس چیز کو جوان لوگوں نے بنایا تھا۔" وہ ایک لاکھ چوالیں ہزار کے قریب جو سانپ تھے موئی ﷺ کا اثر دہا سب کو نگل گیا موئی ﷺ نے اثر دہا پر ہاتھ رکھا وہ دوبارہ لاثمی کی شکل اختیار کر گیا۔

جادو گر جوفن کے ماہر تھے کبھی گئے کہ یہ جادو نہیں ہے۔ کیوں کہ جادو سے شے کی حقیقت نہیں بدلتی ان کے عصا کی

حقیقت بدل گئی ہے (فَالْيَقِنُ الشَّرْحُ لِجَوَابِنَ) ”پس گر پڑے جادوگر سجدے میں (قَالُوا أَمْتَأْ بُرَوتُ الظَّلَمِينَ) کہنے لگے ہم ایمان لائے ہیں رب العالمین پر (هُرَبٌ مُّؤْلَى وَهُرُونَ) [الاعراف: ۳۶، ۳۷] وہی جو سوی اور ہارون (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ) کا رب ہے۔ فرعون ان کے پچھے پڑ گیا (قَالَ فِرْعَوْنُ) ”کہا فرعون نے (إِمْثُمْ يَهُ قَبْلَ أَنْ أَذَنَ لَكُمْ) [الاعراف: ۱۲۳] کیا تم اس پر ایمان لائے ہو پہلے اس کے کہ میں تمھیں اجازت دیتا۔“ کس کی اجازت سے تم نے ایمان قبول کیا؟ بلایا تمھیں میں نے تھا ایمان اس پر لے آئے ہو۔ (لَا قُطْعَنَ أَيْدِيَكُمْ وَأَمْرُ جَلَلْكُمْ قِنْ خَلَافٌ وَلَا صَلِيبَكُمْ أَجْمِعِينَ) ”میں کافیوں گاتھمارے ہاتھدار پاؤں لٹے اور لکاؤں گاتھم سب کو سوی پر (قَالُوا لَا صَدِيقٌ إِنَّا إِلَى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ [شرا: ۴۹، ۵۰]) وہ کہنے لگے کوئی ذریغیں ہے بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف پہنچ کر جانے والے ہیں۔“ تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہے کہ ستر آدمیوں کو اس نے سوی پر لکا یا بھا گا کوئی بھی نہیں باقی اپنے نمبر کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ فرعون نے سمجھا کہ یہ توڑتے نہیں اور ایمان چھوڑنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے اور اکر اسکی میہے میں بنا می ہوگی۔ سہ کہہ کر مات کو نیال گما کر آج اتنے تھی کافی بیس ماقيوں کو پھر رسول پر لکاؤں گا۔

﴿قَالَ مُوسَىٰ إِنِّي مُولَىٰ عَلَيْهِ﴾ نے فرمایا ﴿مَا جَعْلْتُمْ لِي هُوَ الْبَخْرُ﴾ جو کچھ تم لائے ہو یہ جادو ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ سَيِّطِنُهُ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو باطل کر دے گا۔ چنانچہ موسیٰ مولیٰ نے عصاً لا وہ سب کو نگل گیا ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِلُ مِنْ عَمَلِ الْقَوْدِينَ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ درست نہیں کرتا فساویوں کے عمل کو ﴿وَيَعْلَمُ اللَّهُ أَعْلَمُ بِكُلِّ مِيقَاتِهِ﴾ اور ثابت کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق کو اپنے فیصلوں کے ساتھ۔ چنانچہ اس میدان میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ مولیٰ کو غلبہ عطا کیا اور سارے جادوگر شکست کھا گئے ہو تو نکرہ ﴿الْجُنُونُ مُؤْنَنٌ﴾ اور اگرچہ ناپسند کریں مجرم۔ مگر اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرتا ہے اور باطل کو مٹاتا ہے۔ یہ موسیٰ اور ہارون عليهما السلام کا قصہ ہے ماتی اس کا تجھے آئے گا۔

﴿فَمَا أَنْتُ بِمُؤْمِنٍ بِهِ﴾ بس نہیں ایمان لائے موسیٰ علیہ السلام پر ﴿إِلَّا ذَرَرَيْتَ قِنْ قَوْمَهُ﴾ مگر کچھ نوجوان ان کی قوم میں سے ﴿عَلَى حَوْقَنِ قِنْ فَرْعَوْنَ وَمَلَأَ يَهُودُمُ﴾ ڈرتے ہوئے فرعون اور اس کی جماعت سے ﴿أَنْ يَقْتَلُهُمْ﴾ کہ وہ ان کو نتشے میں بدل کر دے گا ﴿وَإِنْ فَرْعَوْنَ لَعَالٌ فِي الْأَسْرَارِ﴾ اور بے شک فرعون ﴿لَعَالٌ فِي الْأَسْرَارِ﴾ سرگشی کرنے والا تھا زمین میں ﴿وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ﴾ اور بے شک وہ حد سے گزرنے والا تھا ﴿وَقَالَ مُوسَىٰ لِيَقُولُوا﴾ اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اے میری قوم ﴿إِنْ لَكُمْ أَنْثُمُ إِمَامُنِّي إِنَّ اللَّهَ يُؤْمِنُ بِالشَّهِ﴾ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر ﴿فَعَلَيْهِ تَوَكِّلُوا﴾ پس اس پر بھروسا کرو ﴿إِنْ لَكُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ اگر ہو تم مسلمان ﴿فَقَاتُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكِّلْنَا﴾ پس کہا انہوں نے ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فَسَدَّةً﴾ اے ہمارے پروردگار نہ بنا ہمیں آزمائش ﴿لِتَقُوْمُ الظَّلَمِيْنَ﴾ ظالم قوم کے لیے ﴿وَ لَئِنْ هَذِهِ أَنْتَ بِهِ خَيْرٌ﴾ اور نسبات دے ہمیں اپنی رحمت کے ساتھ ﴿مِنَ الْقَوْمِ الْكَفِرِيْنَ﴾ کافر قوم سے ﴿وَأَذْهَبْنَا إِلَى﴾

مُوْسَى وَأَخْيُهُ<sup>لهم</sup>) اور ہم نے وحی تھیجی موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کی طرف ﴿أَنْ يَبْوَأَ لِقَوْمَكُمْ مَا يَحْرُصُونَ ثُمَّ أَنْتَ<sup>لهم</sup> كہ بناؤ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر کے اندر گھر ﴿وَاجْعَلُوهُ أَبْيُونَ شَلْكَةً<sup>لهم</sup>) اور بناؤ اپنے گھروں کو مسجد ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ<sup>لهم</sup>) اور قائم کر و نماز ﴿وَبَشِّرُ النُّؤْمَنِينَ<sup>لهم</sup>) اور خوش خبری دو ایمان والوں کو۔

گزشتہ درس میں تم نے یہ بات سنی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون، ہامان اور اس کی جماعت کو تبلیغ کی تو فرعون نے نشانی مانگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عاصا مبارک زمین پر ڈالا تو وہ اڑدہا بن گیا فرعون اپنے بلند تخت پر کری کے اوپر تاج شاہی پہن کر روزیروں اور مشیروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اڑدہا دیکھ کر بد خواس ہو کر ایسے گرا کہ یہ فرعون اور اپر کری۔ بجائے ماننے کے ضد پر آگیا اور کہنے لگا کہ ہم بھی مقابلہ کریں گے۔ بھلا اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟ کہنے لگا وقت مقرر کر دتریب ہی عید کا دن تھا موسیٰ علیہ السلام نے عید کا دن اور چاشت کا وقت مقرر کی۔ فرعون نے ہزاروں کی تعداد میں جادوگر بلاسے اور ان کے ساتھ معاوضہ بھی طے کیا اور سرکاری خطاب کا بھی وعدہ کیا۔ بہتر [۲] ہزار بھی تعداد لکھی ہے اور اس سے کم و بیش کا بھی ذکر آتا ہے۔ اگر بہتر [۲] ہزار بھی تعداد ہو تو ایک ایک نے دو دو سانپ نکالے تھے تو اس طرح ایک لاکھ چوالیں ہزار تعداد بھتی ہے۔ فرعونیوں نے دیکھا تو نفرے پر نفرے لگانے شروع کر دیئے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاخی ڈالی تو اس نے اڑدہا بن کر سب کو نگل لیا پھر ہاتھ رکھا تو لاخی بن گئی۔ جادوگر اپنے فن کے ماہر تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے، مسلمان ہو گئے۔ فرعون غصے میں آگیا اور ستر آدمیوں کو سولی پر لٹکایا اور باقیوں کو دھمکی دے کر چھوڑ دیا کہ تمہارے ساتھ پھر نہ لوں گا۔ لوگ دور دراز سے آئے تھے اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔

### فرعون کے خوف کی وجہ سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَمَا أَمْنَ لِيُؤْتَى<sup>لهم</sup>) پس نہیں ایمان لائے موسیٰ علیہ السلام پر ﴿إِلَّا ذُرْيَةً قَنْ قَوْمَهُ<sup>لهم</sup>) مگر کچھ نوجوان ان کی قوم میں سے۔ ذریت کا معنی بچے نوجوان اور نو عمر ہے۔ وہ نوجوان بنی اسرائیل میں سے تھے جو ایمان لائے ﴿عَلَى خَوْفِ قَنْ قَوْنَ وَمَلَأُهُمْ<sup>لهم</sup>) ڈرتے ہوئے فرعون اور ان کی جماعت سے۔ ﴿مَلَأُهُمْ<sup>لهم</sup>) سے ان کے وڈیرے مراد ہیں۔ تو وہ وڈیروں سے بھی ڈرتے تھے کہ ہم ایمان لا سکیں گے تو وہ ہمیں ماریں گے کیوں کہ وہ بھی بڑے ظالم تھے فرعون کی طرح اور خوف کس بات کا تھا ﴿أَنْ يَقْتَلُهُمْ<sup>لهم</sup>) کہ وہ ان کو فتنے میں جتنا کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان نوجوانوں کا خوف بلا وجہ نہیں تھا اس لیے کہ ﴿وَإِنْ فِرْعَوْنَ لَعَالِيٌ فِي الْآثَارِ<sup>لهم</sup>) اور بے شک فرعون سرکشی کرنے والا تھا زمین میں ﴿وَإِنَّهُ لَعِنَ النُّسُرِيَّينَ<sup>لهم</sup>) اور بے شک وہ حد سے گزرنے والا تھا۔ اس یہے ان نوجوانوں کا خوف بے جانہ تھا اور عالم اسباب میں خوف والی چیزوں سے خوف کرنا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔ خود موسیٰ علیہ السلام کا داتھ دیکھ لو۔ مدین سے واپس آتے ہوئے جب طویل کے مقام پر پہنچے رات کا وقت تھا غماب کے ایک درخت سے اللہ تعالیٰ

کے نور کی جگلی ظاہر ہو رہی تھی۔ دور سے آگ کے شعلے نظر آتے تھے یہ آگ لینے کے لیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّ أَنَا  
رَبُّكُمْ﴾ [طہ: ۱۳] ”بے شک میں تم اپر ورود گار ہوں ﴿وَأَنْظَمْتُ لَكُمْ تَقْرِينَ﴾ [طہ: ۲۱] میں نے تجھے اپنی ذات کے لیے چن لایا ہے۔“  
میں نے تجھے نبوت اور رسالت عطا کی ہے۔ موسیٰ ﷺ نے عرض کی اے پر ورود گار! میری زبان میں حکومتی سی لکھت ہے ﴿وَأَنْتَ  
هُوَ الْأَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا﴾ ”اور میری بھائی ہارون مجھ سے زبان میں زیادہ فتح ہے ﴿فَإِنِّي سَلَةٌ مَعِيَ بِرَدَّ أَهْوَ﴾ پس اس کو صحیح دے  
میرے ساتھ بطور معاون کے [قصص: ۳۲] ﴿قَالَ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿قُدُّوسٌ تُؤْتَ مُؤْلِمَاتٍ﴾ [طہ: ۲۱] تحقیق دیا گیا تھے  
کوئی اسوال اے موسیٰ۔ ”ہم نے تیر اسوال قبول کر لیا تجھے بھی نبوت دی اور تیرے بھائی کو بھی۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَا تَنْكِثُكَ يُؤْلِمُنِي﴾ ”اور کیوں ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ ﴿قَالَ هُنَّ عَصَمَى﴾  
کہا موسیٰ ﷺ نے یہ میری لاٹھی ہے ﴿أَتُوْكُنَّا عَلَيْهَا﴾ میں اس پر شک لگاتا ہوں ﴿وَآهْمَشُ بِهَا عَلَى عَنْتَنِ﴾ اور پتے جھاڑتا ہوں  
بکریوں پر ﴿وَلِلَّٰهِ مَا بَرَبُّ أُخْرَى﴾ اور میرے لیے اس میں دوسرے فائدے بھی ہیں ﴿قَالَ إِنَّمَا يُؤْلِمُنِي﴾ اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا اس لاٹھی کو نیچے ڈال دو ﴿فَأَلْقَاهَا فِي ذَلِكَ حَيَّةً ثَلِيلًا﴾ [طہ: ۲۰] پس موسیٰ ﷺ نے اس کو ڈالا پس اچانک وہ ہو گئی ایک سانپ  
دوڑتا ہوا۔ اور سورت قصص میں ہے ﴿فَلَمَّا رَأَاهَا هَمَرْتُ كَانَهَا جَانٌ وَلَيْلٌ مُذَبِّرٌ أَذْلَمٌ يَعْقِبُ﴾ ”اور جب دیکھا اس کو تو وہ حرکت کر  
رہی تھی گویا کہ وہ سانپ ہے، پشت پھیری موسیٰ ﷺ نے اور چیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔“

### طبعی خوف ایمان کے خلاف نہیں ۲

تو یہ سانپ سے خوف کرنا ایمان کے خلاف نہیں۔ حال اس کہ جب کہ ایمان تو پہاڑوں سے بھی ورنی ہوتا ہے اور نبتوں سے  
پہلے بھی مومن ہوتا ہے اور اب تو نبوت بھی مل چکی ہے لیکن سانپ کو دیکھ کر پشت پھیری اور چیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ  
نے فرمایا ﴿قَالَ حَذْرٌ هَذَا لَتَخَفُّ﴾ ”اے موسیٰ ﷺ اس کو پکڑ لیں اور خوف نہ کریں ﴿هَسْتَعْيِدُنَا سَيِّرَتَهَا الْأَذْلَمَ﴾ [طہ: ۲۱] ہم اس  
کو پلٹ دیں گے اس کی پہلی حالت پر۔“ تو طبعاً شیر کتے سے ڈرنا، سانپ پھوپھو سے ڈرنا، چور اور دہشت گرد سے ڈرنے سے  
ایمان پر کوئی زدنہیں پڑتی۔

تو وہ نوجوان جو فرعون سے ڈرے اور اس کی جماعت سے ڈرے تو اس سے ان کے ایمان پر کوئی زدنہیں آئی کیوں کہ  
ان چیزوں کا ذرط بھی اور فطری چیز ہے۔ ﴿قَالَ مُوسَىٰ﴾ اور کہا موسیٰ ﷺ نے ﴿لِيَقُولُوا﴾ اے میری قوم ﴿إِنَّنِّي أَمْتَمُ  
بِاللَّٰهِ﴾ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رائے ہو ﴿فَلَمَّا يَرَوْهُ تَوَكَّلُوا﴾ پس اسی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسا کرو۔ تو کل کام عالمی ہے ظاہری  
اسباب اختیار کر کے تیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا ﴿إِنَّنِّي مُسْلِمٌ﴾ اگر، و تم مسلمان۔ تو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرو وہ مسیب الاصاب  
خود اسباب پیدا کروے گا ﴿فَقَالُوا﴾ پس کہا ان نوجوانوں نے جو حکومتی دیر پہلے مسلمان ہوئے تھے ﴿عَلَى اللَّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ہم نے  
اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کیا ہے اور ساتھ ہی دعا کی ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِتَقْوِيمِ الظَّالِمِينَ﴾ اے ہمارے پروردگار انہا نہ بنا انسیں

آزمائش ظالم قوم کے لیے۔ اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں ظالموں کے لیے تختہ مشق نہ بنا کر وہ ہم پر ظلم ذھاتے رہیں یعنی ہمیں ان کے ظلم سے بچا۔

اور مفسرین کرام مجتہدین دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں اتنا کمزور نہ بنا کر وہ ہماری کمزوری کو دیکھ کر کہیں کہ یہ اگر حق پر ہوتے تو اتنے کمزور نہ ہوتے ان کے ساتھ رب نہیں ہے۔ اور ان کے دل بڑھ جائیں اور ہمارے ساتھ زیادتیاں کرنے لگ جائیں (وَتَعْصِمُ أَنْفُسُهُمْ وَأَنْتَ خَيْرٌ لِّكُلِّ الْكَافِرِينَ) اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت کے ساتھ کافر قوم سے (وَأَذْهِنَّا إِلَى مُؤْمِنِينَ وَأَخْبِثُوهُمْ) اور ہم نے وہی تسبیحی موکلی علیہ اور اس کے بھائی کی طرف۔

### موئی ﷺ کی شریعت سخت تھی

موئی ﷺ اور ان کی قوم پر صرف دنمازیں فرض تھیں اور ان کو حکم تھا کہ نمازیں مسجد میں پڑھنی ہیں مسجد سے باہر ان کی نماز نہیں، ہوتی تھی اور ان کو حجت کی اجازت اور سہولت نہیں تھی۔ وضو کر کے اور غسل کر کے نماز پڑھنی ہوتی تھی اور اگر ان کے کپڑوں پر گندگی لگ جاتی تو ہونے سے پاک نہیں ہوتے تھے بلکہ اس جگہ کوچک سے کاشا ہوتا تھا سات دفعہ ہونے سے بھی پاک نہیں ہوتے تھے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

کتنی مشقت کی بات تھی کیوں کہ کبھی آدمی چھوٹے بچے کو اٹھاتا ہے وہ ناکبھی کی وجہ سے پیشاب پا خانہ کر دیتا ہے، کبھی زخم سے خون نکل آتا ہے، کبھی بھوزا چھنسی بہہ پڑتا ہے، کبھی نکسر پھوٹ پڑتی ہے۔ تو جگہ کاٹنے کا حکم تھا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی برکت سے ہمیں سہوئیں عطا فرمائی ہیں کہ گندگی ہونے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے اور ساری زمین ہمارے لیے مسجد ہے۔ مسجد سے باہر بھی نماز ہو جاتی ہے ہاں اتنی بات ہے کہ بغیر کسی شرعی عذر کے لَا صلواة لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ دارقطنی کی روایت ہے کہ جو لوگ مسجد کے قریب رہتے ہیں وہ بلا کسی عذر کے بلا جماعت نماز پڑھیں تو ان کی نماز نہیں ہوگی۔

ہاں اگر شرعی عذر ہے تو الگ بات ہے۔ مثلاً: یہاں ہے یا گھٹنے اور پاؤں سے رہ گیا ہے یا سویا رہا اور وقت نکل گیا یا سفر میں ہے تو پھر گنجائش ہے مسجد سے باہر بھی نماز ہو جائے گی۔ لیکن ہمیں اسرائیل کے لیے پابندی تھی کہ نماز مسجد میں پڑھنی ہے مسجد سے باہر نماز نہیں ہوگی۔

جس وقت فرعونیوں کے جذبات زیادہ ابھرے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا موئی اور ہارون ﷺ کی طرف وہی تسبیحی (إِنَّمَا يَبْخَرُ الظُّفَرُ وَمَكَانُهُ بِبَرِّ تَاهِ) کہ بناؤ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر کے اندر گھر اور گھروں میں رہو۔ کیوں کہ ان کے جذبات ابھرے ہوئے ہیں چلو پھر دیگر تو وہ تمہارے ساتھ ہو یادی کریں گے (وَاجْتَلُو إِبْرِيْثُلُمْ وَقَنْدَلَةَ) اور بناؤ اپنے گھروں کو مسجد۔ یہ ان کو عارضی طور پر گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت ملی ورنہ عموماً ان کو مسجدوں کے بغیر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی اور اگر غسل جنابت کرنا ہوتا تھا تو سات دفعہ نہانہا پڑتا تھا آدمی ایک دفعہ جسم پر پانی ذاتے سے پاک نہیں ہوتا تھا۔ اندازہ لگاؤ ان

کے لیے کتنی سخت شریعت تھی؟ دیکھو! سردی کے زمانے میں سات رفعہ عسل کرنا پڑے اور پانی بھی ٹھنڈا ہو تو پہلے آڑ دے گا کہ بیرے لیے کفن تیار کھانا کر میں نے عسل کرنا ہے۔

فرمایا جب حالات قابو میں آجئیں گے کہ ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو باہر آ جانا ﴿وَأَقْبِلُوا الصَّلَاةً﴾ اور نماز قائم کرو۔ ان کے لیے صرف دنمازیں تھیں ایک بھر اور ایک عصر کی۔ اور کہتیں کتنی تھیں؟ اس کے متعلق بھی ہم قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کتنی رکعتاں تھیں۔ ہم اپنی شریعت کو بھولیں تو بڑی بات ہے۔

﴿وَيَسِّرْ الرُّؤْمَ وَالنَّمَوْمِنِينَ﴾ اور خوش خبری دو ایمان والوں کو۔ اللہ تعالیٰ نے موکی ﴿يَعْلَمُ﴾ کو فرمایا کہ جو موکن ہیں ان کو خوش خبری سادو کہ اللہ تعالیٰ کسی کا ایمان ضائع نہیں کرے گا نہ کسی کا عمل ضائع کرے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی نصیب فرمائے گا۔ لیکن ان دونوں میں گھروں سے باہر نہ نکلا اور نماز گھروں ہی میں پڑھو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور بقین رکھو۔

### وَقَالَ مُوسَى

﴿وَقَالَ مُوسَى﴾ اور کہا موکی ﴿عَلَيْهِ الْكَفَافُ﴾ نے ﴿رَبَّهُنَا﴾ اے ہمارے رب ﴿إِنَّكَ أَتَيْتَنِي بِرَبِّيَّ عَوْنَّا﴾ بے شک تو نے دی ہے فرعون کو ﴿وَمَلَّا كَرِيْبَتْهُ﴾ اور اس کی جماعت کو زیست ﴿وَأَمْوَالِهِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ اور مال دنیا کی زندگی میں ﴿رَبَّهُنَا﴾ اے ہمارے پروردگار ﴿لِيُصْلُوْأَعْنَ سَبِيلِكَ﴾ تا کہ وہ گراہ کریں تیرے راستے سے ﴿رَبَّهُنَا إِلَهُنِ عَلَيْهِنَّا﴾ اے ہمارے پروردگار مثادے ان کے والوں کو ﴿وَأَشَدُّ دُعَى عَلَيْ قُلُوبِهِمْ﴾ اور سخت کر دے ان کے والوں کو ﴿فَلَا يُؤْمِنُوا﴾ پس وہ ایمان نہ لاسکیں ﴿حَتَّى يَرَوُوا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾ یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو ﴿قَالَ﴾ یہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿قَدْ أَجِبْتُ دُعَوَتِكَ﴾ تحقیق قول کر لی گئی ہے تم دونوں کی رعایا ﴿فَالْسَّقِيرَتِيَّا﴾ پس تم دونوں ڈٹ کر قائم ہو جاؤ ﴿وَلَا شَيْءَ عَنِّي﴾ اور نہ پیر دی کرنا تم ﴿سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ان لوگوں کے راستے کی جو نہیں جانتے ﴿وَلَجُوزُ ثَابِتِيَّ اسْرَاءُ عَوْنَّ الْبَحْرَ﴾ اور ہم نے پار کر دیا بنی اسرائیل کو سمندر سے ﴿فَاتَّبَعُوهُمْ﴾ فرعون و جنودہ ﴿پس پیچا کیا ان کا فرعون نے اور اس کے لشکرنے ﴿بَغْيًا وَ عَذْوًا﴾ سرکشی کرتے ہوئے اور زیادتی کرتے ہوئے ﴿حَتَّى إِذَا أَذْرَكَهُ الْفَرْقَانُ﴾ یہاں تک کہ جب پالیا فرعون کو غرق ہونے نے ﴿قَالَ أَمَّنْ﴾ کہنے لگا ایمان لا یا میں ﴿أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا إِلَهُ إِلَّا إِلَهُنِي﴾ کہ بے شک شان یہ ہے کوئی معبد نہیں ہے مگر وہی ﴿أَمَّنْ يُهِبُّوا إِسْرَاءُ عَوْنَ﴾ جس پر ایمان لا یے بنی اسرائیل ﴿وَأَنَّا مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں ﴿أَنَّنَ وَقَدْ حَصَنَتْ قَبْلُ﴾ اب تو اسلام لاتا ہے اور تحقیق تو نے نافرمانی کی اس سے پہلے ﴿وَكُلَّتْ مِنَ الْفَقِيرِيَّنَ﴾ اور تو فسادیوں میں سے تھا ﴿فَالِّيَّوْمَ تُتَحْكِمُ بِبَدْنِكَ﴾ پس آج کے دن بچالیں گے ہم تیرے جسم کو

﴿لَئِنْ كُنْتُ مِنْ حَلْقَكَ أَيَّهُ﴾ تاکہ ہو جائے تو ان لوگوں کے لیے جو تیرے بعد آئیں گے نشانی ﴿وَإِنْ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ﴾ اور بے شک بہت سے لوگوں میں ایسے ہیں ﴿عَنِ الْيَقِنِ الْغَافِلُونَ﴾ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرعون کو اقتدار اور حکومت دی تھی۔ یہ مطلق العنان یعنی بے الگام بادشاہ تھا۔ مال کی بہتان تھی اس کے پاس بھی اور اس کے فوجی افسردوں کے پاس بھی۔ ہمارے ہی بڑے مال دار تھے۔ صرف ایک قارون کا اتنا خزانہ تھا کہ بیسویں پارے میں آتا ہے کہ اب کی چابیاں اچھی خاصی جماعت کو تھکا دیتی تھیں۔ مال کی کثرت نے ان کو بگاڑ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بچیسویں پارے میں ﴿وَلَوْبَسْطَ اللَّهُ الْرَّزْقَ لِيَعْبَادَهُ الْأَمْرَاضُ﴾ [الشوری: ۲۲] اور اگر اللہ تعالیٰ بڑھا دے رزق اپنے بندوں کے لیے تو وہ باغی ہو جائیں زمین میں۔ ”عموماً مال کی کثرت انسان کو سرکشی پر آمادہ کرتی ہے۔ کوئی ہزار میں سے ایک آدھ نکلے گا جو سرکشی سے فج جائے خصوصاً اس دور میں تو خدا پناہ! اور ہر دور میں ایسا ہی ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَقَالَ مُوسَى﴾ اور کہا موسیٰ ﴿لِيَعْلَمَ﴾ نے موسیٰ ﴿لِيَعْلَمَ﴾ نے دعا کی اور ہارون ﴿لِيَعْلَمَ﴾ نے آمین کی۔ ﴿رَبَّهَا﴾ اے ہمارے پروردگار! ﴿إِنَّكَ أَنْتَ فِرْعَوْنُ وَمَلَكُ الْأَرْضِ﴾ بے شک دی تو نے فرعون کو اور اس کی جماعت کو زینت ﴿وَأَمْوَالًا فِي الْعِيُونِ وَالْأَرْضِ﴾ اور مال دنیا کی زندگی میں۔ بادشاہی، کری، اقتدار، مال دولت، کوٹھیاں، باغات اور بڑا کچھ ﴿رَبَّنَا لِيُنَصِّلُنَا عَنْ سَيِّلِكَ﴾ اے رب ہمارے اس لیے کہ وہ گراہ کریں تیرے راستے سے۔ مال دیا ہے ان کو کہ مال کے بل بوتے پر انہوں نے لوگوں کو گراہ کیا ہے۔ ﴿رَبَّنَا ظِلِّشَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ﴾ اے ہمارے پروردگار! مثادے ان کے مالوں کو ﴿فَلَمَّا يُرَأَوْهُمْ﴾ اور سخت کر دے ان کے دلوں کو ﴿فَلَمَّا يُرَأَوْهُمْ مُؤْمِنُوْا حَتَّىٰ يَرَوْهُ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾ پس وہ ایمان نہ لاسکیں یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو۔

اب تک میں ان کو تبلیغ کرتا آیا ہوں اور یہ مقابلہ کرتے آئے ہیں اور ابھی تک گمراہی پر فٹے ہوئے ہیں اور دوسروں کو مال کے بل بوتے پر گراہ کیے ہوئے ہیں ان کو اپنے مال و دولت پر بڑا گھنڈ اور غرور ہے۔ چنانچہ بچیسویں پارے میں ذکر ہے کہ فرعون نے کہا ﴿أَلَيْسَ لِي مُلْكُ وَمَصْرَ وَهَذِهِ الْأَنْهَرُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِيٰ﴾ ﴿أَفَلَا تَبْصِرُونَ﴾ [الازف: ۵۱] ”کیا یہ ملک مصر میرے قبضے میں نہیں ہے اور یہ جو نہریں چلتی ہیں میری کوٹھیوں کے نیچے سے کیا پس تم دیکھتے نہیں ہو۔“ اس مال کے بل بوتے پر انہوں نے لوگوں کو گراہ کیا ہے۔ ﴿قَالَ﴾ فرمایا رب تعالیٰ نے ﴿قَدْ أَجْيَثْتُ دُعَوْتُكُمَا﴾ تھیق تبول کر لی گئی ہے تم دونوں کی دعا۔ موسیٰ ﴿لِيَعْلَمَ﴾ نے دعا کی تھی اور ہارون ﴿لِيَعْلَمَ﴾ نے آمین کہی تھی۔ آمین کہنے والا بدستور دعا میں شریک ہوتا ہے۔

### موسیٰ ﴿لِيَعْلَمَ﴾ کی بد دعا اور اس کا ظہور

اسی مقام پر فسروں میں لکھا ہے کہ ان کے سونے چاندی کے سکے پتھر بن گئے اور ہیرے موٹی سب عام پتھر بن گئے۔ وہ جب برتوں کو کھول کر دیکھتے تو سونے چاندی کے سکوں کی جگہ پتھر پڑے ہوتے تھے باغ اجز گئے، دکانیں تباہ ہو گئیں،

قیمتی چیزیں پتھر بن گئیں، اٹھا کے سڑک کے کنارے پھینک دیتے، مالی حیثیت ختم ہو گئی اور دعا کی قبولیت سامنے آگئی۔ اللہ نے فرمایا ﴿فَلَمْ وُنُوفُ ذُرْتُ كَرْهُو تَحْوَزَ سَے آری ان کے ساتھ تھے کیوں کہ فرعون کا غلبہ تھا، اقتدار تھا اور بُرّا ظالم تھا جو کلمہ پڑھتا تھا اس پر بڑی ختنی کرتا تھا ﴿وَلَا تَشْبِعْنَ سَيِّئَلِ الْذِي شَاءَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ اور نہ پیرودی کرنا تم ان لوگوں کے راستے کی جو نہیں جانتے۔ فرعون کی، نہ ہامان کی، نہ قارون کی، نہ ان کی جماعت کی اور حق پر ڈھنپ کر رہتا ہے۔

### مصر سے کنعان ہجرت کرنا

پھر عرصہ دراز تک موئی اور ہارون ﷺ ان کو سمجھاتے رہے مگر وہ نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ارض مقدس کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ حضرت موئی ﷺ نے پروگرام سے اپنی قوم کو آگاہ کیا کہ ہم نے رات کو یہاں سے ہجرت کر کے ارض مقدسہ فلسطین اور کنعان کے علاقے میں جانا ہے اور یہ رب تعالیٰ کا حکم ہے پختہ ہن کے لوگ تھے مدد، عورتیں، بچے اور بوز ہے سب تیار ہو گئے۔ رات ہوئی تو پروگرام کے مطابق مصر سے روانہ ہو گئے۔ عورتیں ساتھ ہوں تو شور تو ہوتا ہے فرعون کے ایکنٹوں نے اس کو بتا دیا کہ بنی اسرائیل یہاں سے چلے گئے ہیں۔ فرعون بڑا پریشان ہوا کہ یہی لوگ تھے کام کرنے والے جن کی وجہ سے ہم حکومت کرتے تھے اگر یہ کام کرنے والے نہ ہے تو ہمارا سارا نظام بگڑ جائے گا۔ فرعون نے اپنی فوج کو تیری کا حکم دیا کہ ان کو پکڑنا ہے۔

بنی اسرائیل نے بحر قلزم کے قریب پڑا ڈالا تھا۔ مُشرقین کا لفظ قرآن پاک میں آتا ہے۔ جیسے اب سورج طلوع ہونے کا وقت ہے چیچے سے فوجیں چلتی گئیں۔ آگے بحر قلزم کی موجودیں ہیں کشتیاں ان کے پاس نہیں تھیں بلکہ پریشان ہوئے ﴿قَالَ أَصْحَبُ مُؤْمِنِي إِنَّ الْمُذْنَبَةَ مُؤْمِنُونَ﴾ "موئی ﷺ کے ساتھیوں نے کہا ہے شک ہم تو پذیرے گئے ﴿قَالَ مَلَكُ إِنَّ مَعَنِي هَذِهِ سَيِّئَاتِنِي﴾ [شراء: ۶۱-۶۲] فرمایا موئی ﷺ نے ہرگز نہیں بے شک میرے ساتھ میرا پروردگار ہے۔" اس کے حکم سے آئے ہیں ہرے بیچاؤ کا انتظام وہ خور کرے گا۔ جس وقت بحر قلزم کے کنارے آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿أَنِ اَصْبِرْ بِعَصَانِ الْبَعْثَرِ﴾ ماروا پنی لاٹھی سمندر پر۔ بارہ خاندان تھے اللہ تعالیٰ نے ہر خاندان کے لیے الگ الگ راست بنادیا بڑا گہرہ سمندر تھا اس کا پانی اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے دیواریں ہوتی ہیں ﴿فَالْفَلَقُ فَكَانَ كُلُّ فِزْقٍ كَالْقَوْدُ الْعَظِيمُ﴾ بس پھٹ کیا وہ پس ہو گیا ہر ایک حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح۔ پانی کی دیواریں ایسی تھیں جیسے پہاڑ کھڑے ہوں۔

بنی اسرائیلیوں نے بحر قلزم عبور کر لیا فرعون فوجیں لے کر آیا اس کے وزیر اعظم ہامان نے کہا کہ تم اسے چلو تھا رے بیچے فوجیں ہوں گی اور ان کے چیچے میں ہوں گا ان کا تعاقب کرنا ہے یہ کون ہوتے ہیں بھاگ کر جانے والے۔ جب سارے بحر قلزم میں اتر گئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا چل پڑو۔ یہ سارے وہیں جنم رسید ہوئے۔ فرعون نے بڑا اوہ بیلا کیا۔ اس کا ذکر ہے۔

﴿وَجَوَّلَتِ الْأَرْضُ آتَيْنَاهُنَّا بَخْرٌ﴾ اور ہم نے پار کر دیا۔ ان اسرائیل کو سمندر سے ﴿فَاتَّهُمْ فِي رُؤْسِهِنَّا وَجَنَّدُهُنَّا﴾ میں پیچا کیا۔ ان کافرعون نے اور اس کے شکرنے۔ بہت بڑا لشکر تھا ﴿بَعْيَاً وَعَذَّابًا﴾ سرکشی کرتے ہوئے اور زیادتی کرتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر زیادتی کے لیے تیار ہو گئے۔ سارے غرق ہو گئے۔ جب فرعون غرق ہوئے لگا ہو گئی اذَا آذَنَاهُ كُلُّ الْقُرْبَى ﴿وَهُوَ إِلَيْهِ أَنْزَلَهُ﴾ یہاں تک کہ جب پالیا فرعون کو غرق ہونے نے ﴿قَالَ﴾ کہنے لگا ﴿إِنَّمَّا أَنْتَ أَلَّا إِلَهَ إِلَّا إِنِّي أَمْتَثِلُ بِهِ بَشَّرًا إِنَّمَّا أَنْتَ آءِيَنَّا﴾ ایمان لایا میں کہ بے شک شان یہ ہے کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی جس پر ایمان لائے ہیں نبی اسرائیل ﴿وَذَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں ﴿أَكُلُّ﴾ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جریئل ﴿عَلَيْهِ﴾ نے آواز دی اب ایمان لاتے ہو ﴿وَقَدْ حَسِنَتْ قَبْلُنَّ﴾ اور تحقیق تو نے نافرمانی کی اس سے پہلے ﴿وَلَمَّا نَتَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ اور توفادیں میں سے تھا۔

### عذاب کے ظاہر ہونے اور نزع کے وقت کا ایمان قابل قبول نہیں

اللہ تعالیٰ کے عذاب آنے کے بعد کا ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اسی طرح نزع کی حالت میں کوئی ایمان لائے یا توبہ کرے تو وہ بھی قبول نہیں ہے۔ آئندہ رکوع میں آئے گا کہ عذاب کے ظاہر ہو جانے کے بعد صرف حضرت یوسف ﷺ کی قوم کی توبہ قبول ہوئی باقی دنیا میں کسی قوم کی توبہ اس حالت میں قبول نہیں ہوئی۔ کیوں کہ ایمان وہ قبول ہے جو بالغیب ہو ﴿يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾ ”وہ ایمان لاتے ہیں بن دیکھے۔“ جب فرشتے نظر آ جائیں تو ایمان بالغیب نہ رہا۔

احادیث میں آتا ہے کہ موت کے وقت ملک الموت آگے ہوتا ہے اور اٹھارہ فرشتے اس کے پیچے ہوتے ہیں نیک آدمی کے لیے جنت کا کفن، جنت کی خوشبو لا تے ہیں۔ ملک الموت روح نکال کے ان کے حوالے کر دیتا ہے وہ فرشتے جنت کے کفن اور خوشبوؤں میں پیٹ کر آسمانوں کی طرف اڑتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور اسے علیین میں پہنچاتے ہیں جو نیک لوگوں کی ارواح کا دفتر ہے۔ اور اگر مر نے والا کافر، مشرک، بے ایمان اور نافرمان ہے تو فرشتے اس کے لیے جہنم کا ناث اور بدبوئیں لے کر آتے ہیں۔ ملک الموت اس کی روح نکال کر ان کے حوالے کر دیتا ہے وہ اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں لَا تُفْتَحْ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ ”ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔“ وہ اس کو واپس سمجھنے میں لے آتے ہیں جو ساتویں زمین پر کافروں کی ارواح کا دفتر ہے۔ وہاں جب اندر اج ہو جاتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے تَعَادُرُ وَحْةٍ إِلَى جَسْدِهِ اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ لوگ اس کو ابھی وقت کے واپس نہیں لوئتے کہ اس کے جسم میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ لوگوں کے جوتوں کی آہست قبر میں پڑا ہوا سن رہا ہوتا ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے لَيَسْتَعِنَ قَزْعٌ بِعَالِيهِمْ وَهُوَ الَّذِي جَوَّلَنَّ کی آہست سن رہا ہوتا ہے۔ پھر فرشتے آکر اس سے سوال کرتے ہیں مَنْ زَيْلَكَ تَيْرَارِبَ کون ہے؟ مَنْ تَبَيْلَكَ تَيْرَانِبَ کون ہے؟ مَا دِيْنُكَ تو کس دین پر ہے؟ نیک ہے تو

ایمان کی برکت سے صحیح اور معمول جواب دیتا ہے اور اگر جواب نہ ہوتا ہے تو حیران ہوتا ہے اور کہتا ہے قہاد ہاہ لاؤ اُذری بھی معلوم نہیں کیا کہنا ہے۔

توفرشتے نے آواز دی اب ایمان لاتا ہے اور اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا ہے اور فسادیوں میں سے تھا **فَالْيَوْمَ** **تَجْنِيدُكَ پَهْدِنَكَ** **فَهُنَّ** **تَجْنِيدُكَ** کے دعویٰ بیان کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ مجھ سے لیا جائے اور نجومی کامیٹی ہے دریا کا کنارہ۔ ساجل بھر نُلْقِيَكَ عَلَى تَجْنِيدَةِ قَنْ الْبَخْرِ ہم تیرے بدن کو سندھر کے کنارے پھینک دیں گے **فَإِنَّكُونَ لَمَنْ خَلَقَكَ أَيْمَنَكَ** تاکہ ہو جائے تو ان لوگوں کے لیے جو تیرے بعد آئیں نہیں۔ دوسرا منعی نجات کا کرتے ہیں کہ ہم تیرے بدن کو نجات دیں گے یعنی تیرے بدن کو نجات دیں گے روح اور بدن دونوں کو نجات نہیں ہو سکتی کہ تو آخرت سے فک جائے۔ پھر فرعون کی لاش مشک بی ہوئی باہر پڑی تھی کہ پیٹ میں پانی بھر گیا تھا تاکہ پھولوں کو پتا چلے کہ یہ ہے وہ فرعون جو کہتا تھا **(أَنَا رَاجِلُمُ الْأَغْلِبِ)** [اذاعات: ۲۱] تمہارا بڑا رب تو میں ہوں۔ آج دیکھو! اس کا یہ حال ہے۔ مصر کے عجائب گھر میں کئی فرعونوں کی لاشیں پڑی ہیں۔ صدیاں گزر گئیں ہیں لوگ وہاں جا کے دیکھتے ہیں۔ جو فرعون موی **بِيَعْدِهِ** کے زمانے میں تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ [تفسیر قرطبی] اسی لیے بعض احادیث میں آتا ہے کہ ولید نام تھیک نہیں ہے۔ دوسری احادیث میں ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ بہت سارے صحابی ہیں جن کے نام ولید رکھے گئے ہیں۔

آج سے چند سال قبل مصر کی حکومت نے کہا کہ اس کو دفن کر دینا چاہیے۔ دوسروں نے کہا کہ نہیں! کیوں کہ یہی سلسلہ چلا آ رہا ہے اور لوگ آ کر اس کو دیکھتے ہیں لہذا دفن نہیں کرنا چاہیے تو بھر حکومت کی رائے بدلتی ہے۔ **فَوَإِنْ كَفَرُوا فَإِنَّ الْأَنْسَى** **فَهُ** اور بے شک بہت سے لوگوں میں ایسے ہیں **فَعَنِ الْيَتِنَالْغَنَوْنَ** **فَهُ** جو ہماری آئیوں سے غافل ہیں۔ ہماری تدریت پر یقین نہیں رکھتے اور ہماری نشانیوں سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔



**وَلَقَدْ يَوْمَ أَنْتَ أَبْيَقْ إِشْرَاءَ نِيلَ** **فَهُ** اور البتہ تحقیق ہم نے جگہ دی بنی اسرائیل کو **(مَهْوَأَ صَدْقِي)** **بڑی اچھی جگہ** **فَوَ** **نَرَأَ شَهْمَمْ قَنْ الْكَهْبِيَّتِ** **فَهُ** اور ان کو روزی دی پا کیزہ چیزوں کی **فَمَا اخْتَفَوْا حَتَّى جَاءَهُمُ الْعِلْمُ** **فَهُ** پس نہیں اختلاف کیا انہوں نے یہاں تک کہ ان کے پاس علم آگیا **(إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ بِيَعْدِهِ)** بے شک تیر ارب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان **يَوْمَ الْقِيَّمَةِ** قیامت کے دن **فَيَمَّا كَلَّا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ** **فَهُ** ان چیزوں کے بارے میں جن میں اختلاف کرتے تھے **فَإِنْ كُلَّتِ فِي شَكِ** **فَهُ** پس اگر آپ شک میں ہیں **فَمَا أَنْزَلَنَا إِلَيْكُ** **فَهُ** اس چیز کے بارے میں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی **فَنَزَّلَ إِلَيْنَا** **فَهُ** پس آپ پوچھ لیں ان لوگوں سے **فَيَقُولُونَ الْكَلِمَاتِ** میں **مَيْلِكِ** **فَهُ** جو پڑھتے ہیں کتاب آپ سے پہلے **لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ** **فَهُ** البتہ تحقیق آپ کا ہے حق تیرے پاس

تیرے رب کی طرف سے ﴿فَلَاتَّلُونَ مِنَ الْمُمْتَنَى﴾ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے ﴿وَلَا  
شَكُونَ مِنَ الظَّنِينَ﴾ اور ہرگز نہ ہوں ان لوگوں میں سے ﴿كَذَبُوا إِيمَانَ اللَّهِ﴾ جنہوں نے جھٹلا یا اللہ تعالیٰ کی  
آیتوں کو ﴿فَلَكُونَ مِنَ الْخَيْرِينَ﴾ پس آپ ہو جائیں گے تھان اٹھانے والوں میں سے ﴿إِنَّ الظَّنِينَ حَقَّتْ  
عَلَيْهِمْ﴾ بے شک وہ لوگ جن پر لازم ہو چکا ہے ﴿كَلِمَاتُ رَبِّكَ﴾ تیرے رب کا فیصلہ ﴿لَا يُؤْمِنُونَ﴾ وہ ایمان  
نہیں لا سکیں گے ﴿وَلَوْجَاءُهُمْ كُلُّ أَيَّةٍ﴾ اور اگرچہ آجائے ان کے پاس ہر قسم کی نشانی ﴿حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ  
الْأَلِيمَ﴾ یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں وردتاک عذاب۔

### اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل سے ناشکری کا شکوہ

اسرائیل حضرت یعقوب کا لقب تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے ان میں سے ایک حضرت یوسف ﷺ بھی  
تھے ہر بیٹے سے آگے خاندان چاہا اور بنی اسرائیل کہلانے پر تسلیم بہت سچیلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بزرے انعام و اکرام سے  
نواز لیکن ان پر اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمتیں کیں یا اتنے ہی زیادہ سرکش ہوئے اور نافرمانی ان کی کھٹی میں داخل تھی اسی کا پروردگار غنکوہ  
فرماتے ہیں ﴿وَلَقَدْ بَوَأْنَا لَهُنَّ أَسْرَاءَ نِيلٍ مُبْهَأً أَصْدَقٌ﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے جملہ دی۔ بنی اسرائیل کو بڑی اچھی جگہ۔ بنی اسرائیل  
جب وادی ہے پہنچ۔ (جس کو آج کل کے جغرافیہ میں وادی سیناً کہتے ہیں۔ جس کی لمبائی چھتیں میل اور چوڑائی چوبیں میل ہے  
اور سطح سمندر سے تقریباً چار ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ اس وادی کے ایک حصہ سے تیل اور پردرول بھی نکلتا ہے۔ یہود نے ۱۹۶۷ء  
تک اسی پر قبضہ کیا تھا اور تیل والے حصہ پر اب بھی یہود کا قبضہ ہے باقی ریت والا حصہ مصر کو واپس دے دیا ہے۔ تو از ہلوق)  
تو ان کے لیے وہاں خوراک پانی کا کوئی انتظام نہ تھا، وہ سوپ سے بچنے کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ بڑی سخت وہ سوپ تھی  
﴿وَظَلَّلَنَا عَلَيْنَا الْعَامَ﴾ اور ہم نے تمہارے اوپر بادلوں کا سیہ کیا۔ جب سورج چڑھتا تھا تو گہرے بادل ان کے اوپر  
سایہ کرتے تھے کھانے کے لیے بھنے ہوئے بیمار اور کھیر دو تھاں دو وقت اترتے تھے اور یہ مزے کے ساتھ کھاتے تھے پانی کا  
انتظام نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ﷺ کو فرمایا کہ اپنی لاخی پتھر پر مارو۔ انہوں نے جب لاخی ماری تو بارہ چھٹے پتھر سے بہ  
پڑے۔ ہر خاندان کے لیے ایک ایک چشمہ مقرر کر دیا اور سلسل چالیس سال ان کے لیے یہی انتظام رہا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَرَدَ قَمَلُمْ مِنَ الْقَتْبَلَتِ﴾ اور ہم نے ان کو روزی دی پاکیزہ چیزوں کی۔ تیار کھانا وقت پر آ جاتا  
تھا لیکن کہنے لگے ہم ایک قسم کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے ہمیں پیاز، دال مسروکی اور فلاں فلاں چیزیں چاہیں۔ موسیٰ ﷺ نے  
فرمایا کہ حصیں اٹلی چیزیں بلا مشقت مل رہی ہیں ان کو چھوڑ کر ادنیٰ مانگتے ہوں ﴿إِهْبُطُوا وَمُضْرِأَقَانَ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ﴾ (بقرہ، ۲۱) ”شہر  
میں اتر جاؤ بے شک تمہارے لیے وہی کچھ ہو گا جو تم نے مانگا ہے۔“ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی اس کے بعد یہ

وادی سینا کی سے نکل کر شام کے علاقے میں داخل ہوئے۔ اس وقت شام، فلسطین، اردن اور وہ علاقہ جو اس پوت اسرائیل کے پاس ہے یہ سارا مجموعہ ارضی مقدس کہلاتا تھا، کنعان کہلاتا تھا۔ ظالم انگریز نے اس کو خلڑے کلڑے کر دیا ہے اصطاب وہاں کے حکمرانوں کا یہ حال ہے کہ اسریکہ، برطانیہ، جرمنی وغیرہ باطل قوتوں کے ساتھ مل سکتے ہیں آپس میں سرنبیں جوڑ سکتے۔ اتنا بعد اور تنفس پیدا کر دیا گیا ہے۔ شام کا علاقہ براز رخیز ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو پھل بزریاں اور ہر طرح کی فصلیعِ حطا فرمائی ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد مصر گئے، مصر کا علاقہ بھی براز رخیز ہے، مصر میں بھی عمدہ فذا کیس کھاتے پیتے رہے۔

توبات یہ ہو رہی تھی کہ وادی سینا میں ان کو من و سلوئی کی شکل میں پا کیزہ کھانے ملتے تھے ﴿فَمَا احْتَلُوا هُنَّا جَاءُهُمْ الْعِلْمُ﴾ پس نہیں اختلاف کیا انھوں نے یہاں تک کہ ان کے پاس علم آگیا۔ علم آنے کے بعد انھوں نے اختلاف کیا۔ ﴿إِنَّ رَهْبَكَ يَقْضِي بِمَا يَهْمِمُ إِيمَانَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ بے شک تیرارب فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن ﴿فَيَسْأَلُونَ كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ ان جیزوں کے بارے میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ یہ اختلاف ان کا محض ضدی وجہ سے تھا۔

### یہودی آپ ﷺ کو اچھی طرح پہچانتے تھے ۴۳

یہودی دنیا کی ذہین اور ضدی قوموں میں سے ایک قوم ہے۔ درستہ وہ آپ ﷺ کو جانتے اور پہچانتے تھے کہ یہ وہی پیغمبر برحق ہیں جنھوں نے آنا تھا اور وہ اپنی مخلوقوں میں اس کا تذکرہ بھی کرتے تھے کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس نے آنا تھا۔ قرآن پاک میں ہے ﴿يَعْرُوفُونَ لَهُ كَمَا يَعْرُوفُونَ أَهْنَاءُ عَرْضُهُمْ﴾ ”وہ اس پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں علامات اور شانیوں سے کہ جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔“ بلکہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہیے یہودی تھے بعد میں مسلمان ہو گئے۔ وہ فرماتے تھے کہ ہمیں اپنے بچوں کے بارے میں تردہ ہو سکتا ہے کہ شاید ہماری بیویوں نے خیانت کی ہو مگر اس نبی کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ یہ وہی برحق نبی ہیں۔

چند یہودی مسلمان ہوئے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ، حضرت بن یامین رضی اللہ عنہ اور اکثریت نافرمان ہی تھی اور حق کے ساتھ نکراتے تھے حالانکہ ان کے بڑوں کے مدینہ آنے کی وجہ تاریخ یہ بتلتی ہے کہ ان کے پاس علامات تھیں کہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ نے مکر مدد میں پیدا ہونا ہے اور مدینہ طیبہ میں بھرت کر کے آنا ہے۔ یہودیوں نے صد یوں پہلے یہاں آکر ذریے ذالے ہوئے تھے کہ وہ آئیں گے تو ان کا کلمہ پڑھیں گے۔ ان کے بڑے اتنے عقیدت مند تھے مگر بعد میں آنے والی نسلیں بگوگئیں دیکھنے سننے کے باوجود نہیں مانا بلکہ آپ ﷺ کے شہید کرنے کے درپیچے ہو گئے، آپ ﷺ پر جادو کیا۔ کھانے میں زہر لٹا کر آپ ﷺ کو دیا اور بہت کچھ کیا۔

### لَمْ گُئْتَ فِي شَكٍ كَمْفُهُومٌ ۝

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَمْ گُئْتَ فِي شَكٍ﴾ پس اگر آپ شک میں ہیں۔ یہ خطاب آپ ﷺ کو ہے مگر سمجھایا امت

کو جارہا ہے۔ بعض دفعہ اس طرح ہوتا ہے کہ:-

گفتہ آید در حدیث دیگران

”سمجھانا کسی کو ہوتا ہے اور خطاب کسی اور کو ہوتا ہے۔“

جس طرح پنجابی میں کہتے ہیں:-

آکھے دھی نوں تے سناؤے نوہ نوں

آنحضرت ﷺ کو شک ہو ہی نہیں سکتا۔

تو فرمایا اگر آپ شک میں ہیں ﴿فَإِنَّمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ﴾ اس چیز کے بارے میں جو ہم نے آپ کی طرف تازل کی ﴿فَقُلْ لِلنَّاسِ يَعْمَلُونَ الظَّبَابُ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ پس آپ پوچھ لیں ان لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب آپ سے پہلے۔ پھر سمجھ لیں کہ یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے لوگوں کو بتایا ہے کہ اگر تم سیسیں شک ہے تو پہلے ان لوگوں سے پوچھ لو جو کتاب پڑھتے ہیں۔ اور نویں پارے میں تم پڑھ پکے ہو ﴿أَلَيْهِ يَوْمَئِنَّهُ مَكْشُوفًا عَذَابُهُمْ فِي الشَّوَّمِرْقَةِ وَالْأَنْجَنِيلِ﴾ ”جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔“ اس کی علامات اور شانیاں بلکہ سورت فتح کے آخری رکوع میں صحابہ کرام کی علامات بھی بتلائی ہیں جو پانچویں دن تم صبح کی قرات میں سنتے ہو۔ (حضرت شیخ صحیح کی نماز میں جو قرات تلاوت فرماتے تھے وہ سات دن کے لیے الگ الگ رکوع تھے۔ پانچویں دن ایک رکعت میں سورت فتح کا آخری رکوع پڑھتے تھے اس کے متعلق فرمایا کہ پانچویں دن صبح کی قرات میں تم سنتے ہو۔ نواز بلوج)

### صحابہ کرام ﷺ کی تین علامتیں ہیں

اس رکوع میں صحابہ کرام کی علامتیں بیان کی گئیں ہیں ﴿مَشَاهِدُهُمْ فِي الْكُوُرْسُوْثَةِ وَمَشَاهِدُهُمْ فِي الْأَنْجَنِيلِ﴾ ”ان کی مثال تورات میں ہے اور انجیل میں اس طرح ہے ﴿كَوَرَّاهُ أَخْرَجَ سَكَنَةً﴾ جیسا کہ کہیں اپنا پہنچانا کلتی ہے ﴿فَأَذَرَهُ﴾ پھر اس کو مضبوط کرتی ہے۔“

﴿لَقَدْ جَاءَكُمُ الْعُقْلُ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ البتہ تحقیق آپ کا ہے حق تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے ﴿فَلَا تَكُونُنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے۔ آپ ﷺ کو خطاب کر کے دوسروں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر تم سیسیں اپنے بارے میں نبوت و رسالت اور کتاب کے ملنے میں شک ہے تو پہلے جو کتابیں پڑھتے ہیں تو ریت انجلیں ان سے پوچھ لیں۔ کیوں کہ ریت، انجلی اور زبور میں آنحضرت ﷺ کی بشارتیں موجود ہیں۔ ہزار ہاتھریفات کے باوجود آج بھی اشارات موجود ہیں۔ انجلی یو حطا میں یہ آیت ہے کہ حضرت عیسیٰ ﷺ نے اپنے شاگردوں اور حواریوں سے فرمایا کہ: ”اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔“ [باب ۱۵: آیت ۳۰]

### حضرت شیخ رحمہ اللہ کی پادریوں کے ساتھ گفتگو ۲

ایک دن دو ہم ان آئے میں ان کو جا کر بیٹھک میں ملا اور دریافت کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میر انام پادری پطرس گل ہے دوسرے کا نام یاد نہیں ڈائری میں لکھا ہوا ہے۔ کہنے لگا کہ میں انا رکلی لاہور کے گرجے کا مین انجمن اج ہوں اور یہ میر امماون ہے۔ میں نے سوچا کہ ان کے پادریوں کا مجھ سے کیا جوڑ اور ربط ہے؟ کوئی مولوی، قاری، حافظ یا طالب علم ہوتے تو الگ بات تھی۔ میں ذہنی طور پر متعدد ہوا کہ یہ کیوں آئے ہیں؟ خیر میں نے ان سے پوچھا کہ تم کیسے تشریف لائے ہو۔ کہنے لگے ہم نے آپ کی کتاب ”حیاتیت کا پس مختار“ پڑھی ہے اس میں آپ نے انجلی یونیورسٹی کی ایک آیت کو اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر فتح کیا ہے حالانکہ وہ آپ کے پیغمبر پر فتح نہیں آتی۔ کیوں کہ آیت میں جو یہ جملہ ہے کہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اس سے مراد تمہارا نبی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد تو شیطان ہے۔

میں نے کہا پادری صاحبان لا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم۔ یہ بتاؤ کہ شیطان پہلے موجود نہیں تھا کہ اس نے اب آتا ہے؟ آدم ﷺ کو جنت سے کس نے نکلوایا تھا، حوا ﷺ کے جنت سے نکلنے کا سبب کون بناتھا؟ وہ شیطان نہیں تھا کہ حضرت میسیح ﷺ فرماتے ہیں کہ میں جاؤں گا اور وہ آئے گا اور کیا تم شیطان کو دنیا کا سردار مانتے ہو؟ وہ تو جو تیاں مارنے کے قابل ہے۔ ایسی غلط تاویلیں کرتے ہو۔ پھر وہ چائے پی کر چلے گئے۔ اور انجلی متی میں ہے: ”میں آنے والے کی جو تیاں اٹھانے کے قابل بھی نہیں ہوں۔“ بے شک میسیح ﷺ اپنی جگہ پیغمبر ہیں، نبی ہیں لیکن آنحضرت مسیح ﷺ کی شان کا تو کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں آپ مسیح ﷺ کا درجہ سب سے بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَا تُنْهَاٰنِي وَمِنَ الْأَنْبِيَاءِ كَلَّذِبُوا إِيمَانَ اللَّهِ﴾ اور ہرگز نہ ہوں ان لوگوں میں سے جھنوں نے جھلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو، آپ مسیح ﷺ کو خطاب کر کے امت کو سمجھایا جا رہا ہے۔ ﴿فَقَاتَلُونَ وَمِنَ الظَّمَرَاءِ﴾ میں آپ ہر جائیں گے نقصان اٹھانے والوں میں سے ﴿إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ حَلَّتْ عَلَيْهِمْ حَلَّتْ هَرَبَتْ﴾ بے شک وہ لوگ جن پر لازم ہو چکا ہے تیرے رب کافیلہ ﴿لَا يُؤْمِنُونَ﴾ وہ ایمان نہیں لاسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ شروع ہی سے فیصلہ نہیں فرمادیتے کہ یہ ایمان نہیں لائے گا۔ بلکہ جب وہ کفر پر ڈٹ جاتے ہیں اور ایمان نہ لانے کا فیصلہ کر لیتے ہیں کہم نے نہیں باتا جب اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فیصلہ فرمادیتے ہیں اور ان سے ایمان لانے کی صلاحیت ختم کر دیتے ہیں پھر وہ ایمان نہیں لاتے کیوں کہ اللہ تعالیٰ جرأت کی کوہدایت دیتے ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات میں تسلی بدی کی صلاحیت رکھی ہے اور اختیار دیا ہے کہ ﴿قَنْ شَكَّهُ فَلَمَّا وُمِنَ وَمَنْ شَكَّهُ﴾ [الکھف: ۲۹] پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔ سورت النساء میں فرمایا ﴿لَوْلَمْ مَا تَوَلَّ﴾ ”ہم اس کو پھیر دیتے ہیں اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا۔“ یعنی جس طرف کوئی چنان چاہے گا اللہ تعالیٰ اس طرف جانے کی توفیق دے دیں گے۔

## اللہ تعالیٰ نہ جرأت کسی کو ہدایت دیتے ہیں اور نہ گمراہ کرتے ہیں ۱۰۴

سورت عکبوت آیت نمبر ۲۹ میں ہے فرمایا ﴿وَالَّذِينَ جَاءُنَا لَهُنَّ بَشَّارٌ﴾ "اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی ہم ضرور اہمیتی کریں گے ان کی اپنے راستوں کی طرف۔" یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنے راستوں کی توفیق عطا فرمادیں گے۔ اور سورت صاف میں فرمایا ﴿فَإِنَّمَا زَاغُوا أَزْرَاعَ اللَّهِ فَلَوْلَاهُمْ﴾ "پس جب وہ ٹیز ہے چلے (یعنی غلط راستے پر چلے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیز ہا کر دیا۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو غلط راستے پر چلا دیا۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی پر جرنیں کرتے۔ قادر مطلق ہے کہ سکتا ہے مگر اس نے اختیار دیا ہے۔ اختیار کے ساتھ یہی، بدی کریں اور جو کفر پڑئے ہوئے ہیں ﴿وَلَوْجَاءُهُمْ لَكُلُّ أَيَّتِهِ﴾ اور اگرچہ آجائے ان کے پاس ہر قسم کی نشانی ایمان نہیں لا سکیں گے ﴿حَتَّىٰ يَرَوُ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾ یہاں تک کہ وہ دیکھ لیں دردناک عذاب۔

جیسا کہ تم نے گزشتہ درس میں پڑھا ہے کہ فرعون پہلے انکار کرتا رہا ﴿حَتَّىٰ إِذَا أَذَرَ كُلَّ أَغْرَقَ﴾ 'قالَ أَمْتَثَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنِّي أَمْتَثَ بِهِ بَشَّارٌ أَنْتَ آءِيَّلَ وَأَنَّمِينَ الْمُسْبِطِينَ' ۝ یہاں تک کہ جب اس کو پایا (فرعون کو) غرق ہونے نے تو کہنے لگا ایمان لا یا ہوں میں کہ بے شک کوئی معنوں نہیں ہے مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں۔" اور اس رب پر ایمان لا یا جو موسیٰ اور ہارون ﷺ کا رب ہے۔ فرشتے نے کہا ﴿آللَّهُ﴾ اب ایمان لاتے ہو ﴿وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلَ وَلَمَّا مِنَ الشَّفِيرِ﴾ اور تحقیق تونے نافرمانی کی اس سے پہلے اور تھات تو فسادیوں میں سے۔ اب ایمان لانے کا فائدہ اور عذاب الحم آجانے کے بعد نجات نہیں مل سکتی۔

## مہم مہم

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةً﴾ پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی ﴿أَمْتَثَ﴾ کہ ایمان لاتی ﴿فَنَتَعَمَّلَتِ أَيْمَانُهَا﴾ پھر نفع پہنچاتا اس کو اس کا ایمان ﴿إِلَّا قَوْمٌ يُؤْسَى﴾ مگر یونس ﷺ کی قوم ﴿لَنَا أَمْتَثَ﴾ جس وقت وہ ایمان لائی ﴿كَشْفَتَ عَنْهُمْ عَذَابَ الْغِرْزِي﴾ دو کروڑ یا ہم نے ان سے رسولی والا عذاب ﴿فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ دنیا کی زندگی میں ﴿وَمَنْعَنَّتْهُمْ إِلَى جَنَّنِ﴾ اور ہم نے ان کو فا کدہ پہنچایا ایک وقت تک ﴿وَلَوْلَاهُ مَرَبِّكَ﴾ اور اگر چاہے تیرا رب ﴿لَا مَنْ مَنَّ فِي الْأَمْرِ﴾ اس کی وجہ پر ﴿كُلُّهُمْ جَيْبِنَ﴾ البتہ ایمان لے آئیں جو بھی ہیں زمین میں سب کے سب ﴿أَفَأَنْتَ تُنْهِرُ النَّاسَ﴾ کیا پس آپ لوگوں کو مجبور کر سکتے ہیں ﴿حَتَّىٰ يَلْوَثُوا مُؤْمِنِينَ﴾ یہاں تک کہ وہ ہو جائیں مومن ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ﴾ اور نہیں ہے کسی نفس کو اختیار ﴿أَنْ تُؤْمِنَ إِلَيْهِ أَذْنُ اللَّهِ﴾ کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ﴿وَيَنْجُلُ التَّجَسَ﴾ اور وہ ذالتا ہے گندگی ﴿عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ان لوگوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے ﴿مُلْظَرُوا﴾ آپ

فرمادیں دیکھو ﴿مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں ﴿وَمَا تَعْنَى الْأَيْثُرَةُ وَالْأَلْدُرَةُ﴾ اور نہیں فاکدہ دیتیں نشانیاں اور ذرا نے والے ﴿عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے ﴿فَهُمْ يَكْفُلُونَ﴾ پس یہ نہیں انتظار کرتے ﴿إِلَّا مُثْلُ أَيَّامِ الْذِيْنَ﴾ مگر ان لوگوں کے دنوں کی طرح ﴿خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ جو گزرے ہیں ان سے پہلے ﴿فَلْمَّا﴾ آپ فرمادیں ﴿فَإِنَّهُمْ لَغَافِلُونَ﴾ پس تم انتظار کرو ﴿إِنِّي مَعَكُمْ وَنِّيَّا مِنَ النَّاطِرِيْنَ﴾ بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لِرَسُولِنَا﴾ پھر ہم نجات دیتے ہیں اپنے رسولوں کو ﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوا﴾ اور ان کو جو ایمان لائے ﴿كَذَلِكَ﴾ اسی طرح ﴿حَفَّاعَ عَلَيْنَا ثُلُجَ﴾ الْبُوْمِنِيْنَ﴾ لازم ہے ہمارے اوپر کہ ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔

### عذاب سے نجات صرف قوم یوسف ﷺ کو ملی

دنیا میں بہت سی قوموں پر عذاب آئے ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں جا بجا موجود ہے۔ لیکن عذاب آنے کے بعد کسی قوم کو نجات نہیں ملی سوائے یوسف ﷺ کی قوم کے۔ جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَقَدْ لَا كَانَتْ قَرْيَةً أَمْتَحَتْ﴾ پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کر ایمان لاتی ﴿فَمَقْعَدُهَا إِيمَانُهَا﴾ پھر نفع پہنچاتا اس کو اس کا ایمان۔ یعنی عذاب آنے کے بعد کسی بستی والوں کو ان کے ایمان نے نفع نہیں دیا ﴿إِلَّا قَوْمٌ يُؤْلِئِسُونَ﴾ مگر یوسف ﷺ کی قوم ﴿لَئِنْ أَمْتَوْا﴾ جس وقت وہ ایمان لاتی ﴿كَشْفَنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْجُزُّيَّةِ﴾ پھر دور کر دیا ہم نے ان سے رسولی والا عذاب ﴿فِي الْعِلْمِ وَالدُّنْيَا﴾ دنیا کی زندگی میں ﴿مَشْفَلَتُمْ إِلَى حِينِ﴾ اور ہم نے ان کو فریدہ پہنچایا ایک وقت تک۔ عذاب آجائے کے بعد کسی قوم کو نجات نہیں ملی سوائے یوسف ﷺ کی قوم کے جس کا مختصر واقعہ یہ ہے۔

### حضرت یوسف ﷺ کا تعارف اور ابتلاء کا واقعہ

عراق کے صوبہ موصل میں ایک شہر تھا جس کا نام نیتو اتحا اور یہ شہر آج بھی موجود ہے۔ یہ بڑا مرکزی شہر ہوتا تھا ایک لاکھ چھوٹی ہزار کے قریب اس کی آبادی تھی۔ سورت صفت میں ہے ﴿وَأَنْسَلْنَا إِلَيْنَا قَوْمًا أَلْفَ أَلْفَ أَنْزَلْنَا ذُرَّونَ﴾ ”اور بھیجا ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف۔“ حضرت یوسف ﷺ کے والد کا نام مٹتی تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یوسف ﷺ کو نبوت و رسالت عطا فرمادی اس قوم کی اصلاح کے لیے مبسوٹ فرمایا۔ حضرت یوسف ﷺ کی شادی بھی ہوئی اللہ تعالیٰ نے دوڑ کے بھی عطا فرمائے۔ عرصہ دراز تک انہوں نے اس قوم کو حق سایا اور پہنچایا مگر کوئی شخص بھی ایمان نہ لایا سوائے اہلیہ محترمہ کے اور والد صاحب قوت ہو گئے تھے اور کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دھمکی بھیجی کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر عذاب آئے گا۔ ایک آدمی نے استہزا کے طور پر کھڑے ہو کر کہا کہ کب تک آئے گا؟ فرمایا تین دن تک آئے گا اور ایک روایت میں راجحہ

ہے کہ فرمایا چالیس دن تک آئے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دن کی تعین نہیں تھی یہ حضرت یونس ﷺ سے اجتہادی غلطی ہوئی کہ انہوں نے از خود تعین فرمادی۔ پھر جب تین دن یا چالیس دن پورے ہونے لگے تو حضرت یونس ﷺ اپنی بیوی اور دونوں بچوں کو جن میں ایک کی عمر دس سال تھی اور ایک کی سات سال تھی لے کر چل پڑے کہ ان پر تو عذاب آئے گا میں اس معذب قوم میں کیوں رہوں؟ حالانکہ یہ چانے کا حکم بھی ابھی تک رب تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا تھا یہ بھی انہوں نے اپنے اجتہاد کے ساتھ ایسا کیا۔

اور ایک تفسیر بھی کرتے ہیں کہ انہوں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ میری تعین کا پابند تو نہیں ہے کہ وہ تین دن یا چالیس دن میں عذاب لے لائے اور اگر عذاب نہ آیا تو لوگ مجھے شرمندہ کریں گے اس لیے وہاں سے جمل پڑے۔ اب یہ بھی سمجھنہیں آرہی کہ کہاں جانا ہے؟ ایک طرف رخ کر کے چل پڑے کچھ آگے گئے تو دیکھا کہ معزر لوگوں کا قافلہ آ رہا ہے۔ قافلے والوں نے حضرت یونس ﷺ کو گیر لیا اور کہنے لگے تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟ یونس ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا چیخبر ہوں قوم کو تعلیغ کرتا رہا ہوں لیکن انہوں نے مانا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کی حکمی سنائی میں جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ آپ یہوی کو ساتھ نہیں لے جاسکتے۔ بڑی منت سماجت کی، بحث مباحثہ ہوا فرمایا پیغمبر کی بیوی ہے کہنے لگے ہو گی مگر ہم نہیں چھوڑیں گے چنانچہ جو چیز کر لے گئے۔

اب آپ اندازہ لگائیں کہ کتنے صد میں کی بات تھی۔ آگے گئے تو ایک نہر تھی جس کا پانی بڑا تیز چل رہا تھا اس کو عبور کر کے دوسرا طرف جانا تھا ایک بچے کو نہر کے کنارے بٹھایا کہ ایک کو چھوڑ آؤں پھر دوسرا کو لے جاؤں گا۔ جس وقت نہر کے درمیان میں پہنچے تو دیکھا کہ کنارے والے بچے کو بھیڑ یا انھا کے لے جا رہا ہے بچے کی حالت کو دیکھ کر کانپ گئے تو جو بچہ کندھے پر تھا وہ نہر میں گر کیا بڑی کوشش کی گئی کچھ نہ کر سکے۔ باہر نکل کر پریشانی میں گھوم رہے ہیں، کبھی ادھر کبھی ادھر، دونوں کا کوئی سراغ نہ لگا۔ بیوی بچوں سے نا امید ہو کر آگے چلتے تو آگے دریا تھا۔

علام آلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دریائے فرات تھا جب کہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ دریائے دجلہ تھا۔ دریائے فرات کے کنارے کشتی تھی اس پر سوار ہوئے کشتی پھکو لے کھانے لگی ملا جوں نے کہا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آتا ہے جب کشتی کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے۔ حضرت یونس ﷺ نے فرمایا کہ وہ غلام میں ہوں کسی کو تعین نہ آیا کیوں کہ ٹھل غلاموں والی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں نورانی، خوب صورت، بارع بچہ رہے اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ کشتی میں سوار یاں زیادہ تھیں اگر ایک سواری کو دریا میں ڈال دیا جائے تو باقیوں کی جان بچ سکتی ہے۔

فناہ اس کے لیے قرآن اندازی ہوئی یونس ﷺ کا نام نکلا کشتی والوں نے ان کو دریا میں ڈال دیا (فَالْقَتْنَةُ الْمُؤْوِثُ) [سورۃ الصافات] ”پس لقدر بنالیا ان کو ایک پھلی نے۔“ اللہ تعالیٰ نے پھلی کو حکم دیا کہ یہ تیری خوراک نہیں ہیں تیرا پیٹ ان کے لیے تھل خانہ ہے۔ پھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے؟ مختلف تفسیریں ہیں تین دن، آٹھ دن، میں دن یا چالیس دن۔ پھلی کے پیٹ

میں یوس صلی اللہ علیہ و سلم نے عاجزی اور اکساری کے ساتھ دعا کی ہے ﴿ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي لَكُثُرٌ مِّنَ الظَّالِمِينَ ﴾۔ میں کوئی سبود سوائے تیرے تیرے ذات پاک ہے بے نقہ میں ہی قصور داروں میں سے ہوں۔ ﴿ فَإِنْ شَعَّ جَهَنَّمَ إِلَّا وَنَاهِيَةٌ مِّنَ النَّعْمَ ﴾ [سورۃ الانبیاء]۔ یہیں ہم نے اس کی بات کو سن لیا اور ہم نے اس کو نجات دی غم سے۔ اور سورت صفت میں فرمایا کہ اگر یہ دعا نہ کرتے ﴿ إِنَّمَا يَنْهَا الْمُتَّقُونَ ﴾۔ البتہ تمہرے وہ اس مچھلی کے پیٹ میں لوگوں کے دوبارہ اٹھنے کے دن تک۔ یعنی دنیا کی طرف آنا نصیب نہ ہوتا اور یہ بھی فرمایا ہے ﴿ وَكُلُّ ذَلِكَ تَكْهِي النَّاسُ وَمِنْهُنَّ ﴾ [الأنبیاء: ۸۸] اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔

### حضرت یوس صلی اللہ علیہ و سلم کی دعا پڑھنے سے مصیبت میں جاتی ہے

یہ آیت کریمہ صدیوں سے لوگوں کے تجربہ میں ہے کہ جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ مشکل حل فرمادیتے ہیں۔ اور حدیث پاک میں ہے ﴿ دَعْوَةُ الْمُكْرُوبَ دَعْوَةُ ذِي التُّؤْنٍ پر بیان آدمی وہ دعا کرے جو مچھلی کے پیٹ والے ہیں بخیر نے کی تھی لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي لَكُثُرٌ مِّنَ الظَّالِمِينَ۔ اب رہایہ سوال کہ کتنی دفعہ پڑھنی ہے؟ تو یاد رکھنا! ہر دعا کا اصل گرا اخلاص ہے۔ اخلاص کے ساتھ ایک دفعہ پڑھنے سے بھی اثر ہوتا ہے ویسے تم زبردست سو مرتبہ بھی مچھلی گرا ہ تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ کسی بزرگ نے کسی وقت اس کا سوال اکھر مرتبہ ورد کیا اور اس کا کام ہو گیا اب لوگوں نے سوال کو کمزور ہوا ہے پکوں اور عورتوں کو اکھرا کرتے ہیں ان کے آگے مچھلیاں رکھ دیتے ہیں اور ادھر چائے کی دیگر رکھ دیتے ہیں ان کا دھیان ادھر ہوتا ہے اور مچھلی پر مچھلی گراتے جاتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اخلاص کے ساتھ پڑھو تو ایک دفعہ پڑھنا بھی کافی ہے اور اگر اخلاص نہیں ہے تو سارا دن پڑھنے سے بھی کچھ نہیں ہوگا۔

تو خیر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا اس نے ان کو اگل دیا کمزور ہیں کہ کئی دن خوراک بھی نہیں ملی اور تازہ ہوا بھی نہ ملی بڑے پر بیان ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے بتل دار درخت اگا کے سائے کا انتظام فرمایا۔ سورت صفت میں ہے ﴿ وَذَاهِبًا عَلَيْهِ شَجَرَةٌ وَقِنْقِيلٌ ﴾۔ اور اگا یا ہم نے ان کے اوپر ایک بتل دار درخت جیسے کدو کے بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں تاکہ ان کو دھوپ میں تکلیف نہ ہو۔ ادھر ہرنی کا بچہ گم ہو گیا تھا وہ اپنے بچے کو تلاش کرتی تھی حضرت یوس صلی اللہ علیہ و سلم ہے تو اس نے سمجھا کہ میرا بچہ یہاں ہے قریب آئی انہوں نے لیئے لیئے ہر فری کا دو دھوپ پیا تازہ ہوا بھی لگی بدن میں قوت آئی اٹھ کر جل پڑے۔

ایک قلعہ والوں کے پاس اپنا بچہ دیکھا ان کو کہا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس کے وارث کو تلاش کرتے پھر ہے ہیں۔ فرمایا وارث تو میں ہوں یہ میرا بیٹا ہے نہر میں گر گیا تھا انہوں نے کہا کہ یہ نہر میں بہتا جا رہا تھا ہم نے اس کو نہر سے نکال لیا۔ فرمایا میرے ایک بیٹے کو بھیڑ ریا لے گیا تھا وہ کہنے لگے کہ فلاں علاقے والوں سے معلوم ہوا ہے کہ ایک جو داہے نے بھیڑ پیسے سے بچہ چھڑ رہا یا ہے اور وہ بچہ ان لوگوں کے پاس ہے۔ وہاں گئے تو دوسرا بچہ بھی مل گیا بڑی خوشی ہوئی غم کافی کم ہو گیا۔

آگے جا رہے تھے تو دیکھا جنہوں نے بیوی جیسی تھی وہ قاتلے والے ان کی بیوی لے کر آرہے ہیں۔ وہ رب تعالیٰ کے فرشتے تھے انہوں نے کہا تو تمہارا امتحان ہو گیا ہے بیوی لے جاؤ میں جریل ہوں، یہ میکائیل ہے، یہ اسرائیل ہے، ہم خدا کے فرشتے جسی خواہشات سے بالکل پاک ہیں۔ بیوی پچھلے گئے بڑی خوشی ہوئی۔ ادھر قوم نے جب خدا کے عذاب کے آثار دیکھے تو من الحیث القوم سب نے توبہ کی روئے گزگڑائے ان کو رد تاد کیجئے کہ جانور بھی رونے لگے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور عذاب ٹالا دیا۔ اب انہوں نے یونس ﷺ کی تلاش شروع کی کہ کہاں ہیں مل جائیں تو ہم ان کی بیعت کریں۔ یونس ﷺ واپس آگئے قوم کو بڑی خوشی ہوئی تو م نے کہا حضرت ارب تعالیٰ کا عذاب آچکا تھا ہم نے تو پر کی اللہ تعالیٰ نے عذاب ٹالا دیا۔ ہم آپ کی تلاش میں تھے اب آپ ہمیں مسلمان بنائیں۔ یہ اس واقعہ کا خلاصہ ہے جو حضرت یونس ﷺ کی قوم کے ساتھ پہنچیں آیا۔

اس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قُرْيَةً أَمْتَثَ قَنْعَهَا إِيَّاهَا إِلَّا قَوْمٌ يُؤْتُونَهُ﴾ پس کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی پھر نفع پہنچتا اس کو ایمان مگر یونس ﷺ کی قوم جس وقت وہ قوم ایمان لاتی تو دور کر دیا، ہم نے ان سے رسولی والا عذاب دنیا کی زندگی میں اور ہم نے ان کو فائدہ دیا ایک وقت تک۔

### اللہ تعالیٰ کسی کو ایمان پر مجبور نہیں کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَكُمْ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَوَيْنَاهُمْ الْبَيْتُ اِيمَانٌ لَكُمْ جو بھی ہیں زمین میں سب کے سب کہ اللہ تعالیٰ سب کو ایمان پر مجبور کر دے جیسا کہ فرشتوں میں کفر کا مادہ ہی نہیں رکھا۔ رب تعالیٰ نے ان کو ایمان پر مجبور کیا ہوا ہے اس طرح انسانوں اور جنوں کو بھی مجبور کر سکتا ہے کہ یہ کفر کریں نہ سکیں۔ مگر ایسا کرتا نہیں ہے کیوں کہ پھر امتحان ختم ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کو اختیار دیا ہے ﴿فَتَنِّ شَاءَ فَلَيُؤْمِنَ وَمَنْ شَاءَ فَلَيَكْفُرَ﴾ [الکہف: ۲۹] ”پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔“ اپنی مرضی سے مجبور نہیں۔

﴿أَفَأَنْتَ تُنْهِيُ الْأَقْوَافَ﴾ کیا پس آپ لوگوں کو مجبور کر سکتے ہیں ﴿وَحَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ یہاں تک کہ وہ ہو جائیں مومن۔ ایمان پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں ہے آپ کا کام ہے حق پہنچادیں۔ ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ اور نہیں ہے کسی نفس کو اختیار کروہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مراد یہ ہے کہ جب اپنی مرضی سے ایمان کی طرف قدم نہیں اٹھایا کفر پرڈے ہوئے ہیں ﴿وَيَخْلُلُ الْجَحْسُ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ ذات ہے گندگی ان لوگوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے عقل سے کام نہیں لیتے۔ ان کے ذاں گندے، ان کے دل گندے اور ان کے بدن روحانی طور پر گندے ہیں۔

﴿فَلَمَّا نَظَرُوا﴾ آپ فرمادیں دیکھو ﴿مَاذَا لِ السَّلَوَاتِ وَالْأَنْصَافِ﴾ کیا کچھ ہے آسانوں میں اور زمین میں۔ تدرست کی نشانیاں ہیں سورج دیکھو، چاند دیکھو، ستارے دیکھو، آسمان کی بلندی دیکھو، زمین کی بناوٹ دیکھو، پہاڑوں کو دیکھو، دریا کو دیکھو، درخت دیکھو، پھول دیکھو، ہر شے رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانی اور دلیل ہے ﴿وَمَا تَعْلَمُ الْأَيْمَنُ وَالْأَيْمَنُ نَهْكَمْ فَإِنَّمَا

دینیں نشانیاں اور درانے والے (عنهٗ قوْمٌ لَا يَرْجُو مِنْهُنَّ) ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے۔ جو مانے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں وہاں نشانیاں کیا کریں گی اور درانے والے کیا کریں گے۔

کئی دفعہ سن چکے ہو کہ کہ کے مشرکوں نے کہا کہ یہ چاند و گلزارے ہو جائے تو ہم وہ نہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو دودھ کلڑے کر دیا۔ ایک درسے سے پوچھتے تھے کہ تجھے بھی دونظر آ رہے ہیں؟ وہ کہتا ہاں! لیکن ایک بھی ایمان نہیں لا یا۔ تاکہ سویں پارے میں ہے (إِنَّمَا يَنْهَا السَّاعَةُ وَالشَّقْرُ الْفَرَارُ) ”قریب آگئی ہے قیامت اور پھٹ گیا ہے چاند“ (وَإِنَّمَا يَنْهَا اللَّهُ عَزَّ ذَلِكَ أَنَّهُمْ يَنْهَا) اور اگر ویکھیں یہ لوگ کوئی نشانی تو اعتراض کرتے ہیں (لَوْلَا يَقُولُوا إِنَّمَا خَلَقْنَا مُسَيْرًا) اور کہتے کہ یہ جادو ہے جو سلسلہ چلا آ رہا ہے (وَكَذَّبُوا إِذْ سَمَعُوا أَهْوَاءَهُمْ) اور جھٹلا یا انہوں نے اور پیر دی کی اپنی خواہشات کی۔“ مطلب یہ ہے کہ جادو کہہ کر ہاں دیاں ضد کا کیا علاج ہے؟

(فَهُنُّ يَنْتَظِرُونَ) پس یہیں انتظار کرتے (لَا مُثْلِدٌ لَّيْلَةَ الْيَتِيمِ) مگر ان لوگوں کے دلوں کی طرح (خُلُوادِمِنْ قَبْرِهِمْ) جو گزرے ہیں ان سے پہلے۔ حضرت نوح عليه السلام کی قوم، حضرت ہود عليه السلام کی قوم، حضرت صالح عليه السلام کی قوم، حضرت شعیب عليه السلام کی قوم، حضرت لوط عليه السلام کی قوم کہ یہاں انتظار میں ہیں کہ ان قوموں کی طرح عذاب آئے تو پھر مانیں گے (فَلَمْ) آپ فرمادیں (فَأَنْتَظِرُوا إِلَى مَعْلَمٍ فِينَ الْمُنْتَظَرِينَ) پس تم انتظار کرو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ دیکھتا ہوں تمہارا کیا حشر ہوتا ہے۔ (فَمَنْ شَقِقَ رُحْسَلَنَا) پھر ہم نجات دیتے ہیں اپنے رسولوں کو (وَالَّذِينَ أَمْسَأْنَا) اور ان کو جو ایمان لائے ہوں گلباً کہ خَلَقْنَا إِنَّمَا يَنْهَا الْمُؤْمِنُونَ یہ اسی طرح لازم ہے ہمارے اوپر کہ ہم نجات دیتے ہیں ہیں ایمان والوں کو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

### .....

(فُلْ) آپ کہہ دیں (يَا إِيَّاهَا النَّاسُ) اے انسانو! (إِنْ لَكُنْتُمْ فِي شَكٍ) اگر ہو تم شک میں (فِي دِينِنِي) میرے دین کے بارے میں (فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ نَهَى) پس میں نہیں عبادت کروں گا ان کی (تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ) جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے ورے ورے (وَلَكُنْ أَعْبُدُ اللَّهَ) اور لیکن میں عبادت کروں گا اللہ تعالیٰ کی (الَّذِي يَتَوَفَّكُمْ) جو تھیں وفات دیتا ہے (وَأَمْرَثَ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہو جاؤں میں ایمان والوں میں سے (وَأَنْ أَقْرَمُ وَجْهَكَ) اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ قائم رکھیں اپنے چہرے کو (لِلَّذِينَ خَلَقْنَا) ہی دین کے لیے نیکسو ہو کر (وَلَا تَكُونُنَّ مِنَ الظَّالِمِينَ) اور ہرگز نہ ہوں آپ شرک کرنے والوں میں سے (وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ) اور نہ پکار اللہ تعالیٰ سے ورے ورے (مَا زَيْفَعُكَ وَلَا يَصْرِكَ) اس مخلوق کو کہ وہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان (فَإِنْ فَعَلْتَ) پس بالفرض اگر آپ نے ایسا کیا (فَإِنَّكَ إِذَا قِنَ الظَّالِمِينَ) پس

بے شک آپ اس وقت نافدی کرنے والوں میں سے ہوں گے ﴿وَإِن تَتَسْتَكُ اللَّهُ بِعُصْرٍ﴾ اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف ﴿فَلَا كَاتِبَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ پس نہیں کوئی دور کرنے والا اگر اللہ تعالیٰ ہی ﴿وَإِن يُرِدُكَ بِعَذَابٍ﴾ اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلائی کا ﴿فَلَا رَأَى ذَلِكَ فَلِهُ﴾ پس کوئی نہیں رد کرنے والا اس کے فضل کو ﴿يُعْصِيْهُمْ مِنْ يَشَاءُ﴾ پہنچاتا ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہتا ہے ﴿مِنْ عَبَادَةٍ﴾ اپنے بندوں میں سے ﴿وَفُوْالْغَفُوْرُ الرَّجِيْمُ﴾ اور وہ بخششے والا ہم بران ہے ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾ اے انسانو! ﴿قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ﴾ تحقیق آچکا ہے تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے ﴿فَمَنْ افْتَدَى﴾ یہیں جس نے ہدایت حاصل کی ﴿فَإِنَّمَا يَهْدِي مَنْ لِتَقْبِيْهِ﴾ پس پختہ بات ہے اس نے ہدایت حاصل کی اپنے نفس کے لیے ﴿وَقَنْ قَلْ﴾ اور جو گراہ ہوا ﴿فَإِنَّمَا يَنْقُضُ عَيْنَاهُ﴾ پس پختہ بات ہے کہ وہ گراہ ہوا ہے اپنے نفس کے بڑے کے لیے ﴿وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بُوْكَيْلٌ﴾ اور نہیں ہوں میں تم پروکیل ﴿وَإِنِّي مَأْيُوذٌ حَتَّى إِلَيْكُ﴾ اور پیروی کریں اس جیز کی جو دھی کی گئی ہے آپ کی طرف ﴿وَاصْبِرْ﴾ اور آپ صبر کریں ﴿حَتَّى يَعْلَمَ اللَّهُ﴾ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے ﴿وَهُوَ حَقِيقَةُ الْحَكْمَيْنَ﴾ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

### شرک کی تفہیم کے بغیر تو حید سمجھنیں آتی ہیں

دین نام ہے عقائد، عبادات اور احکام کا۔ اور تمام عقائد، عبادات اور اعمال میں سب سے بڑی اور اصل شے تو حید ہے اور تو حید سمجھنیں آسکتی جب تک شرک نہ سمجھ آئے۔ عربی کا مقولہ ہے وَ يَضْرِبُهَا تَكْبِيْرُ إِلَّا شَيْءًا وَّ ابْنُ ضَدِّهِ ساتھ جیزیں واضح ہوتی ہیں۔ چیز کی حقیقت جب سمجھ آئے گی جب اس کی ضد سمجھ آئے گی۔ روشنی کی قدر تب سمجھ آئے گی جب رات کی تاریکی سامنے آئے گی، میٹھی چیز کو نہیں سمجھ سکتا جب تک اس کے سامنے کڑوی نہ ہو۔ تو تو حید کی حقیقت سمجھنیں آسکتی جب تک شرک کی حقیقت سمجھنہ آئے۔ ہمی وجہ ہے کہ دنیا میں جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں سب کا پہلا سبق ہی یہاں سے شروع ہوا ہے ﴿لِيَقُولُوا إِعْبُدُوا اللَّهَ فَإِنَّمَا مِنَ الرَّوَّاعِيْرُ﴾ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا کوئی معبد نہیں ہے۔ اور پیغمبروں نے اس مسئلے کی وجہ سے جتنی تکلیفیں برداشت کی ہیں اور جتنی پریشانیاں اٹھائی ہیں اتنی اور کسی مسئلے میں نہیں اٹھائیں۔

اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ﴾ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں اے انسانو! کامل ہو گوئے ہو، عربی ہو، عجی ہو جہاں کہیں بھی رہتے ہو ﴿وَإِنْ لَكُمْ فِي شَكٍّ فِي مَنْ وَبَقَيْ﴾ اگر ہوتم شک میں میرے دین کے بارے میں تو اس کو دور کر لو ﴿فَلَا أَغْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ پس میں نہیں عبادت کروں گا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے درے درے۔ غیر اللہ کی عبادت تم کرتے ہو میں نہیں کروں گا ﴿وَلَكِنْ أَغْبُدُ اللَّهَ﴾ اور لیکن میں اللہ تعالیٰ کی

عبادت کروں گا ﴿الَّذِي يَعْلَمُ لَكُمْ﴾ جو تسمیں وفات دیتا ہے۔ یعنی جس کے قبٹے میں موت و حیات ہے اس رب کے سوامیں کسی کی عبادت نہیں کروں گا۔

### اقام عبادت

اصولی طور پر عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ ① زبانی عبادت ② بدنی عبادت اور ③ مالی عبادت۔

جن کا ہم ہر نماز میں اقرار کرتے ہیں ﴿الشَّعْبَاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالظَّاهِرَاتُ﴾۔ الشَّعْبَاتُ کا معنی ہے زبانی عبادتیں، صَلَاةُ کا معنی ہے بدنی عبادتیں، ظَاهِرَاتُ کا معنی ہے مالی عبادتیں۔ زبانی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، بدنی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور مالی عبادتیں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سورتا پکارنا، حاجت رو، مشکل کھا سکھنا، فریادرس سمجھنا، زبانی عبادت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ نماز، روزہ، سجدہ، رکوع، بدنی عبادت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ نذر نماز، چڑھاؤ، یہ مالی عبادت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ جہالت کی وجہ سے اس کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ نماز پڑھنے کے بعد شروع کر دیا یا غوث اعظم دشکیر نماز پڑھی اور پھر قبر کے آگے سجدے میں گرمی۔ بھی نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ نماز میں تو اقرار کرتا ہے کہ ساری عبادتیں رب تعالیٰ کے لیے ہیں اور نذر مانتا ہے غیر اللہ کے لیے، دیگریں دیتا ہے بزرگوں کے نام کی تو وعدہ جو تو نے نماز کے اندر کیا ہے اس کو تو توڑ دیا ہے۔

توفرمایا کرن لو میں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کروں گا۔ لیکن اس رب کی عبادت کرتا رہوں گا جو تسمیں موت دیتا ہے، جس کے قبٹے میں موت و حیات ہے ﴿وَأَمْرُثٌ﴾ اور مجھے حکم دیا گیا ہے ﴿هَنَّا أَلْذُنُ وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ کہ ہو جاؤں میں ایمان والوں میں سے اور مجھے اس کا حکم ہے کہ ﴿وَأَنْ أَقْمِ وَجْهَكَ لِلَّذِينَ حَتَّىٰهَا﴾ اور یہ کہ قائم رکھو اپنے چہرے کو دین کے لیے کیسو ہو کر۔ مطلب یہ ہے کہ صرف دین پر چلو۔ ایسا نہیں کہ آدھا تیسرا آدھا بیسر کہ پچھا کام دین کے کر لیے اور پچھر سیسیں کر لیں، پچھا اللہ تعالیٰ کی عبادت کر لی اور پچھر قبروں کی پوچھا بلکہ صرف رب کے دین پر چلو۔ یا آپ سلسلہ نبیوں کو خطاب کر کے رب نے ہمیں سمجھا یا ہے۔

﴿وَلَا تَلْكُنَّ وَمِنَ النَّفَرِ كَفِيتَ﴾ اور ہرگز نہ ہوں آپ شرک کرنے والوں میں سے۔ نبی اور شرک جمع ہونے کا تصور بھی نہیں۔ آگ اور پانی تو جمع ہو سکتے ہیں لیکن نبی اور شرک جمع نہیں ہو سکتے۔ لیکن سمجھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَقَدْ أَوْحَى إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لِئِنْ أَشْرَكْتَ لَهُمْ كُنْ عَمَلُكَ وَلَتَكُنْ أَنْتَ وَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [زمر: ۶۵] اور البتہ تحقیق حکم دیا جا چکا ہے آپ کو اور آپ سے اگلوں کو کہ اگر تو نے شرک کیا تو اکارت جائیں گے تیرے مغل اور تو ہو جائے گا نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ اور عموماً شرک ہے غیر اللہ کو سورتا پکارنا اور غیر اللہ سے مرادیں مانگنا۔ فرمایا ﴿وَلَا تَذَمُّ وَمِنْ دُونِ اللَّوَّهِ﴾ اور نہ پکار اللہ تعالیٰ سے ورے ورے ﴿مَا لَا يَشْعُلُكَ وَلَا يَهْرُكَ﴾ اس مخلوق کو کہ وہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔ نافع بھی رب تعالیٰ کی صفت

ہے اور خالق بھی رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ نفع بھی وہی پہنچاتا ہے اور ضرر بھی وہی پہنچاتا ہے۔

حضرت علی ہجویری رضی اللہ عنہ جن کو داتا گنج بخش کہتے ہیں بخارا کے علاقوں کے تھے چالیس ہزار ہندو ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کی کتاب ہے ”کشف الجوب“ اصل فارسی زبان میں ہے چونکہ حضرت کی زبان فارسی تھی۔ اس کا بہت سے لوگوں نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس میں حضرت نے اپنے مریدوں اور شاگردوں کو سبق دیا ہے۔ فرماتے ہیں یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر نہ کوئی گنج بخش ہے اور نہ کوئی رنج بخش ہے۔ یعنی نفع بھی کوئی نہیں دے سکتا اور نقصان بھی کوئی نہیں دے سکتا۔ لیکن لوگ ان کو گنج بخش کہتے ہیں خزانے دینے والا، لاخوں ولائقہ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر حضرت کے اختیار میں ہوتا تو قبر سے نکل کر ان کے منہ پر ملماچے مار کر سرح کر دیتے اور حال یہ ہے کہ آج اکر کوئی اس کے خلاف بات کرے تو یہ سراپا احتجاج بن جاتے ہیں۔

چنانچہ جب چالیس من خالص دودھ کے ساتھ سید علی ہجویری رضی اللہ عنہ کی قبر کو غسل دیا گیا تو سابق کمانڈر اچیف اسلام بیگ کی بیوی جعلی گڑھ کی پڑھی ہوئی تھی اور وہ علاقہ عقیدے کے لحاظ سے بڑا صاف ستر اتھا۔ اس بیچاری نے کہا کہ یہ جو تم نے اسراف کیا ہے کہ چالیس من دودھ کے ساتھ قبر کو دھو یا ہے یہ دودھ غرباء ماسکین کو کیوں نہیں دیا کہ ان کو فائدہ ہوتا تو سارے بعدی بھڑوں کی طرح اس کے پیچے پڑ گئے کہ اسلام بیگ کی بیوی مرتد ہو گئی ہے اور اس کا کاچ ٹوٹ گیا ہے، لاخوں ولائقہ الا باللہ العلی العظیم۔ حالانکہ اس بیچاری نے صحیح کہا تھا۔ اندازہ الگاؤ لوگوں کے عقیدے کتنے گندے ہو گئے ہیں بس ذرا سی کوئی تکلیف ہو تو کہتے ہیں وہاں دیگر پہنچاؤ۔ یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نام کی نذر و نیاز بالکل حرام ہے اور دینے والا کافر اور مرتد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَإِنْ فَعَلْتُ هُنَّا بِالْفَرْسِ أَكْرَأْتَنِي هُنَّا إِذَا قِنَ الظَّالِمِينَ﴾ پس بے شک آپ اس وقت نا انصافی کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

### اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دکھ درد، دو رنہیں کر سکتا ہے

فرمایا سبق یاد رکھنا! ﴿وَإِنْ يَتَسْتَكْرِئَ اللَّهُ بِمُؤْمِنِينَ﴾ اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف ﴿فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ پس کوئی نہیں درکرنے والا اگر اللہ تعالیٰ ہی۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی درنہیں کر سکتا ﴿وَإِنْ يُثُوذَكْ بِخَلِيلِهِ﴾ اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ بھلانی کا ﴿فَلَا إِلَهَ أَدْلِفُ صَلَمَهُ﴾ پس کوئی نہیں رکنے والا اس کے فضل کو۔ ترمذی شریف وغیرہ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار تھا آپ نے مجھے فرمایا اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا اور جب بھی تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے کرو اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے کرو اور جان لے کر اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے کوئی نفع دینا چاہیں تو نہیں دے سکتے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر کر دیا ہے اور اگر سب تجھے نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائیں تو تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ

نے تیرے مقدر کر دیا ہے، قلم لکھے چکے ہیں اور جستر خشک ہو چکے ہیں۔ [مشکوہہ باب التوکل والصبر]  
لہذا انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنی حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارے ﴿يُصَبِّهُ إِيمَانُهُ مِنْ يَكْسَآءِ مِنْ عَيْنَادَةٍ﴾ پہنچتا  
ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے ﴿وَفُؤَالْعَقْوَرُ﴾ اور وہ بخشنے والا ہے۔ انسان قاعدے کے مطابق سچے دل  
سے توپ کرے تو اللہ تعالیٰ بخش دے گا ﴿إِنَّ رَجُلَمْ يَهْبِطُ مِنْ حُكْمِ رَبِّهِ وَهُوَ حَمْرَ كَرْنَ وَالَا ہے﴾۔

﴿فَلَمَّا آتَيْنَا إِلَيْهَا الْأَشْرَقَ﴾ اے انسانو! ﴿قَدْ جَاءَكُمْ أَنْعَى مِنْ شَرِّ إِلَّمْ﴾ تحقیق آپ کا ہے حق تمہارے پاس  
تمہارے رب کی طرف سے ﴿أَنَّنِي أَفْتَدِي﴾ پس جس نے ہدایت حاصل کی ﴿لَوْاَنَّا يَهْتَدِي إِلَيْنَاهُ لِنَقْسِمَهُ﴾ پس پختہ بات ہے  
اس نے ہدایت حاصل کی اپنے نفس کے لیے کہ اس کا فائدہ اسی کو ہوگا ﴿وَمَنْ خَلَقْ﴾ اور جو گراہ ہوا ﴿لَوْاَنَّا يَهْتَدِي عَلَيْهَا﴾ پس  
پختہ بات ہے کہ وہ گراہ ہوا ہے اپنے نفس کے برے کے لیے کہ اس کی گمراہی اس کے نفس پر ہوگی ﴿وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بُوْكِنِي﴾  
اور نہیں ہوں میں تم پر وکیل کر زبردستی تحسین کفر، شرک سے ہٹاؤں اور ہدایت پر مجبور کروں یہ میرا کام نہیں ہے۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ﴿وَإِنِّي مَأْيُوسٌ إِلَيْكُ﴾ اور پیروی کریں اس چیز کی جو وہی کی گئی ہے آپ کی طرف۔  
اہ پیروی میں تکلیفیں بھی آئیں گی اور آئی بھی ہیں لیکن ﴿وَاصْبِرْ﴾ اور آپ صبر کریں۔ مخالفت ہوگی، بڑائی جھگڑے ہوں گے،  
گالیاں ہوں گی، ماریں گے، (سختیاں برداشت کرنا ہوں گی)، بھرت بھی کرنی پڑے گی۔ حق کہنا آسان بات نہیں ہے حق پر مقام  
رہنا بڑی مشکل بات ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ حق پر رہنا ایسے ہے جیسے: ﴿كَجَهْرٍ يَهْتَلِي النَّارُ﴾ آگ کا جلتا ہوا انگارا ہاتھ میں۔ جیسے اس  
کی تکلیف ہوتی ہے حق پر مقام رہنے کو بھی اسی طرح سمجھو اور حدیث کے الفاظ ہیں: ﴿كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَهْرَةِ﴾ جیسے انگارا کڑنے  
 والا۔ براوری کی طرف سے، بیوی کی طرف سے، محلہ والوں کی طرف سے اور دوسرے لوگوں کی طرف سے طعنے ہوں گے۔

تو فرمایا صبر کرو ﴿حَتَّى يَعْلَمَ اللَّهُ﴾ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے اور اللہ تعالیٰ کافیلہ یہ ہے کہ ﴿وَاللَّهُ مُتَمِّمٌ ثُوْرَةَ وَ  
لَوْكَرَةَ الْكَفِرِ ذَنَنَ﴾ [سورہ صف] اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔ ”گُرہتے رہیں ﴿وَفُؤَ  
خَيْرِ الْحَكِيمِينَ﴾ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم ہے ظاہر، باطن کو جانتا ہے۔ اس سے بہتر فیصلہ کون کر سکتا  
ہے؟ باقی لوگوں کے فیصلے ظاہری ہوتے ہیں ان کا علم محمد وہوتا ہے انہوں نے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ  
کے نصیلوں کو کون پہنچ سکتا ہے۔

آج بیانی ۱۶ اذی قعدہ بروز ہفتہ ۱۳۲۹ھ بمتابق ۱۵ نومبر ۲۰۰۸ء یہ سورۃ مکمل ہوئی۔ ب توفیق اللہ تعالیٰ و عنہ

· (مولانا) محمد نواز بلوج

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روز گورانوالا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# روزانہ درس قرآن پاک

تَفْسِير

سُورَةُ هُودٍ مَكِيَّةٌ

پارہ ← يَعْتَذِرُونَ ، وَمَا مِنْ دَآبَةٍ

۱۲

۱۱



پسحِ اللہ الرَّحْمٰن الرَّحِیْمٰ

﴿اَلْهٰكِتُ اَحْکَمَتُ اِلٰهٰهٰ﴾ یہ کتاب ہے اس کی آیات کو حکم کیا گیا ہے ﴿لَمْ يُفْصِلْ﴾ پھر تفصیل کی گئی ہے  
 ﴿وَنَ لَدْنَ حَكِيمٌ خَبِيرٌ﴾ حکمت والے اور خبردار کی طرف سے ﴿اَلَا تَعْبُدُوا اَلٰهٰهٰ﴾ کہ نہ عبادت کرو تم مگر  
 صرف اللہ تعالیٰ کی ﴿اَتَنِي لَكُمْ وَمِنْهٗ نَذِيرٌ وَبِشِيرٌ﴾ بے شک میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور  
 خوشخبری سنانے والا ہوں ﴿وَأَنِ اشْتَغَلُمُ مَشَاعِلًا حَسَانًا﴾ اور یہ کہ تم معافی مانگو اپنے پروردگار سے ﴿لَمْ تُبُوْرَ الْيَوْمَ﴾  
 پھر اس کی طرف رجوع کرو ﴿يُبَيِّنُكُمْ مَشَاعِلًا حَسَانًا﴾ وہ فائدہ پہنچائے گا تم کو اچھا فائدہ ﴿إِنِّي أَجِلُ مُسَئِّلٍ﴾ ایک  
 دست مقرر تک ﴿وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلَةٍ﴾ اور دے گا ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت ﴿وَإِنْ تَوَلَّوْا﴾ اور  
 اگر تم پھر جاؤ گے ﴿فَوَلَيْ أَخَالَ عَلَيْكُمْ﴾ تو بے شک میں تم پر خوف کرتا ہوں ﴿عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ﴾ بڑے دن  
 کے عذاب کا ﴿إِنِّي الشَّوَّمَرْ جَعْلُمٌ﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف تمہارا الوٹا ہے ﴿وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عَلَيْنِي﴾ اور وہ ہر چیز پر قادر  
 ہے ﴿اَلَا﴾ خبردار ﴿إِنَّهُمْ يَتَنَوَّنُ صُدُّورَهُمْ﴾ بے شک وہ ذہرا کرتے ہیں اپنے سینوں کو ﴿لَيَسْتَخْفُوا  
 مِنْهُ﴾ تاکہ چھپ جائیں اس سے الا خبردار ﴿جِئِنَ يَسْتَعْشُونَ ثِيَابَهُمْ﴾ جس وقت وہ پہنتے ہیں اپنے کپڑے  
 ﴿يَعْلَمُ مَا يَسْرُونَ﴾ جانتا ہے وہ جس کو وہ چھپاتے ہیں ﴿وَمَا يَعْلَمُونَ﴾ اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں ﴿إِنَّهُ عَلِيمٌ﴾  
 بُدَائِ الصُّدُورِ ہے بے شک وہ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔

### سورہ ہود کی وجہ تسلیم

اس سورت کا نام سورہ ہود ہے کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہود ﷺ کا ذکر اور ان کی قوم کی تباہی کا ذکر ہے۔ یہ  
 سورت مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے اکاون [۱۵] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دس رکوع اور ایک سو  
 تینیں [۱۲۲] آیات ہیں۔

### حروف مقطعات کی بحث

﴿اَلْهٰ﴾ حروف مقطعات میں سے ہے اور قرآن کریم کی آنیس [۲۹] سورتیں ہیں جن کے شروع میں یہ کلمات ہیں۔  
 جیسے: الْم، حَمَ، ظَهَ، يَسَ، حَبْسَق وغیرہ۔ ان کے متعلق پہلے کئی مرتبہ بات ہو چکی ہے کہ یہ مخفف ہیں یعنی کسی لفظ سے ایک

حرف کال کر اختصار کے ساتھ ذکر کرنا اور اس طرح کا استعمال ہر زبان میں ہوتا ہے۔ جیسے: ذی اسی، ذی پیشہ کشتر کا مخفف ہے، اے سی اسٹنٹ کشتر کا مخفف ہے۔ تو ”الف“ اللہ سے مخفف ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے جَلْ جَلَّ الْفَ۔ ”لام“ لطیف کا مخفف ہے باریک ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور ”را“ رحمٰن، رحیم اور رؤوف کا مخفف بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

**﴿كُتُبُ أَحْكَمَتْ إِلَيْهِ﴾** یہ کتاب ہے اس کی آیات کو حکم کیا گیا ہے۔ یعنی جو مضامین آیات میں ہیں وہ بڑے ہوں، بڑے مضبوط اور اصل ہیں اور **﴿أَحْكَمَتْ﴾** کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اس کی آئینی حکمت والی، دانش و دانائی والی بنائی گئی ہیں یعنی اس میں جو کچھ ہے نہ امغزہی مفرز ہے اس میں کوئی چھکانا نہیں ہے دانائی ہی دانائی ہے **﴿فَقْسِلَتْ﴾** پھر تفصیل کی گئی ہے ان آئینوں کی یعنی تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں **﴿وَمَنْ لَدُنْ حَكْمِيَّةِ خَوْفِيَّةِ﴾** حکمت والی اور خبردار کی طرف سے۔ حکیم خبر اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اس سے بڑا حکمت والا کوئی نہیں ہے اور اس سے بڑا خبردار بھی کوئی نہیں ہے۔

### تمام پیغمبروں کا پہلا سبق توحید ہے

اس کتاب، قرآن پاک کا پہلا سبق کیا ہے **﴿إِلَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِلَهٌ﴾** کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اللہ تعالیٰ کی۔ تمام پیغمبروں کا سبق اس جملے سے شروع ہوتا تھا **﴿إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَهٌ مَا كُنْتُمْ فِيهِنَّ﴾** اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ کوئی حاجت روانہ نہیں ہے، کوئی مشکل کشا نہیں ہے، کوئی فریاد درس اور دست گیر نہیں ہے، نفع دینے والا اور نقصان پہنچانے والا رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ گزشتہ درس میں پڑھ چکے ہو **﴿إِنَّمَا يَنْهَانَكُمُ الْمُنْكَرُونَ﴾** کاشیف لَهُ إِلَّا هُوَ اور اگر اللہ تعالیٰ تحسیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے **﴿وَإِنْ يُؤْذِكُ بِخَيْرٍ فَلَا** سَرَّآءَ إِذْ قَصِلَهُ﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ محما رے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی روپیں کر سکتا۔ لہذا عبادت صرف اس کی کرو چاہے بدلتی عبادت ہو، چاہے زبانی ہو یا مالی ہو۔ رکوع اسی کے لیے، سجده اسی کے لیے، نذر و نیاز بھی اسی کے لیے کیوں کہ یہ سب عبارتیں ہیں۔

### حد سے زیادہ جھکنے کی بھی اجازت نہیں

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ حضرت! ہم آپس میں کبھی دیر سے ملے ہیں تو ہم معاونت یعنی گلے لگ کے مل سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں! مل سکتے ہو۔ حضرت! کیا اس کے ساتھ مصافی بھی کر سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں! کر سکتے ہو اور امام بخاری و ریاضیہ نے باتفاقہ باب قائم کیا ہے المصافحة بِالْيَدَيْنَ کہ مصافحة دو ہاتھوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضرت! جب ہم ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کریں تو جھک بھی سکتے ہیں؟ فرمایا لا نہیں جکنانہیں جھکنے سے رکوع کی حالت ہو جائے گی اور رکوع رب تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ سجدہ بھی رب تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے نہ زندہ کے لیے نہ مردہ کے لیے۔

حضرت قیس ابن سعد رضی اللہ عنہو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مکہ پولیس کے امبارج تھے یوں سمجھو کہ آئی، جی پولیس

شے۔ عراق کے علاقے جیہے میں بڑی منڈی لگتی تھی جس طرح ہاک کا نگ وغیرہ دنیا کی مشہور منڈیاں ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے پادریوں اور چودھریوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا رسول اللہ (ﷺ) امیں نے جیہے کے علاقوں میں دیکھا ہے کہ لوگ اپنے بزوں کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کریں۔ آپ ملکہ نے فرمایا کہ بتاؤ کہ اگر میری وفات ہو جائے اور مجھے قبر میں دفنایا جائے تو کیا تم میری قبر پر سجدہ کرو گے؟ قال لا حضرت قیس بن شعبو نے عرض کیا کہ نہیں! قبر پر سجدہ نہیں کریں گے۔ فرمایا اسی طرح زندگی میں بھی سجدہ نہیں ہے۔ آپ ملکہ نے معاملہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سجدہ نہ زندہ کے لیے جائز ہے، نہ قبر پر سجدہ کرنا جائز ہے۔

**﴿فَإِنَّمَا تَكُونُ مُثْقَلَةً تَلْوِيْرَهُ وَبَيْسِيْرَهُ﴾** بے شک میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے ذرا نے والا اور خوشخبری سناتے والا ہوں۔ اگر تم رب تعالیٰ کی مخالفت کرو گے تو دنیا میں بھی عذاب آئے گا اور آخرت میں بھی اور قبر میں بھی عذاب ہو گا اور اگر تم فرمائیں برداری کرو گے تو اللہ تعالیٰ تھیس دنیا میں بھی آرام دے گا قبر میں بھی راحت ہو گی اور آخرت میں بھی۔ اور میں تھیس یہ سبق دیتا ہوں **﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُهُ وَأَنْتَ بِكُمْ﴾** اور یہ کہ تم معافی مانگو اپنے پروردگار سے۔

### استغفار مطلوب ہے

آنحضرت ﷺ امت کی تعلیم کی خاطر دن میں ستر ستر مرتبہ، سو سو مرتبہ استغفار کرتے تھے۔ ((أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ)) اور مختصر لفظ کہہ لو آشْتَغْفِرُ اللَّهَ۔ صرف زبان سے نہیں بلکہ دل سے۔ جب تک آدمی سچے دل سے معافی نہ مانگے تھیں استغفر اللہ! استغفر اللہ! کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے کہ دل میں برائی کے پورے ارادے ہوں اور زبان سے استغفار۔ سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ انسان گنہگار اور خطاکار ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے میں نماز پڑھتا ہوں، روزے رکھتا ہوں، حج کرتا ہوں، زکوٰۃ دیتا ہوں، قربانی کرتا ہوں تو بڑا تک پاک ہوں۔ ان کاموں کے باوجود انسان گنہگار ہے کوئی نہ کوئی گناہ اس سے ہو جاتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے **﴿لَمْ تُؤْمِنُوا إِلَيْهِ﴾** پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ معافی کے بعد نیکیاں کرو یعنی توبہ سے پہلے کی زندگی اور بعد کی زندگی میں فرق ہونا چاہیے۔ جو کام پہلے کرتے تھے اب نہیں کرنے چاہیے۔

**﴿إِنَّمَا تَعْلَمُ مَثَاعًا حَسَنًا﴾** وہ فائدہ پہنچائے گا تم کو اچھا فائدہ پہنچانا **﴿إِنَّ أَجَلَ مُسْئَىٰ﴾** یہ ایک مدت مقرر تک۔ جو وقت تمہاری موت کا لکھا ہوا ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ تھیس پاک صاف ستری زندگی عطا فرمائے گا **﴿وَيُؤْتَ مُلِئَةً دِيْنِ فَضْلِهِ﴾** اور دے گا ہر فضیلت والے کو اس کی فضیلت کا اجر۔ نماز، روزے کا اجر دے گا، قرآن شریف پڑھتا ہے، درود شریف پڑھتا ہے اس کا اجر دے گا۔ تعلیم دیتا ہے، تبلیغ کرتا ہے اس کا اجر ملے گا، اچھی بات کرتا ہے، برائی سے منع کرتا ہے اس کا اجر ملے گا۔ مختصر یہ کہ ہر نیکی کا اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔

﴿وَإِنْ تَوْلُوا هُنَّا أَعْذَابٌ أَخَافَ عَلَيْكُمْ﴾ توبے شک میں تم پر خوف کرتا ہوں  
 ﴿عَذَابٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ بڑے دن کے عذاب کا۔ وہ بڑے دن کا عذاب مرنسے کے بعد ہو گا۔ قمن مقام فَقَدْ قَاتَتْ  
 قِيَامَتُهُ ”جورِ تحقیق اس کی قیامت قائم ہو گی۔“ مجرم کو مرنسے کے بعد جو سزا شروع ہو گی وہ کبھی ختم نہیں ہو گی۔ پہلے قبر میں،  
 پھر حشر میں، پھر میں صراط پر گزرتے ہوئے، پھر دوزخ میں ہو گی اور قیامت کا دن جس میں حساب کتاب ہو گا وہ پچاس ہزار سال  
 کا ہو گا۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ مَنْزَلَهُ مَحْلُومٌ﴾ اللہ ہی کی طرف تھارالوں نے بے ﴿وَهُوَ عَلَىٰ لَكُمْ شَيْءٌ قَدِيرٌ﴾ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رب تعالیٰ  
 کے پاس جانے میں شک نہ کرو کہ کس طرح جائیں گے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس ذات نے تمیں حقیر نطفے سے پیدا کیا اس کے لیے  
 تمیں دوبارہ کھڑا کرنا قیامت والے دن کوئی مشکل نہیں ہے۔ اگلی آیت کریمہ کی رو تفسیر میں اور دو دنوں حدیث میں موجود ہیں۔  
 ایک تفسیر یہ ہے کہ صحابہ کرام ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے تھے تو سینے کو خوب جھکا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ  
 ادب کی خاطر کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیں شرم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ غلوتی الدین ہے۔ انسان، انسان ہے پیشاب پا خانہ،  
 کرنا ہے، عسل کرتے وقت بھی ننگا ہونا ہے۔ اسی طرح عورتوں کے ساتھ اختلاط کے وقت بھی ستر کھلانا ہے لہذا اتنا سکون کی  
 ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَلَا إِنَّهُمْ يَمْنَعُونَ صَدَّاقَتِهِمْ﴾ خبردار بے شک وہ ذہرا کرتے ہیں اپنے سینوں کو  
 ﴿لِيَسْتَخْفُوا وَمَنْهُ﴾ تاکہ چھپ جائیں اس سے۔ اللہ تعالیٰ سے کون کی چیز چھپ سکتی ہے ﴿أَلَا جِئْنَ يَسْتَعْشُونَ بِيَابِهِمْ﴾  
 خبردار جس وقت وہ پہنتے ہیں اپنے کپڑے ﴿يَعْلَمُ مَا يَبْرُؤُونَ﴾ جانتا ہے وہ جس کو وہ چھپاتے ہیں۔ لہذا طبعی ضرورت کے وقت  
 کپڑے اتارنے میں کوئی گناہ نہیں ہے ﴿وَذَاهِلُونَ﴾ اور جس کو وہ ظاہر کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے۔

### منافقوں پر جب کوئی ذمہ داری پڑتی ہے تو سکر جاتے ہیں

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ منافق بھی آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ جب ان کے مطلب کی بات ہوتی تو  
 بڑے خوش ہو کر بیٹھتے اور جب ان پر کوئی ذمہ داری اور بوجھ پڑتا کہ جہاد کا حکم ہوتا یا چندے کی اپیل ہوتی یا آپ ﷺ کی  
 فرماتے کہ فلاں آدمی کی امداد کر تو اس وقت اپنے سینوں کو دُہرا کرتے چھپنے کے لیے۔ بھی ارب تعالیٰ سے کوئی چھپ سکتا ہے؟  
 وہ توبہ کچھ جاتا ہے۔ جس کو تخفی کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے اور جس کو ظاہر کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے ﴿إِنَّهُ عَلَيْهِمْ بِذَنَاتِ  
 الصَّدَّاقَاتِ﴾ بے شک وہ جانتا ہے دلوں کے رازوں کو۔ بندوں کے خیالات کو بھی رب جانتا ہے خالق جو ہوا، اس پر کوئی شے تخفی  
 نہیں۔ لہذا اپنی ضرورت کے وقت تم نگلے ہو سکتے ہو۔ عسل کے وقت، قضائے حاجت کے وقت اور دیگر ضروریات کے وقت۔  
 دین میں غلوت رہا بھی بات ہے۔



(وَمَا مِنْ دَآتُقَنِ الْأَرْضَ) اور نہیں ہے کوئی جان دار چیز زمین میں میں (إِلَّا عَلَى اللَّهِ يَرْدُقُهَا) مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کا رزق (وَيَعْلَمُ مُسْتَقْدِمُونَ) اور وہ جانتا ہے اس کے ٹھہر نے کی جگہ کو (وَمُسْتَؤْدِعُهَا) اور اس کے سوپنے کی جگہ کو (كُلُّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ) ہر چیز کھلی کتاب میں درج ہے (وَهُوَ الْذِي) اور وہ وہی ذات ہے (خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ) جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو (فِي سَيَّةٍ أَيَّامٍ) چند دنوں میں (وَكَانَ خَلْقَهُ عَلَى الْهَيَاةِ) اور اس کا عرش پانی پر تھا (لِيَبْلُو كُلُّمْ) تاکہ امتحان لے تھا را (أَيْكُمْ أَخْسَنُ عَبْلًا) کہ کون تم میں سے زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے (وَلَمَنْ قُلْتَ) اور البتہ اگر آپ ان سے کہتے (إِنَّكُمْ مَبْغُوثُونَ) کہ بے شک تم کھڑے کیے جاؤ گے (وَنِ بَعْدِ الْحَوْتِ) مرنے کے بعد (لِيَقُولُنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا هُنَّ الْبَتَّةُ ضُرُورٌ كُلُّمْ) گے وہ لوگ جو کافر ہیں (إِنْ هُذَا إِلَّا سُحْرٌ مُّبِينٌ) نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو (وَلَمَنْ أَخْرَى نَاعِمُ الْعَدَابَ) اور البتہ اگر ہم موخر کر دیں ان سے عذاب کو (إِلَى أَمْمَةٍ مَعْدُودَةٍ) ایک مدت تک جو گئی ہوئی ہے (لِيَقُولُنَّ) البتہ ضرور کہیں گے (مَا يَخْسُسُهُ) کس چیز نے روکا ہے عذاب کو (الْأَيَّومَ يَأْتِيهِمْ) خبردار جس دن آئے گا (لِنِسَ مَضِيًّا ذَفَاعَنَهُمْ) نہیں پھیرا جائے گا ان سے (وَحَاقَ بِهِمْ) اور گھیر لے گی ان کو (مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَثِرُونَ) وہ چیز جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے۔

### رزاق صرف اللہ تعالیٰ ہے

گزشتہ درس میں تم نے سا کہ نفع، نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا کسی کے اختیار میں نفع ہے نہ نقصان ہے اور یہ بھی تم نے سا کہ دلوں کے راز بھی بجزیرہ و رودگار کے کوئی نہیں جاتا۔ اور آج کے سبق میں ہے کہ رزاق بھی صرف وہی ہے۔ رزاق اور رازِ قیادتوں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ رزق دینے والا صرف پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (وَمَا مِنْ دَآتُقَنِ الْأَرْضَ)۔ دَبَّ يَدُ بُشْ کا معنی ہے حرکت کرنا۔ تو معنی ہو گا اور نہیں ہے کوئی جان دار چیز جو حرکت کرتی ہے زمین میں چاہے وہ انسان ہوں یا جنات، حیوانات ہوں یا حشرات الارض، کیڑے کوڑے ہوں۔ یہ سب دایب کے تحت ہیں۔ تو لازمی معنی ہے جو جان دار چیز ہے (إِلَّا عَلَى اللَّهِ يَرْدُقُهَا) مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کا رزق۔ حیوانات انسان کی بہت سب سے زیادہ کھاتے ہیں ان کو بھی رزق اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور وقت پر دیتا ہے۔ کیڑے کوڑوں، چمند پرندے سب کو رزق رب ہی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت سلیمان ﷺ بڑے فتنم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی شایعی عطا فرمائی تھی اور بڑے لظم انبط کے ساتھ کام جلاتے تھے۔ ان کی فوج میں انسان بھی تھے، جنات بھی تھے اور پرندے بھی تھے۔ یہ قرآن پاک میں

ہے۔ بڑے معقول انداز سے حکومت کرتے تھے۔ قریب سمندر میں بڑی بڑی مچھلیاں تھیں۔ حضرت سلیمان ﷺ کو اپنے حسن انتظام پر بڑا ناز تھا کہ الحمد للہ! میرا انتظام بہت اچھا ہے اور واقعی اچھا ہوتا تھا۔ ایک دن عرض کیا کہ اے پروردگار! یہ قریب سمندر میں جو مچھلیاں ہیں میں ان کو ایک وقت کا کھانا کھلانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے سلیمان (علیہ السلام)!)! اپنا کام کرو اس بات کے لیچھے مت پڑو۔ عرض کیا نہیں میرا شوق ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر شوق پورا کرو۔ چنانچہ حضرت سلیمان ﷺ نے ساری فوج کو لوگ کر سمندر کے کنارے چٹائیاں پھوکوا کر ہر قسم کے کھانوں کے ذہیر لگادیے۔ دل میں بڑے خوش تھے کہ میں نے بڑا انتظام کیا ہے کوئی کتنا کھالے گا! **قَنِ الْبَحْرِ** سمندر میں سے ایک مچھلی نکل کر سارا کھا گئی اور کہنے لگی اور لاؤ۔ سلیمان ﷺ نے فرمایا اور تو نہیں ہے۔ مچھلی نے کہا اے پروردگار! آج تو نے مخلوق کے حوالے کیا ہے میں بھوکی رہی ہوں۔

تورب، رب ہے۔ وہی ساری مخلوق کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ دو تین دن ہوئے ہیں اخبار میں خبر آئی تھی کہ کسی سمندر میں بہت بڑی مچھلی نظر آئی ہے اس علاقے سے گزرنے والے جہاڑوں کے مالکوں کو حکومتوں نے خبردار کیا ہے کہ احتیاط سے گزو کر کے کہیں جہاڑ کونہ ڈیو دے۔ بھائی! رب تعالیٰ کی بڑی بڑی مخلوق ہے۔ اس وقت معاشری نظام کا جو کنٹرول کرنے والے ہیں وہ بلا وجہ پریشان ہیں اور شیخ چلی کی طرح کہانیاں سوچتے رہتے ہیں کہ دس سال بعد انسان اتنے ہو جائیں گے اور پچاس سال بعد اتنے ہو جائیں گے تو وہ کیا کھائیں گے؟ بھائی! تحسین کیا فکر ہے رزق تورب تعالیٰ کے ذمے ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے تین ارب تھے وہ بھی کھاتے تھے اور اس وقت چھار بیس ریب ان کو بھی دے رہا ہے۔ پچاس سال بعد بارہ ارب بھی ہو گئے اور مذابوح اور لڑائی جھگڑوں سے نفع کئے تورب ان کو بھی دے گا۔

علم اسباب میں رب تعالیٰ نے اسباب پیدا کیے ہیں۔ پہلے زمین تھوڑی کاشت ہوتی تھی پیدا اور بھی کم ہوتی تھی اب زمین زیادہ کاشت ہوتی ہے اور پیدا اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے جیسے مخلوق بڑھتی جائے گی ویسے ویسے اللہ تعالیٰ اسباب بڑھاتا جائے گا اس کی تحسین فکر نہیں ہوئی چاہیے۔ ہاں! البتہ اللہ تعالیٰ نے مکف مخلوق کو پابند بنایا ہے کہ روزی کمانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارو، دینا اللہ تعالیٰ نے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **(وَيَعْلَمُ مُسْتَقْرَرًا)** اور وہ جانتا ہے اس جاندار کے مستقر کو کہ اس نے جہاں رات کو ٹھہرنا ہے **(وَمُسْتَوَدَّعَهَا)** اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو کہہ کر وہ کہاں فن کیا جائے گا **(كُلُّ فِي كِتْبَهِ مُهِمُّهُنَّ)** ہر چیز کھلی کتاب میں درج ہے۔ کھلی کتاب کا نام لوح محفوظ ہے۔ جب سے کائنات پیدا ہوئی ہے اس وقت سے لے کر دخول جنت اور نارتک سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے۔ لوح کا معنی تختی، وہ ایک تختی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ لکھا ہوا ہے اور لوح محفوظ میں جو کچھ درج ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا کروڑ در کروڑ وال حصہ بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ رب تعالیٰ کا علم ازلی ہے، ابدی ہے۔ مخلوق کی پیدائش سے پہلے بھی رب تعالیٰ کا علم تھا دخول جنت اور نارتکے بعد نہ تخت ہونے والی زندگی جو لوح محفوظ میں درج نہیں رب تعالیٰ کو اس کا بھی علم ہے۔ تلویح محفوظ اللہ تعالیٰ کے علم کا تھوڑا سا حصہ ہے **(وَلَمْ يَأْتِيَنِي وَهِيَ ذَاتٌ هِيَ** **(خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ)**

جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ﴿فَيَسْأَلُونَ أَيَا مِنْهُ﴾ چھوٹوں میں۔

### آسمانوں اور زمینوں کو چھوٹوں میں پیدا کرنے کی حکمت

چھوٹوں سے مراد چھوٹوں کا وقفہ ہے کیوں کہ دن تو نام ہے سورج کے طلوع اور غروب ہونے کا اور اس وقت نہ سورج تھا نہ اس کا طلوع اور غروب ہوتا تھا، نہ آسمان تھا نہ زمین تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت۔ اللہ تعالیٰ ایک آن میں سب کچھ کر سکتا ہے لیکن اس کے باوجود چھوٹوں میں پیدا کیا۔ خلوق کو بتانے کے لیے کہ جھارے کام بھی تدریجی یعنی آہستہ آہستہ ہونے چاہئیں۔ ﴿وَكَانَ عَزَّلَهُ عَلَى الْأَنْعَامِ﴾ اور عقایص کا عرش پانی پر۔ مدرسہ حاکم حدیث کی کتاب ہے اس میں یہ روایت ہے کہ پوچھنے والے نے مفسر قرآن حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ پانی کس چیز پر تھا؟ انہوں نے فرمایا عَلَى الزِّيْجِ هُوَ اَپَرَّ تَحْتَهُ۔ ہوا کس چیز پر تھی؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سب سے بڑی ہے۔

### اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا

اس میں اختلاف ہے کہ اَوَّلُ الْبَخْلُوقَ کیا چیز ہے یعنی سب سے پہلے کون کی چیز پیدا ہوئی ہے؟ تو مختلف قسم کی روایتیں آئی ہیں۔ میں نے اپنی کتاب ”تفصید تین بر تفسیر نسیم الدین“ میں اس پر کافی بحث کی ہے۔ ایک روایت میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَقْلُ ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا ہے۔“ لیکن یہ روایت جعلی ہے صحیح نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَرْشُ ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا۔“ اس روایت پر بھی محمد شمس کلام کرتے ہیں کہ اس کی صحیح نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورٌ نُّبَيِّكَ مِنْ نُورٍ” ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے فیض کے ساتھ تیرے نبی کی روح کو پیدا کیا۔“ نور سے مراد روح ہے۔ لیکن فنی لحاظ سے اس روایت کا بھی ثبوت نہیں ہے۔

مولانا سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت النبی ﷺ کی تیسری جلد میں غیر مستند روایات کا باب قائم کیا ہے۔ اس میں ان روایات کے متعلق فرمایا ہے کہ کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ صحیح روایت ابو داؤد اور ترمذی شریف میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلْمَ ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم تقدیر کو پیدا فرمایا ہے۔“ جس کے ساتھ سب تقدیریں لکھی گئیں۔ اصولی اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے۔ باقی اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے جس میں نور کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے فض کے ساتھ آپ ﷺ کی روح کو پیدا کیا ہے کیوں کہ رب تعالیٰ کے نور سے تو کوئی شے نہیں لکھی۔ تو علماء اس کے بھی قائل ہیں کہ ارواح میں سے سب سے پہلے آپ ﷺ کی روح مبارک پیدا ہوئی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ﴿لَمْ يَجِدُ لَهُ كُمْ أَيْلَمْ أَحَسَنُ عَلَّالًا﴾ تاکہ اس تحان لے جھارا کہ کون تم میں سے اچھا عمل کرنے والا ہے۔ یوں سمجھو کہ آسمان اور زمین ایک کالج یونیورسٹی ہے، مدرسہ اور مکتب ہے۔ اس میں تم نے کیا تعلیم ।

حاصل کی ہے؟ ایک ایک لمحے کو غیمت سمجھو الساعۃ لِلظَّاغُۃ یہ وقت نیکی کے لیے ہے۔ جتنی نیکی کر سکتے ہو ایک دوسرے سے بڑھ کر کرو۔ ﴿وَلَيْسَ ثُلَّتْ﴾ اور البتہ اگر آپ ان سے کہتے ﴿إِنَّمَا مَبْعَثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ﴾ کہ بے شک تم کھڑے کیے جاؤ گے مرنے کے بعد ﴿لَيَقُولُنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا هُنَّ الْبَشَرُونَ ضَرُورٌ كُلُّهُمُ مُّغْرِبُونَ﴾ کہ بے شک تم کھڑے کیے جاؤ مُشاراً إِلَيْهِ قرآن کریم ہے۔ نہیں ہے یہ قرآن کریم مگر کھلا جادو کہ اس قرآن میں جو کچھ ہے جادو ہے اور ہذا کا مُشاراً إِلَيْهِ بعث بعد الموت بھی ہے۔ پھر مطلب یہ بتے گا کہ مرنے کے بعد انھنا یہ جادو کی بات ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ﴿وَمَا نَخْنُ بِسَبْعَوْنَ ثُلَّتْ﴾ [المومنون: ۲۳] ”ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَيْسَ أَخْرَى نَعِيْهُمُ الْعَذَابُ إِلَيْهِمْ مَعْدُودٌ ذَلِكُو﴾ اور البتہ اگر ہم موخر کروں اس سے عذاب کو ایک مدت تک جو گئی ہوئی ہے۔

### لفظ امت کے تین معانی ہیں

امت کے تین معانی ہیں۔ ایک معنی ہے گروہ۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے ﴿كُنْتُمْ خَيْرًا مِّنْ أَخْرَجْتُ لِلَّئَلِّيْسِ﴾ ”تم سب گروہوں سے بہتر گروہ ہو کیونکہ تمہیں نکالا گیا ہے پیدا کیا گیا ہے لوگوں کے لیے ﴿تَأْمُرُونَ بِالْعَرْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰] لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔“ اور دوسرا معنی پیشوَا کا ہے ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أَمَّةً قَاتَلَتُهُ حَتَّىٰ يَوْمَ حُنَيْنًا﴾ [الحفل: ۱۲۰] ”بے شک ابراہیم مدینہ پیشواستھے اطاعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے لیے یکسوچکر۔“ اور تیسرا معنی ہے کہ البتہ ہم ان سے عذاب موخر کر دیں گے ﴿إِلَيْهِمْ مَعْدُودٌ ذَلِكُو﴾ ایک مدت تک جو گئی گئی ہے۔ ﴿لَيَقُولُنَّ﴾ اور البتہ ضرور کہیں گے ﴿كَمَا يَخْسُسُهُ﴾ کس چیز نے روکا ہے عذاب کو۔ عذاب کیوں نہیں آتا؟ ﴿أَلَا﴾ خبردار ﴿يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَنِسَنَ مَضْهِدُهُ فَأَعْنَمُهُمْ﴾ جس دن آئے گا وہ ان کے پاس نہیں پھیرا جائے گا ان سے۔ فرعون کے پاس عذاب آیا تو اس کو غرق کر کے چھوڑا، قوم عاد و ثمود کو نیست و نابود کیا، قوم لوط اور دوسری قوموں کو ہلاک کیا۔ ان کے پاس بھی عذاب آئے گا تو پچھلے نہیں سکیں گے ﴿وَحَاقَ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْنُ عَذَابُنَّ﴾ اور گھیرے گی ان کو وہ چیز جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے۔ جب عذاب آئے گا تو وہ ان کو گھیر لے گا اور ان سے ہٹا یا نہیں جاسکے گا۔



﴿وَلَيْسَ أَذْقَنَا الْإِنْسَانَ مِنَ الْحَمَةِ﴾ اور البتہ اگر ہم چکھا سکیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت ﴿فَمَنْ تَرَكَ عَنْهَا مِنْهُ﴾ پھر ہم اس سے چھین لیں وہ رحمت ﴿إِنَّهُ لَيَقُولُنَّ كُفُورًا﴾ بے شک وہ البتہ نا امید ہو جاتا ہے ناشکری کرتا ہے ﴿وَلَيْسَ أَذْقَنَهُ لَعْنَاءَ﴾ اور البتہ اگر ہم اس کو چکھا سکیں نہ مت ﴿بَعْدَ صَرَّآءَ آغَوَ﴾ تکلیف کے بعد ﴿مَشَةً﴾ جو اس کو پہنچی ہے ﴿لَيَقُولُنَّ﴾ البتہ ضرور کہے گا وہ ﴿ذَهَبَ السَّيَّاتُ عَتَّيْ﴾ دور ہو گئی ہیں مجھے سے تکلیفیں ﴿إِنَّهُ لَفَرِجَ فَحُوْرَ﴾ بے شک وہ اترانے والا اور شنجی بھارنے والا ہوتا ہے ﴿إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا﴾ مگر وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا ہے

عَمِلُوا الصِّلْحَتِ۝ اور اچھے عمل کے ﴿أَوْ لَئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ أَنْجُزْ كَبِيرٌ﴾ انھی لوگوں کے لیے بخشش ہے اور بڑا جر ہے ﴿لَمَعْلُوكَ تَائِيَكَ﴾ پس شاید کہ آپ چھوڑنے والے ہیں ﴿بَعْضُ مَا يُؤْتَ حَتَّى إِلَيْكَ﴾ بعض وہ چیز جو آپ کی طرف وہی کی گئی ہے ﴿وَصَّا بِئِيمَهِ صَدْرُكَ﴾ اور تنگ ہوتا ہے اس کی وجہ سے آپ کا سینہ ﴿أَنْ يَقُولُوا﴾ کہ یہ لوگ کہتے ہیں ﴿تَوْلَةً أَنْزِلَ عَلَيْهِ كَثِيرٌ﴾ کیون نہیں اتارا گیا اس پر خزانہ ﴿أَذْجَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ﴾ یا کیوں نہیں آیا اس کے ساتھ فرشتہ ﴿إِنَّمَا أَنْتَ تَنْذِيرٌ﴾ پختہ بات ہے کہ آپ ذرا نے والے ہیں ﴿وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَّ كَبِيلٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا کار ساز ہے ﴿أَمْ يَقُولُونَ﴾ کیا یہ کہتے ہیں ﴿أَفَتَرَهُ﴾ یہ قرآن اس نے گھر لیا ہے ﴿قُلْ﴾ آپ کہہ دیں ﴿فَأَتُوا بِعِسْرٍ سُوْرٍ مُّفْكَرَيْتُ﴾ پس لا و دس سورتیں اس جیسی گھری ہوئی ﴿وَ اذْعُوا﴾ اور بلا لو ﴿مَنْ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ جس کو تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے (کے سوا) ﴿إِنْ كُلُّكُمْ صَدِيقٌ﴾ اگر ہوتا چھے ﴿فَالْمُتَّسِعُونَ الْكُنْ﴾ پس اگر وہ جواب نہ دے سکیں ﴿فَأَعْلَمُوا﴾ پس تم جان لو ﴿إِنَّمَا أَنْزَلَ بِعِلْمِ اللَّهِ﴾ بے شک یہ قرآن اتارا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق ﴿وَأَنَّ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ اور یہ کہ نہیں ہے کوئی معیوب مکر صرف وہی ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ پس کیا تم مسلمان ہونے والے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا مقام تمام انسانوں سے متاثر اور الگ ہے۔ ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی خلوق میں اور کوئی نہیں ہے۔ انہی نے کرام علیہم السلام کے بعد اپنے اپنے دور میں ان کے صحابی بڑے شکر گزار تھے۔

### اللہ تعالیٰ کا عام انسانوں سے شکوہ

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کا شکوہ کیا ہے اور حالات بیان فرمائے ہیں ﴿وَلَئِنْ أَذْقَنَا الْإِنْسَانَ مَا تَرَكَهُ﴾ اور اگر ہم چکھا سیس انسان کو اپنی طرف سے رحمت۔ اولاد بھی رحمت ہے اور جائز طریقے سے جو مال حاصل کیا گیا ہے وہ بھی رحمت ہے، دنیا کی ترقی اور جائز اقدار بھی رحمت ہے۔ اسی طرح کاشت کار کی فصل خوب ہوتی ہے، جانور بھلتے چھوٹے ہیں یہ رحمت ہے۔ تو رحمت کی بہت سی اقسام ہیں ﴿لَمْ تَرَعْلَهَا مُسْمِةٌ﴾ پھر ہم اس سے چھین لیں وہ رحمت ﴿إِنَّهُ لَيَسْتُوْشُ كَلْوَرًا﴾ بے شک البت وہ نا امید ہو جاتا ہے نا شکری کرتا ہے۔ جو رب رحمتیں کرتا ہے وہ چھین بھی سکتا ہے نا امید اور نا شکر ہونا کیسا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہونا بڑے گناہوں میں سے ہے۔

ارشادر بانی ہے ﴿لَا تَنْقِضُوا مِنْ هَرَمَةِ اللَّهِ﴾ [زمر: ۵۳] ”نا امید نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔“ رحمت چھن جانے کے بعد جب انسان کہتا ہے کہ مجھے کیا ملا تھا یہ نا شکری کا لفظ ہے۔ کیوں کہ اس کو تو ملا تھا اور اس کے پاس تھا لیکن اب رب تعالیٰ نے اس سے چھین بیا تو اس کو یوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا میرے اوپر احسان تھا اب میں رب تعالیٰ کی طرف سے آزمائش میں

ہوں مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ انعام اٹھا لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے پھر دے گا۔ ایسا جملہ نہ ہو لے جس سے چہلی نعمتوں کی ناقدری ہو کیوں کہ رب تعالیٰ کی نعمتیں کھاتا اور استعمال کرتا رہا ہے، فائدہ اٹھاتا رہا ہے ان کی نا شکری کرنا گناہ کی بات ہے۔

### خوشی میں خدا کو نہیں بھولنا چاہیے

فرمایا ﴿وَلِئِنْ أَذْهَلَهُ بَعْدَ هُبُّهُ أَوْ أَبْلَغَهُ أَنْهُمْ أَكْفَارٌ﴾ اور البتہ اگر ہم اس کو چکھا ہیں نعمت تکلیف کے بعد ﴿مَشَّةً﴾ جو تکلیف اس کو پہنچی ہے اس سے پہلے، دولت آگئی، نعمت آگئی ﴿لَيَقُولُونَ﴾ البتہ خود رکھے گا وہ ﴿ذَهَبٌ الشَّيَّاطِينُ عَنِّي﴾ دور ہو گئی ہیں مجھ سے تکلیفیں اور تکلیفیں دور ہونے کے بعد ہموما لوگ غافل ہو جاتے ہیں ﴿إِنَّ اللَّهَ لَفَرِجُ الْفُجُورِ﴾ بے شک وہ اترانے والا اور شیخی بگھار نے والا ہوتا ہے۔ ان نعمتوں پر جو رب تعالیٰ نے دی ہیں اور شیخی بگھارتا ہے کہ میرے پاس یہ ہے وہ ہے۔ کچھ زبان سے ادا کرتا ہے اور کچھ دل سے ادا کرتا ہے حالانکہ جس وقت راحت و آرام آئے تو رب تعالیٰ کو نہیں بھولنا چاہیے۔ دہلی کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر شاعر بھی تھا اس نے بڑی خوب صورت بات کی ہے:

ظفر آدمی اس کو نہ جائیے گا،  
ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا  
بھے عیش میں یادِ خدا نہ رہی،  
بھے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

جو عیش کے وقت رب تعالیٰ کو بھول جائے اور طیش اور غصے کی حالت میں خدا کو یاد نہ رکھے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ انسان وہ ہے جو عیش اور طیش دونوں حالتوں میں رب تعالیٰ کو یاد رکھے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ تکلیف کے وقت اس کی دعا کیس قبول ہوں اس کو راحت کے وقت رب تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے۔ مطلب پرست نہیں ہونا چاہیے کہ جب تکلیف آئے تو رب رب کرے اور جب راحت آئے تو لَبَّغُوا فِي الْأَرْضِ بَاغِيٌّ ہو جائیں زمین میں۔ کیوں کہ مال آجائے کے بعد اکثر لوگ سر کرش ہو جاتے ہیں۔

### سب سے زیادہ تکالیف انبیاء کرام ﷺ کو آئیں

﴿الَّا لَنِّي نَكَلَّفْتُهُمْ﴾ مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا تکلیفوں پر۔ امّحضرت ﷺ سے پوچھا گیا حضرت ابی بتا ایں کہ اُسی النّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً“ انہوں میں سب سے زیادہ تکلیفیں کن کو پیش آتی ہیں قالَ الَّا نِبِيَّاً أَلَا مُقْلَّ فَالْأَمْقَلُ سب سے زیادہ تکلیفیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو پیش آئیں ہیں پھر ان کو جو درجے میں ان کے تربیب ہوتے ہیں پھر ان کو جو درجے میں ان کے تربیب ہوتے ہیں یعنی الرَّجُلُ عَلَى قَنْدِرٍ دِينِهِ“ جو آدمی جتنا دین دار ہوتا ہے اتنا ہی اس کا امتحان ہوتا ہے۔“ صحابہ کرام ﷺ میں بڑے پہنچتے تھے ان کے امتحان بھی اتنے ہی سخت تھے آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ عمرت خباب بن ارت بن شہر کا مالک امیر بن خلف بڑا ظالم آدمی تھا۔ جیسے: ہمارے ہاں سکر کے درخت کا کوئی دیر تک سلتا

رہتا ہے عرب میں ایک لکڑی ہوتی تھی جس کا نام غصانہ تھا اس کا کوئی بھی درستک سلکار ہتا تھا۔ یہ ظالم اس لکڑی کے کوئی سلکار حضرت خباب بن ارت بن شوکا کرتے اتار کر پیٹھے کے مل کوئلوں پر لٹادیتا تھا اور خود بینے پر چڑھ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا کلمہ چھوڑ دو۔ حضرت خباب فرماتے کلمہ چھوڑنے والی نہیں ہے۔ ایسے لوگ بھی تھے کہ ان کو ناف تک زمین میں گاؤ کر چیر دیا گیا مگر انہوں نے کلمہ نہیں چھوڑا۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ دو لکڑے ہو جاتا تھا مگر دین نہیں چھوڑتا تھا۔ ایمان والوں پر یہاں تک ٹلم کیا گیا کہ لوپے کی سنتھیوں کے ساتھ ان کے گوشت کو بڑیوں تک رگوں سمیت نوج لیا گیا مگر انہوں نے ایمان نہیں چھوڑا۔ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہمارا ایمان اور دین بڑا کمزور ہے اس لیے ہماری آزمائش بھی بڑی نہیں ہوتی۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مگر وہ لوگ جھوٹوں نے صبر کیا ہو دعملو اللصلحت ہے اور ایجھے عمل کیے ۔ (أَوْتِكَ اللَّهُمَّ مَغْفِرَةً)  
انھی لوگوں کے لیے بخشش ہے ۔ (وَآجُزْ كُبْرَى) اور بڑا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہو گا۔

### مشرک کو توحید سے چڑھے ۔

آنحضرت ﷺ جس دور میں مبouth ہوئے ہیں اس وقت ہر طرف کفر ہی کفر تھا اور وہ لوگ کفر میں بڑے پکے تھے۔ ان کے لیے سب سے کثر و امسکلہ توحید کا تھا۔ جب آپ ﷺ فرماتے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَوَدَّ بگزر جاتے۔ سورت صفت میں ہے ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أُقْتَلُوا لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں تو وہ غرور کرتے تھے۔ بگزر جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس نہیں ہے، کوئی دست گیر نہیں اور کہتے تھے ﴿أَجَعَلَ اللَّهُ أَلَّا يَهُوَ أَحَدًا﴾ إِنَّهُمْ لَا يَشْفَعُونَ (س: ۵) کیا اس پیغمبر نے اتنے الہوں کا ایک الہ بنادیا ہے یہ تو بڑی تعجب کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلَمَّا كَتَبْرَكَ بَعْضُ مَا يَنْهَا إِلَيْكَ﴾ پس شاید کہ آپ چھوڑنے والے ہیں بعض وہ چیز جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے ﴿وَذَلِيقٌ بِهِ صَدْرُكَ﴾ اور سنگ ہوتا ہے اس کی وجہ سے آپ کا سینہ۔ یعنی جو مشکل چیزیں ہیں ان کو نہ آپ نے چھوڑا اور نہ چھوڑنے کا ارادہ کیا مگر امکان تو ہے کہ آپ چھوڑ دیں ﴿أَنْ يَتَغَلَّظُوا﴾ کہ یہ لوگ کہتے ہیں ﴿لَوْلَا أَنْتَ نَزَّلْتَ﴾ کیوں نہیں اتنا کیا اس پر خزانہ۔ اگر یہ نہیں ہے تو ﴿أَذْجَاءَ مَعْهَدَ مَلَكٍ﴾ یا کیوں نہیں آیا اس کے ساتھ فرشتہ۔ دیکھو! آج صوبے کا وزیر اعلیٰ یا گورنر مزک پر سے گزرے تو آگے چھپے پولیس ہوتی ہے، راستہ صاف کرتی ہے کہ لوگو ہٹو! گورنر صاحب آرہے ہیں، وزیر اعلیٰ صاحب آرہے ہیں اور یہ رب کا نائب ہے نہ اس کے پاس کوئی خزانہ ہے، نہ باغات ہیں، نہ سونے کی کٹھی ہے، نہ کوئی فرشتہ گن میں ہے اور کہتا ہے کہ میں رب تعالیٰ کا نائب ہوں اس کے احکام اس کی مخلوق تک پہنچاتا ہوں۔ یہ کیسے نبی بن گیا؟ اس طرح کے طمعنے دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّهَا أَنْتَ تَلِينُهُ﴾ پختہ بات ہے کہ آپ ڈرانے والے ہیں رب کے عذاب سے۔ خدائی

صفات آپ میں نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کسی کو دی ہیں تافع، ضار اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ ﴿وَإِنْ  
يَكُنْ أَنْشَأْتُكَ بِصُرُورٍ فَلَا يَكُنْ لَكَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ اور اگر پہنچائے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پس کوئی نہیں دور کر سکتا اس تکلیف کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ﴿وَإِنْ يُؤْذَنُكَ بِخَيْرٍ فَلَا تَرْدِعْهُ أَذًى فَقْتُلْهُمْ﴾ [یونس: ۱۰-۱۱] اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بھالائی کا ارادہ کرے تو کوئی اس کے فعل کو رو نہیں کر سکتا۔ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے آنحضرت ﷺ سے اعلان کر دیا ﴿لَا أَمْلِكُ  
لُثُمًا حَرَأً أَذْلَامَ شَدَدًا﴾ [سورہ جن] میرے اختیارات میں نہیں تھا راضر اور نہ بھالائی۔ خدا ای اختیارات اللہ تعالیٰ نے رتی برابر بھی  
کسی کو نہیں دیتے۔ اگر دینے ہوتے تو مغلوق میں سب سے بہتر کہ جس جیسی شخصت ہوئی ہے نہ ہوگی آنحضرت ﷺ کو دیتا لیکن  
آپ کو بھی نہیں دیتے بلکہ ان سے اعلان کر دیا کہ میں نہ اپنے نفع نقصان کا مالک ہوں اور نہ تھا رے نفع نقصان کا مالک ہوں۔ تو  
اور کون ہے جس کو خدائی اختیارات مل گئے ہیں؟ ﴿وَإِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّؤْكِدٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا کار ساز ہے، کام بنانے  
والا اور محافظ ہے۔

### مشرکوں کا شوشہ کہ یہ قرآن خود بناتا ہے کا جواب

﴿أَمْ يَقُولُونَ﴾ کیا یہ کہتے ہیں ﴿أَفْتَرَهُ﴾ یہ قرآن اس نے گھڑیا ہے۔ اس کے جواب میں قرآن پاک میں تین  
تم کے چیزیں موجود ہیں۔ ایک پندروں پارے میں ہے ﴿قُلْ لَهُنَّ الْجَمِيعُ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِهِ مُلْهَدًا الْقُرْآنُ لَا  
يَأْتُونَ بِشَيْءٍ وَلَوْ كَانَ هَمَّصُمْ لِبَعْضِ ظَهِيرَاتِهِ﴾ آپ کہہ دیں اگر اکٹھے ہو جائیں انسان اور جنات سارے اس بات پر کہہ  
لامیں اس قرآن کے شش تنویں لاسکیں گے اس کی مثل اگرچہ بعض ان کے بعض کے مذکار ہوں۔ اگر میں اکیلا بنا کر لاسکتا ہوں  
تو تم سارے اکٹھے ہو کر زور لگاؤ اور بناؤ، لا دا اور نہیں بنا سکو گے تو سمجھ جاؤ کہ یہ میرا بنا یا ہوا بھی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے  
اس لیے اس جیسا کوئی نہیں بن سکتا۔

اور دوسرا چیز اس مقام پر ہے۔ فرمایا ﴿قُلْ فَاتُوا بِعْشِرِ سَوْرَاتِهِ مُفْتَرِيَتٍ﴾ آپ کہہ دیں پس لا دا دس سورتیں اس  
جیسی گھڑی ہوئی۔ قرآن پاک کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں ایک سو چار تھیں معاف۔ وہاں تھا کہ سارے انسانوں اور جنون کو  
ساتھ ملا لو اور یہاں فرمایا ﴿وَأَذْمُوا مِنْ أَسْتَطْعُمْ قِنْ دُونَ اللَّهِ﴾ اور بلا وجس کو تم طاقت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے نیچے نچے۔  
فرشتتوں کو ساتھ ملا لو، انسانوں اور جنون کو ساتھ ملا لو ﴿إِنْ لَعْنَمُ صَدِيقَنَ﴾ اگر ہوتم سچے۔ تم ساری مغلوق مل کر بھی قرآن کریم کی  
دس سورتوں جیسی سورتیں نہ لاسکو تو پھر یہ اعتراض کرنا کہ اس نے اپنی طرف سے بنایا ہے کتنے ظلم کی بات ہے؟ اور تیرا چیز پہلے  
پارے میں ہے ﴿فَاتُوا بِسُورَاتِهِ مُفْتَرِيَتٍ﴾ پس لا دا تم ایک چھوٹی سی سورت قرآن جیسی۔ قرآن پاک کی چھوٹی سورتیں تین ہیں  
یعنی سورۃ العصر، سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر، ان کی تین تین آیتیں ہیں۔ تم ایسی کوئی سورت لے آؤ۔

فرمایا ﴿فَإِنْ لَمْ يَفْلُمُوا وَلَنْ يَقْعُلُوا فَإِنَّهُمْ قَاتِلُوا النَّاسَ الَّتِي دُقُودُ فَالنَّاسُ وَالْجَاهِلُونَ﴾ اُعْدَثُ لِلْكُفَّارِينَ﴾ پس اگر تم ذکر سکو

اور ہرگز نہ کر سکو گے پس بچوں آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے۔ قرآن کریم کے اس چیخنے کو آج تک کسی نے قبول نہیں کیا حالاں کہ اس وقت بڑے فصح بلطفی لوگ موجود تھے۔ عجائب دائل ایک شخص مزرا ہے اس کی فصاحت و بلاعثت لوگوں میں مشہور تھی۔ وہ ایک سال تک کسی مجمع میں گفتگو کرتا تو کوئی لفظ دوبارہ زبان پر نہ لاتا اور اگر وہی مضمون دوبارہ بیان کرنا ہوتا تو اس کو دوسرے الفاظ اور غیرِ عبارت سے ادا کرتا۔ میکن یہ لوگ بھی چیخنے قبول نہیں کر سکتے۔

تو ﴿فَإِنَّمَا يَسْتَهِبُونَ أَنَّهُمْ﴾ پس اگر وہ جواب نہ دے سکتیں ﴿فَأَغْلَمُهُمْ﴾ پس تم جان لو ﴿فَإِنَّمَا أَنْزَلَ عِلْمًا لِّكُلِّ أُنْوَافِ الْأَنْوَافِ﴾ اور یہ کہ نہیں ہے کوئی معبد و مکر صرف وہی اللہ تعالیٰ۔ اس کے سوانح کوئی معبور، نہ کوئی مسجدو، نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق، نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی فریاد رہ، نہ کوئی دست گیر، نہ کوئی لفظ نقصان کا مالک، نہ عزت، ذلت کسی کے اختیار میں ﴿وَتُعَزِّمُ مِنْ شَاءَ وَتُثْوِي مِنْ شَاءَ وَتَشَاءُ بِهِ كُلِّ الْحَيَّيِّرِ﴾ [آل عمران: ۲۶] اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلک کرتا ہے تیرے ہاتھ میں خیر ہے۔

﴿فَهُمْ أَنْتُمُ مُشْرِكُونَ﴾ پس کیا تم مسلمان ہونے والے ہو، فرمائی برواری کرو گے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے خبر برکات کا کام ہے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا، اس کے عذاب سے ڈرانا اور راحت کی خوش خبری دینا آگے تھماری مرضی ہے اسلام لا دیانہ لا وہ۔

### ~~~~~

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا﴾ جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی زندگی کا ﴿وَرِزْنَتُهَا﴾ اور اس کی زیب و زینت کا ﴿تُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ فِيهَا﴾ ہم ان کو پورا پورا دیتے ہیں ان کے اعمال اس میں ﴿وَهُمْ فِيهَا لَا يُبَخِّرُونَ﴾ اور ان کو اس میں کوئی نقصان نہیں ہوتا ﴿أَوْلَئِكَ الظَّالِمُونَ﴾ یہ وہ لوگ ہیں ﴿لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ﴾ نہیں ہے ان کے لیے آخرت میں ﴿إِلَّا أَنَّهُمْ﴾ مگر آگ ﴿وَحَطَّا صَاعِنَوْافِيهَا﴾ اور اکارت ہو جائے گا جو انہوں نے کیا ہے ﴿وَبِطْلُ مَا كَانُوا يَتَعَمَّلُونَ﴾ اور باطل ہو جائے گی وہ چیز جو وہ کیا کرتے تھے ﴿أَفَنَّ كَانَ عَلَى هَيْثَةِ قَوْمِهِ﴾ کیا پس وہ شخص جو واضح دلیل پر ہے ﴿مَنْ تَرَكَهُمْ﴾ اپنے رب کی طرف سے ﴿وَيَتَلَوُّهُ شَاهِدًا فِيمَنْ﴾ اور اس کے ساتھ لگا ہوا ہے ایک گواہ اس (اللہ) کی طرف سے ﴿وَمَنْ قَبَّلَهُ كَثِيرٌ مُؤْسَى إِمَامًا وَرَاحِلَةً﴾ اور اس سے پہلے مویں ﴿عَلَيْهِمْ﴾ کی کتاب تھی راہنمائی کرتے والی اور رحمت ﴿أَوْلَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَخْرَابِ﴾ اور جو شخص انکار کرے گا اس کا گروہوں میں ﴿فَالثَّالِثُ مَوْعِدُهُ﴾ پس آگ اس کے وعدے کی جگہ ہے ﴿فَلَدَائِكُ فِي مَرْيَةٍ وَقَشَةٍ﴾ پس نہ ہو تو شک میں قرآن کے بارے میں ﴿إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ ظَرِيكَ﴾

بیشک یہ حق ہے تیر بے رب کی طرف سے ﴿وَلَكُنَّ أَكْثَرَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ أَفْتَرَى﴾ اور کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے جس نے افتراباندھا ﴿عَلَى اللَّهِ الْكَفَرُ بِهِ﴾ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا ﴿أَوْلَئِكَ يَعْرِضُونَ عَلَى رَبِّيْهِمْ﴾ یہ لوگ پیش کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے ﴿وَيَقُولُ الَّذِهَادُ﴾ اور کہیں گے گواہ ﴿هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا إِنِّيْ﴾ کہ یہ وہی لوگ ہیں ﴿كَذَّبُوا عَلَى رَبِّيْهِمْ﴾ جھوٹوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر ﴿الْأَلْعَنَةُ عَلَى الظَّلُمِيْنَ﴾ خبردار اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ظالموں پر ﴿الَّذِيْنَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيْلِ اللَّهِ﴾ وہ جو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے ﴿وَيَبْغُوْهُمَا عَوْجَاجَ﴾ اور تلاش کرتے ہیں اس راستے میں کجی ﴿وَهُمْ بِإِلَّا خَرَّةٍ هُمْ لَغْرِيْبُونَ﴾ اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

### جود نیا چاہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا دے دیتے ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ کا نظام یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں ترقی کرنا چاہے اور حقنی کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کی ترقی دے دیتے ہیں۔ دیکھو! پہنچنے والے چاند عکس پہنچ گئے ہیں اور اب زہرہ ستارے تک پہنچنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ سمندر کی تہہ تک پہنچے ہیں، زمین کے پیٹ سے بہت کچھ لکالا ہے اور نکالیں گے، فضا میں اڑتے پھرتے ہیں جس کا مقصد صرف دنیا ہے۔ وہ دنیا میں جتنی ترقی کرنا چاہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ہم اس کو دیں گے اور جو شخص آخرت کے بارے میں ارادہ کرے گا اس کو آخرت ملے گی۔ جو جس طرح کی محنت کرے گا اسی طرح کا اس کو پھل ملے گا۔

﴿مَنْ كَانَ يَرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا﴾ جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی زندگی کا کہ وہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے ﴿وَ زَيْنَتْهَا﴾ اور دنیا کی زیب و زیست کا ﴿نُوقِيْلُ الْيَوْمِ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا﴾ ہم ہن کو پورا پورا دیتے ہیں ان کے اعمال دنیا میں، جو محنت کریں گے اس کا پھل ملے گا ﴿وَهُمْ فِيهَا لَا يُنْهَسُونَ﴾ اور ان کو اس دنیا میں مجموعی لحاظ سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ انفرادی طور پر کسی وقت کچھ خسارہ ہوتا وہ بات الگ ہے ﴿أَوْلَئِكَ الَّذِيْنَ يَهْدِيْهُمُ اللَّهُمْ بِإِلَّا خَرَّةً إِلَّا قَاتِلًا﴾ نہیں ہے ان کے لیے آخرت میں مگر آگ ہی کیونکہ آخرت کے لیے انہوں نے کچھ نہیں کیا آخرت میں ان کے لیے آگ ہی آگ ہے اور کچھ نہیں ﴿وَ حَوَّلَ مَا صَنَعُوا فِيهَا﴾ اور اکارت ہو جائیں گے جو انہوں نے کیا ہے دنیا میں نیکی کا کام آخرت کے لیے۔ کیوں کہ ایمان نہیں ہے اور ایمان کے بغیر بڑی سے بڑی نیکی کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حالانکہ کافر بھی بڑے بڑے نیکی کے کام کرتے ہیں رفاقتی اور اروں کے ذریعے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچاتے ہیں، ہستال بناتے ہیں، لوگوں کے علاج کرتے ہیں، تین خانے بھی بناتے ہوئے ہیں اگر کسی علاقے میں تحطی پڑ جائے یا زلزلہ آجائے تو فوراً دہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ان معاملات میں وہ مسلمانوں سے آگے ہیں مگر چونکہ ایمان کی دولت سے محروم ہیں اس لیے ان کی کوئی نیکی آخرت میں مفید نہیں ہوگی ﴿وَ بِطَلَّ مَا

کافلٰو ایتھلؤں ہے اور باطل ہو جائے گی وہ چیز جو وہ کرتے تھے۔ جو عمل بھی انہوں نے نیکی کا کیا وہ سب کا سب باطل ہو جائے گا کیونکہ ایمان تمام اعمال کی بنیاد ہے۔

### قبول عمل کی تین شرائط ہیں

اور یہ بات تم کئی مرتبہ سن چکے ہو کہ عمل کی قبولیت کے لیے تین بنیادی شرطیں ہیں۔

① ... ایمان      ② ... اخلاص      ③ ... اتباع سنت

ان کے بغیر عمل کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَقْرَنْ عَلَىٰ بِيَنَةٍ قِنْ تَهْبِهِ﴾ کیا پس وہ شخص جو واضح دلیل پر ہے اپنے رب کی طرف سے۔ اس خصیت سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ ﴿وَيَثْلُوَ شَافِعًا فِتْلَهُ﴾ اور اس کے ساتھ لگا ہوا ہے ایک گواہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ گواہ سے کیا مراد ہے؟ ایک یہ کہ قرآن پاک مراد ہے جو بڑی صحیح اور بلطف کتاب ہے۔ یہ آپ ﷺ کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ اگر یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے تو تم اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ لیکن یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے تو پھر یہ قرآن پیغمبر ﷺ کی صداقت کی دلیل ہے۔

اور یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ شاہد سے مراد دوسرے مجرمے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات گرامی کی صداقت کے لیے صادر فرمائے۔ جیسے: چاند و بکڑے ہوا، درخت پیل کر آئے، لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا، تھوڑا کھانا زیادہ ہوا، تھوڑا پانی زیادہ ہو گیا اور بہت سارے مجرمات تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی نبوت پر واضح دلائل تھے۔ تو فرمایا کہ اس کی گواہی دینے والی چیزیں بھی ساتھ موجود ہیں ﴿وَمِنْ قَبْلِهِ كُلُّهُ مُؤْمِنٌ﴾ اور اس سے پہلے موئی مالیہ کی کتاب تھی تورات ﴿إِنَّمَا مَا ذَرَخْتَ﴾ راہنمائی کرنے والی لوگوں کی اور رحمت تھی۔

### قرآن کریم کے بعد تورات کا مقام ہے ۱۱۸

ہزارہا سال تک لوگ تورات پر عمل کرتے رہے۔ تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات کا مقام بہت بلند ہے۔ بے شمار اللہ کے پیغمبر تورات کے مطابق عمل کرتے رہے اور حضرت عیسیٰ ﷺ کی بھی اصل کتاب توریت ہی تھی انجیل کو اس کا تکملہ اور ضمیر سمجھو۔ لیکن تورات میں یہودیوں نے بڑی تحریفات کی ہیں جیسے: آج کل اہل بدعت نے دین کا نقشہ بدلتے رکھ دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ ﷺ نے جب ان کی اصلاح شروع کی تو عوام، خواص، مولوی، پیر بگڑ گئے کہ یہ ہمارے دین میں رخداد پیدا کرتا ہے۔ انہوں نے دین کی شکل وہ بنائی ہوئی تھی جس طرح آج کل بدعتیوں نے بنائی ہوئی ہے۔ ان کے خلاف بھی کوئی لفظ کہوتا ہے کہ بھروسی کی طرح پیچھے پڑ جاتے ہیں جس طرح یہودی حضرت عیسیٰ ﷺ کے پیچھے پڑ گئے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر کو سوی پر جڑھانے کی بھی کوششیں کیں کہ یہ ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔ حالانکہ جو کچھ یہ اہل بدعت کرتے ہیں وہ

سب بدعت اور گناہ ہے۔ بے شک قرآن اور حدیث پر ان کو پرکھلا اور پھر خفی ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہ سب بدعاں ہیں۔

### بدعت کی سب سے زیادہ تردید فقہ خفی میں ہے

میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ فقہ خفی میں جتنی شرک و بدعت کی تردید ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہے۔ البحرا الرائق فقہ خفی کی بڑی کتاب ہے۔ اس کے مصنف ابن نجیم مصری رشید انتی بڑے مرتبے کے آدمی تھے کہ ان کو ابوحنیفہ ثانی کہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ لوگ شب برآٹ اور دیگر موقع پر مساجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرتے ہیں یہ سب بدعت اور گناہ ہے۔

تو حضرت عیسیٰ ﷺ نے جب اصلاح شروع کی تو سب ان کے خلاف ہو گئے حتیٰ کہ ان کو سولی پر لٹکانے کی تیاری کی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ سورہ نساء آیت نمبر ۱۵۸ میں ہے ﴿بَلْ هُوَ عَلَيْهِ أَكْبَرُ﴾ "بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔" ﴿أَوْ إِنَّكُمْ لَيُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں یعنی جو لوگ صحیح طریقے سے تورات کو مانتے ہیں وہ قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور آخری پیغمبر پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور نویں پارے میں تم پڑھ چکے ہو ﴿الَّذِي يَعْلَمُ مَا بَعْدَ هُنَّ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ﴾ "پاتے ہیں اس پیغمبر کو لکھا ہوا تورات اور انجیل میں۔" اور پہلے پارے میں ہے ﴿وَ كَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْعَىٰ حُكْمُهُنَّ عَلَى النَّبِيِّنَ كَفَرُوا﴾ "اور تھے اس سے پہلے وہ کافر فتح مانگتے۔" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیلے سے دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار! نبی آخرالزمان کے دیلے اور طفل سے ہمیں فتح عطا فرمادے ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا﴾ "پس جب آپ تشریف لائے اور انہوں نے پہچان لیا تو انکار کر دیا۔" اس خدکا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

﴿وَمَنْ يَغْفِرْ لَهُ مِنَ الْأَخْرَابِ﴾ اوز جو شخص انکار کرے گا اس کا گرد ہوں میں سے جو عرب کی سر زمین پر رہتے ہیں ﴿فَإِنَّا لَهُ مَوْعِدُهُ﴾ پس آگ اس کے وعدے کی جگہ ہے، اس کا نہ کھانا ہے۔ اے مخاطب! ﴿فَلَا تَكُنْ فِي مُزَيَّةٍ فَمَنْ﴾ پس نہ ہو تو قرآن کے پارے میں شک کرنے والوں میں سے۔ قطعاً کوئی شک نہ کرنا اے سننے والے! ﴿إِنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ مِنْ شَرِيكَ﴾ بے شک یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ اس کا پڑھنا ثواب، اس کا سمجھنا ثواب، اس کو ہاتھ لگانا ثواب، اس کو دیکھنا ثواب، قرآن پاک کی ایک آیت بغیر تجھے کے پڑھنے کا ثواب سوچل پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے اور ترجیح کے ساتھ پڑھنے کا ثواب ہزار لفظ پڑھنے سے زیادہ ہے۔ مگر ہم نے اس کتاب کی تدریسیں کی ہم نے اس کو تیجے کے لیے رکھا ہوا ہے کہ کوئی مر جائے تو وہاں پڑھا لو یا اسم اٹھانے کے لیے رکھا ہوا ہے۔

### اگر قرآن اجرت لے کر پڑھا جائے تو ثواب نہیں حاصل ہے

اور یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اگر بغیر اجرت کے پڑھو گے تو اس کا تو ثواب پہنچے گا اور اگر کسی کو چائے کی پیالی بھی پلاو مے

تو کچھ ثواب نہیں ہو گا بلکہ تم بھی گنہگار ہو گے اور وہ پڑھنے والا بھی گنہگار ہو گا جب معاوضہ پڑھ کر ثواب بخشویہ جائز ہے۔ بلکہ ہر مسلمان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو تم دفعہ سورت اخلاص پڑھ کر بخشش رب تعالیٰ پورے قرآن کا ثواب دیتے ہیں اور تم دفعہ پڑھنے پر تم منٹ بھی نہیں لگتے اور طریقہ یہ ہے کہ تم رفعہ سورت اخلاص پڑھ کر کہو اے پروردگار! اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے اس کو پورے قرآن کا ثواب پہنچ جائے گا۔

تو قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور ہمارے لیے ہدایت نامہ ہے اور نری رحمت ہے (ولکن انکنفراۓ القائل لا یومنون) اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (وَمَنْ أَظْلَمُ مِنْ هُنَّا) اور کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے (إِنَّمَا يُعَذِّبُ اللَّهُ عَلَى الْأَنْجَوْنَ) جس نے افتراباند حاصل اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کی کہ عزیز اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور کسی نے کہا ہیں (اللَّهُ عَلَى النَّاسِ بِمَا كَانُوا) فرشتے اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اس کے بعد پھر اپنے متعلق دعویٰ کرو یا (أَنَّمَا يُنَحِّنُ أَنْجَوْنَ اللَّهُ وَأَجَاجًا وَأَوَّلَادَهُ) [۱۸: ۱۸] "ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔" یہ سب اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے (أَوَلَيْكُمْ يَعْرِضُونَ عَلَى مَنْ يَتَوَلَّ) یہ لوگ پیش کیے جائیں گے اپنے رب کے سامنے قیامت والے دن (وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هُوَ لَهُ أَعْلَمُ الَّذِينَ كَلَّا يُؤْلَمُ أَعْلَمُ مَنْ يَتَوَلَّ) یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر۔ یہ گواہ کون ہوں گے۔

### گواہی دینے والوں کی تشریع

(۱) ..... اللہ تعالیٰ کے پیغمبر گواہ ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا (إِنَّمَا سَلَّمَكُمْ اللَّهُ أَوْ مُبَشِّرًا أَوْ لَذِينِ إِيمَانِهِ) [۸: ۸] "بے شک بھیجا ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور خوش خبری دینے والا اور ذرا نے والا۔"

(۲) ..... وہ فرشتے مراد ہیں جو اعمال لکھتے ہیں۔ (۳) ..... شاہد سے مراد اعضاء بھی ہیں۔

وہ اس طرح کہ قیمت والے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں سے کہیں گے تھارے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے تو وہ اپنے شرک کا انکار کریں گے اور کہیں گے (وَاللَّهُ عَلَيْهِ تَعْلِيمٌ كَمَا نَصَرَ كَمِنْ هُنَّا) [۲۲: ۲۲] "قسم ہے اللہ کی جو ہمارا پروردگار ہے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔" ان کے انکار کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگادیں گے۔ سورت یسیں میں ہے (الْيَوْمَ نَعْلَمُ عَلَى أَنْوَاهِهِمْ وَلَكُلِّ إِنْسَانٍ أَنْجَلُهُمْ وَتَشَهِّدُ أَنْجَلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ) [۶۵] "آج ہم مہر لگادیں گے ان کے منہبوں پر اور کلام کریں گے ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔" اور سورت حمر السجدة آیت نمبر ۲۰ میں ہے (شَهَدَ عَلَيْهِمْ سَمِعُونَ وَأَيْمَانُهُمْ وَجَلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) "گواہی دیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چڑے اس چیز کی جودہ کرتے تھے۔" تو آدمی کے اعضاء بولیں گے (وَقَالُوا لِجَلُودَهُمْ لَمْ شَهَدْنَا لَمْ عَلِمْنَا) "وہ کہیں گے تم کیوں گواہی دیتے ہو ہمارے خلاف" (قالُوا) اعضاء کہیں گے (أَنْطَقُنَا

ظالموں کے اوصاف

الله تعالى فرماتے ہیں ﴿أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ خبردار اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ظالموں پر۔ ظالم ہیں کون؟ تو اس مقام پر ظالموں کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں۔

**چهل صفت:** ﴿اَلَّذِينَ يَصْدُونَ عَنْ سَبِيلِ اشْرَكٍ﴾ وہ جورو کتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ قول اروکیں یا فعلاء پر ظالم ہیں۔

دوسری صفت: ﴿وَيَبْعُثُنَّهَا يَوْمًا﴾ اور تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی۔

نفاذ اسلام میں حکمران سب سے بڑی رکاوٹ ہے

کہ نام اسلام کا ہو مگر ہوان کی مرضی جس طرح آج کل کا حکمران طبقہ ہے اور صرف پاکستان کا نہیں بلکہ تقریباً پچھاں اسلامی ملک ہیں سب کے حکمران مجرم ہیں اور اسلامی نظام نافذ کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ کری اقتدار ان کے پاس ہے ان کو اسلام ان کی مرضی کا چاہیے۔ اندازہ لگاؤ شریعت کورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سود ہرام ہے۔ کیوں کہ نص قطعی ہے **فَوَأْهَلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَزَمَ التِّبْوَا** [بقرہ: ۲۷۵] ”اللَّهُ تَعَالَى نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔“ اور اس کی حرمت پر احادیث متواترہ اور اجماع امت موجود ہے۔ اب ہماری حکومت نے یہ کیا ہے کہ پریم کورٹ میں کیس دائرہ کی ہے کہ شریعت کورٹ کے فیصلہ کو منسوخ کرو۔ **لَا حُوَلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ**.

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کا حکم منسوخ کر دے۔ پھر بزرگوں سے اپنی مرضی کا بیان دلواتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں  
محترم اتنی نبیل صاحب (امام کعبہ) تشریف لائے تھے۔ بڑے اچھے آدمی ہیں مگر ان کے بیان پر حیرانی ہوئی کہ انہوں نے یہ  
بیان کیوں دیا ہے؟ ان سے حکومت نے یہ بیان دلوایا کہ پاکستان میں سود کافی سالوں سے چلا آ رہا ہے، ثین دبانے سے تو ختم  
نہیں ہوگا، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ تجھے کیا مصیبت پڑی ایسا بیان دینے کی؟ تم اپنا موقف پیش کرو کہ اس  
کو جلد ختم کرو مگر جو حضرات باہر سے تشریف لائے تھے ہیں یہ ان کو محبد کر کے اپنی مرضی کے مطابق اٹھ سیدھے بیان دلواتے ہیں  
کیونکہ صراط مستقیم ان کو موافق نہیں ہے۔

یہی صفت: (وَهُمْ بِالآخرةٍ فُثُرُوا) اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ چاہے عقیدے کے لحاظ سے منکر ہوں اور چاہے عقیدے کے لحاظ سے انکار نہ ہجی کریں مگر تاریقہ تو بالکل نہیں ہے۔

﴿أَوْلَئِكَ لَمْ يُؤْتُوا مُفْجِزَيْنَ فِي الْأَرْضِ﴾ یہ لوگ ہیں عاجز نہیں کر سکتے زمین میں ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ قِنْ دُونَ الشَّوْمِنَ أَوْلَيَاءُ﴾ اور نہیں ہے ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی ﴿يُطْعَفُ لَهُمُ الْعَرَابُ﴾ ہے دُکنا کیا جائے گا ان کے لیے عذاب ﴿مَا كَانُوا يَسْطِيعُونَ الشَّمْعَ﴾ وہ نہیں طاقت رکھتے سننے کی ﴿وَمَا كَانُوا يَصْرُونَ﴾ اور نہیں تھے وہ دیکھتے ﴿أَوْلَئِكَ الَّذِينَ حَسِرَ وَآتَنَفْسُهُمْ﴾ یہی لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو ﴿وَقَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ اور گم ہو جائے گی ان سے وہ چیز جو وہ افترا کرتے تھے ﴿لَا جَوْمَ﴾ ضرور بالضرور ﴿أَنَّهُمْ لِلْآخِرَةِ﴾ بے شک وہ آخرت میں ﴿هُمُ الْحَسَرُونَ﴾ بہت نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿إِنَّ الَّذِينَ﴾ بے شک وہ لوگ ﴿أَمْثُوا﴾ جو ایمان لائے ﴿وَعَمِلُوا الصِّلَاحَتِ﴾ اور عمل کیے انہوں نے اچھے ﴿وَأَخْبَتوَا﴾ اور جھکے وہ ﴿إِلَى رَبِّيهِمْ﴾ اپنے رب کی طرف ﴿أَوْلَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ یہی لوگ جنت والے ہیں ﴿فُمْ لِيَهَا خَلِدُونَ﴾ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے ﴿مَثُلُ الْفَرِيقَيْنَ﴾ مثال دونوں گروہوں کی ﴿كَلَّا غُنْيَ وَالآصْمَمُ﴾ جیسے انداھا اور بہرا ﴿وَالْبَيْهِيْرُ وَالْكَبِيْرُ﴾ اور دیکھنے والا اور سننے والا ﴿قُلْ يَسْتَوِيْنِ مَثَلًا﴾ کیا یہ دونوں برابر ہیں مثال میں ﴿أَفَلَا تَرَى﴾ کیا پس تم نصحت حاصل نہیں کرتے ﴿وَلَقَدْ أَتَرْسَلْنَا نُوحًا﴾ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسول بناؤ کر نوح ﷺ کو ﴿إِلَى قَوْمِهِ﴾ ان کی قوم کی طرف ﴿إِنِّي لَكُمْ﴾ بے شک میں تمھارے لیے ﴿نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾ ڈرانے والا ہوں کھول کر ﴿أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهُ﴾ یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر اللہ تعالیٰ کی ﴿إِنِّي أَخَافُ عَذَابَكُمْ﴾ بے شک میں خوف کھاتا ہوں تم پر ﴿عَذَابَ يَوْمِ الْقِيْمَةِ﴾ دردناک دن کے عذاب سے ﴿قَالَ الْمَلَائِكَ﴾ پس کہا سرداروں نے ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ جنہوں نے کفر کیا تھا ﴿مِنْ قَوْمِهِ﴾ ان کی قوم میں سے ﴿مَا ظَلَّكَ﴾ ہم نہیں دیکھتے آپ کو ﴿إِلَّا بَشَرًا أَقْتَلَنَا﴾ مگر اپنے جیسا انسان ﴿وَمَا ظَلَّكَ أَثْبَعَكَ﴾ اور ہم نہیں دیکھتے آپ کو کہ آپ کی پیروی کی ہو ﴿إِلَّا الَّذِينَ فُمْ أَرَادُلَنَا﴾ مگر وہ لوگ جو ہم میں سے کمی ہیں ﴿بَادِي الرَّأْيِ﴾ سرسری رائے والے ﴿وَمَا ظَلَّكَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلِي﴾ اور نہیں دیکھتے ہم تمھارے لیے اپنے اوپر کوئی فضیلت ﴿بَلْ تَظْلَمُنَا مُلْكُنَّنَّنَّ﴾ بلکہ ہم خیال کرتے ہیں تھیں جھوٹا ﴿قَالَ﴾ کہا نوح ﷺ نے ﴿يَقُولُ﴾ اے میری قوم ﴿أَرَأَيْنَتُمْ﴾ بتاؤ تم ﴿إِنْ كُلُّ عَلَيْنَتُهُ مِنْ رَأْيِي﴾ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے ﴿وَإِنِّي رَاهِمَةٌ فِيْنَ عَشِيْرَةِ﴾ اور دی اس نے مجھے رحمت اپنی طرف سے ﴿فَعَيْتُ عَلَيْكُمْ﴾ اور وہ مخفی ہو گئی تم پر ﴿أَنْذَلْتُ مُكْبُرَهَا﴾ کیا ہم لازم کر دیں گے تم پر ﴿وَأَنْتُمْ لَهَا لَكُرْهُونَ﴾ حالانکہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو۔

اس سے پہلے اس بات کا ذکر تھا کہ ظالم وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کمی تلاش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَوْلَئِكَ لَمْ يَكُنُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَمْرِ﴾ یہ لوگ ہیں عاجز نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کو زمین میں۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے زلزلہ لے آئے، سیالب لے آئے اور کوئی عذاب بھیج کر تباہ کر دے۔ جن علاقوں میں سیالب آیا ہے ان کو جا کر دیکھو کس طرح ان کا کچو مر لٹا ہے ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ قِنْدَنٌ إِلَّا مَا أَعْطَاهُمْ﴾ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا حمایتی۔ اللہ تعالیٰ سے ورنے کوئی سازگار نہیں ہے، کوئی مددگار نہیں ہے ان کی کون مدد کرے گا؟ ﴿فَيَظْعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ﴾ دُگنا کیا جائے گا ان کے لیے عذاب قیامت والے دن، اس یہے کہ وہ خوبی کی اللہ تعالیٰ کے راستے سے برکے اور دوسروں کو بھی روکا ﴿هُمَا كَانُوا يَسْطِيعُونَ السَّمْعَ﴾ وہ طاقت نہیں رکھتے حق بات سننے کی ﴿وَمَا كَانُوا يَتَّصِرُّونَ﴾ اور نہیں تنخے وہ دیکھتے حق کی نشانیوں کو۔ اب دیکھو! زلزلہ آیا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ صدر، وزیر اعظم تو بہ کرتے اور ساری قوم تو بہ کرتی لیکن کوئی ٹس سے مس تک نہیں ہوا۔ نہ حکمران، نہ قوم سب کا پر نالا وہیں ہے جہاں تھا۔ اللہ تعالیٰ نافرمانیوں سے بچائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

### قیامت والے دن مشرک بچت اسیں گے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور کبھی تلاش کرتے ہیں اور آخرت کے مکر ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ﴿أَوْلَئِكَ الَّذِينَ حَسِرُوا عَنِ النَّفَّاثَةِ﴾ یہی لوگ ہیں جنہوں نے نقصان میں ڈالا اپنی جانوں کو ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْتَرُونَ﴾ اور گم ہو جائے گی ان سے وہ چیز جو وہ افترا کرتے تھے۔ آج تو کہتے ہیں ﴿هُوَ لَا يَسْقُعُهُنَا إِنَّا عَنِ الدُّنْيَا مُغْنَى﴾ [سورة یونس] یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔ اور کہتے ہیں کہ ﴿مَا تَعْبُدُ هُنْمَ إِلَّا لِيُقْرَبُونَا إِلَيْنَا شُفَاعًا وَنَّا عَنِ الدُّنْيَا مُغْنَى﴾ [زمر: ۳] ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر اس لیے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلا سکیں گے۔ مگر قیامت والے دن کوئی ان کے کام نہیں آئے گا ان کے سارے دعوے اور گمان کافور ہو جائیں گے ﴿لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ﴾ ضرور بالضرور نبے شک وہ آخرت میں ﴿هُمُ الْأَخْسَرُونَ﴾ بہت زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

آج تو یہ لوگ دنیا کے نئے میں مدبوش ہیں اس لیے ان کو نفع، نقصان کا کوئی احساس نہیں ہو رہا جب دنیا کا نشأت رے گا تو پھر معلوم ہو گا کہ ہم نے کیا کھو یا اور کیا پایا۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ڈاکٹر آپریشن کے وقت یا تو سارے جسم کو بے ہوش کرتے ہیں یا اس جگہ کوئی کرتے ہیں جہاں سے آپریشن کرنا ہوتا ہے۔ پھر آدمی کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے؟ جب وہ نشہ اُترتا ہے تو درد شروع ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ میرا بازو کٹ گیا ہے یا میانگ کٹ گئی ہے یا پیٹ چاک کیا ہے۔ دنیا کی محبت کا نشہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ جس وقت عزرا میل ملیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے جان نکالیں گے تو معلوم ہو گا کہ میں کیا کرتا رہا ہوں۔ اس کے بعد جب قبر میں اندھے اور بھرے فرشتے ہجھوڑوں سے پناہی کریں گے تو معلوم ہو گا کہ کیا نقصان کر کے آیا ہوں۔ پھر حشر والے دن پتا چلے گا کہ نقصان کر کے آیا ہوں یا نفع کما کے لا یا ہوں۔

قرآن کریم کا طریقہ کار ہے کہ اگر مجرموں کی سزا کا ذکر کرتا ہے تو اس کے برعکس مونموں کی جزا کا بھی ذکر کرتا ہے کیوں کہ **بِضِيَّهَا تَشَبَّهُنَّ الْأَشْيَاءُ** ”چیزیں اپنی ضد سے واضح ہوتی ہیں۔“ دونوں چیزیں سامنے ہوں تو پھر حقیقت کھلتی ہے کہ نکل کیا ہے بدی کیا ہے، ایمان کیا ہے کفر کیا ہے، جنت کیا ہے دوزخ کیا ہے، رحمت کیا ہے آرام کیا ہے۔

کافروں کے ذکر کے بعد اب اللہ تعالیٰ مونموں کا جہاً ذکر کرتے ہیں ﴿إِنَّ الَّذِينَ آتُوا وَعْدَنَا الصِّلَاةَ هُنَّ بِئْكَ وَلَوْگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے اچھے۔ یعنی محض مونمن ہونے کے دعوے دار ہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ عمل بھی کرتے ہیں ﴿وَأَحْمَمُوا إِلَى مَرْتَبَتِهِمْ﴾ اور جھکے وہ اپنے رب کی طرف۔ ہر وقت ان کا اپنے رب کے ساتھ تعلق ہے، نمازوں میں، روزوں میں، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں، حلال، حرام کی تبیز کرنے میں رب تعالیٰ کا حکم دیکھتے ہیں ﴿أَوْ لَئِكَ أَصْحَبُ الْجَنَّةِ﴾ ہی کہ لوگ جنت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں داخل ہونے کے بعد ﴿فَمِنْ فِيهَا خَلِيلُونَ﴾ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے مونموں اور کافروں کا قابل ایک مثال کے ذریعے کیا ہے۔ فرمایا ﴿مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَغْنَى وَ الْأَفْقَمِ﴾ مثال دونوں گروہوں کی جیسے اندھا اور بہرہ اس کے مقابلے میں ﴿وَالْبَيْنُ وَالشَّيْعَ﴾ اور دیکھنے والا اور سننے والا ﴿كُلُّ يَسْتَوْلِي مَثَلًا﴾ کیا یہ دونوں برابر ہیں مثال میں۔ ایک اندھا ہے اور ایک دیکھنے والا ہے، ایک بہرہ ہے اور ایک سننے والا ہے۔ کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اسی طرح تم سمجھ لو کہ مونم اور کافر بھی برابر نہیں ہو سکتے ﴿أَفَلَا تَرَى كَرْوَنَ﴾ کیا پس تم نصیحت مانصل نہیں کرتے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے کئی واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ نوح ﷺ کا، ہود ﷺ کا، صالح ﷺ کا، ابراہیم ﷺ کا، نوط ﷺ کا، شعیب ﷺ کا کہ ایک طرف حق والے ہیں اور دوسری طرف باطل والے ہیں ان واقعات کے ضمن میں حق والوں کا تنجید کیا ہے لوار بر باطل والوں کا حشر دیکھ لو۔ ارشاد ربانی ہے ﴿وَلَقَدْ أَتَرْسَلْتُ نُوحًا إِلَى قَوْمَهُ﴾ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسول بنا کر نوح ﷺ کو ان کی قوم کی طرف۔

”مفتاح السعادہ“ تاریخ کی کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ نوح ﷺ کا نام عبد الغفار تھا تو مم کی حالت پر نوح کرتے کرتے نوح پڑ گیا۔ ان کے والد کا نام موط تھا اور وہ بھی پیغمبر تھے۔ نوح ﷺ نے سازھے نوسال قوم کو تبلیغ کی۔ چنانچہ سورۃ عکبوت میں ہے ﴿فَلَمَّا كَفِيْتُ فِيْنِمُ الْفَسَنَةِ الْأَكْثَرَسِنَعَنَّ عَامَهُ﴾ ”پس شہرے وہ ان کے درمیان ایک ہزار سال سے پچاس سال کم۔“ اور دعوت دینے رہے۔ سورت نوح میں ہے ﴿إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِيْنِ لَيْلَادُّهَارَأَمَّا﴾ ”میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی۔“ ہر رات تبلیغ کرتے تھے اور ہر دن تبلیغ کرتے تھے۔ اور آیت نمبر ۸-۹ میں ہے ﴿لَمْ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جَهَارًا لَمَّا إِنِّي أَهْنَثُ لَهُمْ وَ أَنْزَلْتُ لَهُمْ أَنْزَلْمَا﴾ ”پھر بے شک میں نے ان کو بر طار دعوت دی پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی اور میں نے ان کو پوشیدہ طور پر بھی دعوت دی۔“ اگلے رکوع میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا أَمْنَعَ مَعْنَةً إِلَّا قَنِيلٌ﴾ ”او نہیں ایمان لائے اس

کے ساتھ مگر بہت تھوڑے لوگ۔“

### حضرت نوح ﷺ کے ساتھیوں کی تعداد

کسی تفسیر میں اسی [۸۰] کا ذکر آتا ہے، کسی میں بیاسی [۸۲] کا، کسی میں چورا نوے [۹۰]، کسی میں چورا نوے [۹۲]، سو [۱۰۰] کی تعداد بھی پوری نہیں ہوتی۔ پھر انسوں کی بات ہے کہ نوح ﷺ کی بیوی جس کا نام والملہ تھا وہ بھی ایمان نہیں لائی اور چینا جس کا نام جان اور لقب کنعان تھا وہ بھی ایمان نہیں لایا۔ باقی تین بیٹے حام، سام اور یافث مومن تھے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور بیٹی کوئی نہیں تھی ابھی تین بیٹوں سے آگے نسل چلی ہے۔ سورت صفت آیت نمبر ۷۷ میں ہے ﴿فَوَجَّهْنَا  
ذِرَائِيَّةَ هُنْمَ الْمُقْتَنِ﴾ اور کردیا ہم نے ان کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے۔ نوح ﷺ نے اپنی قوم کو فرمایا ﴿إِنَّ لَكُمْ لَدُونَ يَرِيْدُ مُؤْمِنِ﴾ بے شک میں تھمارے لیے ڈرانے والا ہوں کھول کر۔ لگی لپٹی گول مول بات نہیں کرتا کہ میں تھیں اندھیرے میں رکھوں۔ کیوں کہ بات کھلی اور صاف ہو تو پھر ہی بجھ آتی ہے اور سب سے پہلی بات جو میں نے تھمارے سامنے کرنی ہے وہ یہ ہے ﴿أَنْ لَا  
تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهُ﴾ یہ کہنا عبادت کرو تم مگر اللہ تعالیٰ کی۔

### تمام پیغمبروں کا پہلا سبق توحید

اور دنیا میں جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کا پہلا سبق یہی تھا ﴿لَقَوْمٌ أَعْبَدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ فِي النَّعْمَانِ﴾ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو نہیں ہے تھمارے لیے اس کے سوا کوئی معبدو۔ نہ کوئی حاجت روا، نہ کوئی مشکل کشا، نہ کوئی فریاد رہ، نہ کوئی دست گیر، نہ کوئی خلق، نہ کوئی رازق، نہ کوئی مقتن، قانون بنانے والا، نہ کوئی حاضر نہ کوئی ناظر، نہ کوئی مختار، نہ کوئی عالم الغیب، ان سب خوبیوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تمام پیغمبروں اور ولیوں نے توحید کا ہی سبق دیا ہے۔ بزرگوں کی کتابیں پڑھتو معلوم ہو کہ انہوں نے کیا تعلیم دی ہے۔

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی دو کتابیں مشہور ہیں ایک ”غذیۃ الطالبین“ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ان کی نہیں ہے۔ وہ غلط کہتے ہیں بلکہ یہ انھی کی کتاب ہے اور دوسرا ہے ”نوح الغیب“ یہ عربی زبان میں تھی اللہ تعالیٰ جزاً خیر عطا فرمائے مولانا حکیم محمد صادق مرحوم کو انہوں نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے اور میرا مشورہ اس میں شامل ہے۔ اس کتاب میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اس کو ضرور پڑھو۔ حضرت کے ایک بیٹے کا نام عبد الرزاق رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ بڑے اکابر محدثین میں سے تھے اور ایک کا نام عبد الوہاب تھا۔ یہ اتنے بڑے عالم تو نہیں تھے مگر وہی کامل کے بیٹے اور بڑے پارسا آدمی تھے۔ آخری مقالے میں لکھا ہے کہ حضرت کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھے کہنے لگے اباجی ادنیا سے جا رہے ہو مجھے کوئی وصیت کر دے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف غور سے دیکھا اور فرمایا التَّوْحِيدُ، التَّوْحِيدُ، التَّوْحِيدُ۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک سمجھنا، اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک سمجھنا، اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک سمجھنا۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ بزرگوں نے کیا تعلیم

دی ہے۔ تو انبیاء کے کرام علیہم السلام کا پہلا سبق ہی یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ مار کوئی معبد نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہم السلام نے بھی بھی سبق دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ۚ اُنیٰ آخاف عَلَيْکُمْ عَذَابٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝ بے شک میں خوف کھاتا ہوں تم پر دردناک دن کے عذاب کا ۖ فَقَالَ النَّاسُ أَنِّيٌنَ گَفَرْنَا مِنْ تُوْمَهٖ ۝ پس کہا سرداروں نے جھوٹ کے کفر کیا تھا ان کی قوم میں سے۔ یعنی نوح علیہم السلام کی قوم کے بڑے لوگوں نے ان کا جواب دیا ۖ مَا تَرَكْتُ إِلَّا بَشَرًا ۝ فٹلنا ۝ ہم نہیں دیکھتے تمھیں مگر اپنے جیسا انسان کہ ہماری طرح کھاتے پڑتے ہو، لباس پہنتے ہو، بازاروں میں چلتے پھرتے ہو، بیوی پچھے رکھتے ہو، یہ ثبوت کا دعویٰ کیسے کر رہے ہو۔ کفار مشرکین بیشہ اس غلط فہمی میں بٹتا رہے ہیں کہ انسان نبی نہیں بن سکتا منصب رسالت کے لیے کوئی فرشتہ، نوری مخلوق ہونی چاہیے۔

### کفار، مشرکین بشر کو نبوت کی اصل نہیں سمجھتے ۝

چنانچہ سورہ قمر میں ہے ۖ فَقَالُوا أَبَشَّرَنَا أَقْتَلَ أَجْدَاثَنَا ۝ ”کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے میں سے ایک انسان کے پیچھے لگ جائیں۔ اگر ایسا کریں گے تو ۖ إِنَّا إِذَا لَقَنَّا ضَلَالَ وَسُخْرَةَ ۝ ہم اس وقت گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے۔“ تو بشر کا نبی بننا بڑا عجیب سمجھتے تھے اور اس مسئلے میں پرانے زمانے کے کافر اور موجودہ دور کے بدعتی برابر ہیں۔ وہ بشر مانتے تھے اور نبوت کا انکار کرتے تھے جب کہ یہ نبی، نتنے ہیں اور بشریت کا انکار کرتے ہیں اور یہ نوع انسان سے نکال کر نوری مخلوق میں داخل کر دیا ہے اور پھر خود ہی نُورُ قِيمٍ نُورُ اللَّهِ کا عقیدہ بنالیا ہے۔ وہ بھی گراہ تھے اور یہ بھی گراہ ہیں۔ جو شخص آنحضرت ﷺ کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔

تو نوح علیہم السلام کی قوم نے کہا کہ ہم تجھے اپنے جیسا انسان دیکھتے ہیں تو یہ کیسے بن گیا؟ اور وہ سرا عتر ارض یہ کیا کہ ۖ وَمَا ظَرِيكَ أَثْبَعَكَ إِلَّا أَلَّا نَيِّنَ هُمْ أَسْأَلُوكُمْ ۝ اور ہم نہیں دیکھتے آپ کو کہ آپ کی پیروی کی ہو مگر وہ لوگ جو ہم میں سے کسی ہیں، رزیل لوگ ہیں۔ اگر آپ کا اتباع امیر کبیر لوگ کرتے تو ہم آپ کے دعوے پر خور کر سکتے تھے مگر آپ کے تبعین تو کی تکین لوگ ہیں لہذا ہم اعلیٰ خاندان والے تمہاری نبوت کو تسلیم نہیں کرتے اور صرف رزیل لوگ ہی نہیں بلکہ ۖ بَادِيَ الرَّأْيِ ۝ سرسری رائے والے ہیں۔ کسی پختہ رائے کے مالک نہیں ہیں لہذا ایسے کمزور لوگوں نے جس کو نبی مانا ہو، ہم اسے نبی مانتے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ عموماً لوگوں نے مال دوست، عہدہ اور حسب نسب ہی کو کمال کی جیاد سمجھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کمال اور کامیابی کا معیار ایمان اور نیکی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَ مَنْ لَا يُحِبُّ ۝ بے شک اللہ تعالیٰ دنیا سے بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت نہیں کرتا ۖ وَ لَا يُعْطِي الدِّينَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ ۝ اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے وہی روایۃ وَ لَا يُعْطِي الإِيمَانَ

إِلَّا مَنْ شَجَبَ اُوْرَايْتَ مِنْ هُوَ اِيمَانُهُمْ دِيَنًا مُّغَرَّسًا كُوْجُسَ كَمَا تَحْدُثُ مُجْبَتَ كَرْتَاهُ - تَوَاصِلُ كَمَالَ تَوَابِيْمَانَ اُورَدِيْنَ هُوَ - اُورَمُشَرِّكِينَ نَفَرَ نُوحَ عَلِيَّلَهُ كُوْيَهُ كَهَاهُ وَمَائِزَرِيْ لَكْمَ عَلِيَّنَامِ فَصُلِّيْهُ اُورَنَهُسْ دِيكَهُتَهُ تَمَ تَهَارَهُ لِيَهُ اِپَنَهُ اوَرَکُولَ فَضْلِيْلَتَهُ - تَمَ هُمَ سَكَ طَرَحَ بَهِجَ بَهِرَنَهُسْ هُوَهُ مَالَ وَدُولَتَ کَاعْتَبَارَهُ، نَهُوكَرَچَا کَارَ جَاسِيدَادَ کَاعْتَبَارَهُ سَبَلَ نَظَنَلَمَ کَلْدِيْنَهُ بَلَکَهُ هُمَ خَيَالَ کَرَتَهُ بَلَنَسِیْسِ جَهُونَهُ - جَهَارَهُ نَزَدِیْکَ تَحَهَارَادَعُوَیِ نَبُوتَ درَستَنَهُسْ هُبَهُ - ﴿قَالَ﴾ نُوحَ عَلِيَّلَهُ نَفَرَ نَفَرَمَا قَوْمَ کَاعْتَرَاضَاتَ کَجَوابَ مِنْ ﴿لِقَوْمٍ أَرْهَبَيْتُمْ إِنْ كَنْتُ عَلَىٰ بَيْتَةٍ مِنْ شَانِي﴾ اے مِیرِی قَوْمَ! بَتَادَمَ اَغْرِيْهُوں مِنْ دَاضِ دَلِیْلَ پَرَ اِپَنَهُ رَبَ کَطَرَفَ سَهُ ﴿هُوَ اِشَنِیْ تَهَاجَهَهُ مِنْ عَنْدِهِ﴾ اُورَدِیْ اَسَنَهُ بَجَهَ رَحْتَ اِپَنَهُ طَرَفَ سَهُ.

ظَاهِرَبَاتَ هُبَهُ کَالَّهُتَعَالَیَ کَانِی وَجَهَ کَیِ الْهَیِ کَوَجَهَ سَهِیشَ دَاضِ رَاستَهُ پَرَ ہَوَتَهُتَهُ اُرَنَخُوصِی رَحْمَتَی کَیِ الَّهُتَعَالَیَ نَسَنَهُبَتَهُ کَعَظِیْمَ عَهْدَهُ پَرَ سَرَفَرَازَ فَرمَایا ہے۔ اُرَنَی سَبَ سَبَعَالَعَامَ خَدَادِنَدِیَ ہے اُرَبَہَتَ بَرِیَ فَضْلِیْلَتَهُ ہے جَبَےِ اللَّهِتَعَالَیَ اَسَنَهُبَتَهُ کَعَظِیْمَ عَهْدَهُ پَرَ سَرَفَرَازَ فَرمَایا اگرِ اللَّهِتَعَالَیَ کَطَرَفَ سَهِیشَ پَرَ اِنْعَامَاتَ ہَوَے ہَوَیْنَ اُرَبَیقِنَتَهُبَتَهُ ہَوَے ہَیْنَ ﴿فَعَيْتَ عَلَيْمِکُمْ﴾ اُرَنَی چِزَمَ پَرَخَفَیِ ہَوَگَیِ ہَوَیْنَ۔ ظَاهِرَبَتَهُ کَجَسَ کَاعْقِیدَهُ فَاسِدَ اوْرَعَلَ بَاطِلَ ہَے توَسَ کَانَدَرَ بَاطِنَیِ روَشَنِیِ ہَیِ مَوْجُونَهُسْ ہَے جَسَ کَذَرِیَعَهُ وَهَانَ اِنْعَامَاتِ الْهَیِ کَامَشَاهِدَهُ کَرَسَکَے۔ اَسَ مِنْ دَهَ صَلَاحِیَتِ عَنِ مَوْجُونَهُسْ ہَے جَسَ کَوَجَهَ سَهِیشَ اَسَنَهُبَتَهُ نَبُوتَ نَفَرَآسَکَیِسْ اُرَدَوَهَ نَبِیِ کَبَرِتَیِهِ کَوِیِچَانَ سَکَے۔

فَرمَایا اَگرَمَ مِیرَے دَاضِ رَاستَهُ اُرَبَجَھَ پَرَ ہَوَنَے دَالِ خَصُوصِی رَحْمَتَ کَادَرَاَکَ نَهَ کَرَوَهُ ﴿أَنْلَذْ مُكْمُوْهَا وَأَنْثُمْ لَهَا لَكِهُنَوَهُ﴾ کَیَا هُمَ لَازِمَ کَرَدِیْسَ گَئَمَ پَرَ حَالَنَکَمَ تَمَ اَسَ کَوَنَپَنَدَ کَرَتَهُ ہَوَیْنَ۔ یَعنِی تَمَ خَدَا کَیِ ہَدَایَتَ اُرَاسَ کَیِ رَحْمَتَ کَوَنَپَنَدَهُ نَهُسْ کَرَتَهُ تَوَهُمَ کَیِ زَبَرَدَتِیِ تَصْحِیْسِ چِنَادِیْسَ۔ اللَّهُتَعَالَیَ زَبَرَدَتِیِ کَسَیِ کَوَهَدَایَتَ نَهُسْ دِیَتاً۔ جَوَنِیَتَ اُرَارَادَهَ کَرَبَے اُرَطَالِبَ ہَوَاسَے دِیَتاَ ہَے۔

### وَلِقَوْمِ

﴿وَلِقَوْمِ﴾ اُرَاءِ مِیرِی قَوْمَ ﴿لَا أَسْكَلْمُ عَلَيْهِ مَالَ﴾ مِنْ نَهُسِ مَانَگَتَهُمَ سَے اَسَ پَرَکُولَ مَالَ ﴿إِنْ آجِرِيَ إِلَاعَلَ اللَّهُ﴾ نَهُسْ ہَے مِیرِی مَزَدَوَرِی مَگَرِ اللَّهُتَعَالَیَ کَذَبَے ﴿وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْذِيْنَ اَمْسَوَهُ﴾ اُورَنَهُسْ مِنْ دَھَلِنَے وَالاَنَ لوَگُوں کَوَجَوَیَمَانَ لَائَے ﴿إِنَّهُمْ مُّلْقُو اَرَاثَتِهِمْ﴾ بَے شَکَ وَهَ مَلَنَے وَالَّے ہَیْنَ اِپَنَهُسْ پَرَوَرَدَگَارَسَ ﴿وَلِكَبِيَ اَلْمَكَمَ﴾ اُورَلَیْکَنَ مِنْ تَمَ کُو دِیَکَتَاهُوں ﴿قَوْمًا تَجْهَلُونَ﴾ تَمَ لوَگَ جَاَہِلَ ہَوَهُ ﴿وَلِقَوْمِ مِنْ يَهُصُرُونَ مِنْ اللَّهِ﴾ اُرَاءِ مِیرِی قَوْمَ کَوَنَ مِیرِی مَدَکَرَے گَالَلَهُتَعَالَیَ کَسَانَے ﴿إِنْ طَرَدَتِهِمْ﴾ اگر مِیں نَے انَ کُو دَھَلِلِ دِیَاً ﴿أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ کَیَا پَسَ تَمَ نَصِیْحَتَ حَاصلَنَهُسْ کَرَتَهُ ﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ﴾ اُورَمِنْ نَهُسِ کَهَتَهُمَ سَے ﴿عَذَبَنِي حَرَّ آپِنِ اللَّهِ﴾ کَہَ مِیرَے پَاسِ اللَّهِ کَخَزانَے ہَیْنَ ﴿وَلَا أَعْلَمُ الْعَيْبَ﴾ اُورَنَهُسِ جَنَتَاهُ مِنْ غَیْبَ ﴿وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلِكٌ﴾ اُورَمِنْ نَهُسِ کَهَتَا کَہَ مِیں فَرَشَتَهُوں ﴿وَلَا أَقُولُ لِلَّذِيْنَ﴾ اُورَمِنْ نَهُسِ کَهَتَا انَ لوَگُوں کَوَهُ تَرَدَرَیَنِ آغِیَشَمَ ﴿جَعْصِنَ تَمَهَارِی\

آنکھیں حضرت مجھتی ہیں ﴿لَئِنْ لَيُؤْتَمُ اللَّهُ خَيْرًا﴾ کہ ان کو ہرگز نہیں دے گا اللہ تعالیٰ خیر ﴿أَلَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَنْفِيْمُ﴾ آنکھیں حضرت مجھتی ہیں ﴿إِنَّمَا يَنْهَا إِذَا لَمْ يَلْعَمْ﴾ کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو ان کے نفسوں (دلوں) میں ہے ﴿إِنَّمَا يَنْهَا إِذَا لَمْ يَلْعَمْ﴾ بے شک میں اس وقت البتہ ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤں گا ﴿قَاتُلُوا يَشْوُمُ﴾ کہا تو حملہ ﴿كَيْفَ يَنْهَا قَوْمٌ﴾ کی قوم نے ﴿قَدْ جَدَلْتَنَا﴾ اسے تو حملہ تو نے جھگڑا کیا ہے ہمارے ساتھ ﴿فَأَلْتَرَثَ جَدَالَنَا﴾ پس بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے ﴿فَأَتَنَا بِمَا عَدْنَا﴾ پس لے آ تو ہمارے پاس وہ چیز جس سے تو چھپیں ڈالتا ہے ﴿لَوْلَانِ ثُلَّتْ مِنَ الصِّدِّيقِينَ﴾ اگر ہے تو پچھوں میں سے ﴿قَاتَ﴾ فرمایا نوح ﴿لَيْلَةَ﴾ نے ﴿إِنَّمَا يَأْتِيْكُمْ بِمَا أَنْهَا﴾ بے شک لائے گا اس کو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ ﴿إِنْ شَاءَ﴾ اگر وہ چاہے ﴿وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزَاتِنِ﴾ اور تم اس کو عاجز نہیں کر سکتے ﴿وَلَا يَفْعَلُونَ لُصُحْقَ﴾ اور نہیں فائدہ دے سکتے ﴿وَمَا تَحْسِنُ﴾ میری نصیحت ﴿إِنْ أَرَادُكُمْ أَنْ أَنْصَحَّ لَكُمْ﴾ جو میں چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں ﴿لَوْلَانِ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُنَا﴾ اگر ہے اللہ تعالیٰ چاہتا ﴿إِنْ يَعْوِيْكُمْ﴾ کہ تھیں گمراہ کر دے ﴿فَوَرَبَّكُمْ﴾ وہی تمہارا رب ہے ﴿وَالَّذِي تُرْجَعُونَ﴾ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ﴿أَمْ يَرْكُونُونَ افْتَرَاهُ﴾ کیا یہ کہتے ہیں کہ گھڑا یا ہے یہ اس قرآن کو ﴿قُلْ﴾ آپ فرمادیں ﴿إِنْ أَفْتَرَاهُ﴾ اگر میں نے اس کو گھڑا ہے ﴿فَعَلَّ إِجْرَاهُ﴾ پس مجھے ہی پر ہے میرا گناہ ﴿وَأَنَا بَرَّى﴾ ﴿وَقَنَاعُجُرْ مُؤْنَ﴾ اور میں بری ہوں ان گناہوں سے جن کا تم ارتکاب کرتے ہو۔

### پیغمبر کی مزدوری اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے ۱۱۲

اس سے پچھلی آیت کریمہ میں تھیں زبردستی ہدایت نہیں دے سکتا کہ تمہارے جی (دل) ناہید رہتے ہوں۔ اور اگر تمہارے ذہن میں یہ بات ہو کہ میں اس تبلیغ سے کوئی مالی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں تو یہ بات بھی تم ذہن سے نکال دو ﴿وَلَقَدْ وَلَمْ يَأْتِكُمْ عَلَيْنَا مَا لَأَنْتُمْ﴾ اور اسے میری قوم! میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی مال کہ میں جو تھیں خدا کا پیغام یعنی پڑھ رہا ہوں اور تمہاری جو خیر خواہی کر رہا ہوں اس کا میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا ﴿إِنَّ أَجْرَى إِلَّا عَلَى اللَّهِ﴾ نہیں ہے میری مزدوری مگر اللہ تعالیٰ کے ذمے۔ جس مالک کی خوش نووی اور رضا کے لیے فریضہ تبلیغِ انعام دے رہا ہوں میرا معاوضہ اسی کے پاس ہے اور وہی سب سے بہتر اجر ہوگا۔

### ہر دور کے وڈیروں نے غرباء کو اچھائیں سمجھا ۱۱۳

ہر نبی کے دور میں اس وقت کے سرداروں اور چودھریوں نے یہ بات کی کہ تمہارے پیچھے لئنے والے (اتہن) نے داکے (غريب لوگ) ہیں ان کی موجودگی میں ہم تمہاری مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے۔ لہذا ان کی (نیچ) لوگوں کو اپنی مجلس سے بخوبی

کیونکہ ان کے برادر بیٹھنے سے ہماری تک ہوتی ہے۔ حضرت نوحؐ نے اس کا جواب دیا ہے ﴿وَمَا أَنِ ابْطَاهُرُ دَالِّيْنَ شَيْئًا أَمْنُوا هُنَّا﴾ اور نہیں میں دھکلنے والا ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ ان کو میں اپنی مجلس سے اس لیے اخدادوں کے بڑے لوگ میری بات شیں، نہیں ہو سکتا۔ یہی مطالبه مشرکین مکنے آنحضرت ﷺ سے کیا تھا کہ ہم آپ کی بات سننے کے لیے آئے ہیں مگر، ہماری شرط یہ ہے کہ آپ ان کی قسم کے لوگوں حضرت صہیب، حضرت بلاں، حضرت خباب بن ارت، حضرت عمار، حضرت یاسر، حضرت ابو قلیبہ، حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کو اپنی مجلس سے اخداویں۔ لیکن رب تعالیٰ کی رحمت نے یہ گوارانہ کیا اور فرمایا ہے ﴿لَا تَكْفُرُوا إِنَّمَا يَنْهَا مَنْ يَرَى لِمَنْ يَرَى وَلَا يَنْهَا مَنْ لَا يَرَى﴾ اور مجلس سے دھکل کرنے والے ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو پہلے پھر اور پچھلے پھر ﴿لَا يَنْدُونَ وَلَا جُنْهُونَ﴾ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا۔ تو نوحؐ نے غرباء کو مجلس سے نکلنے سے انکار کر دیا کہ میں ان لوگوں کو مجلس سے نکلنے والا نہیں ہوں جو ایمان لا پکھے ہیں ﴿إِنَّهُمْ مُلْفُوْسَاتِهِمْ﴾ بے شک وہ ملنے والے ہیں اپنے پروردگار سے۔ وہ اگرچہ غریب ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مقبول ہیں ﴿لَا يَنْدُونَ وَلَا يُجْهَنُونَ﴾ اور لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں تم لوگ جاہل ہو۔ کہ اس قسم کے بے ہودہ مطالبات پیش کرتے ہو۔ اہل ایمان کو حقیر سمجھنا جہالت کی بات ہے۔ ہاتھ سے کام کرنا تو قابل قدر بات ہے۔ عربی کا مقولہ ہے الگالیس بحیثیت اللہ "کمال کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کا پیارا ہے۔" ان کو حقیر سمجھنا حماقت ہے۔ حضرت نوحؐ نے یہ بھی فرمایا ہے ﴿وَلَقَدْ وَرَأَ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ النَّاسِ إِنَّمَا يَنْظَرُهُمْ﴾ اور اے میری قوم کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے سامنے اگر میں نے ان کو دھکلی دیا کہ قیامت وائے دن پروردگار نے فرمایا کہ تو نے ان اہل ایمان کو مجلس سے کیوں اخھا یا تھا؟ تو میری جگہ کون جواب دے گا؟ ﴿أَفَلَا تَرَى كَمْ ذَنَ﴾ کیا پس تم نصیحت نہیں حاصل کرتے۔

ہر زمانے کے مشرکوں نے پیغمبروں پر یہ بھی اعتراض کیا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو تم پیغمبر کس طرح بن گئے؟ نہ تیرے پاس کوئی مال و دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوحؐ سے کہلوایا ہے ﴿وَلَا أَقْتُلُ لَكُمْ عَذَابِ حَزَّ آپُنَ اللَّهُ﴾ اور میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور مجھے حکم ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھاؤں میں نے تو مال اور خزانوں کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔ خزانوں کا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے ﴿وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ اور نہیں جانتا میں غیب۔ غیب دا ان صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ مخلوق میں سے کوئی بھی غیب دا ان نہیں ہے ﴿وَلَا أَقْتُلُ إِلَيْ مَلَكَ﴾ اور میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں کر کھانے پینے، پہننے اور بیوی بچوں سے پاک ہوں بلکہ مجھے تمام لوازمات بشریت کی ضرورت ہے۔

﴿وَلَا أَقْتُلُ لِلْمُذْكُونَ تَرَدِّيْتَ أَعْيُّنِكُمْ﴾ اور میں نہیں کہتا ان لوگوں کو جھیں تھماری آنکھیں حقیر سمجھتی ہیں ﴿لَئِنْ يُؤْتَتُكُمْ اللَّهُ خَيْرًا﴾ کہ ان کو ہرگز نہیں دے گا اللہ تعالیٰ خیر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت سے نوازے ہے تو وہ ان کو بہتری اور کامیابی عطا کرے گا ﴿أَلَّا اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو ان کے فسروں (دولوں) میں ہے۔ اخلاص ہے، نفاق ہے، ان کی نیت کھوٹی ہے، کھری ہے، یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس کا بدلہ بھی اسی نے دینا ہے میری اس معاملہ میں کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہم نے تو ظاہر کو دیکھا ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ سے آراستہ ہے تو وہ ہمارا ساتھی ہے ہم اسے اپنی مجلس سے نہیں اخھا سکیں

گے اگر میں اس خیال سے غرباء کو اپنی مجلس سے نکال دوں کہ اس طرح امیر لوگ ایمان لئے نہیں کے تو ایسا کرنے میں ہے ای؟ ادا لَمَّاَنِ الظَّلَمِينَ ۝ بے شک میں اس وقت ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ امیری اور غربی کا تعلق ایمان کے ساتھ نہیں ہے۔ جو ایمان قبول کرے گا وہ فیض حاصل کرے گا خواہ غریب ہی کیوں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ آدمی ہو گا اور جو ایمان قبول نہیں کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ہے چاہے کتنا مال دار ہی کیوں نہ ہو۔

حدیث پاک میں آتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا سے بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس کے ساتھ محبت نہیں کرتا اور دین نہیں دیتا مگر اس کو جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا معیار ایمان ہے، دین ہے، دنیا نہیں ہے۔ تو یہ غریب ایمان دار ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں اگر میں ان کو اپنی مجلس سے نکالوں گا تو ظالم ہو جاؤں گا لہذا میں ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

### مشرک شرک چھوڑنے کی بجائے عذاب کو ترجیح دیتے ہیں

حضرت نوح ﷺ نے اپنی قوم کو طوفان آنے سے پہلے سارے نوس مال تلفیغ فرمائی۔ صبح اور شام، تہائی میں بھی اور اجتماعات میں بھی، خاہراً بھی اور سر آبھی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی مگر قوم نے جواب دیا ہے ﴿قَالُوا إِنَّكُمْ قَدْ جَهَنَّمَتُمْ﴾ کہا نوح ﷺ کی قوم نے اسے نوح ! تو نے مجھڑا کیا ہے ہمارے ساتھ یعنی بحث و بکار کی ہے ﴿فَاكْتُثُرْ چَدَّا اللَّهُمَّ﴾ پس بہت زیادہ مجھڑا کیا ہے یعنی مجھڑے کو طول دیا ہے۔ ہمیں تلفیغ کرتے کرتے صدیاں گزر گئی ہیں اب ہم ایسی باتوں کو مزید سنتے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اب یہ بحث بند ہوئی چاہے اور حتیٰ بات کرو ﴿فَأَتَتَنَا هَامَّا عَدْنَانَ﴾ پس لے آتھمارے پاس وہ چیز جس سے تو ہمیں ذرا تا ہے یعنی جس عذاب سے تم ہمیں ذرا تے رہتے ہو وہ لے آؤ ﴿إِنَّكُمْ مِّنَ الصَّاغِقِينَ ۝﴾ اگر ہے تو بھوں میں سے کہ قیامت آنے والی ہے اور عذاب نازل ہونے والا ہے۔ ہم تمہاری خالی دھمکیوں سے مروع ہونے والے نہیں ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ ان کی طبیعتیں کس قدر سخی ہو چکی تھیں کہ خدا کے عذاب کا خود مطالبہ کرتے ہیں۔

مشرکین مکہ نے بھی آنحضرت ﷺ سے اس قسم کا مطالبه کیا تھا ﴿إِذْ قَاتَلُوا اللَّهَمَّ إِنْ كَانَ فَنَّا هُوَ الْعَلِيُّ مِنْ عَنْوَكَ ۝﴾ ”جب کہاں ہوں نے اے اللہ! اگر یہ بات حق ہے تو یہ طرف سے ہے ﴿فَأَمْطَرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً فَرَأَى السَّمَاءَ ۝﴾ تو پھر بر سادے ہم پر پھر آسمان کی طرف سے ﴿أَوَ أَتَتَنَا بَعْدَ أَنْ أَلْمَمْ ۝﴾ [سورة الانفال: ۳۲] یا لے آتھمارے پاس کوئی در دنا کے عذاب۔“ اور سورت شرعاً آیت نمبر ۱۸ میں ہے ﴿فَأَسْقَطْ عَلَيْنَا كَسْفًا فَقَوْنَ أَسْمَاءَ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝﴾ ”پس گرام پر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگر ہے تو بھوں میں سے۔“ غرضیکے خد اور بہت دھری تمام مشرکین کا تدبیح شیود ہے۔

قوم کے عذاب کے مطالبے پر نوح ﷺ نے فرمایا ﴿قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيْكُمْ بِهِ اللَّهُ إِنْ شَاءَ ۝ فَرِمَّا يَابِ شَكْ لَا يَعْلَمُ گا اس کو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ اگر وہ چاہے گا، یہ چیز میرے اختیار میں نہیں ہے ﴿وَمَا أَنْتُمْ بِعْجَزٍ بِمَا ۝ يَأْتِيْكُمْ ۝﴾ اور تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر

سکت۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تم اس سے بھاؤ کر کمیں نہیں جاسکتے۔ جب اس کا عذاب آئے گا تو وہ نالائیں جائے گا۔ جب بھی کس غیرہی قوم نے اس تسلیم کا مطالبہ کیا تو ہر بھی نے یہی جواب دیا کہ یہ چیز ہمارے اختیار میں نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ ہمارا کام تو اللہ تعالیٰ کے احکام و فرما میں کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔

نوح عليه السلام نے اپنی قوم کو یہ بھی فرمایا ﴿وَلَا يُنَعِّلُكُمْ نُصْحَىٰ إِنَّ أَنْهَادَكُمْ هُنَّا نَصْحَىٰ فَإِنَّهُ دَيْرَكُمْ مِّنْ مَيْرِيٍّ﴾ نصیحت جو میں چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں یعنی مزید۔ کیوں کہ اس سے پہلے ساز ہے نو سال تو نصیحت کرتے رہے ہے ان کا نہ اللہ یُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ ہے اگر ہے اللہ تعالیٰ چاہتا کہ تصحیح گراہ کر دے۔ ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی وعظ، تبلیغ اور نصیحت مفید نہیں ہو سکتی۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جو لوگ ضد اور بہت دھری کا مظاہرہ کرتے ہیں، عناد اور تعصیب سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے نہ جبراہ کسی کو گراہ کرتا ہے اور نہ جبراہ دیتا ہے۔ بلکہ ہدایت اور گمراہی کے اسباب انسان خود پیدا کرتا ہے۔

تو حضرت نوح عليه السلام نے فرمایا کہ میری نصیحت تم پر کارگر تابت نہیں ہو سکتی اگر اللہ تعالیٰ ہی تصحیح گراہی میں مبتلا رکھنا چاہتا ہے۔ گراہ کردے ﴿هُوَ رَبُّكُمْ﴾ وہی تمہارا رب ہے۔ سارا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے کسی کو ہدایت دے یا گراہ رکھے ضابط کے مطابق۔ پھر تم ہدایت پر ہو یا ضلالت پر ﴿وَإِنَّهُ شَرُّ جَهَنَّمَ﴾ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کافر یہ الزام بھی لگاتے تھے کہ یہ قرآن خود گھڑا یا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَهُ﴾ کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ گھڑا یا ہے اس قرآن کو ﴿فُل﴾ آپ کہہ دیں ﴿لَا إِنَّ افْتَرَهُ شَيْءٌ فَعَلَىٰ إِنْجَرَاعِي﴾ اگر میں نے اس کو گھڑا ہے پس مجھ پر ہی ہے میرا گناہ۔ اس کا گناہ میرے اوپر ہو گا میں ہی اس کا ذمہ دار ہوں اور میں ہی اس کا خمیازہ بھگتوں گا ﴿وَأَنَّابُوئی عَوْقَبَةَ جُبُرُ مُؤْنَ﴾ اور میں بری ہوں ان گناہوں سے جن کا تم ارتکاب کرتے ہو۔ تمہارے گناہوں کا حساب میں نے نہیں دینا تم نے اپنے گن ہوں کا حساب خود دینا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں نقل کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت کریمہ کا تعلق نوح عليه السلام کی ساتھ ہے۔ گزشتہ درس میں گزر چکا ہے کہ نوح عليه السلام کی قوم نے نوح عليه السلام کو کہا تھا ﴿إِنْ نَظَّلْنَا مُكْلَدِينَ﴾ بلکہ ہم تجھے جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح (عليه السلام)! آپ کہہ دیں اگر تم اسے افترا بھجتے ہو تو اس جرم کا ذمہ دار میں ہی ہوں اور حق کی بندیب کر کے جن جرم اکار تکاب تم کر رہے ہو اس کے ذمہ دار تم ہو گے میں ان سے بری الذم ہوں۔

اور دوسری تفسیر یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کا ٹکوہ کیا ہے۔ نزول قرآن کے زمانے میں مشرکین کا بھی یہی حال تھا جو حضرت نوح عليه السلام کی قوم کا تھا۔ وہ بھی کہتے تھے کہ یہ قرآن مجید محمد ﷺ نے اپنی طرف سے گھر لیا ہے یہ خدا کا کلام نہیں ہے۔ یہضمون اس سورت میں بھی اور سورت یوس اور بقرہ میں بھی گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مشرکین کو چیخ کیا کہ اگر تم اس قرآن کو خود ساختہ بھجتے ہو اور اسے انسانی کلام سے تعبیر کرتے ہو تو پھر تم بھی آخر انسان ہو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنالا تو۔ مگر قرآن نے خود واضح کر دیا کہ وہ ایسا ہر گز نہیں کر سکیں گے۔ سارے انسان اور جن مل کر بھی

قرآن پاک کی نظر لانا چاہیں تو کامیاب نہیں ہو سکتے۔ فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو ﴿فَإِنْقُو إِلَيْنَا أَنْتَ وَقُوَّاتُهَا إِلَيْنَا وَالْجَاهَانَةُ﴾<sup>۲۳</sup> اور دلائل لکھنے ہے [البرہ: ۲۳] ”تو دوزخ کی آگ سے ذرخاً جس کا بیندھن انسان اور پھر ہیں اور جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“ بات سمجھانے کا یہ نہایت ہی حکیمانہ انداز ہے کہ اگر میں نے کوئی جرم کیا ہے تو اس کا میں ذمہ دار ہوں اور تم اپنے گناہوں کے خود قسمدار ہو گے میرا اس میں کوئی دخل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی کی طرف سے اس قسم کا جواب حق پرستی کو ظاہر کرتا ہے۔ مگر صد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

### ~~~~~

﴿وَأَذْهَبَ إِلَى نُورِنَ﴾ اور وحی کی گئی نوح ﷺ کی طرف ﴿أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مَنْ قَوْمَتَ﴾ کے بے شک ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم میں سے ﴿إِلَامَنْ قَدْأَمَنْ﴾ مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں ﴿فَلَاتَبَتَّشَسْ بِهَا كَالْوَاعِظَلُونَ﴾ پس آپ غمگین نہ ہوں ان کا موال پر جو وہ کر رہے ہیں ﴿وَاصْبَعَ الْفُلَكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ اور تیار کر کشی ہمارے سامنے ﴿وَوَخِنَّا﴾ اور ہمارے حکم سے ﴿وَلَا تُخَالِطُنَ﴾ اور میرے ساتھ بات نہ کرنا ﴿فِي الْأَنْيَنَ ظَلَمُوا﴾ ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا ہے ﴿إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ﴾ یہ شک وہ غرق کیے جائیں گے ﴿وَيَصْنَعُ الْفُلَكَ﴾ اور وہ بناتے تھے کشتی ﴿وَكَلَمَاءَ عَلَيْهِ مَلَأَ﴾ اور جب بھی گزرتا تھا ان پر کوئی گروہ ﴿فِنْ قَوْمَهِ﴾ ان کی قوم کا ﴿سَخِرُّ ذَا مِثْلِهِ﴾ تو سخھا کرتے تھے ﴿قَالَ﴾ فرمایا نوح ﷺ نے ﴿إِنْ شَخِرُوا وَمَّا﴾ اگر تم سخھا کرتے ہو ہمارے ساتھ ﴿فَإِنَّهُمْ مِنْكُمْ﴾ پس بے شک ہم بھی تمھاری ہنسی اڑائیں گے ﴿كَمَا شَخَّهُوْنَ﴾ جس طرح تم ہنسی اڑاتے ہو ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ پس عنقریب تم جان لو گے ﴿مَنْ يَأْتِيَهُ عَذَابُ﴾ کہ کس کے پاس آتا ہے عذاب ﴿يَخْزِيْنَ﴾ جو سوا کرے ﴿وَيَحْلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقْبِلٌ﴾ اور کس پر لازم ہوتا ہے واگی عذاب ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا﴾ یہاں تک کہ جب آیا ہمارا حکم ﴿وَفَإِنَّ الشَّرُورَ نَ﴾ اور جوش مارا تندور نے ﴿قُلْنَا﴾ کہا ہم نے ﴿أَحْبَلُ فِيهَا﴾ سوار کر اس کشتی میں ﴿مِنْ كُلِّ ذُو جَنَّنِ الشَّرْكَنِ﴾ ہر قسم کے جوڑے کو ﴿وَأَهْلَكَ﴾ اور اپنے گھر والوں کو ﴿إِلَامَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلَ﴾ مگر وہ کہ جن پر پہلے بات طے ہو چکی ہے ﴿وَمَنْ أَنْعَنَ﴾ اور جو ایمان لائے ﴿وَمَا أَمْنَ مَعَهُ إِلَاقِيلَ﴾ اور نہیں ایمان لائے ان پر مگر بہت تھوڑے۔

بچھے سبق میں تم پڑھ اور سن چکے ہو کہ حضرت نوح ﷺ کی قوم نے کہا اے نوح (عليه السلام)! تو نے ہمارے ساتھ بڑا جھکڑا کیا ہے، انتہا ہو گئی ہے ﴿فَأَتَتَنَا بَاتًا تَعْذِيْنَا إِنْ كُلَّ مَنْ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ پس لے آ تو ہمارے پس وہ عذاب جس سے تو ہمیں ڈرا راتا ہے اگر ہے تو چھوٹ میں سے۔ آگے اس عذاب کا ذکر ہے جس کے لیے وہ جلدی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَأَذْجَ

ایں نُوحؑ کی گئی نوحؑ کی طرف اور ان پر یہ بات بھی واضح کر دی گئی کہ ﴿أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنْ مِنْ قَوْمٍ إِلَّا مَنْ قَدْ أَنْجَنَ هُنَّا﴾ کہ بے شک ہر گز نہیں ایمان لا سکیں گے آپ کی قوم میں سے مگر وہ جو ایمان لا پچے ہیں۔ اسی یا بیساکی افراد، ان کے علاوہ اور کوئی ایمان نہیں لائے گا۔

### حضرت نوحؑ نے بڑی تکفیں برداشت کیں

حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں بڑی تکفیں برداشت کیں۔ جب نوحؑ اپنی قوم کو خدا کا پیغام پہنچاتے تو وہ آپؑ کو مارنا پڑتا شروع کر دیتے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات آپؑ کو ادھر مہوا کر کے کسی نہ مارے میں لپیٹ کر کہیں پھینک دیتے اور سمجھتے کہ اب آپ کی جان نہیں نجسکتی۔ مگر دوسرے دن پھر نوحؑ کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے ہوئے دیکھتے۔ ایک دفعہ لاٹھی کے سہارے چلنے والے ایک بوڑھے آدمی نے اپنے جوان بیٹے سے کہا کہ اس بوڑھے دیوانے (نوحؑ) کی باتوں میں نہ آنا۔ بیٹے نے وہی لاٹھی باپ کے ہاتھ سے لے کر نوحؑ کے سر پر اس زور سے ماری کہ آپ لہو لہاں ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بڑی بڑی تکفیں برداشت کرنے کے بعد جب ہوش میں آتے تو یہی دعا کرتے رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فِيَّا تَهْمَمْ لَا يَعْلَمُونَ "خداوند کریم میری اس قوم کو معاف کر دے کر بینا دان ہیں۔"

پھر جب حالات زیادہ غنیم ہو گئے، زمین ظلم سے بھر گئی اور اللہ تعالیٰ نے آگاہ بھی فرمادیا کہ جو ایمان لا پچے ہیں ان کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لائے گا تو نوحؑ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ﴿فَلَا يَتَبَيَّنُ شَيْءًا كَمَنْ يَأْتُهُمْ فَلَا يَعْلَمُونَ﴾ پس آپؑ غنیمین نہ ہوں ان کاموں پر جودہ کر رہے ہیں۔ اب الناصف کا وقت قریب آچکا ہے ان سے انتقام لیا جائے گا۔ اس پر نوحؑ نے دعا کی ﴿أَنِّي مَعْلُومٌ بِفَالْتَصْرِيفِ﴾ [سورۃ قریب: ۱۰] "بے شک میں عاجز ہوں پس میرا بدلہ لے۔" اور سورت نوح میں بھی آپؑ کی دعا مذکور ہے ﴿وَقَالَ نُوحٌ﴾ "اور کہا نوحؑ نے ﴿رَبِّيْ لَا تَذَمِّنْ عَلَى الْأَثْرَاضِ مِنَ الْكُفَّارِ إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ اے میرے پروردگار! نہ چھوڑ زمین پر کافروں کا ایک گھر بنے والا۔" کیوں کہ ان میں اب کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ دعا نوحؑ نے اس وقت کی جب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتادیا کہ اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ﴿وَاصْنِعْ الْفُلْكَ بِإِعْنَادِهِ﴾ اور تیار کر کشی ہماری آنکھوں کے سامنے وَذْخِنَہَا اور ہمارے حکم سے۔

اس کشی کی بہت سی تفصیلات تورات اور قرآن کریم کی تفسیروں میں ملتی ہیں۔ یہ کشی اتنی بڑی تھی کہ تمام مومن مرد، مومنیں اور دیگر جاندار اس میں سوار ہو گئے۔ توریت کے مطابق نوحؑ کو حکم ہوا کہ گوکھر کی لکڑی سے کشی تیار کرو۔ عام تفسیروں والے سامگوان کی لکڑی کا ذکر کرتے ہیں جو کہ بہت مضبوط ہوتی ہے۔ ممکن ہے گوکھر اور سامگوان ایک ہی درخت کے دو

نام ہوں۔

### پیاس کشی نوح طیبہ

محققین کی تحقیق کے مطابق کشی تین سو ہاتھ بھی پچاس ہاتھ چوڑی تیس ہاتھ بلند تھی۔ اس کی تین منزلیں تھیں۔ ایک منزل پر جانور تھے، دوسرا پر سامان اور تیسرا پر انسان سوار ہوئے۔ لمبائی چوڑائی کے اعتبار سے یہ کشی اتنی بڑی تھی جتنا بڑا پاکستانی جہاز سفینہ جانچ تھا۔ یہ جہاز جسمی کا بنا ہوا تھا جسمی فونج اسے نقل و حمل کے لیے استعمال کرتی رہی جب پاکستان کی تحویل میں آیا تو یہ حاجیوں کی نقل و حمل کے لیے کرایہ اور جدہ کے درمیان چلتا رہا۔ کچھ عرصہ قبل اسے ناقابل استعمال قرار دے کر خالع کر دیا گیا ہے۔ اس بھادر کی عکارہ منزلیں تھیں جب کہ کشی کی تین منزلیں تھیں۔ بہر حال اس کشی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑکیاں اور روشن دان بھی بنائے گئے۔ بہر حال کشی تیار ہو گئی اور پھر اس کے ساتھ دو اوقاعات پیش آئے جن کا ذکر آگے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے مطابق تھے۔ اس کشی کو اللہ تعالیٰ نے پچھلوں کے لیے باعث عبرت بنا دیا اور یہ ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال کشی جیسی ہے اور میرے صحابہ کی مثال ستاروں جیسی ہے۔ ان دونوں گروہوں کو تنظیر اندوزہ کرو۔ اہل بیت کی کشی پر سوار ہو جاؤ یعنی اہل بیت کے ساتھ مل جاؤ۔ جیسا کہ نوح طیبہ کی امت کے مومن آپ کے ساتھ سوار ہو کر مل گئے تھے اور جس طرح تاریکی میں ستاروں سے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح تم میرے صحابے سے راہنمائی حاصل کرو۔

پھر نوح طیبہ کو حکم ہوا (وَلَا تَخُاطِبْنِي فِي الْأَنْيَمَةِ خَلْقَوْا) اور میرے ساتھ بات نہ کرنا ان لوگوں کے بارے میں جھنوں نے ظلم کیا ہے۔ آپ کی نبوت و حکامت کو تسلیم نہیں کیا اور آپ کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ ظالم لوگ ہیں کفر، شرک میں جلا ہیں ان کے تعلق مجھ سے کوئی سفارش نہ کرنا (إِنَّهُمْ مُغْرَّبُونَ) ہے۔ نشک و غرق کیے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق (وَيَقْسِمُ الْفَلَكَ) اور نوح طیبہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کشی بناتے تھے اور اس دوران میں (وَكُلَّنَا مَرْءَ عَلَيْنَا مَلَأْنَاهُنَّ قَوْمَهُ) اور جب بھی گزرتا تھا ان پر کوئی گروہ ان کی قوم کا (سَخْرُوا مِنْهُ) تو نشک کرتے تھے کہ دیکھو! پیغمبر سے بڑھی بن گئے۔ کبھی نوح طیبہ سے پوچھتے کہ یہ کیا بناتے ہو؟ نوح طیبہ فرماتے کہ ایک گھر بناتا ہوں جو پانی پر چلے گا اور زوبنے سے بچائے گا۔ وہ سن کر بھی اڑاتے کہ نشک زمین پر ڈوبنے کا بچاؤ کر رہے ہیں۔ حضرت نوح طیبہ فرماتے کہ لوڈاً جب غوطے کھاؤ گے اور تمہارے ہوش دھواس اڑائے ہوئے ہوں گے، چیخو گے، چلاو گے، ایک دسرنے کو بلاو گے اس وقت ہم بھی تمہارے ساتھ مخزہ کریں گے کہ کیا حال ہے، کیا بنا ہے؟

﴿قَالَ إِنْ شَهَدُوا مِثْلًا﴾ فرمایا نوح طیبہ نے اگر تم مخفھا کرتے ہو ہمارے ساتھ (فَإِنَّهُمْ مُكَلَّمُونَ) پس

بے شک ہم بھی تھماری بھی ازاں میں گے جس طرح تم نہیں اڑاتے ہو۔ پس تم نادان ہو وہ وقت تھماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے جو رب تعالیٰ بنے مجھے بتایا ہے وہی کے مطابق کہ وہ بڑا مشکل وقت ہو گا کوئی کسی کا رشتہ دار نہیں بنے گا **فَتُؤْتَى عَلَيْهِ عَذَابٌ** پس غقریب تم جان لو گے **مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيْهُ** کہ کس کے پاس آتا ہے عذاب جو سوا کرے **وَيَعْلُمُ عَلَيْهِ عَذَابٌ** مُقِيمٌ **وَأَنَّكُسْ لَازِمٌ** ہوتا ہے دائیٰ عذاب۔ یہ مادہ جب ضرورت پڑھ رہی سے آئے تو معنی ہوتا ہے واجب اور لازم ہونا اور اُمر حکمی **وَقَاتِلُ الظَّرَفَ** سے آئے تو معنی ہوتا ہے اترنا۔ اور یہاں ضرورت سے ہے لازم اور واجب ہونے کے معنی میں۔ اور وہ عذاب ایسا دائیٰ ہو گا کہ بھی ختم نہیں ہو گا دنیا میں پھر برزخ میں، قبر میں پھر میدان حشر میں پھر پل صراط سے گزرتے وقت پھر برزخ میں۔ **وَحْشَى إِذَا جَاءَهُ أَصْرَفَنَاهُ** یہاں تک کہ جب آیا ہمارا حکم **وَفَاتَ الشَّوْرُ** اور جوش مارا تندور نے، ایسا تندور۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ شاگرد ہیں اہن عباس بنی شہنشہ کے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تنویر سے مراد وَجْهُ الْأَرْضِ سچ زمین ہے۔ اور عربی میں تنویر کے معنی سطح زمین کے بھی آتے ہیں لیکن یہ تفسیر غلط ہے۔ صحیح تفسیر وہ ہے جو جمہور کرتے ہیں کہ تنویر سے مراد وہی تنویر ہے جس میں لوگ روٹیاں پکاتے ہیں۔ عربی میں بھی اس کو تنویر کہتے ہیں، فارسی میں بھی اس کو تنویر کہتے ہیں، اردو پنجابی میں بھی اور پشتو میں بھی اس کو تنویر کہتے ہیں۔ یہ تَوَارُذُ الْسِّنَةِ ہے۔ مختلف زبانوں میں یہ لفظ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ علامت مقرر کی گئی تھی کہ تھمارے گھر میں جو تندور ہے اس سے جب پانی البتنا شروع ہو تو تم سامان کشی کے اوپر چڑھانا شروع کر دینا۔ چنانچہ جب وہ وقت آیا کہ تنویر نے جوش مارا **فَتَنَاحَمُ فَتَفَاهَ** کہا، تم نے نوح **لِلَّهِ كَوْسَارَ كَرَاسَ** کشی میں۔

یہاں ایک گرامر کا مسئلہ بھی لیں وہ یہ کہ ہاضمہ مذہب کی ہے اور فدک کا لفظ نہ کرے۔ تو راجح مرتع کے درمیان مطابقت نہیں ہے اس کے متعلق مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں ہاضمہ سفید کی نسبت سے ہے یعنی فدک سفید کی تاویل میں ہے۔ سوار کریں آپ اس سفید میں **مِنْ كُلِّي زُوْجَنِ اثْنَيْنِ** بر قسم کے جوڑے کو۔ **زُوْجَنِ اثْنَيْنِ** کے بعد **اثْنَيْنِ** کے لفظ کا اضافہ اس لیے کیا کہ اگر **اثْنَيْنِ** کا لفظ نہ لانتے تو **زُوْجَنِ اثْنَيْنِ** کا معنی چار ہوتا کیوں کہ زوج کا معنی جفت ہے تو **زُوْجَنِ اثْنَيْنِ** کا اضافہ اس لیے کیا کہ دو مراد ہیں زرادہ مادہ کہ ہر نوع کا زرادہ سوار کر لیں۔ چنانچہ تغیروں میں موجود ہے کہ کتنا کمی دو جفت ہوئے۔ تو جفت کا معنی چار ہو گا حالانکہ چار مراد ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دوسرے کو ستح ملا کر زوج بنانے والا۔ اس لیے اثنین کا لفظ بڑھا کر واضح کیا گہ کہ دو مراد ہیں زرادہ مادہ کہ ہر نوع کا زرادہ سوار کر لیں۔ چنانچہ تغیروں میں موجود ہے کہ کتنا کمی سوار کیے گے، بلا بی، چوہا چوہی سوار کیے گے، خزیر زرادہ سوار کیے گے، گھوڑا گھوڑی، گدھا گدھی، بکرا بکری وغیرہ زرادہ سوار کیے گے لیکن نوح پیغمبر کے بیٹے کو عمان کو جو شرک تھا سوار نہیں کیا گیا۔ انسان جب انسان ہوتا ہے تو تم مخلوق سے بہتر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **إِنَّ الَّذِينَ يَنْهَا أَمْوَالًا وَعَمَلًا** **الشَّلِحَتِيْ** **أَوْ لِيْكَ هُمْ خَيْرُ الْجَنَّةِ** سورت پینہ:۷۱] ”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اجھے یہ لوگ بہترین مخلوق ہیں۔“ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے بہتر ہیں۔ انسان انسان ہوتا اشوف اخلاقوں تجسسات جاتا ہے۔ انسان انسانیت اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑی فضیلت دی ہے **وَلَقَدْ كَرِمَ مَنَّا بَنَ أَدَمَ** ہے سی ابرائل:۷۰] اور الہت تحقیق ہم نے جزت بخشی سے اولاد آدم کو۔“ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو بڑی فضیلت دی ہے لیکن جب

انسان انسانیت سے گر جاتا ہے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالشَّرِّكُونَ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ خَلِيلِنَّ فِيهَا﴾ اُولیٰئک هُمْ شَرُّ الرَّبِّيَّةِ [بینہ: ۶] ] بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں اہل کتاب اور مشرکوں میں سے ان کا محکما تا دوزخ کی آگ ہے بیویتہ بیویتہ کے لیے اس میں رہیں گے یہ لوگ تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ ”کتنے، بلے چوبے، خیر سے بھی بہتر ہیں کہ ان کو تو کشتی میں جگلی گئی مگر نوحؐ کے بیٹے کو وجہ نہ ملی کہ وہ اس نیت ہے پرچکا تھا۔

### کشتی نوحؐ میں کتنے آدمی سوار تھے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿هُوَ أَهْلُكَ إِلَامَنِ سَبِيقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ﴾ اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر مگروہ کہ جن پر بات پہنچے ہو چکی ہے۔ وہ کنعان نوحؐ کا بیٹا اور نوحؐ کی بیوی اور دیگر عزیز زیر۔ ﴿وَمَنْ أَهْمَنَ﴾ اور جو بیمان لائے ان کو بھی سوار کر۔ کتاب مقدس کے حصہ مکاشف، ملائکی حقوق میں لکھا ہے کہ کشتی میں نوحؐ کے ملا و صرف سات آدمی تھے تین ان کے بیٹے اور چار بہنوں۔

لیکن قرآن پاک سے معصوم ہوتا ہے اور تفسیر سبھی ہلکاتی ہیں کہ صرف سات آدمی نہیں تھے بلکہ اور بھی تھے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کشتی میں سوار کر ﴿أَهْلُكَ إِلَامَنِ سَبِيقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ﴾ اپنے اہل کو مگروہ جن پر بات ہے ہو چکی ہے ان کو نہیں ﴿هُوَ مَنْ أَهْمَنَ﴾ اور ان کو بھی سوار کر جو بیمان لائے ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے بیٹوں اور بہنوں کے علاوہ بھی کچھ لوگ تھے۔ اور تفسیر دل میں یہ لفظ بھی آئے ہیں **رِجَالٌ وَنِسَاءٌ وَصِبَّارٌ مُرْدِبِّيْهِ، عُورَتِهِ بَحِّيْهِ، بَچَيْهِ بَحِّيْهِ** تھے۔ اور یہ بھی تم پڑھ چکے ہوئے نوحؐ کے بیان نے طعنہ دیا ہے **وَمَا تَرَبَّثَ أَثْبَعَكَ إِلَالَذِينَ هُمْ أَهْمَلُنَا بِأَدَى الرَّأْيِ** اور ہم نہیں دیکھتے کہ تم اتباع کیوں ہو گران لوگوں نے جو ہم میں رذیل ہیں سرسری رائے والے ہیں۔ اگر تمھاری بات صحیح ہوتی تو ہم سرداروں کو تجوہ آتی۔ ان کو کمی کہہ کر تو ہیں کی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ غیر اشراف قوم میں سے ہوتے ہیں تاکہ کوئی یہ طعنہ نہ دے کہ ہم نیچ قوم کے آدمی کی بات نئے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تو ﴿أَسَارَهُنَا لَنَا بِأَدَى الرَّأْيِ کا جملہ بھی بتارہا ہے کہ کچھ اور لوگ بھی تھے کہ جن کی تعداد کسی معین تفسیر میں اسی سے زیادہ نہیں ملتی۔ یہ سائز ہنسو سال کی کمائی تھی ان کو ضائع نہیں کرنا تھا اگر ہمارا مال ضائع ہو جائے تو ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ اتنی دیر کی محنت تھی جو ضائع ہو گئی۔

بدر کے موقع پر آنحضرت ﷺ عشاء کی نماز پڑھ کے سرخ رنگ کے خیمے میں داخل ہوئے جو چڑیے کا تھا اور ان الفاظ سے ساتھ دعا کرتے رہے **اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عَفْدَكَ وَوَعْدَكَ** اے اللہ میں تیرے عبد اور وعدے کا سوال کرتا ہوں کہ یہ میری پندرہ سال کی کمائی ہے۔ ”تیرہ ۱۳“ سال مکے کے اور تقریباً دو سال مدینہ منورہ کے۔ اگر یہ ہلاک ہو گئے تو **تُعَبِّدُ بَعْدَ الْيَوْمَ** ”تیری خالص عبادت آج کے بعد نہیں ہو گی۔“ یہی تو میری کمائی ہے۔ تین سو بارہ یہ اور تیرھواں میں ہوں ہار ابار دعا اور زاری کرتے رہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خیمے سے باہر آپ ﷺ کی آہ و زاری

نہتے رہے۔ اندر جا کے کہنے لگے حضرت بس کرو! بڑی زاری کی ہے ان شاء اللہ آپ کی دعا قبول ہوگی۔ آپ ملک عہدہ خیز سے باہر تشریف لائے یہ آیت کریمہ آپ ملک عہدہ کی زبان مبارک پر تھی ﴿سَيِّدُمُ الْجَنَّٰمِ وَيُولُونَ الدُّّيْنَ﴾ [قرآن: ۲۵] عنقریب تسلیت ہوگی کافروں کی جماعت کو اور یہ پیشہ پھیر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَا أَمْنَى مَعْنَى الْأَقْنِيلِ﴾ اور نہیں ایمان لائے ان پر مگر بہت تھوڑے۔ میں نے عرض کیا کہ اسی سے زیادہ تعداد کی معنی تفسیر میں میری نظرے نہیں گزری۔

### وَقَالَ

﴿وَقَالَ﴾ اور فرمایا نوح عليه السلام نے ﴿إِنَّكُنُوا فِيهَا بَهَتَرُوا إِذَا سَارُوا هُوَ جَادُوا إِذَا اسْتَوَى﴾ میں ﴿وَسِيمَ اللَّوْمَةَ جَرِّهَا وَمُرْسِهَا﴾ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ﴿إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ بے شک میرا رب بخشنا والامہربان ہے ﴿وَهُنَّ تَجْرِيْنَ بِهِمْ﴾ اور وہ کشتی ان کو لے کر چل رہی تھی ﴿فِي مَوْرِجٍ﴾ موجودوں کے اندر ﴿كَالْجَيْالِ﴾ جیسے پہاڑ ہوتے ہیں ﴿وَنَادَى نُوْحٌ أَبْشِرَهُ﴾ اور پکارا نوح عليه السلام نے اپنے بیٹے کو ﴿وَكَانَ فِي مَغْزِيلِ﴾ اور تھا وہ الگ جگد میں ﴿يُبَيِّنَ أَنَّهُ كَبْ مَعَنَى﴾ اے بیمارے بیٹے سوار ہو جا ہمارے ساتھ ﴿وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكُفَّارِ﴾ اور نہ ہو تو کافروں کے ساتھ ﴿قَالَ﴾ اس نے کہا ﴿سَادِئَ إِلَى جَيْلٍ﴾ عنقریب میں پناہ پکڑوں گا پہاڑ کی طرف ﴿يَعْصِيْنَ مِنَ النَّاءِ﴾ دہ پہاڑ مجھے بچالے گا پانی سے ﴿قَالَ﴾ فرمایا نوح عليه السلام نے ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾ نہیں ہے کوئی بچانے والا آج کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے ﴿الْأَقْمَنَ تَرَاجِمَ﴾ مگر وہ جس پر حرم کیا اس نے ﴿وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ﴾ اور حائل ہو گئیں ان کے درمیان موجودین ﴿كَانَ مِنَ الْمُعَذَّقِينَ﴾ پس ہو گیا وہ غرق ہونے والوں میں سے ﴿وَقَنِيلَ﴾ اور کہا گیا ﴿يَا أَنْرَضْ أَنْلَاعَنَّ مَاءَنَّ﴾ اے زمین نگل لے تو اپنے پانی کو ﴿وَلَيْسَ بَآءُ أَقْلَاعَنَّ﴾ اور اے آسمان اب تم جاؤ ﴿وَغَيْضَ النَّاءِ﴾ اور خشک کر دیا گیا پانی ﴿وَقُضَى الْأَمْرُ﴾ اور فیصلہ کر دیا گیا معااملے کا ﴿وَاسْتَوْثَ عَلَى الْجُنُودِيَّ﴾ اور جائیکی وہ کشتی جودی پہاڑ پر ﴿وَقَنِيلَ﴾ اور کہا گیا ﴿بَعْدَ الْقَوْمِ الظَّلِيمِينَ﴾ دوری ہوئی ظالم قوم کے لیے ﴿وَنَادَى نُوْحٌ رَّبَّهُ﴾ اور پکارا نوح عليه السلام نے اپنے رب کو ﴿فَقَالَ رَبِّتُ﴾ پس کہا اے میرے رب ﴿إِنَّ أَنْهِيَ مِنْ أَهْلِنَّ﴾ بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے ﴿وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ﴾ اور بے شک وعدہ تیرا سچا ہے ﴿وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَكِيمِينَ﴾ اور تو سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔

نوح عليه السلام پیغمبروں میں سے ہیں۔ انہوں نے سماں ہے نوسال قوم کتبیخ کی۔ رات کو، دن کو، مجلس میں، بلند اور آہستہ۔ ہر طریقہ سے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام آیا کہ تمہاری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں بس یہی مومن رہیں گے اور کوئی ایمان نہیں لائے گا تو پھر حضرت نوح عليه السلام نے اللہ تعالیٰ سے گزارش کی کہ ان کا

بِرَّا غَرَقَ كَرْدَءَ هُرَيْتَ لَا تَكُنْ عَلَى الْأَنْزِفِ مِنَ الْكُفَّارِ إِنَّهُمْ نَهَىٰنَا هُنَّ بَرَّا غَرَقَ کردے هریت لا تکن علی الانزف من الکفارین دئیا همہ " نہ چھوڑ زمین پر کافر دن کا کوئی گھر بننے والا۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کشتی تیار کی جس کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور بلندی تیس ہاتھ تھی (اور ہاتھ ڈیز ہفت کا ہوتا ہے)۔ کشتی کی تین منزلیں تھیں۔ ایک میں انسان، ایک میں حیوانات اور ایک میں ساز و سامان تھا۔ جب کشتی میں سب کچھ رکھ لیا گیا ہوا قائل انہ کنونۃ النبی ﷺ اور فرمایا نوح ﷺ نے سوار ہو جاؤ کشتی میں ﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُرْسَلَهَا﴾ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کا چلننا اور اس کا خبرنا۔

### ہر اچھا کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیے ۲۳

حدیث پاک میں آتا ہے: ((كُلُّ أَمْرٍ ذُنْيٌ بِالْمُؤْمِنَةِ بِيَسِّرِ اللَّهِ وَفِي رِوَايَةِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُعَاوِيَةَ كَيْفَ يُكَبِّرُ اللَّهُ وَفَهُوَ أَقْطَعُ وَفِي رِوَايَةِ أَبْتَرٍ وَفِي رِوَايَةِ أَجْزَمْ أَوْ كَمَا قَالَ عَنِيهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " ہر ذی شان کام جو بسم اللہ کے ساتھ شروع نہ کیا جائے اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ تو وہ کام ختم ہونے والا ہے اور ایک روایت میں ہے کوہ کام دم بریدہ ہے اور ایک روایت میں ہے کوہ کام بیار ہے۔ " تو آدمی جو بھی اچھا کام شروع کرے بسم اللہ سے شروع کرے۔ دھو سے پہلے بسم اللہ پڑھے، کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھے غرضیکہ کوئی بھی اچھا کام کرے اس سے پہلے بسم اللہ پڑھے۔ پھر یہ سوال ہے کہ بسم اللہ پوری پڑھنی ہے یا صرف بسم اللہ کافی ہے؟ حضرت ملا علی قاری و تعلیم "شرح العقاید" میں لکھتے ہیں کہ دھو سے پہلے اگر صرف بسم اللہ کا جملہ کہ دے تو کافی ہے وَ أَعْلَمُهُ مِنْ تَعْقِيلِنَا وَرَبْطَرْيَہ ہے کہ ساتھ الرحمن الرحیم کی دونوں صفتیں بھی ملائے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب "مسنوی" میں لکھتے ہیں کہ امام نووی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ دھو سے پہلے اور ہر اچھے کام سے پہلے پوری بسم اللہ پڑھے تو بہتر ہے اور اگر صرف بسم اللہ کہہ لے تو بھی کافی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر آدمی شروع میں بھول گیا درمیان میں یاد آیا تو اس وقت پڑھے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَآخِرَةٍ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کا نام اور آخر میں بھی اسی کا نام ہے۔" لیکن برے کام سے پہلے پڑھنا کفر کا باعث ہے۔ "شرح فرقہ اکبر" میں ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شراب پیتے وقت یا زنا کرتے وقت بسم اللہ پڑھے تو کافر ہو جائے گا، کسی کو ناقص قتل کرتے وقت بسم اللہ پڑھے تو کافر ہو جائے گا کیوں کہ بسم اللہ کا مقام تو اچھے کام ہیں اس نے بری جگہ میں پڑھ کر شریعت کی وضع کو تبدیل کیا ہے۔

### ایک عورت نے سمیت غرق ہو گئی مگر کشتی نوح میں سوار نہ ہوئی ۲۴

تو حضرت نوح ﷺ نے فرمایا سوار ہو جاؤ کشتی میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہے اس کا چلننا اور اس کا خبرنا ﴿إِنَّهُمْ لَغَافِرُونَ مِنْ رَحْمَتِنِمْ﴾ بے شک میر ارب بختیں والا مہریاں ہے۔ حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جس کے متعلق فرماتے ہیں ((پاشنڈا لَا پا سی بہ)) یعنی اصول حدیث کے اعتبار سے یہ روایت صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت

نوح ﷺ نے جس وقت اپنے ساتھی سوار کر لیے اور خود بھی سوار ہو گئے تو وہاں ایک نوجوان عورت تھی جس کی عمر میں اکیس سال ہو گئی اس کے پاس ایک خوب صورت لڑکا تھا جس کو اس نے چھاتی کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ اس کو حضرت نوح ﷺ نے فرمایا میں اپنے اوپر بھی رحم کر اور اس پرچے پر بھی رحم کر کلمہ پڑھ لاءِ اللہُ إلَّا اللہُ نوْحُ نجَى اللہُ اور کشی پر سوار ہو جا۔ اس نے کہا تمہارا کلمہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

طوفان آیا پچے کو دو دھپلارہی تھی پانی اس کی چھاتی سے اوپر چلا گیا اس نے پچ کو کندھے پر بھالیا پانی کندھے سے اوپر چڑھا تو اس نے پچ کو سر پر بھالیا جب اس نے دیکھا کہ پانی سر سے بھی اوپر چڑھ رہا ہے تو اس کو ہاتھوں کے پنجوں پر اٹھ لیا۔ ان کے دیکھتے دیکھتے خود بھی سیالاب کی نذر ہو گئی اور پچ بھی مگر حق کو قبول نہیں کیا وہڑا نہیں چھوڑا۔ ضد اور دھڑے بندی بہت بڑی چیز ہے آدمی بات کو صحیح سمجھتے ہوئے بھی نہیں مانتا۔ جس طرح تم لوگ رسم درواج میں پھنسنے ہوئے ہو اور اچھی طرح سمجھتے بھی ہو کہ یہ غلط کام ہیں مگر چھوڑتے نہیں ہو سکتے ہو کہ ناک کہ دھر لے جائیں۔ ناک کی خاطر یہ سارے کام کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ سو جہاد سے بڑھ کر ہے ایسی دھڑے بازی سے نکلا۔

﴿وَهُنَّ تَجْرِيْتٌ بِهِمْ﴾ اور وہ کشی ان کو لے کر جل رہی تھی ﴿فِي مَوْرِجٍ كَانُوا جَالِيْمٰ﴾ موجودوں کے اندر جیسے پہاڑ ہوتے ہیں۔ خود ہم نے تجربہ کیا ہے کہ بعض دفعہ سمندر میں اتنی بڑی موج اٹھتی ہے کہ جہاز کی دوسرا طرف پکھنے نہیں آتا۔ ﴿وَنَادَى نُوْزُمَ  
أَنَّهُ لَهُ﴾ اور پکارا نوح ﷺ نے اپنے بیٹے نوح کو ﴿وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ﴾ اور تھا وہ الگ جگہ میں۔ اس کی بیوی بھی کشی میں سوار تھی یوں کہ وہ مومنہ تھی لیکن وہ ضد پر اڑا ہوا تھا۔

### ضد اور تکبر انسان کو تباہ کر دیتا ہے ۔)

باپ کی آواز نے بھی اس پر آجھا اثر نہ کیا یوں کہ جب بہ بختی ان سے پر غائب آ جاتی ہے تو پھر کچھ نہیں ہو سکتا۔ عجیب منظر تھا سارے کافر اس وقت موت کے منہ میں تھے مگر اس نے ضد نہیں چھوڑی، ضد ضد ہے۔ ابو جہل کو زخمی تو معوذ اور معاذ انصاری نوجوانوں نے کیا تھا ﴿لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ﴾ لیکن مرانہیں تھاموت کی تملکش میں تھا۔ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جب اس کا سر کا نئے نئے تو کہنے لگا کہ میرا سردار را پیچے سے کامنا کر سردار کا سر برداشت آئے۔ تکبر ابھی تک نہیں گیا حالانکہ س وقت آدمی دنیا کو بھول جاتا ہے۔ تو نوح ﷺ نے بیٹے کو بلا یا ﴿لَيْتَ﴾ گرامہ والے اس یا کو یا نے تصفیر کرتے ہیں۔ شفقت کے لیے آتی ہے۔ پنجابی میں اس کا ترجمہ ہو گا اے میری پتھری ا اور اردو میں ترجمہ ہو گا اے میرے بیمارے بیٹے! باپ باپ ہوتا ہے باپ کی شفقت تکھدا اور بیٹے کا جواب سنو ہاں گئے مفتالہ سوار ہو جاتا۔ نے ساتھ تو کلمہ پڑھ کر ایمان قبول کر کے ﴿وَلَا شَكْنَ مَعْنَالُكُفَّارِ﴾ اور مبتو کافر وال سر تھا۔ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

اصحاب بھف میں چونو جوان تو وہ تھے جو باشاہ کے شر سے بچنے کے لیے پلے تھے ساتواں راتتے میں چڑواہاں گیا۔

جب یہ چلے تو جو داہمے کا کتا بھی ساتھ مل پڑا سماجیوں نے کہا کہتے کہ دو اس کو دیکھ کر دوسرے ساتھیوں میں گئے ہمارا راز فاش ہو جائے گا حالانکہ ہم چھپ چھپ کے جا رہے ہیں۔ کہتے کے مالک اور دوسرے سماجیوں نے بھی پتھر اٹھائے کہتے کو مارنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کہتے کو قوت گویاں عطا فرمائی۔ کہنے لگا جس رب کی عبادت کے لیے تم جو رہے ہو میں بھی اسی کے لیے جا رہا ہوں میں تصحیح کچھ نہیں کہتا مجھے ساتھ جانے دو۔ شیخ سعدی اصحاب کہف کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پسر نوح باہدال لشت خاندان نبوش گم شد

سگ اصحاب کہف روزے چند پئے زیکاں گرفت مردم شد

”نوح ﷺ کا بینا بروں کی محبت میں رہا اس کی نبوت کا خاندان گم ہو گیا۔ اصحاب کہف کے کہتے نے چند دن نیکوں کی پیرودی کی آدمی ہو گیا۔“

### تیرہ قسم کے جانور جنت میں جائیں گے؟

امام ابن حیثم مصری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے فقیر گزرے ہیں۔ فقیرے کرام ان کو ابوحنیفہ ثانی کہتے ہیں۔ انہوں نے بنی کتاب ”الاشباه والنظائر“ میں لکھا ہے کہ تیرہ [۱۳] قسم کے جانور جنت میں جائیں گے ان میں ایک اصحاب کہف کا کتا اور حضرت صالح ﷺ کی اوثقی، سلیمان بن دaud کے ساتھ گفتگو کرنے والا ہدیہ بھی ہے۔ لیکن نوح ﷺ کا بینا بروں کے ساتھ بیٹھا بری مجلس اختیار کی خاندان نبوت گم کر بیٹھا دنیا بھی گئی آخرت بھی گئی۔ بعض تفسیروں میں ہے کہ بلعم باعور کی شکل میں اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا۔ بلعم باعور ایک آدمی تھا اس کا نام تو قرآن کریم میں نہیں ہے لیکن اس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ اجھے آدمیوں کا اچھا اثر ہوتا ہے اور برے آدمیوں کا برا اثر ہوتا ہے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ کسی آدمی کے متعلق معلوم کرنا ہو کہ کیسا ہے تو کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں فَلَيَنْظُرْ مَنْ يُّخَالِلُ فِيَّنَ الْمَرْءَ عَنِ دِينِهِ خَيْرِهِ یہ دیکھو کہ اس کی سوسائیتی ہے؟ کیسے آدمیوں میں اٹھتا ہیجھتا ہے کیوں کہ آدمی اپنے دوست کے نظریے پر ہوتا ہے۔ یہ ابو داؤد شریف کی روایت ہے۔

تو حضرت نوح ﷺ نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور تو کافروں کے ساتھ نہ ہو۔ ﴿قَالَ يَهُوَ كَنْعَانُ بْنُ مَثْرُومٍ مِنْ أَهْلِ السَّاَوِيَّ إِلَى جَبَلٍ﴾ عقریب میں پناہ پکڑوں گا پہاڑ کی طرف ﴿يَعْصِيُّ مِنَ السَّاَوِيَّ وَهُوَ بِهِ مَجْهُوَّلٌ﴾ نے فرمایا ﴿لَا عَلَيْهِ هُوَ بِهِ مَجْهُوَّلٌ﴾ اونچے اونچے پہاڑ ہیں کسی پر چڑھ جاؤں پائی میرا کیا بگاؤے گا ﴿قَالَ يَهُوَ نوحٌ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا عَلَيْهِ هُوَ بِهِ مَجْهُوَّلٌ﴾ الْبَزَمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ هُوَ نہیں ہے کوئی بچانے والا آج کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ﴿لَا إِلَهَ مِنْ شَرِّ هُوَ﴾ وہ جس پر حکم کرے گا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ حکم اسی پر کرے گا جو کس پڑھ کر کشی میں میرے ساتھ سوار ہو جائے گا۔ نوحؑ کا کلمہ تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نوح نبھی اللَّهُ۔ لیکن اس نے کوئی بات نہ سکی طوفان آیا نوحؑ اور ان کے ساتھ سوار سکھی دیکھ رہے تھے ﴿وَ حَالَ بَيْنَهُمَا التَّزِيمُ﴾ اور حائل ہو گئیں بآپ بیٹے کے درمیان موجیں ﴿فَكَانَ مِنَ الْعَرَقَيْنَ﴾ پس ہو گیا وہ غرق ہونے

والوں میں سے۔ جو نافرمان لوگ غرق ہوئے ان میں نوح عليه السلام کا چینا کنعان بھی تھا۔ جب کام پورا ہو گیا تورات میں ہے کہ وہ کشتنی چھ ماہ سترہ دن چلتی رہی ستر صوریں دن اس پہاڑی پر کی جس کا نام آگے آ رہا ہے۔

﴿وَقَيْنَلْ﴾ اور کہا گیا ہے ﴿يَا أَنْهَى مَاءَكَ﴾ اے زمین نگل لے تو اپنے پانی کو ﴿وَلِيَسْأَغْأَفْلِينَ﴾ اور اسے آسمان اب تو تم جا بارش روک لے۔ جب سیلا برباڑا ہوا آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو وہ بارش رک گئی ﴿وَغَيْضَ الْمَاءِ﴾ اور خشک کر دیا گیا پانی۔ سارے علاقے کا تو نہیں جہاں کشتنی جا کر شہری تھی وہاں پانی خشک ہو گیا ﴿وَقُضَى الْأَمْرُ﴾ اور فصلہ کردیا گیا معاشرے کا۔ جس قوم کو تباہ کرنا تھا وہ سب کے سب تباہ ہو گئے۔

قصص الشیعیین ایک کتاب ہے۔ اس میں رطب و یابس ہر قسم کے قصے ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ عون ابن عشق ناہی ایک آدمی تھا اس کا قدیم ہزار تین سو تیس گز (۳۳۲) تھا۔ اس کے صرف ٹھنڈوں تک پانی آیا تھا وہ مچھلیاں پکڑتا اور سورج پر رکھ کر بھون کر کھاتا تھا۔ یہ سب خرافات ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سب غرق ہو گئے تھے سوائے کشتنی کے سواروں کے۔ ﴿وَإِنْتَوْثَ عَلَى الْجُنُودِ﴾ اور جانکی وہ کشتنی جو دی پہاڑ پر۔

جو دی پہاڑ عراق کے صوبہ موصل میں ہے اور تورات میں اس پہاڑی کا نام ارارات ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطنت سمندر سے تقریباً سترہ ہزار [۱۶۸۵] فٹ کی بلندی پر ہے۔ جیسے کارگل کا علاقہ ہے۔ اور قرآن کریم میں اس پہاڑ کا نام جودی ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ آذَنَهَا أَوَّا إِلْهِ الْأَمْمَةِ اس کشتنی کا ذھانچا اس امت کے ابتدائی افراد نے بھی دیکھا ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی امت کے افراد صحابہؓ تھے، تابعین و مسلمین اور تن تابعین میں سے بعض حضرات نے اس کشتنی کا ذھانچا دیکھا ہے اور بعض سیاحوں نے اس پر کتا میں بھی لکھی ہیں اور جو کچھ قرآن کریم نے بتایا ہے اس کی تائید کی ہے۔ اور تورات میں ہے کہ ساتویں مہینے کی سترہ تاریخ کو یہ کشتنی پہاڑ پر جانکی گویا کہ یہ چھ ماہ سترہ دن کشتنی میں رہے۔

﴿وَقَيْنَلْ بَعْدَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اور کہا گی دوڑی ہوئی ظالم قوم کے لیے۔ یہاں نسبت بھی کام نہ آئی ﴿وَنَادَى نُؤُمْ رِبْلَهُ﴾ اور پکار نوح عليه السلام نے اپنے رب کو۔ یہ غرق ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ جب نوح عليه السلام کشتنی پر سوار ہونے لگے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا سوار ہو جاؤ کشتنی میں اس کا چنان بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہے اور اس کا لانگر انداز ہونا بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہے۔ ساتھی سوار ہو گئے تو بیٹے کو کہا ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو، وہ نہ مانا۔ جب بچے کی طرف سے نا امید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے آگے درخواست کی ﴿لَقَالَ رَبِّتْ﴾ ہیں کہا اے میرے رب ﴿إِنِّي مِنْ أَهْلِنَ﴾ بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور بے شک دعہ تیرا سچا ہے۔ قرآن پاک میں دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ ہم تجھے بھی بچا کیس گے اور تیرے اہل کو بھی۔ اس وعدے کو نوح عليه السلام یاد کردار ہے تھے کہ اے پروردگار! آپ نے فرمایا تھا کہ میں صحیح اور تمہاری اہل کو نجات دوں گا۔ اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے وہ نافرمان ہے مگر آپ قادر مطلق ہیں دلوں کو پھیرنے پر قادر ہیں آپ تھیں اس کے دل کو پھیر دیں کہ یہ کلمہ پڑھ کر کشتنی میں سوار ہو جائے ﴿وَإِنْ وَغَدَكَ الْحَقِيقَ﴾ اور

بے شک تیرا دھدہ سچا ہے ﴿وَأَنْتَ أَحَقُّ الْحِكْمَةِ مِنْ أَهْلِكَ﴾ اور تو سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے۔ جتنے فیصلہ کرنے والے ہیں ان سب میں بڑا فیصلہ کرنے والے تو ہے اس کے دل کو پھیر دے۔ زندگی رہی تو کل جواب سنو گے۔

### سچے حکم

﴿قَالَ﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنَّمَا تُؤْمِنُ إِلَهٌ لَّيْسَ مِنْ أَهْلِكَ﴾ اے نوح بے شک یہ بیٹا تیرے الٰل میں سے نہیں ہے ﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرِ صَالِحٍ﴾ بے شک اس کے عمل اچھے نہیں ہیں ﴿فَلَا شَانٌ﴾ پس نہ سوال کر مجھے سے ﴿مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ اس چیز کا جس کا آپ کو علم نہیں ہے ﴿إِنِّي أَعْظُمُكَ﴾ بے شک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں ﴿أَنْ تَكُونَ مِنَ الظَّاهِلِينَ﴾ اس بات کی کہنا ہو جائیں آپ جاہلوں میں سے ﴿قَالَ﴾ عرض کیا نوح ﴿لِلَّهِ﴾ نے ﴿هَرَبْتَ إِنِّي أَغُوْذُ بِكَ﴾ اے میرے رب بے شک میں آپ کی پناہ لیتا ہوں آپ کی مدد کے ساتھ ﴿أَنْ أَسْلَكَ﴾ یہ کہ میں سوال کروں آپ سے ﴿مَا لَيْسَ لَنِي بِهِ عِلْمٌ﴾ اس چیز کا جس کا مجھے علم نہیں ہے ﴿وَلَا أَتَعْقِرُنِي﴾ اور اگر آپ مجھے نہیں بخشیں گے ﴿وَتَرْكَنِي﴾ اور مجھ پر حرم نہیں کریں گے ﴿لَا تُنَزِّلَنَّ قِنْ الْعَسْرِيْنَ﴾ تو ہو جاؤں گا میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ﴿قَتِيلَ﴾ کہا گیا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوح ﴿لِلَّهِ﴾ کو) ﴿إِنْثُمْ أَفْيَطُ﴾ اے نوح ﴿لِلَّهِ﴾ اُتر جاؤ نیچے ﴿بِسْلَامٍ وَّمَا﴾ سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے ﴿وَبَرَّكَتٍ عَلَيْكَ﴾ اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں ﴿وَعَلَى أَمْمٍ قَسَنَ مَعَكَ﴾ اور ان خاندانوں پر بھی جو تیرے ساتھ ہیں ﴿وَأَمْمٌ سَيِّئُونَ﴾ اور کچھ امتیں ایسی ہیں جن کو ہم فاکہہ پہنچا سکیں گے ﴿لَمْ يَسْتَهِمْ مَثَاعِدَ أَبَلِّيْمُ﴾ پھر پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے درد ناک عذاب ﴿تَلَكَ مِنْ أَمْبَآءِ الْعَيْنِ﴾ یہ نوح ﴿لِلَّهِ﴾ کا واقع غیب کی خبروں میں سے ہے ﴿نُوْجِيْهَا إِلَيْكَ﴾ ہم وہی کرتے ہیں اس واقع کی آپ کی طرف ﴿مَا لَكُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ﴾ آپ اس واقع کو نہیں جانتے تھے ﴿وَلَا كُمْكُمْ مِنْ قَبْلِ هَذَا﴾ اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی اس سے پہلے ﴿فَانْصِبُ﴾ پس آپ صبر کریں ﴿إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُشْكِرِينَ﴾ بے شک اچھا انجام پر ہیز گاروں کے لیے ہے۔

پچھلے سبق میں آپ نے پڑھا اور سما کہ حضرت نوح ﴿لِلَّهِ﴾ نے مومن ساتھیوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوتے وقت اپنے بیٹے کنعان کو کہا کہ کلمہ پڑھ کر مومن ہو کر ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا۔ کیوں کہ کشتی میں سوار ہونے کے لیے ایمان شرط ہے مکلف مخلوق کے لیے۔ اس نے مفرداتہ انداز میں کہا کہ پانی میرا کیا بگاڑے گا میں پھاڑ کی جوٹی پر چلا جاؤں گا۔ حضرت نوح ﴿لِلَّهِ﴾ نے فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچانے والا اگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اور اللہ تعالیٰ رحم اس پر کرے گا جو کلمہ پڑھ کر میرے ساتھ کشتی میں سوار ہو گا۔ لیکن وہ خد پر اُزگیا اور دوسرے غرق ہونے والوں کے ساتھ غرق ہو

گی۔ غرقابی نے پہلے نوح ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی پر درودگارا تیر او عدہ تھا کہ میں تجھے بھی بچاؤں گا اور تیرے اہل کو بھی بچاؤں گا اور یہ میرا بیٹا میری اہل میں نے نہیں۔ اور تیر او عدہ چاہے تو سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ جواب میں ﴿قَالَ﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنَّمَا يُؤْمِنُ مِنْ أَهْلَكَ﴾ اے نوح بے شک یہ بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ بیٹا تو بے لیکن اہل میں سے نہیں ہے۔ کیوں نہیں؟ ﴿إِنَّهُ عَمَلٌ عَيْنَتِ صَالِحٍ﴾ بے شک اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔ یہ کام اچھے نہیں کرتا یہ کفر پر چلتا ہے۔

### غیر کا اہل وہی ہے جو غیر کا اتباع کرتا ہے ۲۱

معلوم ہوا کہ غیر کا اہل وہ ہوتا ہے جو اس کا کلمہ پڑھ کر اس کے دین پر چلتے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ نوح ﷺ کو لوگوں نے سمعنہ دیا تھا ﴿فَهُمْ أَهْرَادُ لَنَا بَادِي الرَّأْيِ﴾ آپ کے ساتھ تو کمزور اور گھشیلوگ ہیں۔ تفسیروں میں ہے کہ کوئی لوہار تھا، کوئی بڑھنی تھا، کوئی موبیخ تھا، یہ تو نوح ﷺ کے اہل بن گزے مگر بیٹا کنعان اہل نہ بن سکا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو صحیح العقیدہ مسلمان ہے کل مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ نَقِيٌّ اہل میں داخل ہے چاہے وہ کسی قوم کے سر تھے تعلق رکھتا ہو۔ اور ہم درود شریف پڑھتے ہیں اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى الْأَئِمَّةِ تَوَسِّ میں آل کے تحت سرے آ جاتے ہیں اور ایک آدمی آخر پرست سے نہیں کی نسل میں سے ہو اور حضرت قاطمہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہو گر اس کے کام اچھے نہیں ہیں تو وہ آپ ﷺ کے اہل میں شامل نہیں ہے۔

### چھشم کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ۲۲

حدیث پاک میں آتا ہے چھشم کے آدمی ہیں جن پر میں لعنت بھیجا ہوں اور خدا نے بھی ان کو ملعون قرار دیا ہے۔ اور ہر جس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

① پہلا کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔

② دوسرا تقدیر الہی کو جھٹلانے والا۔

③ تمیرا وہ شخص جو زبردستی غلبہ پانے کی بنا پر ایسے شخص کو معزز بنائے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کر کھا ہوا اور اس شخص کو ذلیل کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت اور عظمت کی دولت سے نوازا ہو۔

④ چوتھا وہ شخص جو اس چیز کو حلال جانے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔

⑤ پانچواں وہ جو میری اولاد میں سے ہو اور اس چیز کو حلال جانے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے۔

⑥ چھٹا وہ شخص جو میری سنت کو چھوڑ دے۔ [مشکوٰۃ، باب الایمان بالقدر]

تو وہ شخص جو آپ ﷺ سے نہیں کی اولاد میں سے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال جانتا ہے وہ آپ کے دین پر نہیں چل رہا۔ حالانکہ آپ ﷺ سے نہیں کی اولاد کی ذمہ داری تھی کہ وہ آپ ﷺ کے چوکیدار ہوتے اور دین کی امانت کی

حافظت کرتے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے مال تو چھوڑا نہیں تو دین کی حفاظت کا فریضہ آپ سنتیہ کی اولاد پر زیادہ آئے کروہ اس امانت کی حفاظت کریں۔ اور گھر کا چڑو کیدار اگر چور ان جائے تو وہ برا مجرم ہے۔ اس یہے فرمایا کہ میں اس پر بھی لعنت بھیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلَا تُنْهِنَ مَا لَيْسَ لِكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ پس نہ سوال کر مجھ سے اس چیز کا جس کا آپ کو علم نہیں ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ أَنْ شَكُونَ مِنَ الْعِلْمِ﴾ بے شک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اس بات کی کہ نہ ہو جائیں تم جاہلوں میں سے۔ اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اندازہ لگا ڈالنے کے بغیر نے ساڑھے تو سال تبلیغ کی اس حال میں کہ دن دیکھا نہ رات، نہ شام اور پھر تبلیغ میں جھڑکیاں بھی کھائیں اور مار بھی برداشت کی۔ رب تعالیٰ جلال میں آئے ہیں تو فرمایا ﴿فَلَا تُنْهِنَ مَا لَيْسَ لِكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ پس نہ سوال کر مجھ سے اس چیز کا جس کا تجھے علم نہیں ہے بے شک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے نہ ہو جائے۔

اور ہمارا حال یہ ہے کہ ایک آدمی نے دو دن نماز پڑھی تیرے دن آسمان کی طرف دیکھنے لگ گیا۔ لوگوں نے پوچھا آسمان کی طرف کیوں دیکھتا ہے؟ کہنے لگا دیکھ رہا ہوں کہ میں نے دو دن نماز پڑھی ہے مجھے پر وحی کیوں نہیں آئی۔ دو دن نماز پڑھتے ہیں تو تیرے دن وحی کے منتظر ہو جاتے ہیں کہ ہم پر رب کی رحمت کیوں نہیں آئی۔ ہمیں رب تعالیٰ کی عظمت کا علم نہیں ہے۔ نوح ﷺ کو میٹے کا معاملہ بھول گیا اپنی قلر پڑگئی ﴿قَالَ﴾ عرض کیا تو نوح ﷺ نے ﴿قَالَ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَشَكَّ مَا لَيْسَ لِكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ اے میرے رب! بے شک میں آپ کی پناہ لیتا ہوں آپ کی مدaceous ساتھی یہ کہ میں سوال کروں آپ سے اب چیز کا جس کا مجھے علم نہیں ہے مجھے معاف کر دے۔ رب رب ہے وہ چاہے تو چیزوں کی دعا قبول کر لے اور نہ چاہے تو نوچ میں جیسے پیغمبر کی دعا قبول نہ کرے۔

### قبول کرنے پڑائے تو چیزوں کی قبول کر لے، نہ کرے تو پیغمبر کی نہ کرے ۷

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بارشیں نہ ہو سکیں خشک سالی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ حضرت سليمان مصلحت کا دور تھا انہوں نے اپنے ساتھیوں میں اعلان کیا کہ فلاں وقت فلاں میدان میں نماز استقاء کے لیے جمع ہونا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے۔ کافی ساتھی میدان میں پہلے پہنچ گئے۔ حضرت سليمان مصلحت تشریف لے جا رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک چیزوں کی بڑی ہوئی ہے نامیں آسمان کی طرف کیے ہوئے اور دعا کر رہی ہے کہ اے پروردگار! بارش نہ ہونے کی دعا ہے ہم بھی تگ ہیں رحمت نازل ف۔ حضرت سليمان مصلحت نے ساتھیوں سے فرمایا کہ وابس گردوں میں جلدی پہنچ جاؤ درجہ بھیگ جاؤ گے رب تعالیٰ نے چیزوں کی دعا تول کر لی ہے۔ رب تعالیٰ کی مرضی ہے جس کی چاہے دعا قبول کرے اور جس کی چاہے قبول نہ کرے۔ ساری قبول اورے اسکی قبول اورے اس کی مرضی ہے وہ کسی کا پابند نہیں ہے۔

مدینہ طیبہ میں مسجد بنوی کے جنوب مغرب کی طرف ایک چھوٹی مسجد ہے اس کا نام ہے انجاہہ۔ اس جگہ آنحضرت ﷺ نے تین دعائیں مانگی تھیں رب تعالیٰ نے وقوف فرمائیں اور تیسری منظور نہ فرمائی۔ ایک دعا یہ تھی کہ اے پروردگار میری سازی کی سایہ کی امت کسی آسمانی آفت میں ختم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے منظور ہے کہ ساری امت کسی سیلا بزرگ میں یا کسی آسمانی آفت میں ختم نہیں ہوگی۔ دوسری دعا کہ میری امت کو کافرنہ ختم کرویں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساری دنیا کے کافر جمع ہو کر بھی مسلمانوں کے وجود کو ختم نہیں کر سکتے۔ تیسری دعا: اے پروردگار مسلمان آپس میں نہ لڑیں۔ فرمایا یہ مغلوق نہیں ہے۔ اس کی حکمت رب تعالیٰ جانتا ہے۔ دعا قبول کرنا رب تعالیٰ کا کام ہے ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز ہے۔

حضرت نوح ﷺ نے کہا ﴿وَإِلَا تَغْفِرْنِي﴾ اور اگر آپ مجھے نہیں بخشیں گے ﴿وَتَرْحِيمْنِي﴾ اور رحم نہیں کریں گے ﴿أَكُنْ قَنَطِيرَتِنِي﴾ تو ہو جاؤں گا میں نقصان اٹھانے والوں میں سے۔ کلم پڑھ اور سن پڑھے ہو کہ کشتی جودی پہاڑ جس کا نام تو رات میں اور ارات ہے پر جائیگی۔ جس وقت پانی اتر گیا ﴿قَيْلَ﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا ﴿لَيْلَةُ الْيُثُومِ اهْبِطْ إِلَيْنَا مَنْ أَعْشَى﴾ اے نوح ﷺ! اتر جاؤ نیچے سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے ﴿وَبَرَّكْتَ عَلَيْنَا﴾ اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں ﴿وَعَلَى أُمَّمٍ مَّعَنِّيْمَ مَعَكَ﴾ اور ان خاندانوں پر بھی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اب پانی خشک ہو گیا ہے اپنا کام کرو جو تم نے کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نوح ﷺ کی کل عمر چورہ سو سال تھی۔ چالیس سال بوت سے پہلے ساڑھے نو سال تبلیغ کی، اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ اتنی عمر میں بھی ان کے سرادر ڈاڑھی کے بال سیاہ رہے۔ پہلا شخص جس کی ڈاڑھی اور سر کے بال سفید ہونے شروع ہوئے ہیں وہ حضرت ابراہیم ﷺ ہیں۔ حضرت آدم ﷺ کی عمر ہزار سال تھی بال کا لے تھے۔ حضرت نوح ﷺ کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کی عمر سات سو ستر (۷۷) سال تھی بال کا لے تھے۔ حضرت نوح ﷺ کی عمر چورہ سو سال تھی بال کا لے تھے۔ حضرت ابراہیم ﷺ نے جب سفید بال دیکھے تو تعجب کیا اے پروردگار! یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ دقار اور عزت ہے۔ عرض کیا زیذی و فقار اے پروردگار! میری عزت اور بڑھادے۔ حضرت ابراہیم ﷺ کی عمر مبارک دو سو سال تھی۔

﴿وَأَمَّمْ﴾ اور کچھ امتیں ایسی ہیں ﴿سَبِيعُهُمْ﴾ جن کو ہم فائدہ پہنچا سکیں گے ﴿لَمْ يَسْتَهِمْ بِشَاعِدَاتِ الْيَمِّ﴾ بھر پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب۔ کفر، شرک کی وجہ سے، نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کے احکام ٹھکرانے کی وجہ سے سزا ہوگی۔ یہ نوح ﷺ کا واقعہ رب تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿تَلَكَ مِنْ أَنْتَآ وَالَّتَّيْبَ﴾ یہ واقعہ غیب کی خبروں میں سے ہے ﴿لَنْوَجِينَهَا إِلَيْنَكَ﴾ ہم وحی کرتے ہیں اس واقعہ کی آپ کی طرف، بذریعہ وحی آپ کو بتایا ہے ﴿مَا لَكَ تَعْلَمْهَا آئَشَ﴾ آپ اس واقعہ کو نہیں جانتے تھے ﴿وَلَا تُؤْمِنَكَ مِنْ تَبَلَّلَ هَذَا﴾ اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی اس سے پہلے یعنی ہمارے بتانے سے پہلے۔ بات بھی لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نوح ﷺ کے اس واقعہ کو ہمارے بتلانے سے پہلے نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔

### غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا

لیکن غلط کارلوگوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا ہوتے ہی سارا غیب حاصل ہو گیا تھا۔ بھائی سوال یہ ہے کہ، اگر سارا غیب حاصل ہو گیا تھا تو یہ بھیجنے کی کیا ضرورت تھی، قرآن نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیوں کہ قرآن بھی تو غیب تھا یہ کیوں اُتر اور کس پر اُتر؟ حالانکہ قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے چالیس سال بعد نازل ہوا جس میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس واقعہ کو اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ لوگوں نے خود کہانیاں بنائی ہوئی ہیں خدا پناہ۔ تو یاد رکھتے اہل اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عالم الغیب نہیں ہے، نہ کوئی حاضر ناظر ہے، نہ کوئی مختار کل ہے، نہ کوئی دشمن ہے، نہ فریاد رکھ سے، نہ حاجت رو اور مشکل کشا ہے۔ یہ فروعی سائل نہیں ہیں بلکہ بیوادی عقائد ہیں۔ اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا قطعاً مسلمان نہیں ہے چاہے کلمہ پڑھے، چاہے نمازیں پڑھے، چاہے روزے رکھے۔ ﴿فَأَنْصِرْهُ﴾ پس آپ صبر کرنی۔ جس طرح نوح عليه السلام نے قوم کے اذیت دینے پر صبر کیا آپ بھی صبر کریں۔ نوح عليه السلام کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے نقل کیا ہے۔ ﴿إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾ بے شک اچھا انعام پر ہیز گاروں کو ہلی اللہ تعالیٰ فتح اور کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ باطل پر چلنے والے تباہ و بر باد ہوتے ہیں۔

### حکم عاد و نوح

﴿وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُنُودٌ﴾ اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجا ﴿قَالَ﴾ انہوں نے کہا ﴿يَقُولُونَ أَعْبُدُوا اللَّهَ﴾ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی ﴿هَالَّذِمُ فِيهِ الْوَغْيَرُ﴾ نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبد و اس کے سوا ﴿إِنَّ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ﴾ نہیں ہو تم مگر افتراء باندھنے والے ﴿يَقُولُونَ﴾ اے میری قوم ﴿لَا أَسْلَمُ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾ میں نہیں سوال کرتا تم سے اس پر کسی معاوضے کا ﴿إِنَّ أَجْرَى إِلَّا عَلَى الظَّالِمِ فَضَرَبَنِي﴾ نہیں ہے میرا معاوضہ مگر اس ذات پر جس نے مجھے پیدا کیا ﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ کیا پس تم سمجھتے نہیں ﴿وَلَيَقُولُ إِنْ شَفَعْرُ وَإِنْ يَقُولُ﴾ اور اے میری قوم اپنے رب سے بخشش طلب کرو ﴿لَمْ يُؤْتُوا إِلَيْهِ﴾ پھر اس کی طرف رجوع کرو ﴿لَا يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ قِدْرَاتِهِ﴾ اور وہ چھوڑے گا تمہارے اوپر آسمان کو بارش برسانے والا ﴿وَيَرِدُ كُمْ قَوْلًا إِلَى قُوَّلَتِهِ﴾ اور زیادہ کرے گا تمہارے لیے قوت کو تمہاری قوت کے ساتھ ﴿وَلَا تَسْأَلُوا مُجْرِيَهُنَّ﴾ اور نہ پھر و تم جرم کرتے ہوئے ﴿قَالُوا﴾ کہا انہوں نے ﴿لَيَقُولُونَ مَا جُنَاحُنَا بِهِنَّ﴾ اے ہود (صلی اللہ علیہ وسلم)! نہیں لائے تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ﴿وَمَا نَحْنُ بِشَارِكُنَّ﴾ اور نہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبدوں کو ﴿عَنْ قَوْلِكَ﴾ تیری بات کی وجہ سے ﴿وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ اور نہیں ہم تیرے اوپر ایمان لانے والے ﴿إِنَّ لَقُولَ﴾ ہم نہیں کہتے ﴿لَا﴾

اعتلک بعض الہمیت اپس تو ھے مگر تکلیف پہنچائی ہے تجھے ہمارے خداوں میں سے بعض نے ﴿قال﴾ فرمایا ہو رہا ہے لیکن نے ﴿لَئِنْ أَشْهَدُ إِلَّا إِنَّمَا شَهَدَ لَكُونَ﴾ بے شک میں گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو ﴿وَأَشْهَدُ وَآنَ﴾ اور تم بھی گواہ بن جاؤ ۖ آئی بیوی ۖ عَمَّا نَسْرِكُونَ ۖ بے شک میں بیزار ہوں اس چیز سے جو تم شرک کرتے ہو ﴿مِنْ دُونِهِ﴾ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے ﴿فَكَيْدُونِي جَيْبِي﴾ پس تم سب کراوتے بیر میرے خلاف ﴿لَمْ لَا شَظَرْدُونَ﴾ پھر تم مہلت نہ دو ۖ اینی تو گلکٹ عَلَى اللَّهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۖ بے شک میں نے بھروسا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے ﴿قَائِمُنَدَّاَبَقَوْهُ﴾ نہیں ہے کوئی جاندار چیز ﴿إِلَّا هُوَ أَخْذِنَا صَيْتَهَا﴾ مگر وہ پکڑنے والا ہے اس کی پیشائی کو ﴿إِنَّ رَبِّيْ عَلَى صَرَاطِ مُسْتَقِيمٍ﴾ بے شک میرا رب سید ہے راستے پر ہے۔

اس سے پہلے دور کو عوں میں حضرت نوح ﷺ کی قوم کی غرقابی کا ذکر تھا کہ حضرت نوح ﷺ نے نوسو پچاس سال تبلیغ کی لیکن وہ بوگ ضد سے باز نہیں آئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کو سیلا ب میں تباہ کیا۔ نوح ﷺ کے بعد جو قوم دنیا میں آئی اس قوم کا نام عاد ہے۔ عاد نوح ﷺ کا پڑ پوتا تھا۔ شجرہ نسب اس طرح ہے: عاد بن ارم بن سام بن نوح ﷺ۔ اس کی آنے سلسلی۔ اس قوم کے علاقے کے متعلق تاریخ والے بتلتے ہیں کہ ایک طرف بحران دوسری طرف عمران تیسری طرف مغربی یمن اور چوتھی طرف حضرت موت ہے اس کے درمیان کا علاقہ تھا۔ آج کل کے جغرافیہ میں ریح خالی دھماکہ بھی کہتے ہیں، ریتلہ علاقہ ہے۔ عاد قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود ﷺ کو مبعوث فرمایا اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿إِلَى عَادٍ أَخْاهُمْ هُنُّا﴾ آئی اُر سُدُنَا ای عاد اور ہم نے عاد قوم کی طرف ان کے بھائی ہود ﷺ کو بھیجا۔ بھائی اس لیے فرمایا کہ وہ قوم کے ایک فرد تھے۔ جس طرح اس ملک میں بندو بھی ہیں، سکھ بھی ہیں، عیسائی بھی ہیں، یہودی بھی ہیں، پارسی وغیرہ بھی ہیں۔ تو برادران وطن ہونے میں تو سارے شامل ہیں۔ ﴿قَالَ﴾ حضرت ہود ﷺ نے فرمایا ﴿يَقُولُونَ إِنَّمَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ مَا لَكُمْ فَنِ إِلَهُ الْغَيْرَةَ﴾ اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمھارے لیے کوئی معبد و اس کے سوا تمام چینبروں کا سبق اسی جملہ سے شروع ہوتا ہے۔ یہی سبق حضرت نوح ﷺ نے دیا تھا اور یہی سبق حضرت ہود ﷺ نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سو تمھارا کوئی النہیں ہے۔ اے کامعٹی ہے معبود، عبادت کے قابل، خالق۔ ال کامعٹی حاجت رو، مشکل کشا، فریاد ریں، دست گیر، مالک، مُقْتَن، قانون ساز۔ اللہ تعالیٰ کے سو امکونوں کے یہی قانون بنانے کا اختیار کسی کو نہیں ہے بنائے گا تو ظالم ہو کا خلاف شرع ہو گا۔

﴿إِنَّ أَنْتَمُ إِلَّا مُفْتَرُونَ﴾ نہیں ہو تم مگر افتراء باندھنے والے۔ تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا جو معبود بنائے اور گھرے ہوئے ہیں وہ نہ افتراء اور جھوٹ ہے ﴿يَقُولُونَ لَا أَسْلَمُونَ عَلَيْهِ أَنْجِزَ﴾ اے میری قوم! میں نہیں سوال کرتا تم سے اس پر گھرے سماو نہیں کہ۔ تبلیغ تھیں شدی لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہوں تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا مگر تم کسی عطا فیض میں جلا

ہو تو میرا یہ اعلان کن لو # ان اچھی ہی الٰہٗ عَلٰی الٰہٗ عَلٰی فَطَرَتِی # نہیں ہے میرا معاوضہ مگر اس ذات پر جس نے مجھے پیدا یا بے۔ ہے  
نے مجھے پیدا کیا ہے وہ مجھے اس کا اجر و ثواب اور معاوضہ دے گا میں تم سے کوئی چیز لینے کا روا دار نہیں ہوں ۶ أَفْلَأْ تَعْقِلُونَ ۷ یہ  
پس تم سمجھنے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری اصلاح کے لیے بھیجا ہے اور تم سے کچھ لینا بھی نہیں ہے اور تمھیں میں مقامِ اسما۔  
کی دعوت دے رہا ہوں کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ ذات میں اور نہ صفات میں، نہ افعال  
میں۔ یہ بھری سیدھی ساری ہی اور موٹی مولی باقی تمھیں سمجھنے نہیں آتیں۔

دیکھو ایہاں اگر کچھ عرصہ بارش نہ ہو تو کنوں میں خشک ہو جاتے ہیں نہروں میں پانی آم بوجاتا ہے اور جہاں تین سال تک بارش نہ ہواں علاقتے کا کیا حل ہوگا۔ حضرت ہود ﷺ کی قوم پر خشک سالی آئی تین سال تک بارشیں نہ ہو سکیں۔ اس کا تجھے یہ ہوا لہ پالی لے چکے خشک ہو سکے، درخت تک حشک ہونے، تو ان نے قل مہانِ سرسوں ردوں اور بندے بننے سے برجٹ میں تھے تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت ہود ﷺ نے فرمایا ﴿وَيَقُولُ إِنْسَنٌ فَرَأَى رَبَّهُ أَوْ رَأَى قَوْمًا﴾ اپنے رب سے بخشش طلب کرو، کفر شرک سے معافی مانو ﴿إِنَّمَا يُؤْتَ إِلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ پھر اس کی طرف رجوع کرو اس کی بندگی اور عبادت کرو ﴿لِيُذَلِّلَ النَّسَاءَ عَلَيْكُمْ قِدْرَةُ أَمْرِهِ﴾ اور وہ چھوڑے گا تمہارے اوپر آسمان کو بارش برسنے والا یعنی لگاتار بارش ہوگی۔ یہ بات سن کر کچھ عرصہ تو خاموش رہے پھر انہوں نے کہا کہ اگر تیری وجہ سے بارش ہوئی ہے کہ تم تیر اکلمہ پڑھ لیں تیری باقیں نہ اور ان پر عمل کریں تو بارش آئے گی تو ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ضد کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ ان کے علاقے کا نام احباب تھا جس کا ذکر چھبیسویں پارے میں ہے۔ چنانچہ تین سال تک مسل بارش نہ ہوئی اس کے بعد بادل کا یک بخدا نظر آیا بڑے خوش ہوئے، بھنگڑ ڈال اور کہنے لگے ہذا عمارض مُنْظَرُنا یہ بادل ہے ہم پر بارش برسے گا۔ ”ترمذی شریف صحابہ میں سے ہے۔

”اُن کو را کھا اور خاک کر کے رکھ دے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔“

رِمَادًا رِمَادًا لَا تَنْدُرْ مِنْ عَادٍ أَحَدًا.

لیکن انہوں نے اس سے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ وہ بادل جب ان کے قریب آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں سے نہ تندو ہمیر ہوا نگلی ان کو اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ حالانکہ ان کے بڑے بے بیتے تھے اور بڑی قوت والے تھے۔ بتتے تھے [فِي مَنِ أَشْدَى مِنَ الْمُؤْمِنِ] [سم سجدہ: ۱۵] "ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟" ہوانے اٹھا کر کسی کو ایک میل پھینکا کسی کو، میل چڑھا۔ لاشیں اس طرح پڑی تھیں [كَانَهُمْ أَعْجَالًا عَذَابَنَا] [قرآن: ۲۰] "جبہا کروہتے ہیں اکھڑتی ہوئی بھجوڑوں کے۔" ایک لمحہ انہیں زندوں چھا۔ دیکھو انہوں کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے پانی میں تباہ ایسا عالم کر دیا جانہ! اور چڑھوں کی حیات کا ذریعہ ہے۔ مگر وہ صد سے ہاتھ تو عذاب بن گیا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ریلے تباہ کیا۔ حالانکہ ہوا وہ ہے جس کو آدمی خود حصیق کر انہوں نے جاتا تھا۔ اس فرما وہ سمات سے۔ [أَنَّمَا تُنَزَّلُ إِلَيْكُم مِّنَ الْحَمْدِ لِنَفْسِنَا وَنَحْنُ جَبَّاءُ صَدَّقَتْ بِرَبِّنَا وَعَذَابَنَا] [سیدنے: ۱۰]

تو حضرت ہود ﷺ نے فرمایا کہ تو بہ کرو اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو وہ بارش بر سارے گا (فَلَقِدْ كُنْ فُؤَادًا لَّكُوْنَتُمْ) اور زیادہ کرے گا تمہارے لیے تو تکوہ کو تمہاری قوت کے ساتھ۔ پہلے جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ بھی رہے گا اور مزید بھی دے گا۔ بارشیں ہوں گی فصلوں اور چلوں کی فراہمی ہو گی (وَلَا يَسْأَلُونَ أَمْهَرَ مِنْهُ) اور نہ پھر و تم جرم کرتے ہوئے، حق کی طرف پشت نہ کرو۔ (قَالُوا لَهُ كَبَّنَ لَكَ لِيَقْوُدُ مَا يَعْذِلُنَا بِيَقْوَتِهِ) اے ہود (عليه السلام)! نہیں لائے تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل۔ بھائی واضح دلیل کیا ہے؟ تم کے واضح دلیل کہتے ہو؟ وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور یہ پروگرام لے کر آیا ہوں کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سو تمہاری کوئی معبدو نہیں ہے۔ کتنی واضح بات ہے گردنہ ماننا ہو تو کہتے ہیں ہمیں تیری باتیں سمجھنے ہیں آتیں۔

کہنے لگے اور سن لو! (فَإِذَا مَاتَ مُنْ يَتٍ بَرِّيَّ كَمِ الْعَقْنَى أَعْنَتْ قَوْلِكَ) اور نہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبدوں کو تیری بات کی وجہ سے۔ مم ۳ میں ہمارے خداوں سے پھیر کے اور ہٹاتے ہو۔ ہم نہیں مانیں ہے اور صاف لفظوں میں سن لو! (فَوَمَاتَ مُنْ يَتٍ بَرِّيَّ كَمِ الْعَقْنَى يَهُوْ مِنْهُنْ) اور نہیں ہم تیرے اوپر ایمان لانے والے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کتنے پیارے الفاظ سے سمجھاتے ہیں (فَلَقِيْرُوهُ) اے میری قوم! اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں تمہاری بات سمجھنے ہیں آتی اور ہم تیرے کہنے کی وجہ سے اپنے خداوں ہو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی ہم تیرے اوپر ایمان لا سکیں گے۔ بلکہ اتنی بات (إِنَّ لَقَوْلَ إِلَّا اغْتَرَبَ بَعْضُ الْهَمَّةِ بِسُوءِهِ) ہم نہیں کہتے مگر تکلیف پہنچائی ہے تجھے ہمارے خداوں میں سے بعض نے۔ آپ پاگلوں والی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں (لَعْنَدَ اللَّهِ تَعَالَى) کہ ہمارے خداوں کی توہین کرتے ہیں یہ ہمارے خداوں نے تجھے پاگل بن دیا ہے، تیری مت ماری گئی ہے۔ ہر مجلس میں کہتے ہو (لَيَقُولُ الرَّحْمَنُ اللَّهُ مَا كُلُّمَ قِنْ الْوَعِيْرَةَ) نہ تیرے لیے کوئی غنی ہے نہ خوشی ہے۔ تجھے صرف ایک ہی رث یاد ہے اللہ کی عبادت کرو اس کے سو کوئی معبدو نہیں ہے کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔

(قَالَ) حضرت ہود ﷺ نے فرمایا (إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ) بے شک میں گواہ بناتا ہوں اللہ تعالیٰ کو (وَأَشْهَدُ قَوْنَ) اور تم بھی گواہ بن جاؤ (أَنِّي تَبَرِّي قَوْنَى شُرُونَ) بے شک میں بیزار ہوں اس چیز سے جو تم شرک کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے میں ان سب سے بیزار ہوں (مِنْ دُونْهِمْ) اللہ تعالیٰ سے درے درے (فَلَكِنَّا وَنِي جَيْنِيَا) پس تم سب مل کر کرو تدیری میرے خلاف (فَمَ لَا يُنْتَظِرُونَ) پھر تم مہلت نہ دو۔ تم اپنے خداوں کے ساتھ مل کر جو میرا بکار سکتے ہو بکار ہو۔ حضرت ہود ﷺ نے فرمایا (إِنِّي تَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى وَرَبِّنِيْمْ) بے شک میں نے بھروسا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ کیوں کہ حضرت ہود ﷺ کے ساتھ تھوڑے سے آدمی تھے اور حق والے ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں۔

ایک موقع پر کئے والوں نے کہا تھا کہ لوگوں سے رائے لے لیتے ہیں جس طرف لوگ زیادہ ہوں ان کی بات مان لین چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کثیرت کی بات نہیں مانی اکثریت تو مگر اہوں کی ہے (وَإِنْ شَاءَ مُكْرِمٌ فِي الْأَرْضِ يُؤْخِلُهُ كَمِ) [اندیم: ۱۱۶] اور اگر آپ اطاعت کریں ان لوگوں کی جو اکثر ہیں زمین میں تو بہکادیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ لیکن حق حق ہوتا ہے چاہے آدمی تھوڑے ہوں۔

کئی دفعوں پر چکے ہو بخاری شریف، مسلم شریف، ابو عوانہ میں حدیث ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ایسے پیغمبر بھی آئیں گے کہ ان کے ساتھ چار آدمی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ تین آدمی ہوں گے اور ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے ساتھ دو آدمی ہوں گے اور ایسے پیغمبر بھی ہوں گے کہ یَعْلَمُ اللَّهُ الْقِيَّمَ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ "پیغمبر آئے گا اور اس کے ساتھ ایک اُمیٰ بھی نہیں ہو گا۔" گھر کے افراد بھی ساتھ نہیں ہوں گے لیکن اس کے باوجود کامیاب اور جھنوں نے نہیں مانا وہ ناکام اور نامراجب۔ تو حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے۔ رب تو سب کا مشتر کہ ہے۔ اور رب وہ ہے ﴿مَا مِنْ ذَا بِقُوَّةٍ إِلَّا هُوَ أَحْدَاثُهُ أَوْ يَصْنَعُهُ﴾ نہیں ہے کوئی جاندار چیز مگر وہ پکڑنے والا ہے اس کی پیشانی کو۔ سب کے سب رب تعالیٰ کے قبضے میں ہیں کوئی چیز اس کی ملکیت اور تصرف سے خارج نہیں ہے۔ اور میری قوم یاد رکھو! ﴿إِنَّ رَبَّنِي عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ ہے بے شک میرا رب سید ہے راستے پر ہے۔ صراط مستقیم پر چلو گے تو تھیں رب ملے گا اس کی رضا اور خوش نوادی حاصل ہو گی۔ مزید بات آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

### ہود میں مذکورہ حدیث

﴿قَالَ تَوَكَّلْنَا﴾ پس اگر تم اعراض کرو گے ﴿أَنْقَدَ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ مَا أَنْهَا سَلَطْتُ إِلَيْهِ إِلَيْكُمْ﴾ پس تحقیق میں پہنچا چکا ہوں وہ بات جو میں دے کر بھیجا گیا تھا تمہاری طرف ﴿وَيَسْعَلُفُ سَرَابِيْنَ قَوْمًا غَيْرَ كُمْ﴾ اور جانشین بنائے گا میرا رب کسی قوم کو تمہارے سوا ﴿وَلَا تَنْهَا دُنْيَةً شَيْئًا﴾ اور تم اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکو گے ﴿إِنَّ رَبَّنِي عَلَى مُلْكٍ شَنِيعٍ﴾ بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿وَلَمَّا جَاءَهُ أَمْرٌ نَّاهِيٌ﴾ اور جس وقت آیا ہمارا حکم ﴿نَبَيَّنَتْ لَهُ دُنْدَبِيْلَهُ﴾ ہم نے نجات دی ہو دعا ﴿لِلَّهِ الْذِي نَّصَّنَ أَمْوَالَهُ﴾ اور ان لوگوں کو جوان کے ساتھ ایمان لائے تھے ﴿بِرَحْمَةِ رَبِّهِ﴾ اپنی مہربانی کے ساتھ ﴿وَنَجَّيَّبَهُمْ مِنْ عَذَابٍ عَلَيْنِيْلَهُ﴾ اور نجات دی ہم نے ان کو گاڑھے عذاب سے ﴿وَنَّلَكَ عَادَ﴾ اور عیاد ہیں ﴿جَحَدُوا بِإِلَيْتِ بَرَبِّهِمْ﴾ جھنوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا ﴿وَعَصَوْا أَمْرَهُ﴾ اور انہوں نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی ﴿وَالْبَيْعُونَ أَمْرَ مُحْمَّدٍ جَبَّانَهُ عَنِيدِيْلَهُ﴾ اور انہوں نے پیروی کی ہر جبر کرنے والے سرکش کے حکم کی ﴿وَأَتَمْعَوْا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لِعَنَّةً﴾ اور لگادی گئی پیچھے اس دنیا میں لعنت ﴿وَنَّيْمَ الْقِيَّمَةَ﴾ اور قیامت والے دن بھی ﴿أَلَا إِنَّ عَادَ أَكْفَرُ وَآرَبَّهُمْ﴾ خبردار بے شک قوم عاد نے اپنے رب کے احکام کا انکار کیا ﴿أَلَا بَعْدًا لَعَادَ﴾ خبردار بزبادی ہوئی عاد کے لیے جو ہو دعا ﴿لِلَّهِ كَمَّنْ كَمَّ﴾ کی قوم تھی۔

### ہود میں نے بھی وہی پروگرام پیش کیا جو نوح میں نے پیش کیا ہے

اس سے پہلے دور کوئوں میں حضرت نوح ﷺ اور ان کی قوم کا ذکر تھا کہ نوح پیغمبر کی قوم نے جب نافرمانی کی تو

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس قوم کو تباہ کر دیا اور تباہ ہونے والوں میں نوح ﷺ کا بیٹا بھی تھا۔ باپ اور پیغمبر کی نسبت بھی کچھ کام نہ آسکی۔ حضرت نوح ﷺ نے پورا زور لگایا مگر وہ ضد پر اڑا رہا کفر سے باز نہیں آیا اور تباہ ہونے والوں کے ساتھ تباہ ہو گیا۔ اس رکوع میں حضرت ہود ﷺ اور ان کی قوم کا ذکر ہوا ہے۔ حضرت نوح ﷺ کے بعد حضرت ہود ﷺ کا اللہ تعالیٰ نے مسجوت فرمایا عاد قوم کی طرف۔ یہ بڑی ڈیل ڈول والی اور قد آور قوم تھی۔ سورہ شعرا آیت نمبر ۱۳۰ میں اس قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَإِذَا يَطْشُمُ بَطْشُمَ جَهَنَّمَ إِنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ اور جب تم کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو گرفت کرتے ہو ظلم کے ساتھ۔“ کہ کچھ مر نکال دیتے ہوں۔ اور لاکارتے اور نعرہ نمارتے تھے ﴿هَمْنَ أَكْثَرُهُمْ مُنَاجِحُهُمْ﴾ [ختم مجده: ۱۵] ”ہم سے زیادہ طاقت درکون ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقت در ہے۔ رب تعالیٰ سب سے بڑا طاقت در ہے مگر جس وقت کسی قوم میں غرور اور گھمنڈا جائے تو اس کا داماغی توازن قائم نہیں رہتا۔

حضرت ہود ﷺ نے بھی وہی سبق پیش کیا جوان سے پہلے نوح ﷺ نے پیش کی تھا ﴿يَقُولُ مَا أَعْبُدُ وَاللَّهُ هَالَّكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِهِ﴾ ”اے میری قوم! عبارت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے ساتھ اکوئی مغبود نہیں ہے۔“ یہ جو بزرگوں کے بتنا کران کی تم پوچھا کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ بھی عبادات کے لائق ہیں یہ سب تمحارا افتراء ہے۔ حضرت ہود ﷺ قوم کو سمجھاتے رہے پھر آخر میں فرمایا ﴿فَنَّ تَوَكَّلَنَّ﴾ پس اگر تم اعراض کرو گے ﴿فَقَدْ أَبْلَغْتُمُهُمَا أَنْهِىَ سُلْطُتُهُ إِلَيْكُمْ﴾ پس میں پہنچا چکا ہوں وہ بات جو میں دے کر سمجھا گیا تھا تمھاری طرف۔

### پیغمبر کا کام پیغام پہنچانا ہے منوانا نہیں

پیغمبر کا کام ہے حق کی بابت پہنچا دینا۔ منوانا پیغمبر کے فریضہ میں داخل نہیں ہے۔ پہلے پارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِنَّ رَسُولَنَا بِالْحَقِّ يَتَبَعِيهِ مَوْلَانِيَّا وَلَا تَشْكُ عَنْ أَصْلِبِ الْجَحْنَمِ﴾ [سورۃ البقرہ: ۱۱۹] ”بے شک، ہم نے آپ کو حق کے ساتھ پہنچا ہے خوش خبری دینے والا اور ذرائے والا اور آپ نے روز خیوں کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔“ یہ اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء ﷺ کو فرمایا ہے۔ کہ قیامت والے دن آپ سے یہ سوال نہیں ہو گا کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں۔ کیوں؟ یہ سوال دو وجہ سے ہو سکتا تھا ایک یہ کہ پیغمبر تبلیغ نہ کرتے اور تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے لوگ دوزخ میں چلے جاتے تو اس کو تابی کی وجہ سے سوال ہوتا کہ انہوں نے فریضہ ادا نہیں کیا۔ اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی پیغمبر فریضہ ادا نہ کرے خصوصاً آنحضرت ﷺ سے۔ اس لیے آپ ﷺ سے یہ سوال نہیں ہو گا کہ یہ دوزخ میں کیوں گئے ہیں؟ اور دوسرا وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہدایت دینا پیغمبر کے اختیار میں ہوتا اور وہ اختیار کو استعمال نہ کرتے اور لوگوں کو ہدایت نہ دیتے تو پھر سوال ہو سکتا تھا کہ تم نے ان کو ہدایت کیوں نہیں دی؟ اور ہدایت دینا رب تعالیٰ کا کام ہے پیغمبر کا کام نہیں ہے۔ سورۃ القصص آیت نمبر ۶۵ میں ہے ﴿إِنَّكَ لَا تَقْدِيرُ مِنْ أَحْبَبَتْ وَلَكَ اللَّهُ تَقْبِيرٌ مِنْ يَشَاءُ﴾ ”اے نبی کریم ﷺ! آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کے ساتھ آپ کی محبت ہے اور لیکن اللہ تعالیٰ

ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔“

کیا حضرت آدم مجید نے اپنے بیٹے قابیل پر زور نہیں لگایا کہ اپنے بھائی کو ناصیحت نہ کر؟ پنجیر تھے سب انسانوں کی اصل تھے مگر پہلا قابل نہیں مانا۔ حضرت نوح مجید نے زور لگایا اپنے بیٹے کنعان پر مگر وہ نہیں مانا، حضرت نوح مجید نے اپنی بیوی پر زور لگایا مگر نہیں مانی، حضرت لوط مجید نے اپنی بیوی کو سمجھایا مگر نہیں مانی، حضرت بر ایتم مجید نے اپنے باپ آزر کو سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن نہیں مانا، آخر حضرت ملکہ نبیلہ مجید نے اپنے مہربان پچا ابو طالب کو منانے کی انتہائی کوشش کی مگر نہیں مانے۔ کیوں کہ ہدایت دینا پنجیر کے اختیار میں نہیں ہے ہدایت دینا صرف رب تعالیٰ کا کام ہے۔ پنجیر کا کام بات کو پہنچا دینا ہے۔ سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۲۷ میں ہے ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بِلَغْةِ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنِّي رَبِّكَ﴾ ”اے اللہ تعالیٰ کے پنجیر آپ پہنچا دیں جو احکام زل کیے گئے ہیں آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے ﴿وَإِنَّمَا تَقْعُلُ قَمَالَيْلَفَتَ إِنْسَالَتَهُ﴾ اور اگر آپ نے ایمانہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کا حق ہی ادا نہیں کیا۔“

یہاں پر ہود میں فرماتے ہیں کہ پہنچی اگر تم اعراض کرو گے تو پس تحقیق میں پہنچا چکا ہوں وہ احکامات جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں تمہاری طرف۔ اس میں میں نے کوئی کمی پیشی نہیں کی اور یاد رکھو! ﴿وَيَسْعَلُهُنَّى تَوْمَا عَيْزَرُ كُمْ﴾ اور جاتین بنائے گا میر ارب کسی قوم کو تمہارے سوا تخصیص تباہ و بر باد کر کے کسی اور قوم کو لا کر یہاں آباد کرے گا ﴿وَلَا تَنْهَا ذَرَهُ شَيْئًا﴾ اور تم اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ بھائی مخلوق رب تعالیٰ کا کیا بکار ہے؟ مخلوق میں سے بڑی سے بڑی بھی رب کا کیا بکار ہے؟ نفع نقصان کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام نافع ہے، نفع دینے والا۔ اور ایک نام ضار، ضرر دینے والا۔ نفع دینا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں اور ضرر دو رکنا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ گیارہ صوال پارہ سورت یوسف میں ﴿وَإِن يَتَسْنَكَ اللَّهُ بِضُرِّ قَلْلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُؤْذَنُ بِخَيْرٍ قَلَّ رَأَدَ لِفَضْلِهِ﴾ ”اور اگر پہنچائے تجوہ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں سو۔ اللہ تعالیٰ کے اور اگر پہنچائے تجوہ کو بھلانی تو کوئی پھر نے والا نہیں اس کے فضل کون؟“

اور یاد رکھو! ﴿إِنَّمَا تَنْهَا عَنِ الْجُنُونِ شَيْئًا حَفِظْ﴾ بے شک میر ارب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ ہر چیز کی حفاظت کرنے والا صرف میر ارب ہے۔ میری حفاظت بھی کرے گا میرے ساتھیوں کی حفاظت بھی کرے گا، وہ ایمان کی بھی حفاظت کرے گا۔ ہمیں تمہاری دھمکیوں کا کوئی خوف نہیں ہے۔ ﴿وَلَئِنْجَاءَ أَمْوَالَهُ﴾ اور جس وقت آیا ہوا حکم ﴿تَبْيَانًا لِهُوَ دَاهِ﴾ ہم نے نجات دی ہو دیں کو ﴿وَالَّذِي نَيْتَ أَمْوَالَمَهْمَةَ﴾ اور ان لوگوں کو جوان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو بھی نجات دی ﴿بِرَحْمَةِ مَنَّا﴾ اپنی مہربانی کے ساتھ۔

### عادوں نے ضد کی انتہا کر دی ہے

کچھ تفصیل پہلے تم سن چکے ہو کہ ان کا علاقہ احلاف تھا یہ بحرین، عمان، نجران، عمان، حضرت موت کے درمیان کا وسیع علاقہ۔

بے۔ تقریباً تین سال مسلسل بارش نہ ہوئی خشک علاقہ تھا، کنوں کا پانی خشک ہو گیا، جسے خشک ہو گئے، درخت جملس گئے، جانور بھوک پیاس سے مرنے لگے۔ حضرت ہود ﷺ نے فرمایا اے میری قوم! تو بہ کرو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو (لیزیل الشفاء علیکمْ مُدْعَىَهَا هَبَّه) ”چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ آسمان کو تمہارے اوپر بارش برسانے والا۔“ لگتا تار بارش بر سائے گا۔ قوم نے بیک زبان ہو کر کہا کہ اے ہود (علیہ السلام) اگر تیری وجہ سے بارش ہوئی ہے تو ہمیں ایک قطرے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ پھر اس طرح ہوا کہ ایک نکڑا بادل کا ان کی آبادیوں کی طرف آیا۔ بڑے خوش ہوئے ایک دوسرے کو منبارک باد دینے لگے، مبارک ہو بادل آگیا۔ اس بادل میں سے آواز آئی:

رِمَادَأْ رِمَادَأْ لَا تَنْدُ مِنْ عَادٍ أَحَدًا.

”ان کو راکھ کر دوان میں سے ایک آدمی کو بھی نہ چھوڑو، کوئی زندہ نہ بچ۔“

وہ بادل جب بالکل سروں کے قریب آگیا تو اس میں سے ایسی تیز و تند ہوا نکلی کہ اس نے بڑی بڑی لاشوں کو اٹھا کر میلوں دور پھینک دیا رب تعالیٰ کی قدرت کہ ہود ﷺ اور ان کے ساتھی بھی وہیں تھے ان کو کچھ نہیں ہوا۔ مجرموں کو چھوڑ انہیں اور ان کو چھیڑ انہیں۔ اسی کا ذکر ہے کہ جس وقت ہمارا حکم آیا، عذاب آیا تو ہم نے ہود ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی اپنے فضل سے (وَنَجَّبَنَّاهُمْ مِنْ عَذَابِ عَلِيلٍ) اور نجات دی ہم نے ان کو گاڑھے عذاب سے، سخت عذاب سے۔ باد صفر صفر تند ہوا سے نجات دی (وَتَلَكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ) اور یہ عاد ہیں جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا۔ چون کہ یہ بستیاں مکہ والوں کے راستے میں تھیں وہ تاجر پیشہ لوگ تھے، شام جاتے، یمن جاتے، عراق جاتے تجارت کے لیے۔ اس زمانے میں آمد و رفت پر کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی جو بہاں چاہے جائے اور آئے۔ یہ مصیحتیں تواب بڑی ہیں جب لوگوں کی شرارتیں بڑھیں تو ہر حکومت نے پابندی لگا دی کہ پاسپورٹ اور ویزے کے بغیر کوئی آجائیں سکتا۔ تو یہ عرب کے رب تعالیٰ فرماتے جاتے تھے ان کی عمارتیں دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ اتنی بڑی بڑی عمارتیں ہیں۔ ان کی طرف اشارہ کر کے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو آثار تصمیں نظر آتے ہیں یہاں قومِ عذر ہتی تھی۔ اپنے رب کی آیات کا انہوں نے انکار کیا (وَعَصُوا نُصْلَةَ رَبِّهِمْ) اور انہوں نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی، رسول رسول کی جمع ہے۔

بظاہر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نافرمانی تو انہوں نے ایک پیغمبر حضرت ہود ﷺ کی کی ہے کیوں کہ حضرت ہود ﷺ کے زمانے میں اور کوئی پیغمبر نہیں تھا اور رب تعالیٰ نے مجع کا صیغہ بولا ہے کہ انہوں نے رسولوں کی نافرمانی کی ہے۔ اس کے متعلق مقررین کرام ﷺ نے ایک پیغمبر کی نافرمانی سب پیغمبروں کی نافرمانی ہے کیوں کہ پیغمبروں کی دعوت مشترک ہے۔ جب حضرت ہود ﷺ کی نافرمانی کی تو سب پیغمبروں کی نافرمانی کی اس لیے کہ سب کا سبق ایک تھا (لَقَوْمٌ أَغْبُدُوا إِلَهَهَ قَالَ لَنِّمْ قِنْ عَلَوْعَيْرَةَ).

(هُوَ الَّذِي أَنْهَى أَمْرَكَلْتَ جَهَنَّمَ عَنْهُمْ) اور انہوں نے پیروی کی ہر جگہ کرنے والے سرکش بکھم کی۔ عنید ضدی کو کہتے

بیں۔ جو حق کے ساتھ مکرانے والا خندی اور عناد رکھنے والا تھا اس کی بات مان لی مگر اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر کی بات نہ مانی ہے۔ **﴿وَأَتَيْعُونَى هُنَّا وَالدُّنْيَا لَعْنَةٌ﴾** اور لگادی گئی ان کے بچپے اس دنیا میں لعنت۔ دنیا میں ملعون ہوئے۔ عذاب بھی رب تعالیٰ کی لعنت ہے۔ **﴿وَتَيْزِيدُهُ الْقِيمَةُ﴾** اور قیامت والے دن بھی جب وہ انھیں گے تو ملعون ہی ہوں گے۔ رب تعالیٰ کی لعنت آئی تو ان پر عذاب آیا پھر وہ عذاب ختم ہونے میں نہیں آئے گا۔ بزرخ قبر میں عذاب، میدان حشر میں عذاب، پھر پل صراط کا عذاب، پھر دوزخ کا عذاب، لعنت ان کا بچپا نہیں چھوڑے گی۔ **﴿أَلَا يَرَى بَرْبَادُهُ خَبْرًا وَإِنَّ عَذَابَ الْكُفَّارِ ذَاهِبٌ إِلَيْهِمْ﴾** بنے شک قوم عاد نے اپنے رب کے احکام کا انکار کیا **﴿أَلَا﴾** خبردار **﴿يَعْلَمُ الْعَادَ قَوْمٌ مُّكْفُرُوْنَ﴾** بر بادی ہوئی عاقدوں کے لیے جو ہو دیا گی کی قوم تھی۔ بُعد کا لغوی معنی دوڑی ہے۔ مطلب بنے گا ووری ہوئی تباہی ہوئی قوم، دکی۔ ان کا نام و نشان مت گیا اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اور اس کے مومن ساختی و پیش پھرتے رہے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں۔

### ~~~~~

**﴿وَإِنْ شَوَدَ أَخَاهُمْ صَلِّمَ﴾** اور (بھیجا ہم نے) شمود قوم کی طرف ان کے بھائی صاحب **عليہ السلام** کو **﴿قَالَ﴾** فرمایا انھوں نے **﴿لَقَوْمٌ أَعْبُدُ وَاللَّهُ مَالِكُمْ مِّنِ الْوَغْيَرِ﴾** اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معیوداً اس کے سوا ہے **﴿فَأَنْتَ أَكُمْ بَنْ الْأَنْهَضُ﴾** اسی نے پیدا کیا تھیں زمین سے **﴿وَأَسْتَعْمَلُ كُمْ فِيهَا﴾** اور اسی نے تھیں آباد کیا اس زمین میں **﴿وَأَسْتَغْفِرُهُ﴾** پس تم اس سے بخشش طلب کرو **﴿لَمْ تُوبُوا إِلَيْهِ﴾** پھر رجوع کر دتم اس کی طرف **﴿إِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾** بنے شک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے **﴿قَالُوا﴾** کہا انھوں نے **﴿لِصَلِّمَ﴾** اے صاحب **عليہ السلام** **﴿قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مُرْبُّوْا أَقْبَلَ هَذَا﴾** تحقیق تھا تو ہمارے درمیان امید کیا گیا اس سے پہلے **﴿أَتَهْنَأُ أَنْ تَعْبُدُ﴾** کیا آپ ہمیں منع کرتے ہیں اس بات سے کہ ہم عبادت کریں **﴿مَا يَعْبُدُ أَبَا وَنَانَا﴾** جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا **﴿وَإِنَّ الْفَقِيْرَ شَانٍ﴾** اور بنے شک ہم شک میں ہیں **﴿فَمَا أَنْدَعْنَا﴾** اس چیز کے بارے میں جس چیز کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں **﴿صُرِيْبٌ﴾** وہ شک ہمیں اضطراب میں ڈالتا ہے **﴿قَالَ﴾** فرمایا صاحب **عليہ السلام** نے **﴿لَقَوْمٌ﴾** اے میری قوم **﴿أَسْرَءَنِّيْمُ﴾** بتلو تم **﴿إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيْتِهِ﴾** یعنی شریت **﴿أَفَرَأَيْتَ﴾** اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے **﴿وَالْعَنْتِيْمُ شَهِرٌ تَرْحَمَةٌ﴾** اور اس نے دی ہو مجھے رحمت اپنی طرف سے **﴿فَنَنِيْيَّ صَرِيْنِيْ مِنَ اللَّهِ﴾** پس کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے سامنے **﴿إِنْ عَصَمْتَهُ﴾** اگر میں نے اس کی نافرمانی کی **﴿فَمَا تَرْيَدُتِيْ عَبِيرٌ تَخْيِيْرٌ﴾** پس نہیں زیادہ کرو گے تم میرے لیے شوائے نقصان کے **﴿وَلَقَوْمٌ﴾** اور انے میری قوم **﴿لَهُنَّا نَقْدُهُ اللَّهُ﴾** نیا اللہ کی اوٹی ہے **﴿لَكُمْ أَيَّةٌ﴾** تمہارے لیے نشانی ہے

﴿فَذَرْهُوْهَا﴾ پس اس کو چھوڑ دو ۔ ﴿تَأْكِلُ فِي أَرْضِ اللَّهِ﴾ کھائے اللہ تعالیٰ کی زمین میں ہو ۔ ﴿وَلَا تَشْوِقَ الْمُسْتَوْعِدَ﴾ اور نہ تم اس کو ہاتھ لگا دے۔ تکلیف پہنچانے کے لئے ۔ ﴿فَيَا أَخْذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ﴾ پس کپڑے گا تھیں قریبی عذاب ۔ ﴿فَعَقِرُوهَا﴾ پس انہوں نے اونٹی کی ٹانگیں کاٹ دیں ۔ ﴿فَقَالَ﴾ پس فرمایا ۔ ﴿تَسْعَوْا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ آيَاءِ﴾ فاکنہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن ۔ ﴿هَذِلَكَ وَعْدٌ إِنَّمَا مَكْذُوبٌ﴾ یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں کیا جائے گا۔

حضرت نوح عليه السلام کی نافرمان اور مجرم قوم کے بعد دوسرے نبیر پر دنیا میں عاد قوم آئی تھی جس کی طرف اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ہود عليه السلام کو بھیجا۔ اس قوم نے بھی حضرت ہود عليه السلام کی حق کو ٹھکرایا، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کی، توحید نہ مانی شرک کو نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو تباہ کر دیا۔ تیسرا نبیر پر قوم شود ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ ﴿وَإِلَى شَوُدَّ أَخَاهُمْ صَلِيعًا﴾ اور بھیجا ہم نے شوہود قوم کی طرف ان کے بھائی صالح میں کو۔ بھائی کا معنی پہلے میں نے سمجھایا ہے کہ برادری کے ایک فرد تھے اس لیے بھائی کہا ہے۔ جیسے: ہم کہتے ہیں برادران وطن اور برادران وطن میں ہندو، سکھ، عیسائی اور پارسی سارے آتے ہیں۔ ورنہ یہ پیغمبر اور موسیٰ ہیں قوم کافر ہے۔ اس معنی میں بھائی نہیں ہیں۔ ﴿قَالَ﴾ حضرت صالح عليه السلام نے فرمایا ۔ ﴿لِيَقُولُوا إِنَّمَا نَعْبُدُ اللَّهَ﴾ اے میری قوم! ﴿أَنْعِدْدُهُ اللَّهَ﴾ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی ۔ ﴿مَا لَكُمْ فِي إِلَهٖ غَيْرِهِ﴾ نہیں ہے تمھارے لیے اس کے سوا کوئی موجود۔

### عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ

تمام پیغمبروں کی دعوت اور تبلیغ کا پہلا سبق یہی ہوتا تھا کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو چاہے بدنبی ہو، زبانی ہو یا مالی ہو۔ تمام عبادتوں کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے سوا کوئی قانون بنانے والا نہیں ہے، نہ کوئی رزق دینے والا ہے، نہ کوئی اولاد دینے والا ہے، نہ کوئی سکھ دینے والا ہے، نہ کوئی دکھ دینے والا ہے، نہ کوئی نفع پہنچانے والا ہے، نہ کوئی نقصان پہنچانے والا ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے اگر مخلوق میں سے کسی کو یہ اختیارات ملتے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ اختیارات آپ کو بھی نہیں دیے۔

کئی دفعہ سن چکے ہو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ۔ ﴿قُلْ﴾ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دو اعلان کر دو ۔ ﴿إِنَّ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضِرًّا إِلَّا تَرَكَشْدَ﴾ [جن: ۲۱] ”بے شک میں نہیں مالک تمہارے لیے نقصان اور نفع کا۔“ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لفغ، نقصان کے مالک نہیں ہیں تو اور کون ہو سکتا ہے؟ اور سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۸۸ میں ہے ۔ ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِتَقْيِينَ الْفَعَالَةِ لَضِرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ ”اے پیغمبر آپ کہہ دیجیے۔ میں نہیں ہوں مالک اپنے نس کے لیے نفع نقصان کا۔“ خدا کی مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی ہستی کوئی نہیں ہے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع، نقصان کا اختیار حاصل نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی ہستی مخلوق میں کون ہے جس کو خدائی اختیارات حاصل ہو گئے ہیں؟ خدائی اختیارات صرف اللہ تعالیٰ

لے پاس ہیں۔

**﴿فَوَأْنَثَاهُمْ قِنْ أَلَّا نُرْضِي﴾** اسی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تھیں زمین سے۔ زمین سے پیدا کرنے کا ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ آدم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا کہ زمین کے مختلف حصوں سے مٹی لے کر اس کا خیر کیا، اس سے آدم ﷺ کا ڈھانچا بنایا ہے (حکمة من شرابِ نعم قالَ اللَّهُ تَعَالَى لِّمَنْ نَيْكُونُ) [آل عمران: ۵۹] "آدم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا پھر فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ہو گیا۔" اور اس سے آگے نسل چلی۔ تو اصل تمہاری خاک ہے۔ اور یہ معنی بھی بیان کرتے ہیں کہ انسان جو رزق کھاتا ہے اناج پھل وغیرہ وہ زمین سے پیدا ہوتا ہے اور اس رزق سے خون پیدا ہوتا ہے اسی خون کو رب تعالیٰ ہادہ تولید بنادیتا ہے اسی سے آگے نسل چلتی ہے۔ تواب بھی پیدا کش زمین سے ہوئی ہے (ذان شعماً كُمْ فَيَهَا) اور اس نے تھیں آباد کیا اس زمین میں (فَأَشْتَغَفَرُ ذَهَبًا) پس تم اس سے بخشش طلب کرو اس سے معافی مانگو۔ انسان کو ہر دقت اپنے آپ کو گھبہ گار سمجھنا چاہیے اور معافی مانگتے رہنا چاہیے۔

### بہترین گناہ گارت پر کرنے والے ہیں

حدیث پاک میں آتا ہے ((كُلُّكُمْ خَطَّاءٌ وَنَّ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ الْتَّوَابُونَ)). "تم سب کے سب خطاكار ہو (سوائے پیغمبروں کے) کوئی گناہوں سے معصوم نہیں ہے اور گناہگاروں میں بہترین وہ ہیں جو معافی مانگتے ہیں۔" آنحضرت ﷺ امت کی تعلیم کی خاطر دن میں سو سو مرتبہ استغفار فرماتے تھے تاکہ امت کو استغفار کا سبق معلوم ہو جائے۔

**﴿فَمَتُّبُوا إِلَيْهِ﴾** پھر رجوع کر دتم اس رب کی طرف۔ اس کی فرمادی اور عبادت کرو گناہوں سے معافی مانگی ہے تو دوبارہ نہ کرو۔ یہ کوئی تو پہنچ ہے کہ زبان سے توبہ اور ساتھ ساتھ گناہ بھی چلتے رہیں (إِنَّ رَبَّنِيَ تَقْرِيبٌ مُّجِيبٌ) بے شک میر ارب قریب ہے دعا قبول کرنے والا ہے۔ کتنا قریب ہے؟ فرمایا (نَخْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ) [سورۃ النمل: ۱۶] "ہم اس کی شرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔" اور اللہ تعالیٰ کے سوادعا بھی کوئی قبول نہیں کر سکتا۔ یہ بات حضرت صالح ﷺ نے اپنی قوم کو حجر کے علاقہ میں سمجھائی۔ مجرم، بحریں اور سودویہ کے درمیان میں ہے۔ کہاں ہوں نے (قَالُوا) لوگوں نے جواب دیا (يَضْلِيمُ قَدْ غَلَّتْ فِيَّا مَرْجُوا قَبْلَ هَذَا) اے صالح ﷺ! تحقیق تھا تو ہمارے درمیان امید کیا گیا اس تبلیغ سے پہلے۔ ہمیں تو امید تھی کہ آپ مستعد آدمی ہیں اب ہم اگر دس ہوں کی پوچھا کرتے ہیں تو آپ نیس ہوں کی پوچھ کرائیں گے۔ اگر ہم نے دس بہت خانے بنائے ہیں تو آپ نیس بنائیں گے لیکن آپ نے تو ہماری امیدوں پر پانی پھیردیا ہے۔ کہ (أَتَهُمْ أَنْ يَعْدُّنَ قَائِمَيْدًا إِبَا وُؤَّا) کیا آپ ہمیں منع کرتے ہیں اس بات سے کہ ہم عبادت کریں جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا (وَإِنَّا لَنَفِقْ شَلِيقٌ وَمَنَدِّعُو نَّا إِلَيْهِ) اور بے شک ہم شک میں ہیں اس چیز کے بارے میں جس چیز کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں۔ ہمیں تمہاری بات سمجھنہیں آتی کہ اللہ ایک ہو (مُرْنِيْہ) یہ ہمیں شک اور تردی میں ذاتا ہے لہذا ہم مانتے

کے لیے تیار نہیں ہیں۔

﴿قَالَ﴾ حضرت صالح ﷺ نے فرمایا ﴿يَقُولُونَ﴾ اے میری قوم ﴿أَتَرَءَيْتُمْ بِتَلَوُّتِمْ إِنْ كُلُّتُ عَلَىٰ بَيْتِنَّهُ مِنْ رَّبِّنَّهُ﴾ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے ﴿وَالشَّيْنِ وَمِنْهُ رَحْمَةً﴾ اور اس نے دی ہو مجھے رحمت اپنی طرف سے، ہدایت، ایمان، تقویٰ، نیکی۔ فرمایا ان حالات میں ﴿فَئَنَّ يَعَصُّ رَبَّنِي مِنْ أَنَّ اللَّهَ أَنْ عَصَنِيَّهُ﴾ پس کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے سامنے اگر میں نے اس کی نافرمانی کی ﴿فَنَّاتَرْتُ يُدُوَّنِي غَلَطَ تَحْسِينِي﴾ پس نہیں زیادہ کرو گے تم میرے لیے سوائے نقصان کے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو حید کا سبق جھوڑ دوں اور تمہاری شرکیہ رسومات کی تردید کرنے کی بجائے خود کرنے لگ جاؤں تو مجھے نقصان کے ہوا کیا حاصل ہوگا۔ لہذا نہ میں پیغام الہی پہنچانے سے بازا آسکتا ہوں اور تمہاری غلط بات کے پیچھے لگ سکتا ہوں۔

### مکان ضرورت کے مطابق بنانا چاہیے

حضرت صالح ﷺ کی قوم نے چنانیں تراش کر اندر مکان بنائے ہوئے تھے کیوں کہ انہوں نے سنا ہوا تھا کہ جب زلزلہ آتا ہے تو مکان گر جاتے ہیں اور دیوار میں اینٹ پتھر علیحدہ علیحدہ ہوں تو دیوار کے گرنے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور چنان اندر سے کرید کر مکان بنایا جائے تو وہاں کون سی دیوار پھٹے گی۔ چنانوں کو تراشنے کا ذکر سورت اعراف آیت نمبر ۷۲ میں ہے ﴿وَتَسْجُونَ الْجَنَّاَلْ بَيْوَثَأَهُ﴾ اور تراشنے ہو پھاڑوں میں گھروں کو۔“ ان چنانوں میں انہوں نے بڑے بڑے کمرے بنائے ہوئے تھے۔ ہال کرہ، ناق کرہ، مہماں خانہ، غسل خانہ، باور پی خانہ وغیرہ۔ حضرت صالح ﷺ نے ان کے اس عمل پر بھی تقید کی کہ اپنا قبیتی وقت ضائع کرتے ہو ایمان کرو ضرورت کے مطابق مکان بناؤ۔ یہ جو تم مکان بنانے پر ستر سال، اسی اسی سال اور سو سو سال لگادیتے ہو زندگی تمہاری ان چیزوں میں صرف ہو رہی ہے۔ دیکھو! مکان بھی انسان کی ضرورت ہے اس سے شریعت نہیں روکتی مگر اپنی ضرورت کے مطابق بناؤ۔ خیر انہوں نے حضرت صالح ﷺ کی بات کو تسلیم نہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اپنی ذیوٹی دیتارہا یہاں تک کہ وہ صالح ﷺ کی تبلیغ سے نکل آ کر کہنے لگے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو ہماری فرمائش کو پورا کرو ہم تمہاری باشیں مان لیں گے۔

### قوم شہود کا مطالبہ کہ اوثنی پتھر سے پیدا ہوا اور ہو بھی گا بھیں

حضرت صالح ﷺ نے فرمایا بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ ایک بہت بڑی چنان تھی اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ اس چنان سے اوثنی نکلے اور ساتھ ہی بچہ جن (جنم) دے۔ عادتاً تو اس فرمائش کے پورے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ پتھروں اور چنانوں سے اوثنی پیدا ہوا اور پھر فوراً بچہ بھی جن دے اور یہ بھی انہوں نے کہا کہ اس اوثنی کے بال بڑے گھنے اور خوب صورت ہوں۔ چنانچہ اس کے لیے دن مقرر کیا گیا شہروں اور دیہات میں ڈھنڈو را پیٹا گیا کہ آؤ بھی! فلاں دن پتھر سے اوثنی پیدا ہوں ہی، مذاق اڑاتے تھے۔ مرد، عورتیں، بوزہے، بچے اور جوان اکٹھے ہوئے عجیب قسم کا منظر تھا ایک میلہ لگا

ہوا تھا۔ اشارہ کیا کہ اس چنان سے اوثنی نکلے سب نے آنکھوں کے ساتھ دیکھا اسی چنان سے اوثنی نکلی اور ساتھ ہی بچ بھی جن دیا۔ اس کا ذکر ہے۔

حضرت صالح عليه السلام نے فرمایا ﴿وَلِقْنُومْ هُلُوٰةٌ نَّاقَةٌ اللَّهُ تَعَالَى يَعْلَمُ أَيْمَانَهُ﴾ اور اسے میری قوہ یہ اللہ تعالیٰ کی اوثنی ہے تمہارے لیے نشانی ہے۔ پھر وہ میں سے کہاں اوثنیاں نکلتی ہیں یہ تورب تعالیٰ نے شخصیں نشانی دکھائی ہے۔ ﴿قَنْدُمْ زَفَانَهُ﴾ پس اس کو چھوڑ لیے نشانی ہے۔ پھر وہ میں سے کہاں اوثنیاں نکلتی ہیں یہ تورب تعالیٰ نے شخصیں نشانی دکھائی ہے۔ دو ﴿تَائِلَنْ بِقِيَّةٍ أَثَرَضَ اللَّوْهُ﴾ کھائے چارا اللہ تعالیٰ کی زمین میں ﴿وَلَا تَشْتُوْفَأْسُوْغَهُ﴾ اور نہ تم اس کو ہاتھ لگاؤ تو کیف پہنچانے کے لیے دیے برکت کے لیے ہاتھ لگا سکتے ہو، باش کرو خدمت کرو لیکن تکلیف پہنچانے کے لیے ہاتھ نہ لگاؤ ﴿فَيَأْخُذُ الْكَوَافِرَ فَيَأْخُذُ الْكُلْمَ عَذَابَ كُرْبَيْتَ﴾ پس پکڑے گا شخصیں قریبی عذاب۔

### منہ ماگلی نشانی دیکھنے کے باوجود کوئی مسلمان نہ ہوا

اتھی بڑی نشانی دیکھی لیکن کسی تفسیر یا تاریخ کی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا کہ ان مجرموں میں سے کوئی ایمان لایا ہو حالانکہ الحمد للہ! تفسیر اور تاریخ کی کافی کتابیں دیکھی ہیں۔ جیسے قریش مکنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ اگر چاند روککرے ہو جائے تو تم مان جائیں گے۔ چودھویں رات کا چاند تھا درود روککرے ہوا قرآن پاک میں اس کا ذکر ہے ﴿إِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَإِقْتَشَقَ الْقَمَنْ﴾ ”قریب آگئی ہے“ قیامت اور پھٹ گی ہے چون۔“ لیکن کوئی نہ مانا۔ کہنے لگے ﴿بِحَرْبٍ مُّسْتَبِرٍ﴾ ”یہ جادو ہے مضبوط جادو۔“ اس ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا۔ سورت نمل آیت نمبر ۲۸ میں ہے ﴿وَ كَانَ فِي الْمَدِينَةِ تَعْصَمُ رُفَاقُهُمْ فَلَمْ يَفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ اور تھے شہر میں تو شخص جو فساد کرتے تھے زمین میں اور نہیں اصلاح کرتے تھے۔ یہ تو اس علاقے کے بد معاش اور غنڈے تھے ان کے سردار کا نام تھا قدار ابن سالف۔ اس کا سرچھوٹا اور ملی کی طرح آنکھیں تھیں شیطانوں کا پیر تھا۔ ہر ڈاکے اور قل میں یہ شریک ہوتے تھے۔

ایک عورت تھی جس کا نام تھا عنیزہ بنت غنم۔ اس کے پاس بھیز بکریاں، گاہیں اور اونٹ بہت تھے اس کو جانوروں کے پانی پلانے میں وقت پیش آتی تھی۔ سورت شمراء آیت نمبر ۱۵۵ میں ہے ﴿قَالَ هُنْزَةٌ نَّاقَةٌ لَّهَا عِنْزَةٌ وَلَكُمْ شِرْبٌ يَوْمَ الْقُعْدَةِ وَهُنَّا كُلُّ كُلُّ مُقْرَرٍ﴾ ”حضرت صالح عليه السلام نے فرمایا یہ اوثنی ہے اس کے لیے پانی پیئے کی باری ہے اور تمہارے لیے بھی پانی پیئے کی باری ہے ایک مقرر دن پر۔“ ایک دن تمہارے جانور ہیں گے اور ایک دن یہ اوثنی پیے گی تمہارا کوئی جانور نہیں پہنچے گا۔ عنیزہ کے جانور بہت زیادہ تھے۔ اوباش قسم کی عورت تھی خاوند فوت ہو چکا تھا جو اس سال اس کی بیٹیاں تھیں۔ اس نے قدار ابن سالف کے ساتھ ساز باز کیا کہ میرے جانور پیاس سے رہ جاتے ہیں تم درمیان سے اس اوثنی کو ختم کروتا کہ وہ پنی کی باری بھی ہمیں مل جائے۔

### حضرت صالح عليه السلام کو قتل کرنے کا مخصوصہ

قدار بنے اپنے غنڈوں کے ساتھ مشورہ کیا جس کا ذکر سورۃ نمل آیت نمبر ۲۹ میں ہے ﴿قَالُوا إِنَّكَ سُوْرَةٌ أَبْلَغَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهُ مَهْمَةً﴾

أَفْلَهُ لَمْ تَنْقُولَنَّ لَوْلَيْهِ مَا شَهِدْنَا مَأْفَلِكَ أَهْلِهِ وَإِلَّا الصِّدِّيقُونَ<sup>۱۰۷</sup> ” کہا انہوں نے قسمیں کھو دی اللہ تعالیٰ کے نام کی کہ ہم رات کے وقت صالح ﷺ اور ان کے گھروں والوں کو جملہ کر کے ہلاک کر دیں گے۔ ہم کہیں گے ان کے دعوے دار سے کہ ہم نہیں حاضر ہوئے ان کے اہل کے ہلاک ہونے کے وقت اور ہم پچے ہیں۔ ” یعنی انہوں نے مشورہ کیا کہ رات کو جملہ کر کے صالح ﷺ کو بچ اہل خانہ کے ہلاک کر دیں پھر ہم قسم اٹھا کر کہیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے مارا ہے۔ پھر اُنہی کو ہلاک کر دیں گے۔ پھر مشورہ تبدیل کر لیا کہ پہلے اُنہی کو مارو پھر صالح ﷺ کو۔ اس کا ذکر ہے۔

﴿فَعَصَمُوا هَاهُنَّ﴾ پس انہوں نے اُنہی کی نائیں کاٹ دیں ﴿فَقَالَ﴾ پس حضرت صالح ﷺ نے فرمایا ﴿تَسْعَوْا فِي دَارِ الْمُنْكَرِ نَلَّةً أَيَّامًا﴾ فاکدہ اٹھا لو تم اپنے گھروں میں تین دن۔ مثلاً بدھ والے دن انہوں نے اُنہی کی نائیں کاٹیں حضرت صالح ﷺ نے فرمایا کل جمعرات ہے پرسوں جمعہ ہے چوتھہ (ترسون) ہفتہ ہے۔ ان تین دنوں تک تمہیں مہلت ہے۔ اور یہ بھی تفسیر وہ میں آتا ہے کہ فرمایا کل تھماری شکلیں پیلی ہوں گی پرسوں سرخ ہوں گی پھر کالی ہو جائیں گی۔ یہ سب کچھ تمہیں نظر آئے گا بہتر ہے تو بہ کرو۔ کہنے لگے اگر تیری وجہ سے بچجے ہیں تو پھر سوت ہتی بہتر ہے۔ فرمایا فاکدہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن ﴿فَذَلِكَ وَعْدَ إِنْزِيلَةٍ مَّبْلُوْبٍ﴾ یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں کیا جائے گا۔ باقی آئندہ آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

﴿فَلَمَّا جَاءَهُ أَمْرُنَا﴾ پس جب آیا ہمارا حکم ﴿تَبَيَّنَا صِلْطَانًا﴾ ہم نے نجات دی صالح ﷺ کو ﴿وَالْأَنِّينَ أَمْتَوْا فَعَةً﴾ اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ ﴿بِرَحْمَةِ مَنَا﴾ اپنی رحمت کے ساتھ ﴿وَمِنْ خُزُّيِّ يَوْمِ مِهْدِي﴾ اور اس دن کی رسائی سے ﴿إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوْىُ الْعَزِيزُ﴾ بے شک تیرارب وہ قوی ہے غالب ہے ﴿وَأَخْذَ الْأَذْيَنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ﴾ اور پکڑا ان لوگوں کو جھنوں نے ظلم کیا ایک چیز نے ﴿فَأَصْبَعُوا فِي دِيَارِهِمْ﴾ پس ہونگے وہ اپنے گھروں میں ﴿جِشِينَ﴾ گھنوں کے مل گرنے والے ﴿كَانُ لَمْ يَغْتَوْا فِيهَا﴾ گویا کہ وہ ان گھروں میں آباد ہی نہیں ہوئے ﴿أَلَا﴾ خبردار ﴿إِنَّ شَهُودًا كَفَرُوا بِآبَابِهِمْ﴾ بے شک قوم شہود نے اپنے رب کے احکامات کی نافرمانی کی ﴿أَلَا بُعْدًا شَهُودًا﴾ خبردار دوڑی ہے قوم شہود کے لیے ﴿وَلَقَدْ جَاءَ ثُرْسُلُنَا﴾ اور البتہ تحقیق آئے ہمارے بھیجے ہوئے ﴿إِبْرَاهِيمَ بِالْهُسْرَى﴾ ابراہیم ﷺ کے پاس خوش خبری لے کر ﴿قَالُوا إِنَّمَا﴾ انہوں نے کہا سلام ﴿قَالَ سَلَامٌ﴾ ابراہیم ﷺ نے بھی کہا سلام ﴿فَمَا لِبَثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَسْنِي﴾ پس نہ ٹھہرے کہ لے آئے پھر ابھنا بوا ﴿فَلَمَّا رَأَى يُورِيَّهُمْ﴾ پس جب دیکھا ابراہیم ﷺ نے ان کے ہاتھوں کو ﴿لَا تَصُلْ إِلَيْهِ﴾ کہ نہیں پہنچنے اس کی طرف ﴿لَكِرْهُمْ﴾ تو اور پر (اجنبی) سمجھا ان کو ﴿وَأَذْجَسَ مِنْهُمْ حَيْقَنَةً﴾ اور محسوس کیا ان کی طرف سے خوف

(فَالْوَالِدَاتُ حُكْمُهُنَّا نَحْنُ نَعْلَمُ لُؤْلُؤَةً) ہم سمجھے گئے ہیں لوٹ میعاد کی قومی طرف (وَأَمْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ) اور ابراہیم ﷺ کی بیوی کھڑی تھی (فَضَعَتْ) پس وہ خس پڑی (فَبَقَتْ لَهَا يَاسِعَقْ) پس ہم نے اس کو خوش خبری دی اسحاق ﷺ کی (وَمِنْ وَرَأِهِ أَشْعَقَ يَعْقُوبَ) اور اسحاق ﷺ کے بعد یعقوب ﷺ کی۔

گزشتہ درس میں تم من چکے ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجرم کے علاقے میں قوم شود کی طرف حضرت صالح عليه السلام کو نبی بنا کر سمجھو۔ انہوں نے اپنی قوم کو کافی عرصہ تک تبلیغ کی۔ تفسیر وہ میں آتا ہے کہ ان پر تقریباً چار ہزار آدمی ایمان لائے باقی کوئی ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوا بلکہ فرمائشی مجرمے طلب کرنے پر لگے رہے۔ بالآخر یہ مطالبہ کیا کہ چنان سے اونٹی پیدا ہو اس کے جسم پر بال گھنے اور خوب صورت ہوں اور اس سے جوان تم کا بچپن بھی پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فرمائش کو پورا کیا۔ چنان سے اونٹی نکلی اور اس نے بچپن بھی جن دیا لیکن ان مشرکوں، نافرمانوں اور مجرموں میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ حضرت صالح عليه السلام نے فرمایا کہ اس کو تکلیف نہ دینا مگر ان حدودوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ حضرت صالح عليه السلام نے فرمایا کہ تمہیں تین دن کی مهلت ہے۔ تو بے استغفار کردو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو لیکن وہ اس کے لیے بھی تیار نہ ہوئے۔ ضد کار دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا؟

## توم صاحب کی تباہی کا ذکر

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلَمَّا جَاءَهُ أَمْرَنَا﴾ پس جب آیا ہمارا حکم مراد عذاب ہے کہ جب ہمارا اعذاب آیا ﴿نَجَّيْنَا  
ضَلِّعَانَهُ نِجَاتٍ دِيْنَہُمْ نَصَّابَتْ دِيْنَہُمْ﴾ کو ﴿وَالَّذِينَ أَصْنَوْا مَعْنَةً﴾ اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے ان کے ساتھ۔ جن کی  
تعداد تقریباً چار ہزار تقریروں میں بتائی گئی ہے۔ ﴿بِرَحْمَةِ رَبِّنَا﴾ اپنی رحمت کے ساتھ ان کو نجات دی ﴿وَمِنْ خَذُولِ يَوْمِ الْحِسْبَرِ﴾ اور  
اس دن کی روایت سے بھی جو عذاب آنے کے بعد ہوئی ﴿إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوْىُ الْعَزِيزُ﴾ بے شک تیرارب وہ قویٰ ہے غالب ہے۔  
آگے عذاب کی شکل کا بیان ہے کہ وہ عذاب کس شکل میں آیا ہے ﴿وَأَحَدَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ﴾ اور پکڑا ان لوگوں کو جھنوں نے ظلم  
کیا ایک تھی نے۔ حضرت جبریل ﷺ نے ایک ڈراونی سی آواز نکالی اس سے سارے مجرم بلاک ہو گئے جہاں جہاں بھی تھے  
ایک نفس بھی نہ بچا لیکن نہ حضرت صالح ﷺ کو کچھ ہوا اور زدن کے ساتھیوں کو حالانکہ وہ بھی وہیں تھے۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت  
ہی ہے کہ جگہ ایک ہو بعض عذاب میں جتلہ ہوں اور بعض کو کچھ بھی نہ ہو۔ حضرت صالح ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو آواز نے کچھ نہ  
ہما اور جو مجرم تھے ان کو چھوڑا نہیں۔

(فَاصْبُحُوا فِي دِيَارِهِمْ جُنُاحِينَ) ہیں ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھنٹوں کے بل پڑنے والے۔ جس طرح ہم اتحادت میں بیٹھتے ہیں یہ انسان کی عاجزی کی حالت ہے۔ اس طرح گھنٹوں کے مل گر کرتا ہو برپا ہو گئے ہیں گانلَمْ يَعْوَدُ إِلَيْهَا گویا کہ

وہ ان گھروں میں آباد ہی نہیں ہوئے۔ ایسے تباہ ہوئے کہ ان کے نام و نشان مت گئے۔ حالانکہ ان گھروں میں چہل پہل ہوتی تھی عورتیں، مرد، چھوٹے بڑے، بوز ہے اور بچوں کا میلہ لگا ہوتا تھا اور اب ان گھروں میں کوئی آواز ہی نہیں ہے۔ ﴿اَلَا إِنَّ  
شَهُودًا كَفَرُوا اَنْتَ بِهِمْ﴾ خبردار بے شک قوم ثمود نے اپنے رب کے احکامات کی نافرمانی کی۔ گویا ان کی تباہی کا سبب اور عملت رب کی نافرمانی اور چیغبروں کی نافرمانی ہے۔ ﴿اَلَا يَقْدَمُ الظَّمُودُ﴾ خبردار اداوری ہے قوم ثمود کے لیے دنیا سے۔ اور لازمی معنی کرتے ہیں ہلاکت اور بر بادی ہوئی قوم ثمود کی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم مصلی اللہ علیہ وسلم کا دور آیا۔

### حضرت ابراہیم ﷺ کا آبائی دلن ۲۹

حضرت ابراہیم کی پیدائش عراق کے شہر گوشی بروزان طوی میں ہوئی۔ یہ اس وقت کلدانی حکومت کا دارالخلافہ تھا۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام اڑ ہے۔ اس وقت کے بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان تھا جو بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا۔ حضرت ابراہیم ﷺ نے عرصہ دراز تک تبلیغ کی گرائی بیوی سارہ ﷺ جو بچپنا زاد بہن بھی تھی اور پستیجے حضرت لوط ﷺ کے سو کسی نے ساتھ نہ دیا اور یہ بھی یاد رکھنا! کہ چیغبر پیدائشی طور پر موحد ہوتا ہے ایک لمحہ کے لیے بھی شرک نہیں کرتا۔ البتہ تبلیغ کا کام اس وقت شروع کرتا ہے جب رب تعالیٰ کی طرف سے نبوت کا تاج پہنایا جاتا ہے۔ تو اس عرصہ دراز میں بڑی بڑی آزمائشیں آئیں یہاں تک کہ آگ کا بھٹک (الاو) تیار کیا گیا۔ کثیرے اُتا رکرسیوں میں جکڑ کر اس میں ڈال دیا گیو۔ تمشاکیوں کا بہت بڑا جمع قما انتظار میں تھے کہ دیکھو اب سر پھٹے تھا ا ہو گی اور ہمارے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے۔ لیکن ارشاد خداوندی ہے ﴿فَلَمَّا نَأْتَهُمْ  
بَرْدًا وَأَسْلَى عَلَيْهِمْ رَبِّرَهِمْ﴾ [انبیاء: ۶۹] ہم نے کہا ہے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ابراہیم ﷺ کے السلام پر۔ رب تعالیٰ کی قدرت کوہ آگ جس کے شعلے آسمان تک بلند ہو رہے تھے اس نے ابراہیم ﷺ کے جسم کے ایک بال کو بھی نہیں چھیڑا صرف وہ رسیاں جلا دیں جن کے ساتھ ابراہیم ﷺ کو باندھا گیا تھا۔ یہ سارا منظر دیکھ کر بھی کوئی ایمان نہ لایا۔

حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ محدث بھی ہیں، مفسر اور فقیہ بھی۔ وہ اپنی تفسیر اور اپنی کتاب ”البداية والنهاية“ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ﷺ کے والد آزر نے اس وقت یہ الفاظ کہے تھے نَعْمَ الرَّبُّ رَبُّكَ يَا إِبْرَاهِيمُ“ اے ابراہیم تیر ارب بہت اچھا رب ہے۔ لیکن ایمان پھر بھی نہیں لایا۔ اس کے بعد یہاں سے ہجرت کر کے شام تشریف لے گئے، راستے میں بھی بڑی تکفیفیں آئیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت لوط ﷺ کو شدوم کے علاقہ میں نبی مقر فرمایا جہاں آج کل آب سیاہ بکھرہ مردار ہے۔ یہ دل میل کا رقبہ ہے جہاں حضرت لوط ﷺ کی قوم تباہ ہوئی تھی۔

### مشن میں ابراہیم ﷺ کے پاس فرشتوں کی آمد ۳۰

حضرت ابراہیم ﷺ و مشن میں اہمی اہمیت حضرت سارہ ﷺ کے ہمراہ اپنے گھر تشریف فرماتھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہماںوں کی ٹھنڈی میں فرشتے آئے۔ حضرت جبریل ﷺ، حضرت میکائیل ﷺ اور حضرت اسرائیل ﷺ کا نام تفسیروں میں آتا

ہے۔ کل تعداد کتنی تھی؟ تین تھے، چھ تھے، دس تھے بارہ فرشتے بھی تکھے ہیں۔ والتد عالم بالصواب  
یہ فرشتے حضرت ابراہیم ﷺ کے پاس بڑی عمر والے آدمیوں کی شکل میں معزز مہمانوں کی طرح آئے سلام کیا حضرت  
ابراہیم ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔ گھر بیوی کے علاوہ کوئی نہیں تھا لہذا بیوی سے کہا مسالا تیار کرو آگ جلاو۔ حضرت ابراہیم ﷺ  
نے موٹا تازہ پچھرزادع کیا، کھان اتاری گوشت بنایا کہ بیوی کو دیا کہ اس کو رو بست کرو۔ خبینہ کا معنی ایسا بھونا ہوا کہ اس میں پانی  
باکل شہ ہوا اور ایک معنی بھی میں تلا ہوا بھی کرتے ہیں دو معانی ہیں۔ اس واقعہ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَقَدْ جَاءَتْ  
رِسُّلًا إِبْرَاهِيمَ بِالشَّهَرِي﴾ اور البتہ تحقیق آئے نہارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم ﷺ کے پاس خوشنخبری لے کر۔ اس خوشخبری  
کا ذکر آگئے گا ﴿فَالَّذَا سَلَّمَ أَنْهُو نَفَّسَهُ سَلَّمَ﴾ انہو نے کہا سلام۔ اور مستدل ہی ہے کہ آنے والا سلام کرے بڑا ہو یا چھوٹا ہو یہ آنے  
والے کا فریضہ ہے۔

سلام کرنے کی ترغیب و ترتیب

بخاری شریف میں حدیث آتی ہے سوار بیدل کو سلام کرے، جو کھڑا ہے بیٹھنے والے کو سلام کرے، چلنے والا ہے وہ کھڑے ہوئے کو سلام کرے، چھوٹا بڑے کو سلام کرے، تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔ ایک طرف سے دل آدمی آرہے ہیں اور دوسری طرف سے دو آرہے ہیں تو یہ دو آدمی دسی آدمیوں کو سلام کریں۔ لیکن اگر چہالت کی وجہ سے اس سلسلے کو نہیں سمجھتا جیسا کہ ہمارا زمانہ دینی مسائل کے اعتبار سے چہالت میں دو باہو ہے تو پھر دین دار آدمی کو خود سلام کر لینا چاہیے تاکہ اجر ضائع نہ کرے۔

السلام عليکم کہے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس نیکیاں ملیں گی ایک صیرہ گناہ جھوڑ جائے گا اور ایک درجہ بلند ہو جائے گا۔ اسی طرح علیکم السلام کہنے والے کو بھی دس نیکیاں ملیں گی ایک گناہ جھوڑ جائے گا اور ایک درجہ بلند ہو جائے گا خود تجوہ۔ اور اگر ساتھ و رحمت اللہ کہا تو میں نیکیاں ملیں گی اور اگر ساتھ و برکاتہ کہا تو میں نیکیاں ملیں گی اور اگر ساتھ و مغفرۃ بھی کہا تو چالیس نیکیاں ملیں گی۔ ابو داؤد شریف اور امام بخاری و مسلم کی کتاب ”ابد المفرد“ میں پانچواں لفظ وَطَبِّئَتْ صَلَاتُهُ بَحِیٌّ ہے۔ چون کہ الگ الگ جملے ہیں اللہ اہر ہر جملے کی دس دس نیکیاں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

جن موقعوں پر سلام کرنا منع ہے ۔

لیکن اگر قرآن و حدیث کا درس ہو رہا ہے یادِ عظیم ہو رہا ہے، جمع و اور عید کا خطیب ہو رہا ہو پھر سلام نہیں کہنا۔ بلکہ ان صورتوں میں اُر کے گا تو کہنے والا آگناہ گار ہو گا لہذا خاموشی سے آکر بینخ جائے۔ فرشتے چول کہ باہر سے آئے تھے اس لیے انہوں نے سام کیا ہے؟ قالَ سَلَّمَ: حضرت ابراہیم مبلغہ نے جواب دیا و علیکم السلام و رحمۃ اللہ «لِتَالْهِفَتَ» پس نہیں خبر ہے ابراہیم ہے: «أَنْ جَاءَ عَبْدَنِي حِينَ هَرَقَ لَهُ آتَى بَعْضَهُ أَنْهَنَا بِوَادِ شَمْسٍ مِّنْ رَكْكَهُ كَر». اب بہنا تلا: بُوا پچھڑا سامنے رکھا ہوا ہے؟ شے ہب

دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں مگر کھانے کی طرف ہاتھ کسی کا نہیں بڑھتا (فَلَمَّا تَرَى آنِي يَقْبَلُهُ بَشَّرَهُ پس جب ریکھا ابراہیم ملیک نے ان کے ہاتھوں کو (لَا تُصْلِلْ إِلَيْهِ) کرنیں پہنچتے اس بچھڑے کے گوشت کی طرف (لَكُورُهُمْ) تو ان کو ادا پر ایعنی اجنبی سمجھا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ چوز، ڈاکو، اغوا کرنے والے اس گھر سے کھانا نہیں کھاتے تھے جن کو نقصان پہنچانا ہوتا تھا کہ یہ نمک حرامی ہے کہ ان کا کھانا بھی کھا سکیں اور پھر ان کی چوری بھی کریں۔ مگر آج کل کے ڈاکو، توہنہ توہہ اپنے پوچھتے ہیں کہ بتلا و کھانے کی چیزیں کہاں پڑی ہیں؟ کھانے پینے کے بعد کہتے ہیں بتاؤ چاہیاں کہاں ہیں؟ ہمارے خواں کرو اور بتلا و کہ پیسے اور زیورات کہاں ہیں؟ کہ جرأت پیدا ہو گئی ہے۔ خدا پناہ! کسی کی جان محفوظ نہیں نہ عزت محفوظ ہے۔ اور کہیں بھی محفوظ نہیں ہے نہ گھر میں نہ سفر میں۔

اور یاد رکھو! یہ سب کچھ ناقص نظام کا حصہ ہے اگر اسلام نافذ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کسی کو کوئی حظر نہیں ہوگا۔ اس وقت تھیں اسلامی ملک کھلاتے ہیں۔ ان میں سے صرف طالبان کے علاقے میں کامل اسلامی قانون نافذ ہے اور اس کا شرہ سب لوگوں کے سامنے ہے کہ وہاں کے لوگوں کو امن حاصل ہے، نہ چوری ہے، نہ ڈاکا ہے، نہ قتل ہے۔ غیر ملکی صحافی بھی جب اس ملک میں آتے ہیں تو قرار کرتے ہیں کہ وہاں نہایت امن و سکون ہے۔ کیوں کہ قانون خداوندی نافذ ہے اور دوسرے ملکوں میں بد امنی کی وجہ سے نظام کی خرابی ہے کہ یہ نظام لوگوں نے بنائے ہیں اپنے مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ میرا کاروبار کیسے پہنچتا ہے، میری زمین کیسے پہنچتی ہے، میری آمدی پر زدنہ نہیں پڑتی۔ ہر ایک اپنا فائدہ سوچتا ہے۔ اور طالبان کو قانون بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کے سامنے قرآن و سنت ہے ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابیں موجود ہیں۔ یہ اسلامی قانون ہے۔ اور ان کے جتنے افسر ہیں سب علماء ہیں اور خدا کا بڑا نفضل یہ ہے کہ دیوبندی مسلک کے ہیں ہمارے مدارس سے پڑھ کر گئے ہیں۔ اسی وجہ سے طاہر القادری جیسے لوگ مخالفت کرتے ہیں کہ ہم طالبان کی جمہوریت کو نہیں مانتے۔ بھائی وہ تو دیں ہے جمہوریت نہیں ہے۔ یہ کہو کہ ہم دین نہیں مانتے دیوبندیوں کی حکومت نہیں مانتے۔ کھل کر کہو، بات سب کو سمجھا آئے چکر دے کر باتم کرنے کا کیا معنی؟

هُدًى أَذْجَسْ وَنَهْمَ خَيْفَةٌ) اور محسوس کیا ان کی طرف سے خوف کریں لوگ کھا نہیں کھار بے لگتا ہے اچھے ارادے سے نہیں آئے۔ نہ ہی مخالف ہیں یا کوئی اور بات ہے۔ فرعیت سمجھ گئے کہ (قَالُوا لَا تَخَفُّ) انہوں نے کہا خوف نہ کرو (إِنَّا آنِي سَلَّمَ) ان تُؤْمِنُوا لَنُظْهِرَهُمْ بِعَيْنِہِمْ گئے ہیں لوٹ علیہم کی قوم کی طرف۔

### بنیجبر غیب داں نہیں ہوتا ہے

۰ اب بات سمجھیں۔ الہی بدعۃ کہتے ہیں کہ بنیجبر علم غیب رکھتے ہیں اور حاضر ناظر بھی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر برائیم جعلۃ عالم الغیب ہوتے تو ان کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں؟ اور اگر حاضر ناظر ہوتے تو معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ سے فلاں

فلان راتے سے آئے ہیں پھر اذون بخ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی؟ کفر شتے تو کچھ کھاتے پیتے ہی نہیں جیسے ان کے لیے پھر اذون بخ کرنے اور پھر ان سے خوف کھانے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت ابراہیم ملیکہ نے ان کو انسان سمجھا اور ان کی مہماں کے لیے بچھرا ذبح کیا۔ علم غیب اور حاضر و ناظر کی نفی کے لیے یہی دلیل کافی ہے اگر کوئی سمجھے۔ حالانکہ سارا قرآن بھرا پڑا ہے لاکل سے کر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے اور نہ کوئی حاضر و ناظر ہے۔ ﴿وَأَمْرَأَتُهُ قَاتِلَةٌ﴾ اور ابراہیم ملیکہ کی بیوی کھڑی تھی اس انتظار میں کہ اور گوشت منگوائیں گے تو پکڑا دوں گی۔ جس وقت انہوں نے کہا کہ ہم تو فرشتے ہیں ﴿فَصَعَّدُكُمْ هُنَّا مُحْتَرِمُونَ﴾ کہ ہمارے ساتھ کیا بنانا ہے۔ یہ تو فرشتے ہیں جو نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ پیشاب پا خانہ کرتے ہیں، نہ ان میں حصی خواہشات ہیں نہ سوتے ہیں، نہ تھکتے ہیں، نہ سوتے ہیں خوراک ان کی بسجان اللہ ہے۔ تو وہ ہنس پڑی کہ ہم نے کیا سمجھا اور نکلا کیا۔ جدالانیاء کی بیوی جو اولیاء کی سردار ہیں وہ بھی نہیں جانتی لیکن سچے سچے کے ملگ کہتے ہیں کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ لَا خُوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

﴿قَاتُّ﴾ وہ کہنے لگی ﴿لِوَيْلَتِيْ عَالَدُ﴾ ہائے افسوس مجھ پر کیا میں بچہ جنوں کی ﴿وَأَنَا عَجُوزٌ﴾ حالانکہ میں بوڑھی ہوں ﴿وَهُذَا يَعْلَمُ شَيْخًا﴾ اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے ﴿إِنَّ هَذَا شَفِيعٌ عَجِيزٌ﴾ بے شک یہ تو البتہ عجیب چیز ہے ﴿قَاتُّوا﴾ وہ کہنے لگے ﴿أَتَعْجَزُنَّ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾ کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر ﴿رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بِرَكَتِهِ﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ﴿عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْبَيْتِ﴾ تم پر ہوں اے گھر والو ﴿إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ﴾ بے شک وہ تعریفوں اور بزرگی والا ہے ﴿فَلَئِنْ دَهَبَ﴾ پس جب چلا گیا ﴿عَنِ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعَ﴾ ابراہیم مطیعہ سے خوف ﴿وَجَاءَتِهِ الْمُشَرِّكُونَ﴾ اور آگئی ان کے پاس خوش خبری ﴿يُجَادِلُنَّ فِيْ قَوْمٍ لَّوْطٍ﴾ سکرار کرنے لگے ہمارے تھوڑے قوم لوٹ کے بارے میں ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّلًا مُّنْيَبٌ﴾ بے شک ابراہیم میڑا بڑے بردبار، آہنے ایسی

کرنے والے، رجوع کرنے والے تھے ﴿لَيَا بِرَبِّهِمْ أَغْرِضُ عَنْ هَذَا﴾ اے ابراہیم ﷺ اعراض کریں اس سے ﴿إِنَّهُ لَذِجَاءُ أَمْرُ رَبِّكَ﴾ بے شک شان یہ ہے تحقیق تیرے رب کا حکم آچکا ہے ﴿وَإِنَّهُمْ أَتَتُوهُمْ﴾ اور بے شک ان لوگوں کے پاس آنے والا ہے ﴿عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ﴾ ایسا عذاب جس کو لوٹایا نہیں جا سکتا۔

### فرشتوں اور جنات کو مختلف شکلیں بد لئے کا اختیار ہے

گزشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم ﷺ کے پاس فرشتے معزز مہمانوں کی شکل میں تشریف لائے۔ جن میں حضرت جبرائیل ﷺ، حضرت میکائیل ﷺ اور حضرت اسرافیل ﷺ کا ذکر تفسیروں میں صراحت کے ساتھ آتا ہے۔ یہ فرشتوں کی اچھی خاصی جماعت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ جس کی شکل اختیار کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت جبرائیل ﷺ کبھی حضرت دینیہ اہن خلیفہ کلبی کی شکل میں تشریف لاتے۔ دیکھنے والے انسان ہی سمجھتے تھے حالانکہ جبرائیل ﷺ ہوتے تھے۔ جنات کو بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف شکلیں اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے۔ جن انسان کی شکل میں بھی آسکتا ہے، گدھے اور چڑیا کی شکل میں بھی آسکتا ہے، سانپ کی شکل بھی اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے اختیار نہیں دیا کہ وہ اپنی شکل بدل سکیں۔

بہر حال فرشتے حضرت ابراہیم ﷺ کے پاس معزز اور محترم بڑی عمر والے انسانوں کی شکل میں تشریف لائے۔ حضرت ابراہیم ﷺ کے گھر ان کی الہیہ حضرت سارہ ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا چوں کہ مہمان زیادہ تھے مرغی سے کام نہیں چل سکتا تھا ایک بچھڑا پالا ہوا تھا اس کو ذبح کر کے گوشت بنانا کرو سوٹ کر اکے مہمانوں کے سامنے رکھ دیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے: ”جو آدمی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے پس چاہیے کہ وہ مہمان کی عزت کرے۔“ مہمان کی عزت کرنا ایمان کا حصہ ہے اور پیغمبر سے بڑا مومن کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن مہمانوں نے کھانا چکھا تک نہیں تو ابراہیم ﷺ حیران ہوئے کہ یہ کھاتے کیوں نہیں؟ بالآخر فرشتے بول پڑے کہ ہم تو فرشتے ہیں اور قومِ لوط ﷺ کی قوم کی تباہی کے لیے بھیجے گئے ہیں اور جاتے جاتے تصحیح خوبخبری بھی سناتی تھی کہ اللہ تعالیٰ تھیس پیٹا اسحاق ﷺ عطا فرمائیں گے اور پوتا یعقوب ﷺ بھی۔ تم اپنی آنکھوں سے بیٹے کو اور پوتے کو بھی دیکھو گے۔

### اللہ تعالیٰ جب چاہے اولاد عطا کر دے ہے

﴿قَاتَلُواهُ﴾ وہ کہنے لگی ہائے افسوس مجھ پر ﴿لَوْلَئِنِّي أَلَدَّ أَنَا عَنْهُمْ﴾ کیا میں بچپن جوں کی حالانکہ میں بوڑھی ہوں۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت سارہ ﷺ کی عمر ایک کم سو سال تھی اور ہمارے ہاں ننانو ہے سال کی بیباں لاخی لے کر بھی نہیں چل سکتیں۔ ﴿لَوْلَئِنِّي أَتَعْلَمُ شَهِيْدًا﴾ اور یہ میرا خاوند بھی بوز ہا ہے۔ حضرت ابراہیم ﷺ کی عمر اس وقت ایک سو سیس سال

تھی۔ مطلب یہ ہے کہ میں بھی بوزہمی میرا خاوند بھی بوزہما ہم تو اولاد کے قابل نہیں ہیں (لہٰ رَأَىٰ لَهُذَا الشَّنِيْعَةَ وَعَجِيْبًا) یہ بے شک یہ تو البتہ عجیب چیز ہے کہ بوزہوں کے گھر بچہ پیدا ہو۔ ظاہری حالات کے مطابق توبات اسکے تھی (قَالَ قَوْمًا) فرشتے کہنے لگے (أَتَعْجَمُونَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ) کیا تو توجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر (رَحْمَةُ اللَّهِ) اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو (وَبِرَحْمَةِ اللَّهِ) اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہوں (عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْبَيْتِ) تم پر اے گھر والو (إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ) بے شک وہ تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے چاہے جوانی میں اولاد دے دے چاہے بڑھاپے میں دے دے، چاہے شہ جوانی میں دے دے بڑھاپے میں دے دے۔

سورت مریم میں حضرت زکریا یا ملیکہ کی دعاء کاذک ہے ﴿إِذْ نَادَى رَبُّهُ نِدَاءً خَفِيًّا﴾ "جب پکارا زکریا یا ملکہ نے اپنے رب کو پکارنا آئے۔ ﴿قَالَ﴾ کہا ہے نہات ای ذہنَ الْحَظْمُ مِنْ﴾ اے میرے پروردگار ابے شک میری بندیاں کمزور ہو گئی ہیں ﴿وَ اشْتَهَلَ الرَّأْسُ شَيْيَاهُ﴾ اور بھرک اٹھا ہے سرفیدی سے ﴿وَلَمْ أَمْنِ يُدْعَاهُكَ هَرَبٌ شَيْيَاهُ﴾ اور نہیں ہوں میں تجھ سے دعا کرنے میں اے میرے رب محمد۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور خوش خبری دی ﴿هُنَّ ذُكْرٌ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُنَّ ذُكْرٌ مُّعْلَمٌ أَسْمَهُ يَعْلَمُ﴾ "اے زکریا یا ملکہ ہم خوش خبری دیتے ہیں شیخیں لڑکے کی جس کا نام شیخی ہو گا ﴿لَمْ تَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلِ سَيْيَاهٍ﴾ نہیں بنایا ہم نے اس کے لیے اس سے پہلے کوئی ہم نام ﴿قَالَ﴾ کہا زکریا یا ملکہ نے ﴿رَبَّتِي أَنِي يَكُونُ لِي عَلَمٌ﴾ اے پروردگار کیسے ہو گا میرے لیے لڑکا ﴿وَ كَانَتْ اُنْرَأَتِي عَاقِرًا﴾ اور میری عورت بانجھ ہے۔ سوال ان کی عمر تھی ﴿وَ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكَوْنِ عَيْنَ﴾ "اور بے شک میں ہنچ گیا ہوں بڑھاپے کے انتہائی درجے کو۔ جب میں چلتا ہوں تو کمر نیز ہوتی ہے۔ ایک سو نیس سال ان کی عمر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ مجھ پر آسان ہے۔ عرض کیا پروردگار میرے لیے کوئی نشانی بنادے جس سے میں سمجھوں کہ میری بیوی حاملہ ہو گئی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿أَيْشَكَ الْأَنْكَلِمَ إِلَّا شَكَلَمَ إِلَّا شَكَلَتْ لَيَالِيَ سَوْيَاهُ﴾ "تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تو نہ کلام کرے گا لوگوں کے ساتھ تین دن تک صحیح سلامت۔ تسبیحات کر سکیں گے، نماز پڑھ سکیں گے، خدا کا ذکر کر سکیں گے لیکن لوگوں کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکو گے اور زبان ہو گی بھی شہیک ٹھاک۔ لیکن جب لوگوں کے ساتھ گفتگو کرو گے تو زبان نہیں چلے گی۔ تو رب جب دینے پر آئے دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا یا ملکہ کو بھی ملا۔ اعطافرمائے۔

توفرشتوں نے حضرت ابراہیم ﷺ کی الہمی حضرت سارہ ﷺ کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں تم پر ہوں اے گھروالو! اہل بیت کا اولین مصدق اب یہوی ہے۔ حضرت ابراہیم ﷺ کے گھر اس وقت یہوی کے علاوہ کوئی نہیں تھا فرشتوں نے ان کو اہل بیت کہا۔ اور ہماری زبان میں بھی اہل یہوی کو کہتے ہیں۔ مثلاً: دو دوست ملتے ہیں تو پوچھتے ہیں اہل و عیال کا کیا حال ہے؟ تو اہل یہوی اور عیال پیچ۔ اور اگر کسی نے خنی شادی کی ہے تو اس سے دوست پوچھتے ہیں گھروالوں کا کیا حال ہے؟ اب دیکھو! کل تو اس کی شادی ہوئی ہے رات تو پچھلے نہیں ہو جائے گا۔ تو گھروالوں سے مراد یہوی ہے۔ اصل اہل کا مصدق اب یہوی ہے پھر اس کے تحت اولاد بھی آتی ہے۔

**﴿فَلَمَّا دَهَبَ هُنَّ﴾** پس جب چلا گیا **﴿عَنِ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْحَمِ﴾** ابراہیم ملیتہ سے خوف۔ کیوں کہ پہلے تو فرشتوں کے کھاناز کھانے کی وجہ سے پریشان تھے کہ کیوں نہیں کھاتے؟ لگتا ہے کسی اچھے ارادے سے نہیں آئے۔ مگر جب فرشتوں نے اپنی پوزیشن واضح کر دی کہ ہم فرشتے ہیں اور لوٹ ملیتہ کی قوم کی تباہی کے لیے بیسیجے گئے ہیں اور تمہیں خوش خبری سننا کر جانا ہے **﴿وَجَاءَهُنَّةُ الْبَشَرَى﴾** اور آگئی ان کے پاس خوش خبری بیٹھے کی اور پوتے کی بھی اپنی زندگی میں اور نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود تجویز کیے، اسحاق ملیتہ اور ان کے بعد یعقوب ملیتہ۔

حضرت یعقوب ملیتہ کا لقب اسرائیل تھا۔ اسرائیل عبرانی زبان کا الفاظ ہے۔ اسراء کا معنی عبد اور ایل کا معنی ہے اللہ، تو اسرائیل کا لفظی معنی ہوا عبد اللہ۔ پھر آگے ان کی نسل چلی۔ یعقوب ملیتہ کے بارہ بیٹے تھے حضرت یوسف بھی ان کے بیٹے ہیں۔ یہ سارے بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ یہ دنیا کی ذہین ترین اور ضدی قوم ہے۔ توجہ خوف ختم ہو گیا اور خوش خبری بھی مل گئی اور معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں اور ایک ہم کے لیے آئے ہیں **﴿هُنَّ يَاجِدُونَ إِنَّمَا قَوْمٌ لُّوطٌ﴾** تکرار کرنے لگے ہمارے ساتھ قوم لوٹ کے بارے میں۔

اور سورۃ العنكبوت آیت نمبر ۳۲ میں ہے **﴿قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوقَاتٌ﴾** ”کہا ابراہیم ملیتہ نے اس بستی میں میرے بھتیجے لوٹ ملیتہ بھی رہتے ہیں۔“ لوٹ ملیتہ ابراہیم ملیتہ کے حقیقی بھتیجے تھے بھائی کاتام حاران ابن آزر، حاطوے والی کے ساتھ لکھتے ہیں اور لا ہور والی ہا کے ساتھ بھی لکھتے ہیں۔ **﴿قَالُوا هُنَّا﴾** ”فرشتوں نے کہا **﴿أَغْلَمُ بَيْنَ النَّاسِ﴾** ہم خوب جانتے ہیں اس میں رہنے والوں کو **﴿لَسْجَيَّةٌ وَّ أَفْلَكَةٌ﴾** ہم ضرور بچا میں گے اس کو اور اس کے گھر والوں کو **﴿إِلَّا امْرَأَتَهُ﴾** سوائے اس کی بیوی کے **﴿كَاثُثٌ مِّنَ الْغَيْرِينَ﴾** کہ وہ بچپنے رہ جانے والوں میں سے ہے۔“ یہ یہ مطلب تکرار اور جھگڑے کا کہ تم بنی سدوم کی تباہی کے لیے جا رہے ہو تو میرے بھتیجے لوٹ ملیتہ اور ان کے گھر والوں کا کیا بننے گا؟ جس کے متعلق فرشتوں نے وضاحت کر دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَمِيمٌ أَفَأَنَا مُنِيبٌ﴾** بے شک ابراہیم ملیتہ بڑے بروبار، بکثرت آہ و زاری کرنے والے، بکثرت رجوع کرنے والے تھے۔ جتنا کوئی رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا اتنا ہی اس کو رب تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گا۔

### ہمیں نماز میں لطف کیوں نہیں آتا ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں نماز میں لطف نہیں آتا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ہماری توجہ نہیں ہوتی۔ بھائی! لطف آئے یا نہ آئے، توجہ رہے یا نہ رہے کرتے جاؤ۔ رب تعالیٰ نے جو فریضہ مقرر کیا ہے جو کام ذمے لگایا ہے کرتے رہو کسی نہ کسی وقت دل کے تالے کھل جائیں گے۔ لطف بھی آئے گا تو جب بھی حاصل ہو جائے گی۔ تمہارا کام ہے وضو کردا اور وقت پر نماز پڑھو۔ نماز میں مختلف خیالات بھی آتے رہتے ہیں اور یہ مسئلہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا بے حد انعام و احسان ہے کہ جو وساوس اور خیالات آتے ہیں ان پر شرعاً کوئی گرفت نہیں ہے اگر گرفت ہوتی تو ہماری تمہاری کوئی خیر نہیں تھی۔ کوئی بندہ سادوں اور خیالات سے بچا ہوانہ نہیں ہے لیکن یہ ان وساوس اور خیالات کی بات ہے جو از خود آئیں بندہ قصدا نہ لائے۔ خود بخود

خیال آجائے سے نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ بندے کو کوشش کرنی چاہیے کہ نماز میں خیال نہ آئے تو جہا اللہ تعالیٰ کی طرف رہے نہس نماز قبول ہو جائے گی۔ اور حسن قبول اس وقت ہو گا جب پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کہا ﴿يَلَّا يَرْهِمُ أَغْرِضَ عَنْ هَذَا﴾ اے ابراہیم ﷺ ان باتوں سے اعراض کریں۔ آپ ان کی گلزاری کریں لوط ﷺ بھی نجع جائیں گے اور جو مومن ہیں وہ بھی نجع جائیں گے ہم بخوبی جانتے ہیں کہ ان پر کوئی رد نہیں پڑے گی ﴿إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرَ رَبِّكَ﴾ بے شک شان یہ ہے کہ تحقیق تیرے رب کا حکم آچکا ہے قوم لوط کی تباہی کا ﴿وَإِنَّهُمْ أَهْلُمُ عَذَابًا غَيْرَ مَرْدُوذٍ﴾ اور بے شک ان لوگوں کے پاس آنے والا ہے ایسا عذاب جس کو لوٹا یا نہیں جا سکتا۔ اس عذاب کا ذکر آئندہ آئے گا۔

### ~~~~~

﴿وَلَئِنْ جَاءَتْ مُرْسَلَاتُنَا كَاهُ﴾ اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے لوط ﷺ کے پاس ﴿يَعْتَقِدُونَهُ﴾ پر بیشان کر دیئے گئے ان کی وجہ سے ﴿وَصَاقَ يُوْمَ ذِنْبِ عَالَمَ﴾ اور شنگ ہوا ان کی وجہ سے دل ان کا ﴿وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصَيْبٌ﴾ اور فرمایا یہ دن بڑا مشکل ہے ﴿وَجَاءَهُ لِقَوْمَهُ﴾ اور آئی ان کے پاس ان کی قوم ﴿يَهْمَأُونَ إِلَيْهِ﴾ دوڑتی ہوئی تیزی کے ساتھ ان کی طرف ﴿وَمِنْ قَبْلٍ كَانُوا يَعْمَلُونَ الشَّيْطَاتِ﴾ اور اس سے پہلے وہ برے عمل کرتے تھے ﴿قَالَ يَقُولُونَ﴾ فرمایا اے میری قوم ﴿هُطْلَاءَ بَنَاتِي﴾ یہ میری بیٹیاں ہیں ﴿فَنَّقَ أَظْهَرَنَّ لَكُمْ﴾ وہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں ﴿فَالْقَوْالِهَ﴾ پس تم ذرو اللہ تعالیٰ سے ﴿وَلَا تَحْرُونَ فِي ضَيْقٍ﴾ اور مجھے رسوانہ کرو میرے مہمانوں کے بارے میں ﴿أَلَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ جُلُّ ؟﴾ کیا نہیں ہے تم میں کوئی سمجھدار آدمی ﴿قَالُوا﴾ کہنے لگے وہ ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ﴾ البتہ تحقیق آپ جانتے ہیں ﴿مَا لَنَا فِي بَلْتِكَ مِنْ خَيْرٍ﴾ نہیں ہے ہمیں آپ کی بیٹیوں کے بارے میں کوئی شوق ﴿وَإِنَّكَ لِتَعْلَمُ مَا تُرِيدُ﴾ اور بے شک آپ جانتے ہیں جو ہم ارادہ کرتے ہیں ﴿قَالَ﴾ فرمایا ﴿لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً﴾ کاش مجھے تمہارے مقابلے میں قوت حاصل ہوتی ہو آؤ اوئی الی ہر سُنْنَتِ شریعت یہ یا میں پناہ پکڑتا ایسے بازو کی طرف جو سخت ہو ﴿قَالُوا﴾ بولے مہمان ﴿لِيُؤْطِ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ تَرِكَ﴾ اے لوط ﷺ بے شک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں ﴿لَنْ يَصْلُوَ إِلَيْكَ﴾ یہ ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے تجھ تک ﴿فَأَسْرِ بِإِهْلِكَ﴾ پس آپ چلیں اپنے اہل والوں کو نہ لے کر ﴿يَقْطَعُونَ الْيَلِ﴾ رات کے حصے میں ﴿وَلَا يَنْقِتُ مِنْكُمْ أَحَدٌ﴾ اور نہ پلت کر دیکھئے تم میں سے کوئی ایک ﴿إِلَامُرَأْتَكَ﴾ مگر آپ کی بیوی ﴿إِنَّهُ مُصَيْبَتُهَا﴾ بے شک شان یہ ہے کہ پہنچ گا اس کو ﴿مَا أَصَابَهُمْ﴾ وہ عذاب جو پہنچے گا ان کو ﴿إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْرُ﴾ بے شک ان کے وعدے کا وقت صحیح ہے

﴿إِلَيْسَ الصُّبُّهُ بِقَرِيبٍ﴾ کیا صحیح قریب نہیں ہے ﴿وَلَئِنْ جَاءَ أَمْرًا﴾ پس جس وقت آیا ہمارا حکم ﴿جَعَلْنَا عَالِيهَا سَافِلَهَا﴾ کر دیا ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو بیچے ﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سَجْنِنَا مُنْصُودِ﴾ اور بر سارے ہم نے ان پر پتھر کنکر کے کونے والے تہہ بہ تہہ (لگاتار) ﴿فَمَسَوَّمَةً عَذَّرَتِكَ﴾ نشان لگائے ہوئے تیرے رب کی طرف سے ﴿وَمَا هُنَّ مِنَ الظَّالِمِينَ يَعْصِيُونِ﴾ اور نہیں ہے یہ ظالموں سے دور۔

### فرشتہوں کی آمد پر لوط ملک ﷺ کا پریشان ہونا

یہ تم نے سنا کہ حضرت ابراہیم ﷺ کے پاس فرشتے معزز مہمانوں کی شکل میں آئے۔ وہی فرشتے جو ابراہیم ﷺ کے پاس کوئی سانچہ سال کا لگتا تھا، کوئی پچاس سال کا، کوئی چالیس سال کا، لوط ﷺ کے پاس آئے تو نو عمر لڑکوں کی صورت میں۔ کوئی ٹیکارہ سال کا، کوئی دس سال کا، کوئی بارہ سال کا، بڑے خوب صورت بچوں کی شکل میں۔

رب تعالیٰ اس کا ذکر فرماتے ہیں ﴿وَلَئِنْ جَاءَ ثُرُشْلَذُوكَ﴾ اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے لوط ﷺ کے پاس یعنی ہم پریشان کر دیے گئے ان کی وجہ سے ﴿وَضَاقَ بِهِمْ ذِرْعَانُهُ﴾ اور نگہ ہوا ان کو دیکھنے کی وجہ سے دل ان کا ﴿قَالَ هُدَا يَنْهُمْ عَصَيْتُ﴾ اور فرمایا یہ دن بڑا مشکل ہے۔ کیوں کہ قوم لوٹھے بار بھی بلکہ بڑوں کو بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ اس لیے لوط ﷺ پریشان ہوئے کہ جب قوم دیکھے گی کہ میرے گھر خوب صورت بچے آئے ہوئے ہیں تو وہ یقیناً بدمعاشی کے لیے آئے گی تو میری بڑی بے عزتی ہو گی کہ میرے مہمان ہیں۔ دن کا وقت تھا لوگ بھی دیکھ رہے تھے ایک دوسرے کو آوازیں دیں کہ بڑے خوب صورت لڑکے آئے ہوئے ہیں۔ ﴿وَجَاءَ لَهُ قَوْمٌ﴾ اور آئی لوط ﷺ کے پاس ان کی قوم ﴿يَهُمْ غُونَ إِلَيْهِ﴾ دوڑتی ہوئی تیزی کے ساتھ ان کی طرف۔ اور حضرت لوط ﷺ کی پریشانی بے جا نہیں تھی کیوں کہ ﴿وَمِنْ قَبْلِ﴾ اور اس سے پہلے ﴿كَانُوا يَعْمَلُونَ الْمُنَاهَاتِ﴾ وہ بڑے کام کرتے تھے۔ اتنے بے حیا تھے کہ مجلس میں ایک دوسرے کے سامنے بدمعاشی کرتے تھے۔

سورہ العنكبوت آیت نمبر ۲۹ میں ہے ﴿وَتَأْتُونَ فِي نَادِيْنُمُ الشَّنَكِ﴾ ”اور تم کرتے ہو اپنی مجلسوں میں بڑی بات۔“ اتنے بے حیا تھے۔ اور جب بندے میں حیان ہو تو ایمان نہیں رہ سکتا۔ حدیث پاک میں آتا ہے: ﴿الْحَيَاةُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔ لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا حَيَا إِلَهَ﴾ اس آدمی کا ایمان نہیں ہے جس میں حیا نہیں ہے۔“

﴿قَالَ﴾ لوط ﷺ نے فرمایا ﴿يَقُولُون﴾ اے میری قوم اس بدمعاش اکٹھے ہو کر آگئے ہو ﴿هُوَلَاءَ بَنَاتِ هُنَّ أَظْهَرُ الْكُلُّ﴾ یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں ﴿فَأَتَقْوَالَهُ﴾ پس ثم اللہ تعالیٰ سے ڈرو ﴿هُوَلَاءَ بَنَاتِ هُنَّ فَلَيْقُلُون﴾ اور مجھے رسانہ کرو میرے مہمانوں کے بارے میں۔ قوم کو برائی سے بچانے کے لیے اور مہمانوں کی عکریم کے لیے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے بیٹیوں کی پیش کش کر دی۔ ﴿هُوَلَاءَ بَنَاتِ هُنَّ أَظْهَرُ الْكُلُّ﴾ کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ حضرت لوط ﷺ کی دو یا تین بیٹیاں تھیں جیسا کوئی نہیں تھا تو یہ قربانی سروواروں کے سامنے پیش کی کہ تم جو قوم کے سردار ہو ایک ایک سردار میری بیٹی

کے ساتھ نکاح کر لے اور نکاح کے بعد اپنی قوم پر کنشروں کر دتا کہ میرے مہمانوں کی عزت محفوظ رہے۔ بڑی قربانی ہے۔

### بیحرت کے تیرے سال تک کافروں کے ساتھ درشتہ ناتا جائز تھا ہے۔

اب رہایہ سوال کہ قوم تو کافر تھی ان کو درشتہ دینے کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت مومن اور کافر کا رشتہ جائز تھا۔ خود حضرت لوط ﷺ کی بیوی جس کا نام واصلہ تھا، کافر تھی اور اسلام میں بھی تقریباً سولے سال تک یہی مسئلہ رہا ہے۔ تیرہ سال کی زندگی اور تین سال مدنی زندگی میں کہ مومن اور کافر کا آپس میں نکاح جائز تھا۔ بیحرت کے تیرے سال جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَلَا تُنْكِحُوا النَّسْرَ لَتْ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ﴾ اور شرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں ﴿وَلَا مَأْمُونَةٌ حَتَّىٰ قَنْ مُشْرِكٌ كُوَّلُهُ أَغْجَبَتْمُ﴾ اور البتہ مومن بوندی بیحرت ہے شرک عورت سے چاہے وہ تحسیں کتنی اچھی لگے ﴿وَلَا تُنْكِحُوا النَّسْرَ كُنْ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ﴾ اور نکاح کردہ مسلمان عورتوں کا مشرکوں کے ساتھ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں ﴿وَلَعَدْ مُؤْمِنٍ﴾ اور البتہ مومن غلام ﴿حَتَّىٰ قَنْ مُشْرِكٌ﴾ بیحرت ہے مشرک سے ﴿وَلَوْ أَغْجَبَتْمُ﴾ [ابقرہ: ۲۲۱] چاہے وہ تحسیں اچھا معلوم ہو۔“ تو مومن کافر کے رشتے والا حکم بیحرت کے تیرے سال منسوخ ہوا۔

### پیغمبر قوم کی باپ کی طرح اصلاح کرتا ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ لاط ﷺ نے اپنی حقیقی بیٹیوں کی بات نہیں کی بلکہ قوم کی بیٹیوں کے متعلق فرمایا۔ کیوں کہ پیغمبر قوم کا روحاںی باپ ہوتا ہے اس لیے فرمایا کہ یہ قوم کی جو بیٹیاں ہیں میری ہی بیٹیوں ہیں جائز طریقے سے ان کے ساتھ نکاح کردا اور اپنی خواہش کو پورا کردا۔ تو روحاںی باپ کی حیثیت سے یہ بات فرمائی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت سلمان فارسی میں ہو کر یہودیوں نے گھیر لیا۔ کہنے لگے مخارابی بھی کیسا ہے کہ تحسیں بتلاتا ہے کہ پیش اب ایسے کرو، پاگانہ اس طرح کرو، یہ کرو، وہ کرو جلا یہ باشیں بتلانے کی ہیں۔ حضرت سلمان فارسی میں ہو معر صحابی تھے۔ صحیح قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کو اڑھائی سو سال عمر عطا فرمائی تھی۔ ان کی صحت بڑی اچھی تھی دیکھنے والا ہیں سمجھتا کہ ساتھ بیٹنے والے سال کے پہنچے میں ہوں گے۔ انہوں نے یہودیوں کو خوب سنائیں۔ فرمایا ہاں! آنحضرت ﷺ نے ہمیں بتلایا ہے کہ پیش اب بائیں ہاتھ سے خشک کرنا ہے شرم گاہ کو دایاں ہاتھ نہیں لگانا، استحچا کو لے اور لید کے ساتھ نہیں کرنا، گور اور ہڈی کے ساتھ نہیں کرنا اور جس وقت قضاۓ حاجت کے لیے بیٹھنا ہے تو قبلے کی طرف منہ نہیں کرنا اور قبلے کی طرف پینچھے بھی نہیں کرنی۔ یہ چیزیں ہمیں پیغمبر نے بتلائی ہیں۔ ان میں کون سا کام گناہ کا ہے؟ حضرت نے ان کو خوب لایا پھر آنحضرت ﷺ نے اس کے پاس آئے۔ کہنے لگے حضرت! آج یہودیوں نے مجھ پر یہ اعتراض کیا تھا میں نے اس کا یہ یہ جواب دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جواب بھیک ہے ((إِنَّهَا أَكَالَكُفَّارَ يُوَثِّلِ الْوَالِدَيْلَوَالِيدَ))“ بے شک میں امت کے لیے ایسے ہی ہوں جیسے باپ اولاد کے لیے ہوتا ہے۔“

تو حضرت لوط ﷺ نے فرمایا مجھے مہمانوں کے بارے میں رسوانہ کرو ۝ (آئینسِ منکمْ رَاجُلٌ شَاهِيْدٌ) کیا نہیں ہے تم میں کوئی سمجھ دار آدمی جو بات کو سمجھ لے۔ اب قوم کا جواب سنوا ۝ (قَالُوا إِنَّهُ كَفِيلٌ لَكُمْ عِلْمٌ) کہنے لگے وہ ۝ (لَقَدْ عَلِمْتَ) البتہ تحقیق آپ جانتے ہیں ۝ (فَالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ حَقٍّ) نہیں ہے ۝ (مِنْ حَقٍّ) نہیں ہے آپ کی بیٹیوں کے بارے میں کوئی شوق، کوئی رغبت نہیں ہے ۝ (وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا تُرِيدُونَ) اور بے شک آپ البتہ جانتے ہیں جو ہم چاہتے ہیں جو ہمارا ارادہ ہے۔ ہم نے اپنا ارادہ پورا کرنا ہے لہ کیاں پیش کر کے ہمارے ارادے میں رکاوٹ ڈالتے ہو۔ اس موقع پر ۝ (قَالَ) فرمایا حضرت لوط ﷺ نے ۝ (لَوْاْنَ لِيٰ ۝ (لَكُمْ فُؤَادٌ) کا شک کہ مجھے تمہارے مقابلے میں قوت حاصل ہوتی تو میں تحسیں بتلاتا کہ تم بدمعاشی کس طرح کرتے ہو۔

### بدمعاشیاں صرف وغطوں سے ختم نہیں ہوتیں ۴۲

اور یاد رکھنا! بدمعاشیاں، خرابیاں، گناہ نزے و غطوں سے ختم نہیں ہوتے ان کے ختم کرنے کے لیے قوت بھی چاہیے۔ جیسے: طالبان کو رب تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے وہ طاقت ہیں بھی پاکستان میں حاصل ہو جائے۔ محض وعظ تو سماں ہو سالوں سے میں بھی کر رہا ہوں لیکن معاشرے نے اس کا کتنا اثر لیا ہے؟ کتنے عامل بنے ہیں؟ وہاں جا کر دیکھو ان کو شکلیں اور صورتیں اسلام کے مطابق ہیں اور تم بھی وہاں ڈاڑھی کے بغیر جا کر دیکھو تمہارا کیا حشر ہوتا ہے۔ پہلے قدم پر ہی تحسیں گرفتار کر لیں گے۔ لیکن تم ہو کہ ایک کان سے سنتے ہو اور دوسرا سے نکال دیتے ہو۔ حق کے نفاذ کے لیے قوت بھی چاہیے۔ فرمایا ۝ (أَوْ أَوْتَى إِلَيْهِنَّ شَدِيْدٌ) یا میں پناہ پکڑتا ایسے بازو کی طرف جو سخت ہو، ایسے گروہ کی طرف جو قوی ہوتا۔ کا شک! میرا بھی کوئی معادن گروہ ہوتا تو میں تحسیں بتلاتا کہ تم کس طرح بدمعاشی کرتے ہو۔

### الم بدعوت کی تردید ۴۳

اب دیکھو! الم بدعوت کہتے ہیں کہ پیغمبر ہر جگہ حاضر و ناظر بھی ہیں اور عالم الغیب بھی۔ اگر حضرت لوط ﷺ عالم الغیب ہوتے اور جانتے ہوتے کہ یہ فرشتے ہیں تو اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی اور اتنی منتیں اور بیٹیاں قربان کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر حاضر و ناظر ہوتے تو سمجھ جاتے کہ یہ وہی فرشتے ہیں جو تیا جی ابراہیم ﷺ کے پاس میٹھے تھے۔ لہذا یاد رکھنا! عالم الغیب اور حاضر و ناظر کا عقیدہ نبیوں اور ولیوں کے بارے میں کافر انہ اور مشرک انہ ہے۔

حضرت لوط ﷺ جب قوم کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے فرشتے سن رہے تھے۔ جب دیکھا کہ پیغمبر کی پریشانی انتہا کو کنجی گئی ہے ۝ (قَالُوا إِنَّكَ فَرَشْتَنَا بِوَلَىٰ ظَرْبَةٍ أَنَّا شُلَّهَيْنَا) اے لوط ﷺ! اے لوط ﷺ! بے شک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں ۝ (لَنْ يَؤْمِنُوا إِلَيْكَ) یہ ہرگز نہیں بھیج سکیں گے آپ تک ۝ (فَأَنْسِرْهُ بِأَهْلَكَ) پس آپ چلیں اپنے الہ والوں کو لے کر ۝ (بِقِطْعَةِ فَنِ اثْلِ) رات کے حصے میں۔ کہتے ہیں کہ یہ مہمان جب آئے تھے تو ظہر کا وقت تھا بعض کہتے ہیں عصر کا وقت تھا۔ بحث و تکرار میں کافی وقت گزر گیا جب رات آئی تو فرشتوں نے کہا آپ اپنے الہ کو جو تیرے مانتے والے ہیں ساتھ لے کر چلے جائیں۔ ۝ (ذلا

یکمیث مُلْمُمَ أَحَدٌ) اور نہ پلت کر دیکھے تم میں سے کوئی ایک (إِلَّا أَمْرًا لَّكَ) مگر آپ کی بیوی کہ اس کوئی نہ لے جاتا۔ وہ کفر میں سخت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی تدریت کہ دو یا تین بیٹیاں تھیں انہوں نے ماں کی بات نہیں مانی وہ باپ کے عقبے پر تھیں۔ فرمایا (إِنَّهُ مُصَيْنِهَا مَا أَصَابَهُمْ) بے شک شان یہ ہے کہ پہنچ گا اس کو وہ عذاب جو پہنچ گا اس قوم کو۔ جو عذاب آپ کی قوم پر آئے گا وہ آپ کی بیوی پر بھی آئے گا۔ کب آئے گا؟ (إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الظِّبْنُونَ) بے شک ان کے وعدے کا وقت صحیح ہے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ اس لیے دے رہے ہیں کہ آپ یہاں سے چلے جائیں کیوں کہ سارے علاقوں کو اتنا کر دینا ہے۔ جب تم بیان سے چلے جاؤ گے پھر کارروائی ہو گی (أَلَيْسَ الظِّبْنُونَ بِقُرْبِنَوبِ) کیا صحیح قریب نہیں ہے؟

### قوم لوط پر چار قسم کے عذاب آئے ہیں

اس قوم پر چار قسم کے عذاب آئے ہیں اور چاروں قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ پہلا عذاب: (فَلَمَّا نَأْتَنَا أَغْنِيَهُمْ) [قر: ۷۳] ”پس مٹا دیں ہم نے ان کی آنکھیں۔“ فرشتوں کو چھیڑنے کے لیے آگے بڑھے اللہ تعالیٰ نے ساری قوم کو انداھا کر دیا۔ دوسرا عذاب اسی مقام پر مذکور ہے اور بر سائے ہم نے ان پر پتھر کرنے والے تہہ بہتھے۔  
تیسرا عذاب کا ذکر سورۃ الحجر آیت نمبر ۳۷ میں ہے (فَأَخْذَاهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقَنَ) ”پس پکڑا ان کو ایک صحیح نے سورج نکلتے وقت۔“ حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک ڈراؤنی آواز نکالی جس سے ان کے کلیج پھٹ گئے۔  
اور چوتھا عذاب: (جَعَلْنَا عَالَيْهَا سَافِلَهَا) ”کر دیا ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو نیچے۔“ حضرت جبریل علیہ السلام نے وہ دس میل کا علاقہ اپنے پر پراٹھا کر پھینک دیا۔

آج کل کے جغرافیہ میں اس کا نام بھریت ہے۔ چھ میل کے علاقہ میں پانی ہے اس میں کوئی بھی جاندار چیز نہیں ہے حالاں کہ تھوڑا سا پانی بھی ہواں میں کیزے مکوڑے، مینڈک، مچھلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مگر وہاں کوئی شے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (فَلَمَّا جَاءَهُمْ أَمْرُنَا) پس جس وقت آیا ہمارا حکم (جَعَلْنَا عَالَيْهَا سَافِلَهَا) کر دیا ہم نے ان کے اوپر والے حصے کو نیچے۔ زمین کے بالائی حصے کو نچلا کر دیا۔ نیچے والے کو اوپر اور اوپر والے کو نیچے (وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَابَهُنَّ وَنَسْجِيلَهُ مَنْصُوبِهِ) اور بر سائے ہم نے ان پر پتھر کلکر کے کونے والے تہہ بہتھے (مُسَوَّمَةً عَذَابَهُنَّ) نشان لگائے ہوئے تیرے رب کی طرف سے (وَتَاهَى، هُنَّ) کی ضمیر اس علاقے کی طرف لوٹ رہی ہے (وَمِنَ الظَّلَّمِينَ يَعْجِلُهُمْ) اور نہیں ہے وہ علاقہ ان کے والے خالموں سے دور۔ کیوں کہ جب یہ تجارت کے لیے شام جاتے تھے تو وہاں سے گزر کر جاتے تھے۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ (هُنَّ) کی ضمیر راجح ہے پتھروں کی طرف۔ تو معنی ہو گا کہ اور نہیں ہیں وہ پتھر ان کے والے خالموں سے دور۔ جیسے ان پر پتھر بر سائے گئے ان پر بھی برس سکتے ہیں۔ وہ قادر مطلق ذات ہے جو چاہے کرے، پتھر بر سائے، ہوا تیز کر دے، پانی کا سیلا بھیج دے، زلزلہ طاری کر دے، آسمانی بھلی گردے۔ کل، پرسوں کے اخبار میں

پڑھا ہے ہندوستان میں واجپائی کے جلسہ میں آسمانی بچلی گری جس سے اکیس پائیں آدمی موقع پر مر گئے بہت سارے زخمی ہوئے، جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ یہ سارا پکھد کیجئے کہ بھی ان لوگوں پر کچھواڑ نہیں ہوا۔

### کہلاتے مسلمان ہیں کرتے خلاف قرآن ہیں

ترکی میں دیکھوا مسلمان کہلانے والے بے ایمانوں نے پردے پر باقاعدہ پابندی لگائی ہے۔ جن علاقوں میں یہ خبیث رہتے ہیں وہاں زلزلے آتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہو رہی ہے مگر وہ اُس سے مس نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ و قاتلوں کا لوگوں کو آگاہ کرتے رہتے ہیں مگر لوگ آگاہ نہیں ہوتے۔ دیکھوا کہلاتے مسلمان ہیں اور حکم قرآن کریم کے خلاف دیتے ہیں۔ پردے کے متعلق سورت الحزاب آیت نمبر ۵۹ میں واضح حکم ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَا إِذَا جَاهَكُ وَهَبَّتِكَ وَنِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ يُلْهِنُنَّ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَانِنَّ﴾ اے نبی کریم ﷺ! آپ کہہ دیں اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مومنوں کی غورتوں سے کہ وہ نیچے لکھا کریں اپنی چادریں۔ مطلب یہ ہے کہ پردہ کریں۔ کتنا واضح حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بے ایمانوں کو توبہ کرے۔ مسلمان کہلاتے ہیں اور قرآن کریم کی مخالفت کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ وہ پتھران خالموں سے بھی دور نہیں۔ رب چاہے تو ان پر بھی برسا سکتا ہے۔

### وَلَا تَعْنَوْا

﴿وَرَأَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب ﷺ کو (ہم نے رسول بننا کر بھیجا) ﴿قَالَ﴾ فرمایا ﴿لِيَقُولُوا إِعْبُدُوا اللَّهَ﴾ اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی ﴿مَا أَنَّكُمْ مِنَ الْوَعِيزَةِ﴾ نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبد و اس کے سوا ﴿وَلَا تَنْهَضُوا إِلَيْهَا إِلَّا مُبَرِّأَنَّ﴾ اور نہ کر و ما پ اور توں میں ﴿إِنَّ أَسْكُمْ بِخَنْرِ﴾ بے شک میں دیکھا تم کو خیر کے ساتھ ﴿وَرَأَى أَخَافَ عَلَيْكُمْ﴾ اور بے شک میں خوف کرتا ہوں تم پر ﴿عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ﴾ گھیرنے والے دن کے عذاب کا ﴿وَلِيَقُولُوا أُدْفُوا إِلَيْهَا إِلَّا مُبَرِّأَنَّ بِالْقُسْطِ﴾ اور اے میری قوم پورا کرو ناپ اور توں کو انصاف کے ساتھ ﴿وَلَا تَنْهَضُوا إِلَيْهَا إِشْيَاءُهُمْ﴾ اور کم نہ دلوگوں کو ان کی چیزیں ﴿وَلَا تَعْنَوْا إِلَّا تَرِضُ مُفْسِدِيْنَ﴾ اور نہ پھر و زمین میں فساد پھاتے ہوئے ﴿بَقِيَّتُ اللَّهُ حِيرَتُكُمْ﴾ اللہ تعالیٰ کا چھوڑا ہوا بہتر ہے تمہارے لیے ﴿إِنَّكُمْ مُؤْمِنُونَ﴾ اگر ہوتا موسن ﴿وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِظٍ﴾ اور نہیں ہوں میں تم پر کوئی نگران ﴿قَالُوا﴾ کہا انہوں نے ﴿إِشْعَيْبُ أَصْلُوثُكَ تَأْمُرُكَ﴾ اے شعیب ﷺ کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے ﴿أَنْ تُنْذِكَ مَا يَعْبُدُ أَهْلَهُنَا﴾ تاکہ ہم چھوڑ دیں ان کو جن کی عبارت کرتے تھے ہمارے باپ دادا ﴿أَوْ أَنْ تَفْعَلَ فِي أَمْوَالِهِمْ﴾ یا یہ کہ ہم کریں اپنے مالوں میں ﴿مَا نَسْأَلُهُمْ﴾ جو ہم چاہیں ﴿إِنَّكَ لَا تَنْعَلِمُ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ﴾ بے شک آپ

تحل کرنے والے سمجھدار ہیں۔

جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کے وجہ سے تباہ کیا ان میں سے چند کا ذکر تم من چکے ہو۔ جیسے نوح ﷺ کی قوم، حضرت ہود ﷺ کی قوم، حضرت صالح ﷺ کی قوم، حضرت لوط ﷺ کی قوم میں نافرمانی، بغاوت اور سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہو گیں۔ اب آگے نہرا آیا قوم مدین کا۔

### قوم مدین کے حالات

یہ مدین حضرت ابراہیم ﷺ کے بیٹے کا نام ہے۔ حضرت ابراہیم ﷺ کے دو بیٹوں کا ذکر تو قرآن پاک میں ہے حضرت اسماعیل ﷺ جو بڑے تھے اور قربانی بھی انھی کی تھی اور دوسرے حضرت اسحاق ﷺ یہ چھوٹے تھے اور ان کے بیٹے تھے حضرت یعقوب ﷺ جن کا لقب اسرائیل تھا اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلانی۔ ان کی نسل میں حضرت عیسیٰ ﷺ تک چار ہزار پیغمبر تشریف رئے اور حضرت اسماعیل ﷺ کی اولاد میں صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تنہی تشریف لائے ہیں۔ لیکن تورات اور تاریخ کی کتابوں میں حضرت ابراہیم ﷺ کے تین اور بیٹوں کا بھی ذکر ہے، حضرت مدین، حضرت مدائی اور حضرت قیدار حبیم اللہ تعالیٰ۔ جو حضرت مدین کی اولاد ہے وہ قوم مدین کہلانی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **هُوَ الَّذِي أَعْنَى لِيَقِنَّا مُؤْمِنَةً** اور مدین قوم کی طرف ان کے بھائی شعیب ﷺ کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا۔ بھائی اس لیے کہا کہ وہ اسی قوم کے ایک فرد اور اسی شہر کے رہنے والے تھے جس کا نام مدین تھا۔ جیسے سننے میں آتا ہے کہ گھر کسی قوم کا نام تھا اس قوم کے نام پر یہ گھر مشہور ہو گیا۔ اسی طرح مدین شہر کا نام بھی تھا اور قوم کا نام بھی اور ان کو اصحاب الائیکہ بھی کہا گیا ہے۔ کیوں کہ مدین شہر کے حدود اربعہ میں جنگلات تھے درمیان میں یہ بہت بڑا و سعی شہر تھا یعنی وہ لوگ ہو جنگلات میں رہتے ہیں۔ اس دور میں مدین میں الاقوامی منڈی تھی۔ لوگ دور دراز سے آکر وہاں سوادا بیچتے اور خریدتے تھے۔ خطیب انبیاء حضرت شعیب ﷺ اپنے دور میں بڑے فتح اور بلیغ تھے اور نماز بڑی دل جمعی کے ساتھ پڑھتے تھے۔

### نماز اطمینان کے ساتھ پڑھنی چاہیے

اسی صفحے پر آرہا ہے کہ لوگوں نے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنے کا طعنہ بھی دیا اور یہ درکھنا انماز صحیح معنی میں وہی نماز ہے جس میں رکوع، قوام، سجدہ اور جلسہ وغیرہ اطمینان کے ساتھ ہوں۔ کئی دفعہ کن چکے ہو کہ صحابی رسول حضرت خلاد بن رائفع بنی شوہر نے آپ ﷺ کے سامنے جلدی جلدی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے ان کو فرمایا: **صَلِّ فِي أَنَّكَ لَمْ تُصَلِّ** ”پھر نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی۔“ انہوں نے دوبارہ اسی طرح پڑھی اور آپ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **صَلِّ فِي أَنَّكَ لَمْ تُصَلِّ** ”پھر نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی۔“ وہ تیسرا دفعہ پھر پڑھ کر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **حَمِلِ فِي أَنَّكَ لَمْ تُصَلِّ** ”پھر نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی۔“ کہنے لگے حضرت! میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے جوڑھنگ اور طریقہ آتا تھا میں نے اس طرح پڑھی ہے اب آپ مجھے

بنا کیں۔ آپ ملائیں گے نہ نے فرمایا نہایت اطمینان کے ساتھ رکوع کر سرانہا، اطمینان کے ساتھ قومہ کر، اطمینان کے ساتھ جلسہ کر غرضیکے اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ بتالیا۔

عجیب بات ہے کہ صحابی رسول کی نماز جلدی جلدی پڑھنے سے مسجد بُوی میں نہ ہو جہاں ایک نماز پڑھنے کا ثواب صحیح روایات کے مطابق ایک ہزار نماز کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ملتا ہے بشرطے کہ نماز ہو تو بغیر اطمینان کے نماز پڑھنے سے ہماری تمحاری نماز کس طرح ہو جائے گی۔

**﴿قَالَ﴾** حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا **﴿إِلَيْهِ مَا عَبَدُ وَاللَّهُ مَا لَكُمْ فِيمَا تَرَكُوا إِنَّ اللَّهَ عَنِ الْمُحْسِنِينَ يَغْفِرُ ذُنُوبَهُمْ وَاللَّهُ عَلَى النَّاسِ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾** اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمحارے لیے کوئی معبد و اس کے سوا۔ اللہ تعالیٰ کے سوانہ کوئی عبادت کے لائق ہے نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی حاجت روایہ، نہ کوئی فریادرس ہے، نہ کوئی دشیر ہے، نہ کوئی مقنن قانون ساز ہے، مخلوق بھی اسی کی، حکم بھی اسی کا، جو کچھ کرتا ہے رب کرتا ہے رب تعالیٰ کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

### قوم مدین شرک کے علاوہ ناپ توں کی کمی میں مبتلا تھی

بہر حال مدین چوں کہ مشہور اور بڑی منڈی تھی وہاں بڑا وسیع کاروبار ہوتا تھا لوگ دوز دراز سے آتے اناج وغیرہ خریدتے اور بیچتے تھے۔ ان لوگوں نے ڈبل (دو طرح کے) پیانا اور بیٹ بنائے ہوئے تھے۔ لیتے وقت اور پیانا اور بات ہوتا اور دیتے وقت اور پیانا اور بات ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے تقدیم کی۔ فرمایا **﴿وَلَا تَنْقُضُوا الْمَكَابِلَ وَالْمِيزَانَ﴾** مکیاں کا معنی پیانا اور میزان کا معنی ترازو۔ معنی ہو گا اور نہ کی کرو ماپ اور توں میں۔ اور مکیاں اور میزان مصدر بھی آتے ہیں۔ پھر مکیل کا معنی ہو گا تاپنا اور میزان کا معنی ہو گا توںنا۔ تو مطلب بنے گا تاپنے اور تو نے میں کی نہ کرو۔

**﴿وَإِنَّ أَنْثِيَلَمْ بُخْنُونَ﴾** بے شک میں دیکھتا تم کو خیر و عافیت کے ساتھ کہ آدمی کمزور و غریب ہو وہ واڑ فریب کرتے تو آدمی کہتا ہے چلو کمزور اور غریب آدمی تھا اس لیے داؤ لگایا۔ تم صاحب حیثیت ہو وسیع پیانتے پر تمحارا کاروبار ہے پھر تم ایسی خاست کرتے ہو کہ لیتے وقت پورا لیتے ہو اور دیتے وقت کی کرتے ہو۔ اچھے بھلے آسودہ حال ہوتے ہوئے ایسی حرکت کرتے ہو **﴿وَإِنَّ أَخَافِلَمْ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمَ مُحْظَطٍ﴾** اور پے شک میں تم پر خوف کرتا ہوں گھیرنے والے دن کے عذاب کا۔ جس دن کا عذاب تم سب کو گھیر لے گا اور مجرموں میں سے کوئی بچے گا نہیں **﴿وَلَيَقُولُونَ﴾** اور اے میری قوم! **﴿أَذْلَلُوا الْمَكَابِلَ وَالْمِيزَانَ﴾** پالقسط **﴾** پورا کر دتا پ اور توں کو انصاف کے ساتھ **﴿وَلَا تَنْبَهُنَّ إِلَيْهِمْ أَشْيَاءَ فِيمَا﴾** اور کم نہ دلوگوں کو ان کی چیزیں۔ حقی چیز کی ان سے رقم لی ہے اتنی ہی چیز ان کو دُنڈی نہ مارو۔ مثلاً رقم توںی ہے ایک سیر کی اور رواس کو تین پاؤ چودہ چھٹا نک۔ اس طرح نہ کرو پوری چیز دو۔

مسئلہ اچھی طرح سمجھ لوا کہ بیعت نام ہے ایجاد و قبول کا۔ مثلاً: ایک آدمی نے کہا کہ میں تھیں یہ چیز ایک سیر ایک

روپے کی دوں گا اور لینے والے نے کہا ٹھیک ہے مجھے قبول ہے تو یہ بیع ہو گئی۔ روپے یہ بچنے والے کا اور وہ چیز ایک سیر خریدنے والے کی ہو گئی۔ اب اگر دینے والا وہ چیز پوری سیر نہیں دیتا تو اس نے اس کا حق مارا ہے۔ اور حق العبد وہ چیز ہے کہ کروڑ مر جب تو پہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا جب تک صاحب حق خود نہ معاف کرے۔ اسی طرح باث کی بجائے پیانے کے ساتھ کوئی چیز بیچتا ہے کہ مثلاً: کہتا ہے کہ ایک لوپ پانچ روپے کا دوں گا اور خریدنے والا کہتا ہے ٹھیک ہے اور یہ پورا لوپ نہیں دیتا تو اس نے اس کا حق مارا ہے جس کی معاف نہیں ہے۔

یا جس چیز کا سودا کیا ہے وہ نہیں دیتا مثلاً: سودا ہوا کہ فلاں چیز جس کی نوع یہ ہو گی جنس وہ ہو گی رنگ یہ ہو گا اور اس پر اس کو اس نوع یا اس جنس یا اس رنگ کی چیز نہیں دیتا تو اس نے اس کا حق مارا ہے، اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے اور اس کی کمائی حلال کی نہیں ہو گی۔ جو جنس اور جو نوع اور رنگ کہتا ہے اس کے مطابق ہوئی چاہیے اگر ہم اپھیری کرے گا تو کمائی حرام ہو جائے گی۔ اور آج جو حالات ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ سارے کاسارا معاشرہ ہی بگرا ہوا ہے۔ الاما شاء اللہ بہت کم لوگ ہیں جو دیانت داری کے ساتھ خرید و فروخت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح طریقے سے ہم سے نیکی نہیں ہوتی۔ کیوں کہ خوراک کا بھی انسان کی نیکی پر اثر پڑتا ہے۔

### ایک لفہ حرام کا کھانے سے چالیس دن دعا قبول نہیں ہوتی

اور کئی دفعہ تم یہ حدیث سن چکے ہو کہ حضرت سعد ابن ابی وقار صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ ایک لفہ حرام کا کھانے تو چالیس دن دعا کی قبولیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہمارا تو خیر سے پیٹھ ہی حرام سے بھرا ہوا ہے۔ اور مسلم وغیرہ میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ دود روزے سے حج کے لیے جاتے ہیں۔ سر پا گندہ، پاؤں غبار آلو ہوتے ہیں، تکالیف اخھا کربعتہ اللہ ہبھنچتے ہیں، کعبے کا طواف کرتے ہیں، غلاف پکڑ کے دعا نہیں کرتے ہیں یا رب ایارب! میرے گناہ معاف کردے اور حال یہ ہے کہ مَأْكُلَةٌ حَرَامٌ وَ مَشَرِبَةٌ حَرَامٌ وَ مَلْبَسَةٌ حَرَامٌ "کھانا اس کا حرام کا، پینا اس کا حرام کا، کپڑے اس کے حرام کے، فَإِنَّمَا يُسْتَجَابُ لَهُ مَنْ كَهَانَ سے اس کی دعا قبول ہو گی۔" یاد رکھنا ارزق حلال سے نیکی پر اثر پڑتا ہے۔

ان میں ایک خرابی اور بھی تھی جس کی تفصیل یہاں نہیں ہے۔ آٹھویں پارے میں اس کی تفصیل ہے کہ ان کے ارد گرد جو جنگلات تھے ان میں ڈاکور تھے تھے اور تاجریوں میں ان کے ایجنت تھے تھے جوان کو اطلاع کرتے تھے کہ کون سے قافلے والوں نے سونا، چاندی اور قیمتی سامان خریدا ہے۔ وہ ڈاکو قافلہ کو لوٹ لیتے تھے باہر سے آنے والوں کو بھی لوٹ لیتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَ لَا تَقْعُدُوا لِكُلِّ صَرَاطٍ تُؤْعَذُنَ﴾ [الاعراف: ۸۶] "اور تھی ٹھوہر راستے پر کہ ڈراستے ہوتم لوگوں کو۔" ڈاکے ڈاکے ہو اس طرح نہ کرو۔ وسیع جنگلات تھے لوٹ کر جنگلات میں چلے جاتے تھے

کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا تھا ذا کے بھی ذاتے تھے اور ساتھ ساتھ حضرت شعیب ﷺ کی مخالفت بھی کرتے تھے۔ لوگوں کو کہتے تھے وہاں ایک بابا ہو گا اس طلیکہ کا، اس شکل کا، اس کے پاس نہ جانا۔ فرمایا ﴿وَلَصُدُونَ عَنْ سَبِيلِ اللہِ﴾ اور روکتے ہو انتہا تعالیٰ کے راستے سے۔“

### حضرت شعیب ﷺ کے مجنزے کا ذکر ہے

حضرت شعیب ﷺ خطیب الانبیاء تھے۔ بڑے فصح اور بلطف تھے اور پھر پیغمبر کی زبان تو پیغمبر کی زبان ہے لیکن ضدی نہ ماننے والے کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ”بداع الطہور فی وقایع الدھور“ نایاب تھی اب مردان کے ایک کتب خانے والوں نے طبع کروائی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت شعیب ﷺ کو کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے تو ہمیں کوئی نشانی دکھاؤ۔ حضرت شعیب ﷺ نے فرمایا کہ تم کون ہی نشانی چاہتے ہو؟ کہنے لگے کہ ہم جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں یہ بول کر تیری اور تیرے دعوے کی تقدیق کریں تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ حضرت شعیب ﷺ نے فرمایا آڑ چلیں تمہارے بتوں کے پاس۔ وہاں جا کر حضرت شعیب ﷺ نے بتوں سے دوسوال کیے مَنْ زَلَّكَ تَمَحَّارَ أَبَرْ  
کون ہے؟ وَمَنْ أَكَا أَوْ مَسْكَنَ كُونَ ہوں؟ بتوں نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ زمین کو، آسانوں کو، حیوانوں کو، پیروں کو پیدا کیا ہے۔ ہم پتھر اور لکڑی ہیں ہمیں بھی پیدا کرنے والا ہی ہے وَأَنَّتَ رَسُولُ اللَّهِ وَتَبِعِيهِ اور آب اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہیں۔ قوم نے کہا کہ بڑا جادوگر ہے بتوں پر بھی اس کا جادو جل گیا اور ایک آدمی بھی ایمان نہ لایا۔ اب اس کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟

﴿وَلَا تَعْنُوا إِلَّا تَضَرُّ مُفْسِدِينَ﴾ اور نہ پھر ورز میں میں فساد مچاتے ہوئے۔ نہ ذا کے ذا اور نہ کی کر کے لوگوں کو لوٹو  
﴿بِقِيَّةِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ لَّكُمْ مُّؤْمِنُونَ﴾ اللہ تعالیٰ کا چھوڑا ہوا بہتر ہے تمہارے لیے اگر ہوتم مومن۔ لوگوں کا حق دے کر جو باقی تمہارے پاس رہے اس میں برکت ہے۔ اور یاد رکو! ﴿وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِظٍ﴾ اور نہیں ہوں میں تم پر کوئی نگران کہ ہر وقت تحسیں دیکھتا ہوں کہ تم کون سے پیانے اور ترازو سے لیتے ہو اور کون سے پیانے اور ترازو سے دیتے ہو۔ یہ رب تعالیٰ کا معاملہ ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ ﴿قَالُوا إِنَّ شَعِيبَ يَكْذِبُ﴾ ان لوگوں نے کہا اے شعیب ﷺ! ﴿أَصْلُوثُكَ تَأْمُرُكَ﴾ کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے ﴿أَنْ تُثْرُكَ مَا يَعْبُدُ أَهْلُ أُنَانَ﴾ کہ ہم چھوڑ دیں ان کو جن کی عبادات کرتے تھے ہمارے باپ دادا۔ یہ بھی جو اہمیت کے ساتھ تم نماز پڑھتے ہو یہ تحسیں حکم دیتی ہے کہ ہم باپ دادا کا طریقہ چھوڑ دیں۔ نماز کا طعن دیا ہے اُنْ تَعْنَى فِي أَمْوَالِيَا مَائِشًا! یا یہ کہ ہم کریں اپنے والوں میں جو اہم چاہیں۔ مال ہمارے ہیں یا تمہارے ہیں؟ آگے استہزا کے طور پر کہا ﴿إِنَّكَ لَا تَنْعِيْلَ الْعَرَبِيِّمُ الرَّشِيدِ﴾ بے شک آپ تحمل کرنے والے بحمد دار ہیں۔

تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ استہزا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کمزور آدمی کو کہے آؤ پہلوان جی! تم تو پھونک مار

کر کر اپنی کے سند رہیں پھیلک دو یا کسی شراری آدمی کو کوئی کہے آؤ حضرت جی ایشیاری آدمی کو حضرت کہنا مذاق ہے۔ اور کمزور کو پہلوان کہنا بھی مذاق ہے۔ اسی طرح انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے پھیبر سے مذاق کیا۔

### ~~~~~

**(قالَ يَقُولُ)** فرمایا شعیب علیہ السلام نے اے میری قوم **(أَتَهُنَّئُنُمْ)** بتلاوہ **(إِنْ كُلُّ أُنْثٍ عَلٰى بَيْتِنَّهٖ قَنْ شَرِّيْنَ)** اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے **(وَهَرَّأَ قَنْيٰ مِنْهٖ بِرْدَ قَاحِسَنَا)** اور اس اللہ نے مجھے روزی دی اپنی طرف سے اچھی روزی **(وَمَا أُمْرِيْنِدَ)** اور میں نہیں ارادہ کرتا **(إِنْ أَخَالَفُكُمْ)** اس بات کا کہ میں مخالفت کروں تمہاری **(إِنْ مَا أَنْهَمُكُمْ عَنْهٖ)** ان چیزوں کی طرف جن سے میں تحسین منع کرتا ہوں **(إِنْ أُمْرِيْدَ إِلَّا الْأَصْلَاحَ)** نہیں ارادہ کرتا میں مگر اصلاح کا **(مَا اسْتَطَعْتُ)** یہ جتنی میں توفیق رکھتا ہوں **(وَمَا تَوْفِيقٌ إِلَّا بِاللَّهِ)** اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ **(عَلَيْهِ تَوْكِيدُتْ وَإِلَيْهِ أُنْسِبَ)** اسی پر میں نے بھروسکیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں **(وَلِيَقُولُ)** اور اے میری قوم **(لَا يَحِرُّ مِنْكُمْ شَقَاقٌ)** نہ برائیختہ کرے تحسین میرے ساتھ اختلاف رکھنا **(إِنْ يُعِيْنُكُمْ)** اس بات پر کہ پچھے تحسیں **(قُتْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحَ)** اس کے مثل جو پہنچا نوح علیہ السلام کی قوم کو **(أَذْقَوْمَ هُنُودَ)** یا ہود علیہ السلام کی قوم کو **(أَذْقَوْمَ ضَلِيلَ)** یا صالح علیہ السلام کی قوم کو **(وَقَاقُومُ لُوثِيَّةٍ)** قتلکم پیغیلدا ہے اور نہیں ہے لوط علیہ السلام کی قوم تم سے دور **(وَاسْتَغْفِرُوا لِهِنَّمْ)** اور معافی مانگو اپنے رب سے **(لَمْ تُبُوْأَا إِلَيْهِ)** پھر اس کی طرف رجوع کرو **(إِنْ سَرِّيْنَ تَحِينُمْ وَدُودُهُ)** بے شک میرا رب مہربان ہے محبت کرنے والا ہے **(قَالُوا يَسْعَيْبُ)** کہنے لگے اے شعیب علیہ السلام **(مَا نَفَقَهَ كَثِيرًا إِقْنَاثَ تَقْوُلَ)** ہم نہیں سمجھتے بہت سی وہ باتیں جو تم کرتے ہو **(وَإِنَّ الظَّرِيفَ فِي نَّيَاضِ عِيْنَفَا)** اور بے شک البتہ ہم دیکھتے ہیں جسے اپنے اندر کمزور **(وَلَوْلَا رَهْطُكَ)** اور اگر نہ ہوتی تیری برادری **(لَرْجَمَلَكَ)** تو ہم تجھے سنگار کر دیتے **(وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ)** اور نہیں ہے تو ہمیں کوئی پیارا **(قَالَ يَقُولُ)** فرمایا شعیب علیہ السلام نے اے میری قوم **(أَتَهُنَّئُنُمْ قَنْ اللَّهُ)** کیا میری برادری تحسیں زیادہ عزیز ہے اللہ تعالیٰ سے **(وَاتَّحَدُ شُوَوَّهَ)** اور بنالیا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کو **(وَرَآءَ كُلْ ظَهَرَيَّا)** اپنی پشوں کے پیچے **(إِنْ سَرِّيْنَ بِمَا تَعْمَلُونَ مُعْجِظَ)** بے شک میرا رب جو تم عمل کرتے ہو گھیرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پھیبروں کی تبلیغ اور دین کی نشر و اشاعت کا ذکر اور نافرمان قوموں کی تباہی اور بر بادی کا ذکر مسلسل چلا آ رہا ہے۔ اسی سلسلے میں شعیب علیہ السلام کے متعلق کچھ بیان ہوا تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کے سامنے اصولی طور

پر تین باتیں رکھی تھیں۔

پہلی بات کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراو۔ دوسری بات کہ ناپ تول میں کی نہ کرو اور تیسرا بات زمین میں فضاد نہ چاؤ۔ ساری باتیں سچی اور حق تھیں مگر قوم نے مذاق اڑایا ﴿لَا نَتَّالِيْلُ الْحَلِيلُمُ الرَّشِيدِينَ﴾ کہہ کر کہ تو بڑا تحمل کرنے والا سمجھ دار آدمی ہے۔ یہ ان کا پیغمبر کو کہنا ایسے ہی تھا جیسے میں نے کہا تھا کہ کسی کمزور آدمی کو کہیں آؤ پہلوان جی! یا شراری آدمی کو کہیں حضرت صاحب تشریف رکھو۔ یہ ان کے ساتھ مذاق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿قَالَ﴾ حضرت شعیب ﷺ نے فرمایا ﴿لِتَقُوْهُ﴾ اسے میری قوم ﴿أَتَرَبَّيْتُمْ بِتَلَاقِنَ كُلُّ شَعْلٍ بِتَلَاقِتِ قَنْ عَلَيْنِ﴾ اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں تھیں تو حید کا سبق دیتا ہوں اور یہ فطری چیز ہے اور تھیں سمجھنیں آتی۔ پھر تم نے مطالہ کیا کہ ہو ہمارے بت بولیں اور تیرا اقرار کریں کہ جو کچھ شعیب ﷺ کہہ رہے ہیں حق اور حق ہے۔ تو بدائع الظہور کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ حضرت شعیب ﷺ نے بتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تَمَنَ رَبِّكُمْ وَمَنْ آتَاكَ "تمہارا رب کون ہے اور میں کون ہوں؟" بتوں نے بول کر کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے جو ساری کائنات کا خالق ہے۔ وَأَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَرَبِّيْشَةُ "اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہیں۔" اتنی واضح دلیل بھی میں تم کو دے چکا ہوں مگر تم ہو کہ ضد پرائز ہوئے ہوئے ہو۔

﴿وَرَأَذْقَنَنِي وَمَنْهُ بِرَدْ فَأَكَسَّنَا﴾ اور اس اللہ نے مجھے روزی دی ہے اپنی طرف سے اچھی روزی۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہوت اور رسالت کا رزق عطا فرمایا ہے۔ یعنی رزق سے مراد روحانی رزق ہے۔ اور یہ مفہوم بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شعیب ﷺ کی دو بیٹیاں تھیں بیٹا کوئی نہیں تھ۔ بھیڑ بکریاں رکھی ہوئی تھیں خود بوڑھے تھے بیٹیاں ہی بھیڑ بکریاں چڑا تھیں ان کا دودھ پی کر گزار کر لیتے تھے۔ لوگوں نے حضرت شعیب ﷺ کو کہا کہ ہماری بات مان لو تو تم بھی ایسے ہی گھلا کھاؤ پیو گے جس طرح ہم کھاتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت شعیب ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھا اپنی طرف سے اچھا رزق عطا فرمایا ہے حلال و طیب، جس سے میرا گزار اچل رہا ہے۔ ﴿وَمَا أَرْبَيْدُ أَنْ أَخَالِفُكُمْ﴾ اور میں نہیں ارادہ کرتا یہ کہ تمہاری مخالفت کروں ﴿إِنِّي مَا أَنْهَمْتُ عَلَيْهِ﴾ ان چیزوں کی طرف جن سے میں تھیں منع کرتا ہوں۔ وہ میں خود بھی نہیں کرتا ایسا نہیں ہے کہ تھیں تو ان سے منع کروں اور خود کروں تاکہ تم کہو کر کہتا کیا ہے اور کرتا کیا ہے۔

### کامل جو کہتے ہیں وہی کچھ کرتے ہیں

مثلاً: میں تھیں کہتا ہوں کہ رب تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ اور خود بھی کسی کو اس کا شریک نہیں بنانا۔ تھیں کہتا ہوں کہ رب تعالیٰ کی عبادت کرو خود بھی اس کی عبادت کرتا ہوں۔ تھیں کہتا ہوں کہ پورا ناپ تول کر دنا پ تول میں کی نہ کرو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے پاس ناپ تول والی کوئی شے ہی نہیں ہے اور اگر کسی وقت ناپ تول کر دیتا بھی ہوں تو پورے ناپ تول

کے ساتھ دینا ہوں اور کسی قسم کے فساد کا قائل نہیں ہوں۔ تو جو باتیں میں تحسیں کہتا ہوں خود بھی اس کا پابند ہوں ﴿إِنَّمَا يُنْهَا إِلَّا لِإِصْلَامِ حَقَّاً إِنْتَهَىٰ تَعَلَّمُهُ﴾ اور اداہ کرتا مگر اصلاح کا جتنی میں توفیق رکھتا ہوں۔

اصلاح یعنی الناس بڑی چیز ہے۔ لوگوں کی خدمت کرنا، اتحاد و اتفاق پیدا کرنا، عقايد اور اعمال کی اصلاح کی کوشش کرنا۔ دنیا میں خدمتِ خلق کے نام پر بڑی بڑی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں مگر کام صفر ہے صرف اپنے مقصد کو پورا کرتے ہیں۔ ﴿فَوَمَا  
تَوْفِيقٌ لِلأَذْيَالِ اللَّوْلَوْهُ﴾ اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ۔ جتنی مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے میں اس کے مطابق کام کرتا ہوں ﴿عَلَيْهِ تَوْكِيدُهُ﴾ اسی اللہ تعالیٰ کی ذات پر میرا بھروسہ ہے ﴿وَإِلَيْهِ أُنْبَهْتُهُ﴾ اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ ظاہری اور باطنی طور پر اس کے ساتھ میراربط ہے اور اسی کے ساتھ میرا تعلق ہے۔ ﴿ذَلِكُنْهُمْ﴾ اور اسے میری قوم ﴿لَا  
يَحْرُمُنَّمِنْ شَفَاعَتِي﴾ نہ برائی ہجتہ کرے، نہ ابھارے تحسیں میرے ساتھ اختلاف رکھنا ﴿أَنْ يُعَيِّنُنِّي مَقْتُلًا مَا أَصَابَ قَوْمًا لَّوْجَهِ﴾ اس بات پر کہ پہنچے تحسیں اس کے مثل عذاب جو پہنچا نوح عليه السلام کی قوم کو۔

### کون سی قوم کون سے عذاب میں ہلاک ہوئی ہے؟

نوح عليه السلام کی قوم سیلاپ کی شکل میں تباہ ہوئی ان کی تباہی کا ذکر اسی پارے میں چند روایتیں سن چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نبی کی مخالفت کرنا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ انہوں نے مخالفت کی تباہ ہوئے کہیں تم میری مخالفت کر کے تباہ نہ ہو جاؤ ﴿أَذْقُونَهُنَّوْجَهِ﴾ یا ہو دیں ﴿كَوْمَ كُوكَ انْ پَرْتَنَدْ وَتَيْزَ هُوا كَاعْذَابَ آيَا تَحَا جِسْ سَے سَبْ بَحْرَمْ تَبَاه وَبَرْبَادْ ہو گئے﴾ اذْقُونَهُنَّوْجَهِ کی قوم کو کہ ان پر زلزلہ بھی آیا تھا اور صیحہ کہ جریل ﴿جَرِيلَ﴾ نے ایک ڈراونی آواز نکالی جس سے ان کی کلیجے پھٹ گئے۔ اس طرح کا عذاب تم پر نہ آجائے۔ ﴿وَمَا قَوْمٌ لَّوْنَطٌ قَنْكُمْ يَعْصِيُنَّهُنَّ﴾ اور نہیں ہے لوط ﴿لَوْطَ﴾ کی قوم تم سے دور۔ ربِّہ کے لحاظ سے بھی دور نہیں ہے کہ مدین بحریت کے قریب تھا اور زمانے کے لحاظ سے بھی وہ تم سے دور نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پھر بر سائے ان کو آندھا کیا اور ان پر آواز بھی مسلط کی اور اس علاقے کو الٹا کر دیا۔ ان قوموں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی مخالفت کی، توحید کا انکار کیا تباہ و بر باد ہو گئے کہیں تم بھی ان کی طرح بر باد نہ ہو جاؤ۔

### پیغمبر کے علاوہ اصولی طور پر کوئی مخصوص نہیں ہے؟

﴿وَإِنْ شَفَعْنَاهُ زَانِبَتْمُ﴾ اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو معافی مانگو۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے سوا ہر بندہ گنہگار ہے۔ اصولی طور پر کوئی بھی گناہوں سے مخصوص نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ میں گنہگار نہیں ہوں تو یہ خیال کرنا خود گناہ ہے۔ ہم ہر وقت گنہگار ہیں، ہماری آنکھیں گنہگار، ہمارے کان گنہگار، ہمارے اعضاء گنہگار، ہماری ساری زندگی گناہوں میں گزری ہے لہذا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو۔ آنحضرت ﴿لَمْ يَنْهِنَّمِّ أَمْتَ کِ تَعْلِيمَ کِ خاطِرِ دُنْ مِّ مِسْ سُوْدَفَعَ اسْتَغْفَارَ﴾ کرتے تھے۔ کبھی ایک مجلس میں ستر ستر مرتبہ استغفار کرتے تھے۔ ﴿لَمْ تُبُوْرَا إِلَيْهِ﴾ پھر اسی کی طرف رجوع کرو۔ جن گناہوں

سے توبہ کی ہے دوبارہ نہ کرو اور نیکی کے کاموں کی طرف رجوع کرو۔ وہ توبہ کوئی توبہ نہیں ہے کہ زبان سے تو پر توبہ اور عمل اس کی خلاف ورزی، یہ زرادھوکار ہے۔ اپنے رب کی طرف رجوع کرو سچے دل سے توبہ کرو ﴿إِنَّهُمْ لَا يَحْتَمِلُونَ ذُذُّهُ﴾ بے شک میر ارب نہ رہا ہے محبت کرنے والا ہے۔ اس کی مہربانی کا اندازہ لگاؤ کہ مشرک رب تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ رہا تے جیسے رب تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں کوئی کہتا ہے عزیز ﴿عَلَيْهِ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّهُمْ لَا يَحْتَمِلُونَ ذُذُّهُ﴾ کہتے ہیں، ملجم رب کا انکار کرتے ہیں پھر بھی وہ ان کو رزق دیتا ہے اور اولاد دیتا ہے اور بہت کچھ دیتا ہے وَذُو ذُّهُ محبت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں ہیں، بلکہ اپنے بندوں سے بڑی محبت کرتا ہے بشرطیکہ اس بندے کی طرف سے بھی کچھ طلب ہو یک طرفہ کام نہیں چلتا۔

**﴿قَالُوا يَشْعَرُونَ﴾** کہنے لگے اے شعیب ﴿عَلَيْهِ﴾ **﴿مَا لَفْقَدَ كُلُّ شَيْءٍ إِذَا مَأْتَهُنَّ﴾** ہم نہیں سمجھتے بہت سی وہ باتیں جو تم کرتے ہو۔ پہلے گزر پکا ہے کہ کہتے تھے کہ یہ تیری نماز تجوہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقے کو چھوڑ دیں اور اپنے ماں میں اپنی مرضی سے تصرف نہ کریں۔ ماں ہمارے ہیں یا تمہارے ہیں؟ یہ تیری باتیں ہمیں سمجھ نہیں آتیں کہ اکیلا رب سارا نظام چلا رہا ہے۔ کیا ہمارے باپ دادا بے قوف تھے جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہوں کی پوچھ کرتے تھے۔ نہ سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم مانتے ہی نہیں ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کو پیغمبر کی بات سمجھ نہیں آتی تھی۔

سورۃ البر ایم میں ہے **﴿وَمَا أَنْهَى سَلَّاتِي مِنْ هَذِهِنَّ تَهْمَمَ﴾** ”اوہ نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں تاکہ وہ بیان کرے ان کے لیے۔“ جتنے بھی پیغمبر آئے تو یہی زبان میں آئے ہیں تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں ان کی بولی سمجھ نہیں آتی اور پیغمبر سے زیادہ فصیح و بلغی بھی کوئی نہیں ہوتا ان سے زیادہ بہتر انداز میں سمجھا بھی کوئی نہیں سکتا۔ ان ساری باتوں کے ہوتے ہوئے کوئی کہہ بات سمجھ نہیں آتی تو اس کا صاف مطلب یہ ہے میں نہیں مانتا ہوں۔ **﴿وَإِنَّ الظَّالِمِينَ﴾** اور بے شک البتہ ہم دیکھتے ہیں تجوہ اپنے اندر کمزور۔ تیرا بھائی بینا کوئی نہیں صرف دو پیشیاں ہیں **﴿وَكُلَّهُمْ لَهُمْ﴾** اور اگر نہ ہوتی تیری برادری جن کے ساتھ ہمارا کچھ میل جوں ہے تو تجوہ ہم سے سگ سار کر دیتے یعنی پھر مار مار کے بالکل ختم کر دیتے۔ چوں کہ برادری کے لوگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تعارف ہوتا ہے تعلقات ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے کی رعایت ہوتی ہے ان کی حیا ہمیں روکتی ہے **﴿وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِعَوْزٍ﴾** اور نہیں ہے تو ہمیں کوئی پیارا نہ سخت۔ تیری کوئی قدر نہیں ہے تیری برادری کے چند افراد کا خیال ہے۔

**﴿قَالَ يَقُولُونَ﴾** حضرت شعیب ﴿عَلَيْهِ﴾ نے فرمایا اے میری قوم **﴿أَتَرَهُنْطَنَ أَعْزَلَ عَلَيْكُمْ قُنَّ اللَّوَ﴾** کیا میری برادری زیادہ عزیز ہے تمہیں اللہ تعالیٰ سے کہ ان کا خیال رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا خیال نہیں رکھتے **﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَنْهَا﴾** اور بنا لیا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کو **﴿وَرَأَكُمْ ظَهُورًا﴾** اپنی پشتوں کے پیچھے۔ رب تعالیٰ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، تمہیں رزق دیتا ہے، جس نے تمہیں اولادی ہے اس کو تم نے بالکل بھلا دیا ہے **﴿إِنَّهُمْ لَا يَأْكُلُونَ مُحِيطًا﴾** بے شک میر ارب جو تم مغل کرتے ہو گھر نے والا ہے۔ علم کے لحاظ سے بھی اور قدرت کے لحاظ سے بھی۔ تمہارا سب کچھ اس کے علم اور قدرت کے

احاطہ میں ہے۔

﴿وَلِقُومٍ﴾ اور اے میری قوم ﴿أَعْلَمُوا عَلَى مَحَاجِنِكُمْ إِنِّي عَارِفٌ﴾ عمل کر و تم اپنے طریقے پر بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں ﴿سُوقٌ تَعْلَمُونَ﴾ عن قریب تم جان لو گے ﴿مِنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ﴾ اس کو جس پر عذاب آئے گا ایسا ﴿يُخْزِنُهُ﴾ جو اس کو رسا کرے گا ﴿وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ﴾ اور وہ شخص جو جھوٹا ہے ﴿وَإِنَّهُمْ قَبِيلَةٌ﴾ اور انتظار کر و تم ﴿إِنِّي مَعَكُمْ رَّاقِيَةٌ﴾ بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں ﴿وَلَمَّا جَاءَهُ أَمْرُنَا﴾ اور جب آیا ہمارا حکم ﴿نَبَيَّنَتَا شَعَيْبًا وَالَّذِينَ يُنَزِّلُونَ أَمْرًا مَعَهُ﴾ نجات دی ہم نے شعیب ﴿عَلَيْهِ﴾ کو اور ان لوگوں کو جوان کے ساتھ ایمان لائے تھے ﴿وَرَحْمَةً مَعَهُ﴾ اپنی مہربانی کے ساتھ ﴿وَأَخَذَتِ الْذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ﴾ اور پکڑا ان لوگوں کو جھنوں نے ظلم کیا تھا حق نے ﴿فَاصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَهَنَّمَ﴾ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں جھنوں کے بل بیٹھنے والے ﴿كَانَ لَمْ يَغْنُوا فِيهَا﴾ گویا کہ وہ ان گھروں میں آباد ہی نہیں ہوئے ﴿أَلَا بُعْدًا لِّمَدِينَ﴾ خبر وار دوڑی ہوئی مدین قوم کے لئے ﴿كَمَا بَعْدَتْ شَوُدُّ﴾ جیسا کہ دور ہوئی قوم شود ﴿وَلَقَدْ أَنْرَسَ لَهُمْ سُرِيْرًا يَأْتِيَنَا﴾ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موئی ﴿عَلَيْهِ﴾ کو اپنی نشانیاں دے کر ﴿وَسُلْطَنٌ مُّؤْمِنٌ﴾ اور کھلی سند دے کر ﴿إِلَى فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَهَامُونَ﴾ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف ﴿فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ﴾ پس انہوں نے پیروی کی فرعون کے حکم کی ﴿وَمَا أَمْرَ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ﴾ اور نہیں تھا فرعون کا حکم درست ﴿يَقْدُمُ قَوْمٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ آگے آگے ہو گا وہ اپنی قوم سے قیامت کے دن ﴿فَأَوْرَدُهُمُ اللَّاثَرَ﴾ پس داخل کرے گا وہ ان کو آگ میں ﴿وَيُلْسَسُ الْوَنَادُ الْمُوَرَّدُ﴾ اور برا ہے وہ گھاٹ اُتارے جانے کا ﴿وَأَشْعُوْا فِي هَذِهِ لَعْنَةَ﴾ اور بیچھے لگا دی گئی ان کے اس دنیا میں لعنت ﴿وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ اور قیامت والے دن بھی ﴿يُلْسَسُ الرُّفْدُ الْمُزْفُودُ﴾ برائے تحفہ جوان کو دیا گیا ﴿ذَلِكَ مِنْ أَثْبَاعِ الْقُرْآنِ﴾ یہ ہیں بستیوں کی خبروں سے ﴿نَقْصَهٗ عَلَيْكَ﴾ ہم بیان کرتے ہیں ان کو آپ پر ﴿مِنْهَا قَآمٌ وَحَصِيدٌ﴾ بعض ان میں سے قائم ہیں اور بعض ان میں سے کئی ہوئی ہیں۔

حضرت شعیب مدعاۃ اور ان کی قوم کا ذکر چلا آ رہا ہے کہ ان کی قوم نے ان کی تبلیغ سے اکتا کر کہا کہ اگر تیری برادری تو آئی کہ جن کے ساتھ ہمارے تعلقات اور میں جوں ہے تو ہم تھیس پھر مار مار کے ختم کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے فرمایا کہ تم میری برادری کا خیال کرتے ہو اور رب تعالیٰ کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے اس کی طرف کوئی تو جنبیں ہے۔ شعیب بیحث نے

یہ بھی فرمایا ہے ﴿وَلِقْوَهُ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَجْنَاحَتِكُمْ﴾ اور اے میری قوم! قوم کا انداز دیکھو اور پیغمبر کا بیان دیکھو۔ پھر بھی فرمایا اے میری قوم! عمل کرو تم اپنے طریقے پر ﴿إِنَّ عَوْنَىٰ﴾ بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں۔ جب تم نے میری بات مانی سنی نہیں بے تو پھر جو چاہو کرتے پھر وو لیکن میں اپنے طریقے پر عمل کرتا رہوں گا۔

لیکن یاد رکھنا! ﴿سُوقَ تَعْلِمُونَ﴾ عنقریب تم جان لو گے ﴿فَمَنْ يَأْتِيَنَا عَذَابٌ يُخْزِنُهُ﴾ اس کو جس پر عذاب آئے گا ایسا جو اس کو رسوا کرے گا ﴿وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ﴾ اور اس کو بھی جان لو جو جھوٹا ہے۔ کون سچا ہے، کون فرماس بردار ہے اور کون نافرمان ہے، کون عذاب کا مستحق ہے اور کون نجات کا؟ ﴿وَإِنَّ تَقْبِيَّاً إِنَّ مَعَلَمَةَ تَرْقِيَّتِكُمْ﴾ اور انتظار کرو تم بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں ﴿وَلَئِنْ جَاءَ أَمْرٌ﴾ اور جب آیا ہمارا حکم۔ مدین کی کافی آبادی تھی اور اس علاقے کی مرکزی منڈی تھی۔ وہاں مقامی لوگ بھی ہوتے تھے اور بیرونی بھی۔

### قوم شعیب ﷺ کی تباہی کا ذکر

تفسیروں میں لکھا ہے کہ ایک دن ایسا ہوا کہ انہنی شدید گرمی پھیلی کر لوگوں کے سانس رکنے لگ گئے۔ مرد، عورتیں، بچے، بوز ہے، جوان، مسافر اور مقامی سب پر بیشان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے حضرت شعیب ﷺ، ان کے گھر والوں اور ایمان والوں کو کچھ بہت ہوا حالاں کر دیں موجود تھے۔ لیکن مجرم پر بیشان ہو گئے اور گھر سے باہر نکل آئے کہ کھلی ہوا گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ایک گھرے بادل کا نکلا آیا۔ چند آدمی اس کے نیچے جا کر کھڑے ہوئے تو ان کا سانس کچھ مٹھک ہو گیا۔ انہوں نے دوسروں کو بھی آواز دی کہ ادھر آ جاؤ یہاں سکون ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس دوران میں گھنٹہ گز رایا دو گھنٹے بہر حال سب مجرم وہاں اکٹھے ہو گئے اور بڑے خوش ہوئے کہ یہاں ہر رسانی آسانی سے آ جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اس بادل سے آگ بری اور ساتھ ڈراوی آواز آئی جس سے ان کے کلیعے پھٹ گئے اور وہ سب جل مر گئے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ بہت سخت ہوتا ہے۔

فرمایا جب ہر راحکم آیا کہ بادل کی صورت میں آگ بری، سب تباہ ہو گئے۔ ﴿تَبَيَّنَا شَعِيبًا وَالَّذِينَ أَصْنَوُا عَمَّةَ﴾ نجات دی، ہم نے شعیب ﷺ کو اور ان لوگوں کو جوان کے ساتھ ایمان لائے تھے ﴿بِرَحْمَةِ مَنَّا﴾ اپنی میریانی کے ساتھ ﴿وَأَخَذَنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ﴾ اور پکڑا ان لوگوں کو جھنوں نے ظلم کیا تھا چیخ نہیں پہلے ڈراوی آواز آئی جس سے ان کے کلیعے پھٹ گئے پھر آگ بری ﴿فَقَاتَبَعَوْا فِيَارِ هُنْ جَهِينَ﴾ پس ہو گئے وہاپنے گھروں میں جھنوں کے مل میختہ والے۔ جو باہر تھے وہاں تباہ ہوئے اور جو گھروں میں تھے وہ وہاں جھنوں کے مل گز کرتا رہا ہوئے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا ﴿كَانَ لَهُمْ يَعْتَوْا إِنْهَا نَهَىٰهُمْ﴾ گویا کہ وہ بھی ان گھروں میں آبادی نہیں ہوئے۔ وہ گھر جہاں ہر وقت چھل پہل تھی، بھگڑے اور ناقچ گانے تھے، رنگارنگ ہاتھ تھیں وہاں اب کسی کا نام و نشان نہیں ہے۔ ﴿إِلَاهٌ﴾ خبردار ﴿فَبَعْدَ الْمَذَبَّ﴾ دوری ہوئی مدین قوم کی اللہ تعالیٰ کی رحمت

سے ﴿گَمَابِعْدَثُمَوْدٍ﴾ جیسے دور ہوئی شور قوم رب کی رحمت سے اور ان پر چھکار پڑی۔ یہاں تک تو حضرت شعیب بن جہن کی قوم کی تباہی کا ذکر رہا۔

آگے موسیٰ بن جہن کے واقعہ کا ذکر ہے۔ اور شاید آپس میں ربط یہ ہو کہ موسیٰ بن جہن نے شعیب بن جہن کی بڑی بیجنی صفوہ احمد کے ساتھ نکاح کیا تھا جس کا ذکر سورہ التصعیل میں آتا ہے۔ تو شعیب بن جہن سر بر ہوئے اور موسیٰ بن جہن داماد۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَقَدْ أَمَرَ رَسُولَنَا مُوسَىٰ بِإِيمَنِنَا﴾ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے رسول بنا کر موسیٰ بن جہن کو اپنی نشانیاں دے کر۔ وہ فوجیزے ہیں کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ایک عاص مبارک کذ است تو اثر دہا بن جاتا تھا، ہاتھ گریبان میں ذلتے تھے تو سرج کی طرح روشن ہو جاتا تھا اور ان کے علاوہ اس قوم کی نافرمانی کی وجہ سے ان پر تحفظ سالی مسلط کی گئی۔ چلوں میں کمی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈک مسلط کیے، خون کا عذاب مسلط ہوا کہ کھانا سالن پکاتے خون ہن جاتا، پانی خون ہن جاتا، دودھ خون ہن جاتا، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو کمیں مسلط فرمائیں۔ ایک کو اوتارتے چار اور چھٹ جاتیں۔ ہر دوست خارش کرتے رہتے۔ وقف و قنے سے ان پر یہ عذاب آئے گر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ چھوڑی حضرت موسیٰ بن جہن کا ساتھ نہ دیا البتہ جادوگر ایمان لے آئے۔ ﴿وَسُلْطَنٌ مُّهِينٌ﴾ اور کھلی سند دے کر بھیجا ہے ﴿إِنْ فِي زَوْقِنَ وَ مَلَأْيْهِ﴾ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف۔

### لقطہ فرعون کی تشریح

مصر کی زبان میں صدر کو فرعون کہتے تھے۔ جس طرح ہم بادشاہ کو صدر کہتے ہیں۔ روم کے بادشاہ کو قصر کہتے تھے اور ایران کے بادشاہ کا نقاب کسرای ہوتا تھا۔ فراعنة مصر بہت سارے آئے ہیں۔ موسیٰ بن جہن کے زمانے کا جو فرعون تھا اس کا نام ولید ابن مصعب بن ریان تھا۔ بڑا ہوشیار اور چالاک آدمی تھا جیسے آج کل ہمارے لئے رہیں۔ یہ بالکل فرعونی صفت پر تھیں اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ، عوام کے ساتھ کچھ اور خواص کے ساتھ کچھ، بالکل فرعونی مزاج کے ہیں۔ فرعون بڑا ہوشیار، بڑا شاطر، حق کو ختم کرنے والا اور حق والوں کا بڑا اشمند تھا۔

﴿فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ﴾ پس ان لوگوں نے پیروی کی فرعون کے حکم کی۔ حکومت اور اقتدار اس کے پاس تھا اس لیے لوگوں نے اس کی اتباع اور پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَا أَمْرَقَ فِرْعَوْنَ بِرَّ شَيْءٍ﴾ اور فرعون کا حکم درست نہیں تھا۔ لیکن دنیا را رہوں اور دولت مندوں نے فرعون ہی کا دہن پکڑا۔ سرداری اس کی آخرت میں بھی قائم رہے گی۔ کیسے؟ فرمایا ﴿يَعْدُمُ قُوَّةُ يَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾ آگے آگے ہو گا وہ اپنی قوم سے قیامت والے دن۔ آگے فرعون ہو گا اس کے پیچھے ہماں پھر قاروں اور دوسرے افسر ﴿فَأَذَادَهُمْ أَثَارَتَهُ﴾ پس وہ داخل کرے گا ان کو آگ میں۔ یہاں بھی آگے چلتا تھا وہاں بھی آگے آگے چلتے گا۔ ﴿وَبِئْسَ الْوَرْدُ الْمَوْرُدُ﴾ اور براہے وہ گھاث اوتارے جانے کا۔

ورد کا معنی ہے پانی کا چشمہ اور موڑ کہتے ہیں اس جگہ کو جہاں پیاسے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے آتا را جاتا ہے۔

جانور پانی کے جسے پر جب جاتے ہیں تو آگے بیچھے لائں لگی ہوتی ہے۔ جس طرح جانوروں کے لیے وہ چشمہ گھاث ہے اسی طرح فرعونیوں کے لیے دوزخ گھاث ہو گا جس میں وہ اتارے جائیں گے۔ ﴿وَأَتْبَعُوا فِي هَذِهِ الْأَقْطَانَه﴾ اور بیچھے لگادی گئی ان کے اس دنیا میں لعنت کر دنیا میں لوگ جب اس کا نام لیتے ہیں تو اس پر لعنت بھیتے ہیں۔ آج بھی اس کی لاش مصر کے عجائب گھر میں پڑی ہوئی ہے لوگ اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہ لعنتی تھا جو اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا ﴿وَيَوْمَ الْقِيَمَة﴾ اور قیامت والے دن بھی لعنت اس کا بیچھا کرے گی ﴿فَإِنَّهُ شَرٌّ مُّرَبُّدٌ إِلَّا لِمَنْ يَرَهُ﴾۔ رفتاد کا معنی عطیہ اور تحفہ ہے مرفود کا معنی جس کو تحفہ دیا گیا۔ تو معنی ہو گا براء ہے تحفہ جو ان کو دیا گیا۔ دنیا کا تحفہ بھی لعنت اور آخرت کا تحفہ بھی لعنت جو اس کی گردان پر پڑا ہو گا۔

﴿وَذَلِكَ مِنْ أَثْيَاءِ الْقُرْبَى﴾ یہ ہیں بستیوں کی خبروں سے۔ یہ جو مذکورہ واقعات ہیں حضرت نوح ﷺ کی قوم کا، حضرت ہود ﷺ کی قوم کا، حضرت صالح ﷺ اور حضرت لوط ﷺ کی قوم کا، حضرت شیعہ ﷺ کی قوم کا اور اسی طرح فرعون کا، یہ بستیوں کی خبروں میں سے کچھ ہیں۔ مِنْ تَعْبِرِيَّہ ہے۔ ﴿تَقْصِيَّةً عَلَيْكَ﴾ ہم بیان کرتے ہیں ان کو آپ پر کہ نافرمانوں کے ساتھ رب تعالیٰ نے کیا سلوک کیا۔ ﴿مِنْهَا قَاتَمْ﴾ بعض ان میں سے قائم ہیں۔ قوم ثمود نے پتھروں کو تراش کر جو مکان بنائے تھے وہ آج بھی موجود ہیں۔ جو لوگ سیر کرنے کے لیے جاتے ہیں وہ دیکھتے ہیں چٹانوں میں ہرے ہرے کمرے بنے ہوئے ہیں مگر ہنے والا کوئی نہیں ہے۔ ﴿وَحَسِينٌ﴾ اور بعض ان میں سے کئی ہوئی ہیں جیسے کھیکھ کوکاٹ دیتے ہیں اسی طرح کچھ بستیاں تباہ و بر بار ہو گئی ہیں۔ ان قوموں سے عبرت حاصل کرو۔

### .....

﴿وَمَا أَظْلَمُ مِنْهُمْ﴾ اور ہم نے نہیں ظلم کیا ان پر ﴿وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ﴾ اور لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ﴿فَنَّا أَغْنَيْتُ عَنْهُمُ الْهَمَّ﴾ پس نہیں کفایت دی ان کو ان کے معبدوں نے ﴿الَّتِي يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ جن کو وہ پکارتے تھے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے ﴿مِنْ شَنِيعٍ﴾ کچھ بھی ﴿لَئِنْ جَاءَ أَمْرًا إِلَيْكَ﴾ جب آگیا تیرے رب کا حکم ﴿وَمَا زَادُوهُمْ عَيْرَتَشِيبٍ﴾ نہ زیادہ کیا انہوں نے ان کے لیے سوائے ہلاکت کے ﴿وَكَذِلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ﴾ اور اسی طرح ہے تیرے رب کا پکڑنا ﴿إِذَا أَخْذَ الْقُرْبَى﴾ جس وقت وہ پکڑتا ہے بستیوں کو ﴿وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ اس حال میں کہ ان بستیوں میں رہنے والے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ﴿إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ بے شک اس کی پکڑ در دن اک ہے سخت ہے ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَا يَرَهُ﴾ بے شک اس میں نشانی ہے ﴿لَمَنْ حَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ﴾ اس شخص کے لیے جو خوف کھاتا ہے آخرت کے عذاب سے ﴿ذَلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَهُ النَّاسُ﴾ وہ دن ایسا ہے کہ جمع کے بے شک گے اس کے لیے لوگ ﴿وَذَلِكَ يَوْمٌ مَّسْهُوذٌ﴾ اور وہ دن ہے کہ جس میں حاضری دی جائے گی ﴿وَمَا

لَوْجُزٌ لَا لَا جَلِ مَعْدُودٌ<sup>۱۰۷</sup> اور ہم نہیں اس کو مoux کرتے مگر ایک وقت مقرر کے لیے ﴿نَيْمَةٌ يَاتُهُ﴾ جس دن آئے گا وہ دن ﴿لَا تَكُونُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ نہیں کلام کرے گا کوئی نفس مگر اس کی اجازت سے ﴿قَيْنَمْ شَقِّيْ وَ سَعِيْدَنْ﴾ پس بعض ان میں سے بد بخت ہوں گے اور بعض ان میں نیک بخت ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا﴾ پس بہر حال وہ لوگ جو بد بخت ہیں ﴿فَنَفْقِ الْأَسْرَ﴾ پس دوزخ میں ہوں گے ﴿لَهُمْ فِيهَا زَفِيرَةٌ وَ شَهِيقٌ﴾ ان کے لیے اس میں گدھے کی آواز ہو گی پہلی اور پچھلی ﴿خَلِدِيْنَ فِيهَا﴾ رہیں گے اس دوزخ میں ہمیشہ ﴿هَمَادِيْمَ السَّبُوتُ وَ الْأَنْرَاضُ﴾ جب تک کہ آسمان اور زمین ہوں گے ﴿لَا مَا لَشَاءُ رَبُّكَ﴾ مگر جو تیرارب چاہے ﴿إِنَّ رَبَّكَ فَعَالٌ لَمَائِرِيْدَ﴾ بے شک تیرارب کرنے والا ہے وہ جو وہ چاہے ﴿وَ أَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا﴾ اور بہر حال وہ لوگ جو نیک بخت ہیں ﴿فَنَفْقِ الْجَنَّةِ﴾ وہ جنت میں ہوں گے ﴿خَلِدِيْنَ فِيهَا﴾ رہیں گے وہ اس بخت میں ہمیشہ ﴿هَمَادِيْمَ السَّبُوتُ وَ الْأَنْرَاضُ﴾ جب تک آسمان اور زمین ہوں گے ﴿لَا مَا لَشَاءُ رَبُّكَ﴾ مگر وہ جو تیرارب چاہے ﴿عَطَاءً غَيْرَ مَجْدُوذِيْنَ﴾ یہ ایسا عطا یہ ہے جو منقطع نہیں ہو گا ﴿فَلَا تُكُنْ فِي مَرْيَةٍ﴾ پس نہ ہوں آپ شک میں ﴿قَسَّاً يَعْبُدُهُ لَوْلَاءَ﴾ اس چیز کے بارے میں جن کی یہ عبادت کرتے ہیں ﴿مَا يَعْبُدُنَّ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ ابْرَاهِيمَ قَبْلَهُ﴾ یہ لوگ نہیں عبادت کرتے مگر ایسے ہی جیسے ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اس سے پہلے ﴿وَإِنَّ الْمُؤْمِنِينَ هُمُ الْمُصْنَعِيْمُ﴾ اور بے شک، ہم ان کو پورا پورا دیں گے ان کا حصہ ﴿غَيْرَ مَشْفُوصٍ﴾ جو کم نہیں کیا جائے گا۔

حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوموں کی تباہی کا ذکر تم نے سن۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَا أَظْلَمُنَّهُمْ﴾ اور ہم نے نہیں ظلم کیا ان پر جن کو ہم نے تباہ و بر باد کیا، ہم نے ان پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں کی ﴿وَلَكِنْ كَلِمَاتُهُمْ﴾ اور لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم وزیادتی کی کہ رب تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا، پیغمبروں کی نافرمانی کی ان کے احکامات کو تسلیم نہیں کی، میکی اختیار نہیں کی، بدی کو نہیں چھوڑا جس کے نتیجے میں یہ سب کچھ ہوا۔ تو رب تعالیٰ نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی انہوں نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا، اللہ تعالیٰ کے سوا اور وہ کو معبدوبنا یا۔

پھر جب رب تعالیٰ نے ان کو کپڑا تو ﴿فَنَأْعْلَمْ عَنْهُمُ الْعَيْمَمُ﴾ پس نہیں کفايت کی، نہیں کام آئے ان کے الٰہ ﴿الَّتِيْنَ يَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ﴾ جن کو وہ پکارتے تھے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے (کے سوا)۔ جن کو انہوں نے مشکل کشا، حاجت رو، فریادرس، دست گیر بنا کھا تھا وہ بھی ان کو عذاب سے نہ بچا سکے ﴿مِنْ شَنِيْعَهُ﴾ بچھ گئی ﴿لَمَّا جَاءَهُ أَمْرُ رَبِّهِ﴾ جب آگیا تیرے پ کا حکم۔ رب تعالیٰ کی گرفت اور مزا آئی عذاب آیا تو ان کا کوئی اللہ میدان میں نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے پاس تدرست ہے؟ اس کے سوا کون اللہ ہے؟ ﴿وَمَا زَادُهُمْ غَيْرَ شَيْئِنْ﴾ اور نہ زیادہ کیا ان کے لیے ہلاکت کے سوا۔ ان کے الٰہ ان کی

ماَت کا سبب بنے بچاؤ کا سبب نہ بنے۔ یہ واقعات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَذَلِكَ أَخْدَافُ الْقُرْآنِ﴾ اور اسی طرح ہے تیرے رب کا پکڑنا اے مخاطب جس وقت وہ پکڑتا ہے بستیوں کو ھٹو ھنی ظالیۃؐ اس حال میں کہ ان بستیوں میں رہنے والے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ مجھے ہودا اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔

ترمذی شریف، ابو داؤد شریف اور مسند احمد میں روایت ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا حضرت! آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نیس کے قریب بالسفید ہو گئے تھے۔ کچھ بیچے والے ہونٹ مبارک کے پاس اور کچھ دونوں کنپیوں میں اور کچھ سر مبارک میں۔ نیس سے زیادہ سفید نہیں تھے لیکن انتہے بیٹھتے کمزوری محسوس ہوتی تھی۔ تو صحابہ کرام ﷺ نے سوال کیا کہ حضرت! آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((شَيْبَتُنِي هُوَ ذَوُّ الْأَخْوَاثِ)) ”مجھے سورہ ہودا اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔“ اب سوال یہ ہے کہ سورت ہود میں کون سی ایسی چیز ہے جس نے آپ کو بوڑھا کر دیا؟ تو اس کے متعلق مولانا حسین علی صاحب واب پھر اس ضلع میانوالی جو تفسیر میں شاگرد تھے حضرت مولانا مظہر نانو توی رحمتیؒ کے جو ہندوستان میں اپنے دور میں سب سے بڑے مفسر قرآن تھے۔ جنہوں نے سہارن پور میں مدرسہ مظاہر العلوم قائم کیا تھا اور حدیث میں شاگرد تھے حضرت مولانا شید احمد گنگوہی رحمتیؒ کے۔

### آیت ہود، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بوڑھا ہونے کا سبب ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ یہ جو آیت ہے ﴿وَذَلِكَ أَخْدَافُ الْقُرْآنِ﴾ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا تھا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجرموں کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا اور اسی طرح ہے پکڑنا تیرے رب کا جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو اور ان بستیوں کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس آیت کریمہ کو پڑھتے تھے تو خیال کرتے تھے کہ میری امت میں بھی گنہگار ہوں گے تو وہ بھی تباہ ہوں گے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان اور مغموم ہوتے تھے اور غم اور پریشانی آدمی کو جلدی بوڑھا کر دیتی ہے اور غم اور پریشانی نہ ہو اور آدمی کھاتا پیتا ہو تو جلدی بوڑھانیں ہوتا۔ تو حضرت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پریشانی کی وجہ سے جلدی بوڑھے ہوئے۔

جب کہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ سورت ہود کی آیت ﴿نَا سَقَمْ كَمَا أَمْرَتَ وَمَنْ تَابَ مَعْلَكَ﴾ ”پس آپ سید ہے رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے تیرے اوپر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ہو لا ٹھیغوا ہے اور حد سے آگے نہ ہو۔“ اس آیت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان تھے کہ آیا میری امت، میری قوم حق پر رذالت کرنے بے یا نہیں۔ تو اس پریشان نے آپ کو جلدی بوڑھا کر دیا۔

﴿إِنَّ أَخْذَهُ الْيَمَ شَرِينْدَ﴾ بے شک اس کا پکڑنا دردناک ہے سخت ہے ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَا يَأْتِيهِ﴾ بے شک ان قوموں

کے ذکر میں نشانی ہے ﴿لَيْلَتُنْ خَافِ عَذَابَ الْآخِرَةِ﴾ اس شخص کے لیے جو خوف کھاتا ہے آخرت کے عذاب سے۔ جو رب دنیا میں عذاب دیتا ہے وہی آخرت میں بھی دے گا اور وہ آخرت کیا ہے؟ ﴿هُوَ ذَلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعَةُ الْأَنْفُسِ﴾ وہ دن ایسا ہے کہ جن کے جائیں گے اس کے لیے لوگ۔ ساری کائنات، انسان، جن، فرشتے اور خدا کی ساری مخلوق میدان محشر میں جمع ہوگی ﴿هُوَ ذَلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ﴾ اور وہ دن ہے کہ جس میں حاضری دی جائے گی۔ حاضری کا دن ہے سب کو وہاں حاضر ہونے پرے گا کوئی متفقہ وہاں سے غیر حاضر نہیں ہوگا ﴿وَمَا لَوْجَزَهُ إِلَّا جَلَ مَعْدُودٌ﴾ اور ہم نہیں اس کو مؤخر کرتے مگر ایک وقت مقرر کے لیے۔ ہم معلوم ہے کہ ہم نے قیامت کب برپا کرنی ہے۔

﴿يَوْمَ يَأْتِي﴾ جس دن آئے گا وہ دن ﴿لَا يَكْلُمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ نہیں کلام کرے گا کوئی مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی نہیں بول سکے گا ﴿قَيْمَةُ شَقِيقٍ وَسَعِيدٍ﴾ پس بعض ان غیں سے بد بخت ہوں گے اور بعض ان میں نیک بخت۔ مومن بھی ہوں گے، کافر بھی ہوں گے، سچے بھی ہوں گے، جھوٹے بھی ہوں گے۔ ﴿فَإِنَّمَا الظَّنِينَ شُفُونَ﴾ پس یہر حال وہ لوگ جو بد بخت ہیں ﴿فَقَوْنِ الظَّالِمِ﴾ پس وہ دوزخ میں ہوں گے اللہ تعالیٰ بچائے۔ آج اس دنیا کی آگ میں لوہا پکھل جاتا ہے، تباہا پکھل جاتا ہے، بعض پتھر جس جاتے ہیں اور وہ آگ اس سے انہتر گناہیز ہوگی۔ اگر اس آگ میں ڈال کر مارنا مقصود ہو تو ایک شعبد کافی ہے لیکن رب تعالیٰ کافرمان ہے ﴿لَمْ كَلِمْتُ فِيهَا وَلَا يَخْفِي﴾ [آلی: ۱۳] نہ مرے گا اس روزخ میں اور نہ تی وہ زندہ رہے گا۔ کیوں کہ اگر مار دیا جائے تو پھر سزا کوں بھگتے گا۔ خور کافر مشرک دوزخ میں مژنے والے کہیں گے ﴿لَيْلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاطِنَيْتَ﴾ [الحاقة: ۲۷] کاش کہ موت مجھے ختم ہی کر دیتی۔ اور سورت زخرف آیت نمبر ۷۷ میں ہے دوزخ کے انچارج فرشتے مالک کو کہیں گے ﴿لَيْلَيْكَ لِيَقْضِ عَلَيْنَا تَرْبِكَ﴾ ”اے مالک! چاہیے کہ فیصلہ کرو ہم پر تمہارا رب۔ ہمیں قنادرے ﴿قَالَ﴾ وہ کہے گا ﴿إِنَّمَا تَمْكِنُونَ﴾ بے شک تم رہنے والے ہو اسی مقام میں۔ ”اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے جہنم میں لے جانے والے ائمہ سے۔

﴿لَئِمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ﴾ ان کے لیے اس میں گدھے کی آواز ہوگی پہلی اور پچھلی۔ زفیر گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو شروع میں زور سے نکالتا ہے اور ﴿شَهِيقٌ﴾ گدھے کی وہ آواز جو آخر میں مدھمی ہوتی ہے۔ اور گدھے کی آواز سے اس لیے تشبیہ دی کہ ﴿إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لِصَوْتِ الْعَجَيْبِ﴾ [لقان: ۱۹] ”سب سے بڑی آواز گدھے کی آواز ہے۔“ حضرت لقمان حکیم نے اپنے پیارے بیٹے ساران کو بہت سی نصیحتیں کی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ بیٹا بلا ضرورت اونچی شہ بولو۔ اگر اونچا بولنا کوئی زیادہ فضیلت ہوئی گدھا بڑا فاضل ہوتا حالاں کہ سب آوازوں میں بڑی آواز گدھے کی ہے۔ تو جہنمی گدھے کی طرح آواز اس نکالیں گے اور چینیں گے ﴿خَلِدُونَ فِيهَا﴾ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ﴿مَا دَامَتِ السَّلَوْثُ وَالْأَثْرَاثُ﴾ جب تک کہ آسمان اور زمین ہوں گے۔ یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ اس وقت جو زمین اور آسمان ہیں یہ فانی ہے۔

سورہ ابراہیم آیت نمبر ۳۸ میں ہے ﴿يَوْمَ تَبَدَّلُ الْأَنْوَاعُ غَيْرُ الْأَنْوَاعِ وَالسَّمَوَاتُ﴾ ”جس دن تبدیل کی جائے گی

زمین اس کے علاوہ دوسری زمین کے ساتھ اور یہ آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے۔ اور اس زمین کی جگہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی زمین آجائے گی اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے آسمان آ جائیں گے اور جب تک وہ زمین اور آسمان قائم رہیں گے یہ دوزخ میں رہیں گے اور انہوں نے فنا ہونا نہیں ہے۔ ﴿إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ أَعْلَمُ﴾ مگر جو تیرارب چاہے۔ رب تعالیٰ قادر ہے فنا کرنے پر مگر فنا کرنے کا نہیں۔ کر سکنا اور چیز ہے اور کرنا اور چیز ہے، دونوں میں فرق ہے۔

### سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا غلط نظریات سے رجوع کرنا

ہندوستان میں بہت بڑے مورخ گزرے ہیں سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، یہ علامہ شیلی نعمانی کے شاگرد تھے۔ پہلے ان کے نظریات شیک نہیں تھے آنحضرت ﷺ کے جسمانی صعود کے مکر تھے اور خلوقی النار کے بھی مکر تھے۔ کہتے تھے کہ دوزخ ہمیشہ نہیں رہے گی اور کئی سائل تھے جو انہوں نے ”سیرت النبی“ کی چہلی جلدیں میں پہلے ایڈیشنوں میں لکھے تھے۔ دوزخ کے فنا ہونے پر بھی انہوں نے چودہ ولائیں پیش کیے۔ ان کو خیال آیا کہ کسی کامل پیر کی طرف رجوع کروں اور ان کے ہاتھ پر بیعت کروں اور یہ بات سمجھ لیں کہ بیعت نفرض ہے، نہ واجب ہے، نہ سنت مؤکدہ ہے بلکہ مستحب ہے۔ اور بیعت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی ذہنی انتشار سے فیج جاتا ہے۔ ہمارے تمام بزرگوں میں پیر و مرید گزرے ہیں۔

تو انہوں نے حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت بڑے کھرے آدمی تھے فرمایا میں تیرے جیسے ملیح اور زندیق کو مرید نہیں بناتا۔ یہ لفظ سید سلیمان ندوی کو بڑے چھپے کر مجھے ملدا اور زندیق کہا ہے حالاں کہ لوگ میرا الہام نہیں ہیں اور تھے بھی بڑے مورخ اور ادیب۔ پھر خط لکھا کہ حضرت! آپ نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے کہ مجھے ملدا اور زندیق کہا ہے۔ حضرت نے جواب لکھا اور چند مسائل کی تصدیقی فرمائی کہ آپ کے یہ نظریات قرآن مجید کے بالکل خلاف ہیں میرے پاس آ کر سمجھو یا مجھے سمجھاؤ۔ آج کل کا کوئی غلام احمد قادر یا نبی یا غلام احمد پرویز جیسا ہوتا یا ان کا کوئی فٹو نگرا ہوتا تو کہتا میں آدمی ہوں وہ بھی آدمی ہے، میں مولوی ہوں وہ بھی مولوی ہے، مجھے اس کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے شبہات پیش کیے۔ حضرت نے سب کے جوابات دیے۔

فرمایا دیکھو! دوزخ کا ہمیشہ نہ رہنا ٹویہاں سے ثابت کرتا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جب تک زمین و آسمان ہیں مگر جو تیرارب چاہے۔ تو فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ زمین و آسمان سے دنیا کے زمین و آسمان مرا نہیں ہیں بلکہ اگلے جہان کے زمین و آسمان مرا دیں جو ختم اور قابو نہیں ہوں گے اور ﴿إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ أَعْلَمُ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے تدرست کا انہما فرمایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ فنا ہو جائیں گے۔ کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح صراغ جسمانی کے متعلق بھی سمجھایا، سمجھ گئے اور اپنے غلط نظریات سے توبہ کی اور استغفار کیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وعدہ کرو کہ آئندہ جو

”سیرت النبی“ کی جلد میں طبع ہوں گی ان سے یہ سائل نکال کر صحیح مسائل لکھو گے اور اپنی غلطیوں کا اظہار کرو گے اور اپنے رسائیں۔ ”معارف“ میں جاتے ہی بیان دو گے کہ میں اپنے نظریات سے بازاً گیا ہوں۔

چنانچہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائلے ”معارف“ میں تحریر لکھ دی کہ میں نے اپنے غلط نظریات سے توبہ کر لی ہے اور ”سیرۃ النبی“ سے بھی وہ مسائل نکال دیئے۔ اس وقت جو ایڈیشن ہیں ان میں وہ غلط مسائل نہیں جیں اور سیرت کی کتابوں میں یہ بڑی مستند کتاب ہے۔ پہلی دو جلدیں مولانا شبیل رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہیں ان میں کچھ غلطیاں تھیں سید سلیمان ندوی نے ان کی اصلاح کی ہے۔ آگے تیری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد نہایت مبسوط ہیں۔ یہ سید سلیمان ندوی نے لکھی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں اس سے زیادہ مستند ذخیرہ کوئی نہیں ہے۔ یہ نیک لوگ تھے غلطی کا اعتراف کرنے والے تھے۔ پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بیعت بھی کیا اور خلافت بھی دی اور پاکستان بنانے میں بھی ان کا برا داخل تھا۔

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَغَالٌ لِتَائِيْنِ﴾ بے شک تیرارب کرنے والا ہے وہ جو وہ چاہے۔ وہ جوارا دہ کرے اس کو کوئی روک نہیں سکتا ہے وَ أَقْمَا الْأَنْبِيَاءَ سُعِدُوا فَقِيلَ الْجَنَّةُ ۚ اور بہر حال وہ لوگ جو نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے ۖ خَلِيلُنَّ فِيهَا ۚ یہی شہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے ۖ قَدَّامَتِ السَّمُوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ جب تک آسمان اور زمین ہوں گے ۖ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكُمْ ۚ مگر وہ جو تیرا رب چاہے منقطع کر سکتا ہے مگر کرے گا نہیں ۖ عَطَاءٌ غَيْرُ مَجْدُوذٌ ۚ یہ ایسا عطا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ وہ ایسی ہمیشہ کی زندگی ہے جس کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ سو سال نہیں، ہزار سال نہیں، لاکھ سال نہیں، کروڑ سال نہیں، ارب کھرب سال نہیں، وہ نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اس کو سوچتے سوچتے ہمارے دماغ فیل ہو جائیں گے۔ ۖ فَلَاتَّكُ فِي مَزِيقَةٍ ۚ یہی اسے مخاطب نہ ہو تو شک میں ۖ قَدَّمَ يَعْبُدُهُ لَا ۚ اس چیز کے بارے میں جن کی یہ عبادت کرتے ہیں کے والے۔

ان ظالموں نے کعبۃ اللہ کی بیرونی دیواروں پر تمدن سو سانچہ بت نصب کیے ہوئے تھے جن میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ کا بھی بت تھا، حضرت عیسیٰ مسیح اور حضرت مریم علیہم السلام کا بھی بت تھا اور ہبہل حضرت ہائل رحمہ اللہ کا مجسہ تھا، آدم رضی اللہ عنہ کا مظلوم بیٹا جو قاتل کے ہاتھوں شہید ہوا تھا۔ یہ لوگ ان کی پوجا کرتے تھے، لات، منات، عزمی کی پوجا کرتے تھے۔ فرمایا جن کی یہ پوجا کرتے ہیں اس میں آپ شک نہ کریں ۖ قَاتِبِدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ ابَاؤهُمْ وَنَّ قَبْلُ ۚ یہ لوگ نہیں عبادت کرتے مگر ایسے ہی جیسے ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اس سے پہلے تو ان کو ان کے خداوں نے عذاب سے نہیں بچایا ان کو بھی نہیں بچا سکتے۔ آج ہی تم نے پڑھا ہے ۖ فَنَّا أَخْنَثَ عَنْهُمُ الْيَقْنُومُ ۚ ”پس نہ کام آئے ان کے خدا۔“ ۖ وَ إِنَّا نَسْوَكُوْنُمْ خَيْرَهُمْ ۚ اور بے شک ہم ان کو پورا دیں گے ان کا حصہ ۖ غَيْرَ مَنْثُوْصٍ ۚ جو کم نہیں کیا جائے گا۔ سزا پوری پوری دیں گے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور محفوظ رکھے۔

﴿وَلَقَدْ أَتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ﴾ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موئی ﴿بِهِ﴾ کو کتاب ﴿فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ فَإِنَّمَا يُعَذِّبُنَا﴾ پس اختلاف کیا گیا اس میں ﴿وَلَوْلَا كَلَمَةُ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ﴾ اور اگر نہ ہوتا ایک فیصلہ جو طے ہو چکا تھا تیرے رب کی طرف سے ﴿الْقُضَى بَيْنَهُمْ﴾ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان ﴿وَإِنَّهُمْ لَفِينَ شَكٍّ مُّمِثِّلِينَ﴾ اور بے شک وہ لوگ اس قرآن کے بارے میں شک میں ﴿مُرْيَنِب﴾ جوان کو تردید میں ڈالتا ہے ﴿وَإِنَّ كُلَّا تَنَا لَيْلَةً يُوقِنُهُمْ رَبُّكَ﴾ اور بے شک سب کے سب البتہ پورا دے گا ان کو تیرا پروردگار ﴿أَعْمَالَهُمْ﴾ ان کے اعمال کا صلہ ﴿إِنَّهُ يَعْلَمُ مَا يَعْمَلُونَ حَمِينَ﴾ بے شک وہ جو عمل کرتے ہیں خبردار ہے ﴿فَإِنَّهُمْ كَمَا أَحْمَرْتَ﴾ پس آپ ذٹ کر رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے ﴿وَمَنْ تَابَ مَعَكَ﴾ اور وہ لوگ بھی جنہوں نے توبہ کی آپ کے ساتھ ﴿وَلَا تَطْغُوا﴾ اور حد سے آگے نہ بڑھو ﴿إِنَّهُ يَعْلَمُ مَا تَعْمَلُونَ بَصَرِيرَ﴾ بے شک جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے ﴿وَلَا تَرْكُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ اور نہ تھکو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ﴿فَتَسْكُنُ إِلَيْهِمْ﴾ پس چھوئے گی تم کو آگ ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ إِلَهٖ مِّنْ أُولَئِيَّاءِ﴾ اور نہیں ہو گا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے نیچے نیچے کوئی سازگار ﴿فَمَمْ لَا شَهْرُونَ﴾ پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی ﴿وَأَقِيمِ الصَّلَاةَ﴾ اور قائم کرو نماز کو ﴿طَرَقِيَ الْمَهَارَ﴾ دن کے دونوں طرفوں میں ﴿وَذَلِفَانِ إِلَيْنِ﴾ اور رات کی گھریوں میں ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْفَنُنَّ السَّيِّئَاتِ﴾ بے شک نیکیاں دور کرتی ہیں برا نیکوں کو ﴿ذَلِكَ ذُكْرٌ لِلَّهِ كَوْنِيَنَ﴾ یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے ﴿وَاصِدِّرْ فِيَنَ اللَّهَ لَا يُضِيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ اور صبر کریں پس بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا۔

بہت سارے یتیمبوں اور ان کی قوموں کے حالات بیان ہوئے۔ اور اس سے پہلے کوئی میں موئی ﴿بِهِ﴾ کا ذکر تھا اب اللہ تعالیٰ آنحضرت ﴿بِهِ﴾ کی تسلی کے لیے ارشاد فرماتے ہیں ﴿وَلَقَدْ أَتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ﴾ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موئی ﴿بِهِ﴾ کو کتاب تورات۔ آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کے بعد تورات کا درجہ بہت بلند ہے۔ ہزاروں انبیاء، بزرگ، علماء، مشائخ اس پر عمل کرتے آئے ہیں لیکن ﴿فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ فَإِنَّمَا يُعَذِّبُنَا﴾ پس اختلاف کیا گیا اس میں۔

### بے اعتبار مردم شماری عرب میں یہودی حیثیت

یہ آنحضرت ﴿بِهِ﴾ کی تسلی کے لیے فرمایا کہ موئی ﴿بِهِ﴾ کو جو کتاب دی گئی تورات، اختلاف کرنے والوں نے اس میں بھی اختلاف کیا، ماننے والوں نے مانا اور نہ ماننے والوں نے نہ مانا اور خصوصیت کے ساتھ موئی ﴿بِهِ﴾ اور تورات کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ عرب میں مردم شماری کے لحاظ سے مشرکین کے بعد یہود کا نمبر تھا۔ خبر سارا ان کا تھا اور میہنہ طیبہ میں ان کی

اکثریت تھی اور مقامات پر بھی آباد تھے اور عربی لوگ یہودیوں سے تورات سنتے اور عربی ترجمہ کرتے تھے کیونکہ تورات کی اصل زبان عبرانی تھی۔ تو نہ مانے والوں نے تورات کو بھی نہیں مان۔

﴿وَلَوْلَا كَلِمَةُ﴾ اور اگر نہ ہوتا ایک فیصلہ ﴿سَبَقَتْ مِنْ شَرِيكَ﴾ جو طے ہو چکا تھا تیرے رب کی طرف سے کہ ہر قوم کی تباہی اور ہلاکت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اگر پہلے سے یہ طے نہ ہوا ہوتا تو ﴿لَفْظُهُ يُبَيِّنُهُ﴾ الہیتہ فیصلہ کردیا جاتا ان کے درمیان جن لوگوں نے اختلاف کیا تھا کہ فوراً ان کو تباہ کر دیا جاتا۔ لیکن رب تعالیٰ کا پہلا فیصلہ قطعی ہے کہ فلاں وقت فلاں قوم کو تباہ آئیا جائے گا ﴿وَإِنَّهُمْ﴾ اور بے شک یہ عرب لوگ ﴿لَفْظُ شَلُوقَةَ﴾۔ منہ کی ضمیر قرآن کی طرف لوٹی ہے۔ قرآن شریف میں شک کرتے ہیں ﴿مُرْبِّيْبُ﴾ ایسا شک جو ان کو تردد میں ڈالتا ہے۔ لہذا آپ اس بات کی پرواہ کریں، تورات میں لوگوں نے اختلاف کیا اور قرآن کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ آپ کا کام ہے سنا، منوانا آپ کافر یا پیغمبر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تو شک نہیں ہے ﴿الْأَنْتَ ذُلِّكَ الْكِتَابُ لَا تَرَبِّيْبُ فِيهِ﴾ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن اگر مزاج بگز جائے تو بھیست کو دو دو چیزوں نظر آتی ہیں۔ اور صفراء کا غلبہ ہو تو چینی اور شہد بھی کڑا لگتا ہے حالانکہ دونوں کتنے میٹھے ہیں، مگر کھانے والے کامزاج بگزا ہو اے۔

غلام جیلانی بر ق کامزاج بگزا ایک اسلام اسے دو نظر آتے تھے۔ اس نے کتاب لکھی ”دواسلام“ کہ ایک اسلام وہ ہے جو ہم مانتے ہیں اور ایک مولویوں کا بنیا ہوا ہے، دو قرآن ہیں، ایک قرآن ہم مانتے ہیں ایک مولویوں کا بنایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت دی آخر میں توہہ کر کے مرائیں وہ فتنے فاد کی کتابیں چھوڑ گیا۔ ابھی گرون ان اس کی صاف نہیں ہوئی کیوں کہ اس کافر یا پیغمبر تھا کہ اعلان کرتا، تحریری طور پر لوگوں کو بتاتا کہ میری یہ سب کتابیں کندھم ہیں ان پر کوئی عمل نہ کرے۔ اب حال یہ ہے کہ مذکورین حدیث اس کی کتابیں طبع کرتے ہیں، بیچتے ہیں اور لوگوں کے عقائد خراب کرتے ہیں، اس کی کتابوں سے بدستور گناہ پھیل رہا ہے۔

توجہ وقت آدمی کا مزاج بگز جائے تو صحیح چیزوں نظر نہیں آتی ہے۔ تورات تو اللہ تعالیٰ کی کتاب تھی لیکن اختلاف کرنے والوں نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔ ﴿وَذَلِيلًا يَأْتُوْهُمْ هَرَبُّكَ﴾ اور بے شک سب کے سب الہتہ پورا پورا دے گا ان کو تیرا پروردگار ﴿أَعْمَالَهُمْ﴾ ان کے اعمال کا صدر۔ جو لوگ عربی سے واقف ہیں ان کے لیے عرض کر رہا ہوں کہ ﴿لَلَّهُ﴾ مضاف ہے اور اس کے اوپر جو نوین ہے وہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے مگلَّ الخلاٰئقِ سب کی سب مخلوق۔ اور لہتا اصل میں لیعنی ماتھا پھر ممن کی نون کا میم میں ادغام کیا لہتا پھر لام کے کسرے کو فتح سے بدل دیا الف کی وجہ سے تو لہتا بن گیا۔ تو معنی ہوا کہ بے شک سب کی سب مخلوق الہتہ وہ ہے کہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ ﴿فَمَنْ يَقْتَلْ مُشْتَقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرٌ أَيْمَانَهُ﴾ جس نے ذرہ برابر نیکی کی اس کو دیکھ لے گا ﴿وَمَنْ يَقْتَلْ مُشْتَقَالَ ذَرَّةٍ شَرٌّ أَيْمَانَهُ﴾ ذرہ برابر بھی برائی کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔ عمل کا نتیجہ ضرور ملے گا۔ ﴿إِنَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يَعْمَلُونَ خَيْرٌ وَّ شَرٌ﴾ بے شک وہ جو عمل کرتے ہیں

خبردار ہے۔ مخلوق جو بھی عمل کرتی ہے رب تعالیٰ کو خبر ہے۔

بہت ساری قوموں کے حالات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَإِنَّكُمْ كَنَّا أَمْرُكُمْ اَنْتَ نَبِيُّكُمْ﴾ ملئیشیہ! پس آپ ڈٹ کر رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم رہو، رسالت پر قائم رہو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پہنچانے پر آپ قائم اور ڈٹ کر رہیں۔ ﴿وَمَنْ نَابَ مَعْنَكَ اُرْوَهُ بَحْرُهُ جَنَّهُو نَسْتَأْمِنُهُ تَوْبَةً كَرَكَ سَاتِهِ آپ کا ساتھ دیا وہ بھی ڈٹ کر رہیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ آنحضرت ملئیشیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت! آپ وقت سے پہلے بوڑھے ہو گئے ہیں آپ کے بدن میں کمزوری آگئی ہے؟ تو آپ ملئیشیہ نے فرمایا: ((شَيَّبَتُنِي هُوَ ذُو أَخْوَاتِهَا)) ”سورت ہود اور اس جیسی سورتوں کے مضمون کے مطابق مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔“

تو سورت ہود میں وہ کون سا مضمون ہے جس نے آپ ملئیشیہ کو بوڑھا کیا؟ تو ایک تو اس آیت کی وجہ سے کہ ﴿إِذَا أَخْدَى رَبِّكُمْ إِذَا أَخْدَى الْفَرْسَى﴾ ”اور اسی طرح تیرے رب کا پکڑنا جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے۔“ اس آیت سے آپ ملئیشیہ پر بیشان تھے کہ میری امت بھی یہ جرام کرے گی اور سزا ہو گی۔ اور دوسرا یہ آیت کریمہ ہے کہ ”ڈٹ کر رہو جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ جنحوں نے توبہ کر کے آپ کے ساتھ ایمان قبول کیا ہے وہ بھی ڈٹے رہیں۔“ اس پر آپ پر بیشان تھے کہ خدا جانے امت ڈٹ کرہ سکتی ہے یا نہیں۔ لیکن الحمد للہ امت نے ڈٹ کر دکھایا اور ہر میدان میں کفر کا مقابلہ کیا اور دشمنان اسلام کی مرکوبی کی رالہد اور اس کے رسول کے اعتقاد پر پورے اترے کہ دنیا آپ ملئیشیہ کے ساتھیوں کی نظر پیش نہیں کر سکتی۔

### آدمی کو حق پر ڈٹ جانا چاہیے لوٹا نہیں ہوتا چاہیے ॥

اور یاد رکھت! کہ حق کی بات کو پکڑنا اور پھر اس پر ڈٹ جانا بڑی بات ہے اور آدمی کو ایسا ہی ہوتا چاہیے۔ نہیں کہ آدمی لوٹے کی طرح پھر تارے، صبح کوئی عقیدہ اور شام کوئی عقیدہ۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ دنما حق پر ہے غلط چیز پر ڈٹنا اچھی بات نہیں ہے۔ اور آج تو حال یہ ہے کہ حق پر ڈننا تو بعد کی بات ہے کسی کو اس بات کی بھی پروانہ نہیں ہے کہ میں صحیح عقیدے پر بچل رہا ہوں یا نہیں۔ اس کا احساس ہو کہ کہیں میرا عقیدہ، ہی غلط نہ ہو کسی سے پوچھ لوں اور عقیدے کی درستی کے لیے قرآن سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔

### دین سمجھنے کے لیے کوئی تیار نہیں ॥

اور میں یہ بات دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی قرآن پاک کا غلطی ترجمہ پڑھ لے تو وہ بھی کفر، شرک اور بدعت میں جدا نہیں ہو گا۔ کوئی تو اپنی بے کوئی حقیقت معلوم کرنے لے تیار نہیں ہے اور اپنی کوتاہی مولویوں کے ذمہ لگادیتے ہیں کہ ایک مولوی یہ کہتا ہے دوسرا مولوی یہ کہتا ہے، ہم کس لیں نہیں کہ دھر جائیں؟ بھی! تم کسی مولوی کی نہ مانو خود قرآن مجید پڑھو

اور سمجھو کہ قرآن کریم کی کہتا ہے؟ اس پر عمل کرو مولویوں کا بہانہ بننا کر گراہی میں نہ پڑے رہو۔ اور حکومت بھی اسلام کے عدم نفاذ کا ذمہ دار مولویوں کو سمجھاتی ہے کہ مولوی فرقہ واریت پھیلاتے ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے، ہم کس کا اسلام نافذ کریں؟ بھی! سوال یہ ہے کہ تم تو یہ بہانہ بناتے ہو لیکن مسلمانوں کے پیاس سے زیادہ ملک ہیں ان میں وہ ملک بھی ہیں جن میں کوئی فرقہ واریت نہیں ہے، خطیب کو اپر سے لکھا ہوا خطبہ ملتا ہے وہ پڑھ کے سنادیتا ہے تو ان ملکوں میں شریعت نافذ کیوں نہیں ہوتی؟ وہاں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مولویوں کا مجھکار نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ تو ایک بہانہ ہے اصل خرابی حکمران طبقے کا بے دین ہونا ہے۔ جس اسلامی ملک کو دیکھو! حکمران بے وین اور عیاش ہیں اپنی بے وینیوں پر زندہ ہیں آنے دیتے۔ ان کے بے دین ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ختم نبوت والوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ شاخی کارڈ میں مذہب کے خانے کا اضافہ کیا جائے تاکہ کوئی مرزاںی حج پر نہ جاسکے، یہ کافر ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں کیونکہ پتا نہیں چل سکتا۔ حکومت نے وعدہ کر لیا مذہب کے خانے کے اضافے کا، قادریاں یوں نے عیاسیوں کو استعمال کیا وہ سرزکوں پر نکل آئے کہ اس طرح ہمیں الگ کیا جا رہا ہے۔ حکومت نے شاخی کارڈ سے مذہب کا خانہ ہی ختم کر دیا۔ جب یہ مطالبہ ہوا تھا مسلمانوں کی آبادی سازھے گیارہ کروڑ تھی اور عیاسی صرف گیارہ لاکھ تھے اور مرزاںی کل ایک لاکھ چار ہزار تھے۔ کتنے ظلم کی بات ہے کہ گیارہ لاکھ کی بات تو معتبر ہو، ایک لاکھ چار ہزار کی آواز موثر ہو اور سازھے گیارہ کروڑ کی آواز کی کوئی ہیئت نہ ہو۔ یہ حکمرانوں کے بے دین ہونے کا ثبوت ہے خدا ان کا بیرون افرق کرے۔ سود کے خلاف شریعت کوثر نے فصلہ دیا کہ سود حرام ہے لیکن وزیر اعظم نواز شریف کا بیان آیا کہ ہم اس فصلہ کے خلاف پریم کوثر نہیں ابیل دائر کریں گے، لاحول واقوہ الابالند۔

حالاں کہ شریعت کوثر کی عدالت خود حکومت نے بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا حسن اور رحمٰم ہے میں حیران ہوں کہ ان پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی اور ان کو بھی جھنوں نے کفر شرک سے توبہ کر کے آپ کا ساتھ دیا یعنی صحابہ کرام نبی ﷺ کو دست کر دینے کا حکم دیا کہ موقف میں چک نہ آئے اور فرمایا ﴿وَلَا تُطْعِنُوهُ﴾ اور حد سے آگے نہ بڑھو، اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف سرکشی نہ کرو ﴿إِنَّهُ لِمَا تَعْمَلُونَ بِصَدِيقٌ﴾ بے شک جو کچھ بھی تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔ یہ آیت کریمہ اچھی طرح یاد رکھنا۔

**﴿وَلَا تُثْرِكُوا إِلَيْنِي أَنْتُمْ قَلْمَنُوا﴾** اور نہ جھکوان لوگوں کی طرف جھنوں نے ظلم کیا یعنی جو پارٹی شریعت کے خلاف ہو ان کی طرف مائل نہ ہو **﴿فَمَنْكُمُ الظَّالِمُونَ﴾** پس چھوئے گی تم کو آگ۔ کیوں کہ ظالموں کی طرف مائل ہونے کا مطلب یہ کہ تمہارا قارروہ ان کے ساتھ ملتا ہے۔ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ آج لوگوں نے مفت و مفت دوزخ خریدی ہوئی ہے کہ ظالموں کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ وہ ظلم کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور یہ ظلم کے ساتھ قعادن اور ان کے ساتھ میل جوں رکھنے کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔ **﴿وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوَّنٍ إِنْتُمْ أَوْلَيَاءُهُ﴾** اور نہیں ہو گا تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے یہچے یہچے کوئی رامگھر۔

مدگار کوئی نہیں ہو گا اور یہ بھی یاد رکھو ﴿لَا تُثْبِرُونَ﴾ پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ پڑے گا تو کوئی مدگار نہیں ہو گا لہذا حق کا ساتھ دو اور جو زہنی طور پر ظالم ہیں ان کا ساتھ نہ دو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں غم نہ کر اور پریشان نہ ہو ﴿وَ أَقِمِ الصَّلَاةَ كَلَرْأَتِ اللَّهَ أَعْلَم﴾ اور قائم کرو نماز کو دن کے دنوں طرفون میں۔ مثلاً: فجر کی نماز ہے پہنچنے کے بعد اور ظہر اور عصر کی نماز ہے غروب آفتاب سے پہلے ﴿وَذَلِكَ أَقْرَآنِ الْيَوْمِ﴾ اور رات کی گھریلوں میں ڈلَفَأَرْلَفَةَ کی جمع ہے، رات کا حصہ۔ معنی ہو گا اور رات کی گھریلوں میں۔ جیسے مغرب اور عشاء کی نماز ہوئی کیوں کہ ضابطہ ہے ایک طرف دھیان کرنے سے دوسری طرف کے صدے میں کی آتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ نظری نمازوں میں تجدید کی بڑی فضیلت ہے۔ اور تجدید کی نمازوں دور کعینیں بھی ہیں، چار کعینیں بھی ہیں، پھر کعینیں بھی ہیں اور آخر کعینیں بھی ہیں اور بارہ کعینیں بھی ہیں اور آج کل ساڑھے پانچ بجے تک تجدید کا وقت ہے۔ (یہ جنوری کے سینے کی بات ہے۔ مرتب)

### آج کل لوگ آخرت سے بے پرواہ ہو گئے ہیں

آج کل لوگوں میں آخرت کی تیاری کی فکر ختم ہو گئی ہے الاما شاء اللہ۔ اور پہلے یہ ہوتا تھا کہ جس آدمی کے سر کا یا ڈاڑھی کا بال سفید ہو جاتا تو اس کو آخرت کی لگرزیا دہ ہو جاتی تھی اور آج کل کے ہمارے بوڑھے تاش کھیلتے ہیں اور کئی ایسے کھیل کھیلتے ہیں جن کا مجھے نام بھی نہیں آتا۔ بلکہ چھوٹے چھوٹے بچے کہتے ہیں گول ہو گیا۔ مجھے آج تک گول کا مفہوم سمجھنہیں آیا کیوں کہ دچپی ہی نہیں ہے۔ سچھیو! آخرت کو بھی نہ بھولو! افرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نظری نمازوں پڑھوا اور خصوصاً تجدید کی نمازوں پر چھوڑنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْفَنُونَ وَالْشَّيْطَانَاتِ﴾ بے شک نیکیاں دور کرتی ہیں برا بیوں کو، مثادیتی ہیں برا بیوں کو۔ دیکھو! وضو کی برکت سے صغیرہ گناہ ہاتھ پاؤں آنکھوں سے چھڑ جاتے ہیں، مسجد کی طرف آنے سے ایک ایک قدم کے بد لے دس دس نیکیاں ملتی ہیں ایک ایک صغیرہ گناہ چھڑ جاتا ہے آٹو میک (خود بخود) اور ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس ارادے سے چلو کہ قرآن حدیث کا درس بھی سنتا ہے تو پھر ہر ہر قدم پر سات سات سونیکیاں ملتی ہیں ﴿وَاللَّهُ يُضَعِّفُ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے بڑھا دے۔ کیوں کہ یہ فی سبیل اللہ کی مدد میں ہے۔ ﴿وَذَلِكَ ذِكْرُ اللَّهِ كُمَيْنَ﴾ یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے۔ اور اگر کوئی قبول نہ کرے اور اکٹھ جائے تو اس کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ آگے اللہ تعالیٰ آپ کو سُلِّی دیتے ہیں کہ یہ کافر آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور وعظ کرنے پر بر اجلا کہتے ہیں ﴿وَاصْبِرْ﴾ اور صبر کریں ﴿فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَنْهَا مِنْ أَجْرِ الْمُحْسِنِينَ﴾ پس بے شک اللہ تعالیٰ خالق نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا۔ تحسین اللہ تعالیٰ اجر دے گا، بد لے دے گا اور درجات بلند فرمائے گا۔

﴿لَوْلَا كَانَ مِنَ الظُّرُوفِ﴾ پس کیوں نہیں ہوئے ان جماعتوں میں سے ﴿مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ جو تم سے پہلے گز ری ہیں ﴿أَوْ لَوْا بِقِيَةٍ﴾ فضیلت والے لوگ ﴿يَمْنَونَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ﴾ جو منع کرتے زمین میں فساد سے ﴿إِلَّا قَلِيلًا﴾ مگر بہت تھوڑے ﴿قَمَنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ﴾ ان میں سے جن کو ہم نے نجات دی ﴿وَاتَّبَعُ الَّذِينَ نَصَبْنَا﴾ اور پیروی کی ان لوگوں نے ﴿طَمَنَا﴾ جنہوں نے ظلم کیا ﴿مَا أَتْرُقُوا فِيهِ﴾ اس چیز کی جس میں ان کو خوش حالی دی گئی تھی ﴿وَكَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ اور تھے وہ مجرم ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ﴾ اور نہیں ہے تیرارب ﴿لِيُهُنَّكَ الْقُرْبَى﴾ کہ ہلاک کردے بستیوں کو ﴿يُطْنِم﴾ ظلم کی وجہ سے ﴿وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ﴾ جب کہ وہاں کے رہنے والے اصلاح کرتے ہوں ﴿وَلَوْكَلَّا رَبُّكَ﴾ اور اگر چاہے تیرارب ﴿لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ تو ابتدہ کردے لوگوں کو ایک گروہ ﴿وَلَا يَرَى الْوَنَّ مُخْتَلِفِينَ﴾ اور ہمیشہ رہیں گے یہ مختلف ﴿إِلَاهُنَّ رَبُّهُنَّ رَبُّكَ﴾ مگر وہ جس پر تیرارب رحم کرے گا ﴿وَلَذِلِكَ حَلَقُهُمْ﴾ اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا رب نے ﴿وَتَمَّتْ﴾ اور تکمیل ہو چکا ﴿كَلِمَةُ رَبِّكَ﴾ فیصلہ تیرے رب کا ﴿لَا مَلِكَنَّ جَهَنَّمَ﴾ ابتدہ میں ضرور بھروسی گا جہنم کو ﴿مِنَ الْجَنَّةِ﴾ جنت سے ﴿وَالنَّاسُ﴾ اور انسانوں سے ﴿أَجْمَعِينَ﴾ اکٹھے ہوں گے ﴿وَلَلَّا تَقْضِي عَلَيْكَ﴾ اور ہر خبر ہم بیان کرتے ہیں آپ پر ﴿مِنْ أَنْبَاءِ الرَّسُولِ﴾ رسولوں کی خبروں سے ﴿مَا نَثَرْتِ بِهِ فُؤَادَكَ﴾ جس کے ذریعے ہم آپ کے دل کو ثابت رکھتے ہیں ﴿وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ﴾ اور آیا آپ کے پاس ان خبروں میں سے حق ﴿وَمَوْعِظَةٌ﴾ اور نصیحت ﴿وَذِكْرٌ﴾ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ اور یاد رہانی مونوں کے لیے ﴿وَقُلْ﴾ اور آپ کہہ دیں ﴿لَتَدْرِي﴾ ان لوگوں سے ﴿كَذَرِيَّةٌ﴾ جو ایمان نہیں لاتے ﴿أَعْمَلُوا عَلَى مَكَانِنَكُمْ﴾ عمل کر دتم اپنے طریقہ پر ﴿إِنَّا لِغَيْرِ مُنْتَهٰ﴾ بے شک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں ﴿وَاتَّظُرُوا﴾ اور انتظار کر دتم ﴿إِنَّ مُنْتَهَ ظَرُونَ﴾ بے شک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں ﴿وَلَلَّهِ عَيْنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا ﴿وَإِنَّهُ يَرِي بِحَمْلِ الْأَمْرِ﴾ اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے معاملات ﴿فَاعْبُدْنَا﴾ پس اسی کی عبادت کر ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَيْنَا﴾ اور اسی پر بھروسا کر ﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ اور نہیں تیرا پروردگار غافل ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

### نہی عن المکرنة کرنے والوں کی نہ موت؟

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلی تموں کے ان لوگوں کی برائی بیان فرمائی ہے جو پڑھے لکھے اور نیک تھے۔ اخلاق

حالت بھی ان کی کچھ اچھی تھی لیکن دوسرے لوگوں کو فساد فی الارض سے منع نہیں کرتے تھے۔ حالاں کہ ان کا فریضہ تھا امر بالمعروف نبی عن المنکر کرنا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ خود نیک ہونا بے شک اچھی بات ہے مگر اس سے خداوند عزیز کا عذاب نہیں ملتا، عذاب ملتا ہے مصلح ہونے کی وجہ سے جس کا ذکر الگی آیت کریمہ میں آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْكُفَّارِ ذِيَّنَ قَبْلَكُمْ﴾ جس کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں سے جو تم سے پہلے گزری ہیں ﴿أَوْلُواَيْقَنَةً﴾ فضیلت والے لوگ، جوان میں صاحب فضیلت، صاحب علم اور سمجھدار لوگ تھے ﴿يَهُنَّاَنَّ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ﴾ جو منع کرتے زمین میں فساد سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی برائی بیان فرمائی ہے کہ جو صاحب علم، صاحب فضیلت اور سمجھدار تھے انہوں نے لوگوں کو فساد فی الارض سے منع کیوں نہیں کیا؟ حالاں کہ امر بالمعروف نبی عن المنکر ان کا فریضہ تھا ﴿إِلَّا قَبْلَكُمْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ﴾ مگر بہت تھوڑے ان میں سے جن کو ہم نے نجات دی کہ انہوں نے امر بالمعروف نبی عن المنکر کیا، لوگوں کو فساد فی الارض سے منع کیا۔ تو امر بالمعروف نبی عن المنکر کا عذاب سے نجات کا سبب ہے، محض نیک ہونا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچتا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بستی تھی جس میں گناہ بہت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل ﷺ کو حکم دیا کہ اس بستی کو ﴿وَمَنْ فِيهَا﴾ اور جو اس میں ہیں سب کو تباہ کر دو۔ حضرت جبریل ﷺ نے سوال کیا اے پروردگار اپنے فیہما اس بستی میں زہنے والے تمام کو عذاب میں بٹلا کر دوں؟ فرمایا ہاں! سب کو۔ حضرت جبریل ﷺ نے عرض کیا اے پروردگار! اس بستی میں تیرا ایک ایسا بندہ ہے لَمَّا يَعْصِيَكَ قُطُّ ظِرْفَةً عَنِّ جس نے آپ کی کبھی نافرمانی نہیں کی پہلے جھپکنے کے برابر، کیا اس کا گھر بھی تباہ کر دوں؟ فرمایا ہاں! بے شک وہ خود نیک ہے لیکن وہ لوگوں کو نیک کا سبق نہیں دیتا اور برائی سے منع نہیں کرتا وَ لَمَّا يَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ اور برائی دیکھ کر اس کا چہرہ متغیر نہیں ہوتا۔ برائی دیکھ کر اس کے ماتھے پرمل نہیں پڑتے لہذا اس کو بھی ساتھ ہلاک کر دے۔ تو نجات کا سبب مصلح ہے اصلاح کرنے والا، نیک ہونا عذاب سے نہیں بچتا۔

تو فرمایا کہ صاحب فضیلت، صاحب علم اور سمجھدار لوگوں نے فساد فی الارض سے منع نہیں کیا ﴿وَاتَّبَعُوا مَا نَهَا﴾ اور پیروی کی ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا ﴿مَا أَنْثَرْ فُؤَادِيْهِ﴾ اس چیز کی جس میں ان کو خوش حالی دی گئی۔ مال، دولت، اقتدار، اباغ، کوٹھیوں کے پیچھے پڑے رہے ان کی ساری فرندگی و نیا کی ترقی میں گزر گئی۔ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لَوْ تَكَانَ لِإِبْرَاهِيمَ أَدْمَرْ وَادِيَيْهِ مِنْ ذَهَبٍ لَا يُتَّلَقِي قَالِيْهَا۔ اگر ابن آدم کو دو بڑے وسیع میدان سونے کے بھرے ہوئے مل جائیں تو یہ تیرے میدان کی علاش میں پڑے گا وہ پر قناعت نہیں کرے گا۔ اور فرمایا وَ لَا يَهْلِكُ جَوْفَ إِبْرَاهِيمَ أَدْمَرْ إِلَّا التَّرَابُ۔ بندے کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی پر کر سکتی ہے۔ اور کوئی شے اس کے پیٹ کو بھرتی نہیں ہے۔

تو فرمایا وہ لوگ جو مال و دولت کے پیچھے پڑے رہے ﴿وَ كَانُوا مُخْرِجُوهُنَّ﴾ اور تھے وہ مجرم۔ آگے اللہ تعالیٰ ایک شابطہ بیان فرماتے ہیں ﴿وَمَا كَانَ رَبِّكَ لِيَنْهَاكَ الْفَرَّارِيْهُ﴾ اور نہیں ہے تیرارب کہ ہلاک کر دے۔ بستیوں کو ظلم کی وجہ سے

﴿وَأَفْلَهَا مُضْلِلُونَ﴾ جب کہ وہاں کے رہنے والے اصلاح کرتے ہوں۔ یعنی ان بستیوں میں ظلم بھی ہے گناہ بھی ہیں لیکن وہاں کے باشندے اصلاح بھی کرتے ہوں برا بیویوں سے لوگوں کو روکتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مصلح کا وجود اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مانع ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت علیؓ نے سوال کیا کہ حضرت ﷺ کا  
فینا صالیحونَ کہ ہم ہلاک ہو جائیں گے اس حال میں کہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں قالَ نَعَمْ أَخْصَرَتْ مُنْظَرَتِيَّةَ نَعْلَمْ نَعْلَمْ نے فرمایا  
ہاں إِذَا كُلُّ الْعَبْدِيْنَ جب گناہ اور جرائم زیادہ ہو جائیں۔ یعنی شخص نیک ہونا عذاب کو نہیں نالتا مصلح کا وجود عذاب کو نالتا ہے۔  
صالیح کا معنی ہے خوب نیک ہونا اور مصلح کا معنی ہے دوسروں کو نیکی کا سبق دینے والا اور برائی سے روکنے والا۔

### اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو نیکی اور بدی کا اختیار ہونا ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَهُ اُولَئِكَ الَّذِينَ أَمْلأَتَهُمْ فَاجْدَعَهُمْ﴾ تو البتہ کروے لوگوں کو  
ایک گروہ۔ بدی کا مادہ ہی نکال دے فرشتہ صفت بنا دے کہ فرشتوں میں جسکی خواہشات ہی نہیں ہیں وہ کھاتے ہیں، نہ پیتے  
ہیں، نہ ان میں نرمادہ ہے، نہ لڑتے جھگڑتے ہیں۔ رب تعالیٰ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے وہ قادر مطلق ہے۔ اور معاذ اللہ تعالیٰ ہاگروہ  
چاہے تو تمام انسانوں کو کافر بنا دے لیکن ﴿وَلَا يَرَى الَّذِينَ مُخْلَقُونَ﴾ اور ہمیشہ رہیں گے یہ مختلف۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں  
اور جنات میں خیر اور شر کی قوت رکھی ہے اور سمجھو دی ہے اور خیر اور شر کی قوت کو اختیار کرنے کا اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی سے خیر کا  
راستہ اختیار کریں یا شر کا راستہ اختیار کریں۔

﴿فَسَنَّ شَاءَ كُلُّهُ مِنْ ذَمِنَ شَاءَ وَلَيْلَكُلُّهُ﴾ [الکف: ۲۹] ”پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار  
کرے۔ ﴿نَوْلِهِ مَا تَوَلَّهُ﴾ [الناس: ۱۱۵] ”ہم پھیر دیں گے اسی طرف جس طرف اس نے رخ کیا ہے۔“ یعنی جس طرف وہ آدمی  
چلے گا ہم اس کو اسی طرف چادریں گے، جبر نہیں ہے۔ اور اگر انسان میں نیکی بدی کا مادہ نہ ہوتا تو پھر تو فرشتہ ہوتا ہے انسان نیکی  
بدی کے لحاظ سے مختلف رہیں گے ﴿إِلَامَنَ رَأَجَمَ رَبِّكُلَّكَ﴾ مگر وہ جس پر تیر ارب رحم کرے گا وہ حق کے ساتھ اختلاف نہیں کرے  
گا اور رب تعالیٰ کی مہربانی اسی پر ہوتی ہے جو رب کی طرف آئے۔ چنانچہ سورت عنكبوت آیت نمبر ۲۹ میں ہے ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا  
فِيَنَاللَّهِ بِيَقِنَّةِ مُؤْمِنًا﴾ اور وہ لوگ جو کوشش کریں ہو رئی طرف آئنے کی ہم ان کو اپناراستہ کھادیتے ہیں۔“ اور بخلاف اس کے  
﴿فَلَمَّا زَاغُوا أَرَأَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾ ”پس جب وہ نیز ہے چلے تو ہم نے ان کے دلوں کو میز ہا کر دیا۔“ [صف: ۵] مطلب یہ ہے کہ  
جو اللہ تعالیٰ کے احکام سے پیغہ پھیر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی پیغہ سیدھی نہیں کرتے۔ محقریہ کہ انسان اپنے ارادے اور  
مشیت میں مختار ہے۔

﴿وَلَذِلِكَ خَلْقُهُمْ﴾ اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا رب نے کہ اپنی مرضی سے ایمان لائیں اور اپنی مرضی سے کفر اختیار

کریں، ابھی مرضی سے نیکی بدی کریں ﴿وَئَثَّكُتْ جَنَّةَ تَهْلِكَ بَهُو﴾ اور کمل ہو چکا فیصلہ تیرے رب کا۔ وہ فیصلہ یہ ہے ﴿لَا مُلْكُنَّ جَهَنَّمَ وَنَعْجَانَ وَالْأَسْأَمْ وَالْأَسْعَمْ﴾ البتہ میں ضرور بھروس گا جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے اکٹھے ہوں گے وہاں اکٹھے ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سارے جہنم کے ایک ہی خانے میں ہوں گے بلکہ اپنے اعمال کے مطابق جہنم کے مختلف درجوں میں ہوں گے۔ جس طرح ریل گاڑی میں مختلف درجے ہوتے ہیں کوئی فروخت کلاس میں ہے، کوئی سینئنڈ کلاس میں، کوئی تھرڈ کلاس میں ہوتا ہے۔ بعض طبقے اعتراض کرتے ہیں کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں۔ سورہ الحجر آیت نمبر ۷ میں ہے ﴿وَالْجَنَّانَ حَلَقَةً مِنْ قَمَشٍ وَمِنْ قَلَّا وَالسَّمُوتَ وَهُوَ﴾ اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔ اور دوزخ میں بھی آگ ہی ہے تو آگ کو آگ سے کیا تکلیف ہوگی۔ لیکن ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیون کہ آگ آگ میں فرق ہے۔

چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ اے پروردگار! اس طبقے کو میرے سے کچھ دور کر دے کہ مجھے اس کی حرارت اور گرمی کھا گئی ہے۔ یعنی جہنم کا ایک طبقہ دوسرے طبقے سے نالا ہے۔ جب دوزخ کی آگ میں اتنا فرق ہے کہ ایک طبقہ دوسرے طبقے سے پناہ لیتا ہے تو جنات تو دنیا کی آگ سے پیدا ہوئے ہیں اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہر گناز یادہ تیز ہے۔ دنیا کی آگ کی اس کے سامنے کیا حیثیت ہے کہ اس سے پیدا ہونے والے جنات کو اس سے تکلیف نہ ہوگی۔ ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جنہوں نے دین کو سمجھا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَلَائِكَةَ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرَّسُولِ مَا نَقْتَلَتِّهِ بَهُو﴾ اور ہر خبر ہم بیان کرتے ہیں آپ پر رسولوں کی خبروں سے وہ جس کے ذریعے ہم آپ کے دل کو ثابت رکھتے ہیں۔ بات اچھی طرح سمجھو میں۔ مطلقاً ہر خبر نہیں بلکہ ہر وہ خبر کہ جس خبر کے ذریعے سے ہم تیرے دل کو ثابت رکھتے ہیں وہ ہم بیان کرتے ہیں۔

اور کل کے سبق میں تم پڑھ چکے ہو ﴿وَلَقَدْ أَنْبَأَنَا مُوسَى الْكَتَبَ فَإِنْتَلَفْ فَنِيُو﴾ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موئی ﴿بِلِه﴾ کو کتاب پھراں میں اختلاف کیا گیا۔ اب یہ خبر کہ موئی ﴿بِلِه﴾ کی کتاب میں اختلاف کیا گیا یہ آپ ﴿بِلِه﴾ کو کیوں سنائی تا کہ آپ ﴿بِلِه﴾ کو تسلی ہو کہ اگر اس وقت یہ لوگ قرآن کوئی میں مانتے اور صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ ہم نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ تیری باتوں کو تو آپ پریشان نہ ہوں چیلی کتابوں کے بارے میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ آنحضرت ﴿بِلِه﴾ نے بھرت کی پہلے پیغمبروں نے بھی بھرت کی، بکریاں چڑائی اور ماریں کھائی، بڑا کچھ ہوا لیکن آپ ﴿بِلِه﴾ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا ہے۔

### بیغبروں نے تمام تکالیف برداشت کر کے توحید کا سبق دیا ہے

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﴿بِلِه﴾ نے لوگوں کو توحید کا سبق دیا تو مشرکوں نے آپ ﴿بِلِه﴾ کو اتنا

مارا کہ سارا بدن رُخی ہو گیا۔ جب تسلیم تشریف لائے اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ! آپ سلیمان بن انس کی پروانہ کریں وہ درخت جو کنارے پر کھڑا ہے اس کو اشارہ کرو وہ تمہاری طرف آجائے گا۔ آپ سلیمان بن انس نے اشارہ کیا وہ درخت آپ سلیمان بن انس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، تاکہ آپ سلیمان بن انس کی توجہ سے ہٹائی جائے۔ پھر آپ سلیمان بن انس نے اس درخت کو اشارہ کیا تو وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ تو آپ سلیمان بن انس پر کافروں کے انبیاء کی علم کی اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے واقعات سن کر آپ سلیمان بن انس کو تسلی دی۔ باقی پیغمبروں کی ہر ہر خبر اللہ تعالیٰ نے آپ سلیمان بن انس کو تسلی دی۔

چنانچہ تم چھٹے پارے میں پڑھ چکے ہو ارشادِ ربانی ہے ﴿وَمَرْسَلًا قَدْ قَصَصْتُهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلٍ وَمَرْسَلًا لَمْ تَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ﴾ [نامہ: ۱۶۲] اور ہم نے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ پر بیان کیا ہے اس سے پہلے اور ایسے رسول بھی بھیجے جن کے حالات ہم نے بیان نہیں کیے آپ پر۔ اور سورتِ مومن آیت نمبر ۸۷ میں میں فرمایا ﴿وَلَقَدْ أَنْتَ سَلَّمَ إِلَيْكَ مِنْ قَبْلِكَ وَمِنْهُمْ مَنْ قَصَصْتَ أَغْلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ اور البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت رسول بھیجے ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو بتائے اور بعض کے احوال ہم نے آپ کو نہیں بتائے۔

تو بدعتیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سلیمان بن انس کو سارا علم دے دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم اور آپ سلیمان بن انس کے علم میں بس اتنا فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور آپ سلیمان بن انس کا علم عطاً ہے۔ یہ فرق کے خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم مشرک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور آپ سلیمان بن انس کے علم میں فرق کر دیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ ہم نے آپ سلیمان بن انس کو سارا علم دیا ہی نہیں ہے۔ بعض پیغمبروں کے واقعات ہم نے آپ کو بتائے ہیں اور بعض کے واقعات نہیں بتائے عطا ہی نہیں کیے۔ اور سورہ سیسین میں ہے ﴿وَمَا عَلِمْتُهُمْ إِلَّا شَعْرَ وَمَا يَبْيَقُ لَهُمْ﴾ اور نہیں سکھایا، نہیں عطا کیا، ہم نے اس پیغمبر کو شعر کہنا اور نہ ہی لائت ہے اس کے لیے۔ اس کے بعد عطاً کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو دیا ہی نہیں ہے۔ یاد رکھنا! یہ سب بدعتیوں کے دھکو سلے ہیں کہ آپ سلیمان بن انس کو سارا علم عطا کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَجَاءَكُنْ فِي هَذِهِ النَّعْشِ﴾ اور آیا آپ کے پاس ان خبروں میں سے حق ﴿وَمَنْ عَظَمْتُهُ فَأُذْكُرْهُ﴾ اور صحت اور یادداہی مونوں کے لیے۔ آپ مونوں کو سن اکر یادداہی کرائیں۔ ﴿وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ اور آپ کہہ دیں ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لائے آپ کی نبوت پر، اللہ تعالیٰ کی توحید پر ﴿وَأَعْلَمُوا عَلَى مَحَاجِنَتِهِمْ﴾ عمل کرو تم اپنے طریقہ پر ﴿إِنَّا لَعَلَّمُوْنَ﴾ بے شک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں اپنے طریقے پر ﴿وَأَشْظُرُهُمْ﴾ اور تم انتظار کرو ﴿إِنَّا مُنْتَظَرُهُنَّ﴾ بے شک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں کہ کامیابی کس کو حاصل ہوتی ہے اور عذاب میں کون بتلا ہوتا ہے۔ کون بچتا ہے اور کون تباہ ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر کافر کہتے تھے کہ تم نے جو عذاب لانا ہے ہمیں بتاؤ وہ کب آئے گا۔ اس کے جواب میں فرمایا ﴿وَلَنُوَاعِنِّي السَّلَوَاتُ وَالآمِرَاتُ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں اور زمین کا، وہ جانتا ہے کہ اس نے تم پر عذاب کب نازل کرنا ہے مجھے جتنی بات رب تعالیٰ بتاتے ہیں میں تسمیں بتا دیا ہوں۔ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿وَإِلَهُكُمْ إِلَّا إِنْرَكُمْ كُلُّهُ﴾ اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے معاملات۔ اس نے اپنے خدائی اختیارات میں سے تو ایک رتی بھی کسی کو نہیں دی۔ ﴿نَأَعْيُدُهُ﴾ پس اسی کی عبادت کر ﴿وَذَوَّلَ عَلَيْهِ﴾ اور اسی پر بھروسہ کر ﴿وَمَا تَرَكَ بِقَافِلٍ عَثَاثَتُمُونَ﴾ اور نہیں تیرا پروردگار خافل ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ تمہاری نیکی بدی سب رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔

آج بارچ ۹ صفر المظفر بروز جمعرات ۰۱۳۳۰ھ بہ طابق ۵ فروری ۲۰۰۹ء  
یہ سورۃ کامل ہوئی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ وع翁ہ

(مولانا) محمد نواز بلوج

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ گوجرانوالا



ناشر

لَقَانُ اللَّهُ مِسْرَارُون

سیٹلاتٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

0321 8741292